ثمرة النجاح

علی نور الایضاح

۹۹۴ھ - ۱۰۶۹ھ

پہلی جلد

اس شرح میں ہر ہر مسئلے کے لئے تین تین حدیثیں ہیں

شارح

حضرت مولانا ثمیر الدین قاسمی صاحب دامت برکاتہم

ناشر

مکتبہ ثمیر، مانچسٹر، انگلینڈ

mobile (0044) 7459131157

جملہ حقوق بحق شارح محفوظ ہیں

نام کتاب.....................................ثمرۃ النجاح علی نور الایضاح

نام شارح .... مولانا ثمیر الدین قاسمی

ناشر...مکتبہ ثمیر، مانچیسٹر، انگلینڈ

باہتمام .... مولانا ابوالحسن قاسمی ، نیانگر

نگراں ....مولانا مسلم قاسمی سینپوری

طباعت بار اول .... مارچ ٢٠١٠ء

کمپیوٹر کمپوزنگ .... مولانا ثمیر الدین قاسمی

پرنٹر ....ایچ، ایس آفسیٹ پرنٹرز، دریا گنج، نئی دہلی

فون۔23244240

قیمت ٢ جلدیں ....١٢ پونڈ

شارح کا پتہ

Maulana Samiruddin Qasmi
70 Stamford Street
Old Trafford - Manchester
England M16 9LL
E samiruddinqasmi@gmail.com
mobile (0044) 7459131157

انڈیا کا پتہ

مولانا ساجد صاحب
At Post. ghutti
Via Mahagama Dist Godda
Jharkhand-INDIA
Pin 814154
Mobile 0091 6202078366

ملنے کے پتے

شارح کا پتہ

Maulana Samiruddin Qasmi
70 Stamford Street
Old Trafford - Manchester
England M16 9LL

Tel (00 44)7459131157

انڈیا کا پتہ

مولانا ابوالحسن، ناظم جامعہ روضۃ العلوم، نیا نگر

At Post. Nayanagar,Via Mahagama, Dist Godda

Jharkhand-INDIA ,Pin 814154

Tel 0091 9304 768719

Tel 0091 9162463760

جناب مولانا مسلم قاسمی صاحب، خطیب مسجد بادل بیگ، نمبر 5005

بازار سرکی والان, حوض قاضی ۔ دہلی نمبر 6

انڈیا, پین کوڈ نمبر 110006

فون نمبر 0091 9717158837

جناب مولانا نثار احمد صاحب

ثاقب بک ڈپو، دیوبند, ضلع سہارنپور، یوپی

انڈیا، پین کوڈ نمبر 247554

فون نمبر 09412496688

﴿خصوصیات ثمرة النجاح﴾

(۱)	ثمرۃ النجاح کے ہر مسئلے کے لئے تین حدیث تین حوالے لانے کی کوشش کی گئی ہے، اور اس کا پورا حوالہ دیا گیا ہے
(۲)	طلباء کے ذہن کو سامنے رکھتے ہوئے ہر مسئلے کا محاوری اور آسان ترجمہ پیش کیا ہے۔
(۳)	کمال یہ ہے کہ عموما ہر ہر مسئلے کو تین مرتبہ سمجھایا ہے، تا کہ طلباء مسئلہ اور اسکی دلیل بھی آسانی سے سمجھ جائیں
(۴)	مسائل کی تشریح آسان اور سلیس اردو میں کی ہے۔
(۵)	فرائض اور واجبات، اور سنتوں کو گن کر ایک نظر میں پیش کیا گیا ہے تا کہ یاد کرنے میں آسانی ہو
(۶)	وجہ کے تحت ہر مسئلے کی دلیل نقلی قرآن اور احادیث سے مع حوالہ پیش کی گئی ہے۔
(۷)	کونسا مسئلہ کس اصول پر فٹ ہوتا ہے وہ اصول بھی بیان کیا گیا ہے۔
(۸)	لغت کے تحت مشکل الفاظ کی تحقیق پیش کی گئی ہے۔
(۹)	لفظی ابحاث اور اعتراض و جوابات سے دانستہ احتراز کیا گیا ہے تا کہ طلباء کا ذہن پریشان نہ ہو۔
(۱۰)	جو حدیث ہے اس کے لئے 'حدیث، اور جو قول صحابی ہے اس کے لئے قول صحابی، اور جو قول تابعی ہے اس کے
(۱۱)	لئے قول تابعی، لکھ دیا گیا ہے۔
(۱۲)	حدیث کے حوالے کے لئے پورا باب لکھا۔ پھر بیروتی کتب خانہ والی کتابوں کا صفحہ نمبر لکھا اور بیروتی یا سعودی
(۱۳)	کتابوں کا احادیث نمبر لکھ دیا گیا تا کہ حدیث نکالنے میں آسانی ہو۔
(۱۴)	پرانے اوزان کے ساتھ نئے اوزان بھی لکھ دیئے گئے ہیں تا کہ دونوں اوزان میں بآسانی موازنہ کیا جا سکے۔
(۱۵)	یہ کتاب طلباء اور اساتذہ کے لئے تو مفید ہے ہی، اماموں اور مفتیوں کے لئے بھی بہت کارآمد ہے

﴿ہم ثمرۃ النجاح ہی کو کیوں پڑھیں ؟﴾

(۱) اس شرح میں ہر مسئلے کے تحت تین حدیثیں، تین حوالے ہیں جس سے دل کو سکون ہو جاتا ہے کہ کس مسئلے کے لئے کون سی حدیث ہے۔

(۲) کوشش کی گئی ہے کہ احادیث صحاح ستہ ہی سے لائی جائے، تا کہ حدیث مضبوط ہوں۔

(۳) ایک ایک مسئلے کو تین تین بار مختلف انداز سے سمجھایا ہے، جس سے مسئلہ آسانی سے سمجھ میں آ جاتا ہے۔

(۴) بلا وجہ اعتراض و جوابات نہیں لکھا گیا ہے۔

(۵) سمجھانے کا انداز بہت آسان ہے۔

(٦) پرانے اوزان کے ساتھ نئے اوزان مثلا گرام وغیرہ کو لکھ دیا گیا ہے، جس سے پرانا اور نیا دونوں وزنوں سے واقفیت ہوتی ہے۔

(۷) فرائض، وجبات، اور سنن کو اس طرح گنایا ہے کہ زبانی یاد ہو جائے۔

(۸) یہ کتاب اماموں اور مفتیوں کے لئے بھی بہت کار آمد ہے کہ آسانی سے مسئلہ اور حدیث نکل آتی ہے۔

فہرست مضامین ثمرۃ النجاح جلداول

فہرست مضامین ثمرۃ النجاح جلد اول

فہرست مضامین ثمرۃ النجاح جلد اول

ارشادگرامی

فضیلة الشیخ حضرت مولانا شعیب ڈیسائی صاحب مد ظلہ العالی

خطیب مسجد عمر شفیلڈ، وصدر مدرس مدرسہ اسلامیہ شفیلڈ، انگلینڈ

حضرت والا وہ پہلے عالم ربانی ہیں جنکے احسان کی بارش علاقہ جھارکھنڈ کے غریب مسلمانوں پر مسلا دھار برس رہی ہے، ایک زمانے سے یہ سلسلہ جاری ہے اور تاہنوز اس میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے جنکے بار احسان کے لئے ہم علاقہ جھارکھنڈ شکر گزار ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ یہ سایہ دراز سے دراز تر ہوتا رہے۔

حضرت کی مسجد ایک عظیم خانقاہ ہے، ہر موقع پر انکے اعمال زندہ کئے جاتے ہیں، ذی الحجہ کے موقع پر دس روزے، محرم کے موقع پر دو روزے تقریبا تمام مصلیوں سے رکھوائے جاتے ہیں، ایام بیض کے روزے بھی کافی مصلی رکھتے ہیں، رات کو دس بجے ریسیور پر دعا پڑھا کر سلاتے ہیں اور صبح کو دعا پڑھا کر جگاتے ہیں، عصر کے بعد ذکر کی مجلس لگتی ہے اور خانقاہ کا سماں بندھ جاتا ہے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہر آدمی کی زکوۃ ادا ہو جائے، کوئی آدمی صدقۃ الفطر دئے بغیر نہ رہے، کسی آدمی کی قربانی باقی نہ رہے انکے لئے وہ بڑی دلسوزی کے ساتھ ترغیب دیتے ہیں، جب اس پر تقریر فرماتے ہیں تو ایک سماں باندھ دیتے ہیں، وہ ان غرباء و مساکین تک پہونچانے کا انتظام کرتے ہیں جو واقعی اس کے مستحق ہیں، مجھ سے ایک مرتبہ فرمایا کہ مولانا ثمیر یہ لوگ رات میں ٹیکسی چلا کر اور اپنی نیند حرام کر کے زکوۃ اور صدقۃ الفطر دیتے ہیں اس لئے یہ انتہائی غریب، بیوہ اور محتاج عورتوں تک پہونچنا چاہئے، میں قطعا نہیں چاہتا کہ اس سے کسی مدرسے کی بلڈنگ بنے یا کسی عظیم الشان جلسوں میں خرچ ہو، اس اصول پر وہ اتنے پابند ہیں کہ مجھے بار بار اس کی نصیحت کرتے ہیں اور اس کا احتساب بھی کرتے ہیں۔

ناچیز کی کتاب اثمار ہدایہ چھپ کر آئی تو میں اس کو لیکر حضرت کے دولت خانہ پر حاضر ہوا اور اس کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کی، حضرت نے اس کو سرسری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا کہ آپ نے اس میں صرف حضرت امام ابو حنیفہؒ کے دلائل پیش کئے ہیں، میرا دل چاہتا ہے کہ اس عظیم شرح میں حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام مالکؒ، اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مسلک بھی مذکور ہوں اور انکے دلائل بھی احادیث سے مزین ہوں یہ حضرات بھی ہمارے جلیل القدر ائمہ ہیں اور ان کے مسالک اور دلائل بھی اہمیت کے حامل ہیں، صاحب ھدایہ نے کہیں کہیں ان کا ذکر کیا ہے میری تمنا ہے کہ ہر مسئلے کے ساتھ ان ائمہ کا مسلک موجود ہو اور انکے دلائل بھی موجود ہوں تا کہ تحقیق کرنے والے علما کو اس کی بصیرت ہو، اور جو حضرات اس پر عمل کرنا چاہیں وہ آسانی سے کر سکیں۔

واپسی پر بہت دیر تک حضرت کے ارشاد گرامی پر غور کرتا رہا، اور سوچتا رہا کہ حضرت کتنا گہرا مطالع کے حامل ہیں اور کتنا وسیع الظرف ہیں کہ تمام ائمہ کے مسالک کے ساتھ دلائل بھی چاہتے ہیں تا کہ ان حضرات کی حقانیت بھی سامنے آئے اور عمل کرنے والوں کے لئے مشعل راہ ہو۔ واقعی اگر ہدایہ پر یہ کام ہو جائے تو ناچیز کے لئے بہت بڑی سعادت ہوگی، اور علمی دنیا میں ایک بہت بڑا کام

ہو جائے گا، اور تفصیلی مطالعہ کرنے والے حضرات کے لئے بہت بڑی نعمت ہوگی، یہ کام ہوا ضرور ہے، لیکن ا یکجا نہیں ہے اس لئے تحقیق کرنے والوں کے لئے پریشانی ہے، اگر ایک ہی جگہ تمام حضرات کے دلائل اور احادیث حوالے کے ساتھ ہوں تو بہت کم وقت میں تفصیلات سامنے آجائے گی اور اہل علم کے لئے علمی ذخیرہ ہوگا، اور ہر مسلک والے اطمینان کے ساتھ اس پر عمل کر سکیں گے۔

خدا کرے کہ حضرت علام کی یہ تمنا پوری ہو اور دونوں کے لئے ذریعہ نجات بنے آمین یارب العالمین۔

ایسے حضرات دنیا میں کہاں ملتے ہیں! اور ہم جیسے زلف پریشاں کی طرح خستہ حال آدمی پر کون رحم کھاتا ہے!

ع :۔ خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

ثمیر غفرلہ

۲۷/۱۱/ ۲۰۰۹ء

دعائیہ کلمات

حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب لاجپوری مدظلہ العالی

خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامت مولانا مسیح اللہ خان صاحب

مقیم حال: باٹلی، انگلینڈ

شیخ وقت حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب دامت برکاتہم ان عظیم ہستیوں میں سے ہیں جنہوں نے میری شروحات کے ساتھ والہانہ محبت کا اظہار فرمایا، اور دامے درمے سخنے اس میں مدد کی۔ تقریبا ہر دو تین ماہ میں تشریف لاتے رہے اور مختلف مشورہ دیتے رہے، کبھی پریشان ہوتا تو فون پر بہت دیر تک تسلی دیتے، اور ان شروحات کی افادیت کو تفصیل سے سمجھاتے، اور کافی دیر تک ڈھارس بندھوانے کی کوشش کرتے، حضرت کی نصیحتوں سے ہمت بنتی اور دوسرے دن پھر سے سفر شروع کرتا، یہ سلسلہ آج آٹھ سال سے چل رہا ہے، اور آرزو ہے کہ تاحیات یہ پرکیف ہمت افزائی باقی رہے۔ قدوری کی شرح ختم ہوئی تو حضرت نے اتنی ترغیب دی کہ اسی لمحہ ھدایہ کی شرح شروع کردی، اور ایک دن بھی آرام کئے بغیر سفر شروع کردیا، اور الحمد للہ انکی دعاؤں کی برکت سے یہ شرح بہت کامیابی کے ساتھ اختتام کو بھی پہنچی اور بہت مقبول ہوئی، حضرت ہی کی ترغیب سے نورالایضاح کی شرح شروع کی، اس کے لکھنے کے درمیان بھی تسلی دیتے رہے اور ہمت افزائی کرتے رہے حضرت مولانا نے اپنے خاندان کے ایک بزرگ حضرت مولانا محمد بن یوسف دیوان صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۴ء) نے اور حضرت مولانا مرغوب صاحب نے نورالایضاح کا ترجمہ فرمایا تھا، اور حضرت مولانا عبدالروف صاحب نے اس کو کمپیوز کروایا، حضرت نے وہ بھی مجھے عنایت کی، وہ ترجمہ بہت اچھا ہے اس لئے اکثر جگہ اسی ترجمہ کو سیٹ کردیا گیا۔ اس کتاب میں حضرت کا یہ بھی احسان ہے۔ حضرت ان بزرگ ہستیوں میں سے ہیں جو ہمارے علاقے کے غریب مسلمانوں پر رحم وکرم کرتے ہیں اور بڑی وسعت کے ساتھ انکے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرتے آرہے ہیں۔ حضرت کی اب پھر سے ترغیب ہے کہ ہدایہ آخیرین کی شرح لکھوں تاکہ ہدایہ کی پوری شرح ایک ساتھ طلبہ اور علماء کے ہاتھوں میں آئے اور اسکے انوکھے انداز اور احادیث سے استفادہ کرے۔

ناچیز اس ترغیب اور ہمت افزائی کا تہ دل سے شکر گزار ہے، اللہ تعالی انکو اجر آخرت سے نوازے اور ان شروحات کے ثواب میں برابر کا شریک کرے، آمین یارب العالمین

ثمیر غفرلہ

استاد محترم

حضرت مولانا ثمیر الدین صاحب قاسمی دامت برکاتہم

کی حیات و یادیں

از.....(مولانا) مرغوب احمد لاجپوری (شیخ الحدیث)
مقیم ڈیوز بری، انگلینڈ

نوٹ: راقم الحروف نے مولانا کے حالات پر یہ مضمون آپ کے ایک رسالہ ''یادِ وطن'' کی طباعت کے وقت ''تذکرۃ المؤلف'' کے طور پر لکھا تھا، مگر وہ اس میں شائع نہ ہو سکا۔

۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء کی بات ہے، راقم الحروف نے ''مدرسہ تعلیم الاسلام ڈیوز بری'' میں داخلہ لیا، اس سال مجھے ''مشکوۃ'' وغیرہ کتب پڑھنی تھیں، اساتذہ کے متعلق تفتیش پر معلوم ہوا کہ ''جامعہ رحمانی مونگیر'' کے استاذ حدیث مولانا ثمیر الدین صاحب قاسمی مدظلہ امسال درس حدیث کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔

شوال کی کوئی تاریخ تھی، راقم مدرسہ پہنچا، دیکھا تو ایک صاحب مولانا عبد القادر صاحب پٹنی مدظلہ کی معیت میں کتب خانہ کے سامنے تشریف فرما ہیں۔ گندمی چہرہ، میانہ اندام، متوسط قد و قامت، سفید لباس، چہرہ پر بشاشت، میں حاضر خدمت ہوا، سلام کیا ''وعلیکم السلام'' خیریت ہے؟ یہ پہلی ملاقات تھی جو استاذ محترم سے ہوئی، پھر تو تعلقات یگانگت میں روز افزوں اضافہ ہوتا گیا۔

ایک مرتبہ استاذ محترم کی تصنیفی مصروفیت کو دیکھ کر میں نے پوچھا: حضرت کیا تحریر فرما رہے ہیں؟ جواب یہ تھا: ''اپنے علاقہ کے صنادید کی تاریخ مرتب کر رہا ہوں''۔

بات ختم ہو گئی۔ ابھی چند دنوں پہلے ملاقات پر میں نے اس کتاب کا تذکرہ کیا، تو فرمانے لگے: وہ مسودہ طوالت لئے ہوئے تھا، اب اسے قطع و برید کر کے مختصر کر دیا ہے، اس کو اب کتابت کے لئے ارسال کر رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا: مولانا! آپ کے علاقہ کے بزرگوں کا تذکرہ ہیں، میری قلبی چاہت ہے کہ میں آپ کا مختصر تذکرہ اس میں شامل کر دوں۔ مولانا نے سختی سے انکار کر دیا، مگر میرا اصرار آپ کے انکار پر غالب آ گیا اور یہ چند اوراق سیاہ کر لئے۔

ولادت، تعلیم، درس و تدریس، بیعت

مولانا کی ولادت ۲۵ رمحرم الحرام ۱۳۷۰ھ مطابق ۶ رنومبر ۱۹۵۰ء میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی۔ ''ہدایہ اولین'' وغیرہ کتب دار العلوم چھاپی، گجرات میں پڑھیں۔ چھاپی سے حدیث و تفسیر کی

اعلیٰ تعلیم کے لئے ازہر ہند دارالعلوم دیوبند پہنچے۔ مادر علمی میں تین سال قیام فرما کر ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۰ء میں سند فراغ حاصل کی اور صحاح ستہ مندرجۂ ذیل اساتذہ باکمال سے پڑھیں۔

''بخاری شریف'' حضرت مولانا فخر الدین صاحب رحمہ اللہ سے، ''ترمذی شریف'' حضرت مولانا فخر الحسن صاحب رحمہ اللہ سے ''مسلم شریف'' حضرت مولانا شریف صاحب صاحب رحمہ اللہ سے ''ابو داؤد شریف'' اور ''نسائی شریف'' حضرت مولانا محمد حسن صاحب بہاری رحمہ اللہ سے پڑھیں۔

فراغت کے بعد ایک سال دارالعلوم میں رہ کر عربی ادب کی تکمیل کی۔ علم فلکیات کی باقاعدہ تعلیم بھی دارالعلوم میں حاصل کی۔ اس کے بعد میٹرک میں بھی کامیابی حاصل کی۔

آپ کے تدریسی دور آغاز ''مدرسہ کنز مرغوب'' پٹن، گجرات سے ہوا۔ متوسط کتابیں زیر درس تھیں، پھر ''تعلیم الاسلام'' آنند میں تدریسی خدمات انجام دیں، یہاں مختلف کتابوں کے ساتھ ''ابو داؤد شریف'' بھی پڑھائی۔ اس کے بعد بہار کی عظیم درسگاہ ''جامعہ رحمانی مونگیر'' بہار کے منتظمین کی دعوت پر بہار تشریف لے گئے، یہاں بھی ''ابو داؤد شریف'' اور ''ترمذی شریف'' زیر درس رہی۔۔ پھر حضرت مولانا کمال صاحب رحمہ اللہ مانچسٹر انگلینڈ کے مدرسہ میں چار سال تک ''ترمذی شریف'' ''ابو داؤد شریف'' مشکوۃ شریف'' وغیرہ کتابوں کا درس دیتے رہے۔

فراغت کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ سے بیعت ہوئے۔

خصوصیات درس

راقم نے مولانا سے ڈیوز بری میں ''طحاوی شریف'' جلالین شریف'' اور ''ہدایہ ثالث'' پڑھیں۔ مولانا بڑی محنت سے پڑھاتے تھے۔ فنون کی مختلف کتابیں متعدد مرتبہ پڑھانے کی سعادت حاصل تھی، تاہم بغیر مطالعہ کے کوئی کتاب نہیں پڑھاتے۔ مطالعہ بھی گہرا ہوتا تھا، اسی کا نتیجہ تھا کہ طالب علم کے سوال کا بالفور تسلی بخش جواب دیتے۔ ایک مرتبہ مولانا ''طحاوی شریف'' میں ''**باب الجنب یرید النوم او الاکل او الشرب او الجماع** '' پر تقریر فرما رہے تھے، راقم نے پوچھا کہ: اس باب میں نظر کیا ہے؟ امام طحاوی رحمہ اللہ نے یہاں دلیل عقلی بیان نہیں فرمائی۔ مولانا نے فرمایا کہ: ہاں شراح نے دلیل عقلی لکھی ہے کہ: وضو کا حکم کسی چیز کی تعظیم کے لئے ہے اور کھانا پینا سونا وغیرہ امور کوئی خاص تعظیمی نہیں، البتہ بشاشت کی وجہ سے مستحب ہے۔

انداز تفہیم بہت عمدہ تھا، مشکل سے مشکل مضامین کو آسان پیرایہ میں سمجھانے کی عجیب صلاحیت تھی۔ طالب علم ''ہدایہ'' کی عبارت پڑھتا، مولانا ترجمہ کئے بغیر زبانی پورا مسئلہ مع دلائل کے سمجھا دیتے، ائمۂ ثلاثہ کے دلائل کا تسلی بخش جواب دیتے، پھر عبارت سے منطبق فرماتے۔ اس طرز سے ''ہدایہ'' کی مشکلات کا احساس تک طالب علم کو نہ ہوتا۔

''طحاوی شریف'' میں بھی باب کے عنوان پر پوری تقریر فرماتے ''**قال ابو جعفر، فذهب قوم، خالفهم فى ذلك**

آخرون‘‘ پرائمۂ ثلاثہ وامام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کے مسلک کی تشریح‘ احادیث کے جوابات اور نظر طحاوی پر سیر حاصل بحث فرماتے۔ میں نے دوران درس ’’طحاوی‘‘ کی تقریر نقل کی تھی، وہ بہت جامع اور مانع ہے۔

تصنیف وتالیف

درس وتدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف کا ذوق بھی ابتدائے عمر سے تھا۔ آپ کی تصنیفات کی فہرست درج ذیل ہیں:

(۱)......انوار فارسی۔

(۲)......تفریق وطلاق قرآن وحدیث کی روشنی میں۔

(۳)......خلاصۃ التعلیل۔

(۴)......تفہیم البلاغہ (غیر مطبوعہ)۔

(۵)......حاشیہ سفینۃ البلغاء (عربی۔غیر مطبوعہ)۔

(۶)......عیسائیت کیا ہے؟

(۷)......تحفۃ الطلباء شرح اردو سفینۃ البلغاء (جزء ثانی)۔

(۸)......فلکیات جدیدہ۔

(۹)......رؤیت ہلال علم فلکیات کی روشنی میں۔

(۱۰)......اسلامی کیلنڈر۔

(۱۱)......صدائے دردمند۔

(۱۲)......تاریخ علاقہ گڈاو بھاگلپور۔

(۱۳)......علاقہ میں کمیٹی کی ضرورت۔

(۱۴)......یاد وطن۔

(۱۵)......سائنس اور قرآن۔

(۱۶)......طلاق مغلظہ آٹھویں مرحلہ پر۔

(۱۷)......اصلاح معاشرہ۔

(۱۸)......ثمیری کیلنڈر۔

(۱۹)......الشرح الثمیری (چار ضخیم جلدوں میں)۔

(۲۰)......اثمار الہدایہ (پانچ ضخیم جلدوں میں)۔

(۲۱)......اوراب یہ ''ثمرة النجاح'' (دوضخیم جلدوں میں)

آخری تین کتابیں مولانا کی محنت کا عظیم شاہکار اور برسوں کی کاوش کا نتیجہ ہیں۔ان میں آپ نے ''قدوری'' اور ''ہدایہ'' اور نور الایضاح، کے ہر مسئلہ کی دلیل احادیث نبویہ سے دی ہے۔یہ تینوں کتابیں ہر طالب علم اور اہل علم کے پاس ضرور ہونی چاہئے۔

ان کے علاوہ ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ ''الفاروق'' کراچی ''النور'' برطانیہ ''الہلال'' مانچسٹر ''دارالعلوم'' دیوبند' ہفت روزہ ''الراوی''، وغیرہ رسائل میں آپ کے تحقیقی وعلمی وادبی مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ ہفت روزہ ''الراوی'' کے بہت کم جرائد ایسے ہوں گے جن کے صفحات آپ کی ادبی تحریروں کی زینت نہ بنے ہوں۔

اخلاق وعادات

مولانا صاحب علم وفضل ہونے کے باوجود بلند اخلاق' پاکیزہ اوصاف اور انتہائی متواضع اور منکسر المزاج انسان ہیں ہر آنے والے کی دریا دلی کے ساتھ مہمان نوازی کرتے ہیں۔حوصلہ افزائی جو آپ کی ذات میں دیکھنے کو ملی وہ کم ہی دیکھنے کو مل سکی، بلکہ شاعر کی زبان میں ؂

ہم نے ہر ادنی کو اعلی کر دیا　　　خاکساری اپنی کام آئی بہت

کے پوری طرح مصداق ہیں' انتہائی سادہ مزاج اور یہ سادگی خورد ونوش' نشست و برخاست' رہن وسہن' لباس اور گفتگو ہر چیز میں نمایاں ہیں۔

راقم الحروف کی' تصنیفی وتحریری کام کی طرف توجہ یہ مولانا ہی کی ترغیب کے باعث ہوئی اور میری تصنیفات ''تذکرہ عبد العلی'' حیات احمد'' اطیب القطرات تذکرہ بعض مشائخ گجرات'' ذکر ابراہیم'' وغیرہ کی کتابت میں مولانا نے از حد تعاون فرمایا۔اللہ تعالی آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے،آمین۔

ایں دعا از من از جملہ جہاں آمین باد

مرغوب احمد لاجپوری (شیخ الحدیث)

حال مقیم ڈیوز بری

۱۹/۱۲/۲۰۰۹ء

از حضرت مولانا مرغوب لاجپوری صاحب
مقیم ڈیوز بری انگلینڈ

صاحبِ نور الایضاح

علامہ حسن شرنبلالیؒ

نام ونسب

صاحب نور الایضاح کا نام ,حسن، ہے کنیت ,ابوالاخلاص، ہے، والد کا نام ,عمار، اور دادا کا نام ,علی، ہے، وفائی سے آپ مشہور ہیں، شبرابلولہ، جو مصر کی دیہات میں ایک بستی ہے اس میں پیدا ہوئے ہیں، اسی کی طرف منسوب کر کے آپ کو ,شرنبلالی، کہتے، یہ خلاف قیاس ہے، لیکن اسی طرح مشہور ہو گئے ہیں۔

پیدائش

آپ ۹۹۴ھ مطابق ۱۵۸۶ء میں پیدا ہوئے

مقام پیدائش

مقام ,شبرابلولہ، میں پیدا ہوئے، یہ مصر کی دیہات میں ایک گاؤں کا نام ہے۔

تحصیل علم

ابھی آپ کی عمر چھ سال کے قریب تھی کہ والد ماجد نے تعلیم کا سلسلہ شروع فرمادیا۔ یہ وقت وہ تھا کہ مصر میں علماء کبار، فقہاء، فصحاء کی بڑی تعداد علمی خدمات میں مشغول تھیں، یہیں حفظِ قرآن پاک کی تکمیل کی اور شیخ محمد حموی، اور شیخ عبدالرحمٰن المیسری سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ امام عبداللہ نحریری، اور علامہ محمد المحبی سے علم فقہ حاصل کیا۔ شیخ الاسلام نورالدین علی بن غانم مقدسی وغیرہ علماء سے بھی کافی استفادہ کیا۔

فضل وکمال

صاحب نورلایضاح کا فقہی مقام تو مسلم ہے، ساتھ ہی اپنے وقت کے نامور محدثین میں بھی آپ کا شمار تھا، اس کے علاوہ دیگر علوم و فنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ فتوی میں امتیازی شان کے مالک تھے۔ ایک طویل عرصہ عالم اسلامی کی عظیم درسگاہ جامعہ ازہر میں منصب تدریس پر فائز رہ کر تشنگان علوم کو سیراب فرماتے رہے۔ آپ کے تلامذہ کی فہرست خاصی طویل ہیں۔ ان میں [۱] علامہ احمد عجمی، (و۱۰۱۴، م ۱۰۸۶)، شافعی مسلک کے بڑے علماء میں تھے، (معجم المؤلفین ص۱۵۲، ج۱) [۲] سید السند احمد الحموی، مختلف علوم میں تصانیف کثیرہ کے حامل تھے (، م۱۰۹۸،) (معجم المؤلفین ص۹۳، ج۲۔ تاریخ الجبرتی، ص ۶۷، ج۱) [۳] شیخ شاہین الازمناوی

۔قاہرہ کے بڑے فقیہ،متون کثیرہ،مثلاً کنز،شاطبیہ،الرحبیہ وغیرہ کے حافظ تھے،حضرت نے ۱۱۰۰ھ میں وفات پائی۔

مسجد اقصی کی حاضری

۱۰۳۵ھ میں مسجد اقصی کی حاضری کی سعادت سے مالا مال ہوئے اور فقیہ عصر علامۂ زمان،محقق بے مثال مشہور عالم شیخ ابوالاسعاد یوسف بن عبدالرزاق بن وفاء المالکی (م ۱۰۵۱ھ) کی صحبت سے علمی استفادہ فرمایا۔

بزرگوں نے آپ کے بارے میں فرمایا

صاحب خلاصۃ الاثر کے والد شیخ علامہ محمد المحبیؒ نے آپ کی شان میں تحریر فرمایا:

''اگر صاحبِ سراج الوہاج آپ کو دیکھتے تو آپ کے نورِ(علم) سے اکتساب کرتے،یا صاحبِ ظہیریہ دیکھتے تو آپ کے ظہور کے وقت پوشیدہ ہوجاتے،یا ابن یوسفؒ آپ کو دیکھتے تو آپ کی جلالت سے غیر پر افسوس نہ کرتے۔آپ عمدہ اخلاق والے تھے،فصیح زبان کے مالک تھے۔زمانے کے بہترین فقہاء میں آپ کا شمار تھا۔آپ صالحین ومجاذیب کے معتقد تھے اوران کی طرف سے آپ کو بعض احوال و واقعات کے(غیبی) اشارے بھی دیئے جاتے تھے۔چنانچہ بعض صلحاء نے آپ سے کہا''اے حسن! آج کے بعد سے آپ اپنے لئے،اپنے اہل کے لئے،اپنی اولاد کے لئے کوئی کپڑا نہ خریدیئے،پس اس دن سے آپ کے پاس عمدہ اور فاخرانہ لباس آتے رہے اور آپ کو کبھی خریدنے کی ضرورت نہ پڑی۔

علامہ محمد امین المحبیؒ نے آپ کے متعلق کہا:

''آپ زمانے کے محقق اور فضلاء کے سردار تھے،فقہی ملکہ میں احسن المتأخرین تھے،فقہی قواعد ونصوص کے بہت جاننے والے تھے''۔

تصنیفات وتالیفات

علامہ شرنبلالیؒ کی تصنیفات رسائل وکتب کی شکل میں چھوٹی بڑی ستر (۷۰) سے زیادہ ہیں،اکثر ان میں فقہ وفتوی پر ہیں،جو اسماء مل سکے ان کی فہرست درج ذیل ہیں۔

۱:......**رقم البیان فی دیة المفصل والاسنان**۔سنِ تالیف ۱۰۱۹ھ ہے۔

۲:......**بسط الکفالة فی تاجیل الکفالة**۔۱۰۲۶ھ کی تصنیف ہے۔

۳:......**حفظ الا صغرین عن اعتقاد من زعم الحرام لایتعتدی لذمتین**۔

۴:......**سوادة اهل الاسلام بالمصافحة والسلام**۔یہ دونوں ۱۰۲۹ھ کی تصنیف ہیں۔

۵:......**غنیة ذوی الاحکام فی بغیةدرر الحکام**۔یہ ۱۰۳۵ھ کی تصنیف ہے۔(درر کے حاشیہ پر طبع ہوئی ہے)۔

۶:......**اسعاد آل عثمان المکرم ببناء بیت الله المحرم**۔یہ ۱۰۳۹ھ کی تصنیف ہے۔

۷:......انفاذ الاوامر الالهيه بنصر العساكر العثمانية۔ یہ۱۰۴۱ھ کی تصنیف ہے۔

۸:......تنقيح الاحكام فی الابراء الخاص والعام۔ یہ۱۰۴۲ھ کی تصنیف ہے۔

۹:......امداد الفتاح شرح نور الايضاح ۔۱۵؍ربیع الاول۱۰۴۵ھ کو شروع کر کے ۱۵؍ربیع الاول ۱۰۴۶ھ میں اس کی تبییض سے فراغت پائی۔

۱۰:......حسام الحكام المحققين لصد المعتدين عن اوقاف المسلمين۔

۱۱:......نظر الحاذق النحرير فی الرجوع علی المستعير۔

۱۲:......جداول الزلال الجارية لترتيب الفوائت بكل احتمال، یہ تینوں ۱۰۵۰ھ کی تصنیف ہیں۔

۱۳:......واضح المحجة للعدول عن خلل الحجة۔ یہ۱۰۵۲ھ کی تصنیف ہے۔

۱۴:......مراقی الفلاح شرح نور الايضاح۔اواخر جمادی الآخر میں شروع کر کے اوائل رجب میں فراغت ہوئی۔

۱۵:...... النعمة الماجده بكفيل الوالده۔ یہ۱۰۵۵ھ کی تصنیف ہے۔

۱۶:......الاستعارة من كتاب الشهادة۔

۱۷:......الزهر النضير فی حوض المستدير۔ یہ دونوں ۱۰۵۷ھ کی تصنیف ہیں۔

۱۸:......نفيس المتبحر بشراء الدرر۔ یہ۱۰۵۸ھ کی تصنیف ہے۔

۱۹:......فتح باری الالطاف بجدول مستحقی الاوقاف۔ یہ۱۰۵۹ھ کی تصنیف ہے۔

۲۰:......الاحكام الملخصه فی حكم ماء الحمصه۔ یہ بھی ۱۰۵۹ھ کی تصنیف ہے۔

۲۱:......ارشاد الاعلام لرتبته الجدة و ذوی الارحام فی تزويج الايتام۔

۲۲:......الابتسام باحكام الاقحام ۔ یہ دونوں ۱۰۶۰ھ کی تصنیف ہیں۔

۲۳:......اتحاف الاريب بجواز استنابته الخطيب۔

۲۴:......ايضاح الخفيات لتعارض بنية النفی والاثبات۔

۲۵:......نزهة اعيان الحزب بمسائل الشرب۔ یہ تینوں ۱۰۶۱ھ کی تصانیف ہیں۔

۲۶:......الدرر الفريدة بين الاعلام لتحقيق ميراث من علق طلاقها قبل الموت باشهر او ايام ۔۱۰۶۴ھ کی تصنیف ہے۔

۲۷:......تحفة الاكمل فی جواز لبس الاحمر۔

۲۸:......النظم المستطاب لحكم القرأة فی صلوة الجنازة بام الكتاب۔ یہ دونوں ۱۰۶۵ھ کی تصنیف ہیں۔

۲۹:......الدررة۔

۳۰:......الاثر المحمود بقهر ذوی العهود۔

۳۱:......الاقناع فی حکم اختلاف الراهن والمرتهن فی الرد من غیر ضیاع۔

۳۲:......تحفة اعیان الغناء۔

۳۳:......بدیعة الهدی لما استیسر من الهدی۔ یہ پانچوں ۱۰۶۷ھ کی تصانیف ہیں۔

۳۴:......قهر الملة الکفریة بالادلة المحمدیة لتحزب دبر المحله الجوانیه۔ یہ ۱۰۶۸ھ کی تصنیف ہے۔

۳۵:......کشف القناع الرفیع عن مسئلة التبرع بما یستحق الرضیع۔

۳۶:......ایقاظ ذوی الدراسة بوصف من کف السعایة۔

۳۷:......اسابة الفرض الاهم فی العتق المبهم۔

۳۸:......احسن الاقوال للتحرز عن محظور الفعال۔

۳۹:......سعادة الماجد بعمارة المساجد۔

۴۰:......نهایة الفریقین فی اشتراط الملک لاخر الشرطین۔

۴۱:......اکرام ذوی الاباب بشریف الخطاب۔

۴۲:......درر الکنوز۔

۴۳:......کشف العضل فیمن عضل۔

۴۴:......تجدد المسرات بالقسم بین الزوجات۔

۴۵:......اعقد الفرید فی جواز التقلید۔ان تالیفات کا سن،تالیف معلوم نہ ہوسکا۔

(ظفر المحصلین، ص۲۱۰)

۴۶:......مراقی السعادات فی علمی التوحید والعبادات۔شوال ۱۰۱۴ھ کی تصنیف ہے، جب کہ مصنفؒ کی عمر بیس سال تھی۔غالبا دمشق میں یہ رسالہ شیخ محمد ریاض المالح کی تحقیق اور دکتور محمد ابوالیسر عابدین کے مقدمہ سے شائع ہوئی ہے۔

۴۷:......شرح منظومه ابن وهبان۔دوجلد میں۔

۴۸:......التحقیقات القدسیه۔

۴۹:......نورالایضاح ونجاة الارواح، یہ آپ کی تمام تصانیف میں مشہور معروف و بے انتہا مقبول ہوئی، ویسے ”حاشیہ درروغرر“ لاجواب حاشیہ ہے (غررالاحکام، ملاخسرو محمد بن علی رحمہ اللہ (متوفی ۸۸۵ھ) کا مشہور متن ہے۔خود مصنفؒ نے ”درر الحکام

فی شرح غرر الاحکام'' کے نام سے شرح لکھی ہے جو دو جلدوں میں مطبوعہ ہے۔علامہ شرنبلالیؒ نے اس پر حاشیہ لکھا) جو آپ کی حیات ہی میں غیر معمولی شہرت حاصل کر چکا تھا۔''امداد الفتاح'' بھی عمدہ ترین کتاب ہے مگر نایاب۔

نورالایضاح ونجاۃ الارواح، کے معنی

نور: کے معنی ہیں روشنی، روشنی کی کرن، جو چیز اشیاء کو آشکارا کردے۔اس کی جمع ہے انوار و نیران۔ایضاح: کے معنی ہے صاف کرنا، ظاہر کرنا، عیاں کرنا۔نور الایضاح کے معنی ہوئے ظاہر کرنے والی روشنی۔اور ارواح: روح کی جمع ہے۔نجات کے معنی چھٹکارا۔اور عذاب روح کو ہوگا۔مطلب یہ ہوا کہ جو عبادات کے مسائل وطریقہ سے ناواقف ہے اس کے لئے یہ مسائل نور اور رہنمائی ہے جس پر عمل کر کے آدمی اللہ کے عذاب سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔

نورالایضاح'' کی مقبولیت

''نورالایضاح'' کی مقبولیت کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس کی متعدد شرحیں لکھی گئیں۔عرصۂ دراز سے مدارس کے نصاب میں شامل رہ کر مصنف کے لئے ذریعۂ نجات وآخرت۔مصنفؒ نے اس میں اقوال مرجحہ ہی کو بیان فرمایا ہے۔خود مصنفؒ نے خطبہ میں اس کی صراحت فرمائی ہے کہ''**ولا اذکر الا ما جزم بصحته اھل الترجیح**''یعنی میں اس میں صرف وہی قول نقل کروں گا جس کی صحت پر اہل ترجیح نے وثوق اور اعتماد کیا ہے۔

مدارس کے بچوں کے لئے بہترین اور جامع مختصر متن ہے۔بقول علامہ کشمیریؒ کے''**کتاب فی الارکان الاربعة سھل الحصول**''اور بقول علامہ لکھنویؒ کے''**وقد طالعت من تصانیفه نور الایضاح متن متین فی الفقه**''۔ (الفوائد البہیۃ فی تراجم الحنفیۃ،ص۸۵)

مصنف علامؒ نے اس کتاب کو لکھ کر دعا فرمائی کہ اللہ تعالی اس سے اپنے بندوں کو نفع پہنچائے اور اس کے فائدہ کو دوام بخشے''**واللہ اسأل ان ینفع به عبادہ و یدیم الافادۃ**''۔

یہ دعا ایسی قبول ہوئی کہ دورِ تصنیف سے آج تک لاکھوں اللہ کے بندوں نے اس سے نفع اٹھایا اور اس کا فائدہ امت کے سامنے ہے۔

نورالایضاح کے متعلق حضرت شاہ صاحبؒ کی طرف منسوب ایک واقعہ کی تحقیق

حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ نے سفر مصر کے دوران اس کتاب کو ایک مرتبہ دیکھا پھر ہندوستان آکر اپنی غیر معمولی یادداشت سے اسے من وعن نقل فرما کر طبع کرایا،مگر موصوف کے صاحبزادے حضرت مولانا انظر شاہ صاحب

مدظلہ نے اس واقعہ کی تردید کی اور فرمایا کہ میرے والد صاحب ؒ کا مصر کا سفر ہی نہیں ہوا۔اور خود حضرت شاہ صاحبؒ کے ملفوظات میں بھی اس کی تصریح ہے کہ میں صرف حرمین میں رہا ہوں مصر وغیرہ نہیں گیا۔ (ملفوظات محدث کشمیری ص ۲۵۸)

مولانا انظر شاہ صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

(والد صاحب ؒ کا) حجاز سے مصر، طرابلس، شام اور ترکی کا سفر مشکوک ہے نہ خود مرحوم نے اس سفر کے بارے میں کچھ لکھا اور نہ کوئی ابتک معتبر سراغ مل سکا........عام درسگاہوں میں ان کی قوت حفظ کے ثبوت کے لئے جو یہ داستان شہرت پذیر ہے کہ آپ نے مصر میں ''نور الایضاح'' کا مطالعہ کیا اور پھر اسے ہندوستان آ کر محفوظ کیا صحیح نہیں، اس لئے کہ ''نور الایضاح'' زمانۂ دراز سے درس نظامی میں شریک ہے، بلکہ ہندوستان بہت پہلے سے اس کی شرح ''مراقی الفلاح'' اور ''طحطاوی'' سے واقف تھا۔خاکسار نے ایک موقعہ پر آپ کے شاگرد مولانا محمد انوری لائلپوری سے اسی روایت کی صحت کے بارے میں استفسار کیا تو تھا تو انہوں نے تصویب کی، لیکن متجسس طبیعت نے درس نظامی کا جائزہ قدیم ادوار سے لیا تو ''نور الایضاح'' عہد قدیم سے داخل نصاب پائی، اس لئے راقم الحروف کے علم و تحقیق میں یہ درسگاہی داستان صحیح نہیں۔ (نقش دوام ص ۱۳۷)

مولانا انظر شاہ صاحب مدظلہ کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ علامہ ملا نظام الدین شہید سہالویؒ (متوفی ۱۱۱۶ھ مطابق ۱۷۴۷ء) نے اپنے مدرسہ کے لئے تعلیم کا جو نصاب مرتب کیا تھا جسے بعد میں تمام مدارس نے اپنا لیا اس میں بھی ''نور الایضاح'' کا نام موجود ہے۔

اسی طرح حضرت مولانا عبدالحئی صاحب لکھنویؒ نے بھی اس کا مطالعہ فرمایا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کے زمانے میں بھی اس کا نسخہ ہندوستان میں موجود تھا۔اور حضرت لکھنویؒ کا زمانہ شاہ صاحبؒ سے تقریباً پچاس سال مقدم ہے، اس لئے کہ حضرت لکھنوی ؒ کا سنِ ولادت ۱۲۶۴ھ اور سنِ وفات ۱۳۰۴ھ ہے، اور شاہ صاحب ؒ کا سنِ ولادت ۱۲۹۲ھ اور سنِ وفات ۱۳۵۲ھ ہے۔

حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ سے کسی نے یہ سوال کیا تھا کہ حضرت شاہ صاحب ؒ کا نور الایضاح والا قصہ صحیح ہے اس پر فرمایا: کہ میرے علم میں نہیں۔

(مکتوبات حکیم الاسلام، ص)

مولانا عبدالقدوس صاحب لاجپوری مدظلہ نے سنایا کہ حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ نے بھی اس واقعہ کے صحت کی تردید فرمائی۔

نور الایضاح کے تراجم وشروحات

سرسری تتبع سے جو اسماء مل سکے وہ یہ ہے:

نمبرشمار	نام شروحات	نام مصنف
۱	امدادالفتاح	مصنف نورالایضاح
۲	مراقی الفلاح	مصنف نورالایضاح
۳	معراج النجاح	از: علامہ علاءالدین ابن عابدین شامیؒ
۴	سبیل الفلاح	
۵	الاصباح (حاشیہ)	شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحبؒ
٦	حاشیہ نورالایضاح فارسی	شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحبؒ
۷	نورالاصباح (ترجمہ)	حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ
۸	ایضاح الاصباح	حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ
۹	سراج الایضاح	مولانا مفتی کفیل الرحمٰن نشاط عثمانی
۱۰	اشرف الایضاح	مولانا عبدالحفیظ صاحب قاسمی
۱۱	تکمیل الایضاح	مولانا ابوالکلام وسیم صاحب قاسمی
۱۲	ترجمہ نورالایضاح	شیخ عبداللہ پٹنیؒ گجراتی (م ۱۲۷۰ھ)
۱۳	نشاط الارواح	مولانا ابوالمکارم محمد صدیق احمد الانوری
۱۴	سرورالنجاح (ترجمہ)	مولانا محمد یوسف صاحب لاجپوریؒ
۱۵	سرورالنجاح (تکملۂ ترجمہ)	مرغوب احمد لاجپوری

حاشیۃ الطحطاوی

صاحب نورالایضاح نے پہلے نورالایضاح کا متن لکھا، پھراس کی شرح لکھی، جسکا نام ''امدادالفتاح'' رکھا، بعد میں امدادالفتاح، کی بھی تلخیص کی اوراس کا نام ''مراقی الفلاح'' رکھا اس طرح یہ دونوں شرح اور تلخیص خود صاحب نورالایضاح ہی کی تصنیف ہ ہیں۔۔اسی مراقی الفلاح کی شرح حضرت علامہ قاضی احمد بن محمد طحطاوی نے حاشیہ طحطاوی کے نام سے کی جو بہت مشہور ہوئی۔(علامہ طحطاویؒ کی وفات ۱۳۲۱ھ میں ہوئی ہے۔

وفات

تقریبا۵۷سال کی عمر میں صاحب نورالایضاح ۱۱رمضان ۱۰۶۹ھ،مطابق ۱جون ۱۶۵۹ء بروز جمعہ،عصر کے بعد وفات پائی ،اور تربۃ المجاورین میں مدفون ہوئے۔ اللہ تعالی پوری امت کی جانب سے مصنف علام کو بہترین بدلہ عطا فرمائے اور قبر کو نور سے بھر دے۔آمیں یارب العالمین

فقط والسلام۔

مرغوب احمد لاجپوری

۹رجمادی الاولی ۱۴۲۶ھ

مطابق ۱۶رجون ۲۰۰۵ء

بروز جمعرات

﴿نورالایضاح کس طرح لکھی گئی﴾

ناچیز نے ہدایہ سامنے رکھ کر نورالایضاح کی شرح لکھی ہے اس لئے محسوس کیا کہ ہدایہ کے متن اور شرح میں جو مسئلے ہیں انہیں کو نور الایضاح میں بیان کئے ہیں کہیں کہیں ایک دو مسئلے کو کسی دوسری کتاب سے لیا ہے۔البتہ انکی ترتیب بہت آسان ہے،اور اتنا سہل ہے کہ انگلیوں پر گن کر مسئلوں کو یاد کرسکتا ہے،اس میں دلائل بھی نہیں ہیں اس لئے بچوں کو یاد کرنے میں اور سمجھنے میں بہت آسانی ہوتی ہے،اور بچے ایسی کتاب کو بہت پسند کرتے ہیں۔

ثمیر الدین قاسمی غفرلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿ثمرۃ النجاح لکھنے کا داعیہ﴾

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ہدایہ کی شرح اثمار ہدایہ ختم ہوئی تو خیال آیا کہ نورالایضاح بہت اہم کتاب ہے اور ہر مدرسے میں پڑھائی جاتی ہے اس کی ترتیب بہت آسان ہے اس میں فرائض، واجبات اور سنن کو نمبر ڈال کر گنوایا ہے اس لئے اگر اس کے ہر مسئلے کے ساتھ حدیث کے دلائل ذکر کر دئے جائیں اور اثمار ہدایہ کی طرح حدیث کا حوالہ بھی دے دیا جائے تو مسئلہ مضبوط ہو جائے گا، اور اس کا فائدہ عام ہو جائے گا، اس سے اہل فتوی بھی استفادہ کریں گے، ائمہ کے لئے بھی مفید ہوگی اور طلبہ اور اساتذہ کے لئے بھی آسانی ہو جائے گی۔ طلبہ کے ذہن میں شروع سے یہ بات جم جائے گی کہ حنفیہ کے ہر مسئلے کے ساتھ حدیث، یا قول صحابی موجود ہے۔ اس کے پڑھنے والے طلبہ عربی سے اتنے واقف نہیں ہوتے ہیں اس لئے حدیث سے کما حقہ فائدہ نہیں اٹھا سکینگے، لیکن انکے ذہن میں یہ بات ضرور آئے گی کہ ہمارے ہر مسئلے کے لئے حدیث ہے، اس سے وہ مطمئن بھی ہوں گے اور احادیث یاد کرنے کا تجسس بھی بڑھے گا۔

اس لئے اثمار ہدایہ، کی طرح اس کتاب کا آسان ترجمہ اور تشریح بھی کی اور ہر مسئلے کے تحت میں تین حدیث تین حوالے بھی ذکر کر دئے تا کہ ہدایہ کی طرح اس کا مسئلہ بھی مبرہن ہو جائے

﴿حدیث ذکر کرنے میں ترتیب کی رعایت﴾

اس میں بھی حدیث لانے کی ترتیب یہ رکھی ہے کہ پہلے آیت لاتا ہوں، وہ نہ ملے تو بخاری شریف اور مسلم شریف کی حدیث لاتا ہوں، وہاں نہ ملے تو ابوداود شریف اور ترمذی شریف سے حدیث لاتا ہوں، وہاں نہ ملے تو ابن ماجہ شریف اور نسائی شریف سے حدیث لاتا ہوں، اور ان صحاح ستہ میں نہ ملے تو دار قطنی، اور سنن بیہقی سے لاتا ہوں، اور ان سے بھی احادیث نہ ملے تو اب مصنف ابن شیبۃ اور مصنف عبد الرزاق سے قول صحابی لاتا ہوں، اور قول صحابی بھی نہ ملے تب قول تابعی لاتا ہوں، اور یہ ذکر بھی کر دیتا ہوں کہ یہ حدیث ہے، یہ قول صحابی ہے، اور یہ قول تابعی ہے تا کہ ہر چیز کے قوت وضعف کا اندازہ ہو جائے۔ میری کوشش یہ ہے کہ تابعی کے زمانے میں جو اہم کتابیں ہیں انہیں سے حوالہ دیا جائے، بعد کے زمانے کی جو کتابیں ہیں ان سے قطعا حوالہ نہ لیا جائے تا کہ کسی کو اشکال نہ ہو، الحمد للہ پوری کتاب میں انہیں اصولوں کے ساتھ حوالہ لایا، اور آج یہ شرح ایک مؤقر شرح بن گئی۔ البتہ چونکہ یہ ابتدائی درجے کی کتاب ہے اس لئے امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ کے مسلک کو بیان نہیں کیا۔

﴿گذارش﴾

تحقیق مسائل اور ان کے دلائل بحر بیکراں ہے اس کی تہ تک پہنچنا آسان کام نہیں ہے۔ اس لئے اہل علم کی خدمت میں مؤدبانہ اور عاجزانہ گذارش ہے کہ جن مسائل کے دلائل چھوٹ گئے ہیں اگر ان کو دلائل مل جائیں تو ضرور مطلع فرمائیں تا کہ اگلے ایڈیشن میں ان

کا اضافہ کردیا جائے۔اسی طرح جہاں غلطی اور سہو نظر آئے اس کی نشاندہی کریں،اس کی بھی اصلاح کروں گا اور تہ دل سے شکر گذار ہوں گا۔

﴿شکریہ﴾

میں اپنی اہلیہ محترمہ کا تہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے ہر قسم کی سہولت پہنچا کر فراغت دی اور اشاعت کتاب کے لئے ہمہ وقت متمنی اور دعا گو رہی۔خداوند کریم ان کو دونوں جہانوں میں بہترین بدلہ عطا فرمائے اور جنت الفردوس سے نوازے۔عزیز فرزند محمد عمران سلمہ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں،انہوں نے کمپیوٹر کی خامیوں کو ہمیشہ دور کیا اور شرح لکھنے کی تاخیر سے بچایا۔حضرت مولانا عبد الحی لاجپوری صاحب کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے نور الایضاح کا متن صرف تین دن میں لکھ کر عنایت فرمایا، میں اس بات پر حیران ہوں کہ اتنی موٹی کتاب صرف تین دن میں کیسے لکھی! کس تندہی اور کس جانفشانی کے ساتھ کام کیا ہوگا!،حضرت مولانا میں بڑی صلاحیت ہے، اللہ تعالی انکو اس کا بدلہ عطا فرمائے۔حضرت مولانا مرغوب لاجپوری صاحب نے میری تاریخ بھی لکھی اور صاحب نور الایضاح کی بھی سوانح حیات لکھ کر کتاب کو زینت بخشی۔ حضرت مولانا نے سرور النجاح کے نام سے نور الایضاح کا ترجمہ کیا ہے،حضرت نے وہ ترجمہ بھی مجھے عنایت کی،وہ ترجمہ اتنا اچھا لگا کہ اکثر و بیشتر جگہ اسی کو سیٹ کر دیا،جس سے میرا بہت سارا وقت بچ گیا میں اس دریا دلی کا بہت شکر گزار ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ انکو اجر عظیم سے نوازے۔انکے سمدھی حضرت مولانا عبد الروف لاجپوری صاحب بھی شکرئے کے مستحق ہیں کہ وہ ہر دو تین ماہ میں اپنے احباب کے ساتھ کتاب دیکھنے آتے رہے اور ہمت افزائی کرتے رہے،حضرت کے اس تسلی سے بہت ڈھارس بندھی،اور کتاب اختتام کو پہنچی۔ نیز حضرت مولانا مسلم قاسمی صاحب سینپوری سلمہ نے کتاب کی چھپائی کے وقت نگرانی کی ہے میں ان کا بھی شکر گزار ہوں۔خداوند قدوس ان حضرات کو پورا پورا بدلہ عطا فرمائے۔

اللہ تعالی اس کتاب کو قبولیت سے نوازے اور ذریعۂ آخرت بنائے۔اس کے طفیل سے ناچیز کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور کمی کوتاہی کو معاف فرمائے۔آمین یارب العالمین۔

ثمیر الدین قاسمی غفرلہ
سابق استاد حدیث جامعہ اسلامیہ مانچیسٹر
و چیرمین مون ریسرچ سینٹر، یوکے
۱۲/۱۹/ ۲۰۰۹ء

Samiruddin Qasmi
70 Stamford Street, Oldtrafford,
Manchester ,England, M16 9LL
Tel (0044) 0161 2279577

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علم فقہ

فقہ کے لغوی معنی

فقہ کے لغوی معنی کسی چیز کو کھولنا اور واضح کرنا، فقیہ اس عالم کو کہتے ہیں جو احکام شرعیہ کو واضح کرے اور ان کی حقائق کا سراغ لگائے اور مغلق اور پیچیدہ مسائل کو واضح کرے۔

اصطلاحی معنی

اہل شرع کی اصطلاح میں فقہ کی مشہور تعریف یہ ہے ’ **هو العلم بالاحكام الشرعية الفرعية من ادلتها التفصيلية**‘

ترجمہ :- فقہ احکام شرعیہ فرعیہ کے اس علم کو کہتے ہیں جو احکام کے ادلہ مفصلہ سے حاصل ہو۔

ہر ایک جزو کی تشریح

الاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ : احکام دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک اصلی اور ایک فرعی۔

احکام اصلی : احکام اعتقادی کو اصلی احکام کہتے ہیں۔ جیسے خداوند قدوس کی وحدانیت، رسالت، رسول کا آنا، آخرت کا علم، یہ سب احکام اعتقادیہ ہیں اور اصلی احکام کہلاتے ہیں۔ علم فقہ اس سے تعارض نہیں کرتا کیونکہ وہ احکام فرعیہ بیان کرتا ہے۔

احکام فرعیہ : وہ احکام جن کا تعلق عمل سے ہوتا ہو، جیسے نماز، روزہ، حج اور خرید و فروخت وغیرہ کے احکام۔ علم فقہ میں یہی احکام بیان کئے جاتے ہیں۔

ادلتہا التفصیلیۃ : اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ احکام کے تفصیلی دلائل بھی معلوم ہوں۔ مثلاً کہیں کہ حج فرض ہے تو آیت بھی معلوم ہو کہ اس کی دلیل **و اتموا الحج و العمرة لله** (آیت ۱۹۶، سورۃ البقرۃ ۲) موجود ہے۔ یا مسئلہ بیان کریں کہ نماز اور زکوۃ فرض ہیں تو یہ دلیل بھی معلوم ہو کہ آیت **اقیموا الصلوة و آتوا الزكوة واركعوا مع الراكعين** (آیت ۴۳، سورۃ البقرۃ ۲) اس کی دلیل ہے۔ حاصل یہ ہے کہ انسانوں کے اعمال کے ہر ہر جزئیہ پر حلت، حرمت، کراہت اور وجوب وغیرہ کا حکم لگانا اور ان میں سے ہر ایک کی دلیل بیان کرنا علم فقہ ہے۔

علم فقہ کا موضوع

مکلّف آدمی کا فعل اور عمل جس سے یہ بحث کی جائے کہ یہ فرض ہے (۲) یا واجب ہے (۳) یا سنت مؤکدہ ہے (۴) یا سنت غیر مؤکدہ ہے (۵) یا نفل ہے (۶) یا مستحب ہے (۷) یا حرام ہے (۸) یا مکروہ تحریمی ہے (۹) یا مکروہ تنزیہی ہے (۱۰) یا مباح ہے۔

مکلّف آدمی کے اعمال کے بارے میں اوپر کی بحثیں کرنا اور حکم لگانا علم فقہ کا موضوع ہے۔

مکلّف کی قید اس لئے لگائی کہ نابالغ بچہ اور مجنون کے اعمال پر شریعت نہ حکم لگاتی ہے اور نہ اس سے بحث کی جاتی ہے۔ صرف مکلّف کے اعمال سے بحث کرتی ہے۔

غرض وغایت

سعادت دارین کی ظفریابی ہے کہ فقیہ دنیا میں مخلوق خدا کو فائدہ پہنچا کر مراتب عالیہ حاصل کرتا ہے اور آخرت میں جس کی چاہے گا شفاعت کرے گا اور اپنے پروردگار کے دیدار سے مشرف ہوگا۔

یا علم فقہ سیکھ کر احکام شرعیہ کے موافق عمل کرنے کی قوت اور ملکہ پیدا کرنا اس کی غرض ہے۔

علم فقہ کی عظمت

اس سے بڑھ کر کیا عظمت ہوگی کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت بلند الفاظ میں فقیہ کی تعریف کی ہے۔ارشاد ہے **'عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ قال من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین** '(ترمذی شریف، باب اذا اراد الله بعبد خیرا **فقهه فی الدین**، ص۶۰۱، نمبر۲۶۴۵ رمسند احمد، مسند ابی ہریرۃ، ج ثانی، ص ۲۶۵، نمبر۷۱۵۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خداوند قدوس جس بندے کے بارے میں خیر کا فیصلہ فرماتے ہیں اس کو فقہ فی الدین کا علم دے دیتے ہیں۔

دوسری حدیث میں ہے **'عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ فقیه اشد علی الشیطان من الف عابد** '(ترمذی شریف، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، ص۶۰۸، نمبر۲۶۸۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقیہ ہزار عابد پر بھاری ہے۔

اس لئے فقہ سیکھنا اور اس پر عمل کرنا بہت بڑی فضیلت کی چیز ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حنفیت تینوں اماموں کے مجموعے کا نام ہے

میرے استاد محترم فرمایا کرتے تھے کہ حنفیت صرف حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مسلک کا نام نہیں ہے بلکہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے مسلکوں کے مجموعے کا نام حنفیت ہے۔ اگر ان میں سے کسی ایک کے مسلک پر عمل کرے گا تو وہ حنفیہ کے مسلک پر عمل کرنا ہی سمجھا جائے گا۔ اور اگر امام محمدؒ یا امام ابو یوسفؒ کے مسلک پر فتوی دیا تو وہ حنفیت کے مسلک سے خارج نہیں شمار کیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ قدوری اور ہدایہ جیسی حنفیہ کی اہم کتابوں میں ان دونوں اماموں کے مسلک درج ہیں۔ اور وقت ضرورت ان کے مطابق فتوی بھی دیا جاتا ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مسلک احتیاط پر ہے

حضرت امام ابو حنیفہؒ بہت متقی اور پرہیز گار آدمی تھے۔ اس لئے انہوں نے ہمیشہ احتیاط پر فتوی دیا اور وہی مسلک اختیار کیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت تک فقہ مدون نہیں ہوا تھا۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ پہلے امام ہیں جنہوں نے فقہ اور اصول فقہ مدون کیا۔ اس لئے اگر احتیاط کے علاوہ پہلو اختیار کرتے تو ہر آدمی کی انگلی اٹھتی۔ اس لئے حضرت نے احتیاطی مسلک اختیار کیا۔ چاہے اس کے لئے فتوی تابعی ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن انہیں کے شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے حدیث کی روشنی میں کہیں کہیں دوسرا مسلک اختیار کیا۔ اور کھلے دل کے ساتھ مسلک مع دلائل درج کیا۔ اب ناظرین کو اختیار ہے کہ امام اعظم کا مسلک اختیار کرے یا ان کے شاگرد رشید کا مسلک اختیار کرے۔ دونوں صورتوں میں فضیلت امام اعظم کو ہی جاتی ہے۔

آخری صدی میں مسلک امام اعظم کو اجاگر کرنے اور اس کی اشاعت کرنے کا سہرا دیو بندی مکتب فکر کے سر پر رہا۔ انہوں نے بھی احتیاطی پہلو اختیار کیا اور عموما امام اعظم کی طرح احتیاط پر ہی فتوی دیا۔ اس لئے بعض ناظرین کو اشکال پیدا ہوا اور کہنے لگے کہ حنفیوں کا مسلک احادیث سے مختلف ہے۔ لیکن شاید غور نہیں فرمایا کہ جن مسائل میں ان کو احادیث نہیں مل رہی ہیں وہیں حنفیوں کے دو اہم ستونوں کا مسلک امام اعظم سے مختلف ہے۔ اور ان کے اختیار کردہ مسلک کے لئے سو فیصد احادیث صحیحہ موجود ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ایسے موقع پر صاحبین کا مسلک حضرت امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے موافق ہو جاتا ہے۔

زیر نظر کتاب 'ثمرۃ النجاح میں جا بجا دیکھیں گے کہ جہاں جہاں صاحبین نے امام اعظم سے اختلاف کیا ہے وہاں امام اعظم کے پاس قول صحابی یا فتوی تابعی ہے اور صاحبین کے پاس احادیث ہیں۔ لیکن امام اعظم کا مسلک احتیاط پر ہے۔

(۱) میرا ناقص خیال ہے کہ اشکال کرنے والوں نے صرف امام اعظم کے مسلک پر غور کیا اور بعض جگہ احادیث نہ پانے کی وجہ سے پورے حنفیت پر اشکال کو مضبوط کر لیا۔ انہوں نے ان کے شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے اختلاف کو اور ان کے مضبوط احادیث کی طرف توجہ نہیں دی۔ اور اس کا خیال نہیں کیا کہ وہ بھی تو حنفیت ہی کے دو اہم ستون ہیں۔ اور تمام مسائل کی اشاعت انہیں کے نوک قلم کی مرہون منت ہے۔

(۲) انہوں نے اس کا بھی خیال نہیں کیا کہ امام اعظم کا مسلک احتیاط پر مبنی ہے۔اور یہ پہلے مدون فقہ ہے جس کی وجہ سے ان کو احتیاطی پہلو اختیار کرنا پڑا۔

(۳) یہ گمان صحیح نہیں ہے کہ حنفیوں کا مسلک دلیل عقلی پر ہے۔ یہ تو بعد کے علماء نے حکمت بیان کرنے کے لئے دلیل عقلی، پیش کی ہے۔ ورنہ پوری قدوری، ہدایہ، اور نور الایضاح کو ناچیز نے چھانا ہر ہر مسئلہ یا آیت یا حدیث یا قول صحابی یا قول تابعی سے مستنبط ہے۔ یا ان چاروں میں سے کسی ایک سے اصول متعین کیا اور اصول سے مسئلے کا استخراج کیا ہے۔صرف دلیل عقلی پر مسئلے کا مدار نہیں ہے۔اور جہاں جہاں صرف دلیل عقلی بیان کی ہے وہاں ناچیز نے اصول لکھ دیا ہے۔اور اصول احادیث سے مستنبط ہیں اس لئے گویا کہ وہ مسئلے بھی احادیث ہی سے مستنبط ہوئے۔

صرف کتاب الایمان اور کتاب القضاء میں کچھ مسئلوں کا مدار اس زمانے کے محاورات پر ہے۔اس لئے وہاں محاورات کے تحت مسئلہ لکھ دیا گیا ہے۔ان مسئلوں میں حدیث اور قرآن نہیں ہے۔ظاہر ہے کہ ان مسئلوں کا مدار ہے ہی محاورات پر۔اس لئے ان مسئلوں کے لئے احادیث یا آیات کہاں سے ملیں گے؟

حنفیوں بلکہ تمام ہی ائمۂ کرام کے مسالک (۱) قرآن (۲) حدیث (۳) قول صحابی (۴) فتوی تابعی (۵) اجماع (۶) اور قیاس سے مستنبط ہیں۔اس لئے ائمۂ کرام پر انگلی اٹھانا صحیح نہیں ہے۔

احقر العباد : ثمیر الدین قاسمی

۱ بسم الله الرحمن الرحیم

﴿خطبہ﴾

ترجمہ: ۱ شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بہت مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

وجہ تقدیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: سب سے پہلے لکھنے کی پانچ وجوہ ہیں۔

(۱) حضور ﷺ کو سب سے پہلے وحی آئی تو اس میں اللہ کے نام سے پڑھنے کے لئے کہا گیا۔ آیت یہ ہے۔ اقرء باسم ربک الذی خلق۔ (آیت ا، سورۃ العلق ۹۶)

(۲) حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیسؓ کو خط لکھا تو بسم اللہ سے شروع کیا۔ آیت یہ ہے۔ انه من سليمان و انه بسم الله الرحمن الرحيم۔ (آیت ۳۰، سورۃ النمل ۲۷)۔

(۳) قرآن کریم بسم اللہ سے شروع ہے۔ بلکہ ہر سورۃ بسم اللہ سے شروع ہے۔

(۴) حضور کے تمام خطوط اور تمام خطبات بسم اللہ سے شروع ہیں۔

(۵) اس حدیث کے اشارے سے بھی استدلال کر سکتے ہیں کیونکہ اس حدیث میں ذکر کا لفظ ہے اور بسم اللہ بھی ذکر ہے۔ حدیث یہ ہے۔ عن ابی هريره، قال: قال رسول الله ﷺ: كل امر ذی بال لا يبدأ بذكر الله أقطع ُ۔ (دار قطنی، کتاب الصلوۃ، جلد اول، ص ۲۳۵، نمبر ۸۷۳) اس ذکر سے مراد بسم اللہ لے سکتے ہیں۔

لغت: بسم اللہ: میں، ب، حروف جر ہے۔ جسکے بہت سے معانی ہیں۔ یہاں اسکا معنی الصاق کا ہے۔ یعنی کسی فعل کے ساتھ چپکانا۔ یا اسکا معنی استعانت ہے یعنی اللہ کے نام کی مدد سے شروع کرتا ہوں۔ ب، حرف جر ہے اسلئے اس کے متعلق کے لئے کوئی فعل محذوف ماننا ہوگا تاکہ حرف جر اسکا متعلق ہو جائے۔ بہتر ہے کہ، ابتدأ محذوف مانیں تاکہ مطلب یہ ہو کہ میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ ب متعلق ہو گیا اور اسم تو اللہ کے تابع ہے تو گویا کہ لفظ، اللہ، ہی سب سے مقدم ہو گیا۔ اور اقرأ باسم ربک، میں یہی حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کے نام سے پڑھو تو گویا کہ اللہ کا نام ہی سب سے مقدم ہو گیا۔

اللـــه: اللہ کے ننانوے نام صفاتی ہیں۔ اور لفظ اللہ ذاتی نام ہے۔ اللہ۔ اَلا لہ، سے مشتق ہے۔ اَلہ، کا معنی ہے معبود اور الف لام لگا دینے سے ترجمہ ہو گیا خاص معبود، یعنی اللہ۔ دوسرے معبود تو ہیں ہی نہیں لیکن مشرک لوگوں نے اپنے اعتقاد میں بہت سے معبود بنا رکھے ہیں اسلئے اس سے جدا کر کے خاص معبود اللہ کا نام ہوا۔

الـــرحـــمـــن: فعلان کے وزن پر ہے۔ رحمت سے مشتق ہے۔ رحمت کا معنی ہے رقت قلب۔ اللہ میں رقت قلب محال ہے کیونکہ وہ ذات قلب اور دل سے پاک ہے۔ اسلئے اللہ کی طرف رحمت کی نسبت ہو تو اسکا معانی ہے، فضل و کرم کرنا، احسان کرنا۔ رحمٰن مبالغہ

۲؎ الحمد لله رب العالمين.

کا صیغہ ہے۔اسکا ترجمہ ہے وہ ذات جس کی رحمت ہر چیز کو گھیری ہوئی ہے۔انتہائی مہربان۔الرحیم:فعیل کے وزن پر ہے۔یہ لفظ بھی رحمت سے مشتق ہے اور مبالغہ کا صیغہ ہے۔البتہ اس میں رحمٰن کے مقابلہ میں کم مبالغہ ہے۔کیوں کہ رحمٰن میں حروف زیادہ ہیں۔اس میں پانچ حروف ہیں اور رحیم میں چار حروف ہیں۔اس لئے رحمٰن میں مبالغہ زیادہ ہوا۔شاید اسی لئے اللہ نے اسکو پہلے لایا۔حضور ﷺ کی دعا میں آیا ہے،یارحمن الدنيا و رحيم الآخرة۔جس سے معلوم ہوا کہ دنیا والوں پر اللہ کی مہربانی زیادہ ہے بنسبت آخرت والوں کے۔کیونکہ دنیا میں مومن اور کافر دونوں پر مہربانی ہورہی ہے اور آخرت میں صرف مومن پر مہربانی ہوگی۔

نکتہ : شاید رحمٰن کو مقدم کرنے کی وجہ یہ ہو کہ اس کا تعلق دنیا والوں کے ساتھ ہے اور دنیا مقدم ہے اس لئے رحمٰن کو مقدم کیا۔یا سجع کے لئے رحمٰن کو مقدم کیا۔

نوٹ کسی کام سے پہلے ذکر کرنا چاہئے لیکن ضروری نہیں ہے کہ بسم اللہ ہی کے ذریعہ ہو۔تسبیح،تقدیس کے ذریعہ بھی ذکر ہوسکتا ہے۔لیکن بہتر طریقہ یہ ہے کہ بسم اللہ کے ذریعہ ہو۔کیونکہ قرآن کریم میں بسم اللہ کے ذریعہ قرآن کی ابتدا کی گئی ہے۔

ترجمہ: ۲؎ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔

تشریح : دنیا میں بہت سے جہان ہیں ،جیسے آسمان کا جہان اور ہے اور دنیا کا جہان اور ہے،پھر جنت کا جہاں اور ہے اور جہنم کا جہاں اور ہے،اللہ تعالی ان تمام جہانوں کا مالک ہے اس لئے مصنف نے فرمایا کہ تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اس کی حمد کرتا ہوں

وجہ: حمد مقدم کرنے کی وجہ یہ ہیں

(۱) قرآن کریم میں الحمد بالکل شروع میں ہے۔

(۲) حدیث میں ہے عن ابی هريرةؓ قال : قال رسول الله ﷺ كل كلام لا يبدأ فيه بحمد الله فهو اجذم (ابو داود شریف، باب الہدی فی الکلام، ج ۲،ص ۳۱۷،نمبر ۴۸۴۰/ابن ماجہ شریف، باب خطبۃ النکاح،ص ۲۷۲،نمبر ۱۸۹۴)اس حدیث میں ہے کہ جو کلام حمد کے ذریعہ سے شروع نہ کرے وہ ناقص ہے اسلئے مصنفؒ نے اپنی کتاب کو حمد سے شروع کی۔

(۳) بادشاہ کے پاس جاتا ہے تو دنیا کا قاعدہ یہ ہے کہ پہلے اس کی تعریف کرتا ہے اس لئے کتاب کے افتتاح کے لئے اللہ تعالی کی حمد کررہے ہیں

لغت : الحمد :باب سمع سے مصدر ہے۔تعریف کرنا،اور اصطلاحی تعریف: ممدوح کی اختیاری خوبیوں کو زبان سے بیان کرنے کو حمد کہتے ہیں۔چاہے نعمت کے مقابلے پر ہو یا نعمت کے مقابلے پر نہ ہو۔اللہ کی جانب سے ہر وقت نعمت کی بارش ہوتی رہتی ہے اسلئے ہم جو بھی حمد کریں گے وہ نعمت کے مقابلہ پر ہی ہوگی۔

۳؎ والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی آله الطاهرین وصحابته اجمعین.

ال :۔الحمد میں الف لام (ا)استغراق کے لئے ہے۔استغراق کا معنی گھیرنا یہاں اسکا مطلب یہ ہے کہ تمام تعریفیں جو دنیا اورآخرت میں ہوسکتی ہوں وہ سب اللہ کے لئے ہیں۔جمہور کی یہی رائے ہے۔(۲)اوراگرالف لام جنس کا لیا جائے تو جنس کا مطلب ہوگا کہ حمد کا ہرہرفرداوراسکی حقیقت اللہ کے لئے ہیں۔کبھی الف لام عہداور متعین چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہوتا ہے۔اس وقت اسکا مطلب یہ ہوگا وہ متعین تعریفیں جوقرآن اورحدیث میں ہیں وہ اللہ کے لئے ہیں۔ ۔استغراق کا مطلب ہے کہ تمام تعریفیں جو دنیا میں ہوسکتی ہیں وہ سب اللہ تعالی کے لئے ہیں۔جمہور کی رائے یہی ہے۔الف لام کبھی جنس کے لئے ہوتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ ماہیت اورحقیقت حمد اللہ کے ساتھ خاص ہے۔کبھی الف لام عہداور متعین چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔یعنی متعین تعریفیں جوقرآن وحدیث میں مذکور ہیں وہ اللہ کے لئے ہیں۔

رب العالمین : رب کے معنی ہیں آہستہ آہستہ کسی چیز کی پرورش کرنا۔اللہ پورے جہانوں کو بتدریج غذامہیا کرتے ہیں اوراس کی پرورش کرتے ہیں اس لئے اس کو رب کہتے ہیں۔لفظ رب تنہا بولا جائے تو صرف اللہ کے لئے بولا جائے گا۔اوراضافت کے ساتھ استعمال ہوتو دوسرے کے لئے بھی رب بولا جائے گا۔جیسے قرآن کریم کی آیت میں ہے اذکرنی عندربک فانساہ الشیطان ذکرربہ ۔آیت ۴۲،سورۂ یوسف ۱۲، یہاں رب کو اضافت کے ساتھ استعمال کیا اورمراد قیدیوں کے بادشاہ ہیں۔

العالمین : عالمین جمع کا صیغہ ہے،واحد ہے عالَم ۔یہ علامت سے مشتق ہے۔چونکہ دنیا کی تمام چیزیں بنانے والے پرعلامت ہیں اس لئے اس دنیا کو عالَم کہتے ہیں۔یہ اسم فاعل کے وزن پراسم آلہ ہے۔جیسے خاتم اورطابع ،مہرلگانے کا آلہ۔

ترجمہ:۳؎ درود اورسلام ہو ہمارے سردار محمدؐ پر جو خاتم النبین ہیں،اورآپ کے پاک آل پراورتمام صحابہ پر۔

تشریح :الصلوۃ : صلوۃ کے معنی دعا،لیکن اگراس کی نسبت اللہ کی طرف ہوتواس کے معنی رحمت کرنا،اورفرشتے کی طرف ہوتو صلوۃ کے معنی استغفار کرنا۔اورانسان کی طرف ہوتو اس کے معنی دعا ہے۔

سلام : ہرقسم کی سلامتی،(ا) صلوۃ اورسلام کا ثبوت اس آیت میں ہے۔**ان اللہ و ملائکته یصلون علی النبی یاایھا اللذین آمنوا صلوا علیه و سلموا تسلیما** آیت ۵۶ سورۃ الاحزاب ۳۳۔ترجمہ: اللہ اورفرشتے حضور ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اس لئے ایمان والوتم بھی ان پر درود اورسلام بھیجو۔اس آیت میں صلوۃ وسلام دونوں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔بلکہ فضیلت کی بات یہ ہے کہ خود اللہ تعالی اس کام کو کرتے ہیں۔پھرتو فضیلت کا کیا کہنا!علماء فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ کو فرشتوں سے سجدہ کروایا اس سے زیادہ فضیلت درود وسلام میں ہے۔کیونکہ درود اورسلام خود اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

ع:۔ بعدازخداتوئی بزرگ قصہ مختصر۔

﴿۳﴾ قال العبد الفقير الى مولاه الغنى ابو الاخلاص حسن الوفائى الشرنبلالى الحنفى انه التمس منّى بعض الاخلاء (عاملنا الله واياهم بلطفه الخفى) ان اعمل مقدِّمة فى العبادات تقرِّب على المبتدى ما

(۲)حدیث میں ہے۔اخبرنی ابو حمید الساعدی انهم قالوا یا رسول الله ! کیف نصلی علیک؟ قال قولوا اللهم صل علی محمد وعلی ازواجه وذریته الخ (مسلم شریف، باب الصلوۃ علی النبیؐ ص ۱۷۳، نمبر ۴۰۷/۹۱۱ / ابوداؤد شریف۔باب الصلوۃ علی النبیؐ ص ۱۴۷، نمبر ۹۷۹)اس حدیث میں ہے کہ حضور پر صلوۃ پڑھی جائے۔

النبی : جس نبی پر نئی شریعت آئی ہو، کتاب آئی ہو اس کو رسول کہتے ہیں۔اور نبی اس کو کہتے ہیں جس پر نئی شریعت نہ آئی ہو۔اس لئے رسول نبی سے افضل ہوتے ہیں۔البتہ نبی میں رسول بھی شامل ہے اس لئے مصنفؒ علیہ الرحمۃ نے نبی کا جملہ استعمال کیا تا کہ ادب واحترام زیادہ ہو۔

محمد : حمد سے مشتق ہے، تعریف کیا ہوا۔یعنی جس میں فضائل محمودہ جمع ہوں۔ الذی جمعت فیه الخصال المحمودة آپ کے بہت سے نام صفاتی ہیں۔لیکن محمد اور احمد سب سے مشہور نام ہیں۔ یہ نام آپ کے دادا نے رکھا تھا۔آپؐ میں تمام اچھی خصلتیں جمع ہیں اس لئے آپؐ اسم با مسمی بن گئے۔

الــــه : یہ اہل سے مشتق ہے۔اس کا مصداق کون کون ہیں اس میں اختلاف ہے۔ایک معنی ہے آپ کے اہل وعیال اور اولاد، دوسرے معنی ہیں آپ کے خاندان میں جن افراد پر صدقہ لینا حرام تھا وہ حضرات آپ کی آل میں داخل ہیں۔ جیسے آل علیؓ، آل جعفرؓ وغیرہ۔

الطاھرین: طاہر کی جمع ہے، جو پاک ہیں

اصحابه : صاحب کی جمع ہیں۔آپکے ساتھی، جن حضرات نے ایمان کے ساتھ آپ کو دیکھا اور ایمان ہی پر ان کا خاتمہ ہوا وہ تمام آپ کے اصحاب ہیں۔ان تمام حضرات پر درود اور سلام ہو۔

ترجمہ :﴿۳﴾ بندہ ابوالاخلاص حسن وفائی، شرنبلالی، حنفی [جو اپنے غنی مولا کا محتاج ہے] عرض کرتا ہے کہ بعض مخلص دوستوں نے مجھ سے گزارش کی [اللہ تعالی انکے ساتھ اور میرے ساتھ خفی لطف کا معاملہ کرے] کہ میں عبادات میں ایک چھوٹی سے کتاب لکھوں جو ابتدائی پڑھنے والوں کو بڑی بڑی کتابوں میں جو مسائل پھیلے ہوئے ہیں انکے قریب کردے۔

تشریح : مصنف فرماتے ہیں کہ بڑی بڑی کتابوں میں بہت سے مسائل پھیلے ہوئے ہیں جنکو سمجھنا مشکل ہوتا ہے، بعض مخلص دوستوں نے مجھ سے گزارش کی میں ایک ایسی کتاب مرتب کروں جو ابتدائی طالب علموں کو ان پھیلے ہوئے مسائل کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

لغت : مولا: والی سے مشتق ہے، نگراں، والی، آقا۔سردار۔غنی: مالدار، بے نیاز، یہاں بینیاز کے معنی میں ہے۔شرنبلال: مصر میں

تشتَّتّ من المسائل فی المطولات. ۵ فاستعنتُ بالله تعالی واجبتُه طالبا للثواب ٦ ولا اذکر الا ما جزم بصحته اهل الترجیح من غیر اطناب ۷ (وسمَّیتُه) نور الایضاح ونجاة الارواح والله أسأل ان ینفع به عباده ویدیم به الافادة.

ایک شہر تھا منوفیہ اس کے پاس ایک گاؤں کا نام ہے، شبرابلول، اسی میں مصنف ابوالاخلاص حسن وفائی پیدا ہوئے، اور اسی کی طرف منسوب کر کے شرنبلالی کہلاتے ہیں۔ الاخلاء: خلیل کی جمع ہے مخلص دوست۔ لطف: مہربانی، الخفی: پوشیدہ۔ مقدمة: قدوم سے مشتق ہے، لشکر کا اگلا حصہ، کتاب کا دیباچہ، کتاب کے شروع کا حصہ، یہاں مراد ایسی چھوٹی سی کتاب جو بڑی کتاب سے پہلے پڑھائی جائے اور آسان ہو۔ واقعی یہ کتاب بہت آسان ہے، اور بہت سے جزئیات شامل ہیں جو دوسری کتابوں میں مشکل سے ملتے ہیں۔ تقرب: قریب کردے، سمجھادے۔ مبتدی: ابتداء سے مشتق ہے، وہ طلباء جو شروع کلاس کی تعلیم حاصل کر رہا ہو۔ تشتت: شتی سے مشتق ہے، شت سے مشتق ہے، متفرق ہونا پھیلا ہوا ہونا۔ مطولات: طول سے مشتق ہے، لمبی لمبی کتاب، بڑی کتاب۔

ترجمہ: ۵ پس اللہ سے مدد مانگی، اور اور ثواب حاصل کرنے کے لئے ان دوستوں کی بات قبول کرلی۔

تشریح: اللہ تعالی سے مدد مانگی، اور دوستوں نے جیسی فرمائش کی ثواب حاصل کرنے کے لئے اس طرح کی کتاب مرتب کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔

لغت: اجبتہ: اجاب سے مشتق ہے بات قبول کی۔

ترجمہ: ٦ اہل ترجیح نے جن کو بالکل صحیح قرار دیا صرف انہیں مسائل کو ذکر کروں گا، اور لمبی چوڑی بات نہیں کروں گا۔

تشریح: اور جو علماء تحقیق والے ہیں اور اختلافی مسائل میں ترجیح دے سکتے ہیں وہ جن مسائل کو بالکل صحیح قرار دیں صرف انہیں مسائل کو کتاب میں لکھنا ہے، اور اس بات کا خیال رکھا جائے گا کہ بغیر ضرورت کے بات لمبی نہ ہو جائے، تا کہ مبتدی طالب علم کو مسائل سمجھنے میں مشکل نہ ہو جائے۔

لغت: جزم: جزم سے مشتق ہے، یقین ہونا۔ جزم بصحتہ: جس مسئلے کے بارے میں یقین ہو کہ یہ بالکل صحیح ہے۔ اہل ترجیح: وہ محققین علماء جو اختلافی مسائل میں یہ رائے دے سکے کہ یہ اس رائے پر عمل کرنا راجح ہے۔ اطناب: طنب سے مشتق ہے، خیمے کی لمبی رسی، یہاں مراد یہ ہے کہ بغیر ضرورت کے لمبی بات عرض نہیں کروں گا۔

ترجمہ: ۷ اس کتاب کا نام نور الایضاح، اور نجاۃ الارواح، رکھا۔ اللہ تعالی سے یہ درخواست ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اس سے نفع پہنچائے اور اس کے فائدہ رسانی کو ہمیشہ قائم رکھے۔ آمین۔

لغت: سمیت: سمی سے مشتق ہے، میں نے اس کا نام رکھا۔ یدیم: دوام سے مشتق ہے، ہمیشہ رکھنا۔ افادۃ: فائدہ دیتے رہنا۔

﴿کتاب الطہارۃ﴾

﴿کتاب الطہارۃ﴾

ضروری نوٹ : الطہاراۃ: مصدر ہے۔اور کتاب الطہارۃ،مرکب اضافی ناقص ہے۔اس لئے اس سے پہلے مبتدایااس کے آخر میں خبر محذوف ماننی پڑے گی۔مثلاھذا کتاب الطھارۃ، یا کتاب الطھارۃ ھذا، یا کتاب الطہارۃ کواقرء کا مفعول مانیں اور یوں عبارت رکھیں **اقرءُ کتابَ الطھارۃ**۔

طہارۃ کا ثبوت : آیت میں طہارت کا ثبوت ہے۔**یا ایھا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برء وسکم وارجلکم الی الکعبین، وان کنتم جنبا فاطھروا** ۔آیت ۶،سورۃ المائدۃ ۵۔حدیث میں ہے **الطھور شطر الایمان** ، یہ بھی ہے **مفتاح الصلوۃ الطھور** ۔(ترمذی، باب ماجاء مفتاح الصلوۃ الطھور ص ۶،نمبر ۳)

طہارۃ کو مقدم کرنے کی۔

وجہ: (ا) عبادات میں سب سے زیادہ اہم نماز ہے۔ایمان کے بعد سب سے زیادہ اہمیت نماز کو دی گئی ہے۔ارشاد ربانی ہے **الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوۃ.** (آیت ۳،سورۃ البقرۃ ۲) حدیث میں ہے **الصلوۃ عماد الدین من اقامھا فقد اقام الدین.** اسی لئے تمام مصنفین نے ابواب نماز کو مقدم کیا ہے۔اور نماز کی شرط طہارت ہے،بغیر طہارت کے نماز ادا نہیں ہوگی اس لئے کتاب الطہارۃ کو مقدم کیا۔(۲) حج عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے۔زکوۃ سال میں ایک مرتبہ فرض ہے۔روزہ سال میں ایک ماہ فرض ہے۔لیکن نماز دن میں پانچ مرتبہ فرض ہے۔اس لئے اس کی ضرورت بار بار پڑتی ہے۔اور نماز کے لئے طہارت کی ضرورت پڑے گی تو طہارت کی ضرورت بھی دن میں پانچ بار پڑی۔اس لئے کثرت ضرورت کی بنا پر بھی طہارت کو پہلے ذکر کیا۔

لغوی تحقیق کتاب فِعال کے وزن پر مفعول کے معنی میں ہیں۔جیسے لباس ملبوس کے معنی میں ہوتا ہے۔اسی طرح کتاب بھی مکتوب کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔اس کا معنی ہے لکھے ہوئے اوراق کا مجموعہ۔کتب کا معنی ہیں لکھنا۔کتاب میں بہت سے مسائل لکھے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے اس کو کتاب کہتے ہیں۔

نوٹ: فقہ کی کتابوں میں تین الفاظ ذکر کرتے ہیں۔(ا) کتاب (۲) باب (۳) فصل۔کتاب میں مختلف انواع اور اقسام کے مسائل مذکور ہوتے ہیں اور اس میں بعض مرتبہ کئی ابواب بھی شامل ہوتے ہیں۔گویا کہ وہ عام لفظ ہے۔باب میں ایک قسم کے مسائل ذکر کرتے ہیں۔اور فصل میں ایک نوع کے مسائل ذکر کرتے ہیں۔

(ا) المياه التی يجوز التطهير بها سبعة مياهٍ.ماء السماء وماء البحر وماء النهر وماء البئر وماء ذاب

الطهارة: طهر اسکا مصدر ہےاس کا معنی ہے طھارۃ اور پاکیزگی،اس کا الٹا ہے دنس۔شریعت میں مخصوص اعضاء کے دھونے کو طہارت کہتے ہیں۔اس کا الٹا ہے حدث۔بعض علماءفرماتے ہیں کہ رفع حدث یا ازالۂ نجس کا نام طہارت ہے۔

نوٹ: پاک کرنے کو طَھارۃ بفتح ط، پاک کرنے کے بعد جو پانی باقی رہ جائے اس کو طُھارۃ ط کے ضمہ کے ساتھ۔اور پاک کرنے کا جوآلہ ہوتا ہے جیسے پانی اور مٹی اس کو طِھارۃ ط کے کسرہ کے ساتھ بولتے ہیں۔پاک پانی نہ ہوتو مٹی پاک کرنے کے لئے چندشرائط کے ساتھ پانی کے قائم مقام ہوتی ہے۔

نوٹ: اقسام طہارت : (ا)اعتقادات کی طہارت جیسے اللہ رسول اور قیامت کے ساتھ وہ اعتقاد رکھنا جوقرآن اور حدیث کے مطابق ہو(۲)مال کی طھارۃ جیسے مال کی زکوۃ دینا(۳)بدن کی طھارۃ جیسے وضو کرنا،غسل کرنا۔کپڑے کی طھارۃ جیسے کپڑے کو پاک کرنا۔طھارۃ مصدر میں یہ سب طہارتیں شامل ہیں۔

﴿ پانی کے احکام ﴾

ضروری نوٹ :حضرت مصنفؒ نے پانی کے احکام پہلے لائے، کیونکہ پانی سے ہی طہارت ہوتی ہے،اور طہارت سے ہی نماز وغیرہ پڑھی جاسکتی ہے۔

ترجمہ: (ا) جس پانی سے پاک کرنا جائز ہے وہ سات قسم کے پانی ہیں۔[ا]آسمان کا پانی،[۲]سمندر کا پانی[۳]نہر کا پانی [۴]کنواں کا پانی،[۵] برف[٦]،اور اولے سے پگھلا ہوا پانی[۷]چشمہ کا پانی۔

تشریح: یہ سات قسم کے پانی ہیں جو پاک ہیں اور ان سے جسم کو اور کپڑوں کو پاک کرنا جائز ہے، کیوں کہ یہ خود بھی پاک ہیں اور دوسروں کو بھی پاک کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

وجہ: (ا)یہ سب پانی پاک ہیں اس لئے یہ پانی تھوڑی ناپاکی گرنے کی وجہ سے ناپاک نہیں ہوتے ہیں۔اس لئے ان سے وضو کرنا اور غسل کرنا دونوں جائز ہیں(۲) آسمان کا پانی پاک ہے اس کے بارے میں یہ آیت ہے۔ وانزلنا من السماء ماء طھورا۔(آیت ۴۸،سورۃ الفرقان ۲۵)(۳)سمندر کے پانی کے سلسلے میں یہ حدیث ہے ۔عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ یقول سأل رجل رسول اللہ ﷺ ...افنتوضأ من البحر فقال رسول اللہ و ھو الطھور ماء ہ و الحل میتتہ. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی ماء البحر انہ طھور ص ۲۱،نمبر ٦٩ /ابوداود شریف، باب الوضوء بماء البحر ص ۱۳،نمبر ۸۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سمندر کا پانی پاک ہے اور اسکی مری ہوئی مچھلی بھی حلال ہے۔۔سمندر بڑا ہوتا ہے اور نہر چھوٹا ہوتا ہے اس لئے اس

من الثلج والبرد وماء العين.(۲) ثم المياه على خمسة اقسام. طاهر مطهِّر غير مكروه وهو الماء

حدیث سے ثابت ہوا کہ نہر کا پانی بھی پاک ہے۔(۴) کنویں کے بارے میں یہ حدیث ہے **۔عن ابی سعید الخدریؓ قال قيل يا رسول الله ﷺ انتوضأ من بئر بضاعة... فقال رسول الله ﷺ ان الماء طهور لا ينجسه شيء** (ترمذی شریف، باب ماجاء ان الماء لا ینجسہ شیء، ص۲۱، نمبر ۶۶) اس حدیث میں ہے کہ کنواں کا پانی پاک ہے(۵) برف اور اولے کے بارے میں یہ حدیث ہے۔**سمعت عبد الله بن ابی اوفی یحدث عن النبی ﷺ انه کان یقول اللهم لک الحمد مل ء السماء و ملء الارض و ملء ما شئت من من شیء بعد االلهم طهرنی بالثلج و البرد و الماء البارد .** (مسلم شریف، باب مایقول اذا رفع رأسہ من الرکوع، ص۱۹۸، نمبر ۴۷۶/۱۰۶۹) اس حدیث میں ہے برف اور اولے سے پاک کریں، جس سے معلوم ہوا کہ برف اور اولے کا پانی بھی پاک ہے اور اس میں دوسری چیز کو بھی پاک کرنے کی بھی صلاحیت بھی رکھتی ہے(۶) چشمے کے بارے میں آیت ہے۔ **الم تر ان الله انزل من السماء ماء فسلكه ينابيع فی الارض** ۔(آیت ۲۱، سورۃ الزمر ۳۹) اس آیت سے معلوم ہوا کہ چشمے کا پانی پاک ہے۔

لغت : البحر: سمندر۔ البئر: کنواں۔ ذاب: پگھلنا۔ ثلج: برف۔ البرد: اولے، زمین پر جو جما ہوا برف ہوتا ہے اس کو برف کہتے ہیں، اور آسمان سے جو کنکری جیسی جم کر برف گرتی ہے اس کو اولے کہتے ہیں۔ عین: چشمہ۔

ترجمہ: (۲) پھر پانی کی پانچ قسمیں ہیں۔

[ا] پاک ہو اور دوسرے کو پاک کرنے صلاحیت رکھتا ہو اور مکروہ نہ ہو وہ مطلق پانی ہے۔

تشریح : پانی کی پانچ قسمیں ہیں جسکی تفصیل آگے آرہی ہے، ان میں سے [ا] پہلی قسم یہ ہے کہ وہ خود پاک ہو، دوسری چیز کو بھی پاک کرسکتا ہو، اور وہ پانی مکروہ بھی نہ ہو، اس کو مطلق پانی بھی کہتے ہیں، کیونکہ اس میں کوئی ملاوٹ نہیں ہے اور کوئی کراہیت بھی نہیں ہے۔ اوپر سات قسم کے جو پانی تھے وہ سب مطلق پانی تھے۔

وجہ: اس آیت اور حدیث میں طہور کا لفظ جس کا مطلب ہے کہ یہ پانی خود بھی پاک ہے اور دوسروں کو بھی پاک کرسکتا ہے۔(۱) آیت یہ ہے۔ **وانزلنا من السماء ماء طهورا** ۔(آیت ۴۸، سورۃ الفرقان ۲۵) اس آیت ماء طہورا، ہے یعنی خود پاک ہے اور پاک کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔(۲) حدیث یہ ہے۔ **۔عن ابی هريرة رضی الله عنه يقول سأل رجل رسول الله ﷺ ...افنتوضأ من البحر فقال رسول الله و هو الطهور ماء ه و الحل ميتته.** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی ماء البحر انہ طہور، ص۲۱، نمبر ۶۹/ ابوداود شریف، باب الوضوء بماء البحر، ص۱۳، نمبر ۸۳) اس حدیث میں ہے کہ سمندر کا پانی طہور ہے یعنی خود پاک ہے اور دوسرے کو بھی پاک کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

المطلق.(٣) وطاهر مطهِّر مكروه وهو ما شرب منه الهرة ونحوها وكان قليلا.

ترجمہ : (۳) دوسرا پانی پاک ہو دوسرے کو پاک کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، لیکن مکروہ ہو، یہ وہ پانی ہے جس سے بلی، یا اس قسم کے جانور نے پیا ہو اور پانی تھوڑا ہو۔

تشریح : یہ دوسرے قسم کا پانی ہے، کہ وہ خود پاک ہے اور دوسری چیز کو پاک کرنے کی صلاحیت بھی ہے، لیکن بلی کے پینے کی وجہ سے پانی مکروہ ہو گیا، اگر دوسرا پانی موجود ہو تو اس سے وضو کرے اور نہ ہو تو اس پانی سے وضو کرے، وضو، اور غسل جائز ہو جائے گا کیونکہ پاک کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

وجہ :(۱) بلی پھاڑ کھانے والا جانور ہے اس لئے اس کا جوٹھا ناپاک ہونا چاہئے لیکن یہ گھر میں رہتی ہے اور اس سے بچنا مشکل ہے اس لئے شریعت نے تسہیل دیدی اور اس کا جوٹھا مکروہ ہوا۔(۲) حدیث میں ہے۔ **عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال يغسل الاناء اذا ولغ فيه الكلب سبع مرات اولاهن واخراهن بالتراب واذا ولغت فيه الهرة غسل مرة** ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی سور الکلب، ص ۲۷، نمبر ۹۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بلی کا جوٹھا ناپاک ہے۔(۳) اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بلی پھاڑ کھانے والی ہے، اس لئے اس کا جوٹھا ناپاک ہونا چاہئے، حدیث یہ ہے **عن ابی هريرة قال النبی ﷺ السنور سبع.** (سنن للبیھقی، باب سور الھرۃ، ج اول، ص ۳۷۷، نمبر ۱۱۶۷/دار قطنی باب سؤر الھرۃ، ج اول، ص ۶۸، نمبر ۲۰۲)(۴) اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بلی گھر میں رہتی ہے اس لئے اس کا جوٹھا پاک ہے، اس لئے دونوں حدیثوں کو ملا کر یہی کہا جائے گا کہ بلی کا جوٹھا پاک تو ہے لیکن مکروہ ہے، حدیث یہ ہے۔ **عن كبشة بنت كعب بن مالك. ان ابا قتادة دخل عليها قالت فسكبت له وضوءا قالت فجائت هرة تشرب فأصغى لها الاناء حتى شربت ، قالت كبشة فرأني انظر اليه فقال أ تعجبين يا ابنة اخى ؟ فقلت نعم ،قال ان رسول الله ﷺ قال انها ليست بنجس انما هي من الطوافين عليكم والطوافات** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی سور الھرۃ ص ۲۷ نمبر ۹۲/ابوداؤد شریف، باب سؤر الھرۃ، ص ۱۲، نمبر ۷۵)(۵) اس حدیث میں ہے کہ آپ بلی کے لئے برتن ٹیڑھا کیا کرتے تھے، جس سے معلوم ہوا کہ اس کا جوٹھا پاک ہے، حدیث یہ ہے۔ **عن عائشة أنها قالت : كان رسول الله ﷺ يمر به الهرة فيصغى لها الاناء ، فتشرب ، ثم يتوضأ بفضلها** ۔(دار قطنی، باب سؤر الھرۃ، ج اول، ص ۶۷ نمبر ۱۹۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بلی کا جھوٹا پاک ہے۔ اس لئے دونوں حدیثوں کو ملانے کی وجہ سے یہ کہتے ہیں کہ بلی کا جوٹھا مکروہ تنزیہی ہے۔ یہی حال گھر میں رہنے والے تمام جانوروں کا ہے۔(۶) اس اثر میں ہے کہ بلی کا جوٹھا مکروہ ہے۔ **عن ابن عمرؓ انه كان يكره سؤر السنور** ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب سؤر السنور، ج اول، ص ۷۷، نمبر ۳۴۰) اس اثر میں ہے کہ بلی کا جوٹھا مکروہ ہے۔

(۴)وطاهر غير مطهِّر وهو ما استعمل لرفع حدث او لقربة كالوضوء على الوضوء بنيته.

لغت : و كان قليلا: دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا تالاب یا حوض ہو تو اس کو غدیر عظیم، بڑا تالاب کہتے ہیں اور حنفیہ کے نزدیک زیادہ پانی کہتے ہیں، اس میں کوئی ناپاکی گر جائے، یا اس سے بلی یا چوہا، یا سانپ پانی پی لے تو یہ ناپاک نہیں ہوتا، اور اس سے کم ہو تو اس کو تھوڑا پانی کہتے ہیں، اس میں ناپاکی گر جائے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے، اور بلی یا چوہا، یا سانپ پانی پی لے تو پانی پاک تو رہے گا لیکن پانی مکروہ ہو جائے گا۔ قلیلا: تھوڑا پانی، یہاں مراد ہے جو پانی دہ در دہ سے کم ہو، یعنی دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا تالاب سے کم ہو۔ هرة: بلی۔ مطهر: مبالغہ کا صیغہ ہے دوسرے کو پاک کرنے والا۔

ترجمه :(۴) تیسرا پانی پاک ہے لیکن پاک کرنے والا نہیں ہے، یہ وہ پانی ہے جس کو حدث کو دور کرنے کے لئے استعمال کیا ہو، یا قربت حاصل کرنے کے لئے استعمال کیا ہو، جیسے قربت کی نیت سے وضو پر وضو کیا ہو۔

تشریح : یہ تیسرے قسم کا پانی ہے، اس کو ماء مستعمل کہتے ہیں، یہ پانی پاک تو ہے اس لئے کسی کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا ناپاک نہیں ہوگا، لیکن یہ پانی کسی چیز کو پاک نہیں کرتا، چنانچہ اس پانی سے وضو کرنا جائز نہیں اور اس سے ناپاک کپڑا پاک نہیں ہوگا۔ دو طرح سے پانی مستعمل ہوتا ہے [۱] آدمی حدث والا ہو، وہ حدث دور کرنے کے لئے وضو کرے، اب اس وضو سے جو پانی گرے وہ ماء مستعمل ہے۔ [۲] آدمی پہلے سے وضو کیا ہوا ہے پھر قربت اور ثواب حاصل کرنے کے لئے دوبارہ وضو کرے تو اس وضو سے جو پانی گرے گا وہ ماء مستعمل ہے۔ [۳] آدمی کے جس حصے پر نجاست موجود ہو اس نجاست کو دھونے کے لئے پانی استعمال کرے تو یہ پانی ناپاک ہوگا، اس سے کسی چیز کو پاک کرنا جائز نہیں ہے۔ [۴] آدمی پہلے سے پاک ہو مثلا وضو کیا ہو، اور وضو کی نیت کے بغیر وضو کر لیا تو یہ پانی مستعمل نہیں ہے، اس سے دوبارہ وضو کرنا جائز ہے۔

وجہ :(۱) پاک ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ماء مستعمل صحابہ کے کپڑوں میں وضو اور غسل کے بعد لگتا رہا لیکن آج تک کسی نے ماء مستعمل کی وجہ سے کپڑا نہیں دھویا۔ اور پاک کرنے کی صلاحیت نہیں ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اہل عرب کو پانی کی سخت ضرورت ہونے کے باوجود کسی نے ماء مستعمل استعمال کر کے وضو یا غسل نہیں کیا۔ اور نہ اس کو دوسرے برتن میں وضو یا غسل کے لئے رکھا ہو (۲) پاک ہونے کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں حضورؐ نے وضو کے لئے استعمال کیا ہوا پانی مریضوں کو پلایا ہے۔ اگر ماء مستعمل پاک نہ ہوتا تو آپؐ اس کو بیماروں کو کیسے پلاتے؟ حدیث میں ہے **عن جابر يقول جاء رسول الله ﷺ يعودني وانا مريض لا اعقل فتوضأ وصب علي من وضوئه فعقلت** ۔ (بخاری شریف، باب صب النبی ﷺ وضوءہ علی المغمی علیہ، ص ۳۲ ، نمبر ۱۹۴) (۳) **سمعت السائب بن يزيد يقول ذهبت بي خالتي الى النبي ؐ فقالت يا رسول الله ان ابن اختي وقع فمسح رأسي ودعا لي بالبركة ثم توضأ فشربت من وضوءه.** (بخاری شریف، باب استعمال فضل وضوء الناس

(۵) ويصير الماء مستعملا بمجرد انفصاله عن الجسد.

،ص۱۳۱،نمبر۱۹۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماء مستعمل پاک ہے تب ہی تو وضو کا پانی پلایا۔اور (السنن الکبری للبیھقی ، باب طھارۃ الماء المستعمل ج اول ،ص ۳۵۹،نمبر۱۱۱۷) میں اس سلسلے کی بہت سی احادیث ذکر کی ہیں، ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ماء مستعمل پاک ہے۔

اور ماء مستعمل سے کوئی چیز پاک نہیں کی جا سکتی اس کے لئے یہ احادیث ہیں ۔

۔(۱) اور ماء مستعمل کے پاک نہ کرنے کے سلسلے میں ان احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے جن میں آپؐ نے ہر عضو کے لئے نیا پانی لیا ہے۔اگر ماء مستعمل طہور ہوتا تو ماء مستعمل ہی کو دوبارہ استعمال کر لیتے اور ہر عضو کے لئے نیا پانی نہ لیتے۔حدیث میں ہے۔**عن ابن عباس اتحبون ان اریکم کیف کان رسول اللہ ﷺ یتوضأ فدعا باناء فیه ماء فاغترف غرفة بیده الیمنی فتمضمض واستنشق ثم اخذ اخری فجمع بها یدیه ثم غسل وجهه الخ .** (ابوداؤد، باب فی الوضوء مرتین،ص۲۰،نمبر ۱۳۷)اس حدیث میں ہر عضو کے لئے الگ الگ پانی لیا گیا ہے۔یہ اسی لئے کیا ہوگا کہ پہلا پانی مستعمل ہو گیا اب اس سے دوسرے عضو کو نہیں دھو سکتے اسلئے دوسرے عضو کے لئے دوسرا پانی لیا۔(۲) ایک اور حدیث میں تھوڑے پانی میں جنابت کے غسل کرنے سے منع فرمایا۔اگر اس کے جسم پر نجاست نہ ہو تو منع کرنے کی یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ ماء مستعمل ہونے کے بعد وہ پانی دوسروں کے کام نہیں آ سکتا۔اس لئے اس میں گھس کر پانی کو مستعمل کرنے سے منع فرمایا۔حدیث میں ہے۔ **ابو هریرة یقول قال رسول اللہ ﷺ لایغتسل احدکم فی الماء الدائم وهو جنب ۔**(مسلم شریف، باب النھی عن الاغتسال فی الماء الراکد،ص۱۳۳،نمبر ۲۸۳/۶۵۸)ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ماء مستعمل پاک تو ہے لیکن پاک کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا (۳) اس اثر میں ہے۔ **عن ابن عباس فی الرجل یغتسل فی الاناء فینتضح من الذی یصب علیه فی الاناء قال ان الماء طهور و لا یطهر ۔**(سنن بیہقی، باب طھارۃ الماء المستعمل ،ج اول ،ص۳۶۰،نمبر۱۱۲۲)اس قول صحابی میں ہے کہ ماء مستعمل پاک ہے لیکن پاک کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔(۴)**عن ابراهیم عن ابن عباس انه سئل عن رجل یغتسل او یتوضأ من الاناء و ینتضح فیه ؟ قال فلم یر به بأسا ۔**(مصنف عبد الرزاق، باب ما ینتضح فی الاناء من الوضوء والغسل ،ج اول ،ص۲۷،نمبر۳۱۵) اس قول صحابی سے بھی معلوم ہوا کہ مستعمل پانی برتن میں گر جائے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

لغت :طاہر: پانی خود پاک ہے۔غیر مطہر: یہ پاک کرنے والا نہیں ہے۔ لرفع حدث: حدث دور کرنے کے لئے، حدث اٹھانے کے لئے۔قربۃ: ثواب حاصل کرنے کے لئے کوئی کام کرے اس کو قربت کہتے ہیں۔

ترجمہ: (۵) صرف جسم سے الگ ہونے سے پانی مستعمل ہو جاتا ہے۔

تشریح : پانی کب مستعمل ہوگا اسکے تین مقامات ہیں (۱) عضو پر رہتے ہوئے ہی پانی مستعمل شمار کیا جائے۔(۲) پانی جب

(٦) ولا يجوز بماء شجر و ثمر ولو خرج بنفسه من غير عصر فى الاظهر.

عضو سے جدا ہو جائے تب مستعمل شمار کیا جائے۔(۳) پانی عضو سے جدا ہو کر کسی مقام پر، مثلا برتن میں جمع ہو جائے تب مستعمل شمار کیا جائے ۔ پانی جب عضو پر ہو تو کسی کے یہاں بھی مستعمل شمار نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس میں ضرورت ہے۔ اگر عضو پر رہتے ہوئے مستعمل شمار کر دیا جائے تو عضو ہی کبھی پاک نہیں ہوگا۔ اور دوسری صورت کہ عضو سے جدا ہونے کے بعد فورا ہی مستعمل قرار دیا جائے کیونکہ اب ضرورت باقی نہیں رہی۔ صحیح قول یہی ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ کا قول یہ ہے کہ عضو سے جدا ہونے کے بعد کسی مقام پر، مثلا برتن وغیرہ میں جمع ہو جائے تب جا کر پانی کو مستعمل قرار دیا جائے۔ اس سے پہلے پانی مستعمل نہیں شمار کیا جائے گا۔ صحیح کہہ کر اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ قول صحیح نہیں ہے ۔

لغت: بمجرد انفاصلہ: محض جدا ہونے سے، صرف جدا ہونے سے۔ جسد: جسم سے۔

آٹھ پانی ایک نظر میں

پانی کے اقسام	حکم
[۱] ماء مطلق، طاہر مطہر غیر مکروہ	پاک کرنا جائز ہے
[۲] طاہر مطہر مکروہ	پاک کرنا جائز ہے مگر مکروہ ہے
[۳] ماء مستعمل	پاک کرنا جائز نہیں ہے
[۴] ماء نجس	پاک کرنا جائز نہیں
[۵] ماء مشکوک	دوسرا پاک پانی ہو تو اس کو استعمال نہ کرے
[٦] درخت یا پھل کا رس	پاک ہے وضو جائز نہیں
[۷] گاڑھا شوربہ	پاک ہے وضو جائز نہیں
[۸] پتلا شوربہ	پاک ہے وضو جائز ہے

ترجمہ: (٦) درخت اور پھل کے پانی سے وضو جائز نہیں اگر چہ وہ بغیر نچوڑے ہوئے خود سے نکلا ہو، ظاہر روایت یہی ہے

تشریح: درخت کا رس نکالا ہو یا خود نکلا ہو، مثلا کیلے، یا گنے کا رس نکلا ہو، یا پھل کا رس نکالا ہو، یا خود نکلا ہو مثلا ناریل کا پانی نکلا ہو تو اگر چہ یہ پاک ہے لیکن اس سے وضو کرنا یا غسل کرنا جائز نہیں ہے، اس سے آدمی پاک نہیں ہوگا۔ ظاہر روایت یہی ہے۔ ہدایہ کہ عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ اگر خود بخود نکلا ہو تو اس سے وضو جائز ہے اور نکالا گیا ہو تو اس سے وضو جائز نہیں، اس لئے مصنف نے یہ فرمایا کہ ظاہر روایت یہی ہے کہ اس سے وضو جائز نہیں ہے۔

(۷) ولا بماء زال طبعه بالطبخ او بغلبة غيره عليه .

وجه: (۱)درخت کا اور پھل کا نچوڑا ہوا پانی مطلق پانی نہیں ہے بلکہ رس ہے اور مطلق پانی نہ ہو تو حکم یہ ہے کہ تیمّم کرو، رس سے وضو یا غسل مت کرو۔ اسکے لئے آیت یہ ہے۔ **فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیداً طیباً**، (آیت ۴۳، سورۃ النساء ۴) اس آیت میں ہے کہ پانی نہ ہو تو تیمّم کرو۔ (۲) درخت یا پھل کے رس کا رنگ، یا مزا، یا بو ضرور بدلا ہوتا ہے اور حدیث میں ہے کہ ان میں سے کوئی چیز بدلی ہوئی ہو تو اس سے وضو جائز نہیں اس لئے اس سے وضو جائز نہیں ہوگا اس حدیث کے اشارے سے استدلال کیا جا سکتا ہے ۔**عن ابی امامة الباهلی قال : قال رسول الله ﷺ : ان الماء لا ینجسه شیء الا ما غلب علی ریحه و طعمه و لونه** ۔(ابن ماجہ شریف، باب الحیاض، ص ۷۴، نمبر ۵۲۱)

لغت:عصر، نچوڑنا، اظہر: ظاہر روایت میں اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے علاوہ اور اقوال بھی ہیں۔

ترجمہ :(۷) اور نہیں جائز ہے وضو کرنا اس پانی سے جسکی طبیعت پکانے سے یا اس پر دوسری چیز کے غالب ہونے سے زائل ہو چکی ہو۔

تشریح : پانی میں کوئی چیز مل جائے، یا اس میں ڈال کر کسی چیز کو پکائی جائے تو اس کا حکم کیا ہے اس کا اصول بیان کر رہے ہیں۔

اصول: پانی کی طبیعت زائل ہو جائے، اور یہ ماء مطلق باقی نہ رہے تو چاہے یہ پاک ہو، لیکن اس سے وضو یا غسل کرنا جائز نہیں ہوگا آگے فرماتے ہیں کہ پانی کی طبیعت دو طرح سے زائل ہوتی ہے [۱] کسی چیز کو پانی میں ڈال کر پکایا جائے جس سے وہ پانی باقی نہ رہے، اور لوگ اس کو پانی نہ کہتے ہوں، بلکہ کوئی اور ہی نام رکھتے ہوں، جیسے پانی میں آلو پکا دیا جائے، جس سے اس کا نام شوربہ ہو جائے تو یہ کھانے کے لئے پاک ہے لیکن اس سے وضو یا غسل کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر پکانے سے پانی کی طبیعت زائل نہیں ہوئی تو اس پانی سے وضو یا غسل کرنا جائز ہوگا، جیسے پانی میں بیری کی پتی ڈال کر پکائی، یا اشنان گھاس ڈال کر پکایا، تو اس سے پانی بحال رہتا ہے اس لئے اس پانی سے مردے کو غسل دینا جائز ہے۔

[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ پانی میں کوئی چیز ملائی گئی، اور اتنی ملائی کہ اس کی طبیعت زائل ہو گئی تو اس سے بھی وضو اور غسل جائز نہیں ہے، اور اگر ملانے سے طبیعت زائل نہیں ہوئی تو اس سے وضو، اور غسل جائز ہے۔ مثلا پانی میں کھجور ملایا جس سے پانی گاڑھا ہو گیا تو وضو جائز نہیں، کیونکہ پانی کی طبیعت بدل گئی، اور اگر گاڑھا نہیں ہوا بلکہ رقت اور سیلان باقی ہے، صرف کھجور کا مزا پانی میں آیا ہے تو اس سے وضو جائز ہے۔، کیونکہ پانی کی طبیعت زائل نہیں ہوئی۔۔ آگے کن چیزوں کے ملنے سے طبیعت بدلتی ہے اور کن چیزوں سے نہیں بدلتی، اس کی چار صورتیں بیان فرما رہے ہیں۔

وجہ: (۱) آیت۔ **وانزلنا من السماء ماء طهورا**۔(آیت ۴۸، سورۃ الفرقان ۲۵)

میں ہے کہ وہ پانی طہور ہے جو ماء مطلق ہو، اور یہ پانی مطلق نہیں رہا بلکہ اس کا نام بھی بدل گیا ہے طبیعت بھی بدل گئی ہے اس لئے اس سے وضو اور غسل جائز نہیں ہوگا، مثلا شربت میں اتنی چیز مل گئی ہے اس کا نام بھی پانی نہیں رہا بلکہ عام عرف میں اس کو شربت کہا جانے لگا (۲) حدیث میں اس کا اشارہ ملتا ہے۔ عن ابی امامة الباهلی قال قال رسول الله ﷺ ان الماء لاینجسه شی ء الا ماغلب علی ریحه و طعمه و لونه (ابن ماجہ شریف، باب الحیاض ص ۷۴، نمبر ۵۲۱ / طحاوی شریف باب الماء تقع فیہ النجاسۃ ص ۱۵) اس حدیث سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ پانی میں پاک چیز مٹی کے علاوہ مل جائے اور بو، مزہ اور رنگ بدل دے اور پانی کی طبیعت بدل جائے تو اس سے وضو اور غسل کرنا جائز نہیں ہوگا۔ (۳)۔ سأل رجل ابن عباس قال : انا ننتجع الکلأ و لا نجد الماء فنتوضأ باللبن ؟ قال : لا، علیکم بالتیمم . (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۶۷، فی الوضوء باللبن، ج اول، ص ۶۱، نمبر ۶۴۹) اس قول صحابی میں ہے کہ دودھ سے وضو جائز نہیں ہے اسلئے کہ اس میں رقت اور سیلان پانی کی طرح نہیں ہے۔ (۴) جس نبیذ میں کھجور کا جزا اتنا آ گیا ہو کہ وہ گاڑھا ہو گیا ہو تو اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے، اس کے لئے اثر یہ ہے۔ سمع عن الحسن یقول : لا یتوضأ بنبیذ و لا لبن ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۶۷، فی الوضوء باللبن، ج اول، ص ۶۱، نمبر ۶۵۰) اس قول تابعی میں ہے کہ نبیذ سے وضو نہ کرے

اور اگر پانی میں پاک چیز ملی اور اس پر غالب نہیں آئی بلکہ مغلوب رہی تو وضو جائز ہوگا۔

وجہ: (۱) اس حدیث سے اس کا استدلال ہے عن عبدالله بن مسعودؓ ان رسول الله ﷺ قال له لیلة الجن عندک طهور؟ قال لا الا شی ء من نبیذ فی اداوة قال ثمرة طیبة وماء طهور. فتوضأ (ابن ماجہ، باب الوضوء بالنبیذ ص ۵۷ نمبر ۳۸۴ / دار قطنی، باب الوضوء بالنبیذ ج اول ص ۸۷ نمبر ۲۴۱) پانی میں کھجور ڈال کر نبیذ بنایا لیکن پانی کی طبیعت نہیں بدلی اس لئے اس سے وضو کرنا جائز قرار دیا۔ (۲) اس حدیث میں بھی ہے۔ عن ام هانی ان رسول الله ﷺ اغتسل هو و میمونة من اناء واحد فی قصعة فیها أثر العجین۔ (نسائی شریف، باب ذکر الاغتسال فی القصعۃ التی یعجن فیہا، ص ۳۲، نمبر ۲۴۱) اس حدیث میں ہے کہ پانی میں آٹے کا اثر تھا لیکن اتنا نہیں تھا کہ پانی کی طبیعت بدل جائے تو اس سے غسل جائز ہوا۔ (۳) اگر پانی میں کسی چیز کو ڈال کر پکایا لیکن اس سے پانی کی طبیعت نہیں بدلی بلکہ نظافت اور صفائی میں اور نکھار آیا تو اس سے وضو جائز ہوگا، جیسے بیری کی پتی ڈال کر پکانے کے باوجود اس سے وضو اور غسل جائز ہے، اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ عن ابن عباسؓ عن النبی ﷺ خر رجل من بعیره فوقص فمات فقال اغسلوه بماء وسدر و کفنوه فی ثوبیه ۔ (مسلم شریف، باب ما یفعل بالمحرم اذا مات ص ۳۸۴ نمبر ۱۲۰۶ / ۲۸۹۱ / ابن ماجہ شریف، باب المحرم یموت، ص ۴۴۹، نمبر ۳۰۸۴) اس حدیث سے معلوم

(۸)والغلبة فی مخالطة الجامدات باخراج الماء عن رقته و سیلانه.

ہوا کہ بیری کی پتی یا کوئی چیز پانی کی صفائی کے لئے ملائی جائے تو اس پانی سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے بشرطیکہ رقت اور سیلان ختم نہ ہوگیا ہو۔(۴) اس اثر میں بھی اس کی دلیل ہے۔قال سمعت ابن مسعود یقول : ایما جنب غسل رأسه بالخطمی فقد أبلغ ۔(مصنف عبدالرزاق، باب الرجل یغسل رأسہ بالسدر، ج اول، ص۲۰۳، نمبر۱۰۰۷) اس اثر میں پانی میں خطمی ملا کر دھویا تب بھی غسل جائز ہوا۔

اصول: پکانے سے ، یا اجزا ملانے سے پانی کی طبیعت نہ بدلی ہو تو وضو جائز ہے، اور طبیعت بدل گئی ہو تو وضو جائز نہیں۔

پانی میں کوئی چیز مل جائے تو اس کے احکام ایک نظر میں

نمبر	ملنے کی قسمیں	حکم
(۱)	پکانا شوربے کے لئے	وضو جائز نہیں
(۲)	پکانا نظافت کے لئے	وضو جائز ہے
(۳)	منجمد شیء کا ملنا	وضو جائز نہیں
(۴)	رقیق شیء کا ملنا جس کے صرف دو وصف ہوں	ایک وصف سے غلبہ ہوگا
(۵)	رقیق شیء کا ملنا جس کے تین وصف ہوں	دو وصف سے غلبہ ہوگا
(۶)	رقیق شیء کا ملنا جسکا کوئی وصف نہ ہو	وزن کے بڑھنے سے غلبہ ہوگا

ترجمہ: (۸)اور پانی میں منجمد اشیاء کے ملنے سے جب پانی کی رقت اور سیلان زائل ہو جائے تو غیر شیء کا غلبہ کہا جائے گا۔

تشریح : چار قسم کی چیزیں ہیں ، جب یہ پانی میں مل جائیں تو ہر ایک کے غلبے کی صورت الگ الگ ہے، اس کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے[۱] پہلی چیز۔ منجمد چیزیں، جیسے زعفران، پھل، درخت کی پتی پانی میں مل جائے، تو اس وقت اس کو پانی پر غالب سمجھا جائے گا جب پانی گاڑھا ہو جائے اور پانی کی رقیت ختم ہو جائے اور سیلان میں کمی آجائے۔

وجہ :(۱) اس اثر میں ہے کہ نبیذ سے وضو نہ کرے اس لئے کہ وہ گاڑھا ہے جس سے معلوم ہوا کہ جامد ملنے رقیت اور سیلان ختم ہو جائے تو وضو جائز نہیں ہے۔ قول تابعی یہ ہے۔سمع عن الحسن یقول : لا یتوضأ بنبیذ و لا لبن ۔(مصنف ابن ابی شیبة ۶۷، فی الوضوء باللبن، ج اول، ص۶۱، نمبر۶۵۰)اس قول تابعی میں ہے کہ نبیذ سے وضو نہ کرے کیونکہ کھجور ملنے کی وجہ سے گاڑھا ہو چکا ہے۔(۲)اور اس حدیث میں آٹے کی وجہ سے رقت اور سیلان باقی ہے اس لئے غسل جائز ہوا۔حدیث یہ ہے۔عن ام ھانی ان رسول اللہ ﷺ اغتسل ھو و میمونة من اناء واحد فی قصعة فیھا أثر العجین۔(نسائی شریف، باب ذکر

(۹) ولا یضر تغیر اوصافه کلها بجامد کزعفران و فاکهة وورق شجر .(۱۰)والغلبة فی المائعات

الاغتسال فی القصعة التی یعجن فیھا،ص۳۲،نمبر۲۴۱)اس حدیث میں ہے کہ پانی میں آٹے کا اثر تھا لیکن اتنا نہیں تھا کہ پانی کی طبیعت بدل جائے تو اس سے غسل جائز ہوا۔(۳) اس حدیث میں بیری کی پتی سے رقت اور سیلان ختم نہیں ہوا اس لئے غسل جائز رہا۔عن ابن عباسؓ عن النبی ﷺ خر رجل من بعیرہ فوقص فمات فقال اغسلوہ بماء وسدر و کفنوہ فی ثوبیه ۔(مسلم شریف،باب مایفعل بالمحرم اذا مات ص۳۸۴ نمبر ۱۲۰۶/۲۸۹۱/ابن ماجہ شریف،باب المحرم یموت،ص۴۴۹،نمبر۳۰۸۴) اس حدیث میں ہے کہ بیری کے پانی سے غسل دو۔

لغت : جامدات:جمد سے مشتق ہے،جمی ہوئی چیز،جیسے مٹی،ڈھیلہ زعفران وغیرہ،اس کے مقابلے میں مائعات ہے،بہتی ہوئی چیز جیسے دودھ،شربت۔رقت: پانی میں جو پتلا پن ہوتا ہے اس کو رقیت، کہتے ہیں۔سیلان: بہنا، پانی میں جو بہنے کی صفت ہے،اس کو سیلان کہتے ہیں،کسی چیز کے ملنے سے پانی گاڑھا سا ہو جائے تو اس کی رقیت اور سیلان ختم ہو گئی۔خلط: ملنا،گھل مل جانا۔

ترجمہ:(۹)اور منجمد چیزوں سے تمام اوصاف بھی بدل جائے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے،جیسے زعفران،اور میوے،اور درخت کے پتے گرنے سے ہوتا ہے۔

تشریح : جامد چیز مثلا زعفران،پھل،یا درخت کا پتہ پانی میں گر جائے تو چاہے اس سے پانی کے تینوں اوصاف [رنگ،بو،مزا] بدل جائے تب بھی وضو کرنا جائز ہے، جب تک کہ پانی کی رقت اور سیلان نہ بدل جائے۔دیہات کے تالاب میں پتہ گر کر پانی کا رنگ،مزا،اور بو بدل جاتا ہے لیکن رقت اور سیلان باقی رہتی اس لئے لوگ اس کو وضو اور غسل کے لئے استعمال کرتے رہتے ہیں ۔جامد چیزوں میں غلبے کا اعتبار رقت اور سیلان کے بدلنے سے ہے،رنگ،بو اور مزا بدلنے سے نہیں ہے۔

اصول :جامد شیء سے پانی کی رقت اور سیلان ختم ہو جائے تو پانی مغلوب ہو گیا اور وہ شیء غالب ہو گئی اس لئے اب اس سے وضو کرنا جائز نہیں۔اور رقت اور سیلان ہے،لیکن اوصاف ثلاثہ بدل گئے تو ابھی پانی پر دوسری شیء کا غلبہ نہیں ہے،وضو جائز ہے۔

لغت : اوصاف: وصف کی جمع ہے،رنگ،بو،مزا کو اوصاف کہتے ہیں،بو:خوشبو،اور بدبو کو بو کہتے ہیں۔فاکھۃ: میوہ،پھل،جیسے کھجور،انگور،انار وغیرہ۔لون: رنگ۔طعم: مزا۔ریحۃ: خوشبو،یا بدبو۔

ترجمہ:(۱۰)اور بہنے والی چیز میں صرف ایک وصف کے بدلنے سے غلبہ شمار ہوگا اگر اسکے صرف دو وصف ہوں،مثلا دودھ،کہ اس میں صرف رنگ اور مزا ہے اور بو نہیں ہے۔

تشریح :[یہ غلبہ کی دوسری قسم ہے] بہنے والی چیز میں دو وصف ہوں تو صرف ایک وصف پانی پر غالب ہو جائے تو اس سے اس شیء کا غلبہ شمار کیا جائے گا،اور وضو جائز نہیں ہوگا۔مثلا دودھ میں صرف دو صفت ہیں،رنگ،اور مزا، بو نہیں ہے،اس لئے پانی میں

بظهور وصف واحد من مائع له وصفان فقط كاللبن له اللون و الطعم ولا رائحة له(۱۱) وبظهور وصفين من مائع له ثلاثة كالخل.(۱۲)والغلبة فی المائع الذی لاو صف له کالماء المستعمل وماء الورد المنقطع الرائحة تكون بالوزن .فان اختلط رطلان من المستعمل برطل من المطلق لا يجوز به الوضوء وبعكسه جاز. (۱۳)والرابع ماء نجس وهو الذی حلّت فيه نجاسة وكان راكدا قليلا.

دودھ کے ملنے سے پانی کا ایک وصف بدل جائے، مثلا رنگ بدل جائے، یا مزا بدل جائے تو سمجھا جائے گا کہ دودھ غالب ہو گیا اور اب اس سے وضو یا غسل کرنا جائز نہیں ہے

ترجمه :(۱۱)اور جس شیء میں تینوں صفتیں ہوں اس کے اختلاط سے جس وقت پانی کے دو وصفوں میں تغیر آجائے تو غلبہ کا حکم ہوگا، مثلا سرکہ۔

تشریح :[یہ غلبہ کی تیسری قسم ہے] جس بہنے والی چیز میں تینوں اوصاف، رنگ، بو، مزا ،تینوں ہوں، پانی میں ملنے سے اس کے دو وصفوں میں تغیر پیدا کر دے تو سمجھا جائے گا کہ یہ پانی پر غالب آگئی اور اب اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہوگا۔ مثلا سرکہ، کہ اس کا مزا بھی ہے رنگ بھی اور بو بھی ہے، اس کے ملنے سے پانی کا ایک وصف بدلے تو ابھی غلبہ کا حکم نہیں ہوگا، لیکن دو وصف بدل جائیں تو اب غلبہ کا حکم ہوگا، اور اس سے وضو یا غسل جائز نہیں ہوگا۔

ترجمه :(۱۲) اور اس بہتی ہوئی چیز جس میں کوئی وصف نہیں ہے جیسے مستعمل پانی اور جس گلاب کے پانی میں بو نہ ہو اس میں غلبہ کا اعتبار وزن سے ہوگا، پس مطلق پانی کے ایک رطل میں مستعمل پانی کا دو رطل مل جائے تو اس سے وضو جائز نہیں ہوگا، اور اگر اس کا الٹا ہو تو جائز ہے۔

تشریح :[یہ غلبہ کی چوتھی قسم ہے] جس بہتی ہوئی چیز میں کوئی وصف نہیں ہے، نہ رنگ ہے، نہ مزا ہے، اور نہ بو ہے، اس میں غلبہ کی صورت یہ ہے کہ وزن کے اعتبار سے زیادہ ہو جائے تو غالب سمجھا جائے گا، جیسے مستعمل پانی میں کوئی وصف نہیں ہے، یا گلاب کے رس میں بو نہ ہو وہ پانی سے زیادہ مل جائے، مثلا ایک رطل مطلق پانی ہو اس میں دو رطل ماء مستعمل مل جائے تو غالب سمجھا جائے گا۔ اور اگر دونوں برابر ہوں، یا ماء مستعمل ایک رطل ہو اور ماء مطلق دو رطل ہو تو غالب نہیں سمجھا جائے گا اور وضو جائز ہوگا۔

اصول: جس بہتی چیز میں اوصاف ثلاثہ نہ ہو اس میں وزن کے اعتبار سے غلبہ کا اعتبار ہے۔

ترجمه :(۱۳)اور چوتھی قسم نجس پانی ہے۔ وہ پانی ہے جس میں ناپاکی گر گئی ہو، اور پانی ٹھہرا ہوا اور تھوڑا ہو۔[اور تھوڑا اس کو کہتے ہیں کہ دس ہاتھ لمبے اور دس ہاتھ چوڑے سے کم ہو]، چاہے ناپاکی کا اثر پانی میں ظاہر نہ ہوا ہو۔

تشریح : [پانی کی اوپر پانچ قسمیں بیان کی ہیں ان میں سے یہ چوتھے قسم کا پانی ہے۔ جسکو، ماء نجس، کہتے ہیں] پانی دہ در دہ سے کم

والقليل مادون عشر في عشر. فينجس وان لم يظهر اثرها فيه.

ہو،اور جاری بھی نہ ہو،مثلا لوٹے یا مٹکے میں پانی ہو، یا چھوٹے تالاب میں پانی ہواوراس میں ناپاکی گر جائے تو چاہے ناپاکی کا اثر، رنگ، بو،مزا پانی میں ظاہر نہ ہوا ہو، پھر بھی پانی ناپاک ہوجائے گا،اوراس سے کسی چیز کو پاک کرنا جائز نہیں ہوگا، بلکہ یہ پانی کسی کولگ جائے تو وہ بھی ناپاک ہوجائے گا۔

وجہ :(۱)اس حدیث میں ہے کہ جو پانی جاری نہ ہواور تھوڑا ہوتو اس میں پیشاب نہ کرو، جس کا مطلب یہ ہوا کہ غسل کرنے سے ناپاک ہوجائے گا۔حدیث یہ ہے۔**سمع ابو هريرة انه سمع رسول الله ﷺ يقول لا يبولن احدكم في الماء الدائم الذى لايجرى ثم يغتسل فيه** ۔(بخاری شریف، باب البول فی الماء الدائم،ص ۴۷،نمبر ۲۳۹؍مسلم شریف، باب النھی عن البول فی الماء الراکد،ص ۱۳۸،نمبر ۲۸۲؍۶۵۶) (۲)غسل کے بارے میں یہ حدیث ہے۔ **سمع أبا هريرة يقول قال رسول الله ﷺ لا يغتسل احدكم في الماء الدائم وهو جنب.** (مسلم شریف، باب النھی عن الاغتسال فی الماء الراکد، ص ۱۳۸،نمبر ۲۸۳؍۶۵۸) (۳)نیند سے بیدار ہونے کے بعد تین مرتبہ ہاتھ دھونے کا حکم اس حدیث میں ہے۔**عن ابی هريرة ان النبى ﷺ قال اذا استيقظ احدكم من نومه فلا يغمس يده في الاناء حتى يغسلها ثلاثا فانه لا يدرى اين باتت يده .** (مسلم شریف، باب کراھیۃ غمس المتوضی وغیرہ یدہ المشکوک فی نجاستہا فی الاناء قبل غسلھا ثلاثا،ص ۱۳۶،نمبر ۲۷۸؍۶۴۳؍ترمذی شریف، باب ماجاء اذا استیقظ احدکم من منامہ،ص ۱۳،نمبر ۲۴) یہ احادیث اوراس قسم کی بہت سی احادیث ہیں جن میں پانی میں نجاست ڈالنے سے منع فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑے پانی میں نجاست گرنے سے وہ ناپاک ہوجاتا ہے۔ورنہ منع کرنے کے کوئی معنی نہیں ہے۔(۴) اور ماء راکد کے بارے میں یہ حدیث ہے۔ **سمع ابا هريرة يقول : قال رسول الله ﷺ : لا يغسل أحدكم في الماء الدائم و هو جنب .فقال : كيف يفعل يا أبا هريرة ؟ قال : يتناوله تناولا** ۔(مسلم شریف، باب النھی عن الاغتسال فی الماء الراکد،ص ۱۳۸نمبر ۲۸۳؍۶۵۸)اس حدیث میں بھی ٹھرے ہوئے تھوڑے پانی میں غسل کرنے سے منع اسی لئے کیا کہ اس سے ناپاک ہوجاتا ہے۔

اور بڑا تالاب ہو یا ماء جاری ہو۔ تو تھوڑی نجاست سے ناپاک نہیں ہوگا، جب تک کہ نجاست کی وجہ سے پانی کا رنگ، یا مزا، یا بو نہ بدل جائے (۱)اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن ابى امامه الباهلى قال قال رسول الله ﷺ ان الماء لاينجسه شيء الا ماغلب على ريحه وطعمه ولونه.** (ابن ماجہ شریف، باب الحیاض،ص ۴۷،نمبر ۵۲۱؍طحاوی، باب الماء تقع فیہ النجاسۃ ص ۱۵) اس حدیث میں ہے کہ بڑے تالاب میں جب تک تین وصف میں سے ایک نہ بدلے پانی ناپاک نہیں ہوگا (۲)اس حدیث میں بھی اس کا اشارہ ہے کہ بیر بضاعہ میں ناپاکی کی وجہ سے تینوں میں سے ایک وصف نہیں بدلا تو حدیث میں ناپاک

ہونے کا حکم نہیں لگایا، حدیث یہ ہے۔ عن ابی سعید الخدریؓ قال قیل یا رسول اللہ انتوضأ من بئر بضاعہ و ھی بئر یلقی فیھا الحیض ولحوم الکلاب و النتن؟ فقال رسول اللہ ﷺ ان الماء طھور لاینجسہ شیء۔ (ترمذی شریف، باب ماجاء ان الماء لاینجسہ شیء ص ۲۱ نمبر ۶۶ /ابوداود شریف، باب ما جاء فی بئر بضاعۃ، ص ۱۱ نمبر ۶۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ناپاک چیز گرنے سے جب تک مزا، بو یا رنگ نہ بدل جائے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ (۳) اس اثر میں ہے کہ حوض بڑا ہوتا ہے اس لئے اس سے کوئی حرام جانور بھی پانی پی لے تو ناپاک نہیں ہوگا۔ أن عمر بن الخطاب خرج فی رکب فیھم عمر و بن العاص حتی وردوا حوضا فقال عمر و بن العاص لصاحب الحوض ھل ترد حوضک السباع ؟ فقال عمر بن الخطاب : یاصاحب الحوض لا تخبرنا فانا نردعلی السباع و ترد علینا ۔ (سنن للبیھقی، باب سور سائر الحیوانا تسوی الکلب والخنزیر، ج اول ص ۳۷۹ نمبر ۱۱۸۱) اس قول صحابی کے اشارے سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑا حوض ناپاک نہیں ہوتا ۔ (۴) اس حدیث میں ہے کہ بڑا تالاب ہو تو ناپاکی گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا. عن ابی سعید الخدری ان النبی ﷺ توضأ او شرب من غدیر کان یلقی فیہ لحوم الکلاب ، قال و لا أعلمہ الا قال : و الجیف فذکر ذالک لہ فقال لہ ان الماء لا ینجسہ شیء ۔ (مصنف عبدالرزاق، باب الماء لاینجسہ شیء وماجاء فی ذالک، ج اول، ص ۶۱، نمبر ۲۵۵) اس حدیث میں ہے کہ بڑے تالاب سے وضو فرمایا اور پانی پیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ناپاک نہیں ہوتا۔

لغت : حلت: حلول سے مشتق ہے، داخل ہونا، خلط ملط ہونا۔ راکدا: ٹھہرا ہوا۔ اثرھا: نجاست کا اثر، سے مراد یہ ہے کہ نجاست کی وجہ سے پانی کا رنگ، یا مزا، یا بو بدل جائے۔

و القلیل مادون عشر فی عشر

دس ہاتھ لمبا ہو اور دس ہاتھ چوڑا حوض ہو تو ماء کثیر ہے، اور اس سے کم ہو تو اس کو ماء قلیل کہتے ہیں۔

وجہ : (۱) اصل بنیاد یہ ہے کہ ماء کثیر، یا بڑا تالاب اس کو کہتے ہیں کہ، اتنا بڑا تالاب ہو کہ اس کی ایک جانب نجاست گری ہو اور آدمی تالاب کی دوسری جانب وضو یا غسل کرے تو اس کی حرکت سے نجاست کا اثر آدمی تک نہ پہنچ پاتا ہو تو اس کو بڑا تالاب کہتے ہیں، اور اسی کو ماء کثیر کہتے ہیں، کیونکہ تالاب کے لمبے چوڑے ہونے کی وجہ سے نجاست کا اثر آدمی تک نہیں پہنچا، تو جس جانب نجاست گری ہے اس جانب ناپاک ہے اور آدمی کی جانب پاک ہے۔ وہاں وضو، غسل کرنا جائز ہے۔ اب فقہاء نے دیکھا کہ دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا تالاب ہو تو دوسری جانب نجاست کا اثر نہیں پہنچتا ہے، اس لئے عوام پر سہولت کے لئے دہ دردہ کا قول اختیار کر لیا، ورنہ اصل، غدیر عظیم، ہے۔ (۲) اس اثر میں اسکا اشارہ ملتا ہے۔ قال ابو داود : و قدرت انا بئر بضاعۃ بردائی مددتہ علیھا ثم ذرعتہ فاذا عرضھا ستۃ أذرع ۔ (ابوداود شریف، باب ماجاء فی بئر بضاعۃ، ص ۱۱، نمبر ۶۷) اس اثر میں امام ابوداود نے

بئر بضاعۃ کوناپا تو وہ چھ ہاتھ تھا اور اسکے بارے میں حضور نے فرمایا ہے کہ نجاست گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔اس سے استدلال کرتے ہوئے حنفیہ نے مزید احتیاط فرمایا اور دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا کا مسلک اختیار کیا۔

﴿ دہ دردہ، انچ، فٹ، اور میٹر کے حساب سے ﴾

﴿ دہ دردہ، فٹ کے حساب سے ﴾

ایک ہاتھ ڈیڑھ فٹ کا ہوتا ہے، یعنی اٹھارہ (18) انچ کا ہوتا ہے، اس اعتبار سے دس ہاتھ لمبا پندرہ فٹ لمبا ہوا اور وہی پندرہ فٹ چوڑا ہوا۔اور پندرہ کو پندرہ میں ضرب دیں تو دوسو پچیس (225) مربع فٹ بڑا تالاب ہوا۔نوٹ:۔لمبائی اور چوڑائی کو ضرب دینے سے مربع نکلتا ہے۔

﴿ دہ دردہ، گز کے حساب سے ﴾

ایک ہاتھ آدھے گز کا ہوتا ہے۔اسلئے دس ہاتھ پانچ گز کا ہوا۔اسلئے پانچ گز لمبا اور پانچ گز چوڑا بڑا تالاب ہوا۔جسکا مربع (25) گز ہوگا۔

﴿ دہ دردہ، میٹر کے حساب سے ﴾

ایک ہاتھ 0.4572 میٹر کا ہوتا ہے اسلئے دس ہاتھ 4.572 میٹر لمبا ہوا۔اور وہی 4.572 میٹر چوڑا ہوا اور مجموعہ 20.903 مربع میٹر ہوا۔

﴿ گول کنواں کا قطر ﴾

اور اگر کوئی حوض، یا کنواں گول ہو تو اسکے بیچ کا قطر 16.925 فٹ ہونا چاہئے۔اور میٹر کے اعتبار سے 5.158 میٹر قطر ہونا چاہئے۔

﴿بڑے تالاب کا حساب ایک نظر میں﴾

کیا	کتنے کا ہوتا ہے		کیا	کتنے کا ہوتا ہے
ایک انچ	2.54 ۔ سینٹی میٹر کا ہوتا ہے۔		ایک قبضہ	7.62 ۔سینٹی میٹر کا ہوتا ہے۔
ایک میٹر	39.37 ۔انچ کا ہوتا ہے۔		ایک قبضہ	4 ۔ انگلیوں کا ہوتا ہے۔
ایک عام ہاتھ	18۔ انچ کا ہوتا ہے۔		ایک انگلی	0.75 ۔انچ کی مانی گئی ہے
ایک عام ہاتھ	1.50۔ ڈیڑھ فٹ کا ہوتا ہے۔		ایک عام ہاتھ	45.72 ۔سینٹی میٹر کا ہوتا ہے۔
ایک فٹ	12۔ انچ کا ہوتا ہے۔		ایک قبضہ	3۔انچ کا ہوتا ہے
ایک گز	36 ۔ انچ کا ہوتا ہے۔			

﴿دہ دردہ، حوض کتنا بڑا ہوتا ہے﴾

بڑا حوض	لمبائی	ضرب	چوڑائی	برابر	مربع فٹ ریا گز
بڑا حوض	10 ہاتھ	×	10 ہاتھ	=	100۔مربع ہاتھ ہوا
بڑا حوض	15 فٹ	×	15 فٹ	=	225۔مربع فٹ ہوا
بڑا حوض	5 گز	×	5 گز	=	25۔مربع گز ہوا
بڑا حوض	4.572 میٹر	×	4.572 میٹر	=	20.903۔مربع میٹر ہوا

﴿گول حوض یا گول کنواں کا قطر کتنا ہوگا﴾

گول حوض کا قطر	کتنا فٹ ریا گز
گول حوض کا قطر گول حوض کا قطر	16.925 ۔فٹ ہوگا تو دہ دردہ ہو جائے گا 5.1589 ۔میٹر ہوگا تو دہ دردہ ہو جائے گا

﴿گول چیز ناپنے کا فارمولہ﴾

گول چیز ناپنے کے لئے چار الفاظ کی تشریح یاد رکھنا ضروری ہے۔(۱) قطر (۲) پائی (۳) گول کروی کا رقبہ (۴) گول درھمی کا رقبہ۔

(۱) قطر:۔گول چیز کے درمیان کی لمبائی کو قطر کہتے ہیں اس گول کے بیچ میں جو لکیر ہے یہ قطر ہے

(۲) پائی کسی گول چیز کو ناپنے کے لئے پائی کی عددکو ضرور استعمال کیا جاتا ھے۔ 22 بٹے 7 کو پائی کہتے ہیں کلکیو لیٹر سے اسکا حساب 3.14285 ہوتا ہے، لیکن انگریزی کتاب میں اسکا حساب 3.1416 دیا ہوا ہے اسلئے کلکیو لیٹر سے پائی کا حساب اسی سے ہوگا۔

(۳) گول کروی کا رقبہ:۔گیند جیسی چیز جو بالکل گول مول ہو اسکو گول کروی، کہتے ہیں، جو, کرأۃ، سے مشتق ہے۔گول کروی میں دو قطر ہوتے ہیں، ایک دائیں سے بائیں کی جانب، اور دوسرا اوپر سے نیچے کی جانب، اسلئے گول کروی کے اوپر کا پورا رقبہ نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک قطر کو دوسرے قطر سے ضرب دیں، جو حاصل ضرب ہوگا اسکو پائی سے ضرب دیں تو گول کروی کے اوپر کا پورا رقبہ نکل جائے گا۔مثلا ایک گیند کا قطر 7 انچ ہے، اور گیند مکمل گول ہے اسلئے دونوں قطر سات انچ کے ہونگے، اسلئے ایک قطر 7 کو 7 میں ضرب دیں حاصل ضرب 49 مربع انچ ہوئے، اسکو پائی 3.1416 سے ضرب دیں تو حاصل ضرب 153.938 مربع انچ پورے گند کا رقبہ ہوا۔

اور اگر گیند کو کاٹ کر اسکی کٹی ہوئی جانب کے رقبے کو معلوم کرنا ہو تو گیند کے پورے رقبے کو 4 سے تقسیم دے دیں تو گیند کی ایک جانب کا رقبہ معلوم ہو جائے گا۔ مثال مذکور میں پورے گیند کا رقبہ 153.938 مربع انچ تھا اسکو 4 سے تقسیم کیا تو حاصل تقسیم 38.4845 مربع انچ ہوا یہ گیند کی ایک جانب کا رقبہ ہے

اور گیند کی گولائی ناپنا ہو تو گیند کے قطر کو پائی سے ضرب دے دیں، حاصل ضرب گیند کی گولائی ہوگی۔مثال مذکور میں گیند کا قطر 7 انچ تھا تو 7 کو پائی 3.1416 سے ضرب دیں تو حاصل ضرب 21.9912 مربع انچ ہوگا، یہ گیند کی گولائی ہوئی۔نوٹ: یہ حساب سمت قبلہ ناپنے میں کام آئے گا۔

(٤) گول درھمی کا رقبہ:۔یہ درھم سے مشتق ہے اسلئے اسکو گول درھمی کہتے ہیں۔درھم چاروں طرف سے گول نہیں ہوتا صرف اوپر سے گول ہوتا ہے۔اسکی گولائی کو ناپنے کے لئے بھی اوپر کا ہی فارمولہ استعمال کرنا پڑتا ہے۔یعنی اگر اسکی گولائی ناپنا ہو تو اسکے قطر کو پائی سے ضرب دے دیں تو اوپر کی گولائی نکل آئے گی۔مثلا درھم کا قطر 2.75 سینٹی میٹر ہوتا ہے اسلئے اسکو پائی 3.1416 سے ضرب دے دیں حاصل ضرب 8.6394 مربع سینٹی میٹر ہوگا، یہ درھم کی اوپر کی گولائی ہوگی۔

(۱۴)او جاریا وظهر فیه اثرها.(۱۵) والاثر طعم او لون او ریح.

اوراگر درھم کی پیٹھ، یا پیٹ کا رقبہ ناپنا ہوتو درھم کے قطر کو قطر سے ضرب دیں، جو حاصل ضرب ہو اسکو پائی سے ضرب دیں اور اس حاصل ضرب کو چار سے تقسیم کر دیں تو جو حاصل تقسیم ہوگا وہ درھم کی پیٹھ، یا پیٹ کا رقبہ ہوگا۔ مثال مذکور میں درھم کا قطر 2,75 سینٹی میٹر ہے اسلئے 2.75 کو 2.75 سے ضرب دیں حاصل ضرب 7.5625 مربع سینٹی میٹر ہوگا، پھر اسکو پائی 3.1416 سے ضرب دیں، حاصل ضرب 23.7583 مربع سینٹی میٹر ہوگا، پھر اسکو 4 سے تقسیم دے دیں حاصل تقسیم 5.93958 مربع سینٹی میٹر ہوگا، یہ درھم کی پیٹھ، یا پیٹ کا رقبہ ہے نوٹ:۔ یہ حساب آپکو نجاست غلیظہ کی پیائش میں کام آئے گا۔

دہ در دہ حوض کو گول حوض میں تبدیل کرنے کا حساب:۔ اوپر دہ در دہ یعنی دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا حوض کے بارے میں بتایا کہ اس میں وضو جائز ہے لیکن اگر بڑا کنواں ہو یا گول حوض ہو تو اسکا حساب اس طرح ہوگا۔ کہ حوض کی لمبائی اور چوڑائی کو ضرب دیں حاصل ضرب کو پھر 4 سے ضرب دیں پھر اس حاصل ضرب کو پائی 3.1416 سے تقسیم کریں پھر حاصل تقسیم کو برابر برابر میں تقسیم کر دیں تو گول کنویں کا قطر نکل جائے گا اور گول کنویں، یا گول حوض کے قطر کو ناپ نے سے مسئلہ حل ہو جائے گا۔ مثلا دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا حوض پندرہ فٹ لمبا اور پندرہ فٹ چوڑا ہوگا اسلئے کہ ایک ہاتھ ڈیڑ فٹ کا ہوتا ہے۔ اور 15 کو 15 سے ضرب دیں تو 225 مربع فٹ دہ در دہ حوض ہوا، پھر اسکو 4 سے ضرب دیں تو 900 مربع فٹ ہوا اسکو اب پائی 3.1416 سے تقسیم دیں 286.478 مربع فٹ ہوا، اس حاصل تقسیم کو برابر برابر میں تقسیم کریں تو 16.9256 فٹ گول حوض کا قطر ہو جائے گا یعنی اگر کسی کنویں کا قطر 16.9256 فٹ ہو تو وہ دہ در دہ حوض کے مطابق ہے اور اس سے وضو کرنا جائز ہے۔

میٹر کے حساب سے گول حوض کا حساب اس طرح ہوگا:۔ ایک ہاتھ 45.72 سینٹی میٹر کا ہوتا ہے اسلئے دس ہاتھ لمبا 4.572 میٹر ہوگا اور وہی 4.572 میٹر چوڑا ہوگا ان دونوں کو ضرب کریں تو 20.9031 مربع میٹر دہ در دہ حوض ہوگا۔ اب اسکو 4 سے ضرب دیجئے تو حاصل ضرب 83.6127 مربع میٹر ہو جائے گا، اسکو پائی 3.1416 سے تقسیم کریں تو حاصل تقسیم 26.6146 ہوگا، پھر اسکو برابر برابر میں تقسیم کریں تو 5.1589 میٹر ہوگا جو گول کنویں کا قطر ہوگا یہ کنواں دہ در دہ کے برابر ہے اس سے وضو کرنا جائز ہے۔

اور حوض اتنا گہرا ہو کہ چلو بھرنے سے زمین نہ کھلے، صحیح روایت یہی ہے۔

لغت: حلت: حلول سے مشتق ہے، حلول کر گیا ہو، گر گیا ہو۔ راکدا: ٹھہرا ہوا ہو، بہتا پانی نہ ہو۔

ترجمہ :(۱۴) یا پانی جاری ہو اور اس میں نجاست کا اثر ظاہر ہو گیا ہو [تو پانی ناپاک ہوگا]

تشریح :پانی جاری ہو، یا پانی دہ در دہ ہو، لیکن اس میں نجاست گرنے کی وجہ سے تینوں اثر [یعنی رنگ، بو، مزا] میں سے کوئی ایک بدل گیا تو پانی ناپاک شمار کیا جائے گا، اور یہ نہ بدلا ہو نجاست گرنے کے باوجود اس کو ناپاک نہیں شمار کیا جائے گا۔

ترجمہ: (۱۵) اور اثر مزا، رنگ اور بو ہے۔

(۱۵ [ب])والخامس ماء مشكوك فی طهوريّته وهو ما شرب منه حمار او بغل.

تشریح :نجاست کا اثر ظاہر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ،مزا، رنگ، یا بو بدل گیا ہو۔

وجه : اس حدیث میں اس کا ثبوت گزر گیا ہے۔**عن ابی امامة الباهلی قال قال رسول الله** ﷺ **ان الماء لاینجسه شیء الا ماغلب علی ریحه وطعمه ولونه** (ابن ماجہ شریف، باب الحیاض، ص ۷۴، نمبر ۵۲۱/طحاوی شریف باب الماء تقع فیہ النجاسۃ ص ۱۵) اس حدیث میں ہے کہ بڑا تالاب ہو یا جاری پانی ہو تو تینوں اوصاف میں سے ایک نہ بدل جائے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔

ترجمه :(۱۵[ب]) اور پانچویں قسم اس کے پاک ہونے میں مشکوک پانی ہے،اور وہ جس سے گدھے یا خچر نے پیا ہو۔

تشریح :یہ پانی کی پانچویں قسم ہے،جسکو ماء مشکوک، کہتے ہیں،جس پانی کو گدھے نے پیا ہو، یا خچر نے پیا ہو تو اس کا جوٹھا مشکوک ہو گیا۔مشکوک کا مطلب یہ ہے کہ یہ بھی شک ہے کہ وہ پانی پاک ہے،اس لئے اس سے وضو جائز ہے۔اور یہ بھی شک ہے کہ وہ پانی ناپاک ہے اس لئے اس سے وضو جائز نہیں ہے،اسلئے تیمّم کیا جائے۔

وجه : (۱) مشکوک ہونے کی وجہ یہ ہے کہ گدھے کے گوشت اور پسینے کے سلسلے میں دونوں قسم کے دلائل ہیں۔آپؐ نے گدھے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔اور جب گوشت حلال نہیں ہوگا تو اس کا نکلا ہوا تھوک بھی نجس ہوگا۔اس اعتبار سے گدھے کا جوٹھا ناپاک ہونا چاہئے۔لیکن آپؐ گدھے پر سوار ہوئے ہیں جس کی وجہ سے آپؐ کے کپڑے پر گدھے کا پسینہ لگا ہوگا اور پسینہ گوشت سے نکلتا ہے اور پسینے کا حکم بھی وہی ہے جو تھوک کا حکم ہے۔اس لئے اگر پسینہ لگنے سے کپڑا نہیں دھویا اور پسینہ پاک ہے تو اس اعتبار سے تھوک بھی پاک ہونا چاہئے۔گویا کہ گدھے کے تھوک کے سلسلے میں دونوں قسم کے دلائل ہیں اس لئے گدھے کا جوٹھا مشکوک ہے۔(۲) نجس ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے۔**عن جابر بن عبد الله قال نهی رسول الله** ﷺ **یوم خیبر عن لحوم الحمر ورخص فی الخیل.** (بخاری شریف، باب غزوۃ خیبر، ج ثانی ص ۶۰۶، نمبر ۴۲۱۹/مسلم شریف، باب تحریم اکل لحم الحمر الانسیۃ، ص ۸۶۶، نمبر ۱۹۳۶/۵۰۰۵) جب گوشت حلال نہیں تو تھوک بھی پاک نہیں ہوگا۔(۳) اثر میں ہے کہ گدھے کا جوٹھا مکروہ ہے۔**عن ابن عمر أنه کان یکره سئور الحمار** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، ۳۱ فی الوضوء بسور الحمار والکلب من کرھہ، ج اول ص ۳۵، نمبر ۳۰۴) اس اثر میں ہے کہ گدھے کا جوٹھا مکروہ ہے۔

خچر کا حکم گدھے کا حکم ہے کیونکہ خچر گدھے سے پیدا ہوتا ہے۔(۱) حدیث یہ ہے۔**عن جابر بن عبد الله قال : ذبحنا یوم خیبر الخیل و البغال و الحمیر ، فنهانا رسول الله** ﷺ **عن البغال و الحمیر ، و لم ینهنا عن الخیل** ۔(ابوداود شریف، باب فی اکل لحوم الخیل، ص ۵۴۱ نمبر ۳۷۸۹) اس حدیث میں ہے کہ خچر کا گوشت گدھے کی طرح ممنوع ہے

۔(۲) اس اثر میں اسکا ثبوت ہے۔ عن حماد قال : البغل من الحمار (مصنف ابن ابی شیبۃ نمبر ۳۰۸) (۳) دوسری روایت میں ہے۔ عن ابراهيم قال : كان يكره سئور البغل ، والحمار ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، ۳۱ فی الوضوء بسور الحمار والکلب من کرھہ، ج اول، ص ۳۵ نمبر ۳۰۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ گدھے اور خچر کا حکم ایک ہے ۔

(۱) اور تھوک پاک ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے .عن معاذ قال كنت ردف النبی ﷺ على حمار يقال له عفير . (بخاری شریف، باب اسم الفرس والحمار ص ۴۰۰ نمبر ۲۸۵۶) آپ گدھے پر سوار ہوئے تو کپڑے پر پسینہ لگا ہوگا اور پسینہ پاک ہے تو تھوک بھی پاک ہونا چاہئے ۔(۲) اصل کے اعتبار سے گوشت پاک ہے اسکی دلیل یہ حدیث ہے۔عن انس بن مالک أن رسول الله ﷺ جاءه جاء فقال أكلت الحمر ، ثم جاءه جاء فقال اكلت الحمر ، ثم جاءه جاء فقال أفنيت الحمر فأمر منادا يا فنادى فی الناس : ان الله و رسوله ينهيانكم عن لحوم الحمر الاهلية فانها رجس . (بخاری شریف، باب لحوم الحمر الانسیۃ، ص ۹۸۳، نمبر ۵۵۲۸ مسلم شریف، باب تحریماً کل لحم الحمر الانسیۃ، ص ۸۶۸، نمبر ۱۹۴۰/۵۰۲۱) اس حدیث میں ہے کہ جہاد کا جانور نہ ختم ہو جائے اسلئے گدھے کے گوشت کو حرام کیا، اسلئے اصل کے اعتبار سے گدھے کا گوشت حلال ہے اسلئے اسکا جوٹھا بھی پاک ہونا چاہئے (۳) حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ اصل کے اعتبار سے گدھے کا گوشت ابھی بھی حلال ہے۔حدیث یہ ہے۔عن غالب ابن ابجر قال اصابتنا سنة فلم يكن فی مالی شیء أطعم اهلی الا شیء من حمر و قد كان النبی ﷺ حرم لحوم الحمر الاهلية .....فقال : أطعم اهلک من سمين حمرک فانما حرمتها من اجل جوال القرية ،يعنى الجلالة (ابوداود شریف، باب فی اکل لحوم الحمر الاهلیۃ، ص ۵۴۳، نمبر ۳۸۰۹) اس حدیث میں ہے کہ گدھے کا گوشت حلال ہے۔اور جب گوشت حلال ہوگا تو اسکا پسینہ اور جوٹھا بھی پاک ہوگا۔(۴) گدھے کے جوٹھے کے پاک ہونے کی دلیل یہ اثر ہے۔عن عطاء أنه كان لا يرى بأسا بسور الحمار ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، ۳۲ من قال لا بأس بسور الحمار، ج اول، ص ۳۵، نمبر ۳۱۲) اس اثر میں گدھے کے جوٹھے کو تقریبا پاک کہا ہے۔ان دونوں قسم کے دلائل کی وجہ سے گدھے کا جوٹھا مشکوک ہے۔

﴿فصل : فی احکام السؤر﴾

(۱۶)والماء القلیل اذا شرب منه حیوان یکون علی اربعة اقسام ویسمی سؤرا.(۱۷) الاول طاهر

﴿جانور کے جوٹھے کا بیان﴾

ترجمہ:(۱۶) تھوڑے پانی سے کوئی جانور پی لے،تو اس کی چار قسمیں ہیں،اس کا نام سور ہے[جوٹھا ہے]

تشریح : تھوڑا پانی کا مطلب یہ ہے کہ وہ پانی دہ دردہ سے کم ہو، اور جاری پانی نہ ہو، کیونکہ دہ دردہ پانی ہو، یا جاری پانی ہو تو اس سے سور کے پینے سے بھی ناپاک نہیں ہوگا، ہاں اس سے کم ہو تو اس کے پینے سے ناپاک ہوگا۔

﴿چار قسم کے جوٹھے ایک نظر میں ﴾

نمبر شمار	کس جانور کا جوٹھا	حکم
(۱)	آدمی وغیرہ کا جوٹھا	پاک ہے
(۲)	کتے ،اور سور وغیرہ کا جوٹھا	ناپاک ہے
(۳)	بلی، کھلی ہوئی مرغی وغیرہ کا جوٹھا	مکروہ ہے
(۴)	گدھے، خچر کا جوٹھا	مشکوک ہے

ترجمہ :(۱۷) پہلا پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا بھی ہے، یہ وہ پانی ہے جس سے آدمی نے یا گھوڑے نے، یا جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہو اس نے پیا ہو۔

تشریح :آدمی نے پیا ہو، تو آدمی کا جوٹھا پاک ہے اس لئے اس کا باقی ماندہ پانی پاک بھی ہے اور دوسری چیز کو پاک کرنے والا بھی ہے، اس لئے اس سے وضو، یا غسل جائز ہے۔اسی طرح گھوڑے کا جوٹھا، یا جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہو اس کا گوشت بھی پاک ہے، اس کا جوٹھا بھی پاک ہے۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں ہے کہ آدمی کا جوٹھا پاک ہے۔**عن ابن عباس قال دخلت مع رسول الله ﷺ انا و خالد بن الولید علی میمونة فجاء تنا باناء من لبن فشرب رسول الله ﷺ وانا علی یمینه و خالد علی شماله فقال لی الشربة لک فان شئت اثرت بها خالدا فقلت ما کنت لاوثر علی سورک احدا .** (شمائل ترمذی، باب ماجاء فی صفة شراب رسول اللہ ﷺ ص ۱۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی کا جوٹھا پاک ہے۔تب ہی تو آپؐ نے اپنا جوٹھا دوسرے کو پینے دیا(۲) **عن عائشة قالت : کنت اشرب و أنا حائض ،ثم اناوله النبی ﷺ فیضع فاه علی موضع فیّ فیشرب** ۔(مسلم شریف، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها، الخص ۱۴۳ نمبر ۳۰۰/ ۶۹۲/ ابوداود شریف، باب مواکلة الحائض و

مطهِّر وهوما شرب منه آدمی او فرس او ما یؤکل لحمه.(۱۸) والثانی نجس لا یجوز استعماله وهو ما شرب منه الکلب او الخنزیر او شیء من سباع البهائم کالفهد والذئب.

مجامعتہا، ص۳۹ نمبر ۲۵۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حائضہ عورت کا جوٹھا پاک ہے (۳) گھوڑے کا جوٹھا پاک ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن اسماء قالت نحرنا فرسا علی عهد رسول الله ﷺ فأکلناه** ۔(بخاری شریف، باب لحوم الخیل، ص۹۸۳، نمبر ۵۵۱۹/مسلم شریف، باب اباحۃ أکل لحم الخیل، ص ۸۶۸، نمبر ۱۹۴۲/۵۰۲۵)اس حدیث میں ہے کہ گھوڑے کا گوشت حلال ہے، اس لئے اس کا جوٹھا پاک ہوگا۔(۴)**عن جابر بن عبد الله قال نهی النبی ﷺ یوم خیبر عن لحوم الحمر و رخص فی لحوم الخیل** ۔(بخاری شریف، باب لحوم الخیل، ص۹۸۳، نمبر ۵۵۲۰/مسلم شریف، باب اباحۃ أکل لحم الخیل، ص ۸۶۸، نمبر ۱۹۴۱/۵۰۲۲)اس حدیث میں بھی ہے کہ گھوڑے کا گوشت حلال ہے۔(۴) تھوک گوشت سے پیدا ہوتا ہے اس لئے جس جانور کا گوشت حلال ہے اس لئے اس کا تھوک بھی پاک ہوگا۔**عن البراء قال قال رسول الله ما اکل لحمه فلا بأس بسؤره** (سنن بیھقی، باب الخبر الذی ورد فی سؤر ما یوکل لحمہ، ج اول، ص ۳۸۱، نمبر ۱۱۸۹/مصنف ابن ابی شیبۃ ۳۴، فی الوضوء بسور الفرس والبعیر ، ج اول، ص ۳۶، نمبر ۳۲۱)اس حدیث میں ہے کہ جسکا گوشت حلال ہے اسکا جوٹھا بھی پاک ہے۔

ترجمہ :(۱۸) دوسرا ناپاک پانی ہے، جس کا استعمال جائز نہیں ہے، یہ وہ پانی ہے جس سے کتے نے، سور نے، یا پھاڑ کھانے والے جانور نے پیا ہو، جیسے چیتا اور بھیڑیا۔

تشریح : یہ دوسرے قسم کا پانی ہے جسکو ایسے جانور نے پیا ہے جس کا گوشت کھانا حرام ہے، ابھی گزرا کہ تھوک گوشت سے پیدا ہوتا ہے، اس لئے جس جانور کا گوشت حرام ہے اس جانور نے پانی پیا ہو تو اس کا جوٹھا ناپاک ہے، اس کو کسی چیز کو پاک کرنے کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں۔ جیسے کتے کا جوٹھا، سور کا جوٹھا، چیتے کا جوٹھا اور بھیڑیئے کا جوٹھا۔

وجہ :(۱) کتے کا جوٹھا ناپاک ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال اذا شرب الکلب فی اناء احدکم فلیغسله سبعا** (بخاری شریف، باب اذا شرب الکلب فی اناء احدکم فلیغسلہ سبعا، ص۲۹، نمبر ۱۷۲/ابو داود شریف، باب ما جاء فی سور الکلب، ص ۲۷ نمبر ۹۱)اس حدیث میں ہے کہ کتے کا جوٹھا ناپاک ہے اس لئے اس برتن کو بھی سات مرتبہ دھوؤ۔(۲) سور کا جوٹھا ناپاک ہے اس لئے کہ وہ نجس العین ہے، اس کے لئے یہ آیت ہے۔ **ولحم خنزیر فانه رجس** (آیت ۱۴۵ سورۃ الانعام ۶) اس آیت میں سور کو نجس کہا گیا ہے۔اسلئے اسکا جوٹھا بھی نجس ہے۔(۳) ہر پھاڑ کھانے والے جانور کا جوٹھا ناپاک ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔**عن ابی ثعلبة ان رسول الله ﷺ نهی عن اکل کل ذی ناب من السباع** ۔(بخاری شریف، باب اکل کل ذی ناب من السباع، ص ۹۸۴، نمبر ۵۵۳۰/مسلم شریف، باب تحریم اکل کل ذی ناب من

(۱۹) والثالث مکروہ استعماله مع وجود غیرہ وھو سؤر الھرة والدجاجة المخلاة وسباع الطیر کالصقر والشاھین والحداة وسواکن البیوت کالفارة لا العقرب .

السباع وکل ذی مخلب من الطیر ،ص۸۶۳،نمبر۱۹۳۲۲/۴۹۸۹) قاعدہ گزر چکا ہے کہ جس کا گوشت حرام اس کا جوٹھا ناپاک ہے۔ چیتے اور بھیڑیئے کا گوشت حرام ہے اس لئے اس کا جوٹھا بھی ناپاک ہے۔(۴) بھیڑیا پھاڑ کھانے والا جانور ہے، اور اس کا گوشت حرام ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن حبان جزء عن أخیه خزیمة بن جزء قال سألت رسول الله ﷺ عن اکل الضبع قال و یأکل الضبع أحد ؟ و سألته عن أکل الذئب فقال و یأکل الذئب أحد فیه خیر ؟** ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی أکل الضبع ،ص۴۲۴،نمبر۱۷۹۲) اس حدیث میں ہے کہ بھیڑیا کا گوشت نہیں کھایا جا سکتا ہے۔

لغت: سباع: پھاڑ کھانے والا جانور۔ بہائم جنگلی جانور۔ فھد: چیتا۔ الذئب: بھیڑیا۔

ترجمه : (۱۹) تیسری قسم کا وہ پانی ہے کہ دوسرے پانی کے ہوتے ہوئے اس کا استعمال مکروہ ہو، یہ بلی، اور کھلی ہوئی مرغی، اور پھاڑ کھانے والے پرندے، مثلا شکرے اور باز اور چیل کا جوٹھا، اور گھر میں رہنے والے جانو کا جوٹھا، جیسے چوہا سوائے بچھو کے۔

تشریح : یہ تیسری قسم کا پانی ہے، یہ مکروہ پانی ہے۔ دوسرے پانی کے رہتے ہوئے اس پانی کا استعمال کرنا مکروہ ہے ، یہ سارے وہ جانور ہیں جن کا جوٹھا مکروہ ہے، جیسے بلی کا جوٹھا مکروہ ہے، وہ مرغی جو کھلی پھرتی ہے اور ناپاکی میں منہ ڈالتی رہتی ہے اس کا جوٹھا مکروہ ہے، پھاڑ کھانے والے پرندے کا گوشت حرام ہے اس لئے اس کا جوٹھا ناپاک ہونا چاہئے لیکن یہ اڑتے ہوئے آکر پانی پی لیتا ہے، اس لئے اس کے جوٹھے سے بچنا مشکل ہے اس لئے اس مجبوری کی وجہ سے اس کا جوٹھا مکروہ قرار دیا، اور گھر میں رہنے والے جانور مثلا چوہا، بلی وغیرہ کا گوشت حرام ہے اس لئے اس کا جوٹھا بھی ناپاک ہونا چاہئے، لیکن رات ہی میں یہ پانی پی لے گا، یا کھانا کھالے گا، اس لئے اس کے جوٹھے سے بچنا مشکل ہے اس لئے اس کے جوٹھے کو بھی ناپاک کے بجائے مکروہ قرار دیا۔ بچھو کا جوٹھا پاک اس لئے قرار دیا کہ اس میں بہتا ہوا خون نہیں ہے، اس لئے وہ مکھی کے درجے میں ہے اور اس کا جوٹھا مکرہ نہیں ہے، پاک ہے۔ دلیل وجہ میں دیکھیں۔

وجه :(۱) بلی پھاڑ کھانے والا جانور ہے اس لئے اس کا جوٹھا ناپاک ہونا چاہئے لیکن یہ گھر میں رہتی ہے اور اس سے بچنا مشکل ہے اس لئے شریعت نے تسہیل دیدی اور اس کا جوٹھا مکروہ ہوا۔(۲) حدیث میں ہے **عن ابی ھریرة عن النبی ﷺ قال یغسل الاناء اذا ولغ فیه الکلب سبع مرات اولاھن واخراھن بالتراب واذا ولغت فیه الھرة غسل مرة.** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی سور الکلب ص ۲۷ نمبر ۹۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بلی کا جوٹھا ناپاک ہے تب ہی تو ایک مرتبہ دھونے کے لئے کہا (۲) **عن ابی ھریرة قال النبی ﷺ السنور سبع** (سنن للبیھقی ، باب سور الھرة، ج اول،ص ۲۷۷،نمبر ۱۱۷۶/دار

قطنی باب سؤر الھرۃ ، ج اول ، ص ۷۱ ، نمبر ۲۱۷) جب بلی پھاڑ کھانے والی ہے تو اسکا گوشت ناپاک ہوا ، اسلئے اسکا جوٹھا بھی ناپاک ہوگا ۔ (۳) لیکن دوسری حدیث ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکے جوٹھے میں تسہیل ہے کیونکہ یہ ہمیشہ گھر میں رہتی ہے اسلئے اسکے جوٹھے کو ناپاک قرار دیں تو معاملہ مشکل ہو جائے گا ۔ حدیث یہ ہے ۔ عن کبشة بنت کعب بن مالک . ان ابا قتادة دخل علیھا قالت فسکبت له وضوءا قالت فجائت هرة تشرب فأصغٰی لها الاناء حتی شربت ، قالت کبشة فرأنی انظر الیه فقال أ تعجبین یا ابنة اخی ؟ فقلت نعم ،قال ان رسول الله ﷺ قال انها لیست بنجس انما هی من الطوافین علیکم و الطوافات (ترمذی شریف ، باب ماجاء فی سور الھرۃ ص ۲۷ نمبر ۹۲ / ابوداؤد شریف ، باب سؤر الھرۃ ، ص ۱۲ ، نمبر ۷۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بلی کا جھوٹا پاک ہے ۔ اس لئے دونوں حدیثوں کو ملانے کی وجہ سے یہ کہتے ہیں کہ بلی کا جوٹھا مکروہ تنزیہی ہے ۔ یہی حال گھر میں رہنے والے تمام جانوروں کا ہے ۔ (۴) مرغی کا گوشت حلال ہے ، لیکن کھلی ہوئی ہونے کی وجہ سے نجاست میں منہ ڈال سکتی ہے اس لئے اس کا جوٹھا ناپاک ہونا چاہئے ، لیکن اس سے بچنا مشکل ہے اس لئے اس کو مکروہ قرار دیا ۔ اس کے لئے اثر یہ ہے ۔ عن الحسن انه کان یقول : فی الدجاجة تشرب من الاناء یکره ان یتوضأ بــــه . (مصنف ابن ابی شیبۃ ، ۳۴ الوضوء بسور الدجاجۃ ، ج اول ، ص ۳۶ نمبر ۳۲۳) اس اثر میں ہے کہ مرغی کا جوٹھا مکروہ ہے ، مرغی بندھی ہوئی ہو ، اور نجاست نہ ہونے کا یقین ہو تو اس کا جوٹھا پاک ہے ، اور نجاست کا یقین ہو تو اس کا جوٹھا ناپاک ہے ۔ (۵) اثر میں ہے کہ پرندے کی بیٹ ناپاک نہیں ہے کیونکہ اس میں مجبوری ہے ، جب اسکی بیٹ ناپاک نہیں تو اسکا تھوک بدرجہ اولیٰ ناپاک نہیں ہونا چاہئے ۔ اثر یہ ہے ۔ عن الحسن قال : سقطت هائمة علی الحسن فذرقت علیه فقال له بعض القوم : نأتیک بماء تغسله فقال : لا ، و جعل یمسحه عنه (مصنف ابن ابی شیبۃ ، ۱۴۵ الذی یصلی وفی ثوبہ خرء الطیر ، ج اول ، ص ۱۰۱ نمبر ۱۲۵۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ پرندے کی بیٹ ناپاک نہیں ہے ۔ (۶) عن عائشةؓ أن رسول الله ﷺ قال خمس من الدواب کلهن فاسق یقتلن فی الحرم : الغراب و الحدأ و العقرب ، و الفأرة و الکلب العقور ۔ (بخاری شریف ، باب مایقتل المحرم من الدواب ، ص ۲۹۵ ، نمبر ۱۸۲۹) اس حدیث میں ہے کہ چیل ، بچھو ، اور چوہا فاسق ہے ، یعنی وہ بدمعاش بھی ہیں اور ان کا گوشت حرام بھی ہے ۔ لیکن سواکن البیوت کی وجہ سے ان کا جوٹھا مکروہ ہے ۔

بــچـھـو کا جوٹھا پاک ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں بہتا خون نہیں ہے اس لئے وہ مکھی کے درجے میں ہے ، اس لئے اس کا جوٹھا پاک ہے ۔ (۱) اس حدیث میں ہے ۔ عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال اذا وقع الذباب فی اناء احدکم فلیغمسه کله ثم لیطرحه فان فی احدی جناحیه شفاء وفی الآخر دواء (بخاری شریف ، کتاب الطب ، باب اذا وقع الذباب فی الاناء ص ۸۶۰ ، جلد ثانی ، نمبر ۵۷۸۲) حدیث میں پوری مکھی کو برتن میں ڈالنے کے لئے کہا ۔ اگر مکھی سے کھانا یا پانی

(۲۰)والرابع مشکوک فی طھوریّته وھو سؤر البغل والحمار فان لم یجد غیرہ توضأً بہ و تیمّم ثم صلیّ.

ناپاک ہوتا تو پوری مکھی کو کیسے ڈالنے کے لئے فرماتے (۲) دار قطنی میں ہے کہ جس جانور میں بہتا ہوا خون نہیں ہے وہ کھانے یا پانی میں گر جائے تو اس کھانے کو کھاؤ۔اور اس پانی سے وضو کرو،اس لئے کہ وہ پاک ہے۔ **قال رسول اللہ ﷺ یا سلمان کل طعام و شراب وقعت فیہ دابۃ لیس لھا دم فماتت فیہ فھو حلال اکلہ و شربہ و وضوءہ** ۔(دار قطنی ،باب کل طعام وقعت فیہ دابۃ لیس لھا دم ،ج اول ،ص ۳۳ ،نمبر ۸۱ ؍سنن للبیھقی ،باب ما لانفس لہ سائلۃ اذا مات فی الماء القلیل ،ج اول ،ص ۳۸۳ ،نمبر ۱۱۹۳)اس حدیث میں ہے کہ جس جانور میں خون نہ ہو اس کا جوٹھا پاک ہے۔

لغت : الدجاجۃ :مرغی۔المخلاۃ: جو کھلی پھرتی ہو۔سباع الطیر :وہ پرندے جو شکار کر کے کھاتے ہیں۔الصقر :شکرا۔الشاھین :باز ۔الحداۃ: چیل۔الفارۃ : چوہا۔العقرب: بچھو۔

ترجمہ :(۲۰) چوتھا اس کے پاک ہونے میں شک ہے،اور وہ گدھے اور خچر کا جوٹھا ہے،پس اگر کوئی دوسرا پانی نہ ملے تو تو اس پانی سے وضو کرے اور تیمّم بھی کر لے، پھر نماز پڑھے۔

تشریح :یہ چوتھے قسم کا پانی ہے،جس کے بارے میں یہ بھی شک ہے کہ یہ پاک ہے،اور یہ بھی شک ہے کہ یہ ناپاک ہے،اس لئے اس کو ٫ماء مشکوک٬ کہتے ہیں، یہ گدھے اور خچر کا جوٹھا پانی ہے،اس کا حکم یہ ہے کہ کوئی پاک پانی نہ ہو تو اس پانی سے وضو کر لے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ پانی پاک ہو،اور ساتھ ہی تیمّم کر لے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ پانی ناپاک ہو

وجہ :(۱) پہلے گزر چکا ہے کہ گدھے کے جوٹھے کے بارے میں یہ بھی حدیث ہے کہ اس کا گوشت،اور جوٹھا پاک ہے،اور یہ بھی حدیث ہے کہ اس کا گوشت اور جوٹھا ناپاک ہے،اس لئے اس کا جوٹھا مشکوک ہو گیا۔(۲) ناپاک ہونے کی حدیث یہ ہے۔**عن جابر بن عبد اللہ قال نھی رسول اللہ ﷺ یوم خیبر عن لحوم الحمر ورخص فی الخیل** (بخاری شریف،باب غزوۃ خیبر ج ثانی ص ۶۰۶ نمبر ۴۲۱۹ ؍مسلم شریف ،باب تحریم أکل لحم الحمر الانسیۃ ،ص ۸۶۶ نمبر ۱۹۳۶ ؍۵۰۰۵) جب گوشت حلال نہیں تو جوٹھا بھی پاک نہیں ہوگا۔(۲)اثر میں ہے کہ گدھے کا جوٹھا مکروہ ہے۔**عن ابن عمر أنہ کان یکرہ سئور الحمار** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ،۳۱ فی الوضوء بسور الحمار والکلب من کرھہ ،ج اول ،ص ۳۵ نمبر ۳۰۴) اس اثر میں ہے کہ گدھے کا جوٹھا مکروہ ہے۔(۳) اور گوشت اور جوٹھا پاک ہونے کی حدیث یہ ہے ۔**عن غالب ابن ابجر قال اصابتنا سنۃ فلم یکن فی مالی شیء أطعم اھلی الا شیء من حمر و قد کان النبی ﷺ حرم لحوم الحمر الاھلیۃ .....فقال : أطعم اھلک من سمین حمرک فانما حرمتھا من اجل جوال القریۃ ،یعنی الجلالۃ** (ابوداود شریف،باب فی اکل لحوم

﴿فصل : فی التحری﴾

(۲۱) لو اختلط اوان اکثرھا طاھر تحرّی للتوضأ والشرب.(۲۲)وان کان اکثرھا نجسا لا یتحرّی

الحمر الاھلیۃ ،ص۴۳ ۵نمبر ۵)اس حدیث میں ہے کہ گدھے کا گوشت حلال ہے۔اور جب گوشت حلال ہوگا تو اسکا جوٹھا بھی پاک ہوگا ۔ان دونوں حدیثوں کوملانے سے گدھے کا جوٹھا مشکوک ہوگیا۔

﴿فصل:تحری کے بیان میں﴾

ترجمہ :(۲۱) اگر پاک اورناپاک برتن مل جائیں اوراکثر برتن پاک ہوں تووضو کے لئے ،اور پینے کے لئے تحری کرے۔

تشریح : کئی برتن ہیں جن میں سے کچھ میں ناپاک پانی ہے،اور کچھ میں پاک پانی ہے،اور یہ معلوم ہے کہ زیادہ تر برتنوں میں پاک پانی ہے،اور کم برتنوں میں ناپاک پانی ہے،اور کوئی قرینہ یا علامت نہیں جس سے معلوم ہو سکے کہ کس برتن کا پانی پاک ہے اورکس کا ناپاک،تو اس صورت میں غور فکر کرے کہ کس برتن کا پانی پاک ہوسکتا ہے،جس برتن کی طرف پاک کا رجحان ہو اسی برتن کے پانی سے وضوکرلے،اور پینا ہوتو پی لے۔اس وقت اس کے لئے یہی تحری کا حکم ہے۔

وجہ :(۱) کوئی چیز مشتبہ ہوتو غور فکراور تحری کر کے جدھر گمان غالب ہو اسی کو کر لینے سے جواز ہو جائے گا، کیونکہ انسان کی قدرت میں اتنا ہی ہے۔آیت میں ہے۔ **لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا** ۔(آیت ۲۸٦،سورۃ البقرۃ ۲) (۲)اس حدیث میں ہے کہ قبلہ مشتبہ ہوا تو تحری کر کے جدھر غالب گمان ہوا اسی طرف نماز پڑھی اور جائز ہوگئی۔حدیث یہ ہے۔**عن جابر قال کنا مع النبی ﷺ فی مسیر او سریۃ فاصابنا غیم فتحرینا واختلفنا فی القبلۃ فصلی کل رجل منا علی حدۃ فجعل احدنا یخط بین یدیہ لنعلم امکنتنا فلما اصبحنا نظرناہ فاذا نحن قد صلینا علی غیر القبلۃ فذکرنا ذلک للنبی ﷺ فقال قد اجزأت صلواتکم** ۔(سنن للبیھقی ،باب الاختلاف فی القبلۃ عند التحری، ج ثانی ،ص ۱٦،نمبر ۲۲۳۵ /ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل یصلی لغیر القبلۃ فی الغیم ،ص ۸۰ نمبر ۳۴۵)اس حدیث میں ہے کہ تحری کر کے نماز پڑھی تو ہوگئی۔(۳) **عن عبد اللہ بن عامر بن ربیعۃ عن أبیہ قال : کنا مع النبی ﷺ فی سفر فی لیلۃ مظلمۃ ، فلم ندر أین القبلۃ فصلی کل رجل منا علی حیالہ ، فلما أصبحنا ذکرنا ذالک للنبی ﷺ فنزل : ﴿فأینما تولوا فثم وجہ اللہ﴾** آیت ۱۱۵،سورۃ البقرۃ ۲)(ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل یصلی لغیر القبلۃ فی الغیم ،ص ۸۰ نمبر ۳۴۵ /ابن ماجہ شریف، باب من یصلی لغیر القبلۃ وھو لا یعلم ،ص ۱۴۳،نمبر ۱۰۲۰) اس حدیث میں ہے کہ تحری کر کے نماز پڑھی تو نماز ہوگئی۔

اصول:مشتبہ چیز میں تحری کا حکم ہے،اور جس طرف گمان غالب ہو اسی کو استعمال کر لے۔

اصول: دوسرا راستہ موجود ہو تو اس طرف، جائے ورنہ پہلا راستہ اختیار کرے۔

الا للشرب.(۲۳) وفی الثیاب المختلطة یتحرّٰی سواء کان اکثرھا طاھرا او نجسا.

﴿فصل : فی مسائل البئر﴾

(۲۴) تُنزح البئر الصغیرة بوقوع نجاسة وان قلّت من غیر الارواث کقطرة دم او خمر

لغت :اختلط :مل گیا،خلط ملط ہوگیا۔اوان: آنیۃ کی جمع ہے، برتن۔تحری:غور فکر کرے،سوچے۔

ترجمہ :(۲۲)اوراگر اکثر برتن ناپاک ہوں تو صرف پینے کے لئے تحری کرے۔

تشریح :زیادہ تر برتن میں ناپاک پانی ہےاورکم برتن میں پاک پانی ہے تو وضوکے لئے تحری کرنے کی ضرورت نہیں ہے،تیمّم کرلے،کیونکہ یہاں وضوکا نائب تیمّم موجود ہے،لیکن پینے کا پانی نہیں ہےاس لئے مجبوری ہے،اس لئے تحری کر کے جس برتن کے بارے غالب گمان ہوکہ پاک ہوگااس سے پی لے۔

ترجمہ :(۲۳) اور ملے ہوئے کپڑے میں تحری کرے،چاہےاکثر کپڑاپاک ہو یا ناپاک ہو۔

تشریح :پاک اورناپاک کپڑے ملے ہوئے ہیں،اورکوئی پاک کپڑاموجودنہیں ہے،تو چاہےزیادہ کپڑاپاک ہو یا کم دونوں صورتوں میں تحری کر کے جس کپڑے کے بارے میں غالب گمان ہوکہ پاک ہوگا اسی کو پہن کرنماز پڑھ لے۔

وجہ: (۱)چونکہ ستر ڈھانکنے کا کوئی بدل نہیں ہےاس لئے ہرحال میں تحری کرے۔

﴿فصل:کنویں کے پانی میں﴾

ترجمہ :(۲۴) چھوٹے کنویں میں جوده درده سےکم ہوگوبر کےعلاوہ اگرتھوڑی بھی نجاست گرےتوپورا کنواں نکالا جائے گا۔ سوائے گوبر کے،جیسےخون کا قطرہ،یاشراب کا قطرہ[گرجائے تو ناپاک ہوجائے گا]

تشریح :یہاں کنواں میں ناپاکی گرجائےتواس کے لئے چارقسم کی چیزیں ہیں،اورچارقسم کےاحکام ہیں[۱] کنویں کاپوراپانی نکالا جائے،اوروہ ممکن نہ ہوتواس کے بدلے میں دوسوڈول نکالے جائیں [۲] چالیس ڈول نکالے جائیں۔[۳] بیس ڈول نکالے جائیں۔[۴] اورایسی بھی شکل ہے کہ کچھ نہ نکالنا پڑے،کنواں پاک ہے۔

۔تشریح مسئلہ: کنواں دہ دردہ سےکم ہواس میں ناپاکی گرجائےتوکنواں ناپاک ہوجائے گا،اورپورے کنواں کا پانی نکالنا پڑے گا،اور پورےکنویں کا پانی نکالناممکن نہ ہوتودوسوڈول نکال دے،توکنواں پاک ہوجائے گا،البتہ تھوڑا گوبرگرجائےتوکنوان ناپاک نہیں ہو گا،اس کی وجہ آگےآرہی ہے۔

اصول : کنویں کےمسائل قیاس پرنہیں ہیں،بلکہ تسہیل پرہیں،مثلاً گوبرناپاک ہےاس لئےتھوڑےسےگرنےسےبھی پورا کنواں نکالنا چاہئے،لیکن چونکہ یہ بار بار گرتا ہےاور بار بار پورا کنواں نکالنے میں پریشانی ہے،اس لئےحکم یہ ہوا کہ اس سے کنواں

(۲۵) وبوقوع خنزير ولو خرج حيًّا ولم يصب فمه الماء(۲۶) وبموت كلب او شاة او آدمی فيها

پاک رہے گا جب تک کہ بہت سارا نہ گر جائے۔اسی طرح ناپاک ہاتھ، ناپاک رسی،اور کنویں کی ناپاک دیوار بغیر پاک پانی سے دھوئے ہوئے پاک نہیں ہونا چاہئے،لیکن مجبوری کی وجہ سے یہ حکم ہوا کہ کنواں پاک ہونے کے بعد یہ سب خود بخود پاک سمجھے جائیں گے۔

وجه :(۱) پورا کنواں ناپاک ہونے کی دلیل یہ قول صحابی ہے۔ **عن محمد بن سيرين أن زنجيا وقع فی زمزم يعنی فمات فأمر به ابن عباسؓ فأخرج و أمر بها أن تنزح ،قال : فغلبهم عين جائتهم من الركن ،فأمر بها فدسمت بالقباطی و المطارف حتى نزحوها ، فلما نزحوها انفجرت عليهم** ۔(دار قطنی، باب البئر اذا وقع فیھا حیوان، ج اول ،ص ۲۷، نمبر ۶۲ ر سنن بیہقی باب ما جاء فی نزح زمزم، ج اول، ص ۴۰۱، نمبر ۱۲۶۲ ر مصنف عبد الرزاق، باب البئر تقع فیہ الدابۃ ، ج اول ،ص ۶۴، نمبر ۲۷۵)اس اثر سے معلوم ہوا کہ انسان کے مرنے سے پورا کنواں ناپاک ہو جائے گا۔اسی طرح ناپاکی گرنے سے پورا کنواں ناپاک ہو جائے گا۔(۲) **عن علی فی الفارة تقع فی البئر قال ينزح الى ان يغلبهم الماء** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۹۸ فی الفارۃ والدجاجۃ اشباھھما تقع فی البئر ، ج اول، ص ۱۴۹، نمبر ۱۷۱۱ ر مصنف عبد الرزاق، باب البئر تقع فیہ الدابۃ ، ج اول ص ۶۴، نمبر ۲۷۳)اس قول صحابی میں ہے کہ چوہا پھول پھٹ جائے تو پورا کنواں نکالنا پڑے گا۔(۳) خون کا قطرہ، یا شراب کا قطرہ گر جائے تو پورا کنواں نکالنا پڑے اس کی دلیل یہ اثر ہے۔**أن عليا سئل عن صبی بال فی البئر قال : ينزح** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ،۱۹۸ فی الفارۃ والدجاجۃ واشباھھما تقع فی البئر ، ج اول، ص ۱۴۹، نمبر ۱۷۲۰)اس اثر میں ہے کہ بچہ اگر کنویں میں پیشاب کر دے تو پورا کنواں نکالنا ہوگا،اسی پر قیاس کرتے ہوئے خون یا شراب کا قطرہ گر جائے تو پورا کنواں نکالنا ہوگا۔

ترجمه :(۲۵) سور کے گرنے سے پورا کنواں نکالا جائے گا اگر چہ زندہ نکل آیا ہو اور پانی اس کے منہ تک نہ پہنچا ہو۔

تشریح : سور نجس العین ہے اس کا ظاہری جسم بھی ناپاک ہے اس لئے چاہے اس کے منہ میں پانی نہ گیا اور وہ کنواں میں نہ مرا ہو تب بھی پورا کنواں ناپاک ہو جائے گا،اور پورے کنویں کا پانی نکالنا ہوگا۔کیونکہ نجس العین کے گرتے ہی پانی ناپاک ہو گیا۔

ترجمه :(۲۶) اور پورا کنواں نکالا جائے گا کتے کے مرنے سے، یا آدمی کے مرنے سے، یا حیوان کے پھول پھٹ جانے سے چاہے چھوٹا کیوں نہ ہو۔اور دو سو ڈول اگر اس کا نکالنا ممکن نہ ہو۔

تشریح : اگر جانور بڑا ہو، جیسے کتا، یا بکری، یا آدمی،اور وہ گر کر مر گیا ہو تو چاہے پھولا پھٹا نہ ہو پھر بھی پورا کنواں نکالا جائے گا، کیونکہ جانور بڑا ہے اس لئے نیچے تک اس کی نجاست پہنچ چکی ہوگی ،اس لئے پورا کنواں نکالا جائے گا۔یا جانور چھوٹا ہو،لیکن پھول پھٹ گیا ہو تو مردہ دیر تک رہنے کی وجہ سے نیچے تک نجاست پھیل چکی ہوگی اس لئے پورا کنواں نکالا جائے گا۔اور اندر چشمہ کی وجہ سے

وبانتفاخ حيوان ولو صغيرا ومائتا دلو لو لم يمكن نزحها.(۲۷)وان مات فيها دجاجة او هرة او

پورا کنواں نکالنا ناممکن ہوتو دوسوڈول نکال دینے سے کنواں پاک ہوجائے گا۔

وجہ : (۱) یہ جانور بڑے ہوتے ہیں اس کے مرتے ہی پورے کنویں میں نجاست پھیل جائے گی اس لئے پورے کنویں کا پانی نکالا جائے گا (۲)عن عطاء قال اذا سقط الكلب فى البئر فاخرج منها حين سقط نزح منها عشرون دلوا فان اخرج حين مات نز ح منها ستون دلوااو سبعون دلوا فان تفسخ فيها نزح منهاماء ها فان لم تستطيعوا نزح مائة دلوو عشرون و مائة (مصنف عبد الرزاق، باب البئر تقع فیہ الدابۃ ، ج اول، ص ۶۴، نمبر ۲۷۴ ر مصنف ابن ابی شیبۃ ، ۱۹۸ فی الفارۃ تقع فی البئر ۱۴۹، نمبر ۱۷۱۴) اس قول تابعیؒ میں ہے کہ کتا گر جائے تو پورا کنواں نکالا جائے ، اور وہ ممکن نہ ہو تو ایک سو بیس ڈول نکالے جائیں، اوراس قول تابعی , نـزح مائة دلو و عشرون و مائة ، کاایک مطلب یہ بھی ہے کہ دوسو بیس ڈول نکالے جائیں۔حنفیہ نے اسی پر احتیاط کرتے ہوئے دوسوڈول نکالنے کا حکم فرمایا ہے۔(۳) امام محمدؒ کے زمانے میں انکے دیار کے کنواں میں عموما دوسوڈول سے تین سوڈول پانی ہوا کرتا تھا اس لئے انہوں نے فرمایا کہ دوسوڈول نکال دئے جائیں تو یوں سمجھا جائے گا کہ پورے کنواں کا پانی نکال دیا، اور کنواں پاک ہوگیا۔(۴) اور انسان کے مرنے سے پورا کنواں نکالا جائے گا اس کے لئے یہ قول صحابی ہے۔عن محمد بن سيرين أن زنجيا وقع فى زمزم يعنى فمات فأمر به ابن عباسؓ فأخرج و أمر بها أن تنزح ،قال : فغلبهم عين جائتهم من الركن ،فأمر بها فدسمت بالقباطي و المطارف حتى نزحوها ، فلما نزحوها انفجرت عليهم ۔(دارقطنی ، باب البئر اذا وقع فیھا حیوان ، ج اول، ص ۲۷، نمبر ۶۲ رسنن بیہقی باب ماجاء فی نزح زمزم، ج اول، ص ۴۰۱، نمبر ۱۲۶۲ ر مصنف عبد الرزاق، باب البئر تقع فیہ الدابۃ ، ج اول، ص ۶۴، نمبر ۲۷۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ انسان کے مرنے سے پورا کنواں ناپاک ہوجائے گا۔(۵) اور چھوٹا جانور مر کر پھول پھٹ جائے تو پورا کنواں نکالا جائے گا، اس کے لئے یہ قول صحابی دلیل ہے۔عن عليؓ فى الفارة تقع فى البئرقال : ينزح الى ان يغلبهم الماء .(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الفارۃ تقع فی البئر ، ج اول، ص ۱۴۹، نمبر ۱۷۱۱) س اثر میں ہے کہ چھوٹا جانور مثلا چوہا بھی پھول پھٹ گیا ہو تو پورا کنواں نکالا جائے گا۔

ترجمہ :(۲۷) اور اگر کنواں میں مرغی مرگئی، یا بلی، یا اس جیسا جانور تو چالیس ڈول نکالنا لازم ہوگا۔

تشریح : مرغی یا بلی، یا اس جیسا جانور بکری کی طرح بڑی بھی نہیں ہے اور چوہے کی طرح چھوٹی بھی نہیں ہے، بلکہ اوسط ہے اس لئے اس کے مرنے سے چالیس ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہوجائے گا۔ بشرطیکہ پھولا پھٹا نہ ہو، کیونکہ پھول پھٹ گیا ہو تو پورا کنواں نکالنا ہوگا۔

نحوهما لزم نزح اربعین دلوا.(۲۸) وان مات فیها فارة او نحوها لزم نزح عشرین دلوا .(۲۹)وکان ذلک طهارة للبئر والدلو والرشاء وید المستقی.(۳۰) ولا تنجس البئر بالبعر والروث والخثی الا

وجه: (۱) عن ابراهیم فی الجرذ او السنور تقع فی البئر قال یدلو منها أربعین دلوا۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الفارۃ والدجاجۃ واشباھھا تقع فی البئر، ج اول،ص ۱۴۹،نمبر ۱۷۱۳ طحاوی شریف، باب الماء تقع فیہ النجاسۃ ص ۱۶/ مصنف عبد الرزاق، باب البئر تقع فیہ الدابۃ، ج اول،ص ۶۴، نمبر ۲۷۲ (۲)عن سلمہ بن کہیل فی الدجاجة تقع فی البئر قال : یستقی منها أربعون دلواً ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ،۱۹۸ فی الفارۃ والدجاجۃ وأشباھھما تقع فی البئر ،ج اول،ص ۱۴۹،نمبر ۱۷۱۹)ان دونوں اثروں میں ہے کہ مرغی یا بلی مرجائے تو چالیس ڈول نکالا جائے۔

ترجمہ: (۲۸)اور اگر کنواں میں چوہا ، یا اس جیسا کوئی جانور مر گیا تو بیس ڈول نکالنا لازم ہوگا۔

تشریح: اگر کنواں میں چوہا مر گیا ہو یا اس جیسا جانور مر گیا ہو، اور پھولا پھٹا نہ ہو تو بیس ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا

وجہ:(۱) عن عطاء قال اذا وقع الجرذ فی البئر نزح منها عشرون دلوا ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ،۱۹۸ فی الفارۃ و الدجاجۃ وأشباھھما تقع فی البئر ،ج اول،ص ۱۴۹،نمبر ۱۷۱۴) جرذ ایک قسم کا چوہا ہے جس کے مرنے سے بیس ڈول نکالنا لازم ہوا

ترجمہ: (۲۹) اور یہ پانی کا نکالنا کنویں کے لئے ،ڈول کے لئے ،رسی کے لئے ،اور پانی نکالنے والے کے لئے پاکی ہوگی۔

تشریح: جتنا پانی نکالنا لازم تھا کنواں سے اتنا پانی نکال دیا، تو اسی سے کنواں کی دیوار، اس کا باقی پانی، نکالنے والا ڈول، رسی، اور نکالنے والے کا ہاتھ پاک ہو گیا، اس کو مزید دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔

وجہ: (۱)اس کو دوبارہ دھونا ایک مشکل کام ہے اس لئے نکالتے ہی سب کو پاک قرار دے دیا گیا۔(۲)اس قول صحابی میں اس کا اشارہ ہے۔عن عطاء ان حبشیا وقع فی زمزم فمات قال فأمر ابن الزبیر أن ینزف ماء زمزم قال فجعل الماء لا ینقطع قال فنظروا فاذا عین تنبع من قبل الحجر الاسود قال فقال ابن الزبیر حسبکم ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ،۱۹۸ فی الفارۃ والدجاجۃ وأشباھھما تقع فی البئر ،ج اول،ص ۱۵۰،نمبر ۱۷۲۱)اس قول صحابی میں ہے کہ اتنا پانی نکال دیا، بس اتنا ہی کافی ہے، جس سے اشارہ ہے کہ اسی نکالنے سے ڈول، رسی، کنویں کی دیوار، اور نکالنے والے کا ہاتھ پاک ہو جائے گا، کیونکہ اس کے بعد کسی چیز کو دھونے کا حکم نہیں دیا۔

لغت: الرشاء: رسی۔ المستقی: استسقاء سے مشتق ہے پانی سیراب کرنا، یہاں مراد ہے پانی نکالنا۔

ترجمہ: (۳۰) اور تھوڑی سی مینگنی، اور لید اور، گوبر سے کنواں ناپاک نہیں ہوگا مگر یہ کہ دیکھنے والا اس کو زیادہ سمجھے، اور کوئی ڈول مینگنی سے خالی نہ جائے [تو اب ناپاک ہوگا]

ان یستکثره الناظر او اَن لا یخلو دلو عن بعرة .(۳۱)ولا یفسد الماء بخرء حمام وعصفور ولا بموت مالا دم له فیه کسمک و ضفدع وحیوان الماء وبق و ذباب وزنبور وعقرب

تشریح :اصل قاعدہ یہ ہے کہ دیہات میں جونجاست روز کنواں میں گرسکتی ہواس میں مجبوری ہے اس لئے تھوڑی سی نجاست گرنے سے ناپاک نہیں قرار دیا، ہاں اتنی نجاست گر جائے کہ اب دیکھنے والا بہت زیادہ سمجھے، مثلا ہر ڈول میں ایک دومینگنی آنے لگے تواب کنواں کو ناپاک قرار دیا جائے گا، اس سے پہلے نہیں۔

وجہ: بیر بضاعة کی حدیث میں ایسا لگتا ہے کہ روزمرہ کی نجاست گرتی رہتی تھی پھر بھی اس کو پاک قرار دیا۔حدیث یہ ہے۔عن ابی سعید الخدری قال : قیل یا رسول الله أنتوضا من بئر بضاعة ، وھی بئر یلقی فیھا الحیض و لحوم الکلاب و النتن ؟ فقال رسول الله ﷺ : ان الماء طھور لا ینجسه شیء ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء أن الماء لاینجسہ شیء ،ص۲۱،نمبر ۶۶) اس حدیث میں ہے کہ نتن، یعنی روزمرہ کی ناپاکیاں گرتیں تھیں اس لئے مجبوری کی وجہ سے اس کو پاک قرار دیا۔

لغت: بعر: مینگنی۔ روث: لید۔الخثی: گوبر۔دلو: ڈول۔

ترجمہ :(۳۱) اور کبوتر اور چڑیا کی بیٹ سے پانی فاسد [خراب] نہیں ہوگا اور پانی میں بلاخون والی چیز کے مرنے سے بھی فاسد نہیں ہوگا، مثلا مینڈک اور مچھلی اور پانی کے حیوانات، اور مچھر اور مکھی اور بھڑ اور بچھو۔

تشریح : یہاں دو قسم کے جانور بیان کئے جارہے ہیں جنکے کنویں میں گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، ان میں سے کچھ وہ ہیں کہ اس سے ناپاک ہونا چاہئے لیکن مجبوری کی وجہ سے تسہیل دی گئی اور پانی ناپاک نہیں کیا [۱] پہلی قسم ہے کبوتر اور چڑیے کی بیٹ، کہ اس کے گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔

وجہ:(۱)اس قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے۔عن الحسن قال : سقطت ھائمة علی الحسن فذرقت علیه فقال له بعض القوم : نأتیک بماء تغسله فقال : لا ، و جعل یمسحه عنه (مصنف ابن ابی شیبة ،۱۴۵ الذی یصلی وفی ثوبہ خرء الطیر ،ج اول،ص ۱۱۰،نمبر ۱۲۵۶)اس اثر سے معلوم ہوا کہ پرندے کی بیٹ ناپاک نہیں ہے۔(۲) عن الحسن فی رجل صلی فلما قضی صلاته أبصر فی ثوبه خرء دجاج فقال انما ھو طیر ۔(مصنف ابن ابی شیبة ، باب فی خرء الدجاج، ج اول، ص ۱۱۱،نمبر ۱۲۵۹)اس قول تابعی میں ہے کہ مرغی کی بیٹ میں کوئی حرج نہیں ہے۔(۳) عن حماد انه کرہ ذرق الدجاج ۔ (مصنف ابن ابی شیبة ، باب فی خرء الدجاج، ج اول، ص ۱۱۱،نمبر ۱۲۶۰)اس قول تابعی میں ہے کہ مرغی کی بیٹ مکروہ ہے۔(۴)عن الحسن انه کان یرخص فی ابوال الخفافیش (مصنف ابن ابی شیبة ، باب فی بول الخفاش ،ج اول،ص ۱۱۰،نمبر ۱۲۴۸) اس قول تابعی میں ہے کہ چمگادڑ کے پیشاب میں کوئی حرج نہیں ہے۔

[۲] دوسری قسم ہے کہ جن جانوروں میں خون نہیں ہے، پانی میں انکے گر کر مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ مثلا مچھلی، مینڈک، پسو، مکھی، بھڑ اور بچھو پانی میں گر کر مر جائے تو اس سے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔

وجہ : (۱) یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بہتا ہوا خون ناپاک ہے اس لئے جن جانوروں میں بہتا ہوا خون نہ ہو اس کے گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **قال رسول الله ﷺ یا سلمان کل طعام و شراب وقعت فیه دابة لیس لھا دم فماتت فیه فھو حلال اکله و شربه و وضوء ہ** ۔(دار قطنی، باب کل طعام وقعت فیہ دابۃ لیس لھا دم، ج اول، ص ۳۳، نمبر ۸۱/ سنن للبیھقی، باب مالا نفس لہ سائلۃ اذا مات فی الماء القلیل، ج اول، ص ۳۸۳، نمبر ۱۱۹۳) اس حدیث میں ہے کہ جس جانور میں خون نہ ہو اس کے گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ (۲) مچھلی کے بارے میں یہ حدیث موجود ہے۔ **سمع ابا ھریرة یقول سأل رجل رسول الله فقال یا رسول الله ! انا نرکب البحر و نحمل معنا القلیل من الماء فان توضأنا به عطشن أفنتوضأ بماء البحر ؟ فقال رسول الله ﷺ ھو الطھور ماؤہ الحل میتته** ۔(ابوداود شریف، باب الوضوء بماء البحر، ص ۲۳، نمبر ۸۳/ ترمذی شریف، باب ماجاء فی ماء البحر انہ طھور، ص ۱۹، نمبر ۶۹) اس حدیث میں ہے کہ مردار یعنی مچھلی مر جائے تو پانی پاک رہے گا۔ (۳) مکھی اور پسو کے بارے میں یہ حدیث موجود ہے۔ **عن ابی ھریرة ان رسول الله ﷺ قال اذا وقع الذباب فی اناء احدکم فلیغمسه کله ثم لیطرحه فان فی احدی جناحیه شفاء وفی الآخر دواء** (بخاری شریف، کتاب الطب، باب اذا وقع الذباب فی الاناء ص ۸۶۰، جلد ثانی، نمبر ۵۷۸۲) حدیث میں پوری مکھی کو برتن میں ڈالنے کے لئے کہا۔ اگر مکھی سے کھانا یا پانی ناپاک ہوتا تو پوری مکھی کو کیسے ڈالنے کے لئے فرماتے۔ (۴) بچھو کے بارے یہ اثر موجود ہے۔ **عن ابراھیم انه لم یر بأسا بالعقرب و الخنفساء و کل نفس لیست بسائلة** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الخنفساء والذباب یقع فی الاناء، ج اول، ص ۶۱، نمبر ۶۵۲) اس میں ہے کہ بچھو میں خون نہیں ہے اس لئے اس کے گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔

اصول : ضرورت کی وجہ سے سہولت ہوجاتی ہے۔ اس حدیث سے یہ اصول مترشح ہوتا ہے۔ **عن کبشة بنت کعب بن مالک. ان ابا قتادة دخل علیھا قالت فسکبت له وضوء اً قالت فجائت ھرة تشرب فأصغی لھا الاناء حتی شربت ، قالت کبشة فرأنی انظر الیه فقال أ تعجبین یا ابنة اخی ؟ فقلت نعم ،قال ان رسول الله ﷺ قال انھا لیست بنجس انما ھی من الطوافین علیکم و الطوافات** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی سور الھرۃ ص ۲۷ نمبر ۹۲/ ابوداؤد شریف، باب سؤر الھرۃ، ص ۱۲، نمبر ۷۵) بلی کا گوشت حرام ہے اس لئے اس کا جوٹھا ناپاک ہونا چاہئے، لیکن ضرورت کی وجہ سے اس کا جوٹھا مکروہ ہوا

(۳۲)ولا بوقوع آدمی وما یؤکل لحمه اذا خرج حیًّا ولم یکن علی بدنه نجاسة (۳۳)ولا بوقوع بغل و حمار وسباع طیر ووحش فی الصحیح.

لغت: خرء:بیٹ۔حمام:کبوتر۔عصفور:چڑیا۔ضفدع:مینڈک۔بق:پسو،کھٹمل۔ذباب:مکھی۔ زنبور:بھڑ۔عقرب:بچھو۔

ترجمه :(۳۲)اورآدمی کنواں میں گر جائے،یا جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہو وہ گر جائے اور زندہ نکل آئے تو پانی ناپاک نہیں ہوگا،اگراس کے بدن پرنجاست نہ ہو۔

تشریح : ایسا آدمی جسکے بدن پرنجاست نہ ہو،یا ایسا جانور جس کا گوشت کھایا جاتا ہو وہ کنواں میں گھس جائے یا گر جائے اور زندہ نکل آئے تو اس سے کنواں ناپاک نہیں ہوگا۔

وجه : اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے جسم پرنجاست نہیں ہے،اور یہ خود بھی ناپاک نہیں ہے اس لئے اس کے گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔

ترجمه :(۳۳) گدھا،خچر،شکار کرنے والے پرندے اور وحشی درندے کے گرنے سے صحیح مذہب کے مطابق پانی ناپاک نہیں ہوگا۔

تشریح : جن جانور کا گوشت مشکوک ہے،جیسے گدھا اور خچر،یا اس کا گوشت حرام ہے،لیکن وہ نجس العین نہیں ہے،جیسے پھاڑ کھانے والے پرندے،یا وحشی جانور،یہ جانور کنواں میں گر جائے،اور زندہ نکل آئے،اور پانی اس کے منہ تک نہ پہنچا ہو اور نہ اس کا لعاب پانی میں گرا ہو،اور نہ اس نے پانی میں پیشاب یا پاخانہ کیا تو پانی ناپاک نہیں ہوگا۔

وجه:(۱) ان جانوروں کا گوشت اگر چہ حرام ہے لیکن اس کے جسم پرنجاست نہیں ہے،اور نہ اس نے پیشاب،یا پاخانہ کیا اور نہ اس کا ناپاک تھوک پانی میں گیا تو پانی میں کوئی ناپاکی نہیں گئی اس لئے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ (۲) **عن ابن عباس قال لیس علی الثوب جنابة ،و لا علی الارض جنابة، و لا علی الرجل یمسه الجنب جنابة و لیس علی الماء جنابة یقول اذا سبقته یده فادخلهما فی الماء و هو جنب قبل ان یغسلهما فلا بأس ۔** (مصنف عبدالرزاق،باب الماء یمسه الجنب او یدخله،ج اول،ص ۷۱،نمبر ۳۰۹) اس قول صحابی میں ہے کہ اگر ہاتھ پرنجاست نہ ہو تو جنبی آدمی کے ہاتھ ڈالنے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا اسی پر قیاس کر کے ان جانور کے گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔(۳)**سألت عطاء عن الجنب ینسی فیدخل یده فی الاناء الذی فیه غسله قبل أن یغسلها قال ان نسی فلا بأس فلیغسل یدیه۔**(مصنف عبدالرزاق، باب الماء یمسه الجنب او یدخله،ج اول،ص ۷۱،نمبر ۳۰۸) اس اثر میں بھی ہے کہ ناپاک نہیں ہوگا۔

اصول: جب تک ناپاکی پانی میں نہ جائے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔

(۳۴) وان وصل لعاب الواقع الی الماء اخذ حکمه. (۳۵)ووجود حیوان میت فیها ینجسها من یوم و لیلة و منتفخ من ثلاثة ایام ولیالیها ان لم یعلم وقت وقوعه.

لغت:سباع: پھاڑ کھانے والا،سباع طیر: پھاڑ کھانے والا پرندہ۔وحشی: وحشی جانور،جنگلی جانور۔

ترجمہ :(۳۴) جو جانور پانی میں پڑا ہوا اس کا لعاب پانی تک پہنچ جائے تو پانی کا حکم اس کے لعاب کا حکم ہوگا۔

تشریح :جو جانور کنواں میں گرا اس کے تھوک کا جو حکم ہے، یہ لعاب پانی میں چلا جائے تو اس پانی کا بھی حکم وہی ہوگا۔مثلا[۱] آدمی کا تھوک پاک ہے،اور جن جانور کا گوشت کھایا جاتا ہے اس کا تھوک پاک ہے اب یہ تھوک کنواں کے پانی میں مل جائے تو کنواں پاک رہے گا کیونکہ تھوک پاک ہے[۲] اور وحشی جانور کا تھوک ناپاک ہے اس لئے اس کا تھوک پانی میں ملا تو پانی ناپاک ہوگا ،پورا کنواں نکالنا پڑے گا۔[۳] گدھے اور خچر کا جوٹھا مشکوک ہے اس لئے اس کے تھوک ملنے سے پانی مشکوک ہوگا،[۴] بلی کا جوٹھا مکروہ ہے اس لئے اس کے تھوک ملنے سے پانی مکروہ ہوگا۔یہی مطلب ہے ,اخذ حکمہ، کا۔

ترجمہ :(۳۵) اگر کنواں میں مردہ حیوان پایا جائے تو ایک دن ایک رات سے وہ ناپاک ہوگا۔اور پھولنے پھٹنے والے سے اگر اس کے گرنے کا وقت معلوم نہ ہو تو تین دن تین رات سے ناپاک سمجھا جائے گا۔

تشریح : کنواں میں مردہ جانور پایا گیا،اور یہ معلوم نہیں ہوا کہ یہ کب گرا ہے تا کہ اس وقت سے کنواں ناپاک سمجھا جائے تو، ایک دن ایک رات سے کنواں کو ناپاک سمجھا جائے گا،اور اس دوران اس پانی سے جس نے وضو یا غسل کیا ہے وہ اپنی اپنی نماز دہرائے کیونکہ وضو غسل نہیں ہوا۔اور اگر جانور پھول پھٹ گیا ہے تو تین دن سے ناپاک سمجھائے گا اور یوں کہا جائے گا کہ تین دن پہلے یہ جانور گر کر مرا ہے۔

وجہ : جانور گر کر مرتا ہے اور پانی پر تیرنے لگتا ہے تو ایک دن رات کی مدت ہوتی ہے اس لئے یہاں کوئی اور علامت نہیں ہے تو احتیاط کے لئے ایک دن رات پہلے گرا ہوا سمجھا جائے گا۔اور مردہ جانور تین دن تین رات میں پھولتا اور پھٹتا ہے اس لئے تین دن پہلے کنواں میں سمجھا جائے گا۔

لغت:ینجسھا:نجس سے مشتق ہے،اس کو یعنی کنواں کو ناپاک کرے گا۔منتفخ: نفخ سے مشتق ہے پھولنا پھٹنا۔

﴿فصل فی الاستنجاء﴾

(٣٦)یلزم الرجل الاستبراء حتی یزول اثر البول ویطمئن قلبہ علی حسب عادتہ اِما بالمشی او

﴿فصل: استنجاء کا بیان﴾

ضروری نوٹ : استنجاء: نجو سے مشتق ہے، اسکا ترجمہ ہے پاخانہ اور باب استفعال میں جا کر اسکا ترجمہ ہو گیا پاخانہ صاف کرنا۔ پاخانہ یا پیشاب پانی سے بھی صاف کیا جا سکتا ہے اور ڈھیلے سے بھی، البتہ ڈھیلے سے صاف کرنے کے بعد پانی سے صاف کرنا زیادہ بہتر ہے، اور دونوں کو نہ ملا سکے تو پانی سے صاف کرنا بہتر ہے، اور پانی سے بھی صاف نہ کر سکے تو پھر ڈھیلا سے صاف کرے۔ اگر نجاست درھم کی مقدار سے زیادہ پھیل گئی ہو تو اب ڈھیلے سے صاف کرنا کافی نہیں ہو گا پانی سے دھونا ہو گا، کیونکہ درھم کی مقدار تو معاف ہے اس سے زیادہ نہیں۔ درھم کی مقدار معاف ہونے کی دلیل یہ ہے ۔عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال : تعاد الصلوۃ من قدر الدرھم من الدم . (دار قطنی، باب قدر النجاسۃ التی تبطل الصلوۃ،، ج اول، ص ٣٨٥، نمبر ١٤٧٩ / سنن للبیہقی، باب ما یجب غسلہ من الدم، ج اول، ص ٥٦٦، نمبر ٤٠٩٣) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ درہم سے کم ہو تو معاف ہے اور درہم یا اس سے زیادہ ہو تو نماز جائز نہیں ہے۔۔ استبراء : برأۃ سے مشتق ہے برأت حاصل کرنا، یہاں مطلب یہ ہے کہ پیشاب کے بعد عضو تناسل کو اتنا نچوڑے کہ اب مزید پیشاب نکلنے کی گنجائش نہ رہے، یا پیخانہ کے مقام کو اتنا دھوئے کہ نجاست اور بدبو دونوں جاتی رہے

ترجمہ :(٣٦) مرد کو استبراء لازم ہے یہاں تک کہ پیشاب کا اثر زائل ہو جائے اور اپنی عادت کے مطابق دل مطمئن ہو جائے یا چل کر کے یا کھنکھار کر کے یا لیٹ کر کے یا اس کے علاوہ طریقے سے۔

تشریح : مرد کا عضو تناسل لمبا ہوتا ہے اس لئے پیشاب کے بعد قطرے کا کچھ حصہ باقی رہ جاتا ہے اور اٹھنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پیشاب نکل رہا ہے، اور چالیس سال عمر کے بعد نکلتا بھی ہے، اس لئے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ تین طریقے سے یہ قطرہ نکالے، [١] پیشاب کے بعد عضو پر ڈھیلا رکھ کر تھوڑا سا چلے [٢] یا کھنکھارے [٣] یا پہلو پر لیٹ جائے تا کہ آخری قطرہ نکل جائے اور دل مطمئن ہو جائے کہ اب قطرہ نہیں نکلے گا۔ لیکن حدیث میں یہ ہے کہ عضو کے جڑ کو پکڑے اور اوپر تک نچوڑتا چلا جائے، ایسا تین مرتبہ کرے تا کہ سارا قطرہ نکل کر باہر آجائے، اور یہی طریقہ سب سے بہتر ہے۔ اتنی بات ہے کہ دائیں ہاتھ سے عضو کو نہ پکڑے، بلکہ بائیں ہاتھ سے پکڑے، کیونکہ دائیں ہاتھ سے پکڑنے سے منع فرمایا ہے، آگے حدیث میں مذکور ہے۔

وجہ :(١) حدیث میں ہے۔ حدثنا عیسی بن یزداد عن ابیہ ان النبی ﷺ کان اذا بال نتر ذکرہ ثلاث نترات ۔ (سنن بیہقی، باب الاستبراء عن البول، ج اول، ص ١٨٣، نمبر ٥٥٢) اس حدیث میں ہے کہ پیشاب کے بعد عضو تناسل کو تین مرتبہ نچوڑے۔ (٢) اس اثر میں ہے۔ کان ابراھیم اذا بال ادخل یدہ تحت ازارہ فمسح ذکرہ فذکرت ذالک

التنحنح والاضطجاع او غیرہ. (۳۷)ولا یجوز له الشروع فی الوضوء حتی یطمئن بزوال رشح

لطلحة فأعجبه ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کان یحب ان یغسل ذکرہ ویغسل اثر البول، ج اول، ص ۵۷، نمبر ۵۹۹) اس اثر میں ہے کہ پیشاب کے بعد عضو تناسل کو پونچھے تا کہ پورا پیشاب نکل جائے۔(۳) **عن سلمان قال قیل له قد علمکم بینکم صلی اللہ علیه وسلم کل شیء حتی الخرائة قال فقال اجل لقد نهانا ان نستقبل القبلة لغائط او بول او ان نستنجی بالیمین او ان نستنجی باقل من ثلثة احجار او ان نستنجی برجیع او بعظم** ۔(مسلم شریف، باب الاستطابۃ، ص ۱۳۰، نمبر ۲۶۲/۶۰۶ /ترمذی شریف، باب الاستنجاء بالحجارۃ، ص ۱۰، نمبر ۱۶) اس حدیث میں ہے کہ پیخانہ کے مقام کو تین پتھر سے صاف کرے، جس سے اشارہ ہوتا ہے کہ پیشاب کے مقام کو بھی حتی المقدور صاف کرے (۴) اس حدیث میں بھی اس کی وضاحت ہے۔ **عن عائشة قالت ان رسول اللہ قال: اذا ذهب احدکم الی الغائط فلیذهب معه بثلثة احجار یستطیب بهن فانها تجزئ عنه** ۔(ابوداؤد شریف، باب الاستنجاء بالاحجار، ص ۷، نمبر ۴۰) اس حدیث میں ہے کہ تین پتھر سے صفائی ہوتی ہے اس لئے اس کو لے۔(۵) لیکن اگر کسی کو شک کی بیماری ہو تو وضو کے بعد پانی کا چھینٹا پیجامے پر مار لے، اور جب یہ محسوس ہو کہ پیشاب کا قطرہ نکلا ہوگا تو یہ خیال کرے کہ یہ پانی کی تری ہوگی، حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن سفیان بن الحکم الثقفی ۔ او الحکم بن سفیان الثقفی ۔ قال کان رسول اللہ ﷺ اذا بال یتوضأ و ینتضح** ۔ (ابوداود شریف، باب فی الانتضاح، ص ۳۴، نمبر ۱۶۶) اس حدیث میں ہے کہ پانی کا چھینٹا مارے۔(۶) لیکن بار بار عضو تناسل کو دیکھنا کہ پیشاب نکلا یا نہیں یہ اچھا نہیں ہے۔ **عن الشعبی قال ان للشیطان زفة یعنی بلة طرف الاحلیل** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کرہ ان یتفقد احلیلہ، ج اول، ص ۱۷۸، نمبر ۲۰۵۰)

لغت: نتر: سختی سے نچوڑنا۔ التنحنح: کھنکھارنا۔ الاضطجاع: چیت لیٹنا۔

ترجمہ: (۳۷) وضو شروع کرنا جائز نہیں ہے یہاں تک کہ پیشاب کے قطرات زائل ہونے سے دل مطمئن ہو جائے۔

تشریح: جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ اب پیشاب کا قطرہ نہیں آئے گا اس وقت تک وضو شروع نہ کرے، دل کے اطمینان کے بعد ہی وضو شروع کرے۔

وجہ: (۱) پیشاب کا قطرہ آئے گا تو وضو نہیں ہوگا، اور وضو نہیں ہوگا تو نماز نہیں ہوگی، اس لئے پیشاب کے قطرے زائل ہونے کا اطمینان ہونا ضروری ہے۔(۲) **عن ابن عباس قال مر النبی ﷺ بحائط من حیطان المدینة او مکة فسمع صوت انسانین یعذبان فی قبور هما فقال النبی ﷺ یعذبان و ما یعذبان فی کبیر ثم قال بلی کان أحدهما لا یستتر من بوله و کان الآخر یمشی بالنمیمة** ۔(بخاری شریف، باب من الکبائر ان لا یستتر من بولہ، ص ۴۱، نمبر ۲۱۶ /مسلم شریف،

البول.(۳۸) والاستنجاء سنة من نجس یخرج من السبیلین ما لم یتجاوز المخرج وان تجاوز وکان قدر الدرھم وجب ازالته بالماء.وان زاد علی الدرھم افترض غسله.

باب الدلیل علی نجاسۃ البول ووجوب الاستبراء منہ،ص۱۳۵،نمبر۶۷۷/۲۹۲) اس حدیث میں ہے کہ پیشاب صاف نہ کرنے سے عذاب ہوتا ہے۔

لغت: رشح: برتن کا ٹپکنا۔رشح البول: پیشاب کا باریک قطرہ۔

ترجمہ :(۳۸) پیشاب اور پیخانہ کے راستے سے جو نجاست نکلے اگر نکلنے کی جگہ سے تجاوز نہ کرے تو استنجاء کرنا سنت ہے،اور اگر درہم کی مقدار تجاوز کرے تو پانی سے اس کا زائل کرنا واجب ہے،اور اگر درہم کی مقدار سے زیادہ تجاوز کر جائے تو اس کا دھونا فرض ہے۔

تشریح : یہاں تین مسئلے ہیں[۱] پہلا مسئلہ یہ ہے کہ پیشاب،پیخانہ جس راستے سے نکلتا ہے[جسکو مخرج،کہتے ہیں]اگر وہ مخرج سے زیادہ نہ لگا ہو تو چونکہ مخرج کے مطابق معاف ہے اس لئے اس وقت پانی سے دھونا سنت ہے،ڈھیلے سے صاف کر لے،اور پانی سے دھو لے تو بہتر ہے،اور اسی حال میں نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی،لیکن شرط یہ ہے کہ کھڑا ہونے کے بعد نجاست پھیل کر مخرج سے تجاوز نہ کیا ہو ورنہ دھونا واجب ہو جائے گا۔[۲] دوسرا مسئلہ۔اور اگر مخرج سے زیادہ لگا ہو لیکن ایک درہم کی مقدار سے کم ہو تو دھونا واجب ہے۔[۳] تیسرا مسئلہ۔اور اگر مخرج سے زیادہ لگا ہو اور وہ درہم کی مقدار سے زیادہ ہو تو اب دھونا فرض ہے۔کیونکہ یہ معاف نہیں ہے۔

وجہ : (۱) درہم کی مقدار معاف ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال : تعاد الصلوۃ من قدر الدرھم من الدم** . (دار قطنی،باب قدر النجاسۃ التی تبطل الصلوۃ،،ج اول،ص ۳۸۵،نمبر۱۴۷۹/ سنن للبیھقی،باب ما یجب غسلہ من الدم،ج ثانی،ص ۵۶۶،نمبر۴۰۹۳)(۲)**عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا کان فی الثوب قدر الدرھم من الدم غسل الثوب ، و اعیدت الصلوۃ** ۔(دار قطنی،باب قدر النجاسۃ التی تبطل الصلوۃ،،ج اول،ص ۳۸۵ ،نمبر۱۴۸۰/ سنن للبیھقی،باب ما یجب غسلہ من الدم،ج ثانی،ص ۵۶۶،نمبر۴۰۹۳) ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ درہم سے کم ہو تو معاف ہے اور درہم یا اس سے زیادہ ہو تو نماز جائز نہیں ہے۔(۳) **عن قتادۃ قال فی الثوب یصیبه الدم قال ان کان فاحشا انصرف و ان کان قلیلا لم ینصرف قال و کان یقول موضع الدرھم فاحش** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الدم یصیب الثوب،ج اول،ص ۲۸۵،نمبر ۱۴۵۸) اس اثر میں ہے کہ درہم سے کم ہے وہ قلیل ہے اور معاف ہے،اور درہم کی مقدار ہے تو یہ کثیر ہے اور معاف نہیں ہے۔(۴) **قال علی بن ابی طالب انھم کانوا یبعرون بعرا و انتم تثلطون ثلطا**

فاتبعوا الحجارۃ الماء۔(سنن للبیھقی، باب الجمع فی الاستنجاء بین المسح بالاحجار والغسل بالماء، ج اول، ص۱۷۲، نمبر۵۱۷)اس سے معلوم ہوا کہ پتھر اس وقت کافی ہوگا جب نجاست مخرج تک ہو جیسا کہ صحابہ خشک پاخانہ کرتے تھے تو مخرج تک ہوتا تھا۔لیکن مخرج سے زیادہ ہو تو پانی استعمال کرنا ہوگا۔(۵) مخرج سے زیادہ ایک درہم کی مقدار لگی ہو اور اس کو پتھر سے صاف کرے تو اس سے نجاست کی کمی ہو جائے گی، لیکن مکمل صفائی نہیں ہوگی، لگے ہوئے جسم پر نجاست کچھ نہ کچھ باقی رہے گی جو معاف نہیں ہے اس لئے اب اس کو پانی ہی سے دھونا ہوگا۔

﴿درھم کا حساب﴾

نوٹ : مسئلہ نمبر۱۳ دہ دردہ کی تحقیق میں ناپ کا فارمولہ مذکور ہے اور وہیں پائی 3.1416، یا22بٹہ 7یعنی 22 کو7 سے تقسیم دیں اسکو پائی کہتے ہیں جو کسی گول چیز کو ناپنے کے لئے بہت ضروری ہے

حساب: کسی بھی گول چیز کی درمیانی قطر کو ناپ لیں پھر اسکو پائی 3.1416 سے ضرب دیں تو اس چیز کی گولائی معلوم ہو جائے گی۔
اب درھم کا قطر2.75 سینٹی میٹر ہے تو اسکو پائی 3.1416 سے ضرب دیں تو درھم کی گولائی 8.6394 سینٹی میٹر نکل آئے گی۔
اور درھم کا قطر1.1 انچ کو پائی 3.1416 سے ضرب دیں تو درھم کی گولائی 3.4557انچ نکل آئے گی۔یہ درھم کی گولائی ہوگی۔
اور اگر درھم کی پیٹھ، یا پیٹ کا رقبہ ناپنا ہو تو درھم کے قطر کو قطر سے ضرب دیں، جو حاصل ضرب ہو اسکو پائی سے ضرب دیں اور اس حاصل ضرب کو چار سے تقسیم کر دیں تو جو حاصل تقسیم ہوگا وہ درھم کی پیٹھ، یا پیٹ کا رقبہ ہوگا۔مثال مذکور میں درھم کا قطر2.75 سینٹی میٹر ہے اسلئے 2.75 کو2.75 سے ضرب دیں حاصل ضرب 7.5625 مربع سینٹی میٹر ہوگا، پھر اسکو پائی 3.1416 سے ضرب دیں، حاصل ضرب23.7583 مربع سینٹی میٹر ہوگا، پھر اسکو4 سے تقسیم دے دیں حاصل تقسیم 5.93958 مربع سینٹی میٹر ہوگا، یہ درھم کی پیٹھ، یا پیٹ کا رقبہ ہے
اور انچ کے اعتبار سے درھم کا قطر1.1 انچ ہے اسلئے 1.1 کو 1.1 سے ضرب دیں حاصل ضرب 1.21 مربع انچ ہوگا اسکو پائی 3.1416 سے ضرب دیں حاصل ضرب 3.80133 مربع انچ ہوگا اسکو4 سے تقسیم دیں تو حاصل تقسیم 0.95 مربع انچ ہوگا جو درھم کہ پیٹھ، یا پیٹ کا رقبہ ہوگا۔

﴿درہم کی گولائی﴾

درہم کی گولائی سینٹی میٹر میں	5.93958 ۔مربع سینٹی میٹر ہوگا
درہم کی گولائی انچ میں	0.95 ۔مربع انچ ہوگا

لغت :استنجاء: نجو سے مشتق ہے پیخانہ، یہاں مراد ہے پیشاب پیخانہ صاف کرنا چاہے ڈھیلا یا پتھر سے صاف کرے، چاہے پانی

(۳۹)ویفترض غسل ما فی المخرج عند الاغتسال من الجنابة والحیض والنفاس وان کان ما فی المخرج قلیلا.(۴۰) وان یستنجی بحجر منق ونحوہ.والغسل بالماء احبّ والافضل الجمع بین

سے دھوئے ،اور پانی سے دھونے کوغسل کہتے ہیں۔مخرج: پیخانہ کے نکلنے کی جگہ کومخرج کہتے ہیں،اسی طرح پیشاب کے نکلنے کی جگہ کومخرج کہتے ہیں،اسی کوسبیلین [دونوں راستے] کہتے ہیں۔تجاوز:تجاوز کرنا،زیادہ لگنا۔

ترجمہ :(۳۹)مخرج میں جو کچھ ہےاس کا دھونا فرض ہے،جنابت اور حیض اور نفاس کے غسل کے وقت،اگر چہ مخرج کے اندر تھوڑی سی نجاست کیوں نہ ہو۔

تشریح : پیشاب، پیخانہ تھوڑا نکلا ہوتو پتھر سے صاف کر لے تب بھی جائز ہے،لیکن فرض غسل میں جسم کے ہر ہر جگہ کودھونا ضروری ہے،اس لئے جہاں نجاست لگی ہےاس کونہیں دھویا، یا پتھر سے صاف کر لیا توغسل ہی نہیں ہوااور نماز بھی جائز نہیں ہوگی ، اس لئے جنابت اور حیض،اورنفاس کے غسل میں مخرج میں تھوڑی سی نجاست بھی ہوتو اس کو دھونا فرض ہے، اصل مقصوداس جگہ کودھونا فرض ہے۔

وجہ : (۱) آیت میں ہے۔ وان کنتم جنبا فاطھروا (آیت ۶،سورۃ المائدۃ ۵) آیت میں ہے کہ جنابت کی حالت میں خوب خوب پاکی حاصل کرو(۲) حدیث میں ہے کہ ہر ہر جگہ کودھونا ضروری ہے۔عن علی قال ان رسول اللہ ﷺ قال من ترک موضع شعرہ من جنابة لم یغسلھافعل بھا کذا کذا من النار (ابوداؤدشریف،باب فی الغسل من الجنابۃ، ص۴۶،نمبر۲۴۹)معلوم ہوا کہ ایک بال برابر بھی غسل میں خشک رہ جائے توغسل نہیں ہوگا۔(۳)عن ابی ھریرۃ ان النبی ﷺ جعل المضمضة والاستنشاق للجنب ثلاثا فریضة(سنن دارقطنی ،باب ماروی فی مضمضۃ والاستنشاق فی غسل الجنابۃ،ج اول،ص۱۲۱،نمبر۴۰۳) اس حدیث میں ہے کہ جنبی پر کلی کرنااور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے تا کہ ایک بال برابر سوکھا نہ رہ جائے۔(۴)اس حدیث میں ہے کہ آپؐ فرج کوصاف فرماتے تھے۔ حدثتنی خالتی میمونة قالت : ادنیت لرسول اللہ ﷺ غسله من الجنابة،فغسل کفیه مرتین او ثلاثا ،ثم ادخل یدہ فی الاناء ،ثم افرغ به علی فرجه ،و غسله بشماله ،ثم ضرب بشماله الارض ،فدلکھا دلکاً شدیدا، ثم توضأ وضوئه للصلاة ثم افرغ علی رأسه ثلاث حفنات ملء کفه،ثم غسل سائر جسدہ ،ثم تنحی عن مقامه ذالک فغسل رجلیه ،ثم اتیته بالمندیل فردہ (مسلم شریف،باب صفۃ غسل الجنابۃ ص۱۴۷نمبر۷۲۲/۳۱۷/بخاری شریف،باب الغسل مرۃ واحدۃ،ص۳۹،نمبر۲۵۷) اس حدیث میں ہے کہ آپؐ عضو پر پانی بہاتے تھے ۔

ترجمہ :(۴۰) اور یہ کہ صاف پتھر،یااس جیسی چیز سے استنجاء کرے،لیکن پانی سے دھونا محبوب ہے،اور پانی پتھر کوجمع کرنا افضل

الماء والحجر. فیمسح ثم یغسل. (۴۱)ویجوز ان یقتصر علی الماء او الحجر.

ہے،اس صورت میں پہلے پتھر سے پونچھے پھر دھوئے۔

تشریح :ایک درہم سے زیادہ تجاوز کیا ہوتب تو دھونا فرض ہے،لیکن ایک درہم سے تجاوز نہ کیا ہوتو پانی سے دھونا محبوب ہے،اور پتھر کو اور پانی کو جمع کرنا افضل ہے،اس صورت میں طریقہ یہ ہے کہ پہلے پاک صاف پتھر سے یا اس جیسی چیز سے مثلا ڈھیلا، یا ٹیشو پیپر سے مقام کو صاف کرلے اور اس کے بعد پانی سے دھولے،اس جمع کرنے سے بدبو بھی ختم ہوجائے گی اور صفائی،اور پاکی بھی ہو جائے گی۔

وجہ :(۱) اہل قباء پہلے پتھر سے صاف کرتے تھے پھر پانی سے مقام کو دھوتے تھے تو ان کی تعریف میں یہ آیت نازل ہوئی۔عن ابی ھریرة عن النبی ﷺ قال:نزلت ھذہ الآیة فی اھل قباء ﴿فیہ رجال یحبون أن یتطھروا ﴾ آیت ۱۰۸ سورة التوبة ۹) قال کانوا یستنجون بالماء فنزلت فیھم ھذہ الآیة ۔(ابوداود شریف، باب فی الاستنجاء بالماء،ص ۷،نمبر ۴۴/ سنن للبیھقی ، باب الاستنجاء بالماء،، ج اول،ص ۱۷۰،نمبر ۵۱۱)اس حدیث سے پتہ چلا کہ دونوں کو جمع کرنا زیادہ بہتر ہے۔(۲) اگر درہم سے کم پیخانہ یا پیشاب لگا ہوتو صرف پتھر سے پاکی ہوجائے گی اس کی دلیل یہ حدیث۔ عن عائشة قالت ان رسول اللہ قال: اذا ذھب احدکم الی الغائط فلیذھب معہ بثلثة احجار یستطیب بھن فانھا تجزئ عنہ ۔(ابوداؤد شریف، باب الاستنجاء بالاحجار،ص ۷،نمبر ۴۰) حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ پتھر اور ڈھیلا استنجاء کے لئے کافی ہے۔(۳)اور پانی زیادہ بہتر ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن عائشة قالت : ما رأیت رسول اللہ ﷺ خرج من غائط قط الا مس ماءً ۔(ابن ماجہ شریف ، باب الاستنجاء بالماء،ص ۵۳ ،نمبر ۳۵۴) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ پیخانہ کے لئے پانی استعمال کرتے تھے۔(۴) پاک صاف پتھر سے استنجاء کرے،اس کی دلیل یہ اثر ہے۔عن الحسن انہ کان یکرہ ان یستنجی بالحجر الذی قد استنجی بہ الرجل او بروث او رجیع دابة بعظم (مصنف ابن ابی شیبة ، باب ما کرہ ان یستنجی بہ ولم یرخص فیہ، ج اول، ص ۱۴۳،نمبر ۱۶۵۳)اس اثر میں ہے کہ جس پتھر سے استنجاء کرچکا ہو اس سے دوبارہ استنجاء کرنا مکروہ ہے

لغت :منق :نقی سے مشتق ہے، صاف ستھرا۔مسح :مسح کا معنی ہے پونچھنا،اور غسل کا معنی ہے پانی سے دھونا۔احب :اور افضل میں فرق یہ ہے کہ افضل زیادہ بہتر ہے،اور احب کم بہتر ہے۔

ترجمہ :(۴۱)اور جائز ہے کہ پانی پر اکتفاء کرے یا پتھر پر اکتفاء کرے۔

تشریح : پیشاب، یا پیخانہ درہم سے کم لگا ہوتو یہ بھی جائز ہے کہ صرف پتھر سے صاف کرلے اور نماز پڑھ لے،اور یہ بھی جائز ہے کہ صرف پانی سے دھولے اور نماز پڑھ لے، پتھر سے صاف کرنے سے نجاست بالکل ختم نہیں ہوگی ،صرف کم ہوگی ،لیکن چونکہ درہم

(۴۲)والسنة انقاء المحل. والعدد فی الاحجار مندوب لا سنة مؤكدة. فيستنجی بثلاثة احجار ندبا ان حصل التنظيف بما دونها. (۴۳)وكيفية الاستنجاء ان يمسح بالحجر الاول من جهة المقدم الی خلف وبالثانی من خلف الی قدّام وبالثالث من قدام الی خلف اذا كانت الخصية مدلاة.

سے کم معاف ہے اس لئے نماز جائز ہو جائے گی۔

ترجمہ :(۴۲) سنت محل کا صاف کرنا ہے، اور پتھر کے بارے میں تین عدد مندوب ہے سنت مؤکدہ نہیں ہے اس لئے تین پتھر سے استنجاء کرنا مستحب ہے اگر اس سے کم سے صفائی حاصل ہو جائے۔

تشریح : حنفیہ کے نزدیک مقام کی صفائی اصل مقصد ہے چاہے جتنے پتھر میں حاصل ہو جائے اس لئے حدیث میں جو تین پتھر کا حکم ہے وہ مستحب ہے، سنت مؤکدہ نہیں ہے، چنانچہ اگر تین پتھر سے کم میں صفائی ہو جائے تب بھی تین پتھر استعمال کرلے تا کہ استحباب پر عمل ہو جائے، اور اگر تین سے بھی صفائی نہ ہو تو چار اور پانچ بھی استعمال کرسکتا ہے۔

وجہ :(۱) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن ابی ہریرة عن النبی ﷺ قال... ومن استجمر فليوتر من فعل فقد احسن ومن لا فلا حرج** (ابوداؤد شریف، باب الاستتار فی الخلاء، ص ۷۱، نمبر ۳۵) اس حدیث میں ہے کہ تین پتھر استعمال کرو تب بھی ٹھیک ہے اور نہ کرو تب بھی ٹھیک ہے۔ (۲) اس حدیث میں ہے کہ صحابہ خشک پیخانہ کرتے تھے اس لئے تین میں صفائی ہو جاتی تھی اس لئے تین پتھر کا حکم دیا، اس سے معلوم ہوا کہ تین پتھر مستحب ہے۔ حدیث یہ ہے۔ **عن عائشة قالت ان رسول الله قال: اذا ذهب احدكم الی الغائط فليذهب معه بثلثة احجار يستطيب بهن فانها تجزئ عنه**۔ (ابو داؤد شریف، باب الاستنجاء بالاحجار، ص ۷، نمبر ۴۰) اس حدیث میں ہے کہ تین کافی ہوتا ہے, **فانها تجزئ عنه**، اس لئے تین پتھر استعمال کرے۔

لغت: انقاء المحل: محل کا صاف کرنا۔ التنظیف: نظف سے مشتق ہے، صفائی۔ **دونها**: کم، پرے۔

ترجمہ : (۴۳) استنجاء کا طریقہ یہ ہے کہ جب خصیتین لٹکے ہوئے ہوں تو پہلا ڈھیلا آگے سے پیچھے لیجائے، اور دوسرا پیچھے سے آگے لائے، اور تیسرا آگے سے پیچھے لیجائے۔

تشریح : یہ طریقہ استنجاء کے آداب میں سے ہے، اور نجاست پھیلا نہ جائے اس کی مصلحت کے لئے ہے، کوئی سنت یا واجب نہیں ہے، اس لئے اس کے لئے کوئی حدیث یا قول صحابی نہیں ہے، اس کے خلاف بھی کرے گا تو کوئی حرج نہیں ہے۔ خصیہ لٹکا ہوا ہو تو پہلا ڈھیلا آگے سے پیچھے اس لئے لیجائے کہ اگر پیچھے سے آگے لائے گا تو ہوسکتا ہے کہ خصیہ میں پیخانہ لگ جائے اور صفائی کے بجائے اور گندہ ہو جائے، اس لئے پہلا ڈھیلا آگے سے پیچھے لیجائے گا، اور اس سے نجاست میں کچھ کمی ہو جائے تو دوسرا ڈھیلا

(۴۴) وان كانت غير مدلاة يبتدئ من خلف الى قدام. (۴۵) والمرأة تبتدئ من قدام الى خلف خشية تلويث فرجها (۴۶) ثم يغسل يده اولا بالماء ثم يدلك المحل بالماء بباطن اصبع او اصبعين او ثلاث ان احتاج (۴۷) ويصعّد الرجل اصبعه الوسطیٰ علی غيرها فی ابتداء الاستنجاء ثم يصعّد

پیچھے سے آگے لائے گا،لیکن ابھی بھی پیخانہ زیادہ ہے تو دوسرا ڈھیلا بھی آگے سے پیچھے ہی لیجائے گا۔

لغت:الخصية:مرد کا خصیہ۔قدام:آگے کی طرف۔مدلاۃ:دلو سے مشتق ہے،لٹکانا۔

ترجمه :(۴۴) اور اگر خصیہ لٹکا ہوا نہ ہو تو شروع کرے گا پیچھے سے آگے کی طرف۔

تشریح :اگر خصیہ لٹکا ہوا نہ ہو تو پہلے ڈھیلے سے پیچھے سے آگے کی طرف لائے، کیونکہ پیچھے سے آگے کی طرف لانے سے زور سے گھسیٹا جاتا ہے اور صفائی زیادہ ہوتی ہے،اس لئے پہلے ڈھیلے سے پیچھے سے آگے کی طرف لائے اور دوسرے ڈھیلے سے آگے سے پیچھے کی طرف،اور تیسرے ڈھیلے سے پیچھے سے آگے کی طرف کرے۔

ترجمه :(۴۵)اور عورت شروع کرے گی آگے سے پیچھے کی طرف اس ڈر سے کہ اس کی شرمگاہ ملوث نہ ہو جائے۔

تشریح :عورت پہلے ڈھیلے سے ہمیشہ آگے سے پیچھے کی طرف لیجائے،کیونکہ پیچھے سے آگے کی طرف لائے گی تو ہو سکتا ہے کہ نجاست شرمگاہ میں بھر جائے،اور صفائی کے بجائے اور گندگی پھیل جائے،اس لئے پہلے ڈھیلے سے آگے سے پیچھے کی طرف لیجائے گی۔

ترجمه :(۴۶) پھر اپنے ہاتھ کو پانی سے دھوئے،پھر پیخانے کے مقام کو پانی سے رگڑے ایک انگلی یا دو انگلی،یا تین انگلیوں کے باطن سے اگر ضرورت ہو۔

تشریح : پتھر سے مقام کو صاف کرنے کے بعد پہلے ہاتھ کو پانی سے دھوئے تاکہ ہاتھ میں کوئی نجاست لگی ہو تو وہ صاف ہو جائے،اس کے بعد پانی سے پیشاب،اور پیخانے کے مقام کو رگڑ کر دھوئے،ایک انگلی،یا دو انگلی،اور ضرورت پڑے تو تین انگلی کے باطن سے دھوئے۔صرف ایک انگلی استعمال نہ کرے کہ سوراخ میں جانے کا خطرہ ہے،اور تین سے زیادہ استعمال نہ کرے،کیونکہ اس سے ضرورت پوری ہو جاتی ہے،اور بلا وجہ انگلیوں کو نجاست میں ملوث کرنا اچھا نہیں ہے۔ہاں کبھی چار کی ضرورت ہی پڑ گئی تو مضائقہ نہیں ہے۔

ترجمه :(۴۷) اور مرد استنجاء کے شروع میں اپنی بیچ کی انگلی کو دوسری انگلیوں سے اوپر اٹھائے،اور اس کے پاس کی انگلیوں کو بھی اوپر اٹھائے،اور صرف ایک انگلی پر اکتفاء نہ کرے۔

تشریح :پانی سے پیخانہ کو دھونے میں اصل کام وسطی انگلی کا باطن حصہ ہے اسی سے پیخانہ صاف کیا جاتا ہے اس لئے وسطی انگلی

بنصره ولا يقتصر على اصبع واحدة.(۴۸) والمرأة تصعد بنصرها واوسط اصابعها معًا ابتداء خشية حصول اللذة .(۴۹) ويبالغ فى التنظيف حتى يقطع الرائحة الكريهة و فى ارخاء المقعدة ان لم يكن

کے باطن حصے کو تھوڑا سا ابھارے اور بنصر انگلی کو ساتھ رکھے اور پیخانہ صاف کرے، اگر ضرورت نہ ہو تو شہادت کی انگلی کو ساتھ نہ کرے کیونکہ اس سے قرآن وغیرہ پکڑنے کا کام بھی لیا جاتا ہے، لیکن ضرورت پڑ جائے تو اس کو بھی وسطی انگلی کے ساتھ رکھ سکتا ہے۔

لغت : ابہام: انگوٹھا۔ مسبحۃ: اور سبابۃ: شہادت کی انگلی۔ وسطی : بیچ کی انگلی۔ بنصر: وسطی کے بعد والی انگلی۔ خنصر: کنارے کی سب سے چھوٹی انگلی، ہمارے یہاں اس کو کنگور یا انگلی کہتے ہیں۔ یصعد: تھوڑا سا ابھارے، انگلی پر چڑھائے۔

ترجمہ :(۴۸) عورت اپنے بنصر اور وسطی انگلی کو شروع میں ایک ساتھ ابھارے لذت حاصل ہونے کے ڈر سے۔

تشریح : عورت پیخانہ صاف کرنے کے لئے شروع میں وسطی انگلی کے ساتھ ہی بنصر انگلی کو بھی ابھارے، اور ساتھ ملا کر پیخانہ صاف کرے، کیونکہ تنہا وسطی انگلی سے صاف کیا تو خطرہ ہے کہ وہ انگلی شرمگاہ میں گھس جائے اور لذت حاصل ہونے لگ جائے، اس لئے دونوں انگلیوں کو ملا کر ہی استعمال کرے۔ یہ سب آداب استنجاء ہیں جن میں مصلحت کے مطابق بات کی ہے، ورنہ اگر نجاست پھیلنے کا اور لذت حاصل ہونے کا خطرہ نہ ہو تو اس کے خلاف کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

ترجمہ :(۴۹) صفائی کرنے میں اتنا مبالغہ کرے کہ بدبو ختم ہو جائے، اور پاخانہ کے مقام کو ڈھیلہ کرنے میں مبالغہ کرے اگر روزہ دار نہ ہو۔

تشریح : پاخانہ کے مقام کو پہلے ڈھیلے یا ٹیشو پیپر سے خوب صاف کرے، پھر پانی سے اتنا صاف کرے کہ اس کی بدبو ختم ہو جائے، اسی طرح پاخانہ کا جو مقام ہے اگر روزہ دار نہ ہو تو اس کو کافی ڈھیلہ کرے تاکہ پانی تھوڑا اندر تک پہنچ جائے اور اندر تک پاخانہ صاف ہو جائے، روزہ دار نہ ہونے کی قید اس لئے لگائی کہ اگر روزہ دار ہو اور مقام ڈھیلہ کیا اور پانی پیٹ کے اندر پہنچ گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اس لئے روزہ دار آدمی زیادہ ڈھیلہ نہ کرے

وجہ :(۱) اس حدیث میں ہے کہ نجاست صاف کرنے میں خاص احتیاط کرے۔ **عن معاذ عن عائشة قالت مرن ازواجكن ان يغسلوا اثر الغائط و البول فان رسول الله ﷺ كان يفعله و انا استحييهم** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کان یقول اذا خرج من الغائط فلیستنج بالماء، ج اول ص ۱۴۰، نمبر ۱۶۱۸) اس حدیث میں ہے کہ پیخانہ اور پیشاب کے ختم ہونے تک صفائی کرے۔

لغت :التنظیف: نظف سے مشتق ہے، نظافت کرنا، صفائی کرنا۔ ارخاء: ڈھیلہ کرنا، ارخاء المقعد: پاخانہ کے مقام کو ڈھیلہ کرنا۔ الرائحۃ الکریھۃ: بدبو۔

صائما. (۵۰) فاذا فرغ غسل یده ثانیا ونشف مقعدته قبل القیام ان کان صائما.

﴿فصل : ما یجوز به الاستنجاء ما یکره﴾

(۵۱) لا یجوز کشف العورة للاستنجاء وان تجاوزت النجاسة مخرجها

ترجمہ :(۵۰) جب استنجاء سے فارغ ہو جائے تو دوبارہ اپنے ہاتھ کو دھوئے، اور روزہ دار ہو تو کھڑے ہونے سے پہلے اپنے مقعد کو خشک کر لے۔

تشریح : ہوسکتا ہے کہ ہاتھ میں بدبو رہ جائے اس لئے استنجاء سے فارغ ہونے کے بعد دوبارہ اپنے ہاتھ کو دھولے، اور روزہ دار ہو تو ہوسکتا ہے کہ استنجاء کا باقی ماندہ پانی سرک کر پیٹ میں چلا جائے اور روزہ نہ ٹوٹ جائے اس لئے کھڑا ہونے سے پہلے مقعد پر لگے ہوئے پانی کو خشک کر لے۔

وجہ:(۱) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ استنجاء کرنے کے بعد ہاتھ دھوتے تھے۔ عن ابی ھریرۃ قال کان النبی ﷺ اذا اتی الخلاء أتیته بماء فی تور او رکوۃ فاستنجی [قال ابو داود فی حدیث وکیع] ثم مسح یدہ علی الارض ثم أتیته باناء آخر فتوضأ۔ (ابوداود شریف، باب الرجل یدلک یدہ بالارض اذا استنجی، ص ۱۸، نمبر ۴۵) اس حدیث میں ہے کہ استنجاء کے بعد ہاتھ دھوتے۔ (۲) نجاست کے صاف کرنے کے بعد دوبارہ ہاتھ دھوتے۔ حدثتنی خالتی میمونۃ قالت: ادنیت لرسول اللہ ﷺ غسلہ من الجنابۃ، فغسل کفیہ مرتین او ثلاثاً، ثم ادخل یدہ فی الاناء، ثم افرغ بہ علی فرجہ، و غسلہ بشمالہ، ثم ضرب بشمالہ الارض، فدلکھا دلکاً شدیدا، ثم توضأ وضوئہ للصلاۃ ثم افرغ علی رأسہ ثلاث حفنات ملء کفہ، ثم غسل سائر جسدہ، ثم تنحی عن مقامہ ذالک فغسل رجلیہ، ثم اتیتہ بالمندیل فردہ (مسلم شریف، باب صفۃ غسل الجنابۃ ص ۱۴۷ نمبر ۷۲۲/۳۱۷ / بخاری شریف، باب الغسل مرۃ واحدۃ، ص ۳۹، نمبر ۲۵۷) اس حدیث میں ہے کہ آپؐ فراغت کے بعد ہاتھ دھوتے۔

﴿استنجاء میں کیا جائز اور کیا مکروہ ہے﴾

ترجمہ :(۵۱) استنجاء کرنے کے لئے ستر کھولنا جائز نہیں ہے اگر چہ نجاست مخرج سے تجاوز کر گئی ہو۔

تشریح : پیشاب، پیخانہ اگر تجاوز کر گیا ہو اور اس کو دھونے کی ضرورت ہو پھر بھی لوگوں کے سامنے ستر نہ کھولے بلکہ دور چلا جائے یا کسی دیوار کے پیچھے چھپ جائے اور نجاست دھوئے، کیونکہ بیوی اور باندی کے علاوہ کو ستر دیکھنا حرام ہے۔

وجہ :(۱) حدیث میں ہے۔ عن عبد الرحمن بن ابی سعید الخدری عن ابیہ ان رسول اللہ ﷺ قال لا ینظر الرجل الی عورۃ الرجل و لا المرأۃ الی عورۃ المرأۃ ولا یفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد و لا

(۵۲) وزادالمتجاوز علی قدر الدرھم لا تصح معه الصلوۃ اذا وجد ما یُزیله.ویحتال لازالته من غیر کشف العورۃ عند من یراہ.(۵۳) ویکرہ الاستنجاء بعظم وطعام لآدمی او بھیمة و آجرٍ وخزف و

تفضی المرأۃ الی المرأۃ فی الثوب الواحد۔ (مسلم شریف، باب تحریم النظر الی العورات،ص ۱۵۰،نمبر ۷۶۸/۳۳۸)
اس حدیث میں ہے کہ کوئی دوسرے کا ستر نہ دیکھے۔(۲) حدثنا بھز بن حکیم حدثنی ابی عن جدی قال قلت یا رسول الله ! عوراتنا ما نأتی منھا و ما نذر ؟ قال احفظ عورتک الا من زوجتک او ما ملکت یمینک فقال الرجل یکون مع الرجل ؟ قال ان استطعت ان لا یراھا احد فافعل قلت فالرجل یکو ن خالیا ،قال فالله احق ان یستحیا منه ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی حفظ العورۃ،ص ۶۲۶،نمبر ۲۷۶۹)اس حدیث میں ہے کہ ستر کی حفاظت کرے ۔(۳)عن ابن عمر ان النبی ﷺ کان اذا اراد حاجة لا یرفع ثوبه حتی یدنو من الارض ۔(ابوداود شریف،باب کیف التکشف عند الحاجۃ،ص ۱۴،نمبر ۱۴/ ترمذی شریف، باب ماجاء فی الاستتار عند الحاجۃ،ص ۵،نمبر ۱۴)اس حدیث میں ہے کہ ستر کھولنے کی ضرورت پڑے تو زمین کے قریب ہو کر ستر کھولے۔(۴)عن جابر بن عبد الله ان النبی ﷺ کان اذا اراد البراز انطلق حتی لا یراہ احد ۔(ابوداود شریف، باب التخلی عند قضاء الحاجۃ،ص ۱۳،نمبر ۲) پیخانہ کے لئے حضورؐ دور جایا کرتے تھے۔

ترجمہ :(۵۲) تجاوز کرنے والی نجاست درہم کی مقدار سے زیادہ ہو تو اس کے ساتھ نماز جائز نہیں ہے اگر ایسی چیز پائے جو زائل کر سکتی ہو اور دیکھنے والوں سے بغیر ستر کھولے ہوئے اس کا ازالہ ممکن ہو۔

تشریح :اگر نجاست درہم سے زیادہ لگی ہو اور اس نجاست کو زائل کرنا ممکن ہو، یا کوئی ایسا حیلہ موجود ہو کہ دیکھنے والوں کے سامنے بغیر ستر کھولے ہوئے اس کو زائل کر سکتا ہو تو اس نجاست کے ساتھ نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ایک درہم سے زائد نجاست معاف نہیں ہے اور لوگوں کے سامنے بغیر ستر کھولے ہوئے زائل کرنے کا امکان موجود ہے۔

لغت:متجاوز: تجاوز کرنے والی چیز، مراد ہے نجاست۔ یحتال: حیلہ کرے۔ کشف العورۃ: عورت کو کھولنا۔

ترجمہ :(۵۳) اور استنجاء کرنا مکروہ ہے ہڈی اور انسان اور حیوانات کی خوراک اور پکی اینٹ اور ٹھیکری اور کوئلہ اور شیشہ اور چونا اور محترم چیزیں، مثلا ریشمی اور سوتی کپڑے سے۔

تشریح : ان چیزوں سے استنجاء کرنا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں انسانی یا حیوانی خوراک ہے جنکو پلید کرنا اچھا نہیں ہے، یا اتنی تیز چیز ہے جس سے پیشاب یا پیخانے کی جگہ کٹ سکتی ہے، جیسے شیشہ، کیونکہ اس سے انسان کو نقصان ہے، یا قابل احترام چیز ہے جیسے ریشمی اور سوتی کپڑے، کیونکہ نجاست کے ذریعہ اس کو گندہ کرنا ہے اس لئے ان چیزوں سے پیشاب یا پیخانہ صاف کرنا مکروہ ہے۔

فحم و زجاج وجصّ وشیء محترم کخرقة دیباج وقطن (۵۴)وبالید الیمنیٰ الا من عذر.

وجه : اسکے لئے حدیث یہ ہے۔ عن سلمان قال قیل له قد علمکم بینکم صلی الله علیه وسلم کل شیء حتی الخرائة قال فقال اجل لقد نهانا ان نستقبل القبلة لغائط او بول او ان نستنجی بالیمین او ان نستنجی باقل من ثلثة احجار او ان نستنجی برجیع او بعظم ۔(مسلم شریف، باب الاستطابۃ، ص۱۳۰، نمبر۲۶۲/ ۶۰۶ رترمذی شریف ، باب الاستنجاء بالحجارۃ، ص۱۰، نمبر۱۶) اس حدیث میں ہے ہڈی، اور گوبر سے استنجاء جائز نہیں ہے۔(۲) اس حدیث میں بھی ہے عن ابی هریرة قال: اتبعت النبی ﷺ و خرج لحاجته فکان لا یلتفت ، فدنوت منه فقال : ((ابغنی احجاراً أستنفض بها ، او نحوه . و لا تأتینی بعظم و لا روث)) ۔(بخاری شریف، باب الاستنجاء بالحجارۃ، ص۲۷، نمبر۱۵۵ رمسلم شریف، باب الاستطابۃ ص۱۳۰ نمبر۲۶۲/۶۰۷) اس حدیث میں ہے کہ ہڈی اور لید نہ لانا اس سے معلوم ہوا کہ لید اور ہڈی سے استنجاء کرنا صحیح نہیں ہے۔(۳) اس حدیث میں ہے کہ جن کے کھانے سے استنجاء نہ کرے۔عن عبد الله بن مسعود قال : قال رسول الله ﷺ : لا تستنجو بالروث و لا بالعظام فانه زاد اخوانکم من الجن ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراھیۃ ما یستنجی بہ، ص۱۱، نمبر۱۸ ربخاری شریف، باب ذکر الجن، ص۶۴۷، نمبر۳۸۶۰) اس حدیث میں ہے کہ ہڈی جن کی خوراک ہے، جس سے استنجاء نہ کیا جائے ۔

اصول : نقصان دہ چیز سے اور محترم چیز سے استنجاء مکروہ ہے۔

لغت: عظم: ہڈی۔ بھیمۃ: چوپایہ۔ آجر: پکی اینٹ۔ خزف: ٹھیکری، مٹی کا پکا ہوا برتن ۔ فحم: کوئلہ۔ زجاج: شیشہ۔ جص: چونا، گچ۔ خرقۃ دیباج: ریشمی کپڑا۔ قطن: ، روئی، سوتی کپڑا۔

ترجمہ :(۵۴) اور دائیں ہاتھ سے استنجاء مکروہ ہے، مگر عذر سے۔

تشریح : دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا مکروہ ہے، لیکن بائیں ہاتھ میں عذر ہو تو مکروہ نہیں ہے، کرسکتا ہے۔

وجه:(۱) اس حدیث میں ہے کہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا مکروہ ہے۔ عن سلمان قال قیل له قد علمکم بینکم صلی الله علیه وسلم کل شیء حتی الخرائة قال فقال اجل لقد نهانا ان نستقبل القبلة لغائط او بول او ان نستنجی بالیمین او ان نستنجی باقل من ثلثة احجار او ان نستنجی برجیع او بعظم ۔(مسلم شریف، باب الاستطابۃ، ص۱۳۰، نمبر۲۶۲/ ۶۰۶ رترمذی شریف، باب الاستنجاء بالحجارۃ، ص۱۰، نمبر۱۶)(۲) اس حدیث میں ہے۔عن عبد الله بن ابی قتادة عن ابیه عن النبی ﷺ قال اذا بال أحدکم فلا یأخذن ذکره بیمینه و لا یستنج بیمینه و لا یتنفس فی الاناء۔(بخاری شریف، باب لا یمسک ذکرہ بیمینہ اذا بال، ص۳۲، نمبر۱۵۴) اس حدیث میں ہے کہ پیشاب کرتے

(۵۵) ویدخل الخلاء برجله الیسریٰ ویستعیذ بالله من الشیطان الرجیم قبل دخوله (۵٦)ویجلس

وقت دائیں ہاتھ سے ذکر کو نہ پکڑے، اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے۔

ترجمہ :(۵۵) اور بیت الخلاء میں پہلے بائیں پاؤں کو داخل کرے۔اور دخول سے پیشتر شیطان رجیم سے پناہ مانگے۔

تشریح :قاعدہ یہ ہے کہ اچھی چیز کے لئے دایاں پاؤں آگے کرے، اور ناپسندیدہ چیز کے لئے بایاں پاؤں آگے کرے، بیت الخلاء میں جانا ناپسندیدہ چیز ہے اس لئے بایاں پاؤں پہلے داخل کرنا سنت ہے، اور داخل ہونے سے پہلے شیطان سے پناہ مانگے۔

وجہ :(۱)اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ عن عائشة قالت ان کان رسول الله ﷺ لیحب التیمن فی طهوره اذا تطهر و فی ترجله اذا ترجل ، و فی انتعاله اذا انتعل ۔(مسلم شریف، باب التیمن فی الطھو روغیرہ،ص ۱۲۷،نمبر ٦١٦/٢٦٨)(۲)اس حدیث میں بھی ہے۔عن عائشة قالت کانت ید رسول الله ﷺ الیمنی لطهوره و طعامه و کانت یده الیسری لخلائه و ما کان من اذی ۔(ابوداود شریف، باب کراھیۃ مس الذکر بالیمین فی الاستبراء،ص ۷ا،نمبر ۳۳)اس حدیث میں ہے کہ دائیں جانب اچھے کام کے لئے اور بائیں جانب ناپسندیدہ کام کے لئے استعمال ہوتا تھا۔اس حدیث میں ہے کہ اچھے کاموں میں دایاں استعمال کرتے تھے۔(۳)اور پناہ مانگنے کی حدیث یہ ہے۔ سمعت انسا یقول کان النبی ﷺ اذا دخل الخلاء قال اللهم انی اعوذ بک من الخبث و الخبائث .... حدثنا عبد العزیز اذا اراد ان یدخل ۔(بخاری شریف، باب مایقول عند الخلاء،ص ۳۰،نمبر ۱۴۲)اس حدیث میں ہے کہ خبث اور خبائث یعنی شیطان سے پناہ مانگے۔(۲) عن انس بن مالک قال کان رسول الله ﷺ اذا دخل الخلاء۔ قال : عن حماد۔ قال اللهم انی اعوذبک ، و قال عن عبد الوارث قال اعوذ بالله من الخبث و الخبائث ۔(ابوداود شریف، باب مایقول الرجل اذا دخل الخلاء،ص ۱۳،نمبر ۴/ترمذی شریف، باب مایقول اذا دخل الخلاء،ص ۲،نمبر ۵)اس حدیث میں ہے کہ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت اللہ سے شیطان مردود سے پناہ مانگے۔

ترجمہ :(۵٦)اور بائیں پاؤں پر سہارا لے کر بیٹھے۔

تشریح : ضرورت ہو تو دائیں پاؤں پر بھی بیٹھ سکتا ہے، لیکن سنت طریقہ یہ ہے کہ بائیں پاؤں پر سہارا لیکر بیٹھے۔

وجہ : اس کے لئے حدیث یہ ہے۔قدم علینا سراقة بن جعشم فقال علمنا رسول الله ﷺ اذا دخل احدنا الخلاء ان یعتمد الیسری و ینصب الیمنی ۔(سنن بیہقی، باب تغطیۃ الرأس عند دخول الخلاء، الخ، ج اول،ص ۱۵٦،نمبر ۴۵۷)اس حدیث میں ہے کہ بیت الخلاء میں بائیں پاؤں پر بیٹھے۔

ترجمہ :(۵۷) اور نہ بات کرے مگر ضرورت پڑنے پر۔

معتمدا على يساره (٥٧) ولا يتكلم الا لضرورة. (٥٨) ويكره تحريما استقبال القبلة واستدبارها

وجه :(ا) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔قال حدثنی ابو سعید قال سمعت رسول الله ﷺ یقول لا یخرج الرجلان یضربان الغائط کاشفین عن عورتهما یتحدثان فان الله عزوجل یمقت علی ذالک ۔(ابوداود شریف ، باب کراھیۃ الکلام عند الخلاء، ص۱۴، نمبر۱۵) اس حدیث میں ہے کہ بیت الخلاء کے وقت بات کرنے سے اللہ تعالی ناراض ہوتے ہیں۔ (۲) پیشاب، پیخانے کے وقت حضورؐ نے سلام کا جواب بھی نہیں دیا، حدیث یہ ہے۔ عن المهاجر بن قنفذ انه اتی النبی ﷺ و هو یبول فسلم علیه فلم یرد علیه حتی توضأ ثم اعتذر الیه فقال انی کرهت ان اذکر الله تعالی ذکره الا علی طهر او قال علی طهارة ۔(ابوداود شریف، باب فی الرجل یرد السلام وھو یبول؟ ص۱۵، نمبر۱۷) اس حدیث میں ہے کہ پیشاب کے وقت سلام کا بھی جواب نہیں دیا۔ اس لئے بات کرنا بھی مکروہ ہے۔

ترجمه :(۵۸) اور قبلہ کا استقبال، اور اسکی طرف پیٹھ کرنا مکروہ تحریمی ہے چاہے چہار دیواری میں ہو۔

تشریح : پیخانے کے وقت استقبال اور استدبار قبلہ دونوں مکروہ تحریمی ہے، اور پیشاب کے وقت استقبال مکروہ تحریمی ہے، اور استدبار اتنا مکروہ نہیں ہے، حنفیہ کے نزدیک چہار دیواری میں بھی مکروہ ہے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک چہار دیواری میں مکروہ نہیں ہے، کھلی فضا میں مکروہ ہے۔

وجه : (ا) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول الله ﷺ اذا اتی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلة و لا یولها ظهرها ، شرقوا او غربوا. (بخاری شریف، باب لا تستقبل القبلۃ ببول ولا غائط الا عند البناء، جدار اونحوہ، ص۳۰، نمبر۱۴۴) اس حدیث میں ہے کہ پیخانے کے وقت استقبال قبلہ یا استدبار قبلہ نہ کرے (۲) اس حدیث میں بھی ہے۔عن سلمان قال قیل له قد علمکم بینکم صلی الله علیه وسلم کل شیء حتی الخرائة قال فقال اجل لقد نهانا ان نستقبل القبلة لغائط او بول او ان نستنجی بالیمین او ان نستنجی باقل من ثلثة احجار او ان نستنجی برجیع او بعظم ۔(مسلم شریف، باب الاستطابۃ ص۱۳۰ نمبر۲۶۲/ ۶۰۶ رترمذی شریف، باب الاستنجاء بالحجارۃ، ص۱۰، نمبر۱۶) اس حدیث میں ہے کہ پیشاب اور پیخانہ کے وقت استقبال قبلہ نہ کرے۔ اور اس حدیث میں چہار دیواری کی قید نہیں ہے اس لئے چہار دیواری میں بھی مکروہ ہوگا۔

لغت : استقبال: قبلے کی طرف منہ کرنے کو استقبال کہتے ہیں۔اور اس کی طرف پیٹھ کرنے کو استدبار کہتے ہیں۔ بنیان: چہار دیواری، عمارت کے پیچھے۔

ترجمه :(۵۹) اور سورج اور چاند کا استقبال اور ہوا کے رخ پر بھی مکروہ ہے۔

ولو فی البنیان (۵۹) واستقبال عین شمس والقمر ومهب الریح.(۶۰) ویکره ان یبول او یتغوّط فی الماء والظل والجحر والطریق وتحت شجرة مثمرة.

تشــــریح : سورج اور چاند اللہ کی محترم مخلوق ہے اس لئے اس کی طرف پیشاب کر کے اس کی توہین نہ کرے۔اور ہوا کے رخ پر اس لئے پیشاب نہ کرے کہ اس سے چھینٹا اپنے جسم پر آئے گا۔

وجه :(۱)اس حدیث میں ہے۔**عن ابی ہریرة قال کان رسول اللہ ﷺ یکره البول فی الهواء** ۔(سنن بیہقی، باب النھی عن التخلی فی طریق الناس ظلھم ، ج اول، ص ۱۵۹، نمبر ۴۷۲) اس حدیث میں ہے کہ ہوا کے رخ پر پیشاب نہ کرے کیونکہ اس کا چھینٹا خود پیشاب کرنے والے پر پڑے گا۔(۲) اس حدیث میں بھی اس کا اشارہ ہے۔ **فکتب الیه ابو موسی انی کنت مع رسول اللہ ﷺ ذات یوم فأراد ان یبول فأتی دمثا فی اصل جدار فبال ثم قال ﷺ اذا اراد أحدکم أن یبول فلیرتد لبوله موضعا** ۔(ابوداود شریف، باب الرجل یتبوأ لبولہ،ص۱۳،نمبر۳) اس حدیث میں ہے کہ پیشاب کے لئے کسی مناسب جگہ کا انتخاب کرے جس میں چھینٹا جسم پر نہ پڑے۔

تــرجـمـه :(۶۰)اور مکروہ ہے کہ پیشاب اور پیخانہ پانی میں، سایہ میں، سوراخ میں، اور راستے پر اور پھل دار درخت کے نیچے کرے۔

تشریح : ان مقامات پر پیخانہ اور پیشاب کرنا اس لئے مکروہ ہے کہ اس سے انسانوں کو نقصان ہوگا۔

وجه :(۱) پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت اس حدیث میں ہے۔ **عن ابی ہریرة عن النبی ﷺ قال لا یبولن أحدکم فی الماء الدائم ثم یتوضأ منه** ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء فی کراھیة البول فی الماء الراکد،ص ۱۹، نمبر ۶۸) اس حدیث میں ہے کہ پانی میں پیشاب نہ کرے، کیونکہ اس سے پھر استعمال کرنے میں کراہیت ہوگی۔(۲) سایہ میں پیشاب اور پیخانہ کرنے کی ممانعت اس حدیث میں ہے۔**عن ابی ہریرة ان رسول اللہ ﷺ ا قال : اتقوا اللعانین قالوا و ما اللعانان یا رسول اللہ ! قال الذی یتخلی فی طریق الناس او فی ظلهم** ۔(مسلم شریف، باب النھی عن التخلی فی الطریق والظلال،ص ۱۲۷، نمبر ۲۶۹/ ۶۱۸) اس حدیث میں ہے کہ راستے میں اور سائے میں پیشاب نہ کرے۔(۳) سوراخ میں پیشاب کرنے کی ممانعت اس حدیث میں ہے۔**عن عبد اللہ بن سرجس ان النبی ﷺ نهی ان یبال فی الجحر ، قال : قالوا لقتادة ما یکره من البول فی الجحر ؟ قال کان یقول انها مساکن الجن** ۔(ابوداود شریف، باب النھی عن البول فی الجحر،ص ۱۶، نمبر ۲۹)

لــغــت:مہب الریح:ہوا چلنے کا رخ۔ یتغوط: غائط سے مشتق ہے، نچلی زمین، یہاں ترجمہ ہے پیخانہ کرے۔ الظل: سایہ۔

(۶۱)والبول قائما الا من عذر(۶۲) ويخرج من الخلاء برجله اليمنیٰ ثم يقول الحمد لله الذی اذهب عنی الاذیٰ وعافانی.

الجحر:سوراخ۔مثمرة:ثمر سے مشتق ہے، پھلدار درخت۔

ترجمه :(۶۱) کھڑا ہوکر پیشاب کرنا مکروہ ہے مگر عذر کی وجہ سے۔

تشریح : کھڑا ہوکر پیشاب کرنے سے بدن پر چھینٹا پڑے گا اور اچھا بھی نہیں ہے اس لئے کھڑا ہوکر پیشاب کرنا مکروہ ہے، ہاں عذر ہو تو جائز ہے۔

وجه :(۱)اس حدیث میں ہے۔عن عائشة قالت من حدثكم ان النبی ﷺ كان يبول قائما فلا تصد قوه ما كان يبول الا قاعدا ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی النھی عن البول قائما ص۴، نمبر۱۲/ابن ماجة شریف، باب فی البول قاعدا، ص۴۷،نمبر۳۰۷)(۲)عذر ہو تو جائز ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن حذيفة ان رسول الله ﷺ أتى سباطة قوم فبال عليها قائما ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء من الرخصة فی ذالک[فی البول قائما] ص۴، نمبر۱۳/ابن ماجة شریف، باب ماجاء فی البول قائما، ص۴۶، نمبر۳۰۵) اس حدیث میں ہے کہ عذر کی بنا پر کھڑے ہوکر پیشاب کیا۔

ترجمه :(۶۲) بیت الخلاء سے بائیں پاؤں نکالے پھر کہے۔الحمد لله أذهب عنی الأذى و عافانی. الخ

وجه : (۱) اس حدیث کے اشارے میں ہے کہ پہلے دائیں پاؤں بیت الخلاء سے نکالے۔عن عائشة قالت كانت يد رسول الله ﷺ اليمنى لطهوره و طعامه و كانت يده اليسرى لخلائه و ما كان من اذى ۔(ابوداود شریف، باب کراھیة مس الذکر بالیمین فی الاستبراء، ص۷، نمبر۳۳) اس حدیث میں ہے کہ دائیں جانب اچھے کام کے لئے اور بائیں جانب ناپسندیدہ کام کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ (۲) اور بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد یہ دعاء پڑھے اس کا ثبوت اس حدیث میں ہے۔عن انس بن مالک قال كان النبی ﷺ اذا خرج من الخلاء قال : الحمد لله أذهب عنی الأذى و عافانی۔(ابن ماجة شریف، باب مایقول اذا خرج من الخلاء، ص۴۶، نمبر۳۰۱) اس حدیث میں دعاء کا ثبوت ہے۔

﴿فصل فی الوضوء﴾

﴿فصل فی الوضوء﴾

پوری فصل ایک نظر میں۔

وضو کے رکن اور فرض چار ہیں:

۱:......منہ دھونا، اور طول میں اس کی حد شروع پیشانی سے تھوڑی کے نیچے تک ہے اور عرض میں دونوں کانوں کی لوتک ہے۔

۲:......دوسرا کہنی سمیت دونوں ہاتھ دھونا۔

۳:......ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھونا۔

۴:......چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

اور وضو کرنے کا سبب یہ ہے کہ جو (چیزیں) بلا وضو جائز نہ ہو وہ باعتبار حکم دنیوی کے جائز ہو جاوے اور آخرت میں ثواب حاصل ہو۔

اور وضو کے واجب ہونے کے شروط یہ ہیں:

۱:......عقل۔

۲:......بلوغ۔

۳:......اسلام۔

۴:......کافی پانی پر استعمال کی قدرت۔

۵:......اور حدث کا ہونا۔

۶:......اور حیض کا نہ ہونا۔

۷:......اور نفاس کا نہ ہونا۔

۸:......اور تنگئ وقت کا نہ ہونا۔

اور وضو صحیح ہونے کی تین شرطیں ہیں:

۱:......پاک پانی تمام کھال پر پہنچ جاوے۔

۲:......اور منافئ وضو حیض، نفاس وحدث کا منقطع ہونا۔

۳:......اور بدن تک پانی پہنچنے سے روکنے والی شئی مثلاً موم اور چربی کے نہ ہو۔

(۶۳) ارکان الوضوء اربعة وھی فرائضه. (۶۴) الاول غسل الوجة وحدُّه طولا من مبدأ سطح الجبهة الی اسفل الذقن وحدُّه عرضا ما بین شحمتی الاذنین.

ترجمه :(۶۳) ارکان وضوچار ہیں جسکوفرض بھی کہتے ہیں۔

تشریح : جسکوکئے بغیروہ چیز نہ ہواس کوفرض کہتے ہیں۔وضومیں یہ چاروں چیزیں فرض ہیں۔[۱] چہرے کادھونا۔[۲] کہنیوں سمیت ہاتھ دھونا۔[۳] چوتھائی سرکامسح کرنا۔[۴] اورٹخنوں سمیت پاؤں دھونا فرض ہے، باقی سب سنتیں ہیں۔

وجه :(۱) وضومیں چارفرض ہیں ان کی دلیل یہ آیت ہے۔ **یا ایھا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوة فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برء وسکم وارجلکم الی الکعبین، وان کنتم جنبا فاطھروا** ۔(آیت ۶،سورۃ المائدۃ ۵)۔اس آیت میں چاروں اعضاء کا ذکر ہے(۲) اس حدیث میں بھی ان چاروں اعضاء کا ذکر ہے۔**ان حمران مولی عثمان اخبره انه رأی عثمان بن عفان دعا باناء ،فافرغ علی کفیه ثلاث مرار فغسلھما ،ثم ادخل یمینه فی الاناء فمضمض و استنثر ثم غسل وجھه ثلاثا و یدیه الی المرفقین ثلاث مرار ،ثم مسح برأسه ،ثم غسل رجلیه ثلاث مرار الی الکعبین ،ثم قال : قال رسول الله ﷺ : من توضأ نحو وضوئی ھذا ثم صلی رکعتین لایحدث فیھما نفسه غفر له ما تقدم من ذنبه** ۔(بخاری شریف، باب الوضوء ثلا ثا ثلا ثا،ص ۳۲،نمبر ۱۵۹/ابوداودشریف، باب صفة وضوء النبی ﷺ ،ص ۲۶،نمبر ۱۰۸)

ترجمه :(۶۴) پہلا چہرے کادھونا ہے اور لمبائی میں اس کی حد پیشانی کے شروع سے تھوڑی کے نیچے تک،اور چوڑائی میں دونوں کانوں کی لوتک۔

تشریح :سرکا بال جہاں سے اگنا ختم ہوتا ہے وہاں سے شروع ہوکرتھوڑی کے نیچے تک چہرے کی لمبائی کی حد ہے،اورایک کان کی لوسے دوسرے کان کی لوتک چوڑائی میں اس کی حد ہے۔

وجه : **(۱)عن ابن عباس قال دخل علی علیؓ یعنی ابی طالب و قد اھرق الماء .....ثم أخذ بکفه الیمنی قبضةمن ماء فصبھا علی ناصیته فترکھا تستن علی وجھه** ۔(ابوداودشریف، باب صفة وضوء النبی ﷺ ،ص ۲۷،نمبر ۱۱۷) اس حدیث میں ہے کہ پیشانی کے شروع سے ،تھوڑی کے نیچے تک پانی بہایا،جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وضو کی حد ہے ۔**(۲)عن عمار بن یاسر قال رأیت رسول الله ﷺ یخلل لحیته** ۔ (ابن ماجہ شریف، باب ماجاء فی تخلیل اللحیة ،ص ۶۳،نمبر ۴۲۹/ابوداودشریف، باب تخلیل اللحیة ،ص ۳۱،نمبر ۱۴۵) اس حدیث میں ہے کہ ڈاڑھی میں خلال کرتے تھے جس سے معلوم ہوا کہ ڈاڑھی کے نیچے تک وضو کی حد ہے۔ **(۳)عن ابن عمر قال کان رسول الله ﷺ اذا توضأعرک عارضیه**

(٦٥) والثانی غسل یدیه مع مرفقیه.(٦٦) والثالث غسل رجلیه مع کعبیه .(٦٧) والرابع مسح

بعض العرک ثم شبک لحیته بأصابعه من تحتها ۔(ابن ماجہ شریف، باب ماجاء تخلیل اللحیۃ ،ص٦٣،نمبر٤٣٢)اس حدیث میں ہے کہ دونوں گالوں کو رگڑتے تھے جس سے معلوم ہوا کہ دونوں گال وضو میں داخل ہیں۔

لغت :مبدأ: شروع۔جبهة : پیشانی۔الذقن:تھوڑی۔شحمة : کان کی لو، چربی۔اذنین: اذن کی تثنیہ ہے، کان۔

ترجمہ :(٦٥) دوسرا فرض دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا ہے۔

تشریح :دونوں ہاتھوں کے دھونے میں کہنیاں داخل ہیں، اس کی دلیل اوپر آیت اور حدیث گزر گئی۔

وجہ : (١) عن جابر بن عبد الله قال کان رسول الله ﷺ اذا توضأ ادار الماء علی مرفقیه (دارقطنی ،باب وضوء رسول اللهؐ، ج اول ،ص ٨٦، نمبر ٢٦٨ / سنن للبیہقی ، باب ادخال المرفقین فی الوضوء، ج اول ،ص ٩٣، نمبر ٢٥٦) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کہنیاں دھونے میں داخل ہیں.(٢) قلت لعطاء :فاغسلوا وجوهکم وایدیکم الی المرافق .فیما یغسل ؟قال : نعم ، لا شک فی ذالک ۔(مصنف عبدالرزاق، جلداول، باب غسل الذراعین،ص ٥،نمبر٢) اس اثر میں ہے کہ بلا شبہ مرفقین دھونے میں داخل ہیں

ترجمہ :(٦٦) تیسرا فرض دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھونا ہے۔

تشریح : دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھونا فرض ہے، اور ٹخنہ دھونے میں شامل ہے، اور اس ٹخنے سے اوپر والا ٹخنہ مراد ہے نیچے والا ٹخنہ مراد نہیں ہے۔ اس کے لئے بھی آیت اور حدیث گزر چکی ہے۔

وجہ :(ا) ان حمران مولی عثمان اخبره انه رأی عثمان بن عفان دعا باناء ،فافرغ علی کفیه ثلاث مرار فغسلهما ،ثم ادخل یمینه فی الاناء فمضمض و استنثر ثم غسل وجهه ثلاثا و یدیه الی المرفقین ثلاث مرار ،ثم مسح برأسه ،ثم غسل رجلیه ثلاث مرار الی الکعبین ،ثم قال : قال رسول الله ﷺ : من توضأ نحو وضوئی هذا ثم صلی رکعتین لایحدث فیهما نفسه غفر له ما تقدم من ذنبه ۔(بخاری شریف، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا ،ص ٣٢، نمبر ١٥٩/ ابوداود شریف، باب صفۃ وضوء النبی ﷺ ،ص ٢٦، نمبر ١٠٨) اس حدیث میں کعبین کا لفظ ہے کہ ہر پاؤں میں دو ٹخنے دھوئے، اور ہر پاؤں میں دو ٹخنے اوپر کے ٹخنے ہی ہیں اس لئے وہی مراد ہیں۔(٢) رأیت ابا هریرة یتوضأ فغسل وجهه فاسبغ الوضوء ثم غسل یده الیمنی حتی اشرع فی العضد ثم یده الیسری حتی اشرع فی العضد ثم مسح برأسه ثم غسل رجله الیمنی حتی اشرع فی الساق ثم غسل رجله الیسری حتی اشرع فی الساق ثم قال هکذا رأیت رسول الله ﷺ یتوضأ ۔(مسلم شریف، باب استحباب اطالۃ الغرۃ والتحجیل فی الوضوء،ص ١٢١، نمبر

ربع رأسه . (٦٨) وسببه استباحة ما لا يحل الا به وهو حكمه الدنيوی وحكمه الأخروی الثواب فی

۵۷۹/۲۴۶)اس حدیث میں ہے کہ ہاتھ کو بازو تک دھویا، اور پاؤں کو پنڈلی تک دھویا، جس سے معلوم ہوا کہ کہنی ہاتھ میں شامل ہے اور ٹخنے پاؤں میں شامل ہیں۔(۳) انگلی سے لیکر مونڈھے تک کو ہاتھ کہتے ہیں اس لئے اگر آیت میں کہنیوں کی قید نہ لگاتے تو مونڈھے تک دھونا فرض ہوتا اس لئے کہنیوں تک دھونے کے لئے کہا تو کہنیوں سے آگے ساقط ہو گیا۔اور قاعدہ یہ ہے کہ جو عضو آگے کو ساقط کرنے کے لئے آئے وہ اس حکم میں داخل ہوتا ہے۔اس لئے کہنی دھونے کے حکم میں داخل رہے گی۔اس طرح رجل (پاؤں) ران تک کو کہتے ہیں۔ٹخنہ تک کی قید لگا کر ٹخنہ سے اوپر کو ساقط کیا۔لیکن خود ٹخنہ دھونے کے حکم میں داخل رہے گا۔

اصول: جنس ایک ہو تو غایت مغیا میں داخل ہوتا ہے ۔۲۔جنس دو ہوں تو غایت مغیاء میں داخل نہیں ہوتا۔جیسے روزے میں رات داخل نہیں۔

لغت :کعب:ابھری ہوئی چیز،ٹخنہ۔

ترجمه :(۶۷)اور چوتھا فرض چوتھائی سر کا مسح کرنا ہے۔

وجه: (ا) **عن عروة بن المغيرة بن شعبة ،عن ابيه قال : تخلف رسول الله ﷺ و تخلفت معه،فلما قضى حاجته .....ومسح بناصيته ،و على العمامة ،و على خفيه** ، (مسلم شریف، باب المسح علی الناصیۃ، والعمامۃ ،ص ۱۳۴ نمبر ۶۳۳/۲۷۴ ،ابوداود شریف باب المسح علی الخفین ،ص ۲۲ نمبر ۱۵۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیشانی کے قریب جو بال ہے آپؐ نے اس پر مسح فرمایا اور وہ چوتھائی سر کی مقدار ہے اسلئے چوتھائی سر پر مسح کرنا فرض ہوگا۔...(۲) **عن ابن المغيرة عن ابيه : ان نبى الله ﷺ مسح على الخفين ،و مقدم رأسه ، و على عمامته.** (مسلم شریف،باب المسح علی الناصیۃ والعمامۃ، ص ۱۳۴،نمبر ۶۳۴/۲۷۴ /ابوداؤد شریف، باب المسح علی العمامۃ ،ص ۲۲،نمبر ۱۴۷) جب سر کے صرف اگلے حصے پر مسح کیا تو پتہ یہ چلا کہ پورے سر کا مسح کرنا فرض نہیں ہے، بلکہ مستحب ہے۔کیونکہ پورے سر کا مسح فرض ہوتا تو صرف پیشانی کی مقدار یا اگلے حصے پر مسح کرنا کافی نہیں ہوتا۔اور پیشانی کی مقدار چوتھائی سر ہوتا ہے اس لئے حنفیہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے۔اور پورے سر پر مسح کرنا سنت ہے۔

ترجمه : (۶۸) وضو کا سبب جو چیز وضو کے بغیر حلال نہیں ہے اس کو حلال کرنا ہے،اور یہ اس کا دنیوی حکم ہے اور وضو کا اخری حکم آخرت میں ثواب حاصل کرنا ہے۔

تشریح : وضو کا سبب یہ ہے کہ جو چیز وضو کے بغیر حلال نہیں ہے،مثلا نماز بغیر وضو کے حلال نہیں ہے تو وضو کرنے کے بعد نماز حلال ہو جائے گی یہ اس کا دنیوی حکم ہے اور وضو کا اُخروی حکم یہ ہے کہ وضو سے ثواب حاصل ہوگا۔

الآخرة .(۲۹) وشرط وجوبه العقل والبلوغ والاسلام

وجه : (۱) دخل عبد الله ابن عمر علی ابن عامر یعوده و هو مریض فقال الا تدعو الله لی یا ابن عمر ؟ قال انی سمعت رسول الله ﷺ یقول : لا تقبل صلوة بغیر طهور و لا صدقة من غلول ۔(مسلم شریف، باب وجوب الطھارۃ للصلاۃ ،ص ۱۱۴،نمبر ۵۳۵/۲۲۴/ ترمذی شریف، باب ما جاء لا تقبل صلوۃ بغیر طھور،ص ا،نمبرا) اس حدیث میں ہے کہ بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی ۔(۲) اور اُخروی اعتبار سے ثواب اس حدیث میں ہے۔عن ابی ھریرۃ قال قال رسول الله ﷺ اذا توضأ العبد المسلم او المؤمن فغسل وجهه خرجت من وجهه كل خطيئة نظر اليها بعينه مع الماء ، او مع آخر قطر الماء او نحو هذا ۔و اذا غسل يديه خرجت من يديه كل خطيئه بطشها يداه مع الماء او مع آخر قطر الماء ، حتى يخرج نقيا من الذنوب ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء فی فضل الطھور ،ص۲،نمبر۲) اس حدیث میں وضو کا ثواب بیان کیا گیا ہے۔

ترجمہ : (۲۹) وضو واجب ہونے کی شرط عاقل، بالغ ،اور مسلمان ہونا ہے۔

تشریح :وضو واجب ہونے کی یہاں ۸ شرطیں بیان کی جارہی ہیں، ان میں سے تین یہ ہیں کہ آدمی [۱] عاقل ہو [۲] بالغ ہو، [۳] اور مسلمان ہو تب وضو واجب ہوتا ہے، اگر آدمی عاقل نہیں ہے بلکہ مجنون ہے تو اس پر نہ نماز واجب ہے، اور نہ وضو واجب ہے، ویسے وضو کر کے نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی ،لیکن اس پر واجب نہیں ہے، اسی طرح اگر بالغ نہیں ہے بچہ ہے تو اس پر نہ نماز واجب ہے اور نہ اس پر وضو واجب ہے۔آدمی مسلمان نہ ہو کافر ہو تو نہ اس پر نماز واجب ہے اور نہ اس پر وضو واجب ہے۔ ہر ایک کی دلیل یہ ہے۔

وجہ :(۱) عاقل ہو اور بالغ ہو تب وضو واجب ہوگا اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن علی عن النبی ﷺ قال رفع القلم عن ثلثة عن النائم حتى يستيقظ وعن الصبى حتى يحتلم وعن المجنون حتى يعقل . (ابوداؤد شریف، باب فی المجنون یسرق او یصیب حدا، ج ثانی ،ص ۲۵۶ کتاب الحدود، نمبر ۴۴۰۳/ ابن ماجہ شریف ، باب طلاق المعتوہ والصغیر والنائم ، کتاب الطلاق ص ۲۹۲، نمبر ۲۰۴۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچے ،اور مجنون کے اوپر کوئی ذمہ داری نہیں ہے تو وضو بھی واجب نہیں ہوگا ۔(۲) اثر میں ہے۔عن ابن عباس قال : لا يجب على مال الصغير زكاة حتى تجب عليه الصلاة ۔(دار قطنی ، باب استقراض الوصی من مال الیتیم ، ج ثانی ،ص ۹۷،نمبر ۱۹۶۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بچے پر نہ مال کی زکوۃ ہے اور نہ وضو ہے۔

(۳) اور مسلمان ہو اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ الذين يقيمون الصلوة و يؤتون الزكوة و هم بالآخرة هم يوقنون ۔(آیت ۳ ،سورۃ النمل ۲۷) اس آیت میں ہے کہ وہ آخرت پر یقین رکھتا ہو یعنی مسلمان ہو تب اس پر نماز ہے اور تب ہی وضو ہے

(۷۰) وقدرة علی استعمال الماء الکافی (۷۱) ووجود الحدث

---

(۳) و المؤمنون و المؤمنات بعضھم أولیاء بعض یأمرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و یقیمون الصلوۃ و یؤتون الزکوۃ و یطیعون اللہ و رسولہ أولئک سیرحمھم اللہ ان اللہ عزیز حکیم (آیت ۷۱ سورۃ توبہ ۹) اس آیت میں بھی نماز کے لئے مسلمان ہونے کی شرط ہے۔

ترجمہ : (۷۰) کافی پانی کے استعمال پر قدرت ہونا۔

تشریح : وضو کے لئے یہ چوتھی شرط ہے۔ اگر وضو کرنے کی مقدار پانی موجود ہو تب وضو واجب ہوگا ورنہ تیمّم واجب ہوگا، اسی طرح پانی استعمال کرنے پر قدرت ہو تب واجب ہوگا، اور اگر بیمار ہے جس کی وجہ سے پانی استعمال کرنا نقصان دہ ہو تو تیمّم واجب ہوگا، اس لئے فرمایا کہ پانی بھی کافی ہو اور اس کے استعمال کرنے پر قدرت بھی ہو۔

وجہ :(۱) ۔اس آیت میں ہے کہ پانی نہ پاؤ تو تیمّم کرلو، یا پانی ہے لیکن اس کو استعمال کرنے کی قدرت نہیں ہے تو تیمّم کرلے۔ و ان کنتم جنبا فاطھروا و ان کنتم مرضی أو علی سفر أو جاء أحد منکم من الغائط او لٰمستم النساء فلم تجدو ماء فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوھکم و ایدیکم منہ ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج و لکن یرید لیطھر کم و لیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون ۔(آیت ۶ سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں ہے کہ پانی پر قدرت نہ ہو تو تیمّم کرے۔ (۲) اس آیت میں بھی ہے کہ پانی نہ ہو تو تیمّم کرو۔ و ان کنتم مرضی أو علی سفر أو جاء أحد منکم من الغائط او لٰمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوھکم و ایدیکم ..(آیت ۴۳ سورۃ النساء ۴) (۳) حدیث میں ہے۔ عن ابی ذر ...قال رسول اللہ ﷺ الصعید الطیب وضوء المسلم ولو الی عشر سنین (ابوداؤد شریف، باب الجنب یتیمم، ص ۵۳، نمبر ۳۳۲ / ترمذی شریف، باب ماجاء فی التیمم للجنب اذا لم یجد الماء، ۳۲، نمبر ۱۲۴) اس حدیث میں ہے کہ پانی نہ ملے تو دس سال تک جنبی تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔ یعنی پانی نہ ملے یا پانی پر قدرت نہ ہو تو ایک زمانہ تک تیمّم کر سکتا ہے۔

ترجمہ :(۷۱) اور حدث پایا جاتا ہو۔

تشریح : وضو کے لئے یہ پانچویں شرط ہے۔ حدث اصغر ہو تو وضو واجب ہوگا، اور حدث نہ ہو خود وہ متوضی ہو تو واجب نہیں ہے، البتہ وضو پر وضو کرنا مستحب ہے۔

وجہ :سمعت أنس بن مالک یقول کان النبی ﷺ یتوضأ عند کل صلوۃ قلت فأنتم ما کنتم تصنعون ؟ قال کنا نصلی الصلوات کلھا بوضوء واحد مالم نحدث ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی الوضوء لکل صلوۃ، ص ۱۶، نمبر

(۷۲) وعدم الحيض والنفاس(۷۳) وضيق الوقت. (۷۴) وشرط صحته ثلاثة. عموم البشرة بالماء

۶۰)اس حدیث میں ہے کہ آدمی کو حدث ہو تو وضو واجب ہے ورنہ نہیں۔

ترجمہ : (۷۲) حیض نہ ہو اور نفاس نہ ہو۔

تشریح : حیض نہ ہونا وضو کے لئے چھٹی شرط ہے، اور نفاس نہ ہونا ساتویں شرط ہے۔ اگر عورت کو حیض یا نفاس ہو تو اس پر نماز ہی واجب نہیں ہے اس لئے اس پر وضو بھی واجب نہیں ہوگا۔ اس لئے فرمایا کہ حیض اور نفاس نہ ہو تب وضو واجب ہوگا۔

وجہ : ان امراۃ سألت عائشةؓ أتقضی الحائض الصلاۃ فقالت أحروریة انت ؟ لقد کنا نحیض عند رسول اللہ ﷺ فلا نقضی و لا نؤمر بالقضاء ۔(ابوداود شریف، باب فی الحائض لاتقضی الصلوۃ، ص ۴۷، نمبر ۲۶۲) اس حدیث میں ہے کہ حائضہ نماز قضی نہیں کرے گی اس لئے اس پر وضو بھی واجب نہیں ہوگا، اور یہی حال نفاس والی عورت کا ہے۔

ترجمہ : (۷۳) اور وقت تنگ نہ ہو۔

تشریح : اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ وقت تنگ ہو تو عید اور نماز جنازہ کے لئے تیمّم کر سکتا ہے اس کے لئے وضو واجب نہیں ۔اور دوسرا مطلب شاید یہ ہے کہ وقت میں گنجائش ہو تو ابھی وضو کرنا واجب نہیں، بعد میں بھی وضو کر کے نماز پڑھ سکتا ہے، لیکن وقت تنگ ہو تو ابھی نماز بھی پڑھنی ہے اس لئے ابھی وضو بھی واجب ہے۔

وجہ : عن ابن عباس قال اذا خفت ان تفوتک الجنازۃ وانت علی غیر وضوء فتیمم و صلی. (مصنف ابن ابی شیبۃ ۹۳ فی الرجل ان یخاف ان تفوتہ الصلوۃ علی الجنازۃ وھو غیر متوضی، ج ثانی، ص ۴۹۷، نمبر ۱۱۴۶۷، کتاب الجنائز) اس اثر سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمّم کر سکتا ہے۔

ترجمہ : (۷۴) اور وضو صحیح ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں۔ پاک پانی تمام کھال تک پہنچ جائے۔

تشریح : یہ تین باتیں ہوں تب وضو صحیح ہوگا [۱] پہلی بات یہ ہے کہ جہاں جہاں پانی پہنچانا ہے کھال کی ان تمام حصوں پر پاک پانی پہنچا دیا جائے، بال برابر بھی کہیں سوکھا نہ رہے، مثلا کہنیوں پر پانی نہیں پہنچا، یا ہلکی ڈاڑھی میں کھال تک پانی نہیں پہنچا تو وضو نہیں ہوگا۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں ہے۔ عن عبد اللہ بن عمرو قال رجعنا مع رسول اللہ ﷺ من مکة الی المدینة حتی اذا کنا بماء بالطریق تعجل قوم عند العصر فتوضأ وا و ھم عجال فانتھینا الیھم و اعقابھم تلوح لم یمسھا الماء فقال رسول اللہ ﷺ ویل للاعقاب من النار أسبغوا الوضوء . (مسلم شریف، باب وجوب غسل الرجلین بکمالھا، ص ۱۲۰، نمبر ۲۴۱/۵۷۰) اس حدیث میں ہے کہ کھال کا تھوڑا سا حصہ بھی سوکھا نہیں رہنا چاہئے ورنہ وضو نہیں ہوگا

الطهور (۷۵) وانقطاع ما ینافیه من حیض و نفاس وحدث

(۲) اخبرنی عمر بن الخطابؓ ان رجلا توضأ فترک موضع ظفر علی قدمه فأبصر النبی ﷺ فقال : ارجع فأحسن وضوئک ، فرجع ثم صلی ۔(مسلم شریف، باب وجوب استیعاب جمیع اجزاء محل الطھارۃ، ص ۱۲۱، نمبر ۲۴۳/ ۵۷۶)اس حدیث میں بھی کہ تھوڑی سی کھال بھی سوکھی نہیں رہنی چاہئے۔

لغت : البشرۃ: کھال کے اوپر کا حصہ۔عموم البشرۃ: تمام وہ کھال جس کا دھونا ضروری ہو۔

ترجمه : (۷۵) جو وضو کے منافی ہو وہ نہ ہو، مثلا حیض، نفاس، اور حدث نہ ہوں۔

تشریح : وضو درست ہونے کے لئے یہ دوسری شرط ہے کہ وضو کی جو منافی چیزیں ہیں، جسم پر وہ نہ ہوں تب وضو صحیح ہوگا، مثلا حیض آرہا ہو، یا نفاس آرہا ہو تو اس زمانے میں وضو کرنے سے وضو نہیں ہوگا، یا عورت پاک ہو چکی ہے لیکن عورت پر حیض یا نفاس کا خون ایک درہم سے زیادہ لگا ہوا ہے تو اس وقت وضو کرنے سے اس وضو سے نماز درست نہیں ہوگی جب تک کہ اس کو دھو نہ لے۔ حدث کا دو مطلب ہے [۱] حدث اکبر یعنی مرد یا عورت جنبی ہو تو اس وقت وضو درست نہیں ہے، جب تک کہ غسل نہ کر لے۔[۲] اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ وضو کے وقت تھوڑا سا بھی پیشاب ظاہر ہو گیا، یا پیخانہ ظاہر ہو گیا، یا مذی ظاہر ہوگئی تو اس وضو سے نماز جائز نہیں ہوگی، جب تک کہ دوبارہ وضو نہ کرے، یا وضو کرنے سے پہلے پیشاب یا پیخانہ یا مذی ظاہر ہوئی، اور اس کی مقدار ایک درہم ہے تو اس حال میں وضو کرنے سے وضو نہیں ہوگا، ہاں اس کو دھو لے اور پھر سے وضو کرے تو جائز ہوگا۔ کیونکہ ایک درہم سے کم نجاست غلیظہ معاف ہے، ایک درہم معاف نہیں ہے۔

وجه : (۱) حیض کا موقع نہ ہو، یا بدن پر حیض کا خون نہ ہو اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ اسماء قالت جائت امرأۃ النبی ﷺ فقالت أرأیت احدانا تحیض فی الثوب کیف تصنع ؟ قال تحته ثم تقرصه بالماء و تنضحه و تصلی فیه ۔(بخاری، باب غسل الدم، ص ۴۲، نمبر ۲۲۷) اس حدیث میں ہے کہ حیض کا خون بدن پر نہ ہو۔(۲) جنابت نہ ہو یا بدن پر منی نہ ہو اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن عائشة قالت کنت اغسل الجنابة من ثوب النبی ﷺ فیخرج الی الصلوۃ و ان بقع الماء فی ثوبه ۔ (بخاری شریف، باب غسل المنی وفرکہ وغسل مایصیب من المرأۃ، ص ۴۲، نمبر ۲۲۹) اس حدیث میں ہے کہ جنابت بھی نہ کپڑے پر ہو اور نہ بدن پر ہو۔(۳) مذی نہ ہو اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن علی قال کنت رجلا مذاء فکنت استحیی ان اسأل النبی ﷺ لمکان ابنته فأمرت المقداد بن الاسود فسأله فقال یغسل ذکره و یتوضأ۔(مسلم شریف، باب المذی، ص ۱۳۸، نمبر ۳۰۳/ ۶۹۵) اس حدیث میں ہے کہ مذی بدن پر ہو تو اس کو دھو لے ورنہ وضو نہیں ہوگا۔(۴) حدث اصغر نہ ہو اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن صفوان بن عسال قال کان رسول الله ﷺ یأمرنا اذا کنا سفرا ان لا ننزع خفافنا ثلاثة ایام و لیلیهن الا من جنابة و لکن من غائط و بول و نوم ۔(ترمذی شریف،

(۷۶) وزوال ما یمنع وصول الماء الی الجسد کشمع و شحم.

﴿فصل : فی تمام احکام الوضوء﴾

(۷۷) یجب غسل ظاهر اللحیة الکثّة فی اصح ما یفتیٰ به .ویجب ایصال الماء الی بشرة اللحیة

باب المسح علی الخفین للمسافر والمقیم ،ص ۲۶،نمبر ۹۶)اس حدیث میں ہے کہ پیشاب پیخانہ، یا گہری نیند ہوتو وضوٹوٹ جائے گا ۔(۵)وضو کے وقت ہوا خارج ہوگئی یا پیشاب ظاہر ہوگیا تو دوبارہ وضو کرنا ہوگا اس کے لئے یہ قول تابعی ہے۔ قال عطاء ان توضأ رجل ففزع من بعض اعضائه و بقی بعض فاحدث فعلیه وضوء مستقبل۔(مصنف عبدالرزاق، باب الرجل یحدث بین ظہرانی وضوۂ، ج اول ،ص ۱۴۲، نمبر ۴۰۷)اس اثر میں ہے کہ دوبارہ وضو کرنا ہوگا۔

ترجمه : (۷۶) پانی کو جسم تک پہنچنے میں جو چیز روکتی ہو وہ نہ ہو جیسے موم، اور چربی۔

تشریح : وضو والے جسم پر ایسی چیز موجود ہو جو پانی کو کھال تک نہیں پہنچنے دیتی ہو جیسے موم ہے چربی ہے، یہ چیزیں پانی کو کھال تک نہیں پہنچنے دیتیں اس لئے یہ بھی نہ ہوں، تب وضو درست ہوگا۔

وجه : (۱)اوپر حدیث گزری کہ کھال تک پانی پہنچانا ضروری ہے اور یہ چیزیں کھال تک پانی نہیں پہنچنے دے گی، اس لئے یہ چیزیں بھی نہ ہوں۔(۲)اس اثر میں اس کی صراحت ہے۔عن عائشةؓ فی المرأة تتوضأ و علیها الخضاب قالت اسلتیه و ارغمیه . قال ابو عبیدة : قولها ارغمیه تقول اهینیه و ارمی به عنک . (سنن بیہقی، باب نزع الخضاب عندالوضوء اذا کان یمنع الماء، ج اول، ص ۱۲۵، نمبر ۳۶۴)اس اثر میں ہے کہ خضاب ہوتو اس کو دور کر دینا چاہئے تا کہ پانی کھال تک پہنچ جائے

﴿فصل: فی تمام احکام الوضوء﴾

ترجمه : (۷۷) گھنی ڈاڑھی کے ظاہری حصے کو دھونا واجب ہے، صحیح مفتی بہ قول یہی ہے، اور ہلکی ڈاڑھی کی کھال تک پانی پہچانا واجب ہے۔اور چہرے کے دائرے سے لٹکے ہوئے بال تک پانی پہچانا واجب نہیں ہے۔

تشریح : یہاں سے ڈاڑھی کی تین صورتیں بیان کی جارہی ہیں، اور ہر ایک کا حکم الگ الگ ہے۔[۱] ڈاڑھی جہاں ہلکی ہو کہ چہرے کی کھال نظر آتی ہو وہاں کھال تک پانی پہنچانا واجب ہے [۲] ڈاڑھی جہاں گھنی ہو اور وہ چہرے کے دائرے کے ساتھ ہو تو وہاں اندر پانی پہچانا واجب نہیں ہے، صرف ظاہری ڈاڑھی کو دھو دینا کافی ہے [۳] اور جو ڈاڑھی چہرے کے دائرے سے نیچے لٹکی ہوئی ہو چاہے وہ ہلکی ڈاڑھی ہو یا گھنی ڈاڑھی ہو اس کے اندر پانی پہنچانا واجب نہیں ہے، البتہ مستحب ہے۔

وجه :(۱) اوپر حدیث میں آیا کہ کھال تک پانی پہنچانا ضروری ہے، اس لئے جہاں ڈاڑھی ہلکی ہے اور چہرے کی کھال نظر آ رہی ہے وہاں پانی پہچانا واجب ہوگا۔حدیث یہ ہے۔ اخبرنی عمر بن الخطابؓ ان رجلا توضأ فترک موضع ظفر علی

الـخـفـيـفة. ولا يجب ايصال الماء الى المسترسل من الشعر عن دائرة الوجه (۷۸) ولا الى ما انكتم

قـدمـه فـأبصر النبی علیہ السلام **فقال : ارجع فأحسن وضوئک ، فرجع ثم صلی** ۔(مسلم شریف، باب وجوب استیعاب جمیع اجزاء محل الطھارۃ،ص ۱۲۱،نمبر۲۴۳ /۵۷۶)اس حدیث میں ہے کہ تھوڑی سی کھال بھی سوکھی نہیں رہنی چاہئے۔(۲)اس حدیث کے اشارے سے پتہ چلتا ہے کہ گھنی ڈاڑھی کے اوپر پانی پہنچ جانا کافی ہے۔ **عـن ابن عباس قال دخل علی علیؓ یعنی ابی طـالـب و قد اهرق الماء .....ثم أخذ بكفه اليمنی قبضةمن ماء فصبها علی ناصيته فتر كها تستن علی وجهه** ۔(ابوداود شریف، باب صفۃ وضوء النبی علیہ السلام ،ص ۲۷،نمبر ۱۱۷)اس حدیث میں ہے کہ پیشانی کے شروع سے،تھوڑی کے نیچے تک پانی بہایا،جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاڑھی کے اوپر پانی بہنا کافی ہے۔(۳)اس قول تابعی میں اس کی صراحت ہے کہ گھنی ڈاڑھی پر پانی بہہ جانا کافی ہے. **عـن ابـی عـالية قال حسبک ما سأل من وجهک علی لحيتک** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب من کان لا یخلل لحیتہ ویقول یکفیک ما سال علیھا ، ج اول ،ص ۲۱،نمبر ۱۲۰)اس قول تابعی میں ہے کہ ڈاڑھی پر جو پانی گرے وہی کافی ہے۔(۴) اور لٹکی ہوئی ڈاڑھی میں خلال کرنا مستحب ہے،اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عـن انـس بن مالک ان رسـول الله** علیہ السلام **كان اذا توضأ أخذ كفا من ماء فأدخله تحت حنكه فخلل به لحيته ، و قال هكذا امرنی ربـی عـز و جـل** ۔(ابوداود شریف، باب تخلیل اللحیۃ ،ص ۳۱،نمبر ۱۴۵/ ترمذی شریف، باب تخلیل اللحیۃ ،ص ۱۴،نمبر ۳۱/ ابن ماجہ شریف، باب ماجاء فی تخلیل اللحیۃ ،ص ۶۳،نمبر ۴۲۹) (۵)اس حدیث میں بھی ہے کہ لٹکی ہوئی ڈاڑھی میں خلال فرمایا کرتے تھے ۔**عـن ابـن عـمـر قال كان رسول الله** علیہ السلام **اذا توضأعرک عارضيه بعض العرک ثم شبک لحيته بأصابعه مـن تـحـتـها** ۔(ابن ماجہ شریف، باب ماجاء تخلیل اللحیۃ ،ص ۶۳،نمبر ۴۳۲)اس حدیث میں ہے کہ ڈاڑھی کے نیچے سے خلال کرتے تھے ۔(۶) اس عمل صحابی سے استحباب کا پتہ چلتا ہے۔ **ان ابـن عـمـر كان اذا توضأ يعرک عارضيه و يشبک لحيته بـاصـابـعـه احيـانا و يترک احيانا** ۔(سنن بیہقی ، باب عرک العارضین ، ج اول ،ص ۹۲،نمبر ۲۵۱)اس حدیث میں ہے کہ کبھی ڈاڑھی میں خلال کرتے تھے اور کبھی چھوڑ دیتے تھے،جس کا مطلب یہ ہوا کہ گھنی ڈاڑھی ہو تو اندر پانی پہچانا فرض نہیں ہے۔(۷) **عن عبد الرحمن بن ابی ليلی قال : ان استطعت ان تبلغ بالماء اصول اللحية فافعل** . (مصنف ابن ابی شیبۃ ، ۱۱ فی غسل اللحیۃ فی الوضوء، ج اول ص ۲۲ ،نمبر ۱۲۷)اس اثر میں ہے کہ ڈاڑھی ہلکی ہو اور بال کی جڑ تک پانی پہونچا سکتے ہو تو وہاں تک پانی پہونچاو۔

لغت : الکثۃ: گھنی ڈاڑھی۔الخفیفۃ: ہلکی۔المسترسل: رسل سے مشتق ہے لٹکا ہوا ہونا۔دائرۃ الوجہ: چہرے کا دائرہ،تھوڑی تک کے حصے کو چہرے کا دائرہ کہتے ہیں۔

ترجمہ : (۷۸) اور منہ بند کرتے وقت اندر چھپے ہوئے ہونٹوں کا دھونا بھی واجب نہیں ہے۔

من الشفتين عند الانضمام (۹۷) ولو انضمت الاصابع او طال الظفر فغطّى الانملة او كان فيه ما

تشــريــح : دونوں ہونٹوں کو بند کرتے وقت جو حصہ چھپ جاتا ہے اس کو وضو میں دھونا واجب نہیں، بلکہ سنت ہے، اور جو حصہ باہر رہ جاتا ہے اس کو دھونا فرض ہے۔

وجــه : (۱) وضو میں منہ کے اندر دھونا فرض نہیں ہے صرف باہر دھونا فرض ہے، اور ہونٹ بند کرنے کے بعد جو حصہ اندر رہ جاتا ہے وہ منہ کے اندر کا حصہ ہے اس لئے اس کو دھونا فرض نہیں ہے، البتہ سنت ہے۔ (۲) اس حدیث میں ہے۔ **عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ عشر من الفطرة ، قص الشارب ،و اعفاء اللحية ،و السواک، واستنشاق الماء ،و قص الاظفار، و غسل البراجم ،و نتف الابط ، و حلق العانة ،و انتقاص الماء..قال زکریا قال مصعب : و نسيت العاشرة الا ان تكون المضمضة** ۔ (مسلم شریف، باب خصال الفطرۃ، ص۱۲۵، نمبر۲۶۱/۶۰۴/ ابوداود شریف، باب السواک من الفطرۃ، ص۱۹، نمبر۵۳) اس حدیث میں ہے کہ مضمضہ کرنا یعنی منہ میں پانی ڈالنا سنت ہے۔ (۲) اس آیت کے اشارے میں بھی ہے کہ وضو میں 'وجوہ، کو دھوؤ اور وجوہ مواجہت سے مشتق ہے، جس کا مطلب ہے کہ جو سامنے نظر آئے اس کو دھوؤ، اور ہونٹ کے اندر کا حصہ سامنے نظر نہیں آتا اس لئے اس کو دھونا واجب نہیں ہوگا۔ آیت یہ ہے۔ **یا ایھا الذین آمنو اذا قمتم الی الصلوة فاغسلوا وجوھکم و ایدیکم الی المرافق** ۔ (آیت ۶، سورۃ المائدۃ ۵)

لغت : انکتم : چھپانا، انکتم : چھپ جاتا ہو۔ شفتین : دونوں ہونٹ۔ انضمام : ضم سے مشتق ہے ملتے وقت۔

ترجمه : (۹۷) اور اگر انگلیاں ملی ہوئی ہوں یا ناخن نے دراز ہو کر پوروں کو ڈھانپ لیا ہو یا ناخن میں ایسی چیز ہو جو پانی کو کھال تک پہنچنے میں منع کرے مثلا گوندھا ہوا آٹا تو اس کے نیچے پانی پہونچانا واجب ہے۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ وضو میں کھال تک پانی پہنچانا فرض ہے، اس لئے انگلیاں اس طرح ملی ہوئیں ہیں کہ آسانی سے کھال تک پانی نہیں پہنچتا تو وہاں تک پانی پہنچانا ضروری ہوگا۔ یا ناخن لمبا ہو گیا جس کی وجہ سے ناخن کے اندر کھال تک پانی نہیں پہنچتا ہو تو کھال تک پانی پہنچانا ضروری ہوگا۔ یا گوندھا ہوا آٹا لگا ہوا ہے یا پینٹ لگا ہوا ہے جسکی وجہ سے کھال تک پانی نہیں پہنچ پاتا ہے تو اس کو زائل کر کے کھال تک پانی پہنچانا واجب ہوگا ورنہ بال برابر بھی سوکھی رہ گئی تو وضو نہیں ہوگا اور پھر نماز بھی نہیں ہوگی۔

وجه :(۱) **اخبرنی عمر بن الخطاب ؓ ان رجلا توضأ فترک موضع ظفر علی قدمه فأبصر النبی ﷺ فقال : ارجع فأحسن وضوئک ، فرجع ثم صلی** ۔ (مسلم شریف، باب وجوب استیعاب جمیع اجزاء محل الطھارۃ، ص۱۲۱، نمبر۲۴۳/۵۷۶) اس حدیث میں ہے کہ تھوڑی سی کھال بھی سوکھی نہیں رہنی چاہئے۔ (۲) ۔ **عن عبد الله بن عمرو قال رجعنا مع رسول الله ﷺ من مكة الی المدينة حتی اذا کنا بماء بالطریق تعجل قوم عند العصر فتوضأ وا و**

یمنع الماء کعجین وجب غسل ما تحته.(٨٠) ولا یمنع الدرن وخرء البراغیث ونحوها.
(٨١)ویجب تحریک الخاتم الضیّق.(٨٢) ولو ضرّہ غسل شقوق رجلیه جاز امرار الماء علی

ھم عجال فانتھینا الیھم و اعقابھم تلوح لم یمسھا الماء فقال رسول اللہ ﷺ ویل للاعقاب من النار أسبغوا الوضوء . (مسلم شریف، باب وجوب غسل الرجلین بکمالھا ص١٢٠، نمبر٢٤١/٥٧٠) اس حدیث میں ہے کہ کھال کا تھوڑا سا حصہ بھی سوکھا نہیں رہنا چاہئے ورنہ وضو نہیں ہوگا۔

اصول : اعضاء وضو میں کھال کا تھوڑا حصہ سوکھا رہ جائے تو وضو نہیں ہوگا۔

لغت : انضم :ضم سے مشتق ہے، مل جانا۔ غطی : ڈھانپ لیا۔ انملۃ : پوروہ ۔ عجین : گوندھا ہوا آٹا۔

ترجمه : (٨٠) اور میل اور پسو وغیرہ کی بیٹ پانی کو نہیں روکتی۔

تشریح : ناخن کے اندر تھوڑا سا میل ہو یا جسم پر میل ہو تو یہ میل پانی کو کھال تک پہنچنے سے نہیں روکتا، اسی طرح مکھی یا پسو کی بیٹ کھال پر لگی ہو تو یہ اتنی کم مقدار میں ہوتی ہے کہ پانی کو کھال پر پہنچنے سے نہیں روکتی اس لئے یہ کھال پر ہو تب بھی وضو ہو جائے گا۔

لغت : الدرن :میل، کچیل۔ خرء: بیٹ۔ البراغیث : برغوث کی جمع ہے، پسو، مکھی۔

ترجمه :(٨١) اور تنگ انگوٹھی کا ہلانا واجب ہے۔

تشریح : اصل مقصد یہ ہے کہ پانی ہر جگہ پہنچ جائے اس لئے انگوٹھی یا بالی تنگ ہو تو اس کو بھی ہلا لے تا کہ ہر جگہ پانی پہنچ جائے۔

وجه :(١) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ قال اذا توضأت فخلل بین اصابع یدیک و رجلیک ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء فی تخلیل الاصابع ص١٢، نمبر٣٩) اس حدیث میں ہے کہ انگلیوں کا خلال کرنا چاہئے۔(٢) عن عبید اللہ بن ابی رافع عن ابیه ان رسول اللہ ﷺ کان اذا توضأ حرک خاتمه ۔(ابن ماجۃ شریف، باب تخلیل الاصابع ص٦٥، نمبر٤٤٩) اس حدیث میں ہے کہ وضو کے وقت انگوٹھی کو بھی حرکت دینی چاہئے۔

ترجمه : (٨٢) اور اگر پاؤں کے پھٹن کا دھونا نقصان کرتا ہو تو اس میں بھری ہوئی دوا پر ہاتھ پھیر لینا جائز ہے۔

تشریح : پاؤں یا ہاتھ پھٹ گیا ہے جسکی وجہ سے اس پر مرہم رکھا یا کوئی دوائی رکھی تو اس پر صرف پانی گزار دینے سے وضو ہو جائے گا۔ چاہے اندر تک پانی پہنچے یا نہ پہنچے۔

وجه :(١) یہاں پھٹن کی مجبوری ہے اس لئے جسم کو رگڑ کر اندر تک پانی پہنچانا ضروری نہیں ہے، جس طرح پٹی بندھی ہوئی ہو تو اس پر پانی سے مسح کر لینا کافی ہے، زخم کو دھونا ضروری نہیں اسی طرح یہاں بھی ہوگا۔(٢) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ عن جابر قال : خرجنا فی سفر ....انما یکفیه ان یتیمم و یعصر او یعصب شک موسی علی جرحه خرقه ثم یمسح

الدواء الذی وضعه فیها (۸۳) ولا یعاد المسح ولا الغسل علی موضع الشعر بعد حلقه ولا الغسل بقص ظفره وشاربه.

علیها و یغسل سائر جسده۔(ابوداؤد شریف، باب فی المجد ور یتیمم ،ص ۶۱ ،نمبر ۳۳۶ /ابن ماجہ شریف باب المسح علی الجبائر،ص ۹۳،نمبر ۶۵۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زخم کے اوپر پٹی باندھ کر اس پر مسح کرے(۳)عن علی بن ابی طالب قال سألت رسول الله ﷺ عن الجبائر یکون علی الکسیر کیف یتوضأ صاحبها و کیف یغتسل اذا أجنب ؟ قال یمسحان بالماء علیها فی الجنابة و الوضوء ، قلت فان کان فی برد یخاف علی نفسه اذا اغتسل ؟ قال یمر علی جسده ، و قرأ رسول الله ﷺ ﴿و لا تقتلوا انفسکم ان الله کان بکم رحیما ﴾آیت ۲۹ ، سورة النساء ۴)و یتیمم اذا خاف . (دارقطنی ، باب جواز المسح علی الجبائر، ج اول ،ص ۲۳۳ ،نمبر ۸۶۵)اس حدیث میں ہے کہ زخم ہو تو صرف پانی بہادے کافی ہے۔

لغت : شقوق:پھٹن۔امرار:مر سے مشتق ہے،گزار دینا۔

ترجمہ : (۸۳) نہ مسح لوٹائے اور نہ غسل لوٹائے بال کی جگہ پر اس کے مونڈنے کے بعد۔اور ناخن اور مونچھ کاٹنے کے بعد غسل کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔

تشریح : پہلے سے وضو ہو اور بال کاٹے یا ناخن کاٹے یا مونچھ تراشے تو وضو نہیں ٹوٹا اس لئے دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وجہ : (۱)قال رأیت ابن عمر قص أظفاره فقلت ألا تتوضأ فقال مم أتوضأ لانت اکیس فی نفسک ممن سماه اهله کیسا ۔(سنن بیہقی ، باب السنة فی الاخذ من الاظفار والشوارب وما ذکر معهما وان لا وضوء فی شیٔ من ذالک، ج اول، ص ۲۳۳،نمبر ۶۹۳)اس قول صحابی میں ہے کہ ناخن کاٹنے سے یا مونچھ کاٹنے سے وضو نہیں ہے۔(۲)عن الحسن فی الذی یأخذ من اظفاره و شعره لیس علیه شیء . (مصنف عبدالرزاق ، باب قص الشارب و تقلیم الاظفار، ج اول ،ص ۹۷، نمبر ۴۶۶)اس قول تابعی میں ہے کہ اگر پہلے سے وضو ہو اور ناخن یا بال کاٹے تو اس پر دوبارہ وضو لازم نہیں ہے۔

لغت : قص: کاٹنا،تراشنا۔شارب:مونچھ

﴿فصل : (یسن فی الوضوء ثمانیة عشر شیئا﴾

﴿فصل فی سنن الوضوء﴾

ضــروری نــوٹ : سنن الوضوء: وضو کی سنتیں۔طریقہ یا راستہ کوسنت کہتے ہیں۔شریعت میں جس کام پر عبادت کے طور پر حضور ﷺ نے ہمیشگی کی ہو اور کبھی کبھی چھوڑا ہو اس کوسنت کہتے ہیں۔اگر عبادت کے طور پر نہیں بلکہ عادت کے طور پر کسی کام پر آپ نے ہمیشگی کی ہوتو وہ کام مستحب ہوگا۔جیسے دائیں جانب سے کسی اچھے کام کوشروع کرنا مستحب ہے۔

پوری فصل ایک نظر میں

﴿وضو کی ۱۸۔ سنتیں ایک نظر میں﴾

وضو میں اٹھارہ چیزیں سنت ہیں:

۱:......دونوں ہاتھوں کو پہونچوں تک دھونا۔

۲:......شروع میں بسم اللہ پڑھنا۔

۳:......مسواک کرنا،اگر مسواک نہ ہوتو انگلی سے مسواک کرے۔

۴:......تین مرتبہ کلی کرنا۔

۵:......تین چلو سے ناک میں پانی لینا۔

۶:......اگر روزہ دار نہ ہوتو مضمضہ اور استنشاق میں مبالغہ کرنا۔

۷:......چلو پانی سے گھنی ڈاڑھی کے نیچے کی جانب خلال کرنا۔

۸:......تمام انگلیوں کا خلال کرنا۔

۹:......تین مرتبہ ہر اعضاء کا دھونا۔

۱۰:......ایک مرتبہ تمام سر کا مسح کرنا۔

۱۱:......سر کے پانی سے دونوں کانوں تک کا مسح کرنا۔

۱۲:...... بدن کا ملنا۔

۱۳:...... پے در پے دھونا۔

۱۴:......نیت کرنا۔

۱۵:......کتاب اللہ کی نص کے موافق ترتیب وار ادا کرنا۔

(۸۴) .غسل الیدین الی الرسغین (۸۵) والتسمیة ابتداء (۸٦) والسواک فی ابتدائه ولو بالاصبع

۱٦:......سیدھی جانب اور انگلیوں کے سرے سے شروع کرنا۔

۱۷:......مقدم سر سے مسح شروع کرنا۔

۱۸:......گردن کا مسح کرنا گلے کے سوا۔اور بعض (حضرات) کہتے ہیں کہ یہ اخیر کے چار مستحب ہیں۔

ترجمه : (۸۴) وضو میں اٹھارہ باتیں سنت ہیں۔[۱] دونوں ہاتھوں کو پہونچوں تک دھونا۔

تشــریح : وضو شروع کرنے سے پہلے گٹوں تک ہاتھ دھونا اس لئے سنت ہے کہ اگر ہاتھ پر نجاست ہو تو وہ دھل جائے اور پانی ناپاک نہ ہو۔

وجه :(۱) ۔ان حمران مولی عثمان اخبره انه رأی عثمان بن عفان دعا باناء ،فافرغ علی کفیه ثلاث مرار فغسلهما ،ثم ادخل یمینه فی الاناء فمضمض و استنثر ثم غسل وجهه ثلاثا و یدیه الی المرفقین ثلاث مرار ،ثم مسح برأسه ،ثم غسل رجلیه ثلاث مرار الی الکعبین ،ثم قال : قال رسول الله ﷺ : من توضأ نحو وضوئی هذا ثم صلی رکعتین لایحدث فیهما نفسه غفر له ما تقدم من ذنبه ۔(بخاری شریف، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا ،ص۳۲ ،نمبر ۱۵۹/ ابو داود شریف ، باب صفة وضوء النبی ﷺ ،ص ۲٦، نمبر ۱۰۸) اس حدیث میں ہے کہ پہلے تین مرتبہ گٹوں تک ہاتھ دھوئے۔(۲) اس حدیث میں بھی ہے عن عائشة ان النبی ﷺ اغتسل من الجنابة فبدأ فغسل کفیه ثلاثا ۔(مسلم شریف، باب صفة غسل الجنابة ،ص ۱۴۳، نمبر ۳۱٦/ ۷۲۰) اس حدیث میں ہے کہ پہلے ہتھیلیوں تک تین مرتبہ ہاتھ دھوئے۔

ترجمه : (۸۵) شروع میں بسم اللہ پڑھے۔

وجه : (۱) ابی سفیان بن حویطب عن جدتة عن ابیها قال سمعت رسول الله ﷺ یقول لا وضوء لمن لم یذکر اسم الله علیه (ترمذی شریف، باب فی التسمیة عند الوضوء، ص۱۳، نمبر ۲۵/ ابو داؤد شریف، باب فی التسمیة علی الوضوء، ص ۸، نمبر ۱۰۱) حدیث میں یہ ذکر ہے کہ بغیر بسم اللہ کے وضوء ہی نہیں ہوگا۔لیکن اس سے مراد ہے کہ وضوء تو ہو جائے گا لیکن ثواب نہیں ملے گا۔(۲) عن الحسن قال : یسمی اذا توضأ ،فان لم یفعل اجزأه ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب فی التسمیة فی الوضوء، ج اول، ص۱۲، نمبر ۱۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بغیر بسم اللہ کے بھی وضو ہو جائے گا،اس لئے بسم اللہ سنت ہے۔

ترجمه : (۸٦) شروع میں مسواک کرنا،اور مسواک نہ ہوتے وقت انگلی سے مسواک کرنا۔

تشریح : مسواک میسر ہو تو مسواک کرے اور وہ نہ ہو تو کم از کم انگلی سے مسواک کا عمل کرے،حنفیہ کے یہاں یہ ہے کہ وضوء سے پہلے کرے نماز سے پہلے نہیں۔

عند فقده (۸۷) والمضمضة ثلاثا ولو بغرفة و الاستنشاق بثلاث غرفات، و المبالغة فی المضمضة

وجه : (۱) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنه عن النبی ﷺ قال لولا ان اشق علی المؤمنین و فی حدیث زهیر علی امتی لامرتهم بالسواک عند کل صلوۃ (مسلم شریف، باب السواک، ص۱۲۳، نمبر۲۵۲/۵۸۹/ترمذی شریف، باب ماجاء فی السواک، ص۷، نمبر۲۲/بخاری شریف، باب السواک، ص۴۵، نمبر۲۴۴) اس حدیث سے اگر چہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے وقت مسواک سنت ہے۔لیکن یہاں ایک عبارت محذوف ہوگی عند وضوء کل صلوۃ یعنی ہر نماز کے وضو کے وقت مسواک کرنا سنت ہے۔(۲)ان ابن عباس حدثه انه بات عند نبی اللہ ﷺ ....ثم رجع فتسوک فتوضأ ثم قام فصلی ۔(مسلم شریف، باب السواک، ص۱۲۳، نمبر۲۵۶/۵۹۶)اس حدیث میں ہے کہ وضو سے پہلے مسواک فرمایا پھر نماز پڑھی اس لئے حنفیہ کے یہاں وضو سے پہلے مسواک ہے (۳)عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ ﷺ لولا ان اشق علی امتی لامرتهم بالسواک مع کل وضوء (سنن للبیہقی، باب الدلیل علی ان السواک سنۃ لیس بواجب، جلد اول ص۵۷، نمبر۱۴۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسواک وضو کے وقت سنت ہے(۴) مسواک کا مقصد منہ کی گندگی صاف کرنا ہے اس لئے وہ وضو کے زیادہ مناسب ہے۔(۵)اور انگلی سے مسواک کافی ہے اس لئے حدیث یہ ہے۔عن انس ، عن النبی ﷺ قال : تجزی من السواک الاصابع ۔(سنن للبیہقی، باب الاستیاک بالاصابع، ج اول، ص۶۶، نمبر۱۷۶)

ترجمہ : (۸۷) تین مرتبہ کلی کرنا چاہے ایک ہی چلو سے کیوں نہ ہو۔تین چلو سے ناک میں پانی لینا۔اگر روزہ دار نہ ہوتو مضمضہ اور استنشاق میں مبالغہ کرنا۔

تشریح : یہاں تین سنتوں کا بیان ہے۔[۴] چوتھی سنت تین مرتبہ کلی کرے، چاہے تین الگ الگ پانی سے ہو یا ایک ہی مرتبہ چلو میں پانی لیکر تین مرتبہ کلی کرلے۔[۵] پانچویں سنت ناک میں پانی ڈالنا ہے، اس میں بہتر یہ ہے کہ ناک کے لئے کلی سے الگ پانی لے۔[۶] چھٹی سنت یہ ہے کہ کلی کرنے میں اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرے، بشرطیکہ آدمی روزہ دار نہ ہو، کیونکہ روزہ دار ہو تو خطرہ ہے کہ پانی پیٹ میں چلا جائے اور روزہ ٹوٹ جائے۔

وجه : (۱) رأیت عثمان بن عفان سئل عن الوضوء فدعا بماء فاتی بمیضأۃ فاصغاها علی یده الیمنی ثم ادخلها فی الماء فتمضمض ثلاثا واستنثر ثلاثا (ابوداؤد شریف، باب صفۃ وضوء النبی ﷺ، ص۱۶، نمبر۱۰۸/۱۱۲/مسلم شریف باب صفۃ الوضوء وکماله، ص۱۲۳، نمبر۲۲۶/۵۳۸) (۲)عن طلحۃ عن ابیه عن جده قال دخلت یعنی علی النبی ﷺ وهو یتوضأ والماء یسیل من وجهه ولحیته وعلی صدره فرأیته یفصل بین المضمضۃ والاستنشاق (ابو داؤدشریف، باب فی الفرق بین المضمضۃ والاستنشاق، ص۳۰، نمبر۱۳۹)اس حدیث میں ہے کہ مضمضہ اور استنشاق الگ الگ چلو سے کیا۔(۳)عن عاصم بن لقیط بن صبرۃ .....فقلت یا رسول اللہ !اخبرنی عن الوضوء قال اسبغ الوضوء

والاستنشاق لغير الصائم (۸۸) وتخليل اللحية الكثة بكف ماء من اسفلها (۸۹) وتخليل الاصابع

و خلل بين الاصابع و بالغ فی الاستنشاق الا ان تكون صائما ۔(ابوداودشریف، باب فی الاستنثار ،ص ۳۱، نمبر ۱۴۲/ ترمذی شریف، باب ما جاء فی کراہیۃ مبالغۃ الاستنشاق للصائم ،ص ۱۹۷، نمبر ۷۸۸)اس حدیث میں ہے روزہ دار نہ ہوتو ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرے۔

لغت :مضمضہ :کلی کرنا، پانی کومنہ میں پھرانا۔غرفۃ: چلو۔استنشاق :نشق سے مشتق ہے، ناک میں پانی ڈالنا۔

ترجمه : (۸۸) ایک چلو پانی سے گھنی ڈاڑھی کے نیچے کی جانب سے خلال کرنا۔

تشریح :[۷] یہ ساتویں سنت ہے۔گھنی ڈاڑھی کے اندر پانی پہنچانا واجب نہیں ہے البتہ خلال کرنا سنت ہے۔

وجه :(۱)اس حدیث میں ہے۔عن انس بن مالك ان رسول الله ﷺ كان اذا توضأ أخذ كفا من ماء فأدخله تحت حنكه فخلل به لحيته ، و قال هكذا امرنی ربی عز و جل ۔(ابوداودشریف، باب تخلیل اللحیۃ ،ص ۳۱، نمبر ۱۴۵/ترمذی شریف، باب تخلیل اللحیۃ ،ص ۱۴، نمبر ۳۱/ ابن ماجہ شریف ، باب ما جاء فی تخلیل اللحیۃ ،ص ۶۳، نمبر ۴۲۹) (۲) اس حدیث میں ہے کہ لٹکی ہوئی ڈاڑھی میں خلال فرمایا کرتے تھے۔عن ابن عمر قال كان رسول الله ﷺ اذا توضأعرك عارضيه بعض العرك ثم شبك لحيته بأصابعه من تحتها ۔(ابن ماجہ شریف، باب ما جاء تخلیل اللحیۃ ،ص ۶۳، نمبر ۴۳۲)اس حدیث میں ہے کہ نیچے سے خلال کرے۔

ترجمه : (۸۹)[۸] اور انگلیوں کا خلال کرنا۔

وجه : عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ قال اذا توضأت فخلل بين اصابع يديك و رجليك ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء فی تخلیل الاصابع ،ص ۱۲، نمبر ۳۹/ ابن ماجہ شریف، باب تخلیل الاصابع ،ص ۶۴، نمبر ۴۴۶)اس حدیث میں ہے کہ انگلیوں کا خلال کرنا چاہیے۔

ترجمه : (۹۰) [۹] تین مرتبہ ہر اعضاء کا دھونا۔

وجه : اس حدیث میں ہے کہ ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھوئے۔ان حمران مولی عثمان اخبره انه رأى عثمان بن عفان دعا باناء ،فافرغ على كفيه ثلاث مرار فغسلهما ،ثم ادخل يمينه فی الاناء فمضمض و استنثر ثم غسل وجهه ثلاثا و يديه الى المرفقين ثلاث مرار ،ثم مسح برأسه ،ثم غسل رجليه ثلاث مرار الى الكعبين ،ثم قال : قال رسول الله ﷺ : من توضأ نحو وضوئی هذا ثم صلى ركعتين لايحدث فيهما نفسه غفر له ما تقدم من ذنبه ۔(بخاری شریف، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا ،ص ۳۲، نمبر ۱۵۹/ابوداودشریف، باب صفۃ وضوء النبی ﷺ ،ص ۲۶،

(۹۰) وتثليث الغسل (۹۱)واستيعاب الرأس بالمسح مرة (۹۲) ومسح الاذنين ولو بماء الرأس

نمبر۱۰۸)

ترجمه : (۹۱) [۱۰] ایک مرتبہ پورے سر کا مسح کرنا۔

تشریح : چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہےاور ایک مرتبہ پورے سر کا مسح کرنا سنت ہے۔

وجه : فقال عبد الله بن زيد نعم .... ثم مسح رأسه بيده فأقبل بهما و ادبر بدأ بمقدم رأسه حتى ذهب بهما الى قفاه ثم ردهما الى المكان الذى بدأ منه ثم غسل رجليه ۔(بخاری شریف، باب مسح الرأس کلہ،ص ۳۷،نمبر ۱۸۵/ابوداود شریف، باب صفۃ وضوء النبی ﷺ ۲۸،نمبر ۱۱۸)اس حدیث میں ہے کہ پورے کا مسح کیا۔

ترجمه : (۹۲)[۱۱] دونوں کانوں کا مسح کرنا، چاہے سر کے پانی سے ہو۔

تشریح : دونوں کانوں کا مسح کرنا سنت ہے،اب اس کی دوصورتیں ہیں ایک یہ کہ سر کے مسح سے باقی ماندہ پانی سے مسح کرے، اوردوسری صورت یہ ہے کہ الگ سے پانی لیکر مسح کرے،بہتر یہ ہے کہ سر کے باقی ماندہ پانی سے مسح کرے۔

وجه :(۱) حدیث یہ ہے .عن ابن عباس :ان النبى ﷺ مسح برأسه واذنيه ظاهرهما و باطنهما (ترمذی شریف، باب مسح الاذنین ظاہرھما و باطنھما،ص ۱۱،نمبر ۳۶/ابوداؤد، باب صفۃ وضوء النبی ﷺ،ص ۱۶،نمبر ۱۲۱)(۲)عن ابى امامة قال : توضأ النبى ﷺ فغسل وجهه ثلاثا و يديه ثلاثا ، و مسح برأسه ،و قال : الاذنان من الرأس .(ترمذی، باب ماجاء ان الاذنین من الرأس ۔ص ۱۶،نمبر ۳۷)اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کان کے اوپر اور نیچے کے حصہ کا سر کے ساتھ مسح کرنا سنت ہے۔

ترجمه : (۹۳)[۱۲] بدن کا ملنا۔

وجه :(۱) عن ابن عمر قال كان رسول الله ﷺ اذا توضأ عرك عارضيه بعض العرك ثم شبك لحيته بأصابعه من تحتها . (ابن ماجۃ شریف، باب ماجاء فی تخلیل اللحیۃ ،ص ۶۳ ،نمبر ۴۳۲)اس حدیث میں ہے کہ حضور وضو میں گالوں کورگڑا کرتے تھے۔(۲)سمعت ابا عبد الرحمن الحبلى يقول رأيت رسول الله ﷺ يدلك بخنصره ما بين اصابع رجليه۔(سنن بیہقی، باب کیفیۃ التخلیل ،ج اول،ص ۱۲۴،نمبر ۳۶۰)اس میں ہے کہ رگڑتے تھے۔

ترجمه : (۹۴)[۱۳] پے در پے دھونا۔

تشریح : ایک عضو کو دھونے کے بعد فورا دوسرے عضو کو دھونا،اس کو پیدر پے دھونا کہتے ہیں۔یہ سنت ہے۔شدید گرمی کی وجہ سے اعضاء خشک ہوجائے تو کوئی حرج نہیں ہے،لیکن خواہ مخواہ دیر کرنا مکروہ ہے اگر چہ وضو ہو جائے گا۔

(۹۳) والدلک (۹۴) والولاء (۹۵) والنیة (۹۶) والترتیب کما نصّ الله تعالی فی کتابه (۹۷)

وجه:(۱) تمام احادیث میں پیدر پے وضو کرنے کا تذکرہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ پیدر پے سنت ہے۔(۲)عن عطاء قال ان غسل الجنب رأسه بالسدر او بالخطمی و هو جنب لم یترکه حتی یجف ذالک . (مصنف عبدالرزاق، باب باب الرجل یغسل رأسه وھو جنب الخ، ج اول، ص ۲۰۴، نمبر ۱۰۱۳)اس اثر میں ہے کہ دیر تک نہ چھوڑے۔(۳) عن خالد عن بعض اصحاب النبی ﷺ رأی رجلا یصلی و فی ظهر قدمه لمعة قدر الدرهم لم یصبها الماء فامره النبی ؑ ان یعید الوضوء والصلاۃ ۔(ابوداود شریف، باب تفریق الوضوء، ص ۲۶ نمبر ۱۷۵) البتہ عذر کی وجہ سے دیر ہو جائے تو سنت کی ادائیگی میں فرق نہیں آئے گا

ترجمہ : (۹۵)[۱۴] نیت کرنا

تشریح : وضو کی نیت کرنا سنت ہے، اور نہیں کرے گا تب بھی وضو ہو جائے گا، البتہ ثواب نہیں ملے گا۔

وجہ : عمر بن خطاب رضی الله عنه علی المنبر یقول سمعت رسول الله ﷺ یقول انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء ما نوی. (بخاری شریف، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ ص ۲ نمبر ۱)اعمال کے ثواب کا دارومدار یا اعمال کے صحیح ہونے کا دارومدار نیت پر ہے۔بغیر نیت کے وضو کا ثواب نہیں ہوگا۔اس لئے وضو میں وضو کی نیت کرنا سنت ہے۔ (۲)اس حدیث کے اشارے میں بھی ہے کہ نیت سنت ہے۔ابی سفیان بن حویطب عن جدتة عن ابیها قال سمعت رسول الله ﷺ یقول لا وضوء لمن لم یذکر اسم الله علیه (ترمذی شریف، باب فی التسمیۃ عند الوضوء، ص ۱۳، نمبر ۲۵ / ابوداؤد شریف، باب فی التسمیۃ علی الوضوء، ص ۸، نمبر ۱۰۱)اس حدیث میں ہے کہ بسم اللہ کے بغیر وضو ہی نہیں ہے، اس لئے اس میں نیت بھی آگئی۔

ترجمہ : (۹۶)[۱۵] کتاب اللہ کی نص کے موافق ترتیب وار ادا کرنا۔

تشریح : آیت میں جس ترتیب سے اعضا کا ذکر ہے اسی ترتیب سے وضو کرنا سنت ہے، مثلا پہلے چہرے کا ذکر ہے اس لئے پہلے چہرہ دھوئے،، پھر ہاتھ دھوئے، پھر سر پر مسح کرے اور آخیر میں پاوں کا تذکرہ ہے اس لئے آخیر میں پاؤں دھوئے۔

وجہ : (۱)وضو کی تما حدیثوں میں اسی ترتیب کے ساتھ اعضاء دھونے کا تذکرہ ہے جو آیت میں موجود ہے اس لئے یہ سنت ہے، حدیث پہلے گزر چکی ہے۔(۲)اس آیت میں شروع میں ,ف، ہے جو ترتیب کے لئے ہے اس لئے باقی اعضاء میں بھی ترتیب سنت ہوگی۔آیت وضو یہ ہے۔ یآیها الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوهکم وایدیکم الی المرافق و امسحوا بر ء و سکم و ارجلکم الی الکعبین۔(آیت ۶ سورۃ المائدۃ، ۵)

والبداء ة بالمیامن ورؤوس الاصابع (۹۸) ومقدم الرأس (۹۹) ومسح الرقبة لا الحلقوم

ترجمہ : (۹۷) [۱۶] دائیں جانب اورانگلیوں کےسرے سےشروع کرنا۔

تشــریح : ہرعضوکودائیں جانب سےشروع کرے،اوردوسری سنت یہ ہے کہ مثلاہاتھ کواسکی انگلی کےسرے سےدھوناشروع کرے،اور پاؤں کواس کی انگلیوں کےسرے سےدھوناشروع کرے۔

وجہ : (۱) **عن عائشة قالت : کان النبی ﷺ یعجبه التیمن فی تنعله ،و ترجله ،و طهوره ،وفی شانه کله** ۔(بخاری شریف ،باب التیمن فی الوضوء والغسل ،ص ۲۹ نمبر ۱۶۸ /مسلم شریف ،باب التیمن فی الطهور ،ص ۱۳۱،نمبر ۲۶۸ /۶۱۷) اس حدیث میں ہے کہ آپؐ ہراچھی چیز میں دائیں جانب کوپسندفرماتے تھے۔اسلئے یہ سنت ہے۔(۲)۔**ان حمــران مولی عثمـان اخبـره انه رأی عثمان بن عفان دعا باناء ،فافرغ علی کفیه ثلاث مرار فغسلهما ،ثم ادخل یمینه فی الانـاء فمضمض و استنثر ثم غسل وجهه ثلاثا و یدیه الی المرفقین ثلاث مرار ،ثم مسح برأسه ،ثم غسل رجلیه ثلاث مرار الی الکعبین ،ثم قال : قال رسول الله ﷺ : من توضأ نحو وضوئی هذا ثم صلی رکعتین لایحدث فیهما نفسه غفر له ما تقدم من ذنبه** ۔(بخاری شریف،باب الوضوء ثلاثا ثلاثا،ص ۳۲،نمبر ۱۵۹ /ابوداود شریف ،باب صفة وضوء النبی ﷺ ،ص ۲۶،نمبر ۱۰۸)اس حدیث میں الی المرفقین ،اورالی الکعبین ، سےاشارہ ہے کہ انگلیوں کےسرے سےشروع کرتے تھے۔

لغت: میامن : یمین سےمشتق ہے۔دائیں جانب سےشروع کرنا۔رؤس الاصابع :انگلیوں کا سرا۔

ترجمہ : (۹۸) [۱۷] سرکےاگلے حصے سےمسح شروع کرے۔

وجہ : (۱) **عن عمر بن یحی بهذا الاسناد ..... فمسح برأسه فاقبل بهما وادبر بدء بمقدم رأسه ثم ذهب بهمـا الی قفاه ثم ردهما حتی رجع الی المکان الذی بدء منه وغسل رجلیه** (مسلم شریف،باب آخرفی صفة الوضوء ،ص ۱۲۳،نمبر ۲۳۵ /۵۵۷ /بخاری شریف ،باب مسح الرأس کله ،ص ۳۱ نمبر ۱۸۵)اس حدیث میں ہے کہ سرکےاگلے حصے سےمسح شروع فرمایا۔

ترجمہ : (۹۹) [۱۸] گردن کامسح کرناسنت ہے،حلق کانہیں۔

وجہ : (۱)**عن ابن عمر رضی الله عنهما ان النبی ﷺ قال من توضأ ومسح بیدیه علی عنقه وقی الغل یوم الـقیـامة** (التلخیص الحبیر ،باب سنن الوضوء ج اول ص ۳۴ /شرح احیاء العلوم للعلامة الزبیدی ج دوم ص ۳۶۵ /اعلاء السنن، باب کیفیة الوضوء، ج اول ،ص ۱۲۰)(۲)**عن لیث عن طلحة عن ابیه عن جده انه رأی رسول الله ﷺ یمسح راسه**

(١٠٠) وقيل ان الاربعة الاخيرة مستحبة.

﴿فصل : (من آداب الوضوء اربعة عشر شيئا﴾

حتى بلغ القذال ومايليه من مقدم العنق بمرة.قال : القذال : السالفة العنق (مسند احمد، باب حدیث جد طلحۃ الایامی ،ج رابع ،ص ۵۳۱،نمبر ۱۵۵۲۱) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ گردن کا مسح کرنا مستحب ہے۔

ترجمہ : (١٠٠) بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ اخیر کے چار مستحب ہیں۔

تشریح :بعض حضرات نے فرمایا کہ چار آخیر یعنی [۱] ترتیب سے وضو کرنا [۲] دائیں جانب سے کرنا۔[۳] سر کے اگلے حصے سے مسح شروع کرنا۔[۴] اور گردن کا مسح کرنا،سنت نہیں مستحب ہیں۔

﴿فصل فی آداب الوضوء﴾

ضروری نوٹ : آداب کا مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں سنت کے درجے میں نہیں ہیں بلکہ مستحب کے درجے میں ہیں اور ادب کے درجے میں ہیں، انکے کرنے سے ثواب میں اضافہ ہوگا اور نہ کرنے سے کوئی حرج نہیں ہے۔اس لئے کچھ آداب کے لئے احادیث نہیں ملیں۔اور کچھ ایسے ہیں کہ انکی احادیث پہلے گزر چکی ہیں اس لئے طوالت کے خوف سے دوبارہ نہیں لایا۔

﴿وضو کے ۱۴ آداب ایک نظر میں﴾

وضو کے آداب چودہ ہیں:

۱:......بلند جگہ پر بیٹھنا۔

۲:......قبلہ کی جانب منہ کرنا۔

۳:......بلاضرورت) دوسرے شخص کی مدد نہ لینا۔

۴:......دنیاوی باتیں نہ کرنا۔

۵:......دل اور زبان دونوں سے نیت کرنا۔

۶:......دعاء ماثورہ پڑھنا۔

۷:......ہر ایک عضو کے دھونے کے وقت بسم اللہ اور دعاء ماثورہ پڑھنا۔

۸:......اپنی چھنگلی کو کان کے دونوں سوراخوں میں داخل کرنا۔

(۱۰۱) .الجلوس فی مکان مرتفع (۱۰۲) واستقبال القبلة (۱۰۳) وعدم الاستعانة بغیره (۱۰۴) وعدم التکلم بکلام الناس (۱۰۵) والجمع بین نیة القلب وفعل اللسان (۱۰۶) والدعاء

۹:......کشادہ انگوٹھی کو ہلا دینا۔

۱۰:......مضمضہ اور استنشاق سیدھے ہاتھ سے کرنا۔

۱۱:......ناک بائیں ہاتھ سے صاف کرنا۔

۱۲:......اگر عذر نہ ہو تو وقت سے پہلے وضو کر لینا۔

۱۳:......وضو کے بعد کلمۂ شہادت پڑھنا۔

۱۴:......کھڑے ہو کر وضو سے بچے ہوئے پانی کو پینا اور یہ دعا پڑھنا:'' اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین ''یعنی اے اللہ! مجھ کو توبہ کرنے والوں میں سے کیجئے' اور پاک لوگوں میں کر دیجئے۔

☆☆☆

ترجمہ : (۱۰۱) وضو کے آداب چودہ ہیں: [۱] اونچی جگہ پر بیٹھنا۔

تشریح : اونچی جگہ پر اس لئے بیٹھے تا کہ وضو کا چھینٹا جسم اور کپڑے پر نہ پڑے۔

ترجمہ : (۱۰۲) [۲] قبلہ کی جانب منہ کرنا۔

تشریح : یہ اچھا کام ہے اس لئے قبلہ کی طرف منہ کر کے وضو کرنا چاہئے۔

ترجمہ : (۱۰۳) [۳] دوسرے سے مدد نہ لے۔

تشریح : کیونکہ بغیر ضرورت کے دوسروں سے مدد لینے میں عبادت میں سستی محسوس ہوتی ہے، اور وضو کرنے والے کی بلندی معلوم ہوتی ہے اس لئے وضو میں دوسروں سے مدد لینا خلاف ادب ہے۔

وجہ : لیکن ضرورت پڑ جائے تو مدد لے سکتے ہیں اس کی دلیل یہ حدیث ہے . عن صفوان بن عسال قال صببت علی النبی ﷺ الماء فی السفر و الحضر فی الوضوء . (ابن ماجۃ شریف، باب الرجل یستعین علی وضوءٖ فیصب علیہ، ص ۵۸، نمبر ۳۹۱) اس حدیث میں ہے کہ دوسرے نے وضو کرانے میں مدد کی۔

ترجمہ : (۱۰۴) [۴] دنیاوی بات نہ کرنا۔

تشریح : یہ عبادت ہے اس لئے اس کے درمیان دنیاوی بات نہ کرنا ادب ہے۔

ترجمہ : (۱۰۵) [۵] دل کی نیت اور زبان کے فعل کو جمع کرنا۔

بالماثورة (۱۰۷) والتسمية عند كل عضو (۱۰۸) وادخال خنصره فی صماخ اذنیه

تشریح : جس وقت زبان سے نیت کررہا ہوتو دل بھی اس نیت کے لئے متوجہ ہو ، غافل دل سے نیت نہ کرے۔

ترجمه : (۱۰۶) [٦] ماثورہ دعاء پڑھنا۔

تشریح : وضوکرتے وقت حدیث میں جو دعا منقول ہے وہ پڑھنا ادب ہے۔

وجه : (۱) **عن عبد الله بن عباس انه رقد عند رسول الله ﷺ فاستیقظ فتسوک و توضأ و هو یقول ﴿ان فی خلق السموات و الارض و اختلاف اللیل و النهار لأیات لاولی الالباب ﴾ آیت ۱۹۰، سورة آل عمران)** ۔(مسلم شریف، باب صلاۃ النبی ودعاۂ باللیل، ص ۳۰۹، نمبر ۷۶۳ / ۱۷۹۹) اس حدیث میں ہے کہ وضو کے وقت دعاء پڑھا کرتے تھے۔(۲) اس حدیث میں بھی ہے۔**عن انس بن مالک ؓ عن النبی ﷺ قال من توضأ فاحسن الوضوء ثم قال ثلاث مرات اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له و اشهد ان محمدا عبده و رسوله فتح له ثمانیة ابواب الجنة من ایها شاء دخل** ۔(ابن ماجۃ شریف، باب مایقال بعد الوضوء، ص ٦٧، نمبر ٤٦٩) اس حدیث میں ہے کہ وضو کے بعد کیا پڑھے۔

ترجمه : (۱۰۷) [۷] ہر ایک عضو کے دھونے کے وقت بسم اللہ پڑھنا۔

تشریح : وضو سے پہلے دعاء پڑھنا الگ ادب ہے، اور ہر ہر عضو کے دھوتے وقت الگ الگ بسم اللہ پڑھنا الگ ادب ہے، یہاں اسی کا ذکر ہے۔

وجه : **عن ابی هریرة قال : قال رسول الله ﷺ : من توضأوذکر اسم الله یطهر جسده کله ،و من توضأ ولم یذکر اسم الله لم یطهر الا موضع الوضوء**۔(دار قطنی ج اول، باب التسمیۃ علی الوضوء، ص ٦٧ نمبر ۲۲۹ / سنن بیھقی ج اول، باب التسمیۃ علی الوضوء، ص ٧٤ نمبر ۲۰۰ / ، مصنف ابن ابی شیبۃ ، ج اول نمبر ۱۷)

ترجمه : (۱۰۸) [۸] اپنی چھنگلی کو کان کے دونوں سوراخوں میں داخل کرنا۔

تشریح : سر پر مسح کرتے وقت دونوں ہاتھ کی انگلیوں کو کان کے سوراخ میں داخل کرنا مستحب ہے۔

وجه : (۱) **عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال ان رجلا اتی النبی ﷺ فقال یا رسول الله ! کیف الطهور ؟ فدعا بماء فی اناء فغسل کفیه ثلاثا ثم غسل وجهه ثلاثا ثم غسل ذراعیه ثلاثا ثم مسح برأسه و ادخل اصبعیه السباحتین فی اذنیه و مسح بابهامیه علی ظاهر اذنیه و بالسباحتین باطن اذنیه ثم غسل رجلیه ثلاثا ثلاثا ثم قال هکذا الوضوء ، فمن زاد علی هذا او نقص فقد اساء و ظلم او ظلم و أساء** ۔(ابوداود شریف،

(١٠٩) وتحريک خاتمه الواسع (١١٠) والمضمضة والاستنشاق باليد اليمنیٰ والامتخاط باليسریٰ (١١١) والتوضُّأ قبل دخول الوقت لغير المعذور (١١٢) والاتيان بالشهادتين

باب الوضوء ثلاثا ثلاثا،ص۲۹،نمبر۱۳۵/ابن ماجۃ شریف،باب ماجاء فی مسح الاذنین،ص۶۴،نمبر۴۳۹) اس حدیث میں ہے کہ شہادت کی انگلی کان میں ڈالتے۔

لغت : خنصر:ہاتھ کی چھوٹی انگلی۔صماخ:سوراخ۔

ترجمه : (۱۰۹) [۹] کشادہ انگوٹھی کو ہلا دینا۔

تشريح : انگوٹھی تنگ ہوتو ہلانا سنت ہے،اور کشادہ ہوتو اندازہ ہے کہ اس میں پانی پہنچ ہی گیا ہوگا اس لئے ہلانا مستحب ہے۔ حدیث سنن وضو میں گزر چکی ہے۔

ترجمه : (۱۱۰) [۱۰] مضمضہ اور استنشاق دائیں ہاتھ سے کرنا۔[۱۱] ناک بائیں ہاتھ سے صاف کرنا۔

تشريح: کلی کرنا ہو یا ناک میں پانی ڈالنا ہو تو دائیں ہاتھ سے کرے،اور پھر صاف کرنا ہو تو بائیں ہاتھ سے کرے،یہ ادب ہے

وجه : کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا محترم چیز ہے اس لئے اس کو دائیں ہاتھ سے کرے،اور ناک صاف کرنا ناپسندیدہ چیز ہے اس لئے اس کو بائیں ہاتھ سے انجام دے۔(۲) حدیث میں ہے(۲) ۔**عن عائشة قالت كانت يد رسول الله ﷺ اليمنى لطهوره و طعامه و كانت يده اليسرى لخلائه و ما كان من اذى** ۔(ابوداود شریف،باب کراھیۃ مس الذکر بالیمین فی الاستبراء،ص۷،نمبر۳۳)اس حدیث میں ہے کہ دائیں ہاتھ اچھے کام کے لئے اور بائیں ہاتھ ناپسندیدہ کام کے لئے استعمال ہوتا تھا۔(۳)۔**ان حمران مولى عثمان اخبره انه رأى عثمان بن عفان دعا باناء ،فافرغ على كفيه ثلاث مرار فغسلهما ،ثم ادخل يمينه فى الاناء فمضمض و استنثر** ۔(بخاری شریف،باب الوضوء ثلاثا ثلاثا،ص۳۲،نمبر۱۵۹/ابوداود شریف،باب صفۃ وضوء النبی ﷺ،ص۲۶،نمبر۱۰۸) اس حدیث میں ہے کہ دائیں ہاتھ سے مضمضہ اور استنشاق کیا۔

لغت : امتخاط: مخط سے مشتق ہے،بچے کی ناک سے رینٹ صاف کرنا۔یسری:بائیں ہاتھ

ترجمه : (۱۱۱) [۱۲] اگر عذر نہ ہو تو وقت سے پہلے وضو کر لینا۔

تشريح : وقت سے پہلے وضو کرنا نماز کی اہمیت کا پتہ دیتا ہے اس لئے اگر عذر نہ ہو تو نماز کے وقت سے پہلے وضو کرنا مستحب ہے

وجه :**عن ثوبان مولى رسول الله ﷺ قال قال رسول الله ﷺ لا يحافظ على الطهور الا مؤمن** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب فی المحافظۃ علی الوضوء وفضلہ،ج اول،ص۱۴،نمبر۳۵) اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ وقت سے پہلے

بعده(۱۱۳) وان یشرب من فضل الوضوء قائما وان یقول اللھم اجعلنی من التوّابین و اجعلنی من المتطھرین.

وضوکرنا مستحب ہے۔

ترجمہ :(۱۱۲) [۱۳]وضو کے بعد کلمۂ شہادت پڑھنا۔

وجہ :اس حدیث میں ہے۔عن انس بن مالکؓ عن النبی ﷺ قال من توضأ فاحسن الوضوء ثم قال ثلاث مرات اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ فتح لہ ثمانیۃ ابواب الجنۃ من ایھا شاء دخل ۔(ابن ماجۃ شریف، باب مایقال بعد الوضوء،ص ۶۷،نمبر ۴۶۹)اس حدیث میں ہے کہ وضو کے بعد شہادتین پڑھے۔

ترجمہ : (۱۱۳) [۱۴] کھڑے ہوکر وضو سے بچے ہوئے پانی کو پینا اور یہ دعا پڑھنا:'' اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین ''یعنی اے اللہ! مجھ کو توبہ کرنے والوں میں سے کیجئے اور پاک لوگوں میں کردیجئے۔

وجہ : کھڑا ہوکر وضو کا بچا ہوا پانی پینا مستحب ہے اس کا ثبوت اس اثر میں ہے۔ عن ابی حیۃ قال رأیت علیا توضأ فأنقی کفیہ ثم غسل وجھہ ثلاثا و ذراعیہ ثلاثا و مسح برأسہ ثم غسل قدمیہ الی الکعبین ثم قام فشرب فضل وضوئہ ثم قال انما اردت ان أریکم طھور رسول اللہ ﷺ ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الوضوء کم مرۃ، ج اول، ص ۱۶،نمبر ۵۴)اس حدیث میں ہے کہ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑا ہوکر پیئے۔(۲) یہ ماء زمزم کی طرح اہم پانی ہے اس لئے اس کو بھی کھڑا ہوکر پینا چاہئے، ماء زمزم کھڑا ہوکر پینے کا ثبوت یہ ہے۔ان ابن عباسؓ حدثہ قال سقیت رسول اللہ ﷺ من زمزم فشرب وھو قائم ۔(بخاری شریف، باب ماجاء فی زمزم،ص ۲۶۵،نمبر ۱۶۳۷)(۳)اور دعا پڑھنے کا ثبوت اس عمل صحابی میں ہے۔کان علیؓ اذا فرغ من وضوئہ قال اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ، رب اجعلنی من التوابین و اجعلنی من المتطھرین ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب مایقول اذا فرغ من وضوءٔ، ج اول،ص ۱۳،نمبر ۲۰)اس حدیث میں یہ دعاء ہے۔

﴿فصل : (ویکره للمتوضی ستة اشیاء﴾.

(۱۱۴) الاسراف فی الماء والتقتیر فیه

﴿فصل: مکروہات وضو کے بیان میں﴾

﴿۶۔مکروہات وضوایک نظر میں﴾

وضوکرنے والے کے لئے چھ چیزیں مکروہ ہیں:

۱:......پانی میں اسراف کرنا۔

۲:......پانی میں کمی کرنا۔

۳:......منہ پر پانی زور سے مارنا۔

۴:......وضومیں دنیوی باتیں کرنا۔

۵:......بغیر عذر دوسرے سے مدد لینا۔

۶:......نئے پانی سے تین بار مسح کرنا۔

ترجمه : (۱۱۴)وضوکرنے والے کے لئے چھ چیزیں مکروہ ہیں[۱] پانی زیادہ خرچ کرنا،[۲]اور بہت کم خرچ کرنا۔

تشریح : وضو کے لئے جتنا پانی مناسب ہےاس سے بہت زیادہ استعمال کرنا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں پانی کا اسراف ہے[۲] اور جتنا مناسب ہےاس سے بہت کم خرچ کرنا بھی مکروہ ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کوئی عضوسوکھا رہ جائے، تین تین مرتبہ نہ دھو سکے جوسنت ہے

وجه :(۱)اس حدیث میں ہے۔ان ابن عباس بات لیلة عند رسول الله ﷺ قال فقام رسول الله ﷺ الی القربة فسکب منها فتوضأ و لم یکثر من الماء و لم یقصر فی الوضوء ۔(مسلم شریف، باب صلاۃ النبی ودعاۂ باللیل،ص۳۱۲،نمبر۷۶۳/۱۷۹۷)اس حدیث میں پانی زیادہ استعمال نہیں کیا۔(۲)اس حدیث میں ہے کہ تین تین مرتبہ سے زیادہ دھونا بھی ظلم ہے، برا ہے،اور کم کرنا بھی ظلم ہےاور برا ہے،اس لئے دونوں مکروہ ہے۔عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال ان رجلا اتی النبی ﷺ فقال یا رسول الله ! کیف الطهور ؟ فدعا بماء فی اناء فغسل کفیه ثلاثا ثم غسل وجهه ثلاثا ثم غسل ذراعیه ثلاثا ثم مسح برأسه و ادخل اصبعیه السباحتین فی اذنیه و مسح بابهامیه علی ظاهر اذنیه و بالسباحتین باطن اذنیه ثم غسل رجلیه ثلاثا ثلاثا ثم قال هکذا الوضوء ، فمن زاد علی هذا او نقص فقد اساء و ظلم او ظلم و أساء ۔(ابوداودشریف، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا،ص۲۹،نمبر۱۳۵)اس حدیث میں ہے کہ

(۱۱۵) وضرب الوجه به (۱۱۶) والتکلم بکلام الناس (۱۱۷) والاستعانة بغیره من غیر عذر (۱۱۸) وتثلیث المسح بماء جدید.

زیادہ پانی استعمال کرے تو ظلم کیا اور کم کرے تب بھی ظلم ہے۔(۳) عن هلال بن یساف قال کان یقال فی الوضوء اسراف و لو کان علی شاطی نهر ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب من کان یکره الاسراف فی الوضوء، ج اول، ص ۶۷، نمبر ۷۱۸)اس اثر میں ہے کہ وضو میں اسراف مکروہ ہے

لغت : اسراف: حد سے زیادہ خرچ کرنا۔ تقتیر: قتر سے مشتق ہے، کمی کرنا۔

ترجمہ : (۱۱۵) [۳] چہرے پر زور سے پانی مارنا۔[مکروہ ہے]

وجہ :(۱) عن ابن عباس قال دخل علی علیؓ یعنی ابی طالب و قد اهرق الماء .....ثم أخذ بکفه الیمنی قبضة من ماء فصبها علی ناصیته فترکها تستن علی وجهه۔(ابوداود شریف، باب صفة وضوء النبی ﷺ ص ۲۷، نمبر ۱۱۷)اس حدیث میں ہے کہ پانی کو چہرے پر بہائے، اس پر مارے نہیں۔(۲)سمع جابر بن عبد الله یقول نهی رسول الله ﷺ عن الوسم فی الوجه و الضرب فی الوجه ۔(مسند احمد، مسند جابر بن عبداللہ، ج رابع، ص ۳۶۲، نمبر ۱۴۶۲۸) اس حدیث میں ہے کہ چہرے پر نہ مارے۔اس لئے بے تکا طور پر پانی مارنا بھی مکروہ ہے۔ (۳) عن ابراهیم قال کانوا یکرهون ان یلطموا وجوههم بالماء لطما و کانوا یمسحونها قلیلا قلیلا ۔ (مصنف ابن ابی شیبة، باب من کان یکره الاسراف فی الوضوء، ج اول، ص ۶۸، نمبر ۷۲۹)اس اثر میں ہے کہ وضو چہرے پر پانی مارنا مکروہ ہے۔

ترجمہ : (۱۱۶) [۴] وضو میں دنیوی باتیں کرنا۔

تشریح : وضو عبادت ہے اس لئے اس میں دعا پڑھنی چاہئے اس لئے دنیوی باتیں کرنا مکروہ ہے۔

ترجمہ : (۱۱۷) [۵] بغیر عذر دوسرے سے مدد لینا۔[مکروہ ہے]

تشریح : عذر ہو تو دوسروں سے مدد لینا جائز ہے، اس کے لئے حدیث گزر چکی ہے۔

وجہ : عن العباس بن عبد الرحمن المدنی قال خصلتان لم یکن رسول الله ﷺ یکلهما الی احد من اهله کان یناول المسکین بیده و یضع الطهور من اللیل و یخمره ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب من کان یحب ان یلی طهوره بنفسه، ج اول، ص ۱۷۸، نمبر ۲۰۴۵)اس حدیث میں ہے کہ حضور خود وضو کا پانی لاتے۔

ترجمہ :(۱۱۸) [۶] نئے پانی سے تین بار مسح کرنا۔

تشریح : ایک ہی پانی سے تین بار سر کا مسح کرے یہ تو جائز ہے، لیکن تین مرتبہ الگ الگ پانی لے اور تین بار سر کا مسح کرے یہ اسراف ہے اس لئے یہ مکروہ ہے۔

﴿فصل : (الوضوء علی ثلاثة اقسام. ﴾

(۱۱۹) الاول فرض علی المحدث للصلوة ولو کانت نفلا ولصلوة الجنازة وسجدة التلاوة ولمسّ

وجـــه : اس حدیث میں ایک مرتبہ سر پر مسح کرنے کا ثبوت ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ اس سے جو زیادہ کرے اس نے ظلم کیا اس لئے تین مرتبہ نئے پانی سے مسح کرنا مکروہ ہوگا۔ **عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال ان رجلا اتی النبی ﷺ.....ثم مسح برأسہ و ادخل اصبعیہ السباحتین فی اذنیہ و مسح بابھامیہ علی ظاھر اذنیہ و بالسباحتین باطن اذنیہ ثم غسل رجلیہ ثلاثا ثلاثا ثم قال ھکذا الوضوء ، فمن زاد علی ھذا او نقص فقد اساء و ظلم او ظلم و أساء** ۔ (ابوداود شریف، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا، ص ۲۹، نمبر ۱۳۵) اس حدیث میں ہے کہ اس سے زیادہ کرے تو ظلم کیا اور کم کرے تب بھی ظلم ہے۔

﴿فصل: فی اقسام الوضوء﴾

ضـــروری نوٹ : یہاں وضو کی تین قسمیں بیان کی ہیں [۱] جس کے لئے وضو کرنا فرض ہو [۲] وضو کرنا واجب ہو [۳] وضو کرنا مستحب ہو۔ [۱] ایسا کام جو وضو کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا ہو جیسے نماز پڑھنا، نماز جنازہ پڑھنا وضو کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا، اس کے لئے وضو کرنا فرض ہے۔ [۲] اور جو کام وضو کے بغیر ہو تو سکتا ہو لیکن مکروہ ہو، جیسے طواف کعبہ بغیر وضو کے ہو سکتا ہے لیکن مکروہ ہے تو اس کے لئے وضو کرنا واجب ہے۔ [۳] اور جو کام بغیر وضو کے درست ہو، جیسے وضو پر وضو کرنا، یا اذان کے لئے وضو کرنا تو یہ وضو مستحب ہے، مصنف نے اس کے لئے ۲۸ نام گنائے ہیں۔ اس طرح وضو کی تین قسمیں ہو گئیں۔

وضو کی تین قسمیں ہیں:

تـرجـمـه : (۱۱۹) پہلی قسم: بے وضو والے پر نماز کے لئے وضو کرنا فرض ہے۔ نفل نماز ہو یا نماز جنازہ ہو، یا سجدۂ تلاوت ہو اور قرآن مجید کو چھونے کے لئے خواہ ایک آیت ہی ہو۔

تشـــریـح : یہاں وضو فرض ہونے کے لئے چار کام بیان فرمارہے ہیں [۱] عام نماز چاہے نفل ہی کیوں نہ ہو بغیر وضو کے جائز نہیں ہے۔ [۲] نماز جنازہ بغیر وضو کے جائز نہیں ہے، اتنی گنجائش ہے کہ وقت کم ہو تو تیمّم کر لے [۳] سجدہ تلاوت بغیر وضو کے جائز نہیں۔ [۴] قرآن پاک کو چھونا، چاہے ایک آیت ہی ہو بغیر وضو کے جائز نہیں اس لئے ان چاروں کاموں کے لئے وضو کرنا فرض ہے۔

وجه : (۱) **عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال لاتقبل صلوة بغیر طھور ، و لا صدقة من غلول** ۔ (ترمذی شریف، باب ما جاء لاتقبل صلوة بغیر طھور، ص ۱، نمبر ۱) اس حدیث میں ہے کہ نماز بغیر وضو کے جائز نہیں، اسی طرح جو چیزیں نماز کے درجے

القرآن ولو آية. (۱۲۰) والثانی واجب للطواف بالكعبة. (۱۲۱) والثالث مندوب (۱۲۲) للنوم

میں ہیں وہ بھی بغیر وضو کے جائز نہیں ہوں گی۔(۲) قرآن کے چھونے کے بارے میں یہ آیت ہے۔لا یمسه الا المطھرون ۔(آیت ۷۹، سورۃ الواقعۃ ۵۶) اس آیت میں ہے کہ بغیر پاکی کے قرآن کریم نہ چھوئے۔(۳) نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت کے لئے یہ قول صحابی ہے۔ عن ابن عمر انه قال لا یسجد الرجل الا وھو طاھر و لا یقرأ الا وھو طاھر و لا یصلی علی الجنازة الا ھو طاھر ۔(سنن بیہقی، باب استحباب الطھر للذکر والقرأۃ، ج اول، ص ۱۴۷، نمبر ۴۲۷) اس اثر میں ہے کہ نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت بغیر وضو کے نہ کرے۔

ترجمہ : (۱۲۰)[۲] دوسری قسم: طواف کعبہ کے لئے وضو واجب ہے۔

تشریح یہ وضو کی دوسری قسم ہے۔ کہ کعبہ کے طواف کے لئے وضو واجب ہے، کیونکہ بغیر وضو کے طواف ہو جائے گا لیکن مکروہ ہے

وجہ : (۱) حدیث میں ہے کہ طواف نماز کی طرح ہے اور نماز میں وضو ضروری ہے اس لئے طواف میں بھی وضو ضروری ہوگا۔ اس لئے اگر بغیر وضو کے طواف قدوم کیا تو صدقہ لازم ہوگا۔ حدیث میں ہے۔ عن ابن عباس ان النبی ﷺ قال الطواف حول البیت مثل الصلوة الا انکم تتکلمون فیه فمن تکلم فیه فلا یتکلم الا بخیر (ترمذی شریف، باب ما جاء فی الکلام فی الطّواف ص ۱۹۰ حدیث نمبر ۹۶۰ رنسائی شریف، باب اباحۃ الکلام فی الطّواف ج ثانی ص ۲۸ نمبر ۲۹۲۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف نماز کی طرح ہے اس لئے طواف میں بھی وضو شرط ہے (۲) دوسری حدیث میں ہے۔ عن عائشة انھا قالت قدمت مکة وانا حائض ولم اطف بالبیت ولا بین الصفا والمروة قالت فشکوت ذلک الی رسول الله فقال افعلی کما یفعل الحاج غیر ان لا تطوفی بالبیت حتی تطھری (بخاری شریف، باب تقضی الحائض المناسک کلھا الا الطّواف بالبیت ص ۲۲۳ نمبر ۱۶۵۰) اس حدیث سے بھی پتہ چلا کہ طہارت کے بغیر طواف نہ کرے۔(۳) اس حدیث میں طواف کے لئے وضو کا ذکر ہے۔ اخبرتنی عائشةؓ ان اول شیء بدأ به حین قدم أنه توضأ ثم طاف بالبیت ثم لم تکن عمرة ۔ (بخاری شریف، باب الطاف علی وضوء، ص ۲۶۵، نمبر ۱۶۴۱) اس حدیث میں ہے کہ وضو کر کے طواف کیا، جس سے معلوم ہوا کہ طواف کے لئے وضو ضروری ہے۔

ترجمہ : (۱۲۱) تیسری قسم: مستحب ہے۔

تشریح : وضو کی تیسری قسم یہ ہے کہ اس کے لئے وضو کرنا مستحب ہے، یعنی کر لے تو اچھا ہے ثواب ملے گا، اور نہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ مصنف نے اس کے لئے ۲۸ کام گنائے ہیں۔ میں ہر ایک کے لئے نمبر ڈال رہا ہوں۔ ان میں سے بعض کے لئے حدیث مل گئی ہے تو اس کو ذکر کر رہا ہوں، اور بعض مسئلے وہ ہیں جو آگے آرہے ہیں اس کے لئے وہاں حدیث بیان کی جائے گی۔ اور جن

علی طهارة واذا استیقظ منه وللمداومة علیه وللوضوء علی الوضوء (۱۲۳) وبعد غیبة وکذب و

کے لئے حدیث آسانی سے نہیں ملی اس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔

ترجمہ :(۱۲۲)(جیسے)[۱] باوضو سونے کے لئے،[۲] اور نیند سے بیدار ہونے کے وقت،[۳] اور ہمیشہ باوضو رہنا[۴] اور وضو پر وضو کرنا۔

وجہ : (۱) نیند سے بیدار ہو تو وضو کرے اس کے لئے یہ اثر ہے۔ **قال عطاء اذا ملک النوم فتوضأ قاعدا او مضطجعا** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الوضوء من النوم، ج اول، ص ۹۸، نمبر ۴۷۵) اس قول تابعی میں ہے کہ نیند کے بعد وضو کرے۔(۲) اور ہمیشہ باوضو رہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن ثوبان مولی رسول الله ﷺ قال قال رسول الله ﷺ لا یحافظ علی الطهور الا مؤمن** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی المحافظۃ علی الوضوء وفضلہ، ج اول، ص ۱۴، نمبر ۳۵) اس حدیث میں ہے کہ ہمیشہ باوضو رہنا مستحب ہے۔(۳) اور وضو پر وضو کرنے کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن ابن عمر یقول من توضأ علی طهر کتب له عشرة حسنات** (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی المحافظۃ علی الوضوء وفضلہ، ج اول، ص ۱۶، نمبر ۵۳) اس حدیث میں ہے کہ وضو پر وضو کرنا دس نیکیوں کا باعث ہے۔

ترجمہ : (۱۲۳)[۵] اور غیبت،[۶] اور جھوٹ،[۷] اور چغلی،[۸] اور ہر ایک گناہ کے بعد،[۹] اور برے اشعار پڑھنے کے بعد،[۱۰] اور خارج نماز کے قہقہہ سے ہنسنے کے بعد۔

تشریح : یہ سب کام ناپسندیدہ ہیں اور اس سے گناہ ہوتا ہے، اور وضو سے گناہ جھڑتے ہیں اس لئے ان کاموں کے بعد وضو کرنا مستحب ہے۔

وجہ :(۱) غیبت سے وضو مستحب ہے اس کے لئے یہ اثر ہے۔ **عن الحارث قال کنت آخذ ا بید ابراهیم فذکرت رجلا فاغتبته قال فقال لی ارجع فتوضأ ، کانوا یعدون هذا هجرا** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الوضوء من الکلام الخبیث والغیبۃ، ج اول، ص ۱۲۵، نمبر ۱۴۲۹) اس قول تابعی میں ہے کہ غیبت سے وضو لوٹانے کے لئے کہا۔(۲) **عن ابراهیم قال انی اصلی الظهر و العصر و المغرب بوضوء واحد الا ان احدث او اقول منکرا** . (مصنف عبد الرزاق، باب الوضوء من الکلام، ج اول، ص ۹۸، نمبر ۴۷۱) اس قول تابعی میں ہے کہ جھوٹ یا غلط بات کروں تو وضو کروں۔(۳) نماز کے اندر قہقہہ لگانے سے وضو بھی ٹوٹتا ہے اور نماز بھی ٹوٹتی ہے، لیکن نماز سے باہر وضو نہیں ٹوٹے گا، صرف وضو کرنا مستحب ہے۔ حدیث میں ہے۔ **عن ابی العالیة ،و انس بن مالک : ان اعمی تردی فی بئر فضحک ناس خلف رسول الله ﷺ فأمر رسول الله ﷺ من ضحک أن یعید الوضوء ،و الصلاة** ۔(دار قطنی، باب احادیث القہقہۃ فی الصلاۃ وعللها، ج اول، ص ۱۷۰، نمبر ۵۹۳/ سنن بیہقی، باب ترک الوضوء من القہقہۃ فی الصلوۃ، ج اول، ص ۲۲۶، نمبر ۶۷۹)

نـميمة و كل خطيئة وانشاد شعر وقهقهة خارج الصلوة(۱۲۴) وغسل ميت وحمله (۱۲۵)ولوقت كل صلوة(۱۲۶) وقبل غسل الجنابة (۱۲۷)وللجنب عند أكل و شرب و نوم ووطئ

لغت :نمیمۃ :نم سے مشتق ہے،ادھر ادھر کی لگانا،مراد ہے چغلی کرنا۔خطیئۃ :غلطی ۔انشاد: نشد سے مشتق ہے،شعر پڑھنا۔قہقہۃ: زور سے ہنسنا۔

ترجمه : (۱۲۴) ،[۱۱] اورمیت کوغسل دینے،[۱۲]اور جنازہ اٹھانے کے بعد۔

تشریح : میت کوغسل دینے سے ممکن ہے کہ اس کا چھینٹا جسم یا کپڑے پر پڑا ہو اس لئے اس کے بعد وضو کرنا مستحب ہے۔

وجه : (۱) عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال من غسل ا لميت فليغتسل ، و من حمله فليتوضأ ۔ (ابوداود شریف، باب فی الغسل من غسل المیت،ص ۴۶۲،نمبر۳۱۶۱ رترمذی شریف، باب ماجاء فی الغسل من غسل المیت،ص ۲۴۱،نمبر ۹۹۳) اس حدیث میں ہے کہ جو میت کو اٹھائے وہ وضو کرے۔(۲)عن ابراهيم انه سئل هل يغتسل من غسل ا لميت؟ قال ان كان نجسا فاغتسلوا و الا فانما يكفى أحدكم الوضوء ۔(مصنف عبدالرزاق،باب من غسل میتا اغتسل اوتوضأ ،ج ثالث،ص ۲۵۳،نمبر ۶۱۲۸)اس قول تابعی میں ہے کہ میت کوغسل دینے کے بعد وضو کرے۔

ترجمه : (۱۲۵) [۱۳]اور ہر ایک نماز کے وقت۔

وجه : عن انس بن مالک قال كان النبى ﷺ يتوضأ عند كل صلوة قلت كيف كنتم تصنعون ؟ قال يجزى أحدنا الوضوء مالم يحدث ۔(بخاری شریف،باب الوضوء من غیر حدث،ص ۴۱،نمبر ۲۱۴)اس حدیث میں ہے کہ حضور ہر نماز کے لئے وضو فرمایا کرتے تھے۔

ترجمه : (۱۲۶)[۱۴]اور غسل جنابت سے پہلے۔[وضو کرے]

وجه : عن عائشة زوج النبى ﷺ ان النبى ﷺ كان اذا اغتسل من الجنابة بدا فغسل يديه ثم توضأ كما يتوضأ للصلوة . (بخاری شریف، باب الوضوء قبل الغسل،ص ۴۶،نمبر ۲۴۸)اس حدیث میں ہے کہ غسل جنابت سے پہلے وضو کرتے تھے۔

ترجمه : (۱۲۷)[۱۵] اور جنبی کے لئے کھانے اور پینے اور سونے اور وطی کے وقت۔

وجه : (۱)عن عائشة ان النبى ﷺ كان اذا اراد ان يأكل او ينام توضأ ـ تعنى جنب ۔(ابوداود شریف،باب من قال الجنب یتوضأ ،ص ۴۲،نمبر ۲۲۴) اس حدیث میں ہے کہ جنبی کھانے کے لئے وضو کرے۔(۲)سألت عائشة أكان النبى ﷺ يرقد و هو جنب ؟ قالت نعم و يتوضأ ۔ (بخاری شریف،باب کینونۃ الجنب فی البیت اذا توضأ ،ص ۵۱،نمبر ۲۸۶)

(۱۲۸) ولـغـضـب(۱۲۹) وقـرآن، وحـديـث وروايتـه ودراسة عـلـم (۱۳۰)واذان واقـامة وخطبة(۱۳۱) وزيارة النبى صلى الله عليه وسلموووقوف بعرفة وللسعى بين الصفا والمروة (۱۳۲)

اس حدیث میں ہے کہ جنبی وضو کر لے پھر سوئے یہ مستحب ہے۔(۳)عـن ابى سعيد الخدرى عن النبى ﷺ قال اذا أتى أحـدكـم أهـلـه ثم بدا له ان يعاود فليتوضأ بينهما وضوء ۔(ابوداود شریف، باب فی الوضوء لمن اراد ان یعود، ص ۴۱، نمبر ۲۱۹)اس حدیث میں ہے کہ جنبی وطی کے لئے دوبارہ وضو کرے یہ مستحب ہے۔

ترجمه : (۱۲۸) [۱۶]اور غصے کے وقت۔

تشریح : غصے کے وقت اس لئے وضو کرے کہ غصہ ٹھنڈا ہو جائے۔

ترجمه : (۱۲۹)[۱۷]اور قرآن[۱۸] وحدیث پڑھنے[۱۹] اور اس کی روایت کرنے،[۲۰]اور علم شرعی کے درس کے لئے۔

تشریح : یہ سب اہم علوم ہیں اس لئے بہتر یہ ہے کہ طہارت پر ہوں۔

وجه : (۱)عـن الـمهـاجـر بـن قـنـفـذ انه اتى النبى ﷺ و هو يبول فسلم عليه فلم يرد عليه حتى توضأ ثم اعتـذر اليه فقال انى كرهت ان اذكر الله تعالى ذكره الا على طهر او قال على طهارة ۔(ابوداود شریف، باب فی الرجل یرد السلام وھو یبول؟، ص ۱۵، نمبر ۱۷)اس حدیث میں ہے کہ بغیر وضو کے ذکر اللہ نہ کرے۔(۲)عـن ابـن عمر انه قال لا يسـجـد الـرجـل الا وهـو طاهر و لا يقرأ الا هو طاهر و لا يصلى على الجنازة الا هو طاهر ۔(سنن بیہقی، باب استحباب الطہر للذکر والقرأۃ، ج اول، ص ۱۴۷، نمبر ۴۲۷) اس قول صحابی میں ہے کہ بغیر وضو کے نہ پڑھے۔

ترجمه : (۱۳۰)[۲۱] اور آذان،[۲۲]واقامت،[۲۳] اور خطبہ۔ مستحب یہ ہے کہ طہارت پر ہو۔

وجه : عن ابى هريرة ان النبى ﷺ قال لايؤذن الا متوضى ۔(سنن بیہقی، باب لایؤذن الا طاہر، ج اول، ص ۵۸۳، نمبر ۱۸۵۸)اس حدیث میں ہے کہ وضو کر کے اذان دے۔اسی میں اقامت اور خطبہ شامل ہیں۔

ترجمه : (۱۳۱)[۲۴]اور زیارت رسول اللہ ﷺ،[۲۵]اور وقوف عرفہ،[۲۶] اور سعی ما بین صفا و مروہ کے لئے۔

تشریح : یہ سب اہم عباتیں ہیں اس لئے انکے لئے بھی وضو مستحب ہے۔

وجه : عـن ابـراهيـم قـال امـض الـى عـرفـات فـاذا كان عند زوال الشمس فاغتسل ان وجدت ماء و الا فتـوضـأ ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما ذکر فی الغسل یوم عرفۃ فی الحج، ج ثالث، ص ۴۰۴، نمبر ۱۵۵۵۸)اس قول تابعی میں ہے کہ وقوف عرفہ کے لئے غسل سنت ہے ورنہ وضو مستحب ہے۔

ترجمه : (۱۳۲) [۲۷] اور اونٹ کے گوشت کھانے سے۔

واكل لحم جزور (۱۳۳) وللخروج من خلاف العلماء كما اذا مسّ امرأة.

﴿فصل : (ينقض الوضوء اثنا عشر شيئا.﴾

تشریح : اونٹ کے گوشت کھانے سے اس کی چربی کی بوآتی ہے اس لئے اس کو دفع کرنے کے لئے وضو کرنا مستحب ہے۔

وجه : اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے. عن البراء بن عازب قال سئل رسول الله ﷺ عن الوضوء من لحوم الابل فقال توضئوا منها و سئل عن لحوم الغنم فقال لا توضئوا منها . (ابوداود شریف، باب الوضوء من لحوم الابل، ص ۳۷، نمبر ۱۸۴) اس حدیث میں ہے کہ اونٹ کے گوشت کھانے سے وضو کرے۔

ترجمه :(۱۳۳) [۲۸] اور عورت وغیرہ کے چھونے سے بھی وضو کر لے تا کہ اختلافِ علماء سے نکل جاوے۔

تشریح : حنفیہ کے یہاں عورت کے جماع سے وضو ٹوٹتا ہے، صرف چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے، اور امام شافعیؒ کے یہاں وضو ٹوٹ جاتا ہے اسلئے اس اختلاف سے بچنے کے لئے وضو کرنا مستحب ہے۔

وجه : (۱) ان ابن عمر كان يقول من قبل امرأته و هو على وضوء اعاد الوضوء ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الوضوء من القبلة واللمس والمباشرة، ج اول، ص ۱۰۱، نمبر ۴۹۶) اس قول صحابی میں ہے کہ عورت کو بوسہ لینے کے بعد وضو کرے ۔ (۲) ان ابن مسعود قال : يتوضأ الرجل من المباشرة ، و من اللمس بيده ، و من القبلة اذا قبل امراته و كان يقول فى هذه الآية ﴿ او لامستم النساء ﴾ ۔ (آیت ۴۳، سورة النساء ۴) قال هو الغمز ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الوضوء من القبلة واللمس والمباشرة، ج اول، ص ۱۰۱، نمبر ۴۹۹) اس قول صحابی میں ہے کہ بوسہ لینے سے، عورت کو چھونے سے، اور مباشرة کرنے سے وضو کرے۔

﴿فصل: نواقض وضو کے بیان میں﴾

﴿وضو توڑنے والی ۱۲ چیزیں ایک نظر میں﴾

وضو کو بارہ چیزیں توڑتی ہیں:

۱:......جو سبیلین سے خارج ہو بجز آگے کی ہوا کے، اصح روایت میں۔

۲:......بچہ کا پیدا ہونا، اگر چہ خون ظاہر نہ ہو۔

۳:......سبیلین کے علاوہ بہنے والی نجاست، مثلا خون اور پیپ کا نکلنا۔

۴:......اور کھانا یا پانی یا خونِ بستہ یا پیپ کا منہ بھر کر قے ہونا،

(۱۳۴) **ما خرج من السبیلین الا ریح القبل فی الاصح.**

۵:......اور جو خون تھوک پر غالب ہو یا اس کے برابر ہو۔

۶:......اور اس طرح سونا کہ مقعد زمین پر ٹھیری نہ ہو۔

۷:......اور قبل بیدار ہونے کے سونے والوں کی مقعد کا اٹھ جانا (زمین سے) ظاہر روایت میں اگر چہ وہ زمین پر نہ گر جاوے۔

۸:......اور بے ہوشی۔

۹:......اور جنون۔

۱۰:......اور سکر (نشہ)۔

۱۱:......اور رکوع وسجدہ والی نماز میں بیدار بالغ کا قہقہہ سے ہنسنا، اگر چہ وہ اس قہقہہ سے خروج من الصلوۃ کا قصد کرے۔

۱۲:......اور بغیر کسی حائل کے ایستادۂ ذکر کا شرمگاہ سے چھونا۔

ترجمہ : (۱۳۴) وضو کو بارہ چیزیں توڑتی ہیں:

[۱] جو کچھ دونوں راستوں سے نکلے سوائے آگے کی ہوا کے، اصح روایت میں۔

تشریح : مصنف نے یہاں چودہ چیزیں بیان کی ہیں جن سے وضوٹوٹ جائے گا، ان میں سے پہلا یہ ہے کہ پیشاب یا پیخانہ کے راستے کوئی چیز نکلے تو اس سے وضوٹوٹ جائے گا۔ پیشاب یا پیخانہ کے راستے سے یہ چیزیں نکلتیں ہیں جن سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔ یہ چیزیں پیشاب کے راستے سے نکلتیں ہیں (۱) پیشاب (۲) مذی (۳) ودی (۴) منی (۵) حیض (۶) نفاس (۷) استحاضہ۔ اور یہ چیزیں پاخانہ کے راستے سے نکلتی ہیں (۱) پاخانہ (۲) ہوا (۳) پاخانہ کا کیڑا۔ ان دس کے نکلنے سے وضوٹوٹ جائے گا۔ کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مرد کے ذکر سے، یا عورت کی شرمگاہ سے ہوا نکل رہی ہے، یہ ہوا نہیں ہوتی بلکہ رگوں کی پھڑ پھڑاہٹ ہوتی ہے اس لئے اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا، یا اس ہوا میں نجاست نہیں ہے اس لئے اصح روایت یہی ہے کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

وجہ : (۱) آیت میں ہے۔ **او جاء احد منکم من الغائط او لٰمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا**) (آیت ۶، سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں اشارہ ہے کہ پیخانہ کے راستے سے، یا پیشاب کے راستے سے جو کچھ نکلے تو اس سے وضوٹوٹ جائے گا اور پانی نہ ہو تو تیمّم کرے۔ (۲) اس حدیث میں اس کا ذکر ہے۔ **عن صفوان بن عسال قال کان رسول اللہ ﷺ :یأمرنا اذا کنا سفرا ان لا ننزع خفافنا ثلاثة ایام ولیالیھن الا من جنابة ولکن من غائط و بول ونوم** (ترمذی شریف، باب المسح علی الخفین للمسافر والمقیم ص ۲۷ نمبر ۹۶ رنسائی شریف، باب التوقیت فی المسح علی الخفین، ص ۱۷، نمبر ۱۲۷) اس حدیث میں جنابت، پیخانہ اور پیشاب سے وضوٹوٹنے کا تذکرہ ہے۔ (۳) ہوا نکلنے سے وضوٹوٹے اس کے لئے یہ حدیث ہے

(۱۳۵) وینقضہ ولادة من غیر رؤیة دم (۱۳۶) و نجاسة سائلة من غیرھما کدم (۱۳۷) و قیح

۔انہ سمع ابو ھریرة یقول قال رسول اللہ ﷺ :لا تقبل صلاة من احدث حتی یتوضأ ،قال رجل من حضرموت : ما الحدث یا ابا ھریرة ؟ قال فساء او ضراط ۔(بخاری شریف ،باب لاتقبل صلاہ بغیر طھور ،ص ۲۹،نمبر ۱۳۵)اس حدیث میں حدث کی تفسیر ہے کہ آواز والی ہوا یا آہستہ ہوا. (۴) پیخانہ کے کیڑے سے وضوٹوٹے اس کے لئے یہ قول تابعی ہے۔ قال عطاء : فیمن یخرج من دبرہ الدودة ،او من ذکرہ نحو القملة : یعید الوضوء ۔(بخاری شریف ،باب من لم یرالوضوء الامن المخرجین من القبل والدبر،ص ۳۵،نمبر ۱۷۶)اس اثر سے پتہ چلا کہ ان دونوں راستوں سے جو کچھ بھی نکلے اس سے وضوءٹوٹ جائے گا۔(۵) دلیل عقلی یہ ہے کہ۔ یہ دونوں مقام مقام نجاست نہیں ہیں ۔نجاست کہیں اوپر سے کھسک کر آتی ہے۔اور قاعدہ ہے کوئی ناپا کی اپنی جگہ سے کھسک کر جسم کے ظاہری حصے پر آجائے تو اس سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔اس لئے ان چیزوں سے وضوٹوٹ جائے گا۔

ترجمہ : (۱۳۵) [۲] بچہ کا پیدا ہونا، اگر چہ خون ظاہر نہ ہو۔

تشریح : بچہ پیدا ہونے کے ساتھ خون آجائے تب تو عورت نفاس والی ہوگئی اس لئے اس نفاس سے وضوٹوٹے گا،لیکن خون نظر نہ آئے تب بھی صرف بچہ نکلنے سے بھی وضوٹوٹ جائے گا۔

وجہ : (۱) بچہ جب بھی نکلے گا تو خون کے علاوہ بھی اس پر شرمگاہ کی نجاست ہوگی اس لئے اس نجاست کے نکلنے سے وضوٹوٹے گا (۲) حدیث میں ہے کہ شرمگاہ سے کوئی بھی چیز نکلے تو اس سے وضوٹوٹے گا اس لئے صرف بچہ پیدا ہونے سے بھی وضوٹوٹ جائے گا ۔حدیث یہ ہے۔عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺقال الوضوء مما خرج و لیس مما دخل ۔(سنن بیہقی ،باب الوضوء من الدم یخرج من احد السبیلین وغیر ذالک من دودة او حصاة او غیر ذالک ،ج اول ،ص ۱۸۸،نمبر ۵۶۸/ مصنف عبد الرزاق ،باب من یطاء نتنا یابسا اور طبا ،ج اول ،ص ۲۴،نمبر ۱۰۰)اس حدیث میں ہے کہ سبیلین سے کوئی چیز نکلے تو اس سے وضوٹوٹے گا۔

اصول : سبیلین سے نکلنے والی چیز تھوڑی ہو یا زیادہ ،نجاست ہو یا نہ ہو ناقض وضو ہے۔

ترجمہ : (۱۳۶) [۳] پیخانہ اور پیشاب کے راستے کے علاوہ سے کوئی بہنے والی نجاست ہو، جیسے خون اور پیپ [تو اس سے بھی وضوٹوٹ جائے گا]

تشریح : پیخانہ اور پیشاب کے راستے کے بارے میں یہ تھا کہ تھوڑی سی بھی کوئی چیز ظاہر ہو تو چاہے وہ بہے یا نہیں ،اور نجاست ہو یا نہ ہو تو اس سے وضوٹوٹ جائے گا۔لیکن انکے علاوہ کا مسئلہ یہ ہے کہ نکلنے والی چیز نجاست ہو، اور اتنی ہو کہ جسم پر بہہ پڑے تب وضوٹوٹے گا۔اگر نکلنے والی چیز نجاست نہیں ہے، مثلا بلغم ہے تو وضو نہیں ٹوٹے گا، یا نجاست ہے لیکن اتنی مقدار نہیں ہے کہ بہہ سکے تو

وقی ء طعام او ماء او علق او مِرَّة اذا ملأ الفم وھو مالا ینطبق علیه الا بتکلف علی الاصح.

اس سے بھی وضوءنہیں ٹوٹے گا،مثلاً جسم سے خون نکلا اور وہیں جم کر رہ گیا تو اس سے بھی وضوءنہیں ٹوٹے گا۔

وجه : نجاست ہو اور بہے تب وضوٹوٹے گا اس کا اشارہ اس آیت میں ہے۔(۱)اس آیت میں ہے کہ بہتا ہوا خون وہ حرام ہے، اور ناقض وضو بھی ہوگا۔**قل لا اجد فی ما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة او دماً مسفوحاً او لحم خنزیر فانه رجس** ۔(آیت ۱۴۵،سورۃ الانعام ۶)(۲)اس حدیث میں ہے کہ بہنے والا خون ہوتب وضو ہے۔**قال تمیم الداری : قال رسول الله ﷺ: الوضوء من کل دم سائل** ۔(دار قطنی،باب فی الوضوء من الخارج من البدن ص۱۶۳ نمبر ۵۷۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خون سبیلین کے علاوہ سے بھی نکلے تو اس سے وضوء لازم ہوگا بشرطیکہ بہنے والا ہو۔(۳)اس حدیث میں بھی ہے کہ دم سائل کے بغیر وضوءنہیں ٹوٹے گا۔**عن ابی ھریرة عن النبی ﷺ قال ؛،لیس فی القطرة و القطرتین من الدم وضوء الا ان یکون دماً سائلاً** ۔(دار قطنی،باب فی الوضوء من الخارج من البدن،ج اول،ص۱۶۳ نمبر ۵۷۲)(۴)اثر میں ہے۔**عن عطاء الشجة یکون بالرجل قال : ان سال الدم فلیتوضأ ،و ان ظھر و لم یسل فلا وضوء علیه** ۔(مصنف عبدالرزاق،باب الوضوء من الدم،ج اول،ص۱۱۰،نمبر ۵۴۵)اس اثر سے معلوم ہوا کہ بہے گا تو وضوٹوٹے گا ورنہ نہیں۔

لغت : قیح : پیپ۔سائل: بہنے والا۔

ترجمه : (۱۳۷) [۴] اور کھانا،یا پانی،یا جما ہوا خون،یا پیپ کا منہ بھر کر قے ہونا،اور قے منہ بھر کر کرنے سے اصح روایت میں یہ مراد ہے کہ بغیر تکلف کے منہ میں نہ رہ سکے۔

تشریح : کھانا،یا پانی،یا جما ہوا خون،یا پیپ کی منہ بھر قے ہو جائے تو اس سے وضوٹوٹ جائے گا،اور منہ بھر قے نہ ہو تو اس سے وضوءنہیں ٹوٹے گا۔اور منہ بھر کی تفصیل یہ ہے کہ اتنی قے ہو کہ منہ بند کرنا چاہے تو منہ بند نہ ہوتا ہو،یا بڑی مشکل سے منہ بند ہوتا ہو تو سمجھا جائے گا کہ قے منہ بھر کے ہے۔

وجه : (۱) پیٹ کے اوپر کے حصے میں جو کھانا ہے وہ نیچے کے پیخانے سے متصل نہیں ہے اس لئے وہ پاک ہے ،اور جو نیچے کا حصہ ہے وہ نیچے کے پیخانے سے متصل ہے اس لئے وہ ناپاک ہے۔قے تھوڑی ہو تو وہ اوپر کے حصے سے آتی ہے جو نجس نہیں ہے اس لئے اس سے وضوءنہیں ٹوٹے گا۔اور منہ بھر کے ہو تو وہ نیچے کے حصے سے آتی ہے اس لئے اس سے وضوٹوٹ جائے گا۔(۲) حدیث میں ہے۔**عن ابی درداء رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قاء فتوضأ فلقیت ثوبان فی مسجد دمشق فذکرت ذالک له فقال صدق انا صببت له وضوءہ** (ترمذی شریف،باب الوضوء من القیء والرعاف ص۲۵ نمبر

(۱۳۸) ویجمع متفرق القیء اذا اتّحد سببه (۱۳۹) ودم غلب علی البزاق او ساواه (۱۴۰) ونوم

۸۷)(۳)۔عن عائشة قالت قال رسول اللہ ﷺ من اصابه قیء او رعاف او قلس او مذی فلینصرف فلیتوضأ ثم لیبین علی صلاته وهو فی ذالک لا یتکلم (ابن ماجہ شریف، باب ماجاء فی البناء علی الصلوۃ ص ۱۷۱، نمبر ۱۲۲۱/دار قطنی، باب فی الوضوء من الخارج من البدن، ج، اول، ص ۱۶۰، نمبر ۵۵۵) اس حدیث میں ہے کہ قے ہو تو اس سے وضوٹوٹ جائے گا۔

اور منہ بھر سے کم ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا اس کی دلیل یہ قول تابعی میں ہے۔عن حماد فی القلس اذا کان یسیرا فلیس فیه وضوء، واذا کان کثیرا ففیه الوضوء ۔(مصنف ابن ابی شیبة، ۴۹ من کان یری فی القلس وضوء، ج اول، ص ۴۵، نمبر ۴۴۲/مصنف عبد الرزاق، باب الوضوء من القیء والقلس، ج اول، ص ۱۰۵، نمبر ۵۱۸) اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ قے منہ بھر کر ہو تب وضوٹوٹے گا۔

لغت : علق : جما ہوا خون ۔مرۃ: پتہ۔ینطبق :طبق سے مشتق ہے، منہ بند ہونا۔

ترجمه : (۱۳۸) اور جب ایک متلی سے متفرق جگہ قے ہو تو سب جمع کی جاوے۔

تشریح : قے کا سبب ایک ہی متلی ہو لیکن کئی جگہ قے کی ہو تو سب کو جمع کیا جائے گا، اگر یہ اندازہ ہو کہ یہ مل کر منہ بھر کر ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

وجه : (۱) سب قے کا سبب ایک ہی ہے اس لئے سب کو جمع کیا جائے گا۔(۲) اس اثر میں اس کا اشارہ ہے۔عن ابن جریج عن ابیه یرفعه الی النبی ﷺ قال : الوضوء من القیء و ان کان قلسا یغلبه فلیتوضأ (مصنف عبد الرزاق، باب الوضوء من القیء والقلس، ج اول، ص ۱۳۸ نمبر ۵۲۴) اس اثر میں ہے کہ منہ میں رکھنے میں مشکل ہو تو وضوٹوٹے گا۔

ترجمه : (۱۳۹) [۵] اور جو خون تھوک پر غالب ہو یا اس کے برابر ہو۔

تشریح : منہ سے خون نکلا اور وہ تھوک پر غالب ہو تو اس سے وضوٹوٹے گا، اور یوں سمجھا جائے گا کہ بہتا ہوا خون نکلا، اور جو خون تھوک پر غالب نہ ہو تو یوں سمجھا جائے گا کہ تھوڑا خون نکلا جو ناقض وضو نہیں ہے۔یہ معیار ہے۔

وجه : عن ابن سیرین فی الرجل یبصق دما قال ان کان الغالب علیه الدم توضأ ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الوضوء من الدم، ج اول، ص ۱۱۳، نمبر ۵۶۰) اس قول تابعی میں ہے کہ اگر خون غالب ہو تو وضو ہوگا اور غالب نہ ہو تو وضو لازم نہیں ہوگا

ترجمه : (۱۴۰) [۶] اور اس طرح سونا کہ مقعد زمین پر ٹھیری نہ ہو۔

تشریح : سونا دو قسم کا ہوتا ہے، ایک یہ کہ نیند میں عقل بیدار ہو تو اس کو گہری نیند نہیں کہتے، اس میں یہ پتہ ہوتا ہے کہ ہوا نکلی یا

لم تتمکن فیه المقعدة من الارض (۱۴۱) وارتفاع مقعدة نائم قبل انتباهه وان لم یسقط فی الظاهر

نہیں نکلی اس لئے اس نیند سے وضونہیں ٹوٹے گا، آدمی رکوع، سجدہ، کھڑے ہونے اور بیٹھنے کی حالت میں یا، تشہد کی حالت میں سوئے تو گہری نیند نہیں ہے اس سے وضونہیں ٹوٹے گا ۔لیکن چت لیٹ کر سوئے، یا ٹیک لگا کر سوئے، یا اتنی گہری نیند ہو کہ مقعد زمین سے الگ ہو جائے تو یہ گہری نیند ہے، اس سے عقل ماؤف ہو جاتی ہے اور تمام رگیں ڈھیلی ہو جاتی ہیں، اور یہ نہیں پتہ چلتا کہ ہوا نکلی ہے یا نہیں اس لئے اس نیند کو ہی ہوا نکلنے کے قائم مقام کر کے وضو ٹوٹنے کا حکم لگا دیا جائے گا۔

وجه: (۱)عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ کان یسجد و ینام و ینفخ ثم یقوم فیصلی ولا یتوضأ ،فقلت له صلیت و لم تتوضأ وقد نمت ؟ فقال : انما الوضوء علی من نام مضطجعاً .زاد عثمان و هناد.فانه اذا اضطجع استرخت مفاصله .(ابوداود نمبر۲۰۲)(۲) و عن علی ابن طالب رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ وکاء السه العینان فمن نام فلیتوضا. (ابوداؤد، باب فی الوضوء من النوم، ص۳۹، نمبر۲۰۳)(۳) قال رسول الله ﷺ ان الوضوء لا یجب الا علی من نام مضطجعا فانه اذا اضطجع استرخت مفاصله. (ترمذی شریف، باب الوضوء من النوم، ص۲۰، نمبر۷۷) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ گہری نیند سونے سے وضو ٹوٹے گا۔ ہلکی نیند ہو تو وضونہیں ٹوٹے گا۔(۴) اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن انس قال کان اصحاب رسول الله ﷺ ینتظرون العشاء الآخرة حتی تخفق روء سهم ثم یصلون ولا یتوضأون ۔(ابوداؤد شریف، باب فی الوضوء من النوم، ص۳۹، نمبر۲۰۰ رترمذی شریف، باب الوضوء من النوم، ص۲۱، نمبر۷۸) اس سے معلوم ہوا کہ بیٹھے بیٹھے یا رکوع یا سجدے میں سو جائے جس میں گہری نیند نہیں ہوتی تو وضونہیں ٹوٹے گا۔

ترجمه :(۱۴۱) [۷] اور جاگنے سے پہلے مقعد اٹھ جائے، چاہے وہ زمین پر نہ گرے۔ظاہری روایت یہی ہے۔

تشریح : آدمی بیٹھے بیٹھے اتنی گہری نیند میں سویا کہ اس کا مقعد زمین سے اٹھ گیا، چاہے وہ زمین پر نہ گرا ہو، اس سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا، ظاہر روایت یہی ہے۔

وجه : اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔عن ابن عباس قال : قال رسول الله ﷺ لا یجب الوضوء علی من نام جالساً او قائماً او ساجدا حتی یضع جنبه فانه اذا وضع جنبه استرخت مفاصله ،(سنن بیہقی، باب ماورد فی نوم الساجد، ج اول، ص۱۹۴، نمبر۵۹۸) اس حدیث میں ہے کہ پہلو زمین سے اٹھ گیا ہو تو اس کی رگیں ڈھیلی ہو گئیں اس لئے وضو ٹوٹ جائے گا۔

لغت : مقعد: قعد سے مشتق ہے، جس عضو پر آدمی بیٹھتا ہے اس کو مقعد کہتے ہیں ۔انتباہ: جاگنا، بیدار رہنا۔

(۱۴۲[الف]) واغماء وجنون وسُکر (۱۴۲[ب])و قهقهة بالغ یقظان فی صلوة ذات رکوع وسجود

ترجمہ : (۱۴۲[الف]) [۸]اور بے ہوشی۔[۹] اورجنون۔[۱۰] اورسکر(نشہ)

تشریح : یہ تینوں مسئلے[بے ہوش ہونا، مجنون ہونا، نشہ میں مست ہونا]اس اصول پر ہیں کہ آدمی کی عقل ختم ہوجائے تو اس کو پتہ نہیں چلتا ہے کہ ہوانکلی یا نہیں نکلی اس لئے ان اسباب کو ہوا نکلنے کے درجے میں رکھکر وضوٹوٹنے کا حکم لگادیا جاتا ہے۔

وجہ : (۱) قال دخلت علی عائشة فقلت : الا تحدثینی عن مرض رسول الله ﷺ .....قالت ففعلنا ،فاغتسل فذهب لینوء فأغمی علیه ثم افاق فقال ﷺ :أصلی الناس ؟ قلنا : لا هم ینتظرونک یا رسول الله قال ضعو ا لی ماءً فی المخضب قالت فقعد فاغتسل ثم ذهب لینوء فأغمی علیه ثم افاق . فقال ﷺ :أصلی الناس ؟ قلنا : لا هم ینتظرونک یا رسول الله قال ضعو ا لی ماءً فی المخضب فقعد فاغتسل ثم ذهب لینوء فأغمی علیه ثم افا ق فقال :أصلی الناس ؟ قلنا : لا هم ینتظرونک یا رسول الله. (بخاری شریف ،باب انما جعل الامام لیؤتم بہ،ص۱۱۲،نمبر۶۸۷رمسلم شریف ،باب استخلاف الامام اذا عرض لہ عذر،ص۱۷۶،نمبر۹۳۶/۴۱۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیہوشی سے وضوٹوٹ جاتا ہے تب ہی تو بیہوشی کے بعد آپؐ نے پانی منگوایا۔(۳)ایک اثر میں بھی اسکا ثبوت ہے.عن حماد قال ـ: اذا افاق المجنون توضأ وضوء ہ للصلاۃ ـ(مصنف عبدالرزاق باب النوم فی الصلاۃ و المجنون اذا اعقل، ج اول،ص۱۰۰،نمبر۴۹۳)اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ جنونیت اور بیہوشی میں وضوٹوٹ جائے گا۔

ترجمہ : (۱۴۲[ب]) [۱۱] اور رکوع وسجدہ والی نماز میں بیدار بالغ کا قہقہہ سے ہنسنا،اگرچہ وہ اس قہقہہ سے خروج من الصلوۃ کا قصد کرے۔

تشریح : رکوع سجدے والی نماز میں قہقہ مار کر ہنسا تو وضوٹوٹے گا۔متن میں تین قید ہیں[۱]رکوع سجدہ والی نماز ہو۔اگر نماز جنازہ میں قہقہ مار کر ہنسا تو وضونہیں ٹوٹے گا،اس لئے کہ اس میں رکوع سجدہ نہیں ہیں۔[۲] آدمی بالغ ہو،بچہ قہقہ مار کر ہنسے تو اس کا وضونہیں ٹوٹے گا۔[۳] بیدار ہو۔نماز میں سورہا تھا اور زور سے ہنسا تو وضونہیں ٹوٹے گا۔ یہ مسئلہ خلاف قیاس ہے کیونکہ اس میں جسم سے کوئی نجاست نہیں نکلی ہے،اس لئے حدیث کے اعتبار سے تین قید ہوگی تو وضوٹوٹے گا ورنہ نہیں۔

وجہ : (۱) حدیث یہ ہے۔عن ابی العالیة ،و انس بن مالک : ان اعمی تردی فی بئر فضحک ناس خلف رسول الله ﷺ فأمر رسول اللهؐ من ضحک أن یعید الوضوء ،و الصلاۃ ـ(دارقطنی،باب احادیث القہقہۃ فی الصلاۃ وعللھا، ج اول،ص۱۷۰،نمبر۵۹۳رسنن بیہقی،،باب ترک الوضوء من القہقہۃ فی الصلوۃ، ج اول،ص۲۲۶،نمبر۶۷۹)اس حدیث سے ثابت ہوا کہ زور سے ہنسنے سے نماز تو ٹوٹے گی ہی لیکن وضوبھی ٹوٹ جائے گا۔

ولو تعمّد الخروج بها من الصلوة (۱۴۳) ومس فرج بذكر منتصب بلا حائل.

لغت : ولوتعمد الخروج بها من الصلوۃ: ہنسنے کا مقصد نماز سے نکلنا ہو تو اس ہنسنے سے نماز سے نکل جائے گا، لیکن وضو بھی ٹوٹے گا۔

ترجمه : (۱۴۳) [۱۲] اور بغیر کسی حائل کے کھڑے ہوئے ذکر کا شرمگاہ سے چھونا۔

تشریح : یہاں تین باتیں ہیں [۱] مرد کا عضو تناسل کھڑا ہے [۲] مرد اور عورت کے عضو خاص کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہے ۔[۳] مرد اس طرح شرمگاہ سے مس کر رہا ہے کہ اگلا مرحلہ جماع کا ہے، ایسی صورت میں عام طور پر جب مرد کا عضو سکڑتا ہے تو اس سے مذی خارج ہو جاتی ہے، اس لئے ایسا کرنے کو ہی مذی نکلنے کے درجے میں رکھ کر عضو توڑنے کا حکم لگا دیا گیا، جس طرح گہری نیند کو ہوا نکلنے کے درجے میں رکھ دی گئی۔

وجه : (۱) اس اثر میں ہے۔ **ان ابن مسعود قال : يتوضأ الرجل من المباشرة ، و من اللمس بيده ، و من القبلة اذا قبل امراته و كان يقول فى هذه الآية﴿ او لامستم النساء ﴾** ۔(آیت ۴۳، سورۃ النساء ۴) **قال هو الغمز** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الوضوء من القبلۃ واللمس والمباشرۃ، ج اول، ص ۱۰۱، نمبر ۴۹۹) اس قول صحابی میں ہے کہ مباشرت سے وضو واجب ہے (۲) **عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ من افضى بيده الى فرجه ليس دونها حجاب فقد وجب عليه وضوء الصلاة** . (سنن بیہقی، باب ترک الوضوء من مس الفرج بظہر الکف، ج اول، ص ۲۱۱، نمبر ۶۴۱) اس حدیث میں ہے کہ بغیر حجاب کے فرج چھویا تو وضو واجب ہے۔(۳) **عن ابراهيم قال اذا قبل الرجل بشهوة او لمس بشهوة فعليه الوضوء** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الوضوء من القبلۃ واللمس والمباشرۃ، ج اول، ص ۱۰۲، نمبر ۵۰۱) اس قول صحابی میں ہے کہ عورت کو بوسہ لینے کے بعد وضو کرے۔(۴) دوسرے حضرات تو صرف مس ذکر سے بھی وضو لازم کرتے ہیں، اور یہاں مس ذکر ہوگا اس لئے بھی وضو واجب ہونا چاہئے۔ حدیث یہ ہے۔ **عن جابر بن عبد الله ؓ قال قال رسول الله ﷺ اذا مس احدكم ذكره فعليه الوضوء** ۔(ابن ماجہ شریف، باب الوضوء من مس الذکر، ص ۶۸، نمبر ۴۸۰ / ابو داود شریف، باب الوضوء من مس الذکر، ص ۳۶، نمبر ۱۸۱) اس حدیث میں ہے کہ مس ذکر سے وضو ہے۔

لغت : مس: چھونا، رگڑنا۔ فرج: عورت کی شرمگاہ۔ منتصب: ایستادہ، کھڑا۔ حائل: درمیان کا پردہ۔

فصل : (عشرة اشياء لا ينقض الوضوء)

(۱۴۴) ظهـور دم لـم يسل عن محله (۱۴۵) وسقوط لحم من غير سيلان دم كالعرق المدنى الذى

﴿فصل: جو چیزیں وضونہیں توڑتیں﴾

۱۰۔ چیزیں ناقض وضونہیں ہیں:

۱:......ایسے خون کا ظاہر ہونا جو اپنی جگہ سے نہ بہا ہو۔

۲:......اور بلا خون بہے گوشت کا گر جانا، جیسے رشتہ یا تاروکا گر جانا۔

۳:......اور زخم اور کان اور ناک سے کیڑے کا نکلنا۔

۴:......اور ذکر کا چھونا۔

۵:......اور عورت کا چھونا۔

۶:......اور بلا منہ بھرے ہوئے قے کرنا۔

۷:......اور بلغم کی قے ،اگر چہ زیادہ ہو۔

۸:......اور سونے والے کا اتنا جھک جانا کہ اس کی مقعد کا زمین سے زائل ہو جانے کا احتمال ہو جائے۔

۹:......اور زمین پر مقعد کو ٹھیرا کر سونا۔

۱۰:......اور نمازی کا سونا اگر چہ حالت رکوع اور سجود علی طریقہ مسنون ہو۔ واللہ الموفق۔

ترجمہ : (۱۴۴) دس چیزیں ناقض وضونہیں ہیں: [۱] ایسے خون کا ظاہر ہونا جو اپنی جگہ سے نہ بہا ہو۔

تشریح : اوپر آیا کہ جو خون بہا ہو وہ ناقض وضو ہے اس لئے جو بہا نہ ہو اس کو دم مسفوح نہیں کہتے ، یہ خون کا بہنا نہیں ہے، بلکہ خون کا ظہور ہے اس لئے اس سے وضونہیں ٹوٹے گا۔

وجہ : (۱)عن ابی هريرة عن النبى ﷺ قال ؛،ليس فى القطرة و القطرتين من الدم وضوء الا ان يكون دماً سائلاً ۔(دار قطنی ، باب فی الوضوء من الخارج من البدن، ج اول ،ص۱۶۳،نمبر۵۷۲) اس حدیث میں ہے کہ بہتا ہوا خون نہ ہو تو وضونہیں ٹوٹے گا۔(۲) اثر میں ہے۔عن عطاء الشجة يكون بالرجل قال : ان سال الدم فليتوضأ ،و ان ظهر و لـم يسل فلا وضوء عليه ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الوضوء من الدم، ج اول،ص۱۱۰،نمبر۵۴۵)اس اثر سے معلوم ہوا کہ بہے گا تو وضو ٹوٹے گا ورنہ نہیں۔

ترجمہ : (۱۴۵) [۲] اور بلا خون بہے گوشت کا گر جانا، جیسے ,عرق مدنی ،جسکو رشتہ کہتے ہیں۔

یقال له رشته (۱۴۶) وخروج دودة من جرح واذن وانف (۱۴۷) ومسُّ ذکر و مسّ امرأة

تشریح : بہتا ہوا خون ناقض وضو ہے، اس لئے اگر خون بہے بغیر گوشت کا ٹکڑا کٹ کر گر جائے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ جیسے عرق مدنی، ایک بیماری ہے، جسکو فارسی میں ,رشتہ، کہتے ہیں، اس میں گوشت کا ٹکڑا کٹ کر گرتا ہے، اور خون نہیں بہتا، اس لئے اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

ترجمہ : (۱۴۶) [۳] اور زخم اور کان اور ناک سے کیڑے کا نکلنا۔

تشریح : پیخانہ اور پیشاب کے راستے سے کیڑا نکلے تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا، کیونکہ تھوڑی سے چیز بھی وہاں سے نکلے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن ان دونوں کے علاوہ سے [مثلا زخم سے یا کان ناک سے] کیڑا نکلے تو اس پر تھوڑا سا خون یا ناپا کی ہے، جو دم مسفوح نہیں ہے اس لئے اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا، جیسے گوشت بغیر خون کے کٹ کر گرے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹا ہے۔

وجہ : (۱) و قال طاؤس ، و محمد ابن علی و عطاء و اهل الحجاز لیس فی الدم وضوء ، و عصر ابن عمر بثرة فخرج منها الدم و لم یتوضأ ۔ (بخاری شریف، باب من لم یرا الوضوء الا من المخرجین من القبل والدبر، ص ۳۵، نمبر ۱۷۶) اس قول تابعی میں ہے کہ خون نکلنے میں وضو نہیں ہے، جس کا مطلب یہ لیا جا سکتا ہے کہ سبیلین کے علاوہ سے ہو اور دم مسفوح نہ ہو تو وضو نہیں ہے۔ (۲) قال لی عطاء توضأ من کل دم خرج فسال ، قیح او دمل او نفطة یسیرة اذا خرج فسال فیه الوضوء قال و ان نزعت سنا فسال منها دم فتوضأ ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الوضوء من الدم، ج اول، ص ۱۱۱، نمبر ۵۴۶) اس اثر میں بھی ہے کہ خون بہے تب وضو ٹوٹے گا ورنہ نہیں، اور یہاں کیڑے پر بہتا ہوا خون نہیں ہے اس لئے اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

ترجمہ : (۱۴۷) [۴] اور ذکر کا چھونا۔ [۵] اور عورت کا چھونا۔

تشریح : اصول یہ ہے کہ جسم سے نجاست نکلنے سے وضو ٹوٹتا ہے ذکر کے چھونے سے عورت کے چھونے سے مذی وغیرہ کوئی نجاست نہیں نکلی تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ دوسرے حضرات کا مسلک یہ ہے کہ ذکر چھونے سے، اور عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹے گا، حنفیہ کا مسلک یہ نہیں ہے۔

وجہ : (۱) عن قیس بن طلق عن ابیه قال قدمنا علی نبی الله ﷺ فجاء رجل کانه بدوی فقال یا نبی الله ! ما تری مس الرجل ذکره بعد ما یتوضأ ، فقال هل هو الا مضغة منه او بضعة منه ۔ (ابوداود شریف، باب الرخصة فی ذالک، ص ۳۶، نمبر ۱۸۲ / ابن ماجة شریف، باب الرخصة فی ذالک، ص ۶۹، نمبر ۴۸۳) اس حدیث میں ہے کہ مس ذکر سے وضو لازم نہیں ہوتا۔ (۲) عن عائشة ان النبی ﷺ قبلها و لم یتوضأ ۔ (ابوداود شریف، باب الوضوء من القبلة، ص ۳۶، نمبر

(۱۴۸) وقیُ ء لا یملأ الفم (۱۴۹) وقیُ ء بلغم ولو کثیرا (۱۵۰) وتمایل نائم احتمال زوال

۱۷۸/ابن ماجۃ شریف، باب الوضوء من القبلۃ ،ص ۷۱، نمبر ۵۰۲)اس حدیث میں ہے کہ بوسہ دینے سے وضو لازم نہیں ہوتا۔

ترجمہ : (۱۴۸) [٦] اور منہ بھر سے کم قے کرنا۔

تشریح : منہ بھر کر قے ہو تو اوپر گزرا کہ وضو ٹوٹے گا، اور منہ بھر کر نہ ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

وجہ :۔عن حماد فی القلس اذا کان یسیرا فلیس فیہ وضوء، واذا کان کثیرا ففیہ الوضوء ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ،۴۹ من کان یری فی القلس وضوء، ج اول ،ص ۴۵ ،نمبر ۴۴۲ رمصنف عبد الرزاق ، باب الوضوء من القی ء والقلس ، ج اول ،ص ۱۰۵، نمبر ۵۱۸)اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ قے منہ بھر سے کم ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

ترجمہ : (۱۴۹) [۷] اور بلغم کی قے ،اگر چہ زیادہ ہو۔

تشریح : کھانے کی قے منہ بھر کر ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا، لیکن بلغم کی قے منہ بھر کر ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

وجہ : (۱) کھانے میں پیٹ کی نجاست لگی ہوتی ہے، لیکن بلغم چکنا ہوتا ہے اور عموما سر میں ہوتا ہے یا حلق میں ہے جہاں نجاست نہیں ہے اس لئے بلغم کی قے منہ بھر کر ہو تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ اس میں نجاست نہیں ہے۔(۲) اس قول صحابی میں اس کا ثبوت ہے۔قلت لعطاء....قال لعمری ! انی لانتخم شیئا کثیرا ثم یأتی الشیء من حلقی و من الرأس فلیس فی ذالک وضوء الا ما خرج من جوفک من معدتک ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الوضوء من القی ء والقلس ، ج اول ،ص ۱۰۵، نمبر ۵۱۸) اس میں ہے کہ بلغم ہو تو وضو نہیں ہے۔

ترجمہ : (۱۵۰) [۸] سونے والا اتنا ہلنے لگا کہ اس کی مقعد زائل ہونے کا احتمال ہو۔

تشریح : آگے کے تینوں مسئلوں میں اصول یہ ہے کہ اتنی گہری نیند ہو کہ عقل زائل ہو گئی ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا، اور ہلکی نیند ہو کہ ابھی عقل زائل نہیں ہوئی ہے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔کیونکہ عقل زائل ہونے کے بعد ہی تمام اعضاء ڈھیلے ہو جاتے ہیں، اور آدمی کو پتہ نہیں چلتا کہ ہوا نکلی ہے یا نہیں اس لئے گہری نیند کے سونے کو ہی ہوا نکلنے کے درجے میں رکھ کر وضو ٹوٹنے کا حکم لگا دیا گیا ہے۔آگے کے تینوں مسئلوں میں ابھی گہری نیند نہیں ہے اسی لئے [مسئلہ نمبر ۸] میں ہے کہ جھونکا کھانے لگا ہے لیکن مقعد زمین سے نہیں اٹھی یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابھی نیند ہلکی ہے، اس لئے وضو نہیں ٹوٹے گا۔اگر اس بات کا یقین ہو جائے کہ مقعد زمین سے اٹھ چکی ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا

وجہ : (۱) قال رسول اللہ ﷺ ان الوضوء لا یجب الا علی من نام مضطجعا فانہ اذا اضطجع استرخت مفاصلہ. (ترمذی شریف ،باب الوضوء من النوم ،ص ۲۰، نمبر ۷۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گہری نیند سونے سے وضو ٹوٹے

مقعدته (۱۵۱) و نوم متمکن ولو مستندا الی شیء لو ازیل سقط علی الظاهر فیهما(۱۵۲) ونوم مصل ولو راکعا او ساجدا علی جهة السنة والله الموفق .

گا۔ہلکی نیند ہوتو وضونہیں ٹوٹے گا۔(۲) اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن انس قال کان اصحاب رسول الله ﷺ ینتظرون العشاء الآخرة حتی تخفق روء سهم ثم یصلون ولا یتوضأون ۔(ابوداؤد شریف، باب فی الوضوء من النوم ،ص ۳۹، نمبر ۲۰۰ / ترمذی شریف، باب الوضوء من النوم ،ص ۲۱ ،نمبر ۷۸) اس حدیث میں ہے کہ صحابہ نیند سے اتنے جھونکے کھاتے کہ سر ہلنے لگتے پھر بھی وضونہیں کرتے ۔ کیونکہ ابھی مقعد زمین سے نہیں اٹھی ۔

ترجمہ : (۱۵۱) [۹] اور زمین پر مقعد کو ٹھیرا کر سونا، چاہے کسی چیز پر ٹیک لگا کر اس طرح سویا ہو کہ اگر اس کو ہٹا دیا جائے تو آدمی گر جائے ۔ دونوں مسئلوں میں ظاہر مذہب یہی ہے ۔

تشریح : آدمی کسی چیز پر اس طرح ٹیک لگا کر سویا ہے کہ اگر اس کو ہٹا دی جائے تو آدمی گر جائے گا، لیکن پھر بھی نیند اتنی ہی آئی ہے کہ ابھی تک مقعد زمین سے ٹکی ہوئی ہے وہاں سے اٹھی نہیں ہے، اس لئے ظاہر مذہب یہی ہے کہ وضونہیں ٹوٹے گا، کیونکہ مقعد زمین سے ٹکی ہوئی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی تک نیند گہری نہیں ہے، جس سے تمام اعضاء ڈھیلے ہو جائیں ۔

ترجمہ : (۱۵۲) [۱۰] اور نمازی کا سونا، چاہے رکوع، یا سجدے کی حالت میں سنت کے موافق ہو۔ واللہ الموفق ۔

تشریح : نمازی رکوع سجدے، قیام، اور تشہد کی حالت میں سنت کے موافق سو رہا ہے تو وہ ابھی زمین پر نہیں گرا ہے، جس کا مطلب ہے کہ اعضاء ابھی ڈھیلے نہیں ہوئے ہیں اس لئے وضونہیں ٹوٹے گا۔

وجه : (۱) عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ کان یسجد و ینام و ینفخ ثم یقوم فیصلی ولا یتوضأ ،فقلت له صلیت و لم تتوضأ وقد نمت ؟ فقال : انما الوضوء علی من نام مضطجعاً .زاد عثمان و هناد.فانه اذا اضطجع استرخت مفاصله (ابوداؤد، باب فی الوضوء من النوم، ص ۳۹، نمبر ۲۰۲) اس حدیث میں ہے کہ حضور سجدے کی حالت میں سوتے لیکن وضونہیں کرتے کیونکہ گہری نیند نہیں تھی ۔

اصول : زیلان عقل سے وضو ٹوٹتا ہے۔ ورنہ نہیں ۔

لغت : مقعد: قعد سے مشتق ہے، جس پر بیٹھتے ہیں، مراد ہے سرین ۔ متمکن: تمکن سے مشتق ہے، زمین پر ٹکا ہوا۔ مستندا: سند سے مشتق ہے، ٹیک لگایا ہوا۔ مصل: نماز پڑھنے والا۔ جهة السنة: سنت کے طریقے پر۔

﴿فصل : (ما یوجب الاغتسال﴾

(یفترض الغسل بواحد من سبعة اشیاء.) (۱۵۳) خروج المنی الی ظاهر الجسد اذا انفصل عن

﴿فصل:موجب غسل کے بیان میں﴾

﴿۷۔اسباب غسل ایک نظر میں﴾

سات چیزوں میں سے کسی ایک چیز سے غسل فرض ہوتا ہے:

۱:......منی کا بلا جماع بشہوت اپنی اصل جگہ سے جدا ہوکر ظاہر بدن تک نکل آنا۔

۲:......زندہ آدمی کے احدالسبیلین میں حشفہ اوراس کے مقطوع کے لئے بقدراس کے پوشیدہ ہوجانا۔

۳:......میت اور چو پایہ سے وطی کرنے سے انزال ہوجانا۔

۴:......سونے کے بعد رقیق پانی کا پایا جانا جب قبل سونے کے اس کا ذکر منتشر نہ ہو۔

۵:......نشہ اور بے ہوشی سے ہشیار ہونے کے بعد تری موجود ہونا جب اس کے منی ہونے کا ظن غالب ہو۔

۶:......حیض۔

۷:......اورنفاس کے بعد،اوراصح روایت میں اگر چہ یہ اشیاء قبل اسلام کے ہواور میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے۔

☆☆☆

ترجمہ : (۱۵۳) سات اشیاء میں سے کسی ایک چیز سے غسل فرض ہوتا ہے:[ا] ظاہری جسم تک منی کا نکلنا جبکہ بغیر جماع کے شہوت کے ساتھ اپنی ٹھہراو کی جگہ سے جدا ہوئی ہو۔

تشریح : یہاں تین قیدیں ہیں[ا] ایک تو یہ کہ ظاہری جسم تک منی آئی ہو۔منی شہوت کے ساتھ نکلتی ہوئی محسوس ہوئی لیکن ظاہری جسم تک نہیں آئی تو غسل واجب نہیں ہوگا۔ جیسے احتلام میں منی باہر آئی ہوتو غسل واجب ہوگا،اور منی باہر نہیں آئی ہوتو غسل واجب نہیں ہوگا۔[۲] دوسری قید بغیر جماع، کی ہے،اس لئے کہ جماع کیا ہوتو منی نہ بھی نکلے تب بھی حنفیہ کے یہاں غسل واجب ہے ۔[۳] تیسری قید ہے کہ منی کی ٹھہرنے کی جگہ سے جدا ہوتے وقت شہوت ہوئی ہو، اس لئے اگر کسی بیماری کی وجہ سے منی نکلی،اور جگہ سے جدا ہوتے وقت شہوت نہیں ہوئی تو غسل واجب نہیں ہوگا۔

وجہ : (۱) وان کنتم جنبا فاطهروا (آیت۶،سورۃ المائدۃ۵) اس آیت میں ہے کہ جنابت ہوتو طہارت حاصل کرو یعنی غسل کرو۔(۲) عورت کو بھی منی نکلی ہوتو اس پر غسل واجب ہوگا،اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن ام سلمة ... فهل علی المرأة من غسل اذا احتلمت؟ فقال رسول الله ﷺ نعم اذا رات الماء (یعنی المنی) ۔(مسلم شریف،باب

مقره بشهوة من غیر جماع (۱۵۴) وتواری حشفة وقدرها من مقطوعها فی احد سبیلی آدمی حیٍّ

وجوب الغسل علی المرأۃ بخروج المنی منہا ص ۱۴۵ نمبر ۳۱۳/۱۲/۷) اس حدیث میں ہے کہ عورت کو منی نکلی ہو تو غسل واجب ہے ۔(۳)شہوت کے ساتھ منی نکلی ہو تب واجب ہوگا اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن علی رضی اللہ عنہ قال له رسول اللہ ﷺ لا تفعل اذا رأیت المذی فاغسل ذکرک و توضأ وضوئک للصلوۃ فاذا فضخت الماء فاغتسل.** (ابو داؤد شریف، باب فی المذی، ص ۳۱، نمبر ۲۰۶)(۴) مسند احمد میں یوں عبارت ہے۔ **اذا حذفت فاغتسل من الجنابة واذا لم تکن حاذفا فلا تغتسل** (مسند احمد، علی بن ابی طالب، ج اول، ص ۱۷۳، نمبر ۸۴۹) حذفت اور فضخت کا ترجمہ ہے کہ منی کود کر نکلے تو غسل کرو۔ اور یہ شہوت کے ساتھ نکلنے میں ہوتا ہے (۵) مذی اور ودی بھی منی کا ایک حصہ ہے لیکن کود کر نہیں نکلتی اس لئے ان میں غسل لازم نہیں ہے۔ اسی طرح منی بیماری کی وجہ سے پانی کی طرح پتلی ہو جائے اور نکلتے وقت نہ لذت ہوا ور نہ کودنا ہوا ور ودی کی طرح نکلے تو ظاہر ہے کہ اس میں منی کی خصوصیت نہ رہی اس لئے اس سے غسل واجب نہ ہوگا۔(۶) منی باہر آئے تب غسل فرض ہوگا ، اندر رہے تو غسل فرض نہیں ہوگا، اس کے لئے یہ اثر ہے۔ **قلت لعطاء :الرجل یحتلم فیدرک ذکرہ قبل ان تخرج النطفة ، فیقبض علیه فیرجع هل علیه غسل ؟ قال ان لم یخرج منه شیء فلا غسل علیه۔** (مصنف عبد الرزاق، ج اول، ص ۱۹۷، نمبر ۷۷ ۹) اس قول تابعی میں ہے کہ منی نہ نکلے تو غسل واجب نہیں۔

لغت : مقرۃ: قر سے مشتق ہے، منی ٹھہرنے کی جگہ۔

ترجمہ : (۱۵۴) [۲] زندہ آدمی کے پیشاب، یا پیخانہ کے راستے میں حشفہ چھپ جائے، اور جسکا حشفہ کٹ گیا ہو تو اس کی مقدار چھپ جائے [تو غسل واجب ہوگا]

تشریح : زندہ آدمی کے پیخانہ یا شرمگاہ میں مرد کا حشفہ چھپ جائے، اور اگر اس آدمی کا حشفہ کٹا ہوا ہو تو حشفہ کی مقدار ذکر اندر گھس جائے تو چاہے منی کا انزال نہ ہوا ہو تب بھی حنفیہ کے نزدیک غسل فرض ہے۔ پیخانہ کے راستے میں چاروں طرف رگوں کی رنگ ہوتی ہے، اس رنگ کے اندر پوری سپاری چھپ جائے تو غسل واجب ہوگا۔ اسی طرح عورت کی شرمگاہ میں جہاں عورت کا ختنہ کیا جاتا ہے وہاں رگوں کی رنگ ہوتی ہے اس رنگ کے اندر سپاری چھپ جائے تو غسل فرض ہوگا چاہے انزال نہ ہوا ہو

یہاں تین قیدیں ہیں [۱] زندہ آدمی کے پیخانہ کے راستے میں یا عورت کی شرمگاہ میں حشفہ گھس کر چھپ جائے تب غسل واجب ہوگا، اس لئے اگر مردہ آدمی کے پیخانہ یا پیشاب کے راستے میں حشفہ گھس جائے تو انزال کے بغیر غسل فرض نہیں ہوگا۔[۲] پیخانہ اور پیشاب کے راستے میں گھسے تو فرض ہوگا، کسی اور مقام میں گھسے تو انزال کے بغیر غسل فرض نہیں ہوگا [۳] پورا حشفہ گھسے، پس اگر پورا حشفہ نہ گھسا ہو تو انزال کے بغیر غسل فرض نہیں ہوگا۔

(١٥٥) وانزال المنی بوطئ میتة او بھیمة (١٥٦) ووجود ماء رقیق بعد النوم اذا لم یکن ذکرہ

وجہ : (١) عن عائشةؓ قال رسول اللہ ﷺ اذا جلس بین شعبھا الاربع ومس الختان الختان فقد وجب الغسل . (مسلم شریف باب بیان ان الجماع الخ ص ١٥٦، نمبر ٣٤٩/٧٨٥ /ابوداؤد، باب فی الاکسال، ص ٤١، نمبر ٢١٦) اس حدیث میں ہے کہ عورت کے ختنے کی جگہ مرد کے ختنے کی جگہ سے مل جائے، یعنی سپاری چھپ جائے تو غسل فرض ہو جائے گا۔ چاہے انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ (٢) ان ابی بن کعب اخبرہ ان رسول اللہ ﷺ انما جعل ذلک رخصة فی اول الاسلام لقلة الثیاب ثم امر بالغسل و نھی عن ذلک (ابوداؤد، باب فی الاکسال، ص ٤١، نمبر ٢١٤) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صرف حشفہ غائب ہونے سے غسل واجب ہوگا چاہے انزال نہ ہوا ہو۔ (٣) دبر میں بھی لذت کامل ہوتی ہے اس لئے اس میں بھی حشفہ غائب ہونے پر غسل لازم ہوگا۔ اس حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ من وجدتموہ یعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل و المفعول بہ ۔ (ابوداودشریف، باب فیمن عمل عمل قوم لوط، ص ٦٢٩، نمبر ٤٤٦٢) اس حدیث میں دبر میں کرنے والے کو بھی قتل کیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بھی لذت کاملہ ہوتی ہے۔

لغت : تواری: چھپ جائے۔ حشفہ: عضو تناسل کی سپاری کو حشفہ کہتے ہیں، جہاں سے چمڑی کاٹ کر ختنہ کرتے ہیں۔

ترجمہ : (١٥٥) [٣] میت اور چوپایہ سے وطی کرنے سے انزال ہو جانا۔

تشریح : میت کو یا چوپائے کو لذت نہیں ہے، اس لئے صرف ایک جانب لذت ہوئی اس لئے لذت کاملہ نہیں ہوئی، اس لئے انکے قبل یا دبر میں وطی کرنے سے جب تک انزال نہ ہو غسل واجب نہیں ہوگا۔

وجہ : عن الحسن فی الرجل یصیب من المرأة فی غیر فرجھا قال : ان ھی انزلت اغتسلت و ان ھی لم تنزل توضأت و غسلت ما اصاب من جسدھا من ماء الرجل ۔(مصنف ابن ابی شیبة، ١٠٩ فی الرجل یجامع امرأتہ دون الفرج، ج اول، ص ٨٩، نمبر ٩٩٢ /مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یصیب امرأتہ فی غیر الفرج، ج اول، ص ١٩٦، نمبر ٧١ ٩) اس قول تابعی میں ہے کہ فرج کے علاوہ میں وطی کرے تو انزال ہوگا تو غسل واجب ہوگا اور انزال نہ ہو تو غسل واجب نہیں ہے، اور یہاں فرج کے علاوہ میں وطی ہے اس لئے انزال کے بغیر غسل واجب نہیں ہوگا۔

ترجمہ : (١٥٦) [٤] سونے سے بیدار ہونے کے بعد پتلا پانی پایا گیا ہو جبکہ سونے سے پہلے ذکر منتشر نہ ہو۔ [تو غسل واجب ہوگا]

تشریح : سونے کے بعد جسم یا پیجامے پر اس طرح کا پانی پایا گیا جس سے گمان غالب ہوتا ہے کہ یہ احتلام کی منی ہے تو غسل واجب ہوگا کیونکہ انزال ہو گیا، لیکن اگر سونے سے پہلے ذکر منتشر ہو تو اس بات کا احتمال ہے کہ ذکر سکڑنے کی وجہ سے مذی نکلی، اس

منتشرا قبل النوم (١٥٧) ووجود بلل ظنّه منیا بعد افاقته من سکر واغماء (١٥٨) و بحیض ونفاس

لئے غسل واجب نہیں ہوگا، لیکن سونے سے پہلے ذکر کے منتشر ہونیکے باوجود یہ یقین ہو جائے کہ یہ منی کا پانی ہے تو غسل واجب ہوگا کیونکہ یقین سے معلوم ہو گیا کہ انزال ہوا ہے۔

وجہ : .عن عائشة قالت سئل النبی ﷺ عن الرجل یجدالبلل و لا یذکر احتلاما ً؟ قال:یغتسل ،و عن الرجل یری انه قد احتلم و لم یجد بللاً ؟ قال لا غسل علیه۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فیمن یستیقظ ویری بللاً ولا یذکر احتلاما،ص٣٠،نمبر١١٣/ابوداود شریف، باب فی الرجل یجد البلة فی منامه،ص٤٤،نمبر٢٣٦)اس حدیث میں ہے کہ منی نکلنے کا یقین ہوتو غسل واجب ہوگا،اور شک ہوتو غسل فرض نہیں ہوگا۔

ترجمہ : (١٥٧) [٥] نشہ اور بے ہوشی سے ہوش میں آنے کے بعد تری موجود ہونا جب اس کے منی ہونے کا ظن غالب ہو۔

تشریح : نشہ اور بیہوشی نیند کی طرح ہے، کیونکہ ان میں بھی عقل ماؤف ہوتی ہے،اس لئے نشہ سے یا بیہوشی سے ہوش میں آنے کے بعد جسم یا کپڑے پر تری دیکھی اور گمان غالب ہے کہ یہ منی نکلی ہے تو اس سے غسل واجب ہوگا، کیونکہ آدمی جنبی ہو گیا۔

ترجمہ : (١٥٨) [٦]حیض۔[٧]نفاس کے بعد، اور صحیح روایت یہ ہے کہ یہ چیزیں اسلام لانے سے پہلے حاصل ہوئی ہو[تب بھی غسل لازم ہوگا]

تشریح : حیض اور نفاس ختم ہونے کے بعد غسل لازم ہوگا۔اگر حیض،اور نفاس اسلام لانے سے پہلے آئے ہوں اور ابھی غسل بھی نہیں کیا ہے کہ مسلمان ہوگئی تب بھی غسل لازم ہوگا، کیونکہ غسل کا سبب پایا گیا۔

وجہ : (١) یسئلونک عن المحیض قل هو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض ولا تقربوهن حتی یطهرن فاذا تطهرن فاتوهن من حیث امرکم الله (آیت٢٢٢،سورة البقرة ٢) آیت میں اشارہ ہے کہ حائضہ غسل کرے تب جماع کرو۔(٢) حدیث میں ہے۔عن عائشةؓ ان امرأة سألت النبی ﷺ عن غسلها من المحیض؟ فامرها کیف تغتسل قال خذی فرصة من مسک فتطهری بها الخ (بخاری شریف، باب دلک المرأة نفسها اذا تطهرت من المحیض، ص٤٥،نمبر٣١٤/مسلم شریف، باب استحباب استعمال المغتسلة من الحیض فرصة من مسک،ص١٤٧،نمبر٣٣٢/٧٤٨)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حائضہ پر غسل فرض ہے۔(٣) عن معاذؓ عن النبی قال اذا مضی للنفساء سبع ثم رأت الطهر فلتغتسل ولتصل (مستدرک للحاکم، کتاب الطهارة، ج اول،ص٢٨٤،نمبر٦٢٦/سنن للبیهقی، باب النفاس ص٥٠٥،نمبر١٦١٧) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفساء بھی خون ختم ہونے کے بعد غسل کرے گی۔

ترجمہ : (١٥٩) اور میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے۔

ولو حصلت الاشياء المذكورة قبل الاسلام فى الاصح (۱۵۹) ويفترض تغسيل الميت كفاية.

﴿فصل : (عشرة اشياء لا يغتسل منها﴾

تشریح : یہ غسل فرض کفایہ ہے یعنی کچھ لوگ غسل دے دے تو سب کی جانب سے ادا ہو جائے گا۔ اور یہ چونکہ فرض عین نہیں ہے اس لئے مصنف نے اس کو نہیں گنا۔

وجه : (۱) اس حدیث میں ہے۔ عن ام عطية الانصارية قالت دخل علينا رسول الله ﷺ حين توفيت ابنته فقال اغسلنها ثلاثا او خمسا او اكثر من ذالك ان رأيتن ذالك بماء و سدر و اجعلن فى الآخرة كافورا۔ (بخاری شریف، باب غسل المیت و وضوءٔ بالماء والسدر، ص ۲۰۱، نمبر ۱۲۵۳؍ مسلم شریف، باب فی غسل المیت، ص ۳۷۷، نمبر ۲۱۶۸/۹۳۹) اس حدیث میں ہے کہ میت کو غسل دے، اور دوسری عورت نے غسل دیا تو حضورؐ کی جانب سے ادا ہو گیا، یہ فرض کفایہ ہونے کی دلیل ہے۔

﴿فصل: دس چیزوں سے غسل نہیں کیا جاتا﴾

﴿۱۰۔ چیزوں سے غسل واجب نہیں ہوتا، ایک نظر میں﴾

۱:...... مذی۔

۲:...... ودی۔

۳:...... احتلام بغیر تری کے۔

۴:...... اور صحیح مذہب میں بچہ پیدا ہونا اس کے بعد بغیر خون دیکھے۔

۵:...... اور ایسے کپڑے سے دخول کرنا جو وجود لذت سے مانع ہو۔

۶:...... حقنہ۔

۷:...... اور انگلی وغیرہ کا احد السبیلین میں داخل کرنا۔

۸:...... چوپایہ۔

۹:...... یا میت سے بلا انزال وطی کرنا۔

۱۰:...... باکرہ سے اس طرح بلا انزال جماع کرے کہ اس کی بکارت زائل نہ ہو۔

☆☆☆

(۱۶۰). مذى و ودى واحتلام بلا بلل(۱۶۱) وولادة من غير رؤية دم بعدها فى الصحيح (۱۶۲)

اصول : جماع کامل پایا جائے تو غسل لازم ہوگا۔

اصول : منی نکلے تو غسل واجب ہوگا۔۔ نیچے کی دسوں صورتوں میں یہ دونوں صورتیں نہیں ہیں، اس لئے غسل فرض نہیں ہوگا۔

ترجمہ : (۱۶۰) [۱] مذی [۲] ودی [۳] احتلام بغیر تری کے۔

تشریح : مذی، ودی کے نکلنے سے غسل لازم نہیں ہوگا، بلکہ صرف وضو لازم ہوگا مذی اور ودی کو دھولے اور وضو کرلے۔ اسی طرح نیند میں خیال آیا کہ احتلام ہوا ہے، لیکن کپڑے یا جسم پر تری نہیں ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ منی نہیں نکلی ہے اس لئے غسل لازم نہیں ہوگا۔

وجہ : (۱) عن علی قال کنت رجلا مذاء فأمرت رجلا ان یسأل النبی ﷺ لمکانة ابنته فسأل فقال توضأ و اغسل ذکرک ۔ (بخاری شریف، باب غسل المذی والوضوء منہ، ص ۴۸، نمبر ۲۶۹ / ابوداؤد شریف، باب فی المذی، ص ۳۱، نمبر ۲۰۶)) اس حدیث میں ہے کہ مذی میں وضو ہے غسل نہیں ہے۔ (۲) ودی سے غسل واجب نہیں ہے صرف وضو واجب ہے اس کے لئے یہ قول صحابیہ ہے۔ عن عائشة قالت المنی منه الغسل و المذی و الودی یتوضأ منهما ۔ (مصنف ابن ابی شیبة، باب فی المنی، والمذی والودی، ج اول، ص ۸۸، نمبر ۹۷۷) اس قول صحابی میں ہے کہ ودی اور مذی سے وضو ہے۔ (۳) اور احتلام میں منی نکلے تب غسل واجب ہے ورنہ نہیں، اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ جائت ام سلیم امراۃ ابی طلحة الی رسول الله ﷺ فقالت یا رسول الله ! ان الله لا یستحی من الحق هل علی المرأة من غسل اذا هی احتلمت ؟ فقال رسول الله ﷺ نعم اذا رأت الماء ۔ (بخاری شریف، باب اذا احتلمت المرأة، ص ۵۰، نمبر ۲۸۲ / مسلم شریف، باب وجوب الغسل علی المرأة بخروج المنی منها، ص ۱۴۵، نمبر ۷۱۲/۳۱۳)

لغت : مذی: عورت سے ملاعبت کرتے وقت عضو تناسل سے جو پانی نکلتا ہے، وہ مذی ہے۔ اور پیشاب کرنے کے بعد پتلا سا پانی نکلتا ہے وہ ودی ہے، ان دونوں میں وضو ہے۔ احتلام: حلم سے مشتق ہے، خواب، سونے میں منی نکل جائے وہ احتلام ہے۔

ترجمہ : (۱۶۱) [۴] بچہ پیدا ہونے کے بعد بغیر خون دیکھے ہوئے [غسل واجب نہیں ہے] صحیح مذہب میں۔

تشریح : بچہ پیدا ہوا لیکن اس کے بعد قطعا کوئی خون نہیں نکلا تو اس عورت پر غسل واجب نہیں ہے، صحیح مذہب یہی ہے۔

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ غسل واجب ہوتا ہے نفاس کے خون نکلنے سے اور یہاں خون نکلا ہی نہیں اس لئے غسل واجب نہیں ہوگا

ترجمہ : (۱۶۲) [۵] اور ایسے کپڑے سے دخول کرنا جو وجود لذت سے مانع ہو۔

تشریح : اتنا موٹا کپڑا ہے کہ شرمگاہ کی حرارت اور لذت حاصل نہیں ہوسکتی، عضو تناسل کو ایسے کپڑے میں لپیٹ کر شرمگاہ میں

وایلاج بخرقة مانعة من وجود اللذة (۱٦۳) وحقنة (۱٦۴) وادخال اصبع ونحوه فی احد السبیلین(۱٦۵) ووطئ بهیمة او میتة من غیر انزال (۱٦٦)واصابة بکر لم تزل بکارتها من غیر انزال.

داخل کیا تو صرف حشفہ چھپنے سے غسل واجب نہیں ہوگا جب تک کہ منی نہ نکل جائے ، کیونکہ جب شرمگاہ کی لذت حاصل نہیں ہوئی تو گویا کہ شرمگاہ کے علاوہ میں وطی کی ،اس لئے منی نہ نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوگا۔یہی حال موٹے ربر کا ہے۔

ترجمه : (۱٦۳) [٦] حقنہ [لگانے سے غسل واجب نہیں ہوگا]

وجه : آنت کی صفائی کے لئے پانی اور دوائی ڈال کر پیخانہ کے راستے سے حقنہ لگاتے ہیں، چونکہ اس میں جماع یا منی کا نکلنا نہیں پایا گیا اس لئے اس سے غسل واجب نہیں ہوگا۔

ترجمه : (۱٦۴) [۷]اور انگلی وغیرہ کا احد السبیلین میں داخل کرنا۔

تشریح : پیخانہ کے راستے میں یا عورت کی شرمگاہ میں انگلی داخل کی تو اس سے نہ جماع پایا گیا اور نہ منی نکلی اس لئے اس سے بھی غسل واجب نہیں ہوگا۔

ترجمه : (۱٦۵)[۸] چوپایہ [۹]یا میت سے بغیر انزال کے وطی کرنے [سے غسل واجب نہیں ہوگا]

وجه : چوپایہ سے وطی کرنے سے، یا میت سے وطی کرنے سے زندہ آدمی کی دبر یا قبل میں وطی کرنا نہیں پائی گئی اس لئے دونوں طرف سے لذت کاملہ نہیں پائی گئی ،اس لئے صرف حشفہ کے چھپ جانے سے غسل واجب نہیں ہوگا جب تک کہ انزال نہ ہو جائے۔ دلیل پہلے گزر چکی ہے۔

ترجمه : (۱٦٦)[۱۰] باکرہ سے اس طرح بلا انزال جماع کرے کہ اس کی بکارت زائل نہ ہو۔

تشریح : باکرہ عورت کی شرمگاہ میں ختنہ کے مقام پر پردہ بکارت ہوتی ہے، پس اگر اس طرح اس سے وطی کی کہ پردہ بکارت زائل نہیں ہوئی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرد کا عضو تناسل عورت کے ختنے کے اندر داخل نہیں ہوا، اور شرمگاہ میں حشفہ غائب نہیں ہوا۔ اس لئے جب تک کہ انزال نہ ہو غسل واجب نہیں ہوگا۔

لغت : ایلاج : ولج سے مشتق ہے۔داخل کرنا۔ خرقۃ: کپڑے کا ٹکڑا۔حقنۃ: پیخانہ کے راستے میں ڈوائی ڈال کر صاف کرنا۔ اصابۃ: پہنچنا، یہاں مراد ہے، وطی کرنا۔ بکارۃ: پردہ بکارت۔

﴿فصل : (یفترض فی الاغتسال احد عشر شیئا ﴾

(١٦٧) غسل الفم والانف والبدن مرة.

﴿فصل: غسل میں گیارہ چیزیں فرض ہیں﴾

﴿غسل کے ۱۱ ۔فرائض ایک نظر میں﴾

۱:......کلی کرنا۔

۲:......ناک میں پانی ڈالنا۔

۳:......ایک مرتبہ بدن کا دھونا۔

۴:......اورداخلِ قلفہ کا دھونا کہ جس کے کھولنے میں تکلیف نہ ہو۔

۵:......اورداخلِ ناف کا دھونا۔

۶:......اوراس سوراخ کا دھونا جوملا ہوا نہ ہو۔

۷:......اور مطلقا مرد کے گوندھے ہوئے بالوں کا دھونا،عورتوں کے گوندھے ہوئے بالوں کونہیں جب اس کی جڑ میں پانی پہنچ جائے۔

۸:......اورڈاڑھی کی کھال۔

۹:......اورمونچھ کی کھال۔

۱۰:......اورابروکی کھال۔

۱۱:......اورفرجِ خارج کا دھونا۔

ترجمہ : (۱۶۷) غسل میں گیارہ چیزیں فرض ہیں۔[۱] کلی کرنا،[۲] ناک میں پانی ڈالنا۔[۳] ایک مرتبہ پورے بدن کا دھونا۔

تشریح : غسل میں گیارہ چیزیں فرض ہیں انکی اصل بنیاد یہ ہے کہ آیت میں ہے کہ خوب خوب دھوؤ،اس لئے بدن کے ہر ہر مقام پر پانی پہنچانا ضروری ہے۔یہی وجہ ہے کہ منہ اور ناک کو غسل کے اندر جسم کے باہر کا حصہ قرار دیا،اور کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض قرار دیا۔اسی طرح قلفہ،اورفرج خارج،اور بال کی جڑ،ان تمام جگہوں پر پانی پہنچانا ضروری ہے،حدیث کی بنا پر صرف عورت کے جوڑے میں پانی پہنچانا ضروری نہیں ہے۔تا کہ کہیں ایک بال کے برابر بھی خشک نہ رہ جائے۔

وجہ : (۱) آیت میں ہے۔ وان کنتم جنبا فاطھروا (آیت ۶،سورۃ المائدۃ ۵) آیت میں ہے کہ جنابت کی حالت میں

(١٦٨) وداخل قلفة لا عسر فی فسخها وسرة وثقب غیر منضم

خوب خوب پاکی حاصل کرو اور یہ اس وقت ہوسکتا ہے کہ کلی کر کے اور ناک میں پانی ڈال کر ہر جگہ پانی پہنچایا جائے۔اس لئے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا غسل میں فرض ہیں (۲) حدیث میں ہے۔**عن علی قال ان رسول اللہ ﷺ قال من ترک موضع شعرۃ من جنابۃ لم یغسلھافعل بھا کذا کذا من النار** (ابوداؤد شریف، باب فی الغسل من الجنابۃ، ص ۴۶، نمبر ۲۴۹) معلوم ہوا کہ ایک بال برابر بھی غسل میں خشک رہ جائے تو غسل نہیں ہوگا اسی لئے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا ضروری ہے۔(۳) **عن ابی ھریرۃ ان النبی ﷺ جعل المضمضۃ والاستنشاق للجنب ثلاثا فریضۃ** (سنن دار قطنی، باب ماروی فی مضمضۃ والاستنشاق فی غسل الجنابۃ، ج اول، ص ۱۲۱، نمبر ۴۰۳) اس حدیث میں ہے کہ جنبی پر کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے۔(۴) پورے جسم پر پانی پہنچانے کی دلیل یہ حدیث ہے۔**اخبرنا ابن عباس عن خالتہ میمونۃ قالت وضعت للنبی ﷺ غسلا یغتسل بہ من الجنابۃ فأکفأالاناء علی یدہ الیمنی فغسلھا مرتین او ثلاثا ثم صب علی فرجہ فغسل فرجہ بشمالہ ثم ضرب بیدہ الارض فغسلھا ثم تمضمض و استنشق و غسل وجھہ و یدیہ ثم صب علی رأسہ و جسدہ ثم تنحی ناحیۃ فغسل رجلیہ**۔(ابوداود شریف، باب فی الغسل من الجنابۃ، ص ۴۵، نمبر ۲۴۵ / ترمذی شریف، باب ما جاء فی الغسل من الجنابۃ، ص ۲۸، نمبر ۱۰۳) اس حدیث میں ہے کہ پہلے وضو کرتے، پھر فرج کو دھوتے، پھر مضمضہ اور استنشاق کرتے پھر پورے بدن پر پانی بہاتے۔

ترجمہ : (۱۶۸) [۴] اور قلفہ کے اندر دھونا جس کے کھولنے میں تکلیف نہ ہو۔[۵] اور ناف کے اندر دھونا۔[۶] اور اس سوراخ کا دھونا جو ملا ہوا نہ ہو۔

تشریح : اگر قلفہ کٹا ہوا نہ ہو، اور اس میں جنابت کی منی ہو، اور چمڑا پیچھے ہٹا کر آسانی سے دھویا جاسکتا ہو تو اس کو دھونا فرض ہے، کیونکہ وہ جسم کے باہر کا حصہ ہے، اور اگر اس کو دھونا مشکل ہو تو دھونا فرض نہیں ہے، کیونکہ مجبوری ہے۔ناف کی چمڑی میں پانی پہچانا ضروری ہے، تاکہ سوکھا نہ رہ جائے۔سوراخ مل گیا ہو تب تو مجبوری ہے، لیکن اگر ملا ہوا نہ ہو تو اس میں بھی پانی پہنچانا ضروری ہے، کیونکہ وہ باہر کا حصہ ہے۔

وجہ : (۱) **عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ ﷺ اذا اراد ان یغتسل من الجنابۃ بدأ بکفیہ فغسلھما ثم غسل مرافغہ و افاض علیہ الماء فاذا انقاھما اھوی بھما الی حائط** ۔(ابوداود شریف، باب فی الغسل من الجنابۃ، ص ۴۵، نمبر ۲۴۳) اس حدیث میں ہے کہ مرافغ، یعنی میل کچیل کی جگہ صاف کرے۔(۲) **عن عائشۃ ....فیغسل فرجہ و قال مسدد : یفرغ علی شمالہ۔و ربما کنت عن الفرج۔ثم یتوضأ وضوئہ للصلاۃ ثم یدخل یدیہ فی الاناء**

(۱۶۹) و داخل المضفور من شعر الرجل مطلقا لا مضفور من شعر المرأة ان سری الماء فی اصوله

فیخلل شعره حتی اذا رأی انه قد اصاب البشرة او انقی البشرة افرغ علی رأسه ثلاثا فاذا فضل فضلة صبها علیه ۔ (ابوداود شریف، باب فی الغسل من الجنابۃ، ص۴۵، نمبر۲۴۲) اس حدیث میں ہے کہ بالوں کی جڑوں کو پانی پہنچاتے، اور کھال کو پانی پہنچاتے، جس سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ قلفہ، ناف کے اندر، اور سوراخ کے اندر پانی پہنچائے۔ (۳) اس عمل صحابی میں ہے کہ ناف کے اندر اور آنکھ کے اندر پانی پہنچاتے تھے. عن ابن عمر قال کان اذا اغتسل من الجنابة نضح الماء فی عینیه و ادخل أصبعه فی سرته ۔ (سنن بیہقی، باب نضح الماء فی العینین، وادخال الاصبع فی السرۃ، ج اول، ص۲۷۳، نمبر ۸۳۷) اس اثر میں ہے کہ ناف میں پانی ڈالتے۔

لغت : قلفہ: جس کھال کو کاٹ کر ختنہ کرتے ہیں اس کو قلفہ کہا جاتا ہے۔ عسر: تنگی۔ سرة: ناف۔ ثقب: سوراخ۔ منضم: ملا ہوا۔

ترجمه : (۱۶۹) [۷] اور ہر حال میں مرد کے گوندھے ہوئے بالوں کا دھونا، عورتوں کے گوندھے ہوئے بالوں کو نہیں جب اس کی جڑ میں پانی پہنچ جائے۔

تشریح : مرد کا گوندھا ہوا بال ہو تو اس گوندھے ہوئے بال میں پانی پہنچانا ضروری ہے اور بال کی جڑوں میں بھی پانی پہنچانا ضروری ہے چاہے جوڑے کو کھول کر پانی پہنچانا پڑے۔ البتہ عورت کا جوڑا بندھا ہوا ہو تو گوندھے ہوئے بالوں میں پانی پہنچانا ضروری نہیں ہے، صرف بال کی جڑوں میں پانی پہنچانا ضروری ہے، کیونکہ عورت کی بار بار کی مجبوری کی وجہ سے حدیث موجود ہے۔

وجه : (۱) آیت کے اعتبار سے ہر ہر بال کو دھونا ضروری ہے، چنانچہ مرد کے بال کے بارے میں یہی مسئلہ ہے، البتہ عورت کو چونکہ مجبوری ہے اس لئے وہ جوڑے کو نہ بھی بھگائے تو جائز ہے ۔ (۲) حدیث یہ ہے۔ عن ام سلمة قالت قلت یا رسول الله ﷺ انی امرأة اشد ضَفر رأسی افأنقضه لغسل الجنابة ؟ قال لا ، انما یکفیک ان تحثی علی رأسک ثلاث حثیات ثم تفیضین علیک الماء فتطهرین (مسلم شریف، باب حکم ضفائر المغتسلۃ، ص۱۴۶، نمبر ۳۳۰/۷۴۴/ ابوداؤد شریف، باب المرأۃ ھل تنقض شعرھا عند الغسل نمبر ۲۵۱) (۳) اس حدیث میں ہے کہ عورت کو بھی بال کی جڑ میں پانی پہنچانا ضروری ہے۔ عن عائشة ان اسماء سألت النبی ﷺ عن غسل المحیض ؟... ثم تصب علی رأسها فتدلکه دلکا شدیدا حتی تبلغ شؤن رأسها (مسلم شریف، باب استعمال المغتسلۃ من الحیض فرصۃ من مسک فی موضع الدم، ص۱۴۷، نمبر ۳۳۲/ ۷۵۰) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ پانی بالوں کی جڑوں کے اندر پہنچانا ضروری ہے تب غسل ہوگا۔ اگر جوڑا نہیں کھولا اور پانی جڑ تک نہیں پہنچا تو عورتوں کا غسل نہیں ہوگا۔

لغت : مضفور: ضفر سے مشتق ہے، جوڑا باندھنا۔ سری: سرایت کرنا۔ اصول: جڑ۔ بال کی جڑ۔ بشرۃ: کھال۔

(۱۷۰) و بشرة اللحية وبشرة الشارب والحاجب (۱۷۱)والفرج الخارج.

﴿فصل : (يسن فی الاغتسال اثنا عشر شيئا. ﴾

ترجمه : (۱۷۰) [۸] اورڈاڑھی کی کھال۔[۹] اورمونچھ کی کھال۔[۱۰]اورابرو کی کھال۔

تشریح : اوپرحدیث میں آیا کہ سر کے بال کی جڑ میں پانی پہنچانا ضروری ہے،اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے یہ مسئلہ ہے کہ ڈاڑھی اورمونچھ اورابرو کی کھال میں پانی پہنچانا فرض ہے۔

ترجمه : (۱۷۱) [۱۱] اورفرج خارج کا دھونا[فرض ہے]

تشریح : فرج داخل کا حصہ جسم کے اندر کا حصہ ہے اس لئے اس میں پانی پہچانا فرض نہیں ہے،اورفرج خارج باہر کا حصہ ہے اس لئے اس کو دھونا فرض ہے۔

وجه : (۱) عن عائشة قالت كان رسول الله ﷺ اذا اغتسل من الجنابة ....ثم اتفقا فيغسل فرجه ، و قال مسدد : يفرغ على شماله۔ و ربما كنت عن الفرج ۔ ۔(ابوداود شریف، باب فی الغسل من الجنابۃ ،ص ۴۵، نمبر۲۴۲)اس حدیث میں ہے کہ فرج دھوتے تھے،اسی پر قیاس کر کے عورت پر فرج خارج کا دھونا فرض ہوگا۔(۲)اس حدیث میں بھی ہے۔اخبرنا ابن عباس عن خالته ميمونة ....ثم صب على فرجه فغسل فرجه بشماله ، ثم ضرب بيده الارض فغسلها ۔(ابوداود شریف، باب فی الغسل من الجنابۃ ،ص ۴۵ ،نمبر۲۴۵ ؍؍ترمذی شریف، باب ما جاء فی الغسل من الجنابۃ ،ص ۲۸ ،نمبر۱۰۳)اس حدیث میں بھی ہے کہ آپ ؐفرج دھویا کرتے تھے۔

﴿فصل:(غسل کی سنتوں کا بیان)﴾

﴿غسل کی ۱۲سنتیں،ایک نظر میں﴾

۱:......شروع میں بسم اللہ پڑھنا۔

۲:......نیت کرنا۔

۳:......دونوں ہاتھ دونوں پہونچوں تک دھونا۔

۴:......بدن پر لگی ہوئی نجاست کا دھونا۔

۵:......اپنی شرمگاہ دھونا۔

۶:......پھر نماز کے وضو کی طرح وضو کرنا،پس ہر ایک اعضاء کو تین تین مرتبہ دھوئے،اور ایک مرتبہ مسح کرے۔

(۱۷۲)الابتداء بالتسمية والنية وغسل اليدين الى الرسغين (۱۷۳) وغسل نجاسة لو كانت

۷:......تمام بدن پر تین بار پانی بہانا۔

۸:...... پہلے سر پر پانی ڈالنا۔

۹:......پھر سیدھے شانے کو۔

۱۰:......پھر بائیں کو دھونا۔

۱۱:...... بدن کا ملنا۔

۱۲:...... پے در پے دھونا۔

☆☆☆

ترجمہ : (۱۷۲) غسل میں بارہ چیزیں سنت ہیں۔[۱] شروع میں بسم اللہ پڑھنا۔[۲] نیت کرنا۔[۳] دونوں ہاتھ دونوں پہونچوں تک دھونا۔

تشریح : غسل سے پہلے وضو کرنا سنت ہے، اور وضو میں بسم اللہ پڑھنا اور نیت کرنا سنت ہے اسی طرح دونوں ہاتھوں کو پہونچوں تک دھونا سنت ہے اس لئے غسل میں بھی یہ سنت ہیں۔ ان سنتوں کی دلیل، فصل: یسن فی الوضوء ثمانیۃ عشر شیئا، مسئلہ نمبر ۸۴ سے مسئلہ نمبر ۱۰۰ تک میں دیکھیں۔

ترجمہ : (۱۷۳) [۴] نجاست کا دھونا اگر بدن پر الگ سے لگی ہوئی ہو۔[۵] اپنی شرمگاہ دھونا۔

تشریح : اپنی شرمگاہ دھونا سنت ہے، اور اس کے علاوہ بدن کے کسی حصے پر نجاست لگی ہو تو غسل سے پہلے اس کو دھونا بھی سنت ہے، تاکہ یہ نجاست غسل کے درمیان جسم پر نہ پھیلے۔

وجہ : (۱) قالت عائشة كان رسول الله ﷺ اذا اغتسل بدأ بيمينه فصب عليها من الماء فغسلها ثم صب الماء على الاذى الذى به بيمينه و غسل عنه بشماله حتى اذا فرغ من ذالك صب على رأسه ۔(مسلم شریف، باب القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ، الخ۔ص ۱۴۴، نمبر ۷۲۹/۳۲۱) اس حدیث میں ہے کہ جہاں پر نجاست ہو اس کو بھی دھوتے تھے۔(۲) فرج دھونا مستقل سنت ہے اس کے لئے اور باقی سنتوں کے لئے یہ حدیث ہے۔ حدثتنی خالتی ميمونة قالت : ادنيت لرسول الله ﷺ غسله من الجنابة، فغسل كفيه مرتين او ثلاثاً، ثم ادخل يده فى الاناء، ثم افرغ به على فرجه، و غسله بشماله، ثم ضرب بشماله الارض، فدلكها دلكاً شديدا، ثم توضأ وضوئه للصلاة ثم افرغ على رأسه ثلاث حفنات ملء كفه، ثم غسل سائر جسده، ثم تنحى عن مقامه ذالك

بانفرادها وغسل فرجه (۱۷۴) ثم يتوضأ كوضوئه للصلوة فيثلِّث الغسل ويمسح الرأس ولكنه يؤخّر غسل الرجلين ان كان يقف في محل يجتمع فيه الماء (۱۷۵) ثم يفيض الماء على بدنه ثلاثا ولو انغمس في الماء الجاري او ما في حكمه ومكث فقد اكمل السنة (۱۷۶) ويبتدئ في صبّ

فغسل رجليه ،ثم اتيته بالمنديل فرده (مسلم شریف، باب صفۃ غسل الجنابۃ ،ص۱۴۲،نمبر۳۱۷/۲۲/۷ربخاری شریف،باب الغسل مرۃ واحدۃ ،ص۳۹،نمبر۲۵۷/ابو داود شریف، باب فی الغسل من الجنابۃ ،ص۴۵،نمبر۲۴۵/ترمذی شریف، باب ماجاء فی الغسل من الجنابۃ ،ص۲۸،نمبر۱۰۳)اس حدیث سے ترتیب کے ساتھ سنتیں ثابت ہوئی ہیں۔

لغت : لوکانت بانفرادھا: کا مطلب یہ ہے کہ شرمگاہ کے علاوہ کسی جگہ پر الگ سے نجاست لگی ہو تو اس کو دھونا الگ سنت ہے۔

ترجمہ : (۱۷۴) [۶] پھر نماز کے وضو کی طرح وضو کرنا، پس ہر ایک اعضاء کو تین تین مرتبہ دھوئے ،اور ایک مرتبہ مسح کرے، اگر پانی جمع ہونے کی جگہ پر غسل کرتا ہو تو دونوں پاؤں غسل کے بعد دھوئے۔

تشریح : اوپر کی حدیث میں موجود ہے کہ حضور غسل سے پہلے نماز کی طرح وضو فرماتے ،اور یہ بھی ہے کہ پاؤں کے پاس پانی جمع تھا اس لئے وہاں سے ہٹنے کے بعد پاؤں دھویا تا کہ پاؤں دوبارہ نجس نہ ہو جائے۔

ترجمہ : (۱۷۵) [۷] تمام بدن پر تین بار پانی بہانا۔اور اگر جاری پانی میں، یا جو جاری پانی کے حکم میں ہے غوطہ لگا کر ٹھہرا رہا تو سنت پوری ہو جائے گی۔

تشریح : وضو میں تین مرتبہ پانی بہانا سنت ہے اس لئے غسل میں بھی تین مرتبہ پانی بہانا سنت ہوگا۔اور تالاب میں غوطہ لگایا ہو تو تھوڑی دیر غوطہ لگائے رکھنے سے تین مرتبہ کی سنت ادا ہو جائے گی۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں ہے کہ ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھوئے ،اور پورے سر پر مسح کرے۔ان حمران مولى عثمان اخبره انه رأى عثمان بن عفان دعا باناء ،فافرغ على كفيه ثلاث مرار فغسلهما ،ثم ادخل يمينه في الاناء فمضمض و استنثر ثم غسل وجهه ثلاثا و يديه الى المرفقين ثلاث مرار ،ثم مسح برأسه ،ثم غسل رجليه ثلاث مرار الى الكعبين ،ثم قال : قال رسول الله ﷺ : من توضأ نحو وضوئى هذا ثم صلى ركعتين لايحدث فيهما نفسه غفر له ما تقدم من ذنبه ۔(بخاری شریف، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا ،ص۳۲،نمبر۱۵۹/ابو داود شریف ،باب صفۃ وضوء النبی ﷺ ،ص۲۶،نمبر۱۰۸) یہ حدیث وضو کے بارے میں ہے،اس پر قیاس کرتے ہوئے غسل میں بھی تین مرتبہ دھونا سنت ہے۔

لغت : یفیض: فاض سے مشتق ہے ،بہایا۔انغمس: غمس سے مشتق ہے،غوطہ لگایا، ڈوبا۔مکث: ٹھہرا رہا۔

الماء برأسه ویغسل بعدها منکبه الأیمن ثم الأیسر (۱۷۷)ویدلک جسده ویوالی غسله.

﴿فصل :﴾

(۱۷۸) وآداب الاغتسال هی آداب الوضوء الا انه لا یستقبل القبلة لانه یکون غالبا مع کشف العورة وکُره فیه ما کُره فی الوضوء.

ترجمه : (۱۷۶) [۸] پہلے سر پر پانی ڈالنا۔[۹] پھر سیدھے شانے کو۔[۱۰] پھر بائیں کو دھونا۔[سنت ہے]

وجه : عن عائشة قالت کان رسول الله ﷺ اذا اغتسل من الجنابة دعا بشیء من نحو الحلاب فاخذ بکفیه فبدأ بشق راسه الایمن ثم الایسر ثم اخذ بکفیه فقال بهما علی رأسه۔(ابوداود شریف، باب فی الغسل من الجنابۃ، ص ۴۵، نمبر ۲۴۰) اس حدیث میں ہے کہ پہلے سر پر پانی ڈالے، اور یہ بھی ہے کہ دائیں جانب پہلے کرے اور بائیں جانب بعد میں کرے۔

ترجمه : (۱۷۷) [۱۱] بدن کا ملنا۔[۱۲] پے درپے دھونا۔[سنت ہے۔

وجه : اس حدیث میں ہے کہ بدن کو رگڑے تاکہ ہر جگہ پانی پہنچ جائے۔عن عائشة ان اسماء سألت النبی ﷺعن غسل المحیض ؟...ثم تصب علی رأسها فتدلکه دلکا شدیدا حتی تبلغ شؤن رأسها (مسلم شریف، باب استعمال المغتسلة من الحیض فرصة من مسک فی موضع الدم، ص ۱۴۷، نمبر ۳۳۲/۷۵۰)اس حدیث میں ہے کہ بدن کو رگڑے۔اور ثم تصب علی راسھا، سے پتہ چلا کہ غسل پے درپے کرے۔

﴿فصل:(غسل کے آداب ومکروہات کے بیان میں)﴾

ترجمه : (۱۷۸) جو غسل کے آداب ہیں وہی غسل کے آداب ہیں، لیکن قبلے کا استقبال نہ کرے، اس لئے اکثر کھلے ستر کے ساتھ غسل کرتے ہیں، اور غسل میں وہی باتیں مکروہ ہیں جو وضو میں مکروہ ہیں۔

تشریح : جتنی باتیں وضو میں ادب کی ہیں وہ تمام باتیں غسل میں بھی آداب ہیں۔اور جتنی باتیں وضو میں مکروہ ہیں وہ سب باتیں غسل میں مکروہ ہیں۔صرف اس بات میں فرق ہے کہ وضو قبلہ رخ کر کے کرنا ادب ہے، جبکہ قبلہ رخ کر کے غسل کرنا ادب کے خلاف ہے، کیونکہ عام طور پر برہنہ ہو کر غسل کرتے ہیں اور ستر کھلے ہوئے ہونے کی حالت میں قبلہ رخ کرنا اچھا نہیں ہے۔ آداب وضو، فصل من آداب الوضوء، مسئلہ نمبر ۱۰۱ سے مسئلہ نمبر ۱۱۳ تک میں دیکھیں۔

﴿فصل : (یسن الاغتسال لاربعة اشیاء. ﴾

(۱۷۹) صلوة الجمعة وصلوة العیدین وللاحرام وللحاج فی عرفة بعد الزوال.

﴿فصل: (مسنون ومستحب غسل کے بیان میں﴾

﴿غسل چار چیزوں کے لئے سنت ہے: ایک نظر میں﴾

۱:......نماز جمعہ۔

۲:......صلوۃ عیدین۔

۳:......احرام۔

۴:......عرفہ میں بعد زوال کے حاجی کے لئے۔

☆☆☆

ترجمہ : (۱۷۹) [۱] نماز جمعہ۔[۲] عیدین کی نماز کے لئے۔[غسل کرنا سنت ہے] [۳]احرام، کے لئے [۴]اور عرفہ میں زوال کے بعد حاجی کے لئے۔

تشریح : ان مقامات پر اجتماعیت ہوتی ہے اس لئے ان میں صاف ستھرا ہو کر جانا چاہئے اس لئے جمعہ کی نماز اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز کے لئے غسل کرنا سنت ہے۔اور احرام باندھنے کے لئے ،اور جو حج کا احرام باندھے ہوا ہو مقام عرفات میں زوال کے بعد اس کے لئے بھی غسل کرنا سنت ہے۔

وجہ : (۱) ان میں اجتماعیت ہوتی ہے اس لئے ان میں صاف ستھرا ہو کر جانا چاہئے اس لئے جمعہ کی نماز اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز کے لئے غسل کرنا سنت ہے۔(۲) اس حدیث میں ہے۔ **عن ابی سعید الخدریؓ ان رسول الله ﷺ قال الغسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم** (مسلم شریف، باب وجوب غسل الجمعۃ، ص ۳۴۱، نمبر ۸۴۶/۱۹۵۷/ابو داؤد شریف، باب فی الغسل یوم الجمعۃ، ص ۶۲، نمبر ۳۴۱) اس حدیث میں ہے کہ ہر بالغ پر جمعہ کا غسل واجب ہے، اس سے سنت ہونے کی تاکید ہے۔(۳) اور عیدین کے لئے غسل کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن ابن عباس قال : کان رسول الله ﷺ یغتسل یوم الفطر و یوم الاضحی** ۔(ابن ماجہ ، باب ما جاء فی الاغتسال فی العیدین، ص ۱۸۶، نمبر ۱۳۱۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عیدین میں غسل کرنا سنت ہے۔

﴿ ويندب الاغتسال فی ستة عشر شيئا. ﴾

وجه : (١) عن جده الفاكه بن سعد ،و كانت له صحبة ان رسول الله ﷺ كان يغتسل يوم الفطر ،و يوم النحر ،و ويوم عرفة ،و كان الفاكه يأمر اهله بالغسل فی هٰذه الايام ۔(ابن ماجہ باب، ماجاء فی الاغتسال فی العیدین ،ص۱۸۶،نمبر۱۳۱۶)اس حدیث میں ہے کہ عرفہ یعنی ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو آپ غسل فرماتے تھے۔(۲)اور زوال کے بعد غسل کرے اس کے لئے یہ اثر ہے۔ عن ابراهيم قال امض الی عرفات فاذا كان عند زوال الشمس فاغتسل ان وجدت ماء و الا فتوضأ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب ماذکر فی الغسل یوم عرفۃ فی الحج، ج ثالث، ص۴۰۴،نمبر۱۵۵۵۸)اس قول تابعی میں ہے کہ عرفہ کے دن زوال کے بعد غسل مستحب ہے۔(۳) احرام کے لئے غسل فرماتے تھے اسکی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن خارجة بن زيد بن ثابت عن ابيه : انه رأى النبی ﷺ تجرد لاهلاله و اغتسل ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی الاغتسال عند الاحرام، ص۱۷۱نمبر۸۳۰؍مسلم شریف، باب صحۃ احرام النفساء واستحباب اغتسالھا للا حرام، ص۳۸۵،نمبر۱۲۰۹؍۲۹۰۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام کے لئے غسل کرنا سنت ہے۔

﴿۱۶۔ چیزوں کے لئے غسل مستحب ہے، ایک نظر میں ﴾

۱:......جو پاک آدمی مسلمان ہو۔
۲:......جو عمر کے حساب سے بالغ ہو۔
۳:......جو جنون سے ہشیار ہو۔
۴:......سینگی کے بعد۔
۵:......میت کو غسل دینے کے بعد۔
۶:......شب برأت میں۔
۷:......لیلۃ القدر میں، جب معلوم ہو،
۸:......مدینہ طیبہ میں داخل ہونے کے لئے۔
۹:......یوم نحر کی صبح کو مزدلفہ میں ٹھہرنے کے لئے۔
۱۰:......مکہ معظّمہ میں داخل ہونے کے لئے۔
۱۱:......طواف زیارت کے لئے۔

(۱۸۰) لمن اسلم طاهرا(۱۸۱) ولمن بلغ بالسنّ ولمن افاق من جنون(۱۸۲) وعند حجامة و

۱۲:......سورج گہن (یا چاند گہن) کی نماز کے لئے۔

۱۳:......صلوۃ استسقاء کے لئے۔

۱۴:......کسی خوف دار شئی۔

۱۵:......دن کی تاریکی۔

۱۶:......سخت آندھی کے لئے۔

☆☆☆

ضروری نوٹ : نیچے کے کام کچھ اہم ہیں، اور کچھ عبادتیں ہیں اس لئے انکے لئے غسل سنت تو نہیں ہے، لیکن مستحب ہے، کر لے تو اچھا ہے اور نہ کرے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے، اسی لئے بہت سے کام کے لئے غسل کرنے کی حدیث یا قول صحابی نہیں ملا۔

ترجمہ : (۱۸۰) غسل سولہ چیزوں میں مستحب ہے۔[۱] جو پاک آدمی مسلمان ہو۔

تشریح : جو کافر جنابت کی حالت میں مسلمان ہوا تو اس پر جنابت دور کرنے کے لئے غسل کرنا فرض ہے، لیکن جو پاک ہونے کی حالت میں مسلمان ہوا ہے تو اس پر غسل فرض نہیں ہے، بلکہ مستحب ہے۔

وجہ : ۔ انہ سمع ابا هريرة .....فقال اطلقو ثمامة فانطلق الی نخل قريب من المسجد فاغتسل ثم دخل المسجد فقال اشهد ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله۔(بخاری شریف، باب الاغتسال اذا اسلم وربط الاسیر ایضا فی المسجد، ص ۸۰، نمبر ۴۶۲) اس حدیث میں ہے کہ اسلام لانے کے لئے غسل فرمایا۔

ترجمہ : (۱۸۱) [۲] جو عمر کے حساب سے بالغ ہو۔[۳] جو جنون سے ہشیار ہو۔

تشریح : جو منی نکلنے سے بالغ ہوا، یا جماع سے بالغ ہوا تو اس پر جنابت کا غسل فرض ہے، لیکن جس کی منی نکلی ہی نہیں اور پندرہ سال کی عمر ہوئی جس کی بنا پر بالغ شمار کیا گیا تو اس کے لئے مستحب ہے کہ غسل کر لے۔۔حدیث نہیں ملی۔

جنون طاری ہوا اس کے بعد ہوش میں آئے تو بہتر یہ ہے کہ غسل کرے۔

وجہ : قال دخلت علی عائشة فقلت : الا تحدثينی عن مرض رسول الله ﷺ .....قالت ففعلنا ،فاغتسل فذهب لينوء فأغمی عليه ثم افاق فقال ﷺ :أصلی الناس ؟ قلنا : لا هم ينتظرونک يا رسول الله قال ضعو ا لی ماءً فی المخضب قالت فقعد فاغتسل ثم ذهب لينوء فأغمی عليه ثم افاق . فقال ﷺ :أصلی الناس ؟ قلنا : لا هم ينتظرونک يا رسول الله قال ضعو ا لی ماءً فی المخضب فقعد فاغتسل ثم

غسل میت و (۱۸۳) فی لیلة براء ة ولیلة القدر اذا رآھا (۱۸۴) ولدخول مدینة النبی صلی اللہ علیہ وسلم وللوقوف بمزدلفة غداة یوم النحر وعند دخول مکة ولطواف الزیارة

ذھب لینوء فأغمی علیہ ثم افا ق فقال :أصلی الناس ؟ قلنا : لا ھم ینتظرونک یا رسول اللہ. (بخاری شریف ، باب انما جعل الامام لیؤتم بہ ،ص۱۱۲،نمبر۶۸۷ رمسلم شریف ، باب استخلاف الامام اذا عرض لہ عذر،ص۱۷۶،نمبر۴۱۸/۹۳۶) اس حدیث میں بیہوشی سے افاقہ ہونے کے بعد آپؐ نے غسل کیا جس سے معلوم ہوا کہ جنون سے ہوش میں آنے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔(۲)ایک اثر میں بھی اسکا ثبوت ہے. **عن الحسن قال اذا افاق المجنون اغتسل .** (مصنف عبدالرزاق باب النوم فی الصلاۃ والمجنون اذا عقل ،ج اول ،ص۱۰۰،نمبر۴۹۴)اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ جنونیت سے ہوش آنے کے بعد غسل کرے۔

ترجمه : (۱۸۲) [۴] پچھنا لگوانے کے بعد [۵] میت کو غسل دینے کے بعد[غسل کرے]

تشــریح : پچھنا لگوانے سے بدن سے خون نکلتا ہے تو ہوسکتا ہے کہ بدن پر خون لگ گیا ہو اس لئے غسل کرنا مستحب ہے۔اور میت کو غسل دینے کے بعد بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا چھینٹا بدن کو لگا ہو اس لئے بھی غسل مستحب ہے۔

وجه : (۱) اس حدیث میں ثبوت ہے. **عن عائشة انھا حدثتہ ان النبی ﷺ کا ن یغتسل من اربع ، من الجنابة و یوم الجمعة و من الحجامة ، و غسل المیت** (ابوداود شریف، باب فی الغسل من غسل المیت،ص۴۶۲،نمبر۳۱۶۰)اس حدیث میں ہے کہ حجامت سے اور میت کے غسل دینے سے غسل کرے۔(۲) **عن ابی ھریرة ان رسول اللہ ﷺ قال من غسل ا لمیت فلیغتسل ، و من حملہ فلیتو ضأ ۔** (ابوداود شریف، باب فی الغسل من غسل المیت،ص۴۶۲،نمبر۳۱۶۱/ ترمذی شریف ، باب ماجاء فی الغسل من غسل المیت ،ص۲۴۱،نمبر۹۹۳)اس حدیث میں ہے کہ میت کے غسل دینے سے غسل کرے

ترجمه : (۱۸۳) [۶] شب برأت میں ۔[۷] لیلۃ القدر میں ، جب معلوم ہوجائے۔

تشــریح : شب برأت [جو پندرویں شعبان کو ہوتی ہے] میں غسل کرنا مستحب ہے، اسی طرح اگر معلوم ہوجائے کہ آج لیلۃ القدر ہے تو اس رات کو غسل کرنا مستحب ہے۔

تــرجــمــه : (۱۸۴) [۸] مدینہ طیبہ میں داخل ہونے کے لئے ۔[۹] یوم نحر کی صبح کو مزدلفہ میں ٹھہرنے کے لئے ۔[۱۰] مکہ معظّمہ میں داخل ہونے کے لئے ۔[۱۱] طواف زیارت کے لئے ۔[غسل کرنا مستحب ہے]

تشریح : یہ سب مقامات اہم ہیں اس لئے انکے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔

وجــه : (۱) مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔اسی پر سب کو قیاس کرلیں ۔ **کـان ابن**

(١٨٥) ولصلوة كسوف واستسقاء وفزع و ظلمة وريح شديدة.

﴿باب التیمم﴾

عمرؓ اذا دخل ادنی الحرم امسک عن التلبية ثم يبيت بذی طوی ثم يصلی به الصبح و يغتسل و يحدث ان النبی ﷺ كان يفعل ذالک ۔(بخاری شریف، باب الاغتسال عند دخول مکۃ،ص ۲۵۵،نمبر ۱۵۷۳رترمذی شریف، باب ما جاء فی الاغتسال لدخول مکۃ،ص۲۱۱،نمبر ۸۵۲)(۲)عن ابن عمر قال اغتسل النبی ﷺ لدخول مكة بفخ ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء فی الاغتسال لدخول مکۃ،ص۲۱۱،نمبر ۸۵۲)اس حدیث میں ہے کہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرے

ترجمہ : (۱۸۵) [۱۲]سورج گہن (یا چاند گہن) کی نماز کے لئے۔[۱۳] صلوۃ استسقاء کے لئے۔[۱۴] کسی خوف دار شئی۔[۱۵]دن کی تاریکی۔[۱۶] سخت آندھی کے لئے۔

تشریح : سورج گرہن، چاند گرہن، اللہ کی بہت بڑی نشانی کی چیز ہے اس لئے اس کے لئے بھی غسل کرنا چاہئے۔ استسقاء کی نماز، کسی خوف دار چیز، دن کی تاریکی، اور سخت آندھی یہ عذاب کی چیز ہے اس لئے اس کے لئے بھی غسل کرنا چاہئے۔۔حدیث نہیں ملی۔

﴿باب : تیمّم کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ: التيمم : تیمّم کے معنی ارادہ کرنے کے ہیں۔اور شریعت میں حدث سے پاک ہونے کے لئے مٹی کا ارادہ کرنے کو تیمّم کہتے ہیں۔اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ و ان كنتم جنبا فاطهروا و ان كنتم مرضى أو على سفر أو جاء أحد منكم من الغائط او لٰمستم النساء فلم تجدو ماء فتيمموا صعيدا طيبا فامسحوا بوجوهكم وايديكم منه ما يريد الله ليجعل عليكم من حرج و لكن يريد ليطهر كم و ليتم نعمته عليكم لعلكم تشكرون ۔(آیت ٦ سورۃ المائدۃ ۵)اس آیت میں ہے کہ پانی پر قدرت نہ ہو تو تیمّم کرے۔اس حدیث میں بھی تیمّم کا ثبوت ہے۔عن ابی ذر...قال رسول الله ﷺ الصعيد الطيب وضوء المسلم ولو الى عشر سنين (ابوداؤد شریف، باب الجنب یتیمم،ص٦٠،نمبر ۳۳۲رترمذی شریف، باب ما جاء فی التیمم للجنب اذا لم یجد الماء،ص۳۳،نمبر ۱۲۴) اس حدیث میں ہے کہ پانی نہ ملے تو دس سال تک جنبی تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔

(۱۸۶) یصح بشروط ثمانیة. (۱۸۷) الاول النیة و حقیقتها عقد القلب علی الفعل ووقتها عند

﴿تیمّم صحیح ہونے کی ۸۔شرطیں ایک نظر میں﴾

[۱] نیت ہو۔

[۲] تیمّم کو درست کرنے والا عذر ہو۔مثلا پانی سے دور ہو

[۳] تیمّم زمین کی جنس سے پاک چیز پر ہو۔

[۴] تمام جگہ پر مسح ہو۔

[۵] پورے ہاتھ یا اکثر ہاتھ سے ہاتھ اور چہرے پر مسح کرنا چاہئے۔

[۶] ہتھیلی سے دوضربہ مارے۔

[۷] تیمّم کے وقت اس کے منافی ،مثلا حیض ،نفاس نہ ہو۔

[۸] مسح کا مانع مثلا چربی وغیرہ ہاتھ ،اور چہرے پر نہ ہو۔

☆☆☆

ترجمہ : (۱۸۶) تیمّم آٹھ شرطوں سے صحیح ہے۔

تشریح :تیمّم میں پانی کی طرح صفائی نہیں ہے، بلکہ چہرے کو اور ملوث کرنا ہے،تاہم وضو کا خلیفہ ہے۔اس لئے آٹھ شرطیں پائی جائیں تو تیمّم ہوگا،اور نہ پائی جائیں تو تیمّم نہیں ہوگا۔آٹھوں شرطوں کی تفصیل اور دلیل آگے آرہی ہے۔

ترجمہ : (۱۸۷) [۱] پہلی نیت،اور نیت کا معنی ہے کام پر دل کو لگا دینا۔اور نیت کرنے کا وقت تیمّم کرنے کی چیز پر اپنے ہاتھ کو مارنے کے وقت نیت کرے۔

تشریح : تیمّم کی آٹھ شرطوں میں سے پہلی شرط نیت کرنا ہے۔یعنی تیمّم کی نیت کر کے مٹی پر ہاتھ مارے گا تو تیمّم ہوگا،اور اگر بغیر نیت کے دوضربہ مارے تو تیمّم نہیں ہوگا۔آگے نیت کا مطلب بتا رہے ہیں کہ کسی کام کے کرنے کو دل سے ارادہ کرنے کا نام نیت ،ہے،اور جس وقت مٹی پر ہاتھ مار رہا ہو اس وقت نیت کرنے کا وقت ہے،اس کے بعد نیت کرے گا تو تیمّم کی نیت نہیں ہوگی،اور نہ تیمّم ہوگا۔

وجہ : (۱) تیمّم کا معنی ہی ارادہ کرنا ہے اس لئے نیت کئے بغیر تیمّم نہیں ہوگا۔(۲) آیت میں ہے فلم تجدو ماء فتیمموا صعیدا طیبا ۔(آیت ۶ سورۃ المائدۃ ۵) کہ پاک مٹی کا ارادہ کرو،اس لئے تیمّم میں نیت کرنا پہلی شرط ہے۔

ترجمہ : (۱۸۸) اور نیت صحیح ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں۔[۱] مسلمان ہونا[۲] بالغ ہونا۔[۳] نیت کی سمجھ ہونا۔

ضرب یده علی ما یتیمم به. (۱۸۸) وشروط صحة النیة ثلاثة. الاسلام والتمیز والعلم بما ینویه .(۱۸۹) ویشترط لصحة نیة التیمم للصلوة به احد ثلاثة اشیاء. اِمّا نیة الطهارة او استباحة الصلوة او نیة عبادة مقصودة لا تصح بدون طهارة (۱۹۰) .فلا یصلی به اذا نوی التیمم فقط او نواه لقراءة

تشریح : نیت کرنے والے میں تین شرطیں ہوں تب تیمّم کی نیت صحیح ہوگی۔[ا]مسلمان ہونا[۲] بالغ ہونا۔[۳] نیت کی سمجھ ہونا۔اگران میں سے کوئی ایک نہ ہوتو تیمّم نہیں ہوگا۔

وجہ :(ا)مسلمان نہ ہوتو کافر کے لئے نہ نماز ہےاورنہ اس کا تیمّم صحیح ہوگا۔اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ عن ابی ذر...قال رسول الله ﷺ الصعید الطیب وضوء المسلم ولو الی عشر سنین (ابوداؤدشریف،باب الجنب یتیمم، ص۶۰،نمبر۳۳۲رترمذی شریف،باب ماجاء فی التیمم للجنب اذالم یجد الماء،ص۳۳،نمبر۱۲۴) اس حدیث میں ہے مسلمان کا وضو ہو، جس سے پتہ چلا کہ تیمّم کے لئے مسلمان ہو۔اورنابالغ ہوگا تواس کے تیمّم کا اعتبار نہیں ہے،اورتیمّم کے مسئلے کا علم ہی نہ ہوتو نیت کیسے کرے گا اس لئے تیمّم کی سمجھ بھی ہونی چاہئے۔(۲) اس قول تابعی میں ہے۔قال سفیان اذا علمت الرجل التیمم فلا یجزیک ذالک التیمم ان تصلی به الا ان نویت به انک تیمم لنفسک و اذا علمتهالوضوء اجزاک ۔(مصنف عبدالرزاق،باب الرجل یعلم التیمم أیجزیہ،ج اول،ص۱۸۰،نمبر۸۹۵)اس اثر میں ہے کہ تیمّم کررہا ہوں اس کا علم ہو۔

لغت : تمیز: بالغ ہو،اتنا ہوش ہو کہ تیمّم کیا چیز ہے۔العلم بما ینوی۔یہ معلوم ہو کہ تیمّم کیا چیز ہے،اوراس سے نماز جائز ہوتی ہے

ترجمہ :(۱۸۹) اورتیمّم سے نماز پڑھنے کے لئے نیت صحیح ہونے کی تین چیزوں میں ایک شرط ہے:[ا] یاپاک ہونے کی نیت ہو۔[۲] یانماز درست ہونے کی نیت ہو۔[۳] یا کوئی ایسی عبادتِ مقصودہ کی نیت ہو جو بلا طہارت صحیح نہ ہوتی ہو۔

تشریح : جس تیمّم سے نماز پڑھ سکتا ہو،اس کی تین صورتیں بیان کررہے ہیں،ان تینوں میں سے کوئی ایک نیت ہوتو اس تیمّم سے نماز پڑھ سکتا ہے،اوران تینوں میں سے کوئی ایک نیت نہ ہوتو اس تیمّم سے نماز نہیں پڑھ سکتا ہے۔ [ا] پاکی حاصل کرنے کی نیت ہوتو اس سے نماز پڑھ سکتا ہے۔[۲] نماز پڑھنے کی نیت سے تیمّم کرے،[۳] کوئی ایسی عبادت مقصودہ کے لئے تیمّم کی نیت کرے جو بغیر طہارت کے ادا نہ ہوتی ہو،جیسے طواف کے لئے تیمّم کرے، یا سجدہ تلاوت کرنے کی نیت سے تیمّم کرے تو اس تیمّم سے نماز پڑھ سکتا ہے،اورقرآن پاک زبانی پڑھنے کے لئے تیمّم کرے تو اس تیمّم سے نماز نہیں پڑھ سکتا ہے،کیونکہ زبانی قرآن بغیر وضو کے بھی پڑھ سکتا ہے۔

ترجمہ :(۱۹۰) اس لئے اگر صرف تیمّم کی نیت کی ہوتو اس سے نماز نہیں پڑھ سکتا،یا قرآن کے پڑھنے کی نیت کی ہو اور وہ جنبی نہ ہوتو[اس تیمّم سے نماز نہیں پڑھ سکتا]

القرآن ولم يكن جنبا. (١٩١) الثانی العذر المبيح للتيمم (١٩٢) كبعده ميلا عن ماء ولو فی المصر

تشریح : عبادہ مقصودہ کے لئے تیمّم نہیں کیا، اور نہ مطلقا پاک ہونے کے لئے تیمّم کیا، بلکہ صرف تیمّم کی نیت کی، یا زبانی قرآن پڑھنے کے لئے تیمّم کیا اور وہ پہلے سے جنبی نہیں تھا تو اس تیمّم سے نماز نہیں پڑھ سکتا ہے، کیونکہ مطلق تیمّم ہلکا تیمّم ہوتا ہے جو نماز کے لئے کافی نہیں، اسی طرح قرآن کریم بغیر وضو کے بھی پڑھ سکتا ہے اس لئے اس کے لئے تیمّم کرنا ہلکا تیمّم ہے اس لئے اس تیمّم سے نماز نہیں پڑھ سکتا ہے۔ ہاں جنبی تھا اور جنابت دور کرنے کے لئے غسل کا تیمّم کیا تو اہم تیمّم ہوا اس لئے اس تیمّم سے نماز پڑھ سکتا ہے۔

وجه : اس حدیث میں حضور ﷺ نے سلام کا جواب دینے کے لئے تیمّم کیا۔ **عن ابن عمرؓ قال مر رجل علی النبی ﷺ و هو يبول فسلم عليه فلم يرد عليه قال ابو داود : روی عن ابن عمر و غيره ان النبی ﷺ تيمم ثم رد علی الرجل السلام** ۔(ابوداود شریف، باب فی الرجل یرد السلام وھو یبول؟ ص ۱۴، نمبر ۱۶) سلام کے جواب کے لئے وضو کرنا ضروری نہیں ہے اس لئے یہ تیمّم ہلکے درجے کا ہوا۔

اصول : نماز کے لئے اہم تیمّم ہونا چاہئے، ہلکے تیمّم سے نماز نہیں ہوگی۔

لغت : تیمّم کی تین قسمیں ہیں [۱] عبادہ مقصودہ کے لئے تیمّم [۲] غسل کیلئے تیمّم [۳] عبادہ غیر مقصودہ کے لئے تیمّم، جو ہلکا ہوتا ہے

ترجمه : (۱۹۱) [۲] دوسری شرط تیمّم کو درست کرنے والا عذر ہو۔

تشریح : تیمّم جائز ہونے کے لئے دوسری شرط یہ ہے کہ ایسا عذر ہو جس سے پانی استعمال کرنے پر قادر نہ ہو۔ چاہے پانی سے دوری کی وجہ سے، چاہے مرض کی وجہ سے،، یا پانی اتنا کم ہے کہ اگر اس کو استعمال کرے گا تو پیاسا مر جائے گا۔ تب تیمّم جائز ہوگا۔ مصنف نے اس کے لئے **۹ مثالیں** دی ہیں۔

وجه : (۱) اس آیت میں ہے کہ پانی نہ پاتا ہو تب تیمّم کرے۔ **فلم تجدوا ماء فتيمموا صعيدا طيبا فامسحوا بوجوهكم وايديكم** .. (آیت ۴۳ سورۃ النساء ۴)(۲) اس حدیث میں بھی ہے۔ **عن ابی ذر عن النبی ﷺ قال : الصعيد الطيب طهور ما لم يوجد الماء و لو الی عشر حجج ، فاذا وجدت الماء فأمسه بشرتک** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، ۱۹۱ الرجل یجنب ولیس یقدر علی الماء، ج اول، ص ۱۴۴، نمبر ۱۶۶۱) اس حدیث میں ہے کہ پانی نہ ملے تو تیمّم کرے۔

ترجمه : (۱۹۲) [۱] جیسے پانی سے ایک میل دور ہو، چاہے شہر ہی میں کیوں نہ ہو۔

تشریح : پانی ایک میل دوری پر ہو تو گویا کہ اس نے پانی نہیں پایا اس لئے اس کو تیمّم کر کے نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ آدمی آبادی میں ہے جسکو مصر کہتے ہیں، لیکن ایک میل دوری پر پانی ہے تب بھی تیمّم کی اجازت ہوگی۔

وجه : (۱) تیمّم کی آیت میں یہ ہے کہ تیمّم اس لئے جائز قرار دیا تا کہ عبادت کرنے میں حرج نہ ہو، اور ایک میل جانے میں حرج

(۱۹۳) وحصول مرض وبرد یخاف منه التلف او المرض

ہےاس لئے پانی ایک میل دور ہوتو تیمّم جائز ہوگا۔آیت تیمّم کا آخری ٹکڑا یہ ہے ۔ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج و لکن یرید لیطھر کم و لیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون ۔(آیت ۶ سورۃ المائدۃ ۵)اور ایک میل جانے میں حرج ہےاسلئے تیمّم کرے۔(۲) ایک میل دور ہونے کی دلیل ابن عمرؓ کا اثر ہے۔عن نافع یتیمم ابن عمر علی رأس میل او میلین من المدینۃ فصلی العصر فقدم والشمس مرتفعۃ. (دار قطنی، باب فی بیان الموضع الذی یجوز التیمم فیہ وقدرہ من البلد وطلب الماء، ج اول، ص ۱۹۵، نمبر ۷۰۹)بخاری شریف میں ہے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے مربد الغنم میں تیمّم کیا اور نماز پڑھی ۔و أقبل ابن عمر من أرضہ بالجرف فحضرت العصر بمربد الغنم فصلی ثم دخل المدینۃ و الشمس مرتفعۃ فلم یعد . (بخاری شریف، باب التیمم فی الحضر اذا لم یجد الماء، ج اول، ص ۴۸، نمبر ۳۳۷)اور مربد کے بارے میں دار قطنی میں ہے کہ وہ مدینہ سے تین میل پر ہے۔ان ابن عمرؓ تیمم بمربد النعم وصلی وھو علی ثلثۃ امیال من المدینۃ (دار قطنی، باب فی بیان الموضع الذی یجوز التیمم فیہ، ج اول، ص ۱۹۵، نمبر ۷۰۷)ان آثار میں اگر چہ دو میل اور تین میل کا تذکرہ ہے لیکن احتیاط کے طور پر صرف ایک میل پر تیمّم کی اجازت دی گئی کیونکہ اس میں بھی حرج ہے۔

ترجمہ : (۱۹۳) [۲] یا ایسا بیمار، [۳] یا ٹھنڈ ہو جس سے ضائع ہونے یا زیادہ بیمار ہو جانے کا ڈر ہو۔

تشریح : بیمار ہو جس کی وجہ سے پانی استعمال نہ کر سکتا ہو یا پانی استعمال کرنے سے بیماری بڑھنے کا ڈر ہو تو تیمّم کر سکتا ہے۔ یا اتنا ٹھنڈ ہو کہ اگر پانی استعمال کرے گا تو مر جائے گا، یا بیمار ہو جائے گا تو تیمّم کرنے کی اجازت ہے۔کیونکہ اس میں حرج ہے۔

وجہ : (۱)اس حدیث میں ہے۔عن جابر قال خرجنا فی سفر فاصاب رجلا منا حجرا فشجہ فی رأسہ ثم احتلم فسأل اصحابہ فقال ھل تجدون لی رخصۃ فی التیمم ؟ قالوا ما نجد لک رخصۃ و انت تقدر علی الماء فاغتسل فمات فلما قدمنا علی النبی ﷺ اخبر بذالک فقال قتلوہ قتلھم اللہ الا سألوا اذا لم یعلموا فانما شفاء العی السوال ، انما کان یکفیہ ان یتیمم و یعصر او یعصب ۔شک موسی ۔علی جرحہ خرقۃ ثم یمسح علیھا و یغسل سائر جسدہ ۔(ابو داود شریف باب المجدور یتیمم، ص ۶۱، نمبر ۳۳۶) اس حدیث میں ہے کہ جسکو جسم پر زخم ہو تو اس پر پٹی باندھ لے اور تیمّم کر لے۔ اور یہ بھی پتہ چلا کہ مرض بڑھنے کا خوف ہو تو تیمّم کر لے (۲) ٹھنڈک ہو اور پانی استعمال کرنا مشکل ہو تو تیمّم کر سکتا ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ یذکر ان عمر ابن العاص اجنب فی لیلۃ باردۃ فتیمم وتلا و لاتقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما فذکر ذلک للنبی ﷺ فلم یعنف (بخاری شریف، باب اذا خاف الجنب علی نفسہ المرض اوالموت اوخاف العطش تیمم، ج اول، ص ۶۰، نمبر ۳۴۵) (۳)اس حدیث میں بھی ہے۔عن عمر و ابن

(۱۹۴)وخوف عدو وعطش و احتیاج لعجن لا لطبخ مرق (۱۹۵) ولفقد آلة وخوف فوت صلوة

العاص قال : احتلمت فی لیلة باردة فی غزوة ذات السلاسل ، فاشفقت أن أغتسل فأ هلک فتیممت ثم صلیت بأصحابی الصبح ، فذکروا ذالک لرسول الله ﷺ فقال یا عمرو ! صلیت بأصحابک و أنت جنب ؟ فأخبرته بالذی منعنی من الاغتسال و قلت انی سمعت الله یقول : و لا تقتلوا أنفسکم ان الله کان بکم رحیماً . (آیت ۲۹ سورة النساء ۴) فضحک رسول الله ﷺ ولم یقل شیئاً ۔(ابوداود شریف باب اذا خاف الجنب البرد أیتیمم ؟ ص ۶۰، نمبر ۳۳۴) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مرض بڑھنے کا خوف ہو تو تیمّم کر سکتا ہے۔

ترجمہ : (۱۹۴)[۴] یا دشمن یا پیاس کا خوف ہو، یا آٹا گوندھنے کی حاجت ہو، شوربا پکانے کے لئے نہیں۔

تشریح : پانی تو ہے لیکن دشمن کا خوف ہے کہ پانی لینے جائے گا تو دشمن حملہ آور ہوگا، یا پانی تھوڑا ہے، اور خطرہ ہے کہ وضو میں استعمال کرے گا تو آدمی پیاس سے مر جائے گا۔ یا پانی سے آٹا گوندھنے کی ضرورت ہے، جس کے بغیر کھانا نہیں پکے گا، اور آدمی مر جائے گا تو اس پانی سے آٹا گوندھے اور تیمّم کر لے، لیکن شوربا بڑھانا کوئی ضروری نہیں ہے اس کے نہ ہونے سے آدمی نہیں مرے گا، اس لئے اگر پانی کم ہے اور شوبا بڑھانے کے لئے اس کو استعمال کرے اور تیمّم کرلے تو جائز نہیں۔

وجہ : (۱)عن علی قال اذا اصابتک جنابة فاردت ان تتوضأ او قال تغتسل و لیس معک من الماء الا ما تشرب و انت تخاف فتیمم ۔(سنن بیہقی، باب الجنب اوالمحدث یجد ماءلغسلہ وھو یخاف العطش فیتیمم ، ج اول،ص ۳۵۶، نمبر ۱۱۰۸/ مصنف عبدالرزاق، باب المسافر یخاف العطش ومعہ ماء، ج اول، ص ۱۸۱، نمبر ۸۹۷)(۲)عن ابن عباس قال اذا کنت مسافرا و انت جنب او انت علی غیر وضوء فخفت ان توضأت ان تموت من العطش فلا توضأہ و احبس لنفسک ۔ (سنن بیہقی، باب الجنب اوالمحدث یجد ماءلغسلہ وھو یخاف العطش فیتیمم ، ج اول،ص ۳۵۶، نمبر ۱۱۰۹)اس قول صحابی میں ہے کہ تیمّم کرے۔

ترجمہ : (۱۹۵)[۵]، یا ڈول رسی نہ ہو، [۶] یا نمازِ جنازہ یا عیدین فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو، اگر چہ بنا کرنے کے لئے ہو۔

تشریح : کنواں قریب ہے اور کنواں میں پانی ہے، لیکن ڈول یا رسی نہیں ہے تو یہ آدمی پانی نہ پانے والا ہوا اس لئے آیت کے مطابق یہ بھی تیمّم کرے گا۔ عید اور جنازے کی نماز امام کے ساتھ ایک مرتبہ ہوتی ہے، اس لئے اس کے فوت ہونے سے دوبارہ نہیں پڑھ سکتا اور نہ اس کا نائب ہے، جیسے جمعہ کا نائب ظہر کی نماز ہے، اس لئے اگر یہ خوف ہو کہ وضو کرنے جائے گا تو جنازہ یا عید فوت ہو جائے گا تو تیمّم کر کے جنازہ، یا عید کی نماز پڑھ لے گا۔

وجہ : (۱)عن ابن عباس قال اذا خفت ان تفوتک الجنازة وانت علی غیر وضوء فتیمم و صلی. (مصنف

جنازة او عيد ولو بناء(۱۹۲) وليس من العذر خوف الجمعة والوقت.(۱۹۷) الثالث ان يكون التيمم بظاهر من جنس الارض كالتراب والحجر والرمل لا الحطب والفضة والذهب .

ابن ابی شیبۃ ۹۳ فی الرجل ان یخاف ان تفوتہ الصلوۃ علی الجنازۃ وھو غیر متوضی ، ج ثانی ،ص ۴۹۷ ،نمبر ۱۱۴۶۷ ، کتاب الجنائز) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ خوف ہو تو نماز جنازہ کے لئے تیمّم کرسکتا ہے۔ (۲) اس اثر میں بھی ہے۔عن ابراهيم قال يتيمم للعيدين و الجنازة ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب فی من یحدث یوم العید ما یصنع ، ج ثانی ،ص ۹ ،نمبر ۵۸۶۷) اس قول تابعی میں ہے کہ عید اور جنازے کے لئے تیمّم کرے۔(۳) بنا کے لئے یہ اثر ہے۔عن عبد الرحمن بن القاسم فی الرجل يحدث فی العيد و يخاف الفوت قال يتيمم و يصلي اذا خاف ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب فی من یحدث یوم العید ما یصنع ، ج ثانی ،ص ۱۰ ،نمبر ۵۸۶۸) اس قول تابعی میں ہے کہ بنا کرنے کے لئے بھی تیمّم کرسکتا ہے۔

ترجمه : (۱۹۶) ہاں جمعہ کا فوت ہونا یا وقت کا فوت ہونا تیمّم کے لئے عذر نہیں ہے۔

تشريح : اصول یہ ہے کہ جسکے لئے نائب موجود ہو اس کے فوت ہونے کی وجہ سے تیمّم کرنا جائز نہیں ہے، اب جمعہ فوت ہو جائے تو اس کا نائب ظہر کی نماز ہے، اور وقتیہ فوت ہو جائے تو اس کی قضا ہے اس لئے انکے فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمّم جائز نہیں ہے۔

وجه : سمع ابا هريرة يقول قال رسول الله ﷺ لا تقبل صلاة من احدث حتى يتوضأ ۔(بخاری شریف ، باب لا تقبل صلاۃ بغیر طھور ،ص ۲۹ ،نمبر ۱۳۵) اس حدیث میں ہے کہ وضو کے بغیر نماز قبول نہیں ہے، اس لئے وضو ہی اصل رہے گا۔

ترجمه (۱۹۷)[۳] تیسری شرط یہ ہے کہ تیمّم زمین کی جنس سے پاک چیز سے ہو۔جیسے مٹی، پتھر ، بالو۔ نہ کہ لکڑی ،، چاندی سونا

تشريح : اصول یہ ہے کہ تیمّم مٹی کی جنس سے کیا جاتا ہے، اور یہ بھی قاعدہ ہے کہ جو چیز جلتی نہ ہو اور آگ میں پگھلتی نہ ہو وہ مٹی کی جنس سے ہے، جیسے مٹی ، پتھر ، بالو۔ اور جو چیز جل جاتی ہو یا تھوڑی آگ سے پگھل جاتی ہو وہ مٹی کی جنس سے شمار نہیں کی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ لکڑی ، چاندی ، سونا ، اور لوہے سے تیمّم جائز نہیں ہے کیونکہ یہ چیزیں جل جاتی ہے یا پگھل جاتی ہیں۔

وجه : (۱) آیت میں ہے۔ فتيمموا صعيدا طيبا ۔(آیت ۶ سورۃ المائدۃ ۵) پاک مٹی سے تیمّم کرو، اس لئے مٹی کی جنس سے تیمّم جائز ہے اس کے علاوہ سے نہیں۔(۲) حدیث میں ہے۔أخبرنا جابر بن عبد الله ان النبی ﷺ قال .....جعلت لی الارض مسجدا و طهورا . (بخاری شریف ، کتاب التیمم ،ص ۵۸ ،نمبر ۳۳۵ رمسلم شریف ، باب المساجد و مواضع الصلاۃ ،ص ۱۹۹ ،نمبر ۱۱۶۵/۵۲۲) جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ زمین سے تیمّم کر سکتے ہیں۔تو زمین کی جنس سے جتنی چیزیں ہیں ان تمام سے تیمّم کیا جاسکتا ہے۔(۳) اس اثر میں ہے. عن حماد قال تيمم بالصعيد والجص والجبل والرمل (مصنف ابن ابی شیبہ ، ۱۹۶ ما یجزی الرجل فی تیممہ ، ج اول ،ص ۱۴۸ ،نمبر ۱۷۰۴) اس قول تابعی میں ہے کہ مٹی ، گچ ، پتھر ، اور ریت

(۱۹۸) الرابع استيعاب المحل بالمسح.(۱۹۹) الخامس ان يمسح بجميع اليد او باكثرها حتى

سے تیمّم کیا جا سکتا ہے۔

لغت : تراب: مٹی۔الرمل:ریت،بالو۔الحطب:لکڑی۔فضة: چاندی۔ذھب:سونا۔

ترجمہ : (۱۹۸) [۴] چوتھی شرط یہ ہے تمام جگہ پر مسح ہونا چاہئے۔

تشریح : تیمّم کی چوتھی شرط یہ ہے کہ تیمّم میں جہاں جہاں پونچھنا ہے جیسے پورے چہرے پر،اور دونوں ہاتھوں پر وہاں پورا پورا مسح ہو، بال برابر بھی باقی نہ رہ جائے تب تیمّم ہوگا۔صرف ہتھیلی پونچھ لینا کافی نہیں ہوگا۔

وجہ : (۱) تیمّم وضو کا خلیفہ ہے اور وضو میں کہنیوں سمیت دھویا جاتا ہے،جس میں بال برابر سوکھا نہ رہے،اس لئے تیمّم میں بھی کہنیوں سمیت دھویا جائے گا،جس میں بال برابر سوکھا نہیں رہنا چاہئے۔(۲) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے. عن عمار ابن یاسر انه كان يحدث انهم تمسحوا و هم مع رسول الله ﷺ بالصعيد لصلاة الفجر فضربوا بأكفهم الصعيد ثم تمسحوا وجوهم مسحة واحدة ثم عادوا فضربوا باكفهم الصعيد مرة اخرى فمسحوا بأيديهم كلها الى المناكب و الآباط من بطون أيديهم۔(ابوداود شریف، باب التیمم ،ص ۵۷،نمبر ۳۱۸) اس حدیث میں ہے کہ بغل تک دھویا۔(۳) عن عمار بن ياسر ان رسول الله قال الى المرفقين ۔(ابوداود شریف، باب التیمم ،ص ۵۹،نمبر ۳۲۸ ردار قطنی ، کتاب الطهارة، ج اول،ص ۱۸۸،نمبر ۶۷۴ رسنن للبیھقی ، باب کیف التیمم ، ج اول ،ص ۳۲۹ ،نمبر ۹۹۹) اس حدیث میں ہے کہ کہنیوں سمیت دھویا ۔(۴) اس حدیث میں ہے کہ کہنیوں سمیت مسح کیا ۔قال يحى بن اسحاق فى حديثه فأرانى رسول الله ﷺ كيف امسح فمسحت ، قال فضرب بكفيه الارض ، ثم رفعهما لوجهه ، ثم ضرب ضربة أخرى فمسح ذراعيه باطنهما و ظاهر هما ، حتى مس بيديه المرفقين . (دار قطنی ، باب التیمم ، ج اول،ص ۱۸۸،نمبر ۶۷۲) اس حدیث میں ہے کہ تیمّم میں کہنیوں سمیت پونچھا۔

ترجمہ : (۱۹۹) [۵] پانچویں شرط یہ ہے کہ پورے ہاتھ یا اکثر سے مسح کرنا چاہئے ،تو اگر دو انگلی سے مسح کیا تو جائز نہیں ہے، اگر چہ مکرر مسح کر کر کے پورا ہو جاوے۔ہاں سر کا مسح اس طرح جائز ہے۔

تشریح : ہتھیلی کا جو پورا حصہ ہے اس سے پونچھنا چاہئے تب تیمّم ہوگا، اس لئے اگر دو انگلیوں سے چہرے کو یا ہاتھ کو پونچھا،اور کئی بار پونچھ کر پورے چہرے پر اور دونوں ہاتھوں پر مسح کر کے گھیر لیا تب بھی تیمّم نہیں ہوگا،ہاں وضو میں سر کا مسح کرنا ہو اور دو انگلیوں کے ذریعہ چوتھائی سر پورا کر لیا تو سر کا مسح ہو جائے گا۔

وجہ : عن عمار ابن ياسر انه كان يحدث انهم تمسحوا و هم مع رسول الله ﷺ بالصعيد لصلاة الفجر

لو مسح باصبعين لا يجوز ولو كرّر حتى استوعب بخلاف مسح الرأس.(٢٠٠) السادس ان يكون بضربتين بباطن الكفين ولو فى مكان واحد(٢٠١) ويقوم مقام الضربتين اصابة التراب بجسده اذا

فضربوا بأكفهم الصعيد ثم تمسحوا وجوههم مسحة واحدة ثم عادوا فضربوا باكفهم الصعيد مرة اخرى فمسحوا بأيديهم كلها الى المناكب و الآباط من بطون أيديهم ۔(ابوداود شریف، باب التیمم، ص۵۷، نمبر ۳۱۸) اس حدیث میں ہے کہ ہتھیلی کے ذریعہ مسح کرے۔

ترجمه : (۲۰۰) [٦] چھٹی شرط یہ ہے کہ ہتھیلی کے اندر سے دوضرب ہوں اگر چہ ایک ہی جگہ پر ہو۔

تشریح : بعض حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ تیمّم ایک ضربہ سے بھی کافی ہو جائے گا، لیکن صحیح یہ ہے کہ دوضربہ ہوں، چاہے ایک ہی جگہ پر دونوں ضربہ مارے، اور ہتھیلی کے باطن کے حصے سے ہو۔

وجه :(۱) عن عمار ابن یاسر انه كان يحدث انهم تمسحوا و هم مع رسول الله ﷺ بالصعيد لصلاة الفجر فضربوا بأكفهم الصعيد ثم تمسحوا وجوههم مسحة واحدة ثم عادوا فضربوا باكفهم الصعيد مرة اخرى فمسحوا بأيديهم كلها الى المناكب و الآباط من بطون أيديهم۔(ابوداود شریف، باب التیمم، ص۵۷، نمبر ۳۱۸) اس حدیث میں ہے کہ ہتھیلی کے اندر کے حصے سے مسح کیا۔ (۲) اس حدیث میں بھی ہے۔ عن عمار بن ياسر حين تيمموا مع رسول الله ﷺ فامر المسلمين فضربوا باكفهم التراب ولم يقبضوا من التراب شيئا فمسحوا بوجوههم مسحة واحدة ثم عادوا فضربوا باكفهم الصعيد مرة اخرى فمسحوا بايديهم۔(ابن ماجہ شریف، باب فی التیمم ضربتین، ص۸۱، نمبر ۵۷۱) (۳)۔عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال التيمم ضربتان صربة للوجه و ضربة لليدين الى المرفقين (دار قطنی ج اول ص ۱۸۸ نمبر ۶۷۴ رسنن للبیہقی، باب کیف التیمم، ج اول، ص ۳۲۹ نمبر ۹۹۹) اس حدیث میں ہے کہ تیمّم کے لئے دوضربے ہیں۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کہنیوں تک مسح کرے تب مسح ہوگا۔

لغت : باطن الکف: ہتھیلی کے اوپر کے حصے کو ظاہر کف، کہتے ہیں۔اور اس کے اندر کے حصے کو باطن کف کہتے ہیں۔ضربۃ : تیمّم کی نیت سے مٹی پر ہاتھ مارنا۔

ترجمه : (۲۰۱) اور اگر بدن پر مٹی پڑی ہو اور نیت تیمّم سے اسے مل لیوے تو یہ دوضربے کے قائم مقام ہو جاوے گا۔

تشریح : بدن پر یا کسی چیز پر اتنا غبار ہے کہ اس پر انگلی پھیرنے سے نشان پڑ جاتا ہے، اب اس پر تیمّم کی نیت سے دومرتبہ ضربہ لگائے، اور تیمّم کرلے تو تیمّم ہو جائے گا، کیونکہ اصل مقصد یہ ہے کہ مٹی کی جنس پر ہاتھ پھیر کر چہرے اور ہاتھ پر پھیرنا ہے، اور یہاں غبار جو مٹی کی جنس سے ہے اس پر ضربہ لگایا اس لئے تیمّم ہو جائے گا۔

مسحه بنية التيمم.(۲۰۲) السابع انقطاع ما ينافيه من حيض او نفاس او حدث (۲۰۳) الثامن زوال

وجه : عن الشعبی قال يتيمم بالكلأ و الجبل يعنی ما يقع علی الجبل من التراب ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الذی لا یجد ترابا یتیمم بغیرہ، ج اول، ص ۱۶۹، نمبر ۸۳۷/ مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما یجزی الرجل فی تیممہ، ج اول، ص ۱۴۸، نمبر ۱۷۰۶)اس قول تابعی میں ہے کہ گھاس اور پتھر پر غبار ہو تو اس سے بھی تیمّم کیا جا سکتا ہے۔

ترجمہ : (۲۰۲) [۷] ساتویں شرط یہ ہے کہ تیمّم کے وقت اس کے منافی حیض و نفاس وحدث نہ ہو۔

تشریح : اور حیض اور نفاس جاری ہو تو اس وقت تیمّم نہیں کر سکتی، اور اس کے ختم ہونے کے بعد پانی پر قدرت نہ ہو تو حدث اکبر کا تیمّم کر سکتی ہے، اور اگر حیض اور نفاس ختم ہو چکا ہے، لیکن اس کا خون درہم کی مقدار سے زیادہ جسم پر لگا ہوا ہے اور اس کو پاک کرنے کے لئے پانی ہے تو اس کو پاک کئے بغیر تیمّم درست نہیں ہوگا، اور اگر پاک کرنے کے لئے بھی پانی نہیں ہے تو اسی حال میں تیمّم کر سکتی ہے۔ یہاں حدث سے مراد حدث اکبر ہے، یعنی جنابت نہ ہو، کیونکہ جنابت ہوگی تو وضو کا تیمّم نہیں کر سکتا، بلکہ پانی پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں جنابت کی نیت سے تیمّم ہے۔

وجه : (۱) حیض کا موقع نہ ہو، یا بدن پر حیض کا خون نہ ہو اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **اسماء قالت جائت امرأة النبی ﷺ فقالت أرأيت احدانا تحيض فی الثوب كيف تصنع ؟ قال تحته ثم تقرصه بالماء و تنضحه و تصلی فيه** ۔(بخاری، باب غسل الدم، ص ۴۲، نمبر ۲۲۷) اس حدیث میں ہے کہ حیض کا خون بدن پر نہ ہو۔(۲) جنابت نہ ہو یا بدن پر منی نہ ہو اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن عائشة قالت كنت اغسل الجنابة من ثوب النبی ﷺ فيخرج الی الصلوة و ان بقع الماء فی ثوبه** ۔ (بخاری شریف، باب غسل المنی وفرکہ وغسل ما یصیب من المرأۃ، ص ۴۲، نمبر ۲۲۹)اس حدیث میں ہے کہ جنابت بھی نہ کپڑے پر ہو اور نہ بدن پر ہو۔(۳) اور پانی نہ ہو تو حیضہ اور نفساء بھی غسل کے لئے تیمّم کرے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن ابی هريرة قال جاء اعرابی الی رسول الله ﷺ فقال انا نكون فی الرمل وفينا الحائض و الجنب و النفساء فيأتی علينا اربعة اشهر لا نجد الماء قال عليک بالتراب يعنی التيمم** (سنن للبیہقی، باب ما روی فی الحائض والنفساء ایکفیہما التیمم عند انقطاع الدم اذا عدمتا الماء ج، اول ص ۳۳۳، نمبر ۱۰۳۸)اس حدیث میں ہے کہ حیضہ اور نفساء بھی غسل کا تیمّم کرے گی۔(۴) اور جنبی غسل کا تیمّم کرے اس کے لئے آیت گزری اور حدیث یہ ہے۔**الم تسمع قول عمار لعمر ان رسول اللهؐ بعثنی انا وانت فاجنبت فتمعكت بالصعيد فاتينا رسول اللهؐ فاخبرناه فقال انما كان يكفيک هكذا ومسح وجهه و كفيه واحدة** . (بخاری شریف، باب التیمم ضربۃ، ص ۵۰، نمبر ۳۴۷/ مسلم شریف، باب التیمم ،ص ۱۵۹نمبر ۳۶۸/ ۸۱۸)اس حدیث میں ہے کہ جنبی کو پانی نہ ملے تو وہ تیمّم کرے۔

ما یمنع المسح کشمع و شحم .(۲۰۴) وسببه و شروط وجوبه کما ذُکر فی الوضوء.(۲۰۵) ورکناه مسح الیدین والوجه .

ترجمه : (۲۰۳) [۸] آٹھویں شرط مسح کا مانع نہ ہو، مثلا موم یا چربی جسم پر نہ ہو۔

تشریح : جس طرح وضو کی شرط تھی کہ جہاں جہاں دھونا ہے وہاں موم یا چربی وغیرہ نہ ہو، اسی طرح تیمّم میں بھی ہے کہ جہاں جہاں پونچھنا ہے وہاں مٹی لگنے کے مانع نہ ہو۔

وجه : (۱) اس اثر میں اس کی صراحت ہے۔ عن عائشةؓ فی المرأة تتوضأ و علیها الخضاب قالت اسلتیه و ارغمیه . قال ابو عبیدة : قولها ارغمیه تقول اهینیه و ارمی به عنک . (سنن بیہقی، باب نزع الخضاب عند الوضوء اذا کان یمنع الماء، ج اول، ص ۱۲۵، نمبر ۳۶۴) اس اثر میں ہے کہ خضاب ہو تو اس کو دور کر دینا چاہئے تا کہ پانی کھال تک پہنچ جائے۔

ترجمه : (۲۰۴) تیمّم کا سبب اور تیمّم کے واجب ہونے کی شرطیں جو وضو میں ذکر کی گئیں ہیں وہی یہاں بھی ہیں۔

تشریح : فصل فی الوضوء مسئلہ نمبر ۶۹ میں، وضو مباح ہونے کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ ایسا کام کرنا چاہے جو وضو کے بغیر نہ ہو سکتا ہو تو یہ کام وضو کے مباح ہونے کا سبب ہے، مثلا نماز پڑھنا چاہتا ہو جو وضو کے بغیر نہیں ہو سکتی تو نماز وضو کے مباح ہونے کا سبب ہے۔ اسی طرح یہ کام تیمّم کے مباح ہونے کا سبب بنے گا۔ اور وضو واجب ہونے کے لئے آٹھ شرطیں بیان کی گئیں ہیں [۱] عقل ہونا [۲] بالغ ہونا [۳] مسلمان ہونا [۴] کافی پانی کے استعمال پر قدرت ہونا [۵] حدث کا پایا جانا [۶] حیض نہ ہونا [۷] نفاس نہ ہونا [۸] وقت تنگ ہو۔ تیمّم واجب ہونے کے لئے یہ شرطیں یہاں بھی ہیں۔

ترجمه : (۲۰۵) اور تیمّم کا رکن دونوں ہاتھوں کا پونچھنا ہے، اور چہرے کا پونچھنا ہے۔

تشریح : تیمّم کے دو فرائض ہیں [۱] ایک فرض ہے تیمّم کی نیت سے پورے چہرے کو پونچھے، [۲] اور دوسرا فرض ہے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت پونچھے۔ اس میں وضو کی طرح چار فرض نہیں ہیں۔

وجه : فامسحوا بوجوهکم وایدیکم منه ما یرید الله لیجعل علیکم من حرج و لکن یرید لیطهرکم و لیتم نعمته علیکم لعلکم تشکرون ۔ (آیت ۶، سورة المائدة ۵) اس آیت میں ہے کہ تیمّم کے لئے چہرے کو پونچھو اور ہاتھ کو پونچھو۔

﴿وسنن التیمم سبعة﴾

(۲۰۶). التسمیة فی اولہ والترتیب والموالاة (۲۰۷) واقبال الیدین بعد وضعھما فی التراب

﴿اور تیمّم میں سات سنّتیں ہیں:﴾

﴿تیمّم کی ۷ سنّتیں ایک نظر میں﴾

۱:......شروع میں بسم اللہ پڑھنا۔

۲:......ترتیب۔

۳:......پے در پے۔

۴:......دونوں ہاتھ زمین پر رکھنے کے بعد انگلیوں سے شروع کرنا۔

۵:......اور کہنیوں سے واپس لانا۔

۶:......دونوں ہاتھ کا جھڑکنا (جھاڑنا)۔

۷:......انگلیوں کا کشادہ رکھنا۔

☆☆☆

ترجمہ : (۲۰۶) تیمّم کی سنّتیں سات ہیں [۱] شروع میں بسم اللہ پڑھنا۔ [۲] ترتیب سے تیمّم کرنا [۳] پیدر پے کرنا۔

تشریح : تیمّم وضو کا خلیفہ ہے اور وضو میں شروع میں بسم اللہ پڑھنا، اور جس ترتیب سے آیت میں اعمال وارد ہوئے ہیں اسی ترتیب سے بجالانا، اور پیدر پے کرنا سنت ہیں، اس لئے تیمّم میں بھی یہ سنت ہوں گے۔

وجہ : (۱) آیت میں ہے کہ پہلے چہرہ پر مسح کرو اس کے بعد ہاتھ پر مسح کرو، اسی ترتیب سے سنت ہے۔ آیت یہ ہے۔ فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منہ ۔ (آیت ۶، سورۃ المائدۃ ۵) (۲) حدیث میں بھی یہی ترتیب وارد ہوئی ہے۔ عن عمار ابن یاسر انہ کان یحدث انھم تمسحوا و ھم مع رسول اللہ ﷺ بالصعید لصلاۃ الفجر فضربوا بأکفھم الصعید ثم تمسحوا وجوھھم مسحة واحدة ثم عادوا فضربوا باکفھم الصعید مرة اخری فمسحوا بأیدیھم کلھا الی المناکب و الآباط من بطون أیدیھم ۔ (ابوداود شریف، باب التیمم ص ۵۷، نمبر ۳۱۸) اس حدیث میں ہے کہ پہلے ضرب سے چہرے پر مسح کیا اور اس کے بعد دوسرے ضرب سے ہاتھ پر مسح کیا۔ اور حرف ،ف، کے ذریعہ سے یہ بھی پتہ چلا کہ فورا کیا اس لئے پیدر پے بھی ثابت ہوا۔

ترجمہ : (۲۰۷) [۴] دونوں ہاتھ زمین پر رکھنے کے بعد انگلیوں سے شروع کرنا۔ [۵] اور کہنیوں سے واپس لانا۔

وادبارهما (۲۰۸) ونفضهما وتفريج الاصابع (۲۰۹) .ونُدب تاخير التيمم لمن يرجو الماء قبل

تشریح : دوسری مرتبہ دونوں ہتھیلیوں کو زمین پر مارنے کے بعد ہاتھ کی انگلیوں سے مسح شروع کرے اور کھینچتے ہوئے کہنیوں کے اوپر تک لیجائے، اور وہاں سے واپس انگلیوں کے سرے تک ہتھیلی کو لائے، تاکہ پورے ہاتھ کا مسح ہو جائے۔ یہ سنت ہے۔ اور عبارت **اقبال اليدين بعد وضعهما فى التراب و ادبارهما**، کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ ضربہ کے وقت زمین پر ہاتھ مارا تو اس وقت ہاتھ کو تھوڑا آگے کرے، اور تھوڑا پیچھے کرے تاکہ مٹی پورے طور پر ہاتھ پر لگ جائے۔

وجه : **عن عمار ابن ياسر.... ثم عادوا فضربوا باكفهم الصعيد مرة اخرى فمسحوا بأيديهم كلها الى المناكب و الآباط من بطون أيديهم**۔ (ابوداود شریف، باب التیمم، ص ۵۷، نمبر ۳۱۸) اس حدیث میں ہے کہ ہاتھ کے سرے سے شروع کیا اور ہتھیلی کو کھینچتے ہوئے مونڈھے تک لے گئے۔

ترجمه : (۲۰۸) [۶] دونوں ہاتھ کا جھڑکنا (جھاڑنا)۔ [۷] انگلیوں کا کشادہ رکھنا۔

تشریح : اگر ہتھیلی پر غبار زیادہ لگ جائے تو اس کو جھاڑنا بھی سنت ہے، تاکہ چہرے اور ہاتھ پر زیادہ غبار نہ لگ جائے، اور جسم میلا نہ ہو جائے۔ اور مسح کرتے وقت ہتھیلی کی انگلیاں کشادہ رکھے تاکہ ہر جگہ پونچھا جا سکے۔ یہ بھی سنت ہے۔

وجه : **عن شقيق قال كنت جالسا بين عبد الله و ابى موسى .....فقال انما كان يكفيك ان تصنع هكذا فضرب بيده على الارض فنفضها ، ثم ضرب بشماله على يمينه و بيمينه على شماله على الكفين ثم مسح وجهه**۔ (ابوداود شریف، باب التیمم، ص ۵۸، نمبر ۳۲۱) اس حدیث میں ہے کہ ہاتھ کو جھاڑا۔

لغت : نفض: جھاڑا۔ تفریج الاصابع: انگلیوں کو کشادہ رکھنا۔

ترجمه : (۲۰۹) اور جو پانی ملنے کی امید رکھتا ہو اس کے لئے وقت نکلنے سے پہلے تک تیمّم کی تاخیر مستحب ہے۔ اور جس کو پانی دینے کا وعدہ کیا گیا ہو اس کو تیمّم میں تاخیر کرنا واجب ہے، اگرچہ نماز قضا ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

تشریح : کسی کو پانی ملنے کی امید ہو تو اس کے لئے تیمّم کر کے نماز پڑھنے کی تاخیر کرنا مستحب ہے، اور جب وقت نکلنے لگے تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لے، اور نماز قضاء نہ کرے۔ لیکن اگر پانی دینے کا وعدہ کیا ہے، اور اس کے پاس پانی بھی موجود ہے، یا ایک میل کے اندر پانی ملنا یقینی ہے تو چاہے نماز قضا ہو جائے پانی حاصل کر کے وضو کرے۔

وجه : (۱) دونوں مسئلوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے میں صرف امید ہے، ہو سکتا ہے کہ پانی نہ ملے، اس لئے صرف وہم پر نماز قضا نہ کرے، اور دوسرے میں پانی ملنا یقینی ہے اس لئے آیت کے اعتبار سے وہ یقینی طور پر پانی پانے والا ہے اس لئے اس کے لئے تیمّم کی گنجائش نہیں ہوگی، وہ نماز کی قضا کرے اور اصل طہارت پر عمل کرے۔ (۲) حضرت علیؓ کا قول ہے۔ **عن على قال : اذا اجنب الرجل فى السفر تلوم ما بينه و بين آخر الوقت فان لم يجد الماء تيمم و صلى**. (دار قطنی، باب فی بیان

خروج الوقت ویجب التاخیربالوعد بالماء ولو خاف القضاء (۲۱۰) ویجب التاخیر بالوعد بالثوب او السقاء ما لم یخف القضاء .(۲۱۱[الف])ویجب طلب الماء الی مقدار اربع مائة خطوة ان ظنّ

الموضع الذی یجوز التیمم فیہ، ج اول ،ص ۱۹۵،نمبر ۱۰۱۷،سنن للبیہقی ،باب من تلوم ما بینہ وبین آخر الوقت رجاء وجود الماء، ج اول ،ص ۳۳۵،نمبر ۱۱۰۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پانی کی امید کرنے والوں کے لئے مؤخر کرنا مستحب ہے۔ (۳) لیکن اگر اول وقت میں نماز پڑھ لی پھر پانی پایا تو نماز نہیں لوٹائے گا۔ابوداود کی لمبی حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔**عن ابی سعید الخدری ؓ قال خرج رجلان فی سفر فحضرت الصلاۃ و لیس معهما ماء فتیمما صعیدا طیبا فصلیا ثم وجدا الماء فی الوقت فأعاد أحدهما الصلاۃ و الوضوء و لم یعد الآخر ، ثم أتیا رسول الله ﷺ فذکر اذالک له فقال للذی لم یعد ((أصبت السنة و أجزأتک صلاتک ،))وقال للذی توضأ و أعاد ((لک الاجر مرتین))** (ابوداوشریف ،باب المتیمم یجد الماء بعد ما یصلی فی الوقت ،ص ۵۵ ،نمبر ۳۳۸)اس حدیث میں ہے کہ تیمّم کر کے نماز پڑھی اور وقت کے اندر ہی پانی پالیا تو دوبارہ نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمه : (۲۱۰) اور جس کو کپڑے یا پانی کے اسباب (مثل ڈول رسی کے) دینے کا وعدہ کیا گیا ہو اس کو قضا نہ ہونے تک تاخیر کرنا واجب ہے۔

تشریح ننگے کے پاس کپڑا نہیں ہے کسی نے کپڑا دینے کا وعدہ کیا یا پانی لانے کے اسباب مثلا ڈول رسی دینے کا وعدہ کیا تو نماز قضا نہ ہونے تک تاخیر کرنا واجب ہے، پس جب آخیر وقت آجائے تو تیمّم کر کے نماز پڑھے،اور ننگا آدمی اشارے سے نماز پڑھ لے۔

وجه : پانی دینے کے وعدے اور کپڑا دینے کے وعدے، یا ڈول رسی دینے کے وعدے میں فرق یہ ہے کہ پانی اصل ہے،اور ڈول رسی پانی کے حاصل کرنے کے اسباب ہیں اس لئے اسباب کے وعدے میں نماز قضا ہونے سے پہلے پہلے تک تاخیر کرنا واجب ہے، اور اصل پانی کے وعدے میں نماز قضا ہوجائے تب بھی اصل پر عمل کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ وہ پانی پانے والا ہے۔

لغت : بالثوب: ننگے کے لئے کپڑے کا وعدہ مراد ہے۔السقاء: سیراب کرنے کا آلہ،مراد ہے ڈول رسی۔

ترجمه: (۲۱۱) چار سو قدم کی مقدار پانی کا طلب کرنا واجب ہے اگر امن ہو اور گمان ہو کہ پانی اس کے قریب ہے۔ ورنہ تو نہیں

تشریح : حدیث میں ہے کہ اگر پانی ملنے کی امید ہو اور وہاں تک جانے میں کوئی خوف بھی نہ ہو،مثلا شیر، بھالو نہ ہوں، یا ساتھی کے بچھڑ جانے کا خطرہ نہ ہو تو ایک غلوۃ ،تک پانی تلاش کرے۔یعنی دو سو گز تک پانی تلاش کرے۔

وجه : (۱) اس حدیث میں ہے.**عن ابن عمر انه کان یکون فی السفر فتحضره الصلاۃ و الماء منه علی غلوة او غلوتین و نحو ذالک ثم لا یعدل الیه** ۔(سنن بیہقی، باب ماروی فی طلب الماء وفی حد الطلب، ج اول ،ص ۳۵۶ ،نمبر

قربه مع الامن والا فلا .(۲۱۱[ب]) ویجب طلبه ممّن هو معه ان کان فی محل لا تشحُّ به النفوس(۲۱۲) وان لم یعطه الا بثمن مثله لزمه شراء ه به ان کان معه فاضلا عن نفقته

۱۱۰۴)اس عمل صحابی میں ہے کہ ایک غلوۃ سے آگے پانی تلاش نہیں کرتے۔(۲)اس حدیث میں ہے کہ قرب وجوار میں پانی تلاش کیا۔عن عائشةؓ سقطت قلادة لی بالبیداء..... ثم ان النبی ﷺ استیقظ و حضرت الصبح فالتمس الماء فلم یوجد ۔(بخاری شریف، باب قولہ تعالی ﴿فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا﴾ (آیت ٦، سورۃ المائدۃ ۵) اس حدیث میں ہے کہ پانی کی امید پر تھوڑی دور تک پانی تلاش کیا۔

لغت: غلوۃ: آدمی جہاں کھڑا ہے وہاں سے جہاں تک تیر جا سکے اس مسافت کو غلوۃ، کہتے ہیں۔درمختار میں غلوۃ کا دو ترجمہ کیا ہے[ا] تین سو سے چار سو ہاتھ، [۲] اور دوسرا ترجمہ کیا ہے تین سو سے چار سو قدم۔عبارت یہ ہے۔(قدر غلوة)ثلاث مأة ذراع من کل جانب .. ای الی اربع مأة ...قدر غلوة من کل جانب ، و هی ثلاث مأة خطوة الی اربع مأة ، و قیل قدر رمیة سهم ۔(درمختار، باب مطلب فی تقدیر الغلوۃ، ج اول، ص۴٦۲/۴٦۳)۔ایک ذراع آدھے گز کا ہوتا ہے اس اعتبار سے ایک غلوۃ ۲۰۰ گز ہوا

ترجمہ: (۲۱۱[ب]) اور اگر اپنے رفیق کے ساتھ ایسی جگہ پر پانی ہو جہاں انسان پانی کا بخل نہ کرتا ہو تو اس سے طلب کرنا واجب ہے

تشریح: پانی ایسی چیز ہے جو مفت ملتی ہے اس لئے اگر ساتھی کے پاس موجود ہو تو گویا کہ وہ پانی پانے والا ہے اس لئے اس سے مانگنا واجب ہے۔ہاں اگر ایسی جگہ ہو کہ مانگنا مشکل ہو اور لوگ دینے میں بخل کرتے ہوں تو مانگنا واجب نہیں ہے۔تشح: بخالت کرنا

وجہ: اس حدیث میں دوسروں سے حضورؐ نے پانی مانگا ہے۔قال دخلت علی عائشة فقلت : الا تحدثینی عن مرض رسول الله ﷺ ..... قال ضعو الی ماءً فی المخضب قالت فقعد فاغتسل ثم ذهب لینوء فأغمی علیه ثم افاق . فقال ﷺ :أصلی الناس ؟ قلنا : لا هم ینتظرونک یا رسول الله قال ضعوا لی ماءً فی المخضب فقعد فاغتسل. (بخاری شریف، باب انما جعل الامام لیؤتم بہ، ص۱۱۲، نمبر ٦۸۷ / مسلم شریف، باب استخلاف الامام اذا عرض لہ عذر، ص۱۷٦، نمبر ۴۱۸/۹۳٦) اس حدیث میں آپؐ نے دوسرے سے پانی مانگا ہے۔

ترجمہ (۲۱۲) اور اگر نہیں دیتا ہو مگر مناسب قیمت میں پس اگر اس کے پاس اپنے خرچ سے زیادہ ہو تو اس کو خریدنا لازم ہے۔

تشریح: دو باتیں ہوں تو پانی خریدے ورنہ تیمّم کرکے نماز پڑھے [ا] پانی مناسب قیمت میں دیتا ہو، اگر زیادہ قیمت مانگ رہا ہو تو خریدنا واجب نہیں [۲] اپنے ضروری خرچ سے زیادہ ہو تب خریدے اگر ضروری خرچ سے زیادہ نہ ہو تو نہ خریدے۔

ترجمہ: (۲۱۳) اور ایک تیمّم سے جتنی فرض و نوافل نماز چاہے پڑھ سکتا ہے۔اور وقت سے پہلے تیمّم کرنا بھی درست ہے۔

(۲۱۳)ویصلی بالتیمم الواحد ما شاء من الفرائض والنوافل ،وصحّ تقدیمه علی الوقت.

(۲۱۴)ولو کان اکثر البدن او نصفه جریحا تیمم .وان کان اکثره صحیحا غسله ومسح الجریح.

تشریح : حنفیہ کے نزدیک تیمّم پانی کا خلیفہ ہے اس لئے جس طرح ایک وضو سے کئی وقتوں کی نماز پڑھ سکتا ہے، اسی طرح ایک تیمّم سے کئی وقتوں کی نماز پڑھ سکتا ہے۔ اور اسی سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وقت سے پہلے بھی تیمّم کر سکتا ہے۔

وجه : (۱)عن الحسن و ابن المسیب قالا یتیمم و تجزیه الصلوات کلها ما لم یحدث ، هو بمنزلة الماء۔ (مصنف عبدالرزاق، باب کم یصلی بتیمم واحد، ج اول، ص ۱۶۹، نمبر ۸۳۵ رمصنف ابن ابی شیبة، باب فی التیمم کم یصلی بہ من صلاۃ، ج اول، ص ۱۴۷، نمبر ۱۶۹۴) اس قول تابعی میں ہے کہ ایک تیمّم سے کئی نمازیں پڑھ سکتا ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وقت سے پہلے بھی تیمّم کر سکتا ہے۔

ترجمه : (۲۱۴) اگر آدھا بدن یا اس سے زیادہ زخمی ہو تو تیمّم کرے، اور اگر بدن کا زیادہ حصہ صحیح ہو تو اس کو دھوئے اور زخم پر مسح کر لے۔ اور وضو اور تیمّم دونوں کو جمع نہ کرے۔

تشریح : یہاں یہ قاعدہ ہے کہ اکثر بدن زخمی ہو تو پورے بدن کو زخمی مان کر غسل کے لئے تیمّم کر لے، یا وضو میں جن اعضاء کو دھویا جاتا ہے اس کے اکثر زخمی ہے تو کل کو زخمی مان کر تیمّم کر لے، اور اگر اکثر جگہ ٹھیک ہے تو کل کو ٹھیک مان کر غسل میں پورے بدن کو دھوئے اور وضو میں اعضاء وضو کو دھوئے ، اور جہاں زخم ہے وہاں پٹی باندھ کر اس پر مسح کر لے۔ تاہم تیمّم بھی کرے، اور وضو بھی کرے، یا غسل کا تیمّم کرے، اور غسل جنابت بھی کرے یہ دونوں کو جمع کرنا ٹھیک نہیں ہے، کیونکہ تیمّم نائب ہے اس لئے جب اصل آ گیا تو اس کے ساتھ نائب کو جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ دونوں میں سے ایک کو کرنا کافی ہے۔

وجه : (۱) عن جابر قال خرجنا فی سفر فاصاب رجلا منا حجرا فشجه فی رأسه ثم احتلم فسأل اصحابه فقال هل تجدون لی رخصة فی التیمم ؟ قالوا ما نجد لک رخصة و انت تقدر علی الماء فاغتسل فمات فلما قدمنا علی النبی ﷺ اخبر بذالک فقال قتلوه قتلهم الله الا سألوا اذا لم یعلموا فانما شفاء العی السوال ، انما کان یکفیه ان یتیمم و یعصر او یعصب ۔ شک موسی ۔ علی جرحه خرقة ثم یمسح علیها و یغسل سائر جسده ۔(ابوداود شریف باب المجدور یتیمم ،ص ۶۱، نمبر ۳۳۶) اس حدیث میں تیمّم اور غسل دونوں کو جمع کرنے کا اشارہ ملتا ہے، لیکن تیمّم کی شکل میں زیادہ زخم پر محمول کی جائے گی، اور غسل، اور وضو کی شکل میں کم زخم پر حمل کی جائے گی۔ (۲)عن ابن عباس یخبر ان رجلا اصابه جرح فی رأسه علی عهد رسول الله ﷺ ثم اصابه احتلام فامر بالاغتسال فاغتسل فکز فمات فبلغ ذالک النبی ﷺ فقال قتلوه قتلهم الله ، اولم یکن شفاء العی السوال ؟ قال

ولا یجمع بین الغسل والتیمم. (۲۱۵)وینقضہ ناقض الوضوء والقدرۃ علی استعمال الماء الکافی(۲۱۶) و مقطوع الیدین والرجلین اذا کان بوجھہ جراحۃ یصلی بغیر طھارۃ ولا یعید.

عطاء: فبلغنا ان رسول اللہ ﷺ قال : لو غسل جسدہ و ترک رأسہ حیث اصابہ الجراح ۔(ابن ماجۃ شریف ،باب فی المجروح تصیبہ الجنابۃ فیخاف علی نفسہ ان اغتسل ،ص۸۱،نمبر۵۷۲/دار قطنی ، باب جواز التیمم لصاحب الجراح ،الخ،ج اول ،ص۱۹۸،نمبر۷۲۰) اس حدیث میں ہے کہ جسم کے کم جگہ پر زخم ہو تو غسل جنابۃ میں باقی جگہ کو دھولے اور زخم کی جگہ پر پٹی باندھ کر مسح کرلے۔۔جریح :زخمی۔

ترجمہ : (۲۱۵)اور جو وضو کے ناقض ہیں وہی ناقض تیمّم ہیں۔اور کافی پانی پر استعمال کی قدرت بھی ناقض تیمّم ہیں۔

تشریح : تیمّم وضو کا نائب ہے اس لئے وضو کو توڑنے والی جتنی چیزیں ہیں وہ سب تیمّم کو توڑنے والی ہیں ،مثلا حدث، مذی، ودی، سے وضوٹوٹتا ہے تو ان سے تیمّم بھی ٹوٹ جائے گا،اور مزید ایک چیز سے تیمّم ٹوٹے گا،اتنے پانی کے استعمال پر قدرت ہو جائے جو وضو کے لئے کافی ہو تو اس سے تیمّم ٹوٹ جائے گا۔

وجہ : (۱) فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا.(آیت ۴۳،سورۃ النساء ۴) . کہ پانی نہ ہو تو تیمّم کرو ۔اور اس نے پانی پالیا اسلئے تیمّم ٹوٹ جائیگا۔(۲)عن الثوری قال اذا تیمم الرجل ثم مر بماء ، فقال حتی آتی ماء آخر فقد نقض تیممہ۔ و یتوضأ لتلک الصلاۃ. (مصنف عبد الرزاق،باب یتیمم ثم یمر بالماء ھل یتوضأ ؟،ج اول،ص۱۸۰،نمبر۸۹۲) اس قول تابعی میں ہے کہ پانی پر گزرنے سے تیمّم ٹوٹ جائے گا۔

ترجمہ : (۲۱۶) اور دونوں ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے شخص کے منہ پر زخم ہو تو وہ بغیر طہارت کے نماز پڑھ لیوے اور پھر نہ دہرائے۔

تشریح : تیمّم میں دونوں ہاتھوں کو پونچھتے ہیں،اور اس کو دونوں ہاتھ نہیں ہیں اس لئے ہاتھ پر پونچھنا ساقط ہو گیا،اور چہرے پر پونچھتے ہیں،اور اس کے چہرے پر زخم ہے اس لئے اس پر بھی پونچھنا ساقط ہو گیا،اس لئے یہ صرف تیمّم کی نیت کرلے اور بغیر کسی چیز کو پونچھے نماز پڑھ لے،اور بعد میں اس نماز کو لوٹانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

وجہ : عن عائشۃؓ انھا استعارت من اسماء قلادۃ فھلکت فارسل رسول اللہ ﷺ ناسا من اصحابہ فی طلبھا فادرکتھم الصلاۃ فصلوا بغیر وضوء فلما اتو النبی ﷺ شکوا ذالک الیہ فنزلت آیۃ التیمم ۔(بخاری شریف ، باب استعارۃ الثیاب للعروس وغیرھا،ص۹۲۳،نمبر۵۱۶۴/مسلم شریف، باب التیمم ،ص۱۵۸،نمبر۳۶۷/۸۱۷) اس حدیث میں صحابی نے پانی نہیں پایا،اور ابھی تک تیمّم کا علم نہیں تھا تو بغیر وضو کے نماز پڑھی اور حضورؐ نے کچھ نہیں فرمایا،اسی طرح یہ

﴿باب المسح علی الخفین﴾

(۲۱۷) صحَّ المسح علی الخفین فی الحدث الاصغر للرجال والنساء ولو کانا من شیء ثخین غیر الجلد سواء کان لھما نعل من جلد او لا.

آدمی طہارت پر قدرت نہیں رکھتا ہے اس لئے بغیر طہارت کے نماز پڑھے گا۔

﴿باب: موزوں پر مسح کرنے کا بیان﴾

ضروری نوٹ: مسح : کے معنی ہیں تر ہاتھ کو عضو پر پھیرنا، یا کسی چیز پر پھیرنا۔

دلیل: (ا)عن ابی وقاص عن النبی ﷺ انه مسح علی الخفین. (بخاری شریف، باب المسح علی الخفین، ص۳۹، نمبر ۲۰۲ رمسلم شریف، باب المسح علی الخفین، ص۱۳۲، نمبر۲۷۴/۶۲۶) اس حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے موزے پر مسح فرمایا۔ مسح علی الخفین کا ثبوت حدیث متواتر سے ہے۔ البتہ اگر۔ وامسحوا برء وسکم وارجلکم الی الکعبین (آیت ۶ سورۃ المائدۃ ۵) میں ارجلکم کو کسرہ پڑھیں تو امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں مسح علی الخفین کا جواز نکلتا ہے۔

موزے کی ۸ قسمیں ہیں ۔

[ا] خفین: چمڑے کا موزہ۔

[۲] مجلدین: موٹے کپڑے کا موزہ، جس کے تلوے میں چمڑا لگا ہوا ہو، اور کنارے پر بھی چمڑا لگا ہوا ہو۔

[۳] منعلین: موٹے کپڑے کا موزہ، جس کے صرف تلوے میں چمڑا لگا ہوا ہو

[۴] ثخینین : موٹے کپڑے کا موزہ، جس پر کہیں چمڑا لگا ہوا نہ ہو

[۵]: جوربین: کپڑے کا موزہ، جس پر کہیں چمڑا لگا ہوا نہ ہو

[۶] جورباں یشفان: پتلے کپڑے کا موزہ، جس میں مسح کا پانی چھن کر کھال تک پہنچ جاتا ہو۔

[۷] جرموقین: چمڑے کے موزے پر دوسرا چمڑے کا موزہ پہنے۔

[۸] موٗقین: پتلے موزے پر موٹے موزے پہنے، وہ موٗقین ہیں۔

ترجمہ : (۲۱۷) مردوں اور عورتوں کو حدث اصغر میں موزوں پر مسح کرنا جائز ہے، چاہے موزہ چمڑے کے علاوہ کسی موٹی چیز کا ہو، اور چاہے اس کا تلا چمڑے کا ہو یا نہ ہو۔

تشریح : جہاں غسل کی ضرورت ہو وہاں موزے پر مسح جائز نہیں ہے، بلکہ جہاں حدث اصغر یعنی وضو کی ضرورت ہو وہاں موزے پر مسح جائز ہے۔ چمڑے کے علاوہ کسی موٹے کپڑے کا موزہ ہو جس میں مسح کا پانی چھن کر پاؤں کی کھال تک نہ جاتا ہو تو

﴿(ویشترط لجواز المسح علی الخفین سبعة شرائط.)﴾

چاہے اس پر مجلد کی طرح چمڑا، یا منعل کی طرح چمڑا لگا ہوا نہ ہو تب بھی اس پر مسح جائز ہے۔

وجه : (۱) عن مغیرة بن شعبة قال توضأ النبی ﷺ ومسح علی الجوربین والنعلین ۔(ترمذی شریف، باب فی المسح علی الجوربین والنعلین ج اول، ص ۲۷، نمبر ۹۹ ابوداود، باب المسح علی الجوربین، ص ۳۳، نمبر ۱۵۹) اس حدیث میں ہے کہ آپؐ نے جوربین پر مسح فرمایا، اور ایسے جورب پر بھی مسح فرمایا جو منعلین تھا۔(۲) اثر میں ہے۔سمعت ابن عمرؓ یقول : المسح علی الجوربین کالمسح علی الخفین ۔(مصنف ابن ابی شیبة ۲۲۴ من قال: الجورب بان بمنزلة الخفین، ج اول، ص ۱۷۳، نمبر ۱۹۹۴ مصنف عبد الرزاق، باب المسح علی الجوربین، ج اول، ص ۱۵۷، نمبر ۷۸۲) اس اثر میں ہے کہ جورب پر مسح کرنا چمڑے کے موزے پر مسح کرنے کی طرح ہے، اور اس میں نعلین، یا مجلدین کی کوئی قید نہیں ہے اسلئے مطلق جورب پر بھی مسح کرنا جائز ہوگا ۔(۳) جورب موٹا ہو اسکی قید اس اثر میں ہے۔عن سعید بن المسیب و الحسن أنهما قالا : یمسح علی الجوربین اذا کانا صفیقین .(مصنف ابن ابی شیبة ۲۲۳، فی المسح علی الجوربین، ج اول، ص ۱۷۱، نمبر ۱۹۷۶) اس اثر میں ہے کہ جورب موٹا ہو تو مسح کرے ورنہ نہیں ۔نوٹ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے بھی آخیر عمر میں موٹے موزے پر مسح کرنے کی طرف رجوع فرمایا ہے۔ عبارت یہ ہے۔ سمعت ابا مقاتل السمرقندی یقول : دخلت علی ابی حنیفةؒ فی مرضه الذی مات فیه ، فدعا بماء فتوضأ وعلیه جوربان ، فمسح علیهما ، ثم قال : فعلت الیوم شیئاً لم اکن افعله : مسحت علی الجوربین و هما غیر منعلین ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی المسح علی الجوربین والنعلین ص ۲۸، نمبر ۹۹) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے آخیر عمر میں . ثخینین کی طرف مسح کرنے میں رجوع فرمایا۔

﴿اور موزوں پر مسح کے جواز کی سات شرطیں ہیں:﴾

﴿ساتوں شرطیں ایک نظر میں﴾

[۱] پہلی شرط یہ ہے کہ: دونوں پاؤں دھونے کے بعد دونوں موزے پہنے ہوں

[۲] دوسری شرط یہ ہے کہ: موزے سے دونوں ٹخنے ڈھکنے چاہئیں۔

[۳] تیسری شرط یہ ہے کہ: ان موزوں سے معتاد چلنا ممکن ہو،

[۴] چوتھی شرط یہ ہے کہ: پاؤں کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر ایک موزہ پھٹا ہوا نہ ہو۔

[۵] پانچویں شرط یہ ہے کہ پاؤں پر بغیر باندھے موزے ٹھہر سکے۔

[۶] چھٹی شرط یہ ہے کہ: موزہ پاؤں تک پانی پہونچنے کو روکے کرے۔

(۲۱۸) الاول لبسهما بعد غسل الرجلين ولو قبل كمال الوضوء اذا اتمّه قبل حصول ناقض للوضوء. (۲۱۹) والثاني سترهما للكعبين. (۲۲۰) والثالث امكان متابعة المشي فيهما فلا يجوز

[۷] ساتویں شرط یہ ہے کہ: ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر پاؤں کا اگلا حصہ باقی رہنا چاہئے۔

ترجمہ : (۲۱۸) [۱] پہلی شرط یہ ہے کہ: دونوں پاؤں دھونے کے بعد دونوں موزے پہنے ہوں، چاہے وضو پورا کرنے سے پہلے پہنا ہو بشرطیکہ توڑنے والی چیز سے پہلے وضو مکمل کر لیا ہو۔

تشریح : موزے پر مسح کرنے کی پہلی شرط یہ ہے کہ دونوں پاؤں کو دھو کر موزہ پہنا ہو۔ اس کی دو صورتیں ہیں [۱] ایک یہ ہے کہ وضو مکمل کرنے کے بعد موزہ پہنے۔ [۲] دوسری صورت یہ ہے کہ پہلے پاؤں دھو کر موزہ پہن لے، اس کے بعد ہاتھ اور منہ دھوئے، لیکن شرط یہ ہے کہ وضو ٹوٹنے سے پہلے وضو مکمل کر لیا ہو، پس اگر وضو پورے ہونے سے پہلے وضو ٹوٹ گیا تو مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

وجہ : (۱) عن مغيرة بن شعبة قال كنت مع النبي ﷺ في سفر فاهويت لا نزع خفيه فقال دعهما فاني ادخلتهما طاهرتين فمسح عليهما. (بخاری شریف، باب اذا ادخل رجلیہ وھما طاھرتان، ص ۴۰، نمبر ۲۰۶) اس حدیث میں ہے کہ پاؤں پاک ہو اور موزہ پہنا ہو تو مسح جائز ہے۔ (۲) اس اثر میں اسکا ثبوت ہے۔ أن سعد بن ابي وقاص خرج من الخلاء فتوضأ و مسح على خفيه فقيل له : أتمسح عليهما و قد خرجت من الخلاء قال: نعم اذا ادخلت القدمين الخفين و هما طاهرتان فامسح عليهما و لا تخلعهما الا لجنابة۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۲۱۸ من کان لا یوقت فی المسح شیئاً، ج اول، ص ۱۶۸، نمبر ۱۹۳۳ / مصنف عبد الرزاق، باب المسح علی الخفین، ج اول، ص ۱۵۴، نمبر ۷۶۱) اس قول صحابی میں ہے کہ پاکی کی حالت میں موزہ پہنا ہو تو مسح جائز ہے۔

ترجمہ : (۲۱۹) [۲] دوسری شرط یہ ہے کہ: موزے سے دونوں ٹخنے ڈھکنے چاہئیں۔

تشریح : ایسا موزہ ہو جو ٹخنے کو ڈھک دے تو اس پر مسح جائز ہے، اگر اس سے چھوٹا موزہ ہو تو اس پر مسح جائز نہیں ہے۔

وجہ : (۱) عن رجل من اصحاب النبي ﷺ في الرجل يمسح على خفيه ثم يبدو له فينزعهما قال يغسل قدميه۔ (السنن للبیہقی، باب من خلع خفیہ بعد ما مسح علیہما، ج اول، ص ۴۳۲، نمبر ۱۳۷۰) اس قول صحابی میں ہے کہ موزہ کھل جائے تو جو ٹخنے سے کم ہو تو وہ کھلنے کے درجے میں ہے اس لئے اس پر مسح جائز نہیں ہے۔ (۲)۔ عن جابر .... قال رسول الله ﷺ بيده هكذا من اطراف الاصابع الى اصل الساق و خطط بالاصابع. (ابن ماجہ شریف، باب فی مسح اعلی الخف واسفلہ، ص ۸۷، نمبر ۵۵۱) اس حدیث میں اصابع سے پنڈلی تک کھینچنے کا تذکرہ ہے۔ جس سے اشارہ ہوتا ہے کہ پنڈلی تک موزہ ہو۔

ترجمہ : (۲۲۰) [۳] تیسری شرط یہ ہے کہ: ان موزوں سے معتاد چلنا ممکن ہو، تو اب کانچ یا لکڑی یا لوہے کے موزے پر مسح

علی خف من زجاج او خشب او حدید.(۲۲۱) والرابع خلوُّ کل منهما عن خرق قدر ثلاث اصابع من اصغر اصابع القدم.(۲۲۲) والخامس استمساکهما علی الرجلین من غیر شدٍّ.

جائز نہیں۔

تشریح : حضورؐ نے اصل تو چمڑے کے موزے پر مسح فرمایا ہے، جس میں صحیح طور پر چلنا ممکن ہے، اس لئے ایسے موزے پر مسح جائز ہے جس میں معتاد طور پر چلنا ممکن ہو، چونکہ کانچ کے موزے، لکڑی کے موزے، یا لوہے کے موزے میں معتاد طور پر چلنا ممکن نہیں اس لئے ان پر مسح بھی جائز نہیں ہے۔

وجه : اس حدیث میں اس کا اشارہ موجود ہے۔ **عن ابی وقاص عن النبی ﷺ انه مسح علی الخفین.** (بخاری شریف، باب المسح علی الخفین، ص ۳۹، نمبر ۲۰۲ رمسلم شریف، باب المسح علی الخفین، ص ۱۳۲، نمبر ۶۲۶/۲۷۴) اس حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے چمڑے کے موزے پر مسح فرمایا۔ جس سے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ غیر معتاد موزے پر مسح جائز نہ ہو۔

لغت : معتاد: جس میں عادت کے طور پر چلنا آسان ہو۔ زجاج: کانچ، شیشہ۔

ترجمه : (۲۲۱) چوتھی شرط یہ ہے کہ: دونوں میں سے ہر ایک پاؤں کی چھوٹی انگلیوں میں سے تین انگلیوں کی مقدار پھٹن سے خالی ہو۔

تشریح : ہر موزے میں الگ الگ طور پر پاؤں کی چھوٹی انگلیوں کی مقدار سے تین انگلیوں کی مقدار پھٹن نہ ہو تب اس موزے پر مسح جائز ہوگا۔ اگر دونوں موزوں کو ملا کر تین انگلیوں کی مقدار پھٹن ہو تو اس سے مسح جائز ہے۔ تین انگلیاں اس لئے ہے کہ یہ اکثر قدم ہے جو موزہ نکلنے کے درجے میں ہے۔

وجه : (۱)۔ **عن رجل من اصحاب النبی ﷺ فی الرجل یمسح علی خفیه ثم یبدو له فینزعهما قال یغسل قدمیه.** (السنن للبیھقی، باب من خلع خفیہ بعد ما مسح علیھما ج اول ص ۴۳۲، نمبر ۱۳۷۰) اس حدیث میں ہے کہ موزہ نکل جائے تو مسح جائز نہیں ہے، اور تین انگلیوں کی مقدار پھٹا ہوا ہو تو گویا کہ نکلنا ہے اس لئے مسح جائز نہیں ہوگا۔ (۲) **سألت معمرا عن الخرق یکون فی الخف فقال اذا خرج من مواضع الوضوء شیء فلا تمسح علیه واخلع** (السنن للبیھقی، باب الخف الذی مسح علیہ رسول اللہؐ ج اول، ص ۴۲۵، نمبر ۱۳۴۷ رمصنف ابن ابی شیبۃ، ۲۲۱ فی الرجل یمسح علی خفیہ ثم یخلعھا، ج اول، ص ۱۷۰، نمبر ۱۹۵۸) اس حدیث میں ہے کہ موزے میں پھٹن ہو اور پاؤں نکل جاتا ہو تو اس پر مسح نہ کرے اور کھول کر پاؤں دھوئے۔

ترجمه : (۲۲۲) [۵] پانچویں شرط یہ ہے کہ: پاؤں پر بغیر باندھے موزہ ٹھہر سکے۔

تشریح : موزہ اتنا موٹا ہو یا موزے کی ساخت ایسی ہو کہ وہ بغیر الگ سے باندھے ہوئے پاؤں پر ٹھہر جائے تب اس پر مسح جائز

(۲۲۳) والسادس منعهما وصول الماء الی الجسد.(۲۲۴) والسابع ان یبقی من مقدَّم القدم قدر ثلاث اصابع من اصغر اصابع الید. فلو کان فاقدا مقدَّم قدمه لا یمسح علی خفه ولو کان عقب القدم موجودا.(۲۲۵) ویمسح المقیم یوما و لیلة والمسافر ثلاثة ایام بلیالیها

ہوگا، اور اگر اتنا پتلا ہے، یا اتنا کھلا ہوا ہے کہ الگ سے رسی سے باندھنے کی ضرورت ہے تو اس پر مسح درست نہیں ہوگا۔ آج کل موزے کے اندر ہی ربر سیٹ کیا ہوتا ہے اس لئے الگ سے باندھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

وجہ : اصل تو پاؤں کو دھونا ہے، حدیث کی بنا پر چمڑے کے موزے پر مسح جائز قرار دیا گیا ہے اس لئے چمڑے کے موزے کی شرطیں ملحوظ رکھی گئیں ہیں۔

لغت : استمساک: مسک سے مشتق ہے، ٹھہرا رہے۔ شد: باندھنا۔

ترجمہ : (۲۲۳) [۶] چھٹی شرط یہ ہے کہ: موزہ پاؤں تک پانی پہونچنے کو منع کرے۔

تشریح : اگر سوت کا موزہ ہے تو وہ اتنا موٹا ہو کہ جب اس پر مسح کرے تو اس کی تری پاؤں کی کھال تک نہ پہونچے۔ اگر پتلا موزہ ہے جس میں مسح کا پانی چھن کر کھال تک پہنچ جاتا ہے تو اس پر مسح جائز نہیں ہوگا۔

وجہ : ۔عن سعید بن المسیب و الحسن أنهما قالا : یمسح علی الجوربین اذا کانا صفیقین . (مصنف ابن ابی شیبة ،۲۲۳فی المسح علی الجوربین، ج اول، ص ۱۷۱، نمبر ۱۹۷۶)اس قول تابعی میں ہے کہ جورب موٹا ہو تو مسح کرے ورنہ نہیں۔

ترجمہ : (۲۲۴) [۷] ساتویں شرط یہ ہے کہ: ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر پاؤں کا اگلا حصہ باقی ہو۔ اب اگر کسی کے پاؤں کا اگلا حصہ موجود نہ ہو چاہے پاؤں کی ایڑی ہو تب بھی وہ موزوں پر مسح نہیں کر سکتا۔

تشریح : حدیث میں ہے کہ پاؤں کی انگلیوں سے مسح شروع کرے اور کھینچتے ہوئے پنڈلی تک لے جائے، اس لئے پاؤں کا اگلا حصہ کم از کم تین انگلیوں کی مقدار موجود ہو تب ہی تو اس پر انگلیاں کھینچ کر مسح کریں گے، اس لئے اگر ایڑی کا حصہ موجود ہو اور اگلا حصہ تین انگلیوں کی مقدار بھی نہ ہو تو اس پر مسح جائز نہیں ہے۔

وجہ : حدیث یہ ہے ۔ عن جابر قال مر رسول الله ﷺ برجل یتوضأ و یغسل خفیه فقال بیده کانه دفعه انما امرت بالمسح قال رسول الله ﷺ بیده هکذا من اطراف الاصابع الی اصل الساق و خطط بالاصابع. (ابن ماجہ شریف، باب فی مسح اعلی الخف واسفلہ، ص ۸۷، نمبر ۵۵۱) اس حدیث میں ہے کہ پاؤں کی انگلیوں کی جانب سے کھینچتے ہوئے پنڈلی تک لے گئے۔

ترجمہ : (۲۲۵) اور مقیم ایک رات دن اور مسافر تین رات دن مسح کر سکتا ہے۔

(۲۲۶) وابتداء المدة من وقت الحدث بعد لبس الخفين .(۲۲۷) وان مسح مقيم ثم سافر قبل تمام مدته اتم مدة المسافر. وان اقام المسافر بعد ما يمسح يوما وليلة نزع والا يتم يوما و ليلة . (۲۲۸)

تشریح : مقیم ایک دن اور ایک رات تک مسح کرسکتا ہے، اور مسافر تین دن تین رات تک مسح کرسکتا ہے۔

وجه : اس حدیث میں ہے۔ **قال اتيت عائشة.....فقال جعل رسول الله ﷺ ثلاثة ايام ولياليهن للمسافر و يوما و ليلة للمقيم** ۔(مسلم شریف، باب التوقیت فی المسح علی الخفین ،ص۱۳۰،نمبر ۶۳۹/۲۷۶/ابوداود شریف، باب التوقیت فی المسح ،ص ۲۳،نمبر ۱۵۷/نسائی شریف، باب التوقیت فی المسح علی الخفین للمقیم ،ص ۱۸،نمبر ۱۲۹) اس حدیث میں ہے کہ مسافر کے لئے تین دن تین رات اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات۔

ترجمه : (۲۲۶) اور مسح کی ابتداءِ مدت موزے پہننے کے بعد حدث سے لی جاوے گی۔

تشریح : موزے پہننے کے بعد جب حدث ہو وہاں سے مسح کی مدت شروع ہوگی، مثلا فجر کے وقت موزہ پہنا اور ظہر کے وقت حدث ہوا تو ظہر کے وقت سے اگلے دن کے ظہر تک مقیم مسح کرسکتا ہے۔

وجه: (۱) اس حدیث میں اسکا ثبوت ہے۔ **عن عبد الرحمن بن ابی بکرة عن ابيه عن النبی ؐ أنه رخص للمسافر اذا توضأ و لبس خفيه ثم أحدث وضوءا أن يمسح ثلاثة أيام و لياليهن و للمقيم يوما و ليلة** ۔(ابن ماجۃ، باب ماجاء فی التوقیت فی المسح للمقیم والمسافر، ص ۸۷ نمبر ۵۵۶) اس حدیث میں ہے ثم احدث وضوءا، جسکا مطلب یہ ہے کہ وضو کا حدث ہوا اس وقت سے مسح کی مدت شروع ہوگی ۔(۲) قول تابعی میں ہے ۔ **عن الثوری فی المسح علی الخفين قال : .....فانک تمسح من الحدث حتى كان العصر ، فانک تمسح عليهما حتى العصر من الغد** .(مصنف عبدالرزاق، باب المسح علیھما من الحدث، ج اول، ص ۱۶۴، نمبر ۸۰۷) اس اثر میں ہے کہ حدث سے مسح کی مدت شروع ہوگی، اس سے پہلے نہیں۔

ترجمه : (۲۲۷) اور اگر کسی مقیم نے مسح کیا پھر مسح کی مدت ختم ہونے سے پہلے سفر کیا تو اب وہ سفر کی مدت پوری کرے۔ اور اگر مسافر ایک رات دن مسح کرنے کے بعد مقیم ہو جائے تو فورا موزہ نکال ڈالے۔ اور اگر ایک رات دن سے پہلے مقیم ہو تو ایک رات دن پورا کرلے۔

تشریح : مقیم نے جب سفر شروع کر دیا تو اب وہ مقیم نہیں رہا مسافر ہو گیا اس لئے اب مسافرت کی مدت پوری کرے گا، اور مسافر ایک دن ایک رات کے بعد مقیم بن گیا تو اب وہ مسافر نہیں رہا اس لئے موزہ کھول دے گا۔

ترجمه : (۲۲۸) مسح کرنا فرض ہے تین انگلی کی مقدار ہاتھ کی چھوٹی انگلیوں سے، ہر ایک پاؤں کے اگلے ظاہری حصہ پر۔

وفرض المسح قدر ثلاث اصابع من اصغر اصابع اليد على ظاهر مقدّم كل رجل. (۲۲۹) وسننه مدُّ الاصابع مفرّجة من رؤوس اصابع القدم الى الساق.

تشریح : ہاتھ کی چھوٹی انگلیوں سے تین انگلی کی مقدار پاؤں کے اگلے حصے پر جو اوپر کا حصہ ہے اس پر مسح کرنا فرض ہے۔

وجہ : (۱) عن جابر قال مر رسول الله ﷺ برجل يتوضأ و يغسل خفيه فقال بيده كانه دفعه انما امرت بالمسح قال رسول الله ﷺ بيده هكذا من اطراف الاصابع الى اصل الساق و خطط بالاصابع. (ابن ماجہ شریف، باب فی مسح اعلی الخف واسفلہ، ص ۸۷، نمبر ۵۵۱) اس حدیث میں خطط بالاصابع جمع کے صیغے سے پتہ چلا کہ تین انگلیوں کی مقدار مسح کرے۔ (۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پاؤں کے اوپر کے حصے پر مسح کرے۔ عن علی قال لو كان الدين بالرأى لكان اسفل الخف اولى بالمسح من اعلاه وقد رأيت رسول الله ﷺ يمسح على ظاهر خفيه (ابوداؤد شریف، باب کیف المسح، ص ۳۴، نمبر ۱۶۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پاؤں کے اوپر مسح کرنا ضروری ہے۔

ترجمہ : (۲۲۹) اور مسح کی سنت یہ ہے کہ پاؤں کی انگلیوں کے سرے سے پنڈلی تک ہاتھ کی کھلی ہوئی انگلیوں کو کھینچے۔

تشریح : مسح کرنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ پاؤں کی انگلیوں سے شروع کرے، اور پنڈلی تک کھینچتے جائے، اس حال میں کہ ہاتھ کی انگلیاں پاؤں پر کھلی ہوئی ہوں۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں ہے۔ عن جابر قال مر رسول الله ﷺ برجل يتوضأ و يغسل خفيه فقال بيده كانه دفعه انما امرت بالمسح قال رسول الله ﷺ بيده هكذا من اطراف الاصابع الى اصل الساق و خطط بالاصابع. (ابن ماجہ شریف، باب فی مسح اعلی الخف واسفلہ، ص ۸۷، نمبر ۵۵۱) اس حدیث میں ہے کہ پاؤں کی انگلیوں سے پنڈلی تک کھینچا۔ اور خطط بالاصابع سے اس کا بھی اشارہ ہوتا ہے کہ ہاتھ کی انگلیاں کھلی ہوئی تھیں۔ (۲) عن المغيرة بن شعبة قال : رأيت رسول الله ﷺ بال ثم جاء حتى توضأ ثم مسح على خفيه ووضع يده اليمنى على خفيه الايمن و يده اليسرى على خفيه الأيسر ثم مسح أعلاهما مسحة واحدة حتى كأنى أنظر الى أصابع رسول الله ﷺ على الخفين۔ (سنن للبیہقی، باب الاقتصار بالمسح علی ظاہر الخفین، ج اول، ص ۴۳۶، نمبر ۱۳۸۵) اس حدیث میں ہے کہ پاؤں کی انگلیوں سے پنڈلی تک کھینچا۔ (۳) عن الشعبى .... قال ارانا كيف المسح فوضع اصابعه على مقدم خفه و فرج بينهما حتى أتى أصل الساق و من اسفل۔ (مصنف عبد الرزاق، باب المسح علی الخفین، ج اول، ص ۱۷۲، نمبر ۸۵۳) اس اثر میں ہے کہ انگلیاں کھلی رکھی۔

﴿وينقض مسح الخف اربعة اشياء.﴾

(٢٣٠) كل شيء ينقض الوضوء (٢٣١) ونزع خف ولو بخروج اكثر القدم الى ساق الخف

﴿چار چیزیں مسح کو توڑتی ہیں: ایک نظر میں﴾

پہلی:......وہ شئی جو ناقض وضو ہیں۔

دوسری:......پورا موزہ یا اکثر حصہ موزہ کا موزہ کی پنڈلی تک نکل جاوے۔

تیسرا:......ایک قدم کے اکثر حصہ کو بنا بر صحیح مذہب کے پانی پہونچ جاوے۔

چوتھا:......مسح کی مدت ختم ہو جاوے۔

☆☆☆

ترجمہ : (٢٣٠) [١] جو چیزیں وضو کو توڑتی ہیں [وہ مسح کو بھی توڑ دیتی ہیں]

تشریح : جو چیزیں وضو کو توڑتی ہیں وہ موزے کے مسح کو بھی توڑتی ہیں، مثلا حدث سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو اس سے مسح بھی ٹوٹ جائے گا، اور دوبارہ وضو کرتے وقت مسح بھی کرنا ہوگا، یا مثلا جنابت سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو اس سے مسح بھی ٹوٹ جائے گا۔

وجہ:(١) عن صفوان بن عسال قال كان رسول الله ﷺ يأمرنا اذا كنا سفرا ان لا تنزع خفافنا ثلثة ايام ولياليهن الا من جنابة ولكن من غائط وبول ونوم ۔(ترمذی شریف، باب المسح علی الخفین للمسافر والمقیم، ص ٢٨، نمبر ٩٦ رنسائی شریف، باب التوقیت فی المسح علی الخفین للمسافر ص ١٨، نمبر ١٢٧) اس حدیث میں ہے کہ جنابت وغیرہ سے مسح ٹوٹ جائے گا

ترجمہ : (٢٣١) [٢] موزہ کا کھل جانا، یا قدم کا اکثر حصہ موزے کی پنڈلی تک نکل جائے۔

تشریح : پورا موزہ قدم سے نکل جائے تو اس سے بھی مسح ٹوٹ جائے گا، اب پاؤں دھو کر موزہ پہننا ہوگا۔ یا قدم کا اکثر حصہ نکل جائے، یعنی موزے کی پنڈلی تک قدم کا اکثر حصہ آجائے تو اس کو اکثر قدم کا نکلنا کہتے ہیں اس سے بھی مسح ٹوٹ جائے گا اب پاؤں کو دھو کر موزے کو پہنے، البتہ پورے وضو کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے، صرف پاؤں دھو لے۔

وجہ : (١)عن مغيرة بن شعبة قال غزونا مع رسول الله ﷺ فامرنا بالمسح على الخفين ثلاثة ايام ولياليها للمسافر ويوما و ليلة للمقيم مالم يخلع . (سنن للبیہقی، باب من خلع خفیہ بعد ما مسح علیہما، ص ٤٣٤، نمبر ١٣٧٦ رمصنف ابن ابی شیبۃ، ٢٢١ فی الرجل یمسح علی خفیہ ثم یخلعھا، ج اول، ص ١٧٠، نمبر ١٩٦٠) مالم یخلع سے پتہ چلتا ہے کہ موزہ پاؤں سے کھل جائے تو دوبارہ پاؤں دھونا ہوگا۔ (٢) یہ اثر بھی ہے۔ عن ابراهيم قال : اذا نزعتهما فاغسل قدميک ، و به يأخذ الثوری . (مصنف عبد الرزاق، باب نزع الخفین بعد المسح، ج اول، ص ٢١٠، نمبر ٨١٣) (٣)۔عن رجل من اصحاب النبی ﷺ فی

(۲۳۲) واصابة الماء اكثر احدى القدمين فی الخف علی الصحیح .(۲۳۳) ومضیُّ المدة ان لم یخف ذهاب رجله من البرد . (۲۳۴) وبعد الثلاثة الاخیرة غسل رجلیه فقط (۲۳۵) ولا یجوز

الرجل یمسح علی خفیه ثم یبدو له فینزعهما قال یغسل قدمیه ۔(سنن للبیھقی ،باب من خلع خفیه بعد ما مسح علیھما ،ص۴۳۴،نمبر۱۳۷۰)اس عمل صحابی میں ہے کہ موزہ کھل جائے تو دونوں قدم کو دھوئے ۔

لغت : ساق الخف :موزہ کا جوحصہ پاؤں کی پنڈلی کے پاس رہتا ہے اس کو ساق الخف ، کہتے ہیں ۔

ترجمه : (۲۳۲) [۳] ایک قدم کے اکثر حصہ کو پانی پہونچ جائے ،صحیح مذہب یہی ہے ۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ دھونا اور مسح جمع نہیں کیا جا سکتا ۔اس لئے قدم کا اکثر حصہ بھیگ گیا تو ایک قدم کا غسل ہو گیا ،اس لئے دوسرے قدم کا مسح جمع کرنا درست نہیں ہے اس لئے دوسرے قدم کے موزے کو بھی نکال کر دھونا ہوگا ۔صحیح مذہب یہی ہے

ترجمه : (۲۳۳) [۴] مسح کی مدت ختم ہو جاوے ،اگر ٹھنڈ سے پاؤں کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو ۔

تشریح : مسح کی مدت ایک دن یا تین دن ختم ہو جانے سے بھی مسح ٹوٹ جائے گا ۔لیکن اگر پاؤں دھونے سے برف کی وجہ سے پاؤں شل ہو جانے کا خطرہ ہو تو اب اس کا حکم جبیرہ [پٹی] کا حکم ہو جائے گا کہ جب تک مجبوری رہے گی مسح کرتا رہے گا ۔

وجه : عن علی بن ابی طالب قال سألت رسول الله ﷺ عن الجبائر یکون علی الکسیر ، کیف یتوضأ صاحبها و کیف یغتسل اذا اجنب ؟ قال یمسحان بالماء علیها فی الجنابة و الوضوء ، قلت فان کان فی برد یخاف علی نفسه اذا اغتسل ؟ قال یمر علی جسده ، و قرأ رسول الله ﷺ ﴿و لا تقتلوا انفسکم ان الله کا ن بکم رحیما﴾ و یتیمم اذا خاف ۔(دار قطنی ،باب جواز المسح علی الجبائر ،ص۲۳۳،نمبر۸۶۵)اس حدیث میں ہے کہ سردی کا خوف ہو تو جنابت کے لئے بھی جسم کو صرف پونچھ لے ، اور اس سے بھی زیادہ خوف ہو تو تیمّم کر لے ۔

ترجمه : (۲۳۴) اور ان تین اخیر کے بعد صرف پاؤں دھو لینا کافی ہے ۔

تشریح : تین اخیر سے مراد ہے کہ [۱] موزہ کھل جائے [۲] اکثر قدم پانی سے بھیگ جائے [۳] یا موزے کی مدت ختم ہو جائے ،اور وضو موجود ہو تو پورا وضو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے ،صرف پاؤں دھو لے اور موزہ پہن لے اتنا ہی کافی ہے ۔

وجه : (۱) عن ابراهیم قال : اذا نزعتهما فاغسل قدمیک ، و به یأخذ الثوری . (مصنف عبد الرزاق ،باب نزع الخفین بعد المسح ،ج اول ،ص۲۱۰،نمبر۸۱۳)(۲) ۔عن رجل من اصحاب النبی ﷺ فی الرجل یمسح علی خفیه ثم یبدو له فینزعهما قال یغسل قدمیه ۔(سنن للبیھقی ،باب من خلع خفیه بعد ما مسح علیھما ،ص۴۳۴،نمبر۱۳۷۰)اس عمل صحابی میں ہے کہ موزہ کھل جائے تو دونوں قدم کو دھوئے ۔

المسح علی عمامة و قلنسوة و برقع و قفّازین.

﴿فصل : فی الجبیرة﴾

(٢٣٦) اذا افتصد او جُرِحَ او کُسِر عضوہ فسدّہ بخرقة او جبیرة و کان لا یستطیع غسل العضو ولا

ترجمہ : (٢٣٥) اور نہیں جائز ہے مسح پگڑی پر اور ٹوپی پر اور برقعہ اور دستانوں پر۔

تشریح : موزے پر مسح حدیث کی بنا پر خلاف قیاس جائز ہے، اس لئے جب تک حدیث متواتر سے پگڑی، ٹوپی، برقع اور دستانوں پر مسح کرنا ثابت نہ ہو اس کی اجازت نہیں ہوگی۔ اور پگڑی پر مسح کے بارے میں جو حدیث ہے اس کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ سر پر بھی مسح کیا اور ساتھ ہی پگڑی پر بھی مسح کیا۔

وجہ: (١) عن انس بن مالک قال رأیت رسول اللہ ﷺ یتوضأ وعلیه عمامة قطریة فادخل یدہ من تحت العمامة فمسح مقدم رأسه فلم ینقض العمامة۔ (ابوداؤد شریف، باب المسح علی العمامة، ص ٢١، نمبر ١٤٧) (٢) اس حدیث میں بھی ہے۔ ان النبی ﷺ مسح علی الخفین ومقدم رأسه وعلی عمامته. (مسلم شریف، باب المسح علی الناصیة والعمامة، ص ١٣٤، نمبر ٢٧٤) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض سر پر مسح کیا اور پگڑی پر مسح کیا۔ اس لئے صرف پگڑی پر مسح کافی نہیں ہے (٣) امام ترمذی نے فرمایا کہ علماء فرماتے ہیں کہ صرف عمامہ پر مسح کرنا کافی نہیں ہوگا جب تک اس کے ساتھ سر پر بھی مسح نہ کر لے عبارت یہ ہے۔ و قال غیر واحد من اهل العلم من أصحاب النبی ؐ و التابعین : لا یمسح علی العمامة الا ان یمسح برأسه مع العمامة وهو قول سفیان الثوری ومالک بن انس و ابن المبارک، والشافعی. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی المسح علی الجوربین والعمامة، ص ٢٨، نمبر ١٠٠)

﴿فصل: (پٹی پر مسح کا بیان)﴾

ترجمہ : (٢٣٦) جب فصد لے، یا زخمی ہو جائے، یا کوئی عضو ٹوٹ جائے پھر اس پر پٹی یا کھپچی باندھ لے اور اس عضو کو نہ دھو سکے، نہ اس پر مسح کر سکے تو اس عضو کے اکثر بندھے ہوئے حصہ پر مسح کرنا ضروری ہے۔

تشریح: پچھنا لگوایا جس سے زخمی ہو گیا، یا زخمی ہو گیا، یا کوئی عضو ٹوٹ گیا اور اس پر پٹی باندھ لی، یا کھپچی باندھ لی اور اس عضو کو دھو نہیں سکتا ہے تو اس پٹی اور کھپچی پر مسح کر لے، اور اس کے اکثر پر مسح کر لے تب بھی کافی ہے۔

وجہ : (١) یہاں مجبوری ہے اس لئے اکثر پر مسح کر لینا کافی ہے۔ (٢) اس حدیث میں ثبوت ہے۔ عن جابر قال : خرجنا فی سفر ....انما یکفیه ان یتیمم و یعصر اویعصب ۔ شک موسی ۔ علی جرحه خرقه ثم یمسح علیها و

یستطیع مسحه وجب المسح علی اکثر ما شدّ به العضو.(۲۳۷) وکفی المسح علی ما ظھر من الجسد بین عصابة المفتصد (۲۳۸) والمسح کالغسل فلا یتوقت بمدة . ولا یشترط شد الجبیرة

یغسل سائر جسده ۔(ابوداؤد شریف، باب فی المجدور یتیمم ،ص ۶۱،نمبر۳۳۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زخم کے اوپر پٹی باندھ کر اس پر مسح کرے(۳)**عن علیؓ بن ابی طالب قال : انکسرت احدی زندی فسألت النبیؐ فأمرنی أن امسح علی الجبائر** (ابن ماجہ شریف، باب المسح علی الجبائر ،ص ۹۳،نمبر ۶۵۷ /دار قطنی ، باب جواز المسح علی الجبائر،ص ۲۳۳، نمبر۸۶۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھپچی پر مسح کرنا جائز ہے۔

لغت : افتصد :فصد لگوایا، پچھنا لگوایا۔کسر :ٹوٹ گیا۔خرقة : کپڑے کا ٹکڑا،شد بخرقة : پٹی باندھی۔جبیرة : کھپچی، بانس کی بتی کے ذریعہ سے ٹوٹی ہوئی ہڈی کو باندھتے ہیں۔

ترجمہ : (۲۳۷) اور فصد کی پٹی کے ظاہر بدن پر بھی مسح کر لینا کافی ہے۔

تشریح : مثلا چاروں طرف پٹی بندھی ہوئی ہے اور درمیان میں خالی ہے جس سے کھال نظر آرہی ہے تو درمیان کی کھال کو دھونے کی ضرورت نہیں ہے اس پر بھی مسح کر لینا کافی ہے، کیونکہ مجبوری ہے۔

وجہ : **عن علی بن ابی طالب قال سألت رسول الله ﷺ عن الجبائر یکون علی الکسیر ، کیف یتوضأ صاحبھا و کیف یغتسل اذا اجنب ؟ قال یمسحان بالماء علیھا فی الجنابة و الوضوء ،..... و قرأ رسول الله ﷺ ﴿و لا تقتلوا انفسکم ان الله کان بکم رحیما﴾ و یتیمم اذا خاف** ۔(دار قطنی ، باب جواز المسح علی الجبائر ،ص ۲۳۳،نمبر ۸۶۵)اس حدیث میں ہے کہ ٹوٹا ہوا ہو تو جنابت کے لئے بھی جسم پر مسح کر لے۔

ترجمہ : (۲۳۸)اور مسح دھونے کی طرح ہے۔اس لئے اس کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں ہے۔اور طہارت پر پٹی باندھنا بھی شرط نہیں۔

تشریح : یہاں مجبوری ہے اس لئے پٹی پر مسح کرنے کو دھونے کے درجے میں رکھا، تیمّم یا موزے پر مسح کے درجے میں نہیں رکھا ۔اب اس اصول پر یہاں ۵ مسئلے کو متفرع کر رہے ہیں [۱] چونکہ پٹی پر مسح غسل کی طرح ہے اس لئے اس کے لئے کوئی وقت متعین نہیں ہے جب تک زخم ٹھیک نہ ہو پٹی پر مسح کرتا رہے، [۲] اسی طرح وضو کیا ہوا نہ ہو اور پٹی باندھا تب بھی اس پٹی پر مسح کر سکتا ہے۔

وجہ : (۱) صحابہ بغیر وضو کے پٹی باندھتے تھے اور اس پر مسح کرتے رہتے تھے۔(۲) اوپر حضرت عمرؓ کا عمل آیا کہ خون رس رہا تھا اور وہ نماز پڑھتے رہتے تھے۔

ترجمہ : (۲۳۹)[۳] اور ایک پاؤں کی پٹی پر مسح کرنا اور دوسرا دھونا بھی جائز ہے۔

علی طُهرٍ .(۲۳۹) ویجوز مسح جبیرة احدی الرجلین مع غسل الاخریٰ. (۲۴۰) ولا یبطل المسح بسقوطها قبل البرء. ویجوز تبدیلها بغیرها ولا یجب اعادة المسح علیها. والافضل اعادته .(۲۴۱) واذا رَمِدَ و اُمِرَ ان لا یغسل عینه او انکسر ظفره وجعل علیه دواء وعلکا او جلدة مرارةٍ وضرَّه نزعه

تشریح : اوپر اصول گزرا کہ مسح اور دھونا جمع نہیں کر سکتے، لیکن پٹی پر مسح دھونے کی طرح ہے اس لئے ایک پاؤں پر مسح کرے اور دوسرے پاؤں کو دھوئے تو جائز ہے، کیونکہ وہ بھی دھونا ہی ہے۔

ترجمہ : (۲۴۰) [۴] اور اچھے ہونے سے پہلے پٹی کے گر جانے سے مسح باطل نہیں ہوگا۔ اور [۵] دوسری پٹی بدل دینا بھی درست ہے۔ اور اس پر مسح کا لوٹانا ضروری نہیں، لیکن بہتر یہ ہے کہ لوٹا لے۔

تشریح : چونکہ یہ پٹی غسل کی طرح ہے اس لئے زخم ٹھیک ہونے سے پہلے گر گئی تو مسح نہیں ٹوٹے گا اس لئے پہلے ہی مسح سے نماز پڑھ سکتا ہے، اب یہ بھی جائز ہے کہ اسی پٹی کو دوبارہ زخم پر باندھ دے اور یہ بھی جائز ہے کہ دوسری پٹی کو باندھے، اور پہلا ہی مسح کافی ہے، صرف وضو کرتے وقت دوبارہ مسح کرے۔ البتہ افضل یہ ہے کہ پٹی پر دوبارہ مسح کر لے۔

وجہ : اس عمل صحابی میں اشارہ ہے کہ خون بھی رس رہا ہو تو نماز جائز ہے۔ عن المسور بن مخرمة ان عمرؓ صلی و جرحه یثعب دما (دار قطنی، باب جواز الصلوۃ مع خروج الدم السائل من البدن، ص ۲۳۱، نمبر ۸۵۹) اس عمل صحابی میں ہے کہ خون رس رہا تھا اور وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

ترجمہ : (۲۴۱) اگر آنکھ میں درد ہو، اور ڈاکٹر آنکھ نہ دھونے کا حکم کرے، یا ناخن ٹوٹ جائے اور اس پر کوئی دوا یا گوند یا پتے کی جھلی رکھ لے اور اس کا نکالنا نقصان کرتا ہو تو اس کے لئے مسح جائز ہے۔ اور اگر مسح بھی نقصان کرے تو چھوڑ دے۔

تشریح : یہاں آنکھ کا درد، اور ناخن اکھڑنے کو پٹی اور کھپچی کے حکم میں رکھا ہے، اس لئے اس پر مسح کرے، اور مسح بھی نقصان دے تو مسح بھی چھوڑ دے۔ مسئلے کی تشریح یہ ہے کہ، آنکھ میں درد ہو اور ڈاکٹر نے حکم دیا ہو کہ اس کو نہ دھوؤ، تو اس پر مسح کرنا جائز ہے۔ اور مسح کرنا بھی نقصان دے تو اس کو چھوڑ دے۔ اسی طرح ناخن اکھڑ گیا ہو اور اس پر دوا لگائی ہو، یا گوند لگایا ہو، یا پتے کی جھلی لگائی ہو اور اس کا الگ کرنا مشکل ہو تو اس پر مسح کرنا جائز ہے، اور مسح بھی نقصان دیتا ہو تو اس کو چھوڑ دے۔ لیکن اگر زیادہ مجبوری نہ ہو تو آنکھ کو دھونا ضروری ہوگا۔

لغت : رمد: آنکھ میں درد۔ علک: گوندھ۔ مرارۃ: پتہ، یہ انت میں ہوتا ہے اور بہت کڑوا ہوتا ہے، زخم پر اس کا لیپ لگاتے ہیں، اسی کو، جلدۃ مرارۃ، کہتے ہیں۔

جاز لـه الـمسـح .وان ضـرّه الـمسـح تـركـه.(۲۴۲)ولا يـفتقر الى النية فى مسح الخف والجبيرة والرأس.

﴿باب الحيض والنفاس والاستحاضة﴾

(۲۴۳) يـخـرج مـن الـفـرج حيض و نفاس واستحاضة .(۲۴۴)فالحيض دم ينفضه رحم بالغةٍ لا داء

ترجمه : (۲۴۲) اورموزہ اور پٹی اورسر کے مسح میں نیت کی حاجت نہیں۔

تشریح : جس طرح تیمّم کرنے میں نیت کی ضرورت ہوتی ہے اس طرح موزے پر مسح ، پٹی پر مسح ،اورسر پر مسح کرنے کے لئے نیت کی ضرورت نہیں ہے،صرف کرلے توادا ہوجائے گا۔

﴿باب:حیض ونفاس واستحاضہ کے بیان میں ﴾

ضروری نوٹ: حیض کے معنی بہنا ہے۔شریعت میں ایسی عورت جونا بالغہ نہ ہو،آئسہ نہ ہو، جریان خون کا مرض نہ ہواور حمل نہ ہواس کے رحم سے خون نکلے تو اس کو حیض کہتے ہیں۔اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ویسئلونک عن المحيض قل هو اذى فاعتزلوا النساء فى المحيض ولا تقربوهن حتى يطهرن۔(آیت ۲۲۲ سورۃ البقرۃ ۲)

ترجمه : (۲۴۳) عورت کی شرمگاہ سے جوخون نکلتا ہے وہ یا حیض ہے یا نفاس ہے یا استحاضہ ہے۔

تشریح : عورت کی شرمگاہ سے جوخون نکلتا ہے،اس کی تین قسمیں ہیں[۱] حیض،[۲] نفاس،[۳] استحاضہ،اورتینوں کے احکام الگ الگ ہیں تفصیل آگے آرہی ہے۔

ترجمه : (۲۴۴) جوخون بالغہ عورت کے رحم سے نکلے بغیر مرض وحمل وسن ایاس کے وہ حیض ہے۔

تشریح : یہاں حیض کی تعریف کررہے ہیں۔ بالغہ عورت کے رحم سے جوخون نکلے اس کو حیض کہتے ہیں۔اس عبارت میں ۴ قیدیں ہیں[۱] پہلی قید یہ ہے کہ عورت بالغہ ہو، پس اگر نابالغ لڑکی کی شرمگاہ سے خون نکلے وہ حیض نہیں استحاضہ ہے۔[۲] دوسری قید ہے کہ مرض کے بغیر ہو، کیونکہ مرض کی وجہ سے ہومثلا پردل کی بیماری ہوتو وہ خون استحاضہ ہے۔[۳] تیسری قید ہے کہ حمل سے نہ ہو، کیونکہ حمل نکلنے کے بعد جوخون آئے وہ نفاس کا خون ہے،حیض کا خون نہیں ہے۔[۴] چوتھی قید یہ ہے کہ سن ایاس کے بعد نہ ہو، کیونکہ سن ایاس میں خون آئے تو وہ استحاضہ کا خون ہے،حیض کا خون نہیں ہے۔

لغت : ینفض :نفض سے مشتق ہے،رحم کا پھینکنا ۔سن الایاس: پچپن سال کے بعد عورت کوخون آنا بند ہوجاتا ہے تو اس کو سن ایاس مایوسی کی عمر کہی جاتی ہے۔

بھاولا حبل ولم تبلغ سن الایاس(۲۴۵).واقل الحیض ثلاثة ایام واوسطه خمسة واکثره عشرة.(۲۴۶) والنفاس هو الدم الخارج عقب الولادة واکثره اربعون یوماولا حدَّ لاقله

ترجمہ : (۲۴۵) اورحیض کی اقل مدت تین دن اوراوسط پانچ ،اکثر دس روز ہے۔

تشریح : تین دن سے کم خون آئے تو وہ استحاضہ ہے،اسی طرح دس دن سے زیادہ خون آئے تو وہ بھی استحاضہ کا خون ہے۔

وجہ : (۱) حدیث یہ ہے۔ عن ابی امامة الباھلی قال قال رسول الله ﷺ لایکون الحیض للجاریة والثیب الذی قد ایئست من الحیض اقل من ثلاثة ایام ولا اکثر من عشرة ایام فاذا رأت الدم فوق عشرة ایام فھی مستحاضة فمازاد علی ایام اقرائھا قضت ودم الحیض اسود خائر تعلوہ حمرة ودم المستحاضة اصفر رقیق (دارقطنی ،نمبر۸۳۴) (۲) عن واثلة بن الاسقع قال قال رسول الله ﷺ اقل الحیض ثلاثة ایام و اکثرہ عشرة ایام ۔(دارقطنی ،کتاب الحیض ،ج اول ،ص ۲۲۵ ،نمبر ۸۳۶)دارقطنی میں اس قسم کی کئی احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کم سے کم مدت تین دن ہےاورزیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہیں۔ اوراس سے کم یازیادہ ہوتو وہ استحاضة ہے۔

ترجمہ:(۲۴۶)اورجوخون ولادت کے بعد خارج ہووہ نفاس ہے۔اس کی اکثر مدت چالیس روز ہےاوراقل کی کوئی حد نہیں

تشریح : مکمل بچے کی ولادت ہو یا سقط یعنی ناقص بچے کی ولادت ہودونوں صورتوں میں ولادت کے بعد جوخون ہوگا وہ نفاس کا خون ہے۔اس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس روز ہے،اورکم سے کم مدت کی حد نہیں ہے۔

وجہ : (۱) عن ام سلمة قالت کانت النفساء تجلس علی عھد رسول الله ﷺ اربعین یوما ۔(ترمذی شریف،باب ماجاء فی کم تمکث النفساء،ص ۳۵،نمبر ۱۳۹/ابوداؤدشریف،باب ماجاء فی وقت النفساء،ص ۴۹،نمبر ۳۱۲)ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے(۲)عن عبد الله بن عمرو قال :قال رسول الله ﷺ : تنتظر النفساء أربعین لیلة ، فان رأت الطھر قبل ذالک فھی طاھر ، و ان جاوزت الاربعین فھی بمنزلة المستحاضة ، تغتسل و تصلی ، فان غلبھا الدم توضأت لکل صلوة ۔(دارقطنی ،باب الحیض ،ج اول ،ص ۲۲۸،نمبر ۸۴۷) اس حدیث میں ہے کہ چالیس دن سے پہلے بھی طھر دیکھے تو وہ پاک شمار کی جائے گی (۳) حدیث میں ہے۔عن معاذ بن جبل عن النبی ﷺ قال : اذا مضی للنفساء سبع ثم رأت الطھر فلتغتسل و لتصل ۔(سنن للبیھقی ،باب النفاس، ج اول ،ص ۵۰۵،نمبر ۱۶۱۷) اس حدیث میں ہے کہ سات روز کے بعد پاک ہوجائے تو بھی پاک سمجھی جائے گی ،اس سے معلوم ہوا کہ کم سے کم کی کوئی حد نہیں ہے۔

ترجمہ : (۲۴۷) اورجوخون ایامِ حیض میں تین روز سے کم اوردس روز سے زیادہ ہواورنفاس میں چالیس روز سے زیادہ ہووہ

(۲۴۷)والاستحاضة دم نقص عن ثلاثة ایام او زاد علی عشرة فی الحیض وعلی اربعین فی النفاس. (۲۴۸) واقل الطهر الفاصل بین الحیضتین خمسة عشر یوما ولا حدَّ لاکثره (۲۴۹) الا لمن.

استحاضہ ہے۔

تشریح : یہ استحاضہ کی تعریف ہے کہ،[۱] حیض میں تین دن سے کم خون آئے،[۲] یا دس دن سے زیادہ خون آئے۔[۳] یا نفاس میں چالیس دن سے زیادہ خون آئے تو وہ سب استحاضہ ہیں۔

وجه : (۱) اس حدیث میں ہے کہ دس دن سے زیادہ ہو تو وہ استحاضہ ہے۔عن ابی امامة الباھلی قال قال رسول الله ﷺ..... فاذا رأت الدم فوق عشرة ایام فھی مستحاضة (دار قطنی، نمبر ۸۳۴) (۲) عن واثلة بن الاسقع قال قال رسول الله ﷺ اقل الحیض ثلاثة ایام و اکثره عشرة ایام ۔(دار قطنی، کتاب الحیض، ج اول، ص ۲۲۵ ،نمبر ۸۳۶)اسی پر قیاس کیا جائے گا کہ تین دن سے کم ہو تو وہ بھی استحاضہ ہوگا۔(۲)عن عبد الله بن عمرو قال :قال رسول الله ﷺ : تنتظر النفساء أربعین لیلة ، فان رأت الطھر قبل ذالک فھی طاھر ، و ان جاوزت الاربعین فھی بمنزلة المستحاضة ، تغتسل و تصلی ، فان غلبھا الدم توضأت لکل صلوة ۔(دار قطنی ،باب الحیض ،ج اول،ص ۲۲۸،نمبر ۸۴۷) اس حدیث میں ہے کہ چالیس دن سے زیادہ ہو تو وہ استحاضہ ہے۔(۳) عن عائشة انھا قالت قالت فاطمة بنت ابی حبیش لرسول الله ﷺ یا رسول الله ! انی لا اطھر افأدع الصلاة ؟ فقال رسول الله ﷺ انما ذالک عرق و لیس بالحیضة ، فاذا اقبلت الحیضة فاترکی الصلاة فاذا ذھب قدرھا فاغسلی عنک الدم و صلی۔(بخاری شریف، باب الاستحاضة ،ص ۵۳،نمبر ۳۰۶)اس حدیث میں ہے کہ استحاضہ کا خون رگ کا خون ہے۔

ترجمه : (۲۴۸)دو حیض کے درمیان طہر کی اقل مدت پندرہ روز ہے،اور اکثر کی کوئی حد نہیں۔

تشریح : دو حیضوں کے درمیان کم سے کم پندرہ دن تک طہر رہ سکتا ہے اس سے کم نہیں،اور زیادہ سے زیادہ طہر کی کوئی حد متعین نہیں ہے، کسی کو تین سال اور چار سال تک حیض نہیں آتا ہے، پھر آجاتا ہے۔

وجه : اس قول کے اشارۃ النص سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ اس میں مہینے میں پندرہ دن تک حیض ہے تو باقی پندرہ دن طہر کا شمار کیا جا سکتا ہے۔ عن عطاء قال اکثر الحیض خمسة عشرة وقال ادنی الحیض یوم ۔(دار قطنی، کتاب الحیض، ص ۲۱۶، نمبر ۷۸۹/۷۹۰/سنن للبیھقی ، باب أقل الحیض ، ج اول، ص ۴۷۶، نمبر ۱۵۳۲)

ترجمه : (۲۴۹) ہاں جو بالغ ہوتے ہی مستحاضہ ہو اس کے لئے مدت طہر پندرہ روز اور حیض دس روز ہے۔

تشریح : جس لڑکی کو پہلے حیض آچکا ہے اس کے حیض میں گڑبڑی ہو جائے تو اس کی جو عادت ہے اس پر عمل کیا جائے گا، لیکن

بلغت مستحاضة .

﴿(ويحرم بالحيض و النفاس ثمانية اشياء.)﴾

(۲۵۰)الصلوة

جس لڑکی کو پہلی مرتبہ خون آیا اور دس روز سے زیادہ مسلسل جاری رہا تو اس کی کوئی عادت نہیں ہے اس لئے اس کے لئے حیض کی زیادہ سے زیادہ دس دن مدت ہے وہ اس کی مدت ہوگی ، اور طہر کی مدت کم سے کم پندرہ دن ہے تو یہ مدت طہر کی ہوگی ۔

﴿حالت حیض اور نفاس میں آٹھ چیزیں حرام ہیں:﴾

﴿۸۔ چیزیں حرام ہیں، ایک نظر میں﴾

۱:......نماز۔

۲:......روزہ۔

۳:......قرآن مجید کی ایک آیت پڑھنا۔

۴:......قرآن مجید کا بلا غلاف چھونا۔

۵:......مسجد میں داخل ہونا۔

۶:......طواف۔

۷:......جماع۔

۸:......زیرناف سے زیرزانو تک مباشرت۔

☆☆☆

ترجمه : (۲۵۰) حیض اور نفاس کی حالت میں آٹھ چیزیں کرنا حرام ہیں [۱] نماز [۲] روزہ۔

تشریح : حیضہ اور نفساء عورت ناپاک ہیں اس لئے وہ نہ نماز پڑھے گی اور نہ روزہ رکھے گی، البتہ بعد میں روزہ قضاء کرے گی اور نماز کی قضا نہیں کرے گی۔

وجه : (۱) عن ابی سعید الخدری قال خرج رسول الله ﷺ فی اضحی.....قال الیس شهادة المرأة مثل نصف شهادة الرجل ؟ قلن بلی قال : فذالک من نقصان عقلها ، الیس اذا حاضت لم تصل و لم تصم ؟ قلن بلی قال ذالک من نقصان دینها ـ (بخاری شریف، باب ترک الحائض الصوم، ص ۵۳، نمبر ۳۰۴) اس حدیث میں

(۲۵۱) والصوم وقراءة آیة من القرآن (۲۵۲) ومسُّھا الا بغلاف (۲۵۳) ودخول مسجد

ہے کہ حائضہ عورت نہ نماز پڑھے اور نہ روزہ رکھے۔(۲)عن عائشة انها قالت قالت فاطمة بنت ابی حبیش لرسول الله ﷺ یا رسول الله ! انی لا اطھر افأدع الصلاة ؟ فقال رسول الله ﷺ انما ذالک عرق و لیس بالحیضة ، فاذا اقبلت الحیضة فاترکی الصلاة فاذا ذھب قدرھا فاغسلی عنک الدم و صلی ۔(بخاری شریف ،باب الاستحاضة ،ص۵۳ ،نمبر ۳۰۶)اس حدیث میں ہے کہ حیض کی حالت میں نماز نہ پڑھے۔

ترجمہ : (۲۵۱) [۳]قرآن مجید کی ایک آیت پڑھنا۔

وجہ: (۱)عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال لا تقرء الحائض و لا الجنب شیئا من القرآن. (ترمذی شریف، باب ما جاء فی الجنب والحائض لایقرأ القرآن ،ص ۳۶ ،نمبر۱۳۱ /ابو داؤد شریف، باب فی الجنب یقرأ القرآن ،ص ۳۴ ،نمبر ۲۲۹) اس حدیث میں ہے کہ حائضہ اور جنبی قرآن کریم کی آیت نہ پڑھے۔(۲)علماء فرماتے ہیں کہ اگر عورت کو بچے پڑھانا ہو تو آیت کو ٹکڑا ٹکڑا کرکے پڑھائے۔البتہ تسبیح اور تہلیل پڑھ سکتی ہے، دعا پڑھ سکتی ہے، اثر میں ہے۔عن ھشام بن حسان قال: الجنب یسبح و یحمد الله ، و یدعو ، ولا یقرأ آیة واحدة ۔(مصنف عبد الرزاق، باب ھل تذکر الله الحائض والجنب ، ج اول، ص ۲۶۱، نمبر ۱۳۱۱)(۳)اور ترمذی شریف میں اس طرح ہے۔ قالوا : لا تقرأ الحائض و لا الجنب من القرآن شیئا الا طرف الآیة و الحرف و نحو ذالک ، و رخصوا للجنب و الحائض فی التسبیح و التھلیل ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء فی الجنب والحائض انھما لا یقرآن القرآن ،ص ۳۶ ،نمبر ۱۳۱)اس اثر سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ پوری آیت نہیں پڑھ سکتے البتہ آیت کو توڑ توڑ کر پڑھ سکتے ہیں اور تسبیح اور تھلیل وغیرہ پڑھ سکتے ہیں۔

ترجمہ : (۲۵۲) [۴] قرآن مجید کا بلا غلاف چھونا۔

وجہ: (۱)لا یمسه الا المطھرون (آیت ۷۹ سورة الواقعة ۵۶)(۲)حدیث میں ہے. عن عبد الله بن ابی بکر عن ابیه قال : کان فی کتاب النبیؐ لعمرو بن حزم الا تمس القرآن الا علی طھر ۔(دار قطنی ، باب فی نھی المحدث عن مس القرآن ، ج اول، ص ۱۲۸، نمبر ۴۲۹ /سنن للبیہقی ، باب الحائض لا تمس المصحف ولا تقرأ القرآن ،ص ۴۶۱ ،نمبر ۱۴۷۸)اس قسم کی بہت سی احادیث دار قطنی میں نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کو بغیر وضو چھونا جائز نہیں ہے۔(۳) عن عامر و سالم قالا : لا یمس الرجل الدرھم فیھا کتاب الله و ھو جنب قال : و قال عطاء و القاسم : یمسھا اذا کانت مصرورة فی خرقة ،(مصنف ابن ابی شیبة ، باب ۱۳۸ الرجل یمس الدراھم وھو جنب ، ج اول، ص ۱۰۷، نمبر ۱۲۱۹ /مصنف عبد الرزاق ، باب مس المصحف والدراھم التی فیھا القرآن ، ج اول، ص ۲۶۵، نمبر ۱۳۴۲)اس اثر میں ہے کہ درہم کو رکھنے کی جو تھیلی ہوتی

والطواف(۲۵۴) والجماع والاستمتاع بما تحت السرَّة الی تحت الرکبة .

ہےاسکے ذریعہ درھم کوچھوئے،اسی طرح قرآن کے رکھنے کا جوغلاف ہوتا ہےاسکے ذریعہ سےقرآن کوچھوئے۔

ترجمہ : (۲۵۳) [۵] مسجد میں داخل ہونا۔[٦]اورطواف کرنا[بھی ممنوع ہے۔

تشریح : حائضہ نفساءاورجنبی مسجد میں داخل نہ ہو،اورطواف کرنا مسجد حرام میں ہوتا ہےاس لئے وہ طواف بھی نہ کرے۔

وجہ : (۱) آیت میں ہے۔**یآیھا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوۃ و انتم سکرٰی حتی تعلموا ما تقولون و لا جنباً الا عابری سبیل حتی تغتسلوا** (آیت۴۳،سورۃ النساء۴) اس آیت میں ہے کہ جنبی نماز یعنی مسجد کےقریب نہ جائے، اسی پرقیاس کرتے ہوئے حائضہ اورنفساءبھی مسجد میں داخل نہ ہوں۔(۲) **سمعت عائشة ... فقال وجھوا ھذہ البیوت عن المسجد فانی لا احل المسجد لحائض ولا جنب** ۔(ابوداؤدشریف،باب فی الجنب یدخل المسجد،ص۳۴،نمبر۲۳۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حائضہ عورت مسجد میں داخل نہیں ہوسکتی۔اورمسجد حرام میں طواف ہوتا ہےاس لئے وہ طواف بھی نہیں کر سکتی۔(۳)عورتوں کوعیدین میں شریک ہونے کی اجازت ہےلیکن حائضہ عورتیں عیدگاہ سے الگ رہیں کیونکہ عیدگاہ مسجد ہےاسلئے اس سےبھی حائضہ عورت کوالگ رہنے کاحکم دیا،حدیث یہ ہے. **عن ام عطیة قالت : أمرنا أن نخرج الحیض یوم العیدین و ذوات الخدور فیشھدن جماعة المسلمین و دعوتھم ، ویعتزل الحیض عن مصلاھن** ۔(بخاری شریف،باب وجوبالصلاۃ فی الثیاب،ص۵۱،نمبر۳۵۱)اس حدیث میں ہے کہ حائضہ عورت عیدگاہ سے الگ رہے کیونکہ وہ بھی مسجد ہے۔(۴)اور طواف نہ کرےاس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن عائشةؓ..... قالؐ لعلک نفست؟ قلت نعم قال فان ذالک شیء کتبہ اللہ علی بنات آدم فافعل ما یفعل الحاج غیر لا تطوفی بالبیت حتی تطھری** ۔(بخاری شریف،باب تقضی الحائض المناسک کلھا الا الطّواف بالبیت،ص۵۳،نمبر۳۰۵؍ابوداودشریف، باب الحائض تھل بالحج،ص۲۵۷،نمبر۱۷۴۳) حدیث سےمعلوم ہوا کہ حائضہ عورت طواف نہیں کرے گی۔

ترجمہ : (۲۵۴) [۷] جماع۔[۸] ناف کے نیچے سےلیکرزانو کے نیچےتک فائدہ اٹھانا بھی حلال نہیں ہے۔

تشریح : حائضہ اورنفساءعورت سے جماع کرنا حرام ہے۔اورشرمگاہ میں وطی نہ کرےتو ناف کے نیچے سےزانو کے نیچےتک استعمال کرنا جائز ہے،لیکن خطرہ ہے کہ جماع کربیٹھےاس لئے اس کوناجائزقراردیا،البتہ اس پرازار لپیٹ لےاوراس کےاوپر سے فائدہ اٹھائےتو جائز ہے،کیونکہ اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔

وجہ: (۱) آیت میں ہے۔**ویسئلونک عن المحیض قل ھو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض ولاتقربوھن حتی یطھرن** (آیت۲۲۲سورۃ البقرۃ۲) اس آیت میں ہے کہ حیض والی عورت کےقریب بھی مت جاؤ۔(۲) وطی تو کرنا حرام

(۲۵۵) واذا انقطع الدم لاکثر الحیض والنفاس حل الوطئ بلا غسل.(۲۵۶)ولا یحل ان انقطع

ہے۔البتہ عورت کوازار پہنا کراسکے ساتھ لیٹ سکتا ہے۔اسکے لئے حدیث یہ ہے۔ سمعت میمونة تقول : کان رسول الله ﷺ اذا اراد أن یباشر امرأة من نسائه أمر ها فاتزرت و ھی حائض ۔(بخاری شریف،باب مباشرة الحائض،ص ۵۳ ،نمبر ۳۰۳)(۳) عن میمونة قالت ان النبی ﷺ کان یباشر المرأة من نسائه و ھی حائض اذا کان علیھا ازار الی انصاف الفخذین او الرکبتین تحتجز به (ابوداود شریف،باب فی الرجل یصیب منھا مادون الجماع،ص ۴۸،نمبر ۲۶۷)ان احادیث میں ہے کہ حیض کی حالت میں ازار کے اوپر سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔(۴) صرف جماع حرام ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے. عن بعض ازواج النبی ﷺ قالت ان النبی ﷺ کان اذا اراد من الحائض شیئا القی علی فرجھا ثوبا۔(ابوداؤشریف،باب فی الرجل یصیب منھا مادون الجماع،ص ۴۹،نمبر ۲۷۲)

ترجمہ : (۲۵۵)اور جب حیض ونفاس کا خون اکثر مدت میں منقطع ہوتو بلا غسل وطی جائز ہے۔

تشریح : مثلاحیض کی اکثر مدت دس دن ہے،اوردس دن پرخون آنا بند ہوا تو اب بغیر عورت کے نہائے ہوئے بھی وطی کرسکتا ہے، کیونکہ اب تو حیض آئے گا ہی نہیں،اوراگر آئے گا تو وہ استحاضہ کا خون ہوگا،اس لئے عورت یقینی طور پر پاک ہوگئی۔اسی طرح نفاس کی اکثر مدت چالیس روز ہے،اور چالیس روز پر خون بند ہوا تو بغیر نہائے ہوئے بھی وطی کرسکتا ہے، کیونکہ عورت یقینی طور پر پاک ہوگئی۔

وجه : (۱)اس آیت میں ہے کہ عورت پاک ہوجائے تو اس سے وطی کرو،اور یہ عورت یقینی طور پر پاک ہوگئی ہے اس لئے اس سے وطی کرنا جائز ہے ۔و یسئلونک عن المحیض قل ھو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض و لا تقربوھن حتی یطھرن فاذا تطھرن فأتوھن من حیث أمر کم الله ان الله یحب التوابین و یحب المتطھرین (آیت ۲۲۲،سورة البقرة ۲)(۲)۔ عن مجاھد فی قوله عزوجل (ولا تقربوھن حتی یطھرن) حتی ینقطع الدم فاذا تطھرن قال یقول اذا اغتسلن (سنن للبیھقی ،باب الحائض لاتوطأ حتی تطھر وتغتسل،ج اول،ص ۴۶۲،نمبر ۱۴۸۲) اس اثر میں خون منقطع ہونے کوغسل کرنا قرار دیا گیا ہے اسلئے غسل نہ بھی کرے تو صحبت جائز ہے۔

ترجمہ : (۲۵۶) اور جب اپنی عادت کے موافق کم مدت میں خون منقطع ہوتو وطی جائز نہیں مگر یہ کہ غسل کرلے یا (غسل پر قادر نہ ہوتو) تیمّم کرلے اورنماز پڑھ لے۔

تشریح : مثلاعورت کی پرانی عادت پانچ دن خون آنے کی تھی اب چاردن میں خون آنا بند ہوگیا تو ابھی یہ بہت ممکن ہے کہ ایک روزاورخون آجائے کیونکہ اس کی عادت پانچ روز کی ہے اس لئے یہ مکمل پاک نہیں ہوئی اس لئے اس سے وطی کرنا جائز نہیں جب تک

لدونه لتمام عادتها الا ان تغتسل او تتيمم وتصلى (۲۵۷) او تصير الصلوة دَينا فى ذمتها وذلک بان تجد بعد الانقطاع من الوقت الذى انقطع الدم فيه زمنا يسع الغسل والتحريمة فما فوقها ولم تغتسل

کہ غسل نہ کرلے۔دوسری صورت یہ ہے کہ اپنی عادت کے مطابق پانچ روز کے بعد خون بند ہوا،لیکن دس روز سے پہلے بند ہوا تب بھی جب تک غسل نہ کرے وطی کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ اس کی عادت بدل گئی ہو اور دس دن تک خون آسکتا ہے۔۔اب غسل کی تین صورتیں بیان کررہے ہیں[۱] غسل کرلے[۲] غسل پر قادر نہ ہو تو غسل کا تیمّم کرلے اور نماز پڑھ لے تو عورت پاک سمجھی جائے گی اور اب وطی کرنا جائز ہوگا[۳] تیسری صورت یہ ہے کہ ایک نماز کی قضا ذمہ میں لازم ہو جائے تو یہ عورت پاک سمجھی جائے گی اور اس سے اب وطی کرنا جائز ہوگا۔

وجه : (۱) عن مجاهد فى قوله عزوجل (ولا تقربوهن حتى يطهرن) حتى ينقطع الدم فاذا تطهرن قال يقول اذا اغتسلن (سنن للبیھقی، باب الحائض لاتوطأ حتی تطھر وتغتسل، ج اول، ص۴۶۲، نمبر۱۴۸۲) اس قول تابعی میں ہے کہ غسل کرے تب وطی جائز ہے۔(۲) سأل انسان عطاء قال الحائض ترى الطهر ولا تغتسل اتحل لزوجها؟قال لا حتى تغتسل. (مصنف عبدالرزاق، باب الرجل یصیب امرأتہ وقد رأت الطھر ولم تغتسل ج اول، ص۲۵۶، نمبر ۱۲۷۵/السنن للبیھقی، باب الحائض لاتوطأ حتی تطھر وتغتسل، ج اول، ص۴۶۲، نمبر۱۴۸۳)اس قول تابعی میں ہے کہ جب تک کہ غسل نہ کرلے وطی جائز نہیں ہے۔(۳)اور غسل پر قادر نہ ہو تو تیمّم کرے،اس کے لئے یہ اثر ہے.عن عطاء قال اذا طهرت الحائض فلم تجد ماء تتيمم و يأتيها زوجها ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال اذا طھرت وھی فی سفر تتیمم ویأتیھا، ج اول، ص۹۳، نمبر ۱۰۳۳)اس اثر میں ہے کہ تیمّم کرے۔

ترجمه : (۲۵۷) یا ایک نماز کی قضا عورت کے ذمہ لازم ہو جائے اس کی صورت یہ ہے کہ خون منقطع ہونے کے بعد مثلا اتنا وقت باقی رہے کہ جس میں صرف غسل اور تحریمہ یا اس سے زیادہ ادا کرسکتی ہے اور اس نے غسل یا تیمّم نہیں کیا اور وقت نکل گیا تو اب اس سے وطی جائز ہے۔

تشریح : وطی حلال ہونے کی تیسری صورت یہ ہے کہ عورت کے ذمے ایک نماز قضا ہو جائے تو اس سے وطی حلال ہو جائے گی ۔ [۱] قضا کی ایک صورت یہ ہے کہ خون بند ہونے کے بعد نماز کا مکمل وقت گزر گیا اور عورت نے نماز نہیں پڑھی اور وہ نماز اس کے ذمے قضا ہوگئی۔دوسری صورت یہ ہے کہ نماز کا وقت چل رہا تھا کہ اس کے آخیر وقت میں خون بند ہوا،لیکن اتنا وقت باقی تھا کہ غسل کرکے نماز کا تحریمہ باندھ لیتی،اور غسل پر قادر نہیں تو غسل کا تیمّم کرکے نماز کا تحریمہ باندھ سکتی تھی،لیکن اس نے نہ غسل کیا،نہ تیمّم کیا اور نہ تحریمہ باندھا جسکی وجہ سے یہ نماز عورت پر قضا رہ گئی تو اس سے وطی کرنا حلال ہو گیا۔

ولم تتيمم حتى خرج الوقت. (۲۵۸) وتقضى الحائض والنفساء الصوم دون الصلوة.

(ويحرم بالجنابة خمسة اشياء .)

(۲۵۹) الصلوة وقراء ة آية من القرآن ومسُّها الا بغلاف ودخول مسجد والطواف .

وجه : (۱) اس قول تابعی میں ہے۔ عن مجاهد فی الحائض ينقطع عنها الدم قال لا يأتيها حتى تحل لها الصلوة ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب فی المرأة ينقطع عنها الدم فياتيها قبل ان تغتسل ، ج اول ،ص ۹۲،نمبر ۱۰۲۷)اس اثر میں ہے کہ نماز ذمے میں آئے تب وطی حلال ہوگی ۔(۲)اس کی دلیل عقلی یہ ہے کہ جب اللہ کا فرض اس کے ذمے ہوگیا تو انسان کا فرض [وطی]بھی اس کے ذمے آجائے گا۔۔اس کے لئے کوئی اثر نہیں ملا۔

ترجمه : (۲۵۸) اورحائض اورنفسا صرف روزے کی قضا کرے نماز کی نہیں۔

تشریح : دس روز میں نماز پچاس ہوجائے گی اس لئے نماز کی قضا نہ کرے،اور روزہ صرف دس ہی ہونگے اس لئے روزے کی قضا کرے۔

وجه : اس حدیث میں ہے کہ بعد میں نماز کی قضا نہ کرے صرف روزے کی قضا کرے ۔عن معاذة قالت سألت عائشة فقلت ما بال الحائض تقضى الصوم و لا تقضى الصلوة؟ فقالت احرورية انت؟ قلت لست بحرورية ولكنى اسأل قالت كان يصيبنا ذلك فنؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلو ة۔(مسلم شریف،باب وجوب قضاء الصوم علی الحائض دون الصلوة ،ص ۱۴۹،نمبر ۳۳۵ /۷۶۳ ربخاری شریف، باب لاتقضی الحائض الصلوة ،ص ۵۶ ،نمبر ۳۲۱)

﴿اور جنابت میں پانچ چیزیں حرام ہیں﴾

۱:......نماز۔

۲:......قرآن مجید کی ایک آیت کی تلاوت۔

۳:......قرآن کا بلا غلاف چھونا۔

۴:......مسجد میں داخل ہونا۔

۵:......طواف کرنا۔

ترجمه : (۲۵۹)جنبی کے لئے یہ پانچ چیزیں حرام ہیں[۱] نماز پڑھنا،[۲] قرآن کی ایک آیت کی بھی تلاوت کرنا،[۳] قرآن کو بغیر غلاف کے چھونا،[۴] مسجد میں داخل ہونا[۵] بیت اللہ کا طواف کرنا۔

تشریح : جنبی ناپاک ہے،اور حائضہ اور نفساء کے درجے میں ہے اس لئے جو باتیں انکے لئے ممنوع ہیں اس کے لئے بھی

(۲٦۰)ويحرم على المحدث ثلاثة اشياء . الصلوة، والطواف، ومسُ المصحف الا بغلاف(۲٦۱) ودم الاستحاضه كرعاف دائم لا يمنع صلوة ولا صوما ولا وطئا.

ممنوع ہوں گیں۔دلائل حیض کی بحث میں گزر چکی۔

وجه : (ا)عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال لا تقرء الحائض ولا الجنب شيئا من القرآن. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الجنب والحائض لایقرأ القرآن،ص ۳٦،نمبر ۱۳۱/ابوداؤدشریف، باب فی الجنب یقرأ القرآن،ص ۳۴،نمبر ۲۲۹) اس حدیث میں ہے کہ جنبی کچھ بھی قرآن نہ پڑھے۔(۲) آیت میں ہے۔یآیها الذين آمنوا لا تقربوا الصلوة و انتم سکری حتی تعلموا ما تقولون و لا جنباً الا عابری سبيل حتی تغتسلوا (آیت ۴۳،سورۃالنساء۴) اس آیت میں ہے کہ جنبی نماز یعنی مسجد کے قریب نہ جائے۔(۳) سمعت عائشة ... فقال وجهوا هذه البيوت عن المسجد فانی لا احل المسجد لحائض ولا جنب ۔(ابوداؤدشریف،باب فی الجنب یدخل المسجد،ص ۳۴،نمبر ۲۳۲) اس حدیث میں ہے کہ جنبی مسجد میں داخل نہ ہو۔

﴿اور بلا وضووالے پرتین چیزیں حرام ہیں،ایک نظر میں﴾

ا:......نماز۔

۲:......طواف۔

۳:......قرآن مجید کا بلا غلاف چھونا۔

☆☆☆

ترجمه : (۲٦۰) اور بلاوضووالے پرتین چیزیں حرام ہیں[ا] نماز،[۲]طواف،[۳]قرآن مجید کا بغیر غلاف کے چھونا۔

تشریح : جو آدمی بغیر وضو کے ہو اس کے لئے نماز پڑھنا جائز نہیں بیت اللہ کا طواف کرنا جائز نہیں اور بغیر غلاف کے قرآن چھونا جائز نہیں ہے۔البتہ قرآن کا پڑھنا جائز ہے،اور مسجد میں داخل ہونا جائز ہے۔۔ دلائل باب الوضو میں گزر چکے ہیں۔

ترجمه : (۲٦۱) اوراِستحاضہ کا خون نکسیرِ دائم کی طرح ہے نماز وروزہ ووطی کو منع نہیں کرتا۔

تشریح : شرمگاہ کے اندر خاص قسم کی جھلی ہوتی ہے جس سے ہر ماہ میں خون آتا ہے وہ خون حیض کا خون ہے،اوراس جھلی کے علاوہ جوخون آتا ہے وہ استحاضہ کا خون ہے،اس کا حکم نکسیر پھوٹنے کی طرح ہے،اس وقت نماز پڑھے،روزہ رکھے،اور وطی بھی کرے

وجه : (ا)حدیث میں ہے۔ عن عائشة انها قالت قالت فاطمة بنت ابی حبيش لرسول الله ﷺ يا رسول الله انی لا اطهر؟ افادع الصلوة فقال رسول الله ﷺ انما ذلک عرق وليس بالحيضة فاذا اقبلت الحيضة

(۲۶۲) وتتوضأ المستحاضة .ومن به عذر کسلس بول واستطلاق بطن لوقت کل فرض ویصلون

فاتر کی الصلوة فاذا ذهب قدرها فاغسلی عنک الدم وصلی ۔(بخاری شریف، باب الاستحاضۃ ،ص۵۳، نمبر۳۰۶؍ مسلم شریف، باب المستحاضۃ وغسلھا وصلواتھا، ص ۱۴۷، نمبر۳۳۳؍۷۵۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مستحاضہ نماز پڑھے گی۔(۲) روزے کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن النبی ﷺ قال فی المستحاضة یدع الصلوة ایام اقرائها التی کانت تحیض فیها ثم تغتسل وتتوضأ عند کل صلوة وتصوم وتصلی.** (ترمذی شریف، باب ماجاء ان المستحاضۃ تتوضأ لکل صلوۃ ،ص ۳۳،نمبر ۱۲۶)اس حدیث میں ہے کہ مستحاضہ نماز پڑھے اور روزہ بھی رکھے۔ (۳) شوہر وطی کرے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن عکرمة قال کانت ام حبیبة تستحاض فکان زوجها یغشاها.** (ابوداؤد، باب المستحاضۃ یغشاھا زوجھا،ص ۴۹،نمبر ۳۰۹) اس حدیث میں ہے کہ مستحاضہ سے وطی کرے گا۔

حیض و استحاضة کی تحقیق: رحم کے اندر چاروں طرف حیض کی جھلیاں ہوتی ہیں وہ بڑھتی رہتی ہیں۔جب حیض کا زمانہ آتا ہے تو وہ کٹ کٹ کر خون کے ساتھ گرتی ہیں۔اس لئے حیض کا خون گاڑھا اور کالا ہوتا ہے۔لیکن رحم کی رگوں میں کوئی بیماری ہو تو حیض کے بعد بھی اس سے خون گرتا ہے۔جس میں وہ جھلیاں نہیں ہوتی یا سرخ رنگ کا خون ہوتا ہے یا مٹیالا یا زرد رنگ کا خون ہوتا ہے،استحاضہ کا خون رحم میں خراش یا بیماری کی وجہ سے آتا ہے۔

ترجمه : (۲۶۲) مستحاضہ اور جس کو عذر ہو مثلا سلسل بول اور دست آنے کی بیماری، وہ ہر فرض نماز کے وقت پر وضو کرکے اس سے جو چاہے فرائض ونوافل نماز پڑھے۔

تشریح : مستحاضہ عورت اور جسکو عذر ہے، جیسے مسلسل پیشاب آتا رہتا ہے، یا ہر وقت ہوا چھوٹتی رہتی ہے، یا ہر وقت پیخانہ نکلتا رہتا ہے، اتنا وقفہ نہیں ملتا کہ وضو کرکے نماز پوری کر سکے تو وہ معذور ہے، وہ ہر نماز کے وقت وضو کرے اور اس وضو سے جتنے فرائض اور نوافل پڑھ سکے پڑھ لے، چاہے خون نکلتا رہتا ہو، اور جب نماز کا وقت ختم ہوگا تو اس عذر کی بنا پر وضو ٹوٹ جائے گا، اب دوسرے وقت کے لئے نیا وضو کرے۔

وجه : (ا) حدیث میں ہے۔**عن عائشة قالت جاء ت فاطمة بنت أبی حبیش الی النبی ﷺ فقالت یا رسول الله ! انی امرأة أستحاض فلا اطهر أفادع الصلاة ؟ قال : لا انما ذالک عرق و لیس بالحیضة اجتنبی الصلاة أیام محیضک ثم اغتسلی و توضئی لکل صلاة و ان قطر الدم علی الحصیر** ۔(ابن ماجۃ شریف، باب ماجاء فی المستحاضۃ التی قد عدت أیام اقرائھا ،ص ۸۷، نمبر۶۲۴ ؍نسائی شریف ، باب ذکر الاستحاضۃ واقبال الدم وادبارہ، ص ۴۷، نمبر ۳۵۰ ؍دار قطنی ، کتاب الحیض ، ج اول ،ص ۲۱۹، نمبر ۸۰۸))(۳) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ہر وقت کے لئے وضو کرے اور

بـه مـا شاء وا من الفرائض والنوافل. (۲۶۳) ويبطل وضوء المعذورين بخروج الوقت فقط.(۲۶۴) ولا يـصيـر مـعـذورا حتـى يستـوعبه العذر وقتا كاملا ليس فيه انقطاع بقدر الوضوء والصلوة . وهذا

اس سے فرائض اورنوافل پڑھتی رہے چاہے خون چٹائی پر گرتا رہے۔(۲)اس حدیث میں بھی ہے۔ عـن الـنبـی ﷺ قـال فی الـمستحاضة يدع الصلوة ايام اقرائها التی كانت تحيض فيها ثم تغتسل وتتوضأ عند كل صلوة وتصوم وتـصـلی. (ترمذی شریف، باب ماجاء ان المستحاضۃ تتوضأ لکل صلوۃ ص۳۳ نمبر۱۲۶)اس حدیث میں ہے کہ مستحاضۃ ہر نماز کے لئے وضو کرے۔

لـغـت : سلسل البول: ہر وقت پیشاب نکلتا ہو۔استطلاق بطن: طلق کا معنی ہے چلنا، اور استطلاق بطن: کا ترجمہ ہے ہر وقت پیخانہ نکلتے رہنا۔

ترجمه : (۲۶۳)اور معذوروں کا وضو باطل ہوگا صرف وقت نکلنے سے۔

تشـريح : عذر کے علاوہ کوئی اور حدث پیش آئے تو اس سے وضو ٹوٹے گا، مثلا سلسل البول والے کو حدث ہو جائے تو اس حدث سے وضو ٹوٹے گا، لیکن پیشاب نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹے گا، جب نماز کا وقت ختم ہو جائے گا تب پیشاب نکلنے سے وضو ٹوٹے گا۔

وجه : اس حدیث میں ہے۔عن عائشة قالت جاء ت فاطمة بنت أبی حبيش الی النبی ﷺ فقالت يا رسول الـلـه ! انـی امـرأة أستـحـاض فـلا اطهر أفادع الصلاة ؟ قال : لا انما ذالک عرق و ليس بالحيضة اجتنبی الصلاة أيام محيضک ثم اغتسلی و توضئی لكل صلاة و ان قطر الدم علی الحصير ۔(ابن ماجۃ شریف، باب ماجاء فی المستحاضۃ التی قد عدت أيام اقرائها، ص ۸۸، نمبر ۶۲۴ /نسائی شریف، باب ذکر الاستحاضۃ واقبال الدم وادبارہ، ص ۴۷، نمبر ۳۵۰ /دار قطنی، کتاب الحیض، ج اول، ص ۲۱۹، نمبر ۸۰۸)اس حدیث میں ہے کہ چٹائی پر خون گرے تب بھی وضو نہیں ٹوٹے گا، اور ,تو ضئی لكل صلاة ، سے اشارہ ہے کہ نماز کا پورا وقت نکلے گا تب اس عذر سے وضو ٹوٹے گا۔

تـرجـمـه : (۲۶۴) معذور نہیں ہوگا یہاں تک کہ عذر پورے وقت کو گھیر لے جس میں وضو کرنے اور نماز پڑھنے کی مقدار انقطاع نہ ہو، یہ عذر کے ثابت ہونے کی شرط ہے۔

تشـريح : نماز کا جتنا وقت ہے پورے وقت میں اتنا موقع نہیں ملتا کہ وضو کر سکے اور نماز پڑھ سکے کہ خون آجاتا ہے ، یہ صورت حال پانچوں نمازوں میں رہتا ہے۔ایک دن تک یہ صورت حال رہے تو یہ آدمی معذور قرار دیا جائے گا۔

وجه : عـن عـائشة انهـا قـالـت فاطمة بنت ابی حبيش لرسول الله ﷺ يا رسول الله انی لا اطهر؟ افـادع الـصـلوة ۔(بخاری شریف، باب الاستحاضۃ، ص ۵۳، نمبر ۳۰۶ /مسلم شریف، باب المستحاضۃ وغسلها وصلواتها، ص ۱۴۷، نمبر

شرط ثبوته .(۲۶۵) وشرط دوامه وجوده فی کل وقت بعد ذلک ولو مرة.(۲۶۶) وشرط انقطاعه وخروج صاحبه عن کونه معذورا خلوُّ وقت کامل عنه.

﴿باب الانجاس والطهارة عنها﴾

۷۵۳/۳۳۳) اس حدیث میں ہے, لا اطهر، جس سے معلوم ہوا کہ میں پورے دن میں پاک نہیں ہوتی۔

ترجمه : (۲۶۵) عذر کے برقرار رہنے کی شرط یہ ہے کہ اس کے بعد ہر وقت میں پایا جائے، چاہے ایک ہی مرتبہ کیوں نہ ہو۔

تشریح : معذور قرار دینے کے بعد پورے نماز کے وقت میں ایک مرتبہ بھی خون آجائے تو وہ معذور برقرار رہے گا۔

ترجمه:(۲۶۶) اور عذر کے ختم ہونے کی شرط، اور عذر والے کا عذر سے نکلنے کی شرط یہ ہے کہ پورا وقت اس عذر سے خالی رہے

تشریح : معذور قرار دینے کے بعد اس وقت اس کو صحتمند قرار دیا جائے گا کہ پورا وقت اس عذر سے خالی رہے اور پورے وقت میں ایک مرتبہ بھی خون نہ آئے تو اس کو معذور سے نکال دیا جائے گا اور صحت کا حکم لگا دیا جائے گا۔

﴿باب نجاستوں اور اس کی طہارت کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ: انجاس نجس کی جمع ہے ناپاکی۔ نجس کی دو قسمیں ہیں [۱] نجاست حکمیہ: جو نظر آنے والی ظاہری نجاست نہ ہو، لیکن شریعت نے نجاست کا حکم لگایا ہو، پھر نجاست حکمیہ کی دو قسمیں ہیں [۱] حدث اصغر، جس میں وضو لازم ہوتا ہو۔ [۲] حدث اکبر: جس میں غسل کرنا لازم ہوتا ہو، جیسے منی نکلے، حیض آئے، یا نفاس آئے۔ [۲] دوسری ہے نجاست حقیقیہ: جو ظاہری طور پر نظر آئے۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔ [۱] نجاست غلیظہ: جو ایک درہم سے کم معاف ہو، اور ایک درہم یا اس سے زیادہ لگ جائے تو دھونا ضروری ہو، جیسے خون پیشاب۔ [۲] دوسری نجاست خفیفہ: جو ایک چوتھائی کپڑے سے کم معاف ہو، اور ایک چوتھائی یا اس سے زیادہ لگ جائے تو دھونا پڑے تب نماز جائز ہو، جیسے جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہو اس کا پیشاب۔ یہاں اسی نجاست حقیقیہ کے احکام کے متعلق بحث ہے۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ وثیابک فطهر (آیت ۴، سورۃ المدثر ۷۴)(۲) اور حدیث یہ ہے۔ عن اسماء بنت ابی بکر انها قالت سألت امرأة رسول الله ﷺ فقالت یا رسول الله ارأیت احدانا اذا اصاب ثوبها الدم من الحیضة کیف تصنع فقال رسول الله اذا اصاب ثوب احداکن الدم من الحیضة فلتقرصه ثم لتنضحه بماء ثم لتصل فیه. (بخاری شریف، باب غسل دم المحیض، ص ۵۴، نمبر ۳۰۷ رترمذی شریف، باب ماجاء فی غسل دم المحیض من الثوب، ص ۳۸، نمبر ۱۳۸)(۳) اور مکان پاک ہو اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن ابن عمر ان النبیؐ نهی ان یصلی فی سبعة مواطن فی المزبلة والمجزرة والمقبرة وقارعة الطریق و فی الحمام و فی معاطن الابل و

(۲٦۷) تنقسم النجاسة الی قسمین. غلیظة و خفیفة (۲٦۸) فالغلیظة کالخمر والدم المسفوح ولحم المیت واھابھا وبول مالا یؤکل ونجو الکلب ورجیع السباع ولعابھا وخرء الدجاج والبط

فوق ظھر بیت اللہ ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراھیۃ مایصلی الیہ وفیہ ص۸۱ نمبر ۳۴٦) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان مقامات پر ناپاکی ہوتی ہے اس لئے ان مقامات پر نماز پڑھنا ناجائز ہے۔

ترجمہ : (۲٦۷) نجاست کی دو قسمیں ہیں :۔غلیظہ اور خفیفہ :

تشریح : جونجاست زیادہ ناپاک ہے، اگر ایک درہم بھی لگ جائے تو کپڑا ناپاک ہوجائے گا تو اس کو نجاست غلیظہ، کہتے ہیں، اور جونجاست اتنا ناپاک نہ ہو، اور کپڑے یا بدن کی چوتھائی تک معاف ہو اس کو نجاست خفیفہ، کہتے ہیں۔

وجہ : (۱) نجاست غلیظہ کی تفصیل اس حدیث میں ہے۔**عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال : تعاد الصلوۃ من قدر الدرھم من الدم** (دار قطنی، باب قدر النجاسۃ التی تبطل الصلوۃ ص ۳۸۵ نمبر ۱۴۷۹ رسنن للبیھقی، باب مایجب غسلہ من الدم، ج اول، ص ۵٦٦، نمبر ۴۰۹۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ درہم سے کم ہو تو معاف ہے اور درہم یا اس سے زیادہ ہو تو نماز جائز نہیں ہے۔(۲) اس حدیث میں ہے۔ **عن عائشۃ قالت ان رسول اللہ ﷺ قال اذا ذھب احدکم الی الغائط فلیذھب معہ بثلاثۃ احجار یستطیب بھن فانھا تجزئ عنہ**۔(ابوداؤد شریف، باب الاستنجاء بالاحجار، ص ۱۸، نمبر ۴۰ رنسائی شریف، الاجتزاء فی الاستطابۃ بالحجارۃ دون غیرھا، ص ٦، نمبر ۴۴) اس حدیث میں ہے کہ پاخانے کے مقام کو صرف پتھر سے صاف کردینے سے اسکو پاک قرار دیا جائے گا حالآنکہ پتھر سے صاف کرنے سے نجاست بالکل ختم نہیں ہوگی صرف نجاست کم ہوجائے گی اسکے باوجود اسکے ساتھ نماز پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ پیخانہ کے مقام کی مقدار جو درھم کے برابر ہے معاف ہے اس سے زیادہ لگی ہو تو دھونا پڑے گا، اسکے بغیر نماز جائز نہیں ہوگی۔

ترجمہ (۲٦۸) نجاست غلیظہ : جیسے شراب اور بہتا ہوا خون اور مردار کا گوشت اور اس کی کھال اور غیر حلال جانوروں کا پیشاب اور کتے کی لید اور درندوں کا پیخانہ اور اس کا لعاب اور مرغی اور بطخ اور مرغابی کی بیٹ اور بدن انسانی سے جن کا نکلنا ناقضِ وضو ہو

تشریح : یہاں نجاست غلیظہ کے لئے بارہ چیزیں گنوائی ہیں، جنکے بارے میں گنواتے ہیں کہ یہ نجاست غلیظہ ہیں۔

وجہ : (۱) شراب کے ناپاک ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے ۔**عن ابی ثعلبۃ الخشنی انہ سأل رسول اللہ قال انا نجاور اھل الکتاب وھم یطبخون فی قدورھم الخنزیر و یشربون فی آنیتھم الخمر فقال رسول اللہ ﷺ ان وجدتم غیرھا فکلوا فیھا واشربوا وان لم تجدو غیرھا فارحضوھا بالماء وکلوا واشربوا**. (ابوداؤد شریف، باب فی استعمال آنیۃ اھل الکتاب، ج ثانی، ص ۱۸۰، نمبر ۳۸۳۹) اس حدیث میں ہے کہ شراب ناپاک ہے (۲) **انما الخمر**

والاوزِّ وما ينقض الوضوء بخروجه من بدن الانسان.

والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان (آیت ۹،سورۃ المائدۃ ۵)اس آیت میں بھی شراب کو ناپاک قرار دیا ہے۔(۳) مردار ناپاک ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔حرمت عليكم الميتة و الدم و لحم الخنزير و ما اهل لغير الله به ۔(آیت ۳،سورۃ المائدۃ ۵)اس آیت میں ہے کہ مردار ناپاک ہے۔(۴) پیخانہ، پیشاب، قے،خون اور منی کے نجاست غلیظہ ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے ۔ عن عمار بن یاسر قال اتی علی رسول الله ﷺ.... يا عمار انما يغسل الثوب من خمس من الغائط والبول والقيء والدم والمنی (دار قطنی،باب نجاسۃ البول والامر بالتنزہ منہ والحکم فی بول مایؤکل لحمہ،ج اول،ص۱۳۴،نمبر۴۵۲)(۵)عن اسماء بنت ابی بکر انها قالت سألت امرأة رسول الله ﷺ فقالت یا رسول الله ارأيت احدانا اذا اصاب ثوبها الدم من الحيضة كيف تصنع فقال رسول الله اذا اصاب ثوب احداكن الدم من الحيضة فلتقرصه ثم لتنضحه بماء ثم لتصل فيه. (بخاری شریف،باب غسل دم المحیض،ص۵۴ ،نمبر۳۰۷رترمذی شریف،باب ماجاء فی غسل دم المحیض من الثوب،ص۳۸،نمبر۱۳۸)اس حدیث میں ہے کہ انسان کا خون ناپاک ہے۔(۶) مرغی کی بیٹ ناپاک ہے اسکی دلیل یہ اثر ہے۔ عن حماد انه كره ذرق الدجاج ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ،۱۴۶فی خرء الدجاج،ج اول،ص۱۱۱،نمبر۱۲۶۰)اس اثر سے معلوم ہوا کہ مرغی کی بیٹ ناپاک ہے۔(۷) جن جانوروں کا گوشت نہ کھایا جاتا ہو اس کا پیشاب ناپاک ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن انس بن مالک أن رسول الله ﷺ جاءه جاء فقال أكلت الحمر ، ثم جاءه جاء فقال اكلت الحمر ، ثم جاءه جاء فقال أفنيت الحمر فأمر منادیا فنادى فی الناس : ان الله و رسوله ينهيانكم عن لحوم الحمر الاهلية فانها رجس .(بخاری شریف،باب لحوم الحمر الانسیۃ،ص ۹۸۳نمبر۵۵۲۸رمسلم شریف،باب تحریم أكل لحم الحمر الانسیۃ،ص۸۶۸،نمبر۱۹۴۰ر۵۰۲۱) اس حدیث میں ہے کہ گدھے کا گوشت نجس ہے اسلئے اسکا پیشاب بھی نجاست مغلظہ ہوگا۔(۸) جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہو اس کا گوبر نجاست غلیظہ ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔انه سمع عبد الله يقول : أتى النبی ﷺ الغائط فأمرنی ان أتيه بثلاثة احجار فوجدت حجرين و التمست الثالث فلم أجد ، فأخذت روثة فأتيته بها فأخذالحجرين و ألقى الروثة و قال هذا ركس ۔(بخاری شریف،باب لا یستنجی بروث،ص۲۷،نمبر۱۵۶رترمذی شریف،باب ماجاء فی الاستنجاء بالحجرین،ص۱۰،نمبر۱۷)اس حدیث میں ہے کہ گوبر ناپاک ہے۔

لغت : الدم المسفوح: بہتا ہوا خون۔اهاب: کچا چمڑا۔نجوالکلب: کتے کا پیخانہ۔رجیع: گوبر،رجیع السباع: پھاڑ کھانے والے جانور کا گوبر۔لعاب: تھوک۔خرء: بیٹ۔البط: بطخ۔الاوز: مرغابی۔ماینقض الوضوء بخروجہ من بدن الانسان: انسان کے بدن سے

(٢٦٩) واما الخفيفة فكبول الفرس و كذا بول ما يؤكل لحمه و خرء طير لا يؤكل. (٢٧٠)وعفى قدر الدرهم من المغلظة

پیشاب، پیخانہ، خون، منی، حیض اور نفاس کا خون نکلے تو اس سے وضوٹوٹ جاتا ہے، اور یہ تمام نجاست غلیظہ ہیں۔

ترجمہ : (٢٦٩) اور نجاست خفیفہ: جیسے گھوڑے اور حلال جانوروں کا پیشاب اور حرام پرندوں کی بیٹ۔

تشریح : گھوڑے کا پیشاب، حلال جانور کا پیشاب، اور حرام پرندوں کی بیٹ نجاست خفیفہ ہیں۔

وجہ : (١) گھوڑا کا گوشت اصل میں حلال ہے، صرف جہاد کی وجہ سے حرام ہوا ہے۔ اس لئے یہ حلال جانور ہوا اور حلال جانور کا پیشاب نجاست خفیفہ ہے، اس لئے کہ عرینہ والوں کو اونٹ کے پیشاب پینے کا حکم دیا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ حلال جانور کا پیشاب پاک ہے، لیکن دوسری روایت سے پتہ چلا کہ پیشاب ناپاک ہے اس لئے اس تعارض کی وجہ سے حلال جانور کا پیشاب نجاست خفیفہ ہے، اور اس کا پیخانہ نجاست غلیظہ ہی رہا۔ دونوں قسم کی حدیثیں مسئلہ نمبر ٢٦٧ میں گزر چکی ہیں۔ (٢) گھوڑے کا گوشت اصل میں حلال ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن جابر بن عبد اللہ قال نهى النبي ﷺ يوم خيبر عن لحوم الحمر ورخص في لحوم الخيل۔ (بخاری شریف، باب لحوم الخیل، ص ٩٨٣، نمبر ٥٥٢٠/مسلم شریف، باب اباحۃ اکل لحوم الخیل، ص ٨٦٨، نمبر ١٩٤١/٥٠٢٢) (٣) اس قول تابعی میں ہے۔ عن عطاء قال ما اكلت لحمه فلا بأس ببوله۔ (مصنف عبد الرزاق، باب ابوال الدواب وروثھا، ج اول، ص ٢٨٨، نمبر ١٤٨٣) اس اثر میں ہے کہ جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہو اس کے پیشاب میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور ایسے پرندے جس کا گوشت کھانا حلال نہیں ہے وہ اوپر اڑتے رہتے ہیں اور اوپر ہی سے پیخانہ کر دیتے ہیں اس لئے اس کی بیٹ سے بچنا مشکل ہے اس لئے اس کو نجاست خفیفہ قرار دیا۔ (٣) اس قول تابعی میں اس کی دلیل ہے ۔ (٣) عن الحسن قال : سقطت هائمة على الحسن فذرقت عليه فقال له بعض القوم : نأتيک بماء تغسله فقال: لا، و جعل يمسحه عنه ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، ١٤٥ الذی یصلی وفی ثوبہ خرء الطیر، ج اول، ص ١١٠، نمبر ١٢٥٦) اس اثر میں ہے کہ پرندے کی بیٹ پاک ہے، یا نجاست خفیفہ ہے۔

ترجمہ : (٢٧٠) اور نجاست غلیظہ درہم کی مقدار معاف ہے۔

وجہ : عن ابی هريرة عن النبي ﷺ قال : تعاد الصلوة من قدر الدرهم من الدم (دار قطنی، باب قدر النجاسۃ التی تبطل الصلوۃ ص ٣٨٥ نمبر ١٤٧٩/سنن للبیھقی، باب ما یجب غسلہ من الدم، ج اول، ص ٥٦٦، نمبر ٤٠٩٣) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خون یا اس جیسی نجاست غلیظہ درہم سے کم ہو تو معاف ہے۔

﴿درہم کا حساب﴾

درھم کے بارے میں دو قسم کی باتیں ہیں ، ایک یہ کہ اسکے وزن کا اعتبار کیا جائے اور دوسری یہ کہ اسکی مساحت یعنی رقبے کا اعتبار کیا

(۲۷۱) وما دون ربع الثوب او البدن من الخفيفة (۲۷۲) وعفی رشاش بول کرؤوس الابر

جائے تو دونوں قولوں میں ترتیب یہ ہے ہیں کہ جس قول میں مساحت کا اعتبار کیا گیا ہے وہ پتلی نجاست کے بارے میں ہے۔ کہ پتلی نجاست ہو تو درھم کے رقبے کا اعتبار کیا جائے اور 2.75 سینٹی میٹر نجاست ہو تو جگہ ناپاک ہوگی، اور جس قول میں وزن کا اعتبار ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ نجاست گاڑھی ہو تو درھم کے وزن کا اعتبار کیا جائے اور 4.374 گرام وزن نجاست ہو تو جگہ ناپاک قرار دیا جائے چاہے رقبے کے اعتبار سے 2.75 سینٹی میٹر سے کم رقبے پر ہی نجاست لگی ہو۔ یہ انگلینڈ میں پچاس پینس کی مقدار ہے۔

ترجمہ : (۲۷۱) اور نجاستِ خفیفہ میں چوتھائی کپڑے اور چوتھائی بدن معاف ہے۔

تشریح : نجاست خفیفہ کے بارے میں اصل روایت یہ ہے کہ اتنا لگ جائے کہ لوگ اس کو کثیر اور زیادہ سمجھیں تو کپڑا ناپاک ہو جائے گا۔ اس عبارت میں اس کا ثبوت ہے۔ و کان ابو حنیفہ یکرھہ ، و کان یقول اذا وقع فی وضوء افسد الوضوء، و ان اصاب الثوب منہ شیء کثیر ثم صلی فیہ اعاد الصلوۃ. (کتاب الاثار، باب ابوال البھائم وغیرھا، ص ۷، نمبر ۳۴) اس عبارت میں ہے کہ پیشاب بہت لگے تو نماز لوٹائی جائے۔۔ لیکن کپڑے کی چوتھائی ہو تو وہ گویا کہ کثیر ہو گیا اور کپڑا ناپاک ہوگا۔ کیونکہ ستر کھلنے میں چوتھائی ستر کھل جائے تو وہ کل ستر کھلنے کے قائم مقام ہے۔ احرام کی حالت میں سر منڈوانے میں چوتھائی سر منڈوائے تو کل سر منڈوانے کے قائم مقام ہے اسی طرح یہاں بھی چوتھائی کپڑے پر لگ جائے تو پورے کپڑے میں لگنے کے قائم مقام ہوگا اور کپڑا ناپاک ہو جائے گا۔

نجاست خفیفہ: اس کو کہتے ہیں جس کے پاک ہونے اور ناپاک ہونے میں دونوں قسم کے دلائل ہوں، یا علماء میں اختلاف ہو۔ جیسے ان جانوروں کا پیشاب جن کا گوشت کھایا جاتا ہے کہ ان کے پاک اور ناپاک ہونے میں دونوں قسم کی احادیث ہیں۔ پاک ہونے کی دلیل یہ ہے حدیث میں ہے (۱) عن انس ان ناسا من عرینۃ قدموا المدینۃ فاجتووھا فبعثھم رسول اللہ ﷺ فی ابل الصدقۃ وقال اشربوا من البانھا و ابوالھا۔ (ترمذی شریف، باب ماجاء فی بول مایؤکل لحمہ، ص ۲۱، نمبر ۷۲) آپؐ نے اہل عرینہ کو اونٹ کا پیشاب پینے کا حکم دیا۔ وہ پاک ہوگا تب ہی تو پیشاب پینے کا حکم دیا ہوگا؟ (۲) عن البراء قال قال رسول اللہ ﷺ لا بأس ببول ما اکل لحمہ ۔ (دار قطنی، باب نجاسۃ البول والامر بالتنزہ منہ والحکم فی بول مایؤکل لحمہ، ص ۱۳۵، نمبر ۴۵۴) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مأکول اللحم کا پیشاب پاک ہے۔ پیشاب کے ناپاک ہونے کی دلیل (۱) عن ابن عباس... فقال النبی ﷺ یعذبان وما یعذبان فی کبیر ثم قال بلی کان احدھما لا یستتر من بولہ و کان الآخر یمشی بالنمیمۃ ۔ (بخاری شریف، باب من الکبائر ان لا یستتر من بولہ، ص ۳۵، نمبر ۲۱۶ / ترمذی شریف، باب التشدید فی البول، ص ۳۱، نمبر ۷۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کوئی بھی پیشاب لگنا گناہ کبیرہ ہے۔ اس لئے وہ ناپاک ہے (۲) عن انس

(۲۷۳) .ولو ابتلَّ فراش او تراب نجسان من عرق نائم او بلل قدم وظهر اثر النجاسة فی البدن

قال قال رسول الله ﷺ تنزهوا من البول فان عامة عذاب القبر منه۔(دار قطنی ، باب نجاسۃ البول والامر بالتنزہ منہ ج اول ص ۱۳۵ نمبر ۴۵۳) یہ دونوں قسم کی احادیث مأ کول اللحم کے بارے میں ہیں۔اس لئے اس کے پیشاب کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہو گیا۔اس لئے اس کا پیشاب امام ابو حنیفہ کے نزدیک نجاست خفیفہ ہے اور دوسرے جانور یا انسان کے بارے میں پا کی کی احادیث نہیں ہیں اس لئے ان کا پیشاب نجاست غلیظہ ہے۔

ترجمہ : (۲۷۲) اور سوئی کے سرے برابر پیشاب کے چھینٹے معاف ہیں۔

تشریح : کپڑے پر یا بدن پر پیشاب کا چھینٹا سوئی کے برابر پڑ جائے تو وہ معاف ہے اس سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا۔

وجہ : (۱) سألت الزهری عن رجل یغتسل من الجنابة فینتضح فی الاناء من جلده ، فقال : لا بأس به (مصنف عبد الرزاق ، باب الماء یمسہ الجنب أو یدخلہ ، ج اول ، ص ۷۲، نمبر ۳۱۱) اس اثر میں ہے کہ جنبی کے غسل کا چھینٹا پڑ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔(۲) عن ابراهیم قال : لا بأس بأبوال البهائم الا المستنقع .ای المجتمع ۔(مصنف عبد الرزاق ، باب ابوال الدواب وروثہا ، ج اول ، ص ۳۷۷، نمبر ۱۴۸۰) اس اثر میں ہے کہ جانور کے پیشاب کے چھینٹے پڑ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے البتہ بہت زیادہ ہو جائے تو پھر دھویا جائے گا۔(۳) ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ جہاں لوگ مبتلاء بہ ہوتے ہیں اور اس معاملے میں عموم بلوی ہوتا ہے وہاں تخفیف آ جاتی ہے ، دیہات کے چرواہے روزانہ گائے چراتے ہیں اور انکو پیشاب کا چھینٹا لگتا رہتا ہے اس لئے اس میں تخفیف آ گئی اور اس کو معاف کر دیا گیا۔[ناچیز ایک زمانے تک گائے چراتا رہا ، گائے دوہتے وقت ہی پیشاب کرتی تھی اور کپڑوں میں چھینٹا پڑا کرتا تھا ، اور اسی کپڑے کے ساتھ فجر کی نماز میں جانا پڑتا تھا ، اس مجبوری میں اسی حدیث سے استفادہ کرتا]

اصول : عموم بلوی میں تخفیف آتی ہے۔

لغت : رشاش : چھینٹا۔ابر : سوئی ، روس الابر : سوئی کے سر کے برابر۔عموم بلوی : جس چیز میں لوگ بہت مبتلا ہوتے ہیں اس کو عموم بلوی ، کہتے ہیں۔

ترجمہ : (۲۷۳) اگر سونے والے کے پسینے سے یا قدم کی تری سے بستر ا بھیگ گیا یا مٹی بھیگ گئی اور یہ دونوں ناپاک ہیں ، اور نجاست کا اثر بدن میں اور قدم میں ظاہر ہو گیا تو بدن اور قدم ناپاک ہو جائیں گے ، اور اگر نجاست کا اثر ظاہر نہیں ہوا تو ناپاک نہیں ہوں گے۔

تشریح : یہاں تین مسئلے اس اصول پر ہیں کہ نجاست کا اثر نمایاں طور پر دوسری چیز میں منتقل ہوا تو وہ چیز ناپاک ہوگی ، اور اگر

والقدم تنجّسا والا فلا. (٢٧٤) كما لا ينجس ثوب جافٌّ طاهر لُفَّ فى ثوب نجس رطب لا ينعصر

نمایاں طور پر منتقل نہیں ہوئی سوکھی چیز میں صرف ہلکی سی نمی کا احساس ہوا تو وہ ناپاک شمار نہیں کی جائے گی، کیونکہ دیہاتیوں کے لئے اس میں عموم بلوی ہے۔ یہ اصول بھی گزرا کہ ایک درہم سے کم نجاست غلیظہ لگے تو وہ معاف ہے، یا چوتھائی کپڑے سے کم نجاست خفیفہ لگے تو وہ معاف ہے، دھو لینا اچھا ہے لیکن اگر بغیر دھوئے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی۔ تشریح مسئلہ یہ ہے۔ سوکھا بستر ایا سوکھی مٹی ناپاک تھی اس پر آدمی سویا اور پسینہ نکلا جس کی وجہ سے بستر ابھیگ گیا یا مٹی بھیگ گئی، اب بستر ا یا مٹی کی نجاست کا اثر آدمی کے بدن پر نمایا ہو گیا تو آدمی کا بدن ناپاک ہوگا، اور اگر ناپاکی کا اثر نمایا نہ ہو تو آدمی کا بدن ناپاک شمار نہیں کیا جائے گا۔ دوسری مثال یہ ہے کہ آدمی کا قدم ناپاک مٹی، یا ناپاک بستر اپر رات بھر رہا، اور قدم کی تری مٹی یا بستر امیں گئی جس کی وجہ سے مٹی بھیگ گئی یا بستر ا بھیگ گیا، پس اگر نجاست کا اثر قدم پر نمایاں ہوا مثلا بستر ے میں پیشاب تھا اور اب پیشاب کی بو اور رنگ قدم میں ظاہر ہو گیا تو قدم ناپاک شمار کیا جائے گا، اور نمایاں طور پر ظاہر نہیں ہوا تو قدم ناپاک نہیں ہوگا۔

وجه : (١)انها سألت ام سلمة زوج النبى ﷺ فقالت انى امرأة اطيل ذيلى و امشى فى المكان القذر فقالت ام سلمة قال رسول الله ﷺ يطهره ما بعده ۔(ابوداود شریف، باب الاذی یصیب الذیل، ص ۶۷، نمبر ۳۸۳) اس حدیث میں ہے کہ عورت کا دامن لمبا تھا اور راستے کی نجاست کا پورا اثر کپڑے پر نہیں ہوا، اور تھوڑی سی نجاست جو لگی تھی وہ رگڑنے کی وجہ سے ختم ہو گئی اس لئے دامن پاک ہو گیا۔(٢) عن ابى هريرة ان رسول الله ﷺ قال اذا وطىء أحدكم بنعله الاذى فان التراب له طهور ۔(ابوداود شریف، باب الاذی یصیب النعل، ص ۶۷، نمبر ۳۸۵) اس حدیث میں بھی ہے کہ تھوڑی بہت نجاست مٹی پاک کر دے گی۔(٣)سئل ابن عباس عن رجل خرج الى الصلوة فوطأ على عذرة قال ان كانت رطبة غسل ما اصابه و ان كانت يابسة لم تضره (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الرجل یتوضأ فیطأ علی العذرۃ، ج اول، ص ۵۸، نمبر ۶۰۸) اس قول صحابی میں ہے کہ نجاست خشک ہو اور کپڑے پر یا بدن پر اس کا اثر نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے

لغت : ابتل: بل سے مشتق ہے، بھیگ گیا، اسی سے ہے بل، تری۔ فراش: زمین کا فرش، بستر ا۔ جاف: خشک۔ لف: لپیٹنا۔ عصر: نچوڑنا، اسی سے ہے ینعصر: خود نچڑ جائے

ترجمه : (٢٧٤) جیسا کہ پاک سوکھا کپڑا ناپاک نہیں ہوگا اگر تر ناپاک کپڑے میں لپیٹ دیا جائے، اس حال میں کہ تر کپڑا کو نچوڑے تو نچوڑا نہ جائے۔

تشریح : ناپاک کپڑا بھیگا ہوا ہے، لیکن اس میں پانی اتنا کم ہے کہ اس کو نچوڑے تو ایک قطرہ بھی پانی نہ گرے، ایسے کپڑے میں خشک پاک کپڑا لپیٹ دیا جائے اور اس میں ہلکی سی نمی آجائے

الرطب لو عصر (۲۷۵) و لا ينجس ثوب رطب بنشره على ارض نجسة يابسة فتندّت منه (۲۷۶) ولا بريح هبّت على نجاسة فاصابت الثوب الا ان يظهر اثرها فيه.(۲۷۷) ويطهر متنجِّس بنجاسة

اسی طرح اگر خشک پاک کپڑا ایسے نجس کپڑے میں لپٹا جائے کہ نچوڑنے سے نچوڑا نہ جائے تو وہ پاک ہے۔ کیونکہ پاک کپڑے میں نجاست کا نمایاں اثر ظاہر نہیں ہوا، صرف نمی آئی ہے۔

ترجمہ : (۲۷۵) اور نہیں ناپاک ہوگا تر کپڑا خشک ناپاک زمین پر پھیلانے سے، اگر زمین نمناک ہو جائے۔

تشریح : زمین ناپاک ہے لیکن خشک ہے اس پر بھیگے ہوئے کپڑے کو نچوڑ کر سوکھنے کے لئے پھیلا دیا، جس سے زمین میں ہلکی سی نمی آگئی تو اس سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا، کیونکہ نجاست کا نمایا اثر ظاہر نہیں ہوا، اور اس میں عموم بلوی بھی ہے، کیونکہ دیہات کی عورتیں تالاب کے کنارے کپڑا پھیلایا کرتیں ہیں۔

ترجمہ : (۲۷۶) اور اگر ہوا سے نجاست اڑ کر کپڑے کو پہونچے تو وہ کپڑا پاک ہے۔ ہاں اگر نجاست کا اثر کپڑے میں ظاہر ہو جائے تو نجس ہو جائے گا۔

تشریح : خشک نجاست پر ہوا چلی اور ہوا نے نجاست کو اڑا کر کپڑے پر ڈال دیا، کپڑے کی ہلکی سی نمی نجاست پر آگئی، لیکن نجاست کا نمایاں اثر کپڑے پر ظاہر نہیں ہوا تو اس سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا، ہاں نجاست کا نمایاں اثر کپڑے پر ظاہر ہو جائے تو کپڑا ناپاک ہو جائے گا۔

اصول : نجاست کا نمایاں اثر کپڑے یا بدن پر ظاہر ہو جائے تو کپڑا ناپاک ہوگا، اور ظاہر نہ ہو تو ناپاک نہیں ہوگا۔

لغت : تندت : ندی سے مشتق ہے، تر ہو جائے۔ ھبت : ہوا کا چلنا۔

ترجمہ : (۲۷۷) جو چیز مرئی نجاست سے ناپاک ہو اس کے عین کے زائل کرنے سے پاک ہو جائے گا، چاہے ایک ہی مرتبہ دھونے سے ہو، صحیح مذہب کے مطابق۔

تشریح : جو نجاست نظر آتی ہو اس کے عین کے زائل کرنے سے پاک ہو جائے گا، چاہے ایک مرتبہ دھونے سے زائل ہو جائے تب بھی کافی ہے، صحیح مذہب یہی ہے۔

وجه: (۱) اس حدیث میں ہے۔ **عن اسماء بنت ابی بکر انها قالت سمعت امرأة تسأل رسول الله ﷺ كيف تصنع احدانا بثوبها اذا رأت الطهر اتصلى فيه قال تنظر فان رأت فيه دما فلتقرصه بشیء من ماء ولتنضح ما لم ترى وتصلى فيه** ۔ (ابوداؤد شریف، باب المرأة تغسل ثوبها الذی تلبسه فی حیضها، ص ۶۴، نمبر ۳۶۱) اس حدیث میں ہے کہ پانی ڈالو جب تک کہ نجاست نظر آئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نجاست مرئیہ زائل ہونے تک دھویا جائے گا (۲) مستحاضہ

مرئيَّةٍ بزوال عينها ولو بمرةعلى الصحيح.(٢٧٨) ولا يضر بقاء اثر شق زواله .(٢٧٩)وغير المرئيَّة

کے سلسلے میں یہ حدیث ہے۔**عن عائشة قالت جائت فاطمة بنت ابی حبیش ... فاذا ادبرت فاغسلی عنک الدم وصلی.** (مسلم شریف، باب المستحاضہ وغسلھا وصلواتھا،ص ۱۴۸،نمبر ۳۳۳/۷۵۳)اس میں یہ بتایا کہ خون کو دھوؤ اور نماز پڑھو۔ کتنی مرتبہ دھوؤ یہ نہیں بتایا جس کا مطلب یہ ہے کہ نجاست مرئیہ کے زائل ہونے تک دھوؤ، اور ایک ہی مرتبہ کے دھونے سے زائل ہوگئی تو کافی ہے۔

ترجمہ : (۲۷۸) اور نجاست کے اثر کا باقی رہنا نقصان دہ نہیں اگر اس کا زائل کرنا مشکل ہو۔

تشریح : دھونے سے نجاست کا اثر زائل ہوگیا،لیکن اس کا رنگ باقی رہا اس کو زائل کرنا مشکل ہے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے، کپڑا پاک ہوگیا۔

وجہ : (۱)۔**عن ابی هريرة .....قالؐ : اذا طهرت فاغسليه ثم صلی فيه . فقالت : فان لم يخرج الدم ؟ قال : يكفيک غسل الدم و لا يضرک أثره** (ابوداؤد شریف، باب المرأۃ تغسل ثوبھا الذی تلبسہ فی حیضھا ص ۶۴،نمبر ۳۶۵/ مسند امام احمد۔ مسند ابی ھریرۃ، ج ثالث ،ص ۵۲،نمبر ۸۵۴۹)اس حدیث میں ہے ولا یضرک اثرہ، جس سے معلوم ہوا کہ اثر باقی رہ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے(۲) یہ حدیث بھی ہے۔ **سألت عائشة عن الحائض يصيب ثوبها الدم؟ قالت تغسله فان لم يذهب اثره فلتغيره بشیء من صفرة** (ابوداؤد شریف، باب المرأۃ تغسل ثوبھا الذی تلبسہ فی حیضھا ،ص ۶۵،نمبر ۳۵۷) حدیث سے معلوم ہوا کہ داغ اور رنگت نہ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اس کو صفرہ سے بدل دیا جائے (۳) شریعت یوں بھی مشقت شدیدہ کی مکلّف نہیں بناتی۔

ترجمہ : (۲۷۹) اور جو نجاست غیر مرئی سے ناپاک ہو تو وہ تین بار دھونے اور ہر بار نچوڑنے سے پاک ہوتا ہے۔

تشریح : جو نجاست نظر نہ آتی ہو جیسے پیشاب، شراب، تو اس کو تین مرتبہ دھوئے اور ہر مرتبہ نچوڑے تو پاک ہو جائے گا۔ ہر مرتبہ اس لئے نچوڑے تاکہ تمام نجاست نکل جائے۔

وجہ : (۱) **عن ابی هريرة ان النبی ﷺ قال اذا استيقظ احدكم من نومه فلا يغمس يده فی الاناء حتی يغسلها ثلاثا فانه لا يدری اين باتت يده** ۔ (مسلم شریف، باب کراھۃ غمس المتوضی وغیرہ یدہ المشکوک فی نجاستھا فی الاناء قبل غسلھا ثلاثا ،ص ۱۳۱ نمبر ۲۷۸/۶۴۳) یہاں نجاست غیر مرئیہ ہے تو تین مرتبہ دھونے کے لئے کہا گیا تو اور نجاست غیر مرئیہ میں بھی تین مرتبہ دھویا جائے۔(۲) **عن ابی هريرة قال اذا ولغ الكلب فی الاناء فاهرقه ثم اغسله ثلاث مرات** (دار قطنی ، باب ولوغ الکلب فی الاناء، ج اول ،ص ۶۶ ،نمبر ۱۹۳/ مصنف عبد الرزاق ، باب الکلب یلغ فی الاناء ، ج اول ،ص ۷۶،نمبر

بغسلها ثلاثا والعصر كل مرة .(٢٨٠) وتطهر النجاسة عن الثوب والبدن بالماء و بكل مائع مزيل كالخل و ماء الورد.(٢٨١)ويطهر الخف ونحوه بالدلک من نجاسة له جرم ولو كانت

---

٣٣٦) اس حدیث میں کتے کا جوٹھا غیر مرئی نجاست ہے جسکو تین مرتبہ دھونے سے پاک قرار دیا اس سے استدلال کیا کہ کسی بھی غیر مرئی نجاست کو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا۔(۳) اور ہر مرتبہ نچوڑے اس کی دلیل اس حدیث میں ہے۔عن اسماء قالت : جائت امرأة الى النبی ﷺ فقالت احدانا یصیب ثوبها من دم الحیضة ، کیف تصنع به ؟ قال : تحته ، ثم تقرصه بالماء ثم تنضحه ثم تصلی فیه ۔(مسلم شریف، باب نجاسۃ الدم وکیفیۃ غسلہ ،ص ۱۳۵،نمبر ۶۷۵/۲۹۱ رترمذی شریف، باب ماجاء فی غسل دم الحیض من الثوب ،ص ۳۵،نمبر ۱۳۸) اس حدیث میں حیض کے خون کو پانی سے رگڑنے کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نجاست کو نکالنے کے لئے نچوڑنا پڑے گا تا کہ پورے طور پر نجاست نکل جائے۔

ترجمه : (۲۸۰) کپڑے سے اور بدن سے نجاست پاک ہوگی پانی کے ذریعہ اور ہر بہنے والی چیز کے ذریعہ جو نجاست زائل کرتی ہو، جیسے سرکہ، اور گلاب کا پانی۔

تشریح : نجاست مرئی میں اصل بنیاد یہ ہے کہ وہ زائل ہو جائے تو کپڑا یا بدن پاک ہو جائے گا، چنانچہ پانی کے علاوہ کسی بہنے والی چیز سے جو نجاست کو زائل کرنے والی ہو نجاست زائل کر دی جائے تو پاک ہو جائے گا، کیونکہ اصل بنیاد نجاست کا زائل ہونا ہے۔

وجه : (۱) حدیث میں ہے۔قالت عائشة ما کان لاحد انا الا ثوب واحد تحیض فیه فاذا اصابه شیء من دم قالت بریقها فقصعته بظفرها . (بخاری شریف، باب ھل تصلی المرأۃ فی ثوب حاضت فیہ،ص ۵۴،نمبر ۳۱۲ رابوداؤد شریف، باب المرأۃ تغسل ثوبھا الذی تلبسہ فی حیضھا،ص ۶۴،نمبر ۳۶۴) خون سب کے نزدیک ناپاک ہے اور اس کو تھوک سے تر کر کے ناخن سے رگڑ دیا اور خون زائل ہو گیا تو وہ چیز پاک ہو جائے گی، اور ظاہر ہے کہ تھوک پانی نہیں ہے جس سے معلوم ہوا کہ پانی کے علاوہ سے بھی ناپاک چیز پاک ہو سکتی ہے (۲) جوتے پر نجاست لگی ہو اور زمین پر رگڑ دیا جائے اور نجاست زائل ہو جائے تو جوتا پاک ہو جاتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ اصل قاعدہ یہی ہے کہ نجاست کے زیلان سے کپڑا پاک ہو جائے گا۔

لغت : مائع: بہنے والی چیز۔مزیل: زائل کرنے والی۔الخل : سرکہ۔ماءالورد: گلاب کا پانی، گلاب کا رس۔

ترجمه : (۲۸۱) موزہ اور اس کے مانند رگڑنے سے پاک ہوگا اگر نجاست دلدار ہو چاہے وہ تر ہو۔

تشریح : چمڑے کی جتنی چیزیں ہیں جیسے موزہ وغیرہ اگر اس پر تر اور بھیگی نجاست لگی اور وہ پیخانے کی طرح دلدار ہو تو اس کو رگڑ کر صاف کر دینے سے موزہ پاک ہو جائے گا۔اور اگر پیشاب کی طرح دلدار نہ ہو تو موزے کو دھونا ہوگا۔

وجه : (۱) چمڑے کے اندر دلدار نجاست کم جاتی ہے، اور جو کچھ باہر ہے وہ رگڑنے کی وجہ سے صاف ہو جائے گی اس لئے موزہ

رطبة.(۲۸۲) ویطهر السیف ونحوه بالمسح .(۲۸۳) واذا ذھب اثر النجاسة عن الارض و جفَّت

یا جوتا پاک ہوجائے گا۔(۲) حدیث میں ہے **عن ابی ھریرة عن النبی** ﷺ **بمعناه قال اذا وطی الاذی بخفیه فطھورھما التراب** . (ابوداؤد شریف، باب فی الاذی یصیب النعل، ص ٦٧، نمبر ۳۸٦) (۳) **عن ابی سعید الخدری .... اذا جاء أحدکم الی المسجد فلینظر، فان رأی فی نعلیه قذراً او اذی فلیمسحه و لیصل فیھما** . (ابوداود شریف، باب الصلوة فی النعل، ص ۱۰۴، نمبر ٦۵۰ رمسند احمد، مسند ابی سعید الخدریؓ ج ثالث، ص ۵۱۹، نمبر ۱۱۴٦۷)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مٹی سے رگڑنے کے بعد جوتا یا موزہ پاک ہوجائے گا

اصول: نجاست حقیقیہ کے زائل ہونے سے چیز پاک ہوجائیگی۔

ترجمہ : (۲۸۲) اور تلوار اور اس کی مانند پاک ہوگی مل دینے سے۔

تشریح : جو چیزیں تلوار کی طرح چکنی ہوں، اور ان کے اندر نجاست گھستی نہ ہو تو اس کو اچھی طرح پونچھ دیں جس سے نجاست بالکل صاف ہوجائے تو اس سے وہ پاک ہوجائے گا۔ جیسے لوہے تانبے کا برتن، لکڑی کا سامان جو چکنا ہو۔

وجہ : (۱) اصل ہے نجاست کا زائل ہونا، یہاں پونچھنے سے نجاست زائل ہوگئی اس لئے پاک ہوجائے گا۔(۲) اس حدیث میں ہے کہ تلوار سے نرم چیز جوتا ہے اس کو رگڑنے سے پاک ہوجاتا ہے، اس لئے اس پر قیاس کرتے ہوئے تلوار بھی رگڑنے سے پاک ہوجائے گی۔ حدیث یہ ہے۔ **عن ابی سعید الخدری .... اذا جاء أحدکم الی المسجد فلینظر، فان رأی فی نعلیه قذراً او اذی فلیمسحه و لیصل فیھما**. (ابوداود شریف، باب الصلوة فی النعل، ص ۱۰۴، نمبر ٦۵۰ رمسند احمد، مسند ابی سعید الخدریؓ ج ثالث، ص ۵۱۹، نمبر ۱۱۴٦۷) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مٹی سے رگڑنے کے بعد جوتا یا موزہ پاک ہو جائے گا۔

ترجمہ : (۲۸۳) اور جب زمین سے نجاست کا اثر زائل ہوکر خشک ہوجائے تو اس پر نماز جائز ہے، تیمّم جائز نہیں۔

تشریح : دو باتیں ہیں [۱] ایک تو یہ ہے کہ زمین سے نجاست کا اثر ختم ہوجائے، مثلا گوبر سوکھ کر مٹی کی طرح ہوجائے اور یہ پتہ ہی نہ چلے کہ یہ کبھی گوبر رہا ہے، [۲] اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ نجاست سوکھ چکی ہو تو اب یہ نماز پڑھنے کے لئے جائز ہے۔ لیکن تیمّم کے لئے جائز نہیں ہے، کیونکہ تیمّم کے لئے آیت کے مطابق صعید طیب، یعنی پاک مٹی چاہئے اس لئے اس پر تیمّم جائز نہیں ہے۔

وجہ: (۱) حدیث میں ہے۔ **قال عبد الله ابن عمر کنت ابیت فی المسجد فی عھد رسول الله** ﷺ **وکنت فتی شابا عزبا، وکانت الکلاب تبول و تقبل وتدبر فی المسجد فلم یکونوا یرشون شیئا من ذلک** ۔(ابوداود شریف، باب فی طھور الارض اذا یبست، ص ٦٦، نمبر ۳۸۲) کتا مسجد میں پیشاب کرتا ہو پھر اس کو کوئی دھوتا نہ ہو اور اسی پر نماز پڑھتا

جـازت الـصـلـوـة عـليهـا دون التيـمـم مـنهـا. (۲۸۴) ويـطهـر مـا بهـا مـن شـجـر و كـلأ قـائـم بـجـفـافـه.(۲۸۵[الف) وتـطهـر نـجـاسة استـحـالـت عينهـا كَـانْ صـارت ملحـا او احتـرقـت

ہو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ پیشاب خشک ہونے کے بعد اور اس کے اثرات چلے جانے کے بعد جگہ پاک ہوگئی (۲)۔ابوقلابہ کے قول میں تو صاف ہے کہ زمین خشک ہوگئی تو پاک ہوگئی۔ **عن ابی قلابة قال اذا جفت الارض فقد زكت.** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۷ من قال اذا کانت جافۃ فھو زکاتھا، ج اول، ص ۵۹، نمبر ۶۲۵) (۳) **رأيت الـحسـن جالسا على اثر بول جاف فـقـلـت له فقال انه جاف** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۷ من قال اذا کانت جافۃ فھو زکاتھا، ج اول، ص ۵۹، نمبر ۶۲۷) اس اثر میں ہے کہ زمین پر پیشاب سوکھ گیا تو زمین پاک ہوگئی۔(۴) لیکن اگر نجاست تر ہے یا اس کا اثر نہیں گیا تو مٹی پر رہنے کے باوجود دھونے سے پاک ہوگی، اس حدیث میں ہے۔ **ان ابا هرير ة قـال قـام اعـرابى فبال فى المسجد فتناوله الناس فقال لهـم الـنبـى ﷺ دعـوه وهـر يـقـوا عـلـى بـولـه سجلا من ماء او ذنوبا من ماء فانما بعثتم ميسرين لم تبعثوا مـعسـرين** ۔(بخاری شریف، باب صب الماء علی البول فی المسجد، ص ۴۱، نمبر ۲۲۰ رابو داود شریف، باب الارض یصیبھا البول، ص ۶۶، نمبر ۳۸۰) اس حدیث میں ہے کہ تر نجاست ہو تو پانی بہانا ہوگا۔

لغت :جفت: خشک ہوگئی۔

ترجمه : (۲۸۴) اور زمین پر جو درخت اور گھانس کھڑا ہے اس پر نجاست خشک ہونے سے پاک ہوجاتا ہے۔

تشـریـح :جو حکم زمین کا ہے وہی حکم اس پر کھڑا درخت اور گھاس کا بھی ہے، یعنی اگر کھڑے درخت پر اور گھاس پر نجاست لگ جائے تو اس نجاست کے سوکھ جانے اور اس کے اثرات کے چلے جانے سے درخت اور گھاس پاک ہوجائیں گے۔

ترجمه : (۲۸۵[الف]) اور نجاست پاک ہوجائے گی اگر اس کا عین بدل گیا، مثلا نمک بن گئی یا آگ سے جل گئی۔

تشـریـح : نجاست کی ماہیت بدل جائے، مثلا گدھا کان میں گر نمک بن گیا تو وہ پاک ہوجائے گا، یا نجاست راکھ میں راکھ ہوجائے، یا آج کل تیزاب، اور کیمیکل ڈال کر چیزوں کی خاصیت بدل دیتے ہیں تو اس سے نجاست پاک ہوجائے گی۔

وجه : (۱) انگور حلال اور پاک ہے لیکن اس کا عین بدل کر شراب بن گئی تو حرام اور ناپاک ہوگئی، اسی طرح شراب کا عین بدل کر سرکہ بن جائے تو حلال اور پاک ہوجاتا ہے۔اسی قاعدے پر نجاست کا عین بدل جائے اور اس میں گندگی نہ رہے یا نجاست کی خاصیت نہ رہے تو وہ پاک ہوجائے گی ۔(۲) اس قول صحابیہ میں ہے۔ **سـألـت عـائشة عـن خل الخمر قالت لا بأس به هـــو ادام.** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۳ فی الخمر تخلل، ج خامس، ص ۹۸، نمبر ۲۴۰۸۳ رمصنف عبد الرزاق، باب الخمر تجعل خلا، ج تاسع، ص ۱۶۱، نمبر ۱۷۴۲۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ شراب کو سرکہ بنا دیا جائے تو اس کا کھانا حلال ہے۔(۲) **قـال شهـدت عمر**

بالنار.(٢٨٥[ب]) ويطهر المنى الجاف بفركه عن الثوب والبدن ويطهر الرطب بغسله.

بن عبد العزيز كتب الى عامله بواسط ان لاتحملوا الخمر من قرية الى قرية وما ادركت فاجعله خلا . (مصنف ابن ابی شیبة ۲۴ فی الخمر تحول خلا، ج خامس، ص ۹۹، نمبر ۲۴۰۹۰ رمصنف عبد الرزاق، باب الخمر یجعل خلا، ج تاسع، ص ۱۶۱، نمبر ۱۷۴۲۵) اس اثر میں ہے کہ شراب کو سرکہ بنا دیا جائے تو وہ حلال اور پاک ہو جائے گا۔

اصول: ماہیت بدل جائے تو حکم بدل جاتا ہے۔ اس حدیث میں اس اصول کا ثبوت ہے۔عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ الخمر من هاتين الشجرتين : الكرمة و النخلة ۔(مسلم شریف، باب بیان ان جمیع ماینبذ مما یتخذ من النخل و العنب یسمی خمرا، ص ۸۸۷، نمبر ۱۹۸۵/۵۱۴۴) اس حدیث میں ہے کہ انگور اور کھجور کی ماہیت بدل جائے تو شراب بن جاتی ہے۔

ترجمہ (۲۸۵[ب]) کپڑے اور بدن سے خشک منی کھرچ ڈالنے سے پاک ہو جاتا ہے، اور تر منی دھونے سے پاک ہوتی ہے

تشریح: کپڑا یا بدن پر منی لگ جائے اور سوکھ جائے تو اس کو کھرچ دینے سے کپڑا اور بدن پاک ہو جائے گا

وجہ: (۱) تر منی کو دھونے سے پاک ہوگی اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ سألت عائشة عن المنى يصيب الثوب؟ فقالت كنت اغسله من ثوب رسول الله ﷺ فيخرج الى الصلوة و اثر الغسل فى ثوبه بقع الماء (بخاری شریف، باب غسل المنی وفرکہ، ص ۴۲، نمبر ۲۳۰ رمسلم شریف، باب حکم المنی، ص ۱۳۵، نمبر ۲۸۹/۶۷۲) (۲) دوسری حدیث ہے۔ يا عمار انما يغسل الثوب من خمس، من الغائط والبول والقيء والدم والمنى (دار قطنی، باب نجاسۃ البول والامر بالتنزہ منہ، ج اول، ص ۱۳۴، نمبر ۴۵۲) ان احادیث میں ہے کہ کپڑا دھونے سے پاک ہوگا۔

اور منی خشک ہو تو رگڑنے سے بھی پاک ہوگی اس کی دلیل اس حدیث میں ہے۔عن عائشة.... لقد رأيتنى افركه من ثوب رسول الله ﷺ فركا فيصلى فيه. (مسلم شریف، باب حکم المنی، ص ۱۳۴، نمبر ۲۸۸/۶۶۸ رترمذی شریف، باب ماجاء فی المنی یصیب الثوب ص ۳۱ نمبر ۱۱۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خشک منی ہو تو اچھی طرح رگڑنے سے بھی کپڑا پاک ہو جائے گا، کیونکہ تر منی رگڑی نہیں جاسکتی (۲) اس حدیث میں خشک کو رگڑنے کی وضاحت ہے۔عن عائشة قالت كنت افرك المنى من ثوب رسول الله ﷺ اذا كان يابسا و اغسله اذا كان رطبا ۔(دار قطنی، باب ماورد فی طہارۃ المنی وحکمہ رطبا ویابسا، ج اول، ص ۱۳۱، نمبر ۴۴۳ رمسلم شریف، باب حکم المنی، ص ۱۳۴، نمبر ۲۹۰/۶۷۴)

﴿فصل : فی احکام الدباغة﴾

(۲۸۶) یطھر جلدالمیتة بالدباغة الحقیقیة کالقرظ وبالحکمیّة کالتتریب و التشمیس(۲۸۷) الا

﴿فصل احکام دباغت﴾

ترجمہ : (۲۸۶) مردار کی کھال حقیقی دباغت سے پاک ہوجاتی ہے جیسے ببول کی پتی وغیرہ سے اور حکمی دباغت سے جیسے مٹی (مل دینے) اور آفتاب (میں سکھادینے) سے پاک ہوجاتی ہے۔

تشریح : مردار کی طرح مردار کی کھال بھی ناپاک ہے، لیکن دباغت دیکر نجاستی رس نکال دی جائے اور صرف کھال باقی رہ جائے تو وہ پاک ہوجاتی ہے، جیسے ذبح کر کے گوشت سے خون نکال دیا جائے تو گوشت پاک ہوجاتا ہے۔ پھر دباغت دینے کی دوصورتیں بیان کی ہیں [۱] ببول کی پتی پانی میں ڈال کر اس میں کھال ڈال دی جائے یہ کھال کی اصلی اور حقیقی دباغت ہے۔[۲] اور دوسری صورت یہ ہے کہ کھال میں مٹی لیپ دی جائے جس سے اس کی رطوبت سوکھ جائے، یا کھال کو دھوپ میں سکھادی جائے جس سے رطوبت ختم ہوجائے تو اس سے بھی دباغت ہوجاتی ہے، لیکن یہ حکمی دباغت ہے۔

وجہ: (۱) مردار کے چمڑے کو دباغت دی جائے تو اس کی ناپاک رطوبت نکل جاتی ہے اور بہتا ہوا خون نکل جاتا ہے صرف چمڑا باقی رہ جاتا ہے اسلئے وہ پاک ہوجاتا ہے۔ اہل عرب کے پاس اکثر اسی قسم کے برتن ہوتے تھے (۲) حدیث میں ہے۔ عن عبداللہ بن عباسؓ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول اذا دبغ الاھاب فقد طھر۔ (مسلم شریف، باب طھارۃ جلود المیتۃ بالدباغ، ص ۱۵۷، نمبر ۳۶۶/۸۱۲ / ابوداود شریف، باب فی اھاب المیتۃ، ص ۵۸۰، نمبر ۴۱۲۳) اس حدیث میں ہے کہ دباغت کے بعد چمڑا پاک ہے۔ (۳) عن عائشة زوج النبی ﷺ ان رسول اللہ امر ان یستمتع بجلود المیتة اذا دبغت۔ (ابوداود شریف، باب فی اھاب المیتۃ، ص ۵۸۰، نمبر ۴۱۲۴) (۲) دباغت کے دونوں طریقے ہیں اس کا ثبوت اس حدیث میں ہے۔ عن عائشة قالت : قال النبی ﷺ استمتعوا بجلود المیتة اذا ھی دبغت ترابا کان او رمادا او ملحا او ما کان بعد ان ترید صلاحه۔ (دار قطنی، باب الدباغ، ج اول، ص ۴۴، نمبر ۱۲۳ / سنن للبیھقی، باب وقوع الدباغ بالقرظ او ما یقوم مقامہ، ج اول، ص ۳۱، نمبر ۶۶) (۲) اور اثر میں بھی اسکی صراحت ہے۔ عن ابراھیم قال : کل شیء منع الجلد من الفساد فھو دباغ، قال محمد و به نأخذ، وھو قول ابی حنیفة۔ (کتاب الآثار لامام محمد، باب لباس جلود الثعالب، ودباغ الجلد، ص ۱۸۸، نمبر ۸۵۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کسی بھی چیز سے دباغت ہوسکتی ہے۔

لغت : قرظ: ببول کی پتی۔ التتریب: تراب سے مشتق ہے مٹی کو کھال میں لیپنا۔ التشمیس: شمس سے مشتق ہے، کھال کو سورج میں سکھانا، جس سے دباغت ہوجائے۔

جلد الخنزير والآدمى.(٢٨٨) وتطهِّر الذكاة الشرعية جلد غير المأكول دون لحمه على اصح ما يُفتىٰ به. (٢٨٩) وكل شيء لا يسرى فيه الدم لا ينجس بالموت كالشعر والريش المجزوز والقرن

ترجمه : (۲۸۷) ،مگر خنزیر کی (بوجہ نجس العین کے) اور انسان کی (بوجہ شرافت کے) کھال پاک نہیں ہوتی۔

تشریح : سور نجس العین ہے اس لئے دباغت دینے کے بعد بھی اس کی کھال پاک نہیں ہوگی، اور آدمی کی عزت ہے اس لئے دباغت دینے کے بعد بھی اس کی کھال استعمال کے قابل نہیں ہوگی۔

وجه: نجس العین کی دلیل یہ آیت ہے۔ **الا ان يكون ميتة او دما مسفوحا او لحم خنزير فانه رجس.** (آیت ۱۴۵ ،سورۃ الانعام ۶) آدمی کی عزت کی دلیل یہ آیت ہے۔ **و لقد كرمنا بنى آدم** (آیت ۷۰، سورۃ الاسراء ۱۷)

ترجمه : (۲۸۸) اور شرعی ذبح کرنے سے حرام جانور کی کھال پاک ہوتی ہے نہ کہ اس کا گوشت۔ صحیح مفتی بہ قول پر۔

تشریح : جن جانوروں کا گوشت حلال نہیں ہے، جیسے شیر چیتا تو اس کو شرعی طور پر ذبح کرنے سے کھال پاک ہوگی گوشت پاک نہیں ہوگا، یعنی اس گوشت کو جیب میں لیکر نماز پڑھنا چاہے تو نہیں پڑھ سکتا، اور وہ گوشت کھانے کے لئے بھی حلال نہیں ہوگا۔ مفتی بہ قول یہی ہے، اگر چہ ایک قول یہ ہے کہ گوشت کھانے کے لئے تو حلال نہیں ہوگا، لیکن پاک ہو جائے گا، اس کو جیب میں لیکر نماز پڑھ سکتا ہے۔

وجه : (۱) جو حضرات کہتے ہیں کہ صرف کھال پاک ہوگی ان کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں کھال کے پاک ہونے کا حکم ہے اس لئے صرف کھال پاک ہوگی۔ (۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ ان جانوروں کا تھوک ناپاک ہے، اور تھوک گوشت سے پیدا ہوتا ہے جس سے معلوم ہوگا کہ ذبح کرنے کے باوجود گوشت پاک نہیں ہوگا۔ لیکن دوسرے حضرات کی رائے ہے کہ جس طرح کھال پاک ہو گئی اسی طرح گوشت بھی پاک ہو جائے گا، کیونکہ ذبح کرنے سے ناپاک خون نکل گیا۔

ترجمه : (۲۸۹) اور ہر وہ چیز جس میں خون سرایت نہیں کرتا وہ مرنے سے نجس نہیں ہوتا جیسے بال اور کٹے ہوئے پر اور سینگ اور کھر اور جس ہڈی پر چکناہٹ نہ ہو۔

تشریح : اصل میں خون اور نجس رطوبت ناپاک ہے اس لئے مردار کی جس چیز میں خون یا نجس رطوبت سرایت نہیں کرتا وہ مرنے سے ناپاک نہیں ہوتی، پاک رہتی ہے۔ جیسے بال ہے، کٹا ہوا پر ہے، سینگ ہے، کھر ہے یا وہ ہڈی جس پر چربی نہیں ہوتی وہ سب پاک ہیں۔ البتہ جس ہڈی پر چربی ہوتی ہے وہ ناپاک ہوگی کیونکہ مردار کی چربی ناپاک ہے، البتہ اگر چربی زائل کردی جائے تو وہ ہڈی بھی پاک ہو جائے گی۔

وجه : (۱) **عن ثوبان مولى رسول الله ﷺ..... يا ثوبان اشتر لفاطمة قلادة من عصب وسوارين من**

والحافر والعظم ما لم يكن به دسم .(۲۹۰)والعصب نجس فی الصحيح .(۲۹۱)ونافجة المسک

عـاج. (ابوداؤدشریف، باب فی الانتفاع بالعاج ،ص۵۹۱،نمبر۴۲۱۳) ۔حدیث سے معلوم ہوا کہ مردار جانور کا پٹھا بھی پاک ہے اور ہاتھی کے دانت بھی پاک ہیں۔ ورنہ آپ پٹھے کا ہار اور ہاتھی دانت کا کنگن خریدنے کے لئے کیسے فرماتے۔(۲) **عن ابن عباس قال سمعت رسول الله ﷺ قال ﴿قل لا اجد فيما اوحی الی محرما علی طاعم يطعمه﴾ ، الا كل شيء من الميتة حلال الا ما اكل منها فاما الجلدو القرن و الشعر و الصوف و السن و العظم فكل هذا حلال لانه لا يذكی** . (دارقطنی ، باب الدباغ، ج اول ،ص۴۳ ،نمبر۱۱۷ رسنن للبیہقی ، باب منع من الانتفاع بشعر المیتۃ ، ج اول ،ص۳۷ ،نمبر۸۱) اس حدیث میں ہے کہ مردار کے گوشت کے علاوہ جتنی چیزوں میں خون سرایت نہیں کرتا سب حلال اور پاک ہیں (۳) **سمعت ام سلمة زوج النبی ﷺ تقول : سمعت رسول الله ﷺ يقول : لا بأس بمسک الميتة اذا دبغ ، ولا بأس بصوفها و شعرها و قرونها اذا غسل بالماء** ۔(دارقطنی ، باب الدباغ، ج اول ،ص۴۲ ،نمبر۱۱۳ رسنن للبیہقی ، باب منع من الانتفاع بشعر المیتۃ ، ج اول ،ص۳۷ ،نمبر۸۳) حدیث سے معلوم ہوا کہ مردار کی ہڈی، بال اون اور سینگ پاک ہیں۔

لغت : یسری سرایت کرنا۔ ریش: پر، مجزوز: کٹا ہوا، قرن: سینگ۔ الحافر: کھر۔ دسم: چربی۔ العصب : پٹھا۔

ترجمه : (۲۹۰) اور صحیح مذہب میں پٹھا نجس ہے۔

تشریح : پٹھے کے سلسلے میں دو قسم کی حدیثیں ہیں اس میں اختلاف ہو گیا، بعض حضرات کے یہاں پاک ہے اور بعض حضرات کے یہاں ناپاک ہے، لیکن صحیح مذہب یہ ہے کہ مردار کا پٹھا ناپاک ہے۔

وجه (۱) پاک ہونے کی دلیل اوپر کی حدیث ہے، جس میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے لئے پٹھے کا ہار لے آؤ۔(۲) پٹھے میں رطوبت اور خون نہیں ہوتا اس لئے وہ پاک ہونا چاہئے۔(۳) اور ناپاک ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن عبد الله بن عكيم قال : قریء علينا كتاب رسول الله ﷺ بأرض جهينة و انا غلام شاب : أن لا تستمتعوا من الميتة باهاب و لا عصب** (ابوداودشریف، باب من روی أن لا یستنفع باھاب المیتۃ ،ص۵۸۱ ،نمبر۴۱۲۷ رنسائی شریف، مایدبغ بہ جلود المیتۃ ص۵۹۲ ،نمبر۴۲۵۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردار کے چمڑے سے اور پٹھے سے نفع نہ اٹھاؤ اس سے معلوم ہوا کہ وہ ناپاک ہے

ترجمه :(۲۹۱) مشک کا نافہ مشک کی طرح پاک ہے، اور اس کا کھانا حلال ہے اور زباد بھی پاک ہے اس کی خوشبو لگا کر نماز پڑھنا جائز ہے۔

تشریح : مشک اور زباد اس لئے پاک ہے کہ ان میں بہتا ہوا خون اور نجاستی رطوبت نہیں ہوتی۔ مشک کھانے میں اور دوائی میں ڈالا جاتا ہے اس لئے کہ وہ حلال ہے۔ اسی طرح زباد کی خوشبو بھی پاک ہے اور حلال ہے۔

طاهرة کالمسک واکله حلال. والزباد طاهر تصح صلوة متطیِّب به.

وجه : (۱)اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ اطیب طیبکم المسک** ۔(ابوداود شریف، باب فی المسک للمیت، ص ۴۶۲، نمبر ۳۱۵۸ ر ترمذی شریف، باب ماجاء فی المسک للمیت، ص ۲۴۰، نمبر ۹۹۱) اس حدیث میں ہے کہ مشک سب سے بہتر خوشبو ہے، اس سے معلوم ہوا کہ وہ پاک ہے۔

لغت : المسک : ہرن کے پیٹ میں خون جم جاتا ہے اور کچھ دنوں کے بعد خوشبودار ہو جاتا ہے، اس کو مشک کہتے ہیں اس کے چاروں طرف اردگرد جھلی سی ہوتی ہے جسکو, نافہ، کہتے ہیں، اس میں خون اور نجاستی رطوبت نہیں ہوتی، اس لئے یہ پاک بھی ہے اور حلال بھی۔ الزباد: ایک جانور رہوتا ہے جو بلی سے بڑا ہوتا ہے، اسکی دم کے پاس خون جم جاتا ہے جس سے مادہ خوشبودار ہو جاتا ہے، یہ بھی پاک ہے کیونکہ اس میں خون نہیں ہوتا اور نہ نجاستی رطوبت ہوتی ہے۔

﴿كتاب الصلوة﴾

(۲۹۲) یشترط لفرضیّتھا ثلاثه اشیاء. الاسلام والبلوغ والعقل.(۲۹۳)وتؤمر بھا الاولاد لسبع

﴿کتاب الصلوۃ﴾

ضروری نوٹ: صلوۃ کے لغوی معنی دعا ہے۔شریعت میں ارکان معہودہ کوصلوۃ کہتے ہیں۔صلوۃ کے فرض ہونے کی دلیل قرآن کی بہت سی آیتیں ہیں۔مثلا۔ ان الصلوۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا.(آیت۱۰۳،سورۃ النساء۴)(۲)نماز فرض ہونے کی دلیل حدیث میں یہ ہے۔کان ابو ذر یحدث أن رسول اللہ ﷺ قال فرج عن سقف بیتی و أنا بمکۃ .....قال النبی ﷺ : ففرض اللہ علی امتی خمسین صلاۃ فرجعت بذالک حتی مررت علی موسی ....قال : ھن خمس و ھن خمسون ، لا یبدل القول لدیّ۔(بخاری شریف، باب کیف فرضت الصلاۃ فی الاسراء،ص ۶۲،نمبر۳۴۹) اس حدیث میں ہے کہ پانچوں نمازیں کیسے فرض ہوئیں

نوٹ : نماز اہم عبادت ہےاورطہارت اس کے لئے شرط ہے۔اس لئے طہارت کومقدم کیا۔اب طہارت کے ابحاث ختم ہونے کے بعدنماز کے مسائل کوشروع فرمایا۔

ترجمہ : (۲۹۲) نمازفرض ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں:

۱:......اسلام۔

۲:......بلوغ۔

۳:......اورعقل۔

وجہ : کافر پرنمازفرض نہیں ہےصرف مسلمان پرفرض ہےاس لئے نمازفرض ہونے کے لئے پہلی شرط مسلمان ہونا ہے۔بالغ نہ ہواورعقلمند نہ ہو بلکہ بچہ یا مجنون ہوتواس پرنمازفرض نہیں ہےاس لئے نمازفرض ہونے کے لئے دوسری اور تیسری شرط عاقل وبالغ ہونا ہے۔اس کے لئے حدیث باب الوضوء میں گزرچکی ہے۔

ترجمہ (۲۹۳)اورسات برس کی عمر کے بچوں کونماز کاحکم کیاجائے گا۔اوردس برس والوں کوبغیرلکڑی کے ہاتھ سے ماراجائے گا

وجہ : عن عبد الملک ابن الربیع...قال قال النبی ﷺ مروا الصبی بالصلاۃ اذا بلغ سبع سنین واذا بلغ عشر سنین فاضربوہ علیھا ۔(ابوداودشریف، باب متی یومر الغلام بالصلاۃ،ص۸۲،نمبر۴۹۴رترمذی شریف، باب ماجاء متی یو مرالصبی بالصلاۃ،ص۱۰۹،نمبر۴۰۷)اس حدیث میں ہے کہ سات سال کی عمرمیں نماز کاحکم دو،اوردس سال کی عمرمیں ہلکی پھلکی مار مارو۔

سنين وتضرب عليها لعشر بيد لا بخشبة.(۲۹۴) واسبابها اوقاتها. (۲۹۵) وتجب باول الوقت وجوبا موسعا.

ترجمه : (۲۹۴) اور نماز کے اسباب ان کے اوقات ہیں۔

تشریح : نماز اصل میں اللہ کے حکم سے واجب ہوتی ہے، لیکن انسان اللہ کے حکم کو نہیں سن سکتا ہے اس لئے وقت کو اس کا سبب قرار دیا کہ جب وقت آجائے تو سمجھو کہ اللہ کا حکم آگیا۔

وجه : اس آیت میں ہے کہ نماز وقت کے ساتھ متعین ہے، اس لئے وقت نماز کے لئے سبب ہوا۔ ان الصلوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا. (آیت ۱۰۳، سورۃ النساء ۴)

ترجمه : (۲۹۵) اول وقت میں نماز واجب ہوتی ہے، لیکن گنجائش ہے کہ پورے وقت میں سے کسی وقت بھی ادا کر لے۔

تشریح : وقت نماز کا سبب ہے اس لئے جیسے ہی وقت شروع ہوا نماز واجب ہوگئی، لیکن پورے وقت میں جب بھی ادا کرے گا قضا شمار نہیں کی جائے گی ادا ہی ہوگی، کیونکہ اس وقت میں گنجائش ہے کہ وقت کے کسی حصے میں ادا کر لے۔ اسی کو وجوبا موسعا، کہتے ہیں۔

وجه : اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ اخبرنی ابن عباس ان النبی ﷺ قال امنی جبرئيل عند البيت مرتين فصلى الظهر فى الاولى منهما حين كان الفيء مثل الشراک ثم صلى العصر حين كان كل شيء مثل ظله ثم صلى المغرب حين وجبت الشمس وافطر الصائم ثم صلى العشاء حين غاب الشفق ثم صلى الفجر حين برق الفجر وحرم الطعام على الصائم وصلى المرة الثانية الظهر حين كان ظل كل شيء مثله لوقت العصر بالامس ثم صلى العصر حين كان ظل كل شيء مثليه ثم صلى المغرب لوقته الاول ثم صلى العشاء الآخرة حين ذهب ثلث الليل ثم صلى الصبح حين اسفرت الارض ثم التفت الى جبرئيل فقال يا محمد هذا وقت الانبياء من قبلك والوقت فيما بين هذين الوقتين. (ترمذی شریف، باب ماجاء مواقیت الصلوۃ عن النبی ﷺ، ص ۴۲، نمبر ۱۴۹/ ابوداؤد شریف، باب المواقیت، ص ۶۸، نمبر ۳۹۳) اس حدیث میں ہے کہ پہلے دن تمام نمازیں اول وقت میں پڑھیں، اور چونکہ آخر وقت میں پڑھنے کی گنجائش ہے اس لئے دوسرے دن تمام نمازیں آخر وقت میں پڑھیں۔ اور پانچوں نمازوں کے اول وقت اور آخر وقت کا بھی ثبوت ہوا۔

﴿والاوقات خمسة﴾ (۲۹۶)وقت الصبح من طلوع الفجر الصادق الی قُبیل طلوع

﴿اور نمازوں کے پانچ وقت ہیں:﴾

تشریح : پچھلی حدیث سے پتہ چلا کہ نمازوں کے اوقات پانچ ہیں۔[۱] فجر[۲] ظہر[۳] عصر[۴] مغرب[۵] عشاء۔ سب کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

وجه : (۱) تمام نماز کے اوقات اس آیت میں ہیں ۔ وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس و قبل غروبها ومن انآی اللیل فسبح واطراف النهار لعلک ترضی (آیت ۱۳۰،سورہ طہ۲۰) قبل طلوع الشمس سے فجر کی نماز،قبل غروبھا سے عصر کی نماز،اناء اللیل سے مغرب اور عشاء کی نماز، اوراطراف النہار سے ظہر کی نماز کی فرضیت کا ثبوت ہے۔(۲) اقم الصلوۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل و قرآن الفجر ۔(آیت ۷۸،سورۃ الاسراء ۱۷) اس آیت میں دلوک الشمس سے،ظہر کا ثبوت،غسق اللیل سے عشاء کا ثبوت اور قرآن الفجر سے فجر کا ثبوت ہوا۔(۳)حافظوا علی الصلوات و الصلاة الوسطی ۔(آیت ۲۳۷،سورۃ البقرۃ ۲)اس میں صلوۃ الوسطی سے عصر کا ثبوت ہوا۔

نوٹ :پوری دنیا کے لئے تمام نمازوں کے اوقات،مثل اول،مثل ثانی کا وقت،۱۸ڈگری،۱۷.۵ڈگری،۱۵ڈگری،۱۲ڈگری کا وقت،طلوع،غروب کا وقت سب، www.nao.rl.ac.uk پر مل جاتے ہیں،اپنے اپنے شہروں کا طول بلد،اور عرض بلد سیٹ کریں اور پورے سال کا وقت لے لیں۔اس ویب سائٹ کے اندر websurf ہے اس میں چاند اور سورج کے تمام اوقات ملتے ہیں۔

ترجمه : (۲۹۶) [۱]صبح کا وقت طلوع صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب سے پہلے تک ہے۔

تشریح : فجر کی دو قسمیں ہیں(۱) صبح کاذب (۲) صبح صادق۔صبح کاذب:مشرقی افق میں بھیڑیئے کی دم کی طرح لمبی سی روشنی ہوتی ہے جو بہت مشکل سے نظر آتی ہے حدیث میں اسی کو،فجر مستطیل، کہتے ہیں،اسی کو،صبح کاذب، کہتے ہیں۔اس کے تھوڑی دیر کے بعد محرابی شکل میں پھیلی ہوئی روشنی ہوتی ہے جس کو،فجر مستطیر،اور صبح صادق، کہتے ہیں۔بعض ماہرین فلکیات اس کو اٹھارہ ڈگری پر بتاتے ہیں اور بعض پندرہ ڈگری پر بتاتے ہیں۔دلائل دونوں طرف ہیں۔اسی صبح صادق کے وقت فجر کی نماز واجب ہوتی ہے۔

وجه : (۱)۔حدیث میں اس کی دلیل یہ ہے۔ عن سمرة بن جندبؓ قال قال رسول الله ﷺ لا یغرنکم من سحورکم اذان بلال ولا بیاض الافق المستطیل هکذا حتی یستطیر هکذا . (مسلم شریف،باب بیان ان الدخول فی الصوم تحصل بطلوع الفجر،کتاب الصوم،ص ۴۴۶،نمبر ۱۰۹۴/۲۵۴۶/ابو داود شریف، باب وقت السحور،ص ۳۴۱،نمبر ۲۳۴۶/ترمذی شریف،باب ما جاء فی بیان الفجر،ص ۱۷۹،نمبر ۷۰۵)حدیث سے پتہ چلا کہ روشنی جو لمبائی میں ہو وہ صبح صادق نہیں

الشمس.(۲۹۷)ووقت الظهر من زوال الشمس الی ان یصیر ظل کل شیء مثلیه او مثله سوی ظل

ہے۔ بلکہ یستطیر یعنی افق میں پھیلی ہوئی روشنی صبح صادق ہے۔(۲) آیت میں بھی اس طرف اشارہ ہے وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر (آیت ۱۸۷سورۃ البقرۃ ۲)تبین سے مراد فجر کا خوب واضح ہونا ہے جو صبح صادق کے وقت ہوتا ہے۔

ترجمه (۲۹۷) [۲] ظہر کا وقت سورج کے ڈھلنے سے لیکر ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو جائے یا ایک مثل ہو جائے۔استواء کے وقت کے سایہ کے علاوہ ۔اور دوسرے قول کو[یعنی ایک مثل تک ظہر کا وقت رہتا ہے] کو امام طحاویؒ نے اختیار کیا یہی قول صاحبینؒ کا ہے

تشریح : سورج نصف النہار پر آجائے اور اس سے ذرا سا ڈھل جائے اس کو زوال شمس، کہتے ہیں، وہاں سے ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے، اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دو مثل تک رہتا ہے۔اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک مثل تک رہتا ہے۔اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔اسی کو امام طحاویؒ نے اختیار کیا ہے۔

وجه : (۱) امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابی ذر قال کنا مع رسول الله ﷺ فی سفر فاراد المؤذن ان یؤذن للظهر فقال النبی ﷺ ابرد، ثم اراد ان یؤذن فقال له ابرد،حتی رأینا فیء التلول فقال النبی ﷺ ان شدة الحر من فیح جهنم فاذا اشتد الحر فابردوا بالصلوة . (بخاری شریف، باب الابراد بالظہر فی السفر ،ص۹۱،نمبر ۵۳۹/ابو داود شریف، باب وقت صلاۃ الظہر ،ص۷۰،نمبر ۴۰۱) ٹیلہ پستہ قد ہوتا ہے اس کا سایہ نیچے نظر آنے لگے یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل سے زیادہ ہو چکا ہو۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ظہر کی نماز ایک مثل کے بعد پڑھی گئی ہے۔اس لئے ظہر کا وقت دو مثل تک ہے۔ (۲)عن عبد الله بن عمر أنهما حدثاه عن رسول الله ﷺ أنه قال : اذا اشتد الحر فأبردوا بالصلوة ، فان شدة الحر من فیح جهنم . (بخاری شریف، باب الابراد بالظہر فی شدۃ الحر،ص۹۰،نمبر۵۳۳/ابو داود شریف، باب وقت صلاۃ الظہر ،۷۰،نمبر۴۰۲) اس حدیث میں بھی ہے کہ گرمی میں ظہر کی تاخیر کی، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ظہر کی نماز دو مثل پر پڑھی ہوگی کیونکہ عرب میں دو مثل تک گرمی رہتی ہے۔(۳) اور دونوں کے یہاں ظہر کا وقت زوال سے شروع ہوتا ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن انس بن مالک ان رسول الله ﷺ خرج حین زاغت الشمس فصلی الظهر. (بخاری شریف، باب وقت الظہر عند الزوال ص ۷۷ نمبر ۵۴۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورج ڈھلتے ہی ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

صاحبینؒ کی دلیل امامت جبرئیل والی حدیث ہے۔ اخبرنی ابن عباس ان النبی ﷺ قال امنی جبرئیل عند البیت مرتین فصلی الظهر فی الاولی منهما حین کان الفیء مثل الشراک ثم صلی العصر حین کان کل شیء مثل

الاستواء .واختار الثانی الطحاویؒ وهو قول الصاحبین .(۲۹۸)وقت العصر من ابتداء الزیادة علی

ظله..... وصلی المرة الثانیة الظهر حین کان ظل کل شیء مثله لوقت العصر بالامس ..... ثم التفت الی جبرئیل فقال یا محمد هذا وقت الانبیاء من قبلک والوقت فیما بین هذین الوقتین. (ترمذی شریف، باب ماجاء مواقیت الصلوة عن النبی ﷺ، ص۴۲، نمبر۱۴۹/ابوداؤد شریف، باب المواقیت، ص۶۸، نمبر۳۹۳) اس حدیث میں ظہر کا وقت مثل اول پر ختم ہوگیا، اورعصر کا وقت مثل اول پر شروع ہوگیا، اس لئے مثل اول کے ختم ہونے تک ظہر کا وقت رہتا ہے۔

لغت : زوال الشمس: سورج نکلنے اور سورج ڈوبنے کے درمیان کو آدھا دن [نصف النہار] کہتے ہیں، اس سے ذرا سا سورج ڈھل جائے اس کو ,زوال الشمس، کہتے ہیں۔ ظل الاستواء: نصف النہار کے وقت جو سایہ ہوتا ہے اس کو ظل الاستواء، کہتے ہیں، اسی کو ,سایہ اصلی، بھی کہتے ہیں۔ مثل اول: مثلا آدمی ساڑھے پانچ فٹ کا ہے تو زمین پر اس کا سایہ ساڑھے پانچ فٹ لمبا ہو جائے، یہ آدمی کا ایک مثل سایہ ہوا، سایہ اصلی کے علاوہ ایک مثل سایہ ہو جائے تو یہ مثل اول، ہوا۔ صاحبین کے نزدیک یہاں ظہر کا وقت ختم ہو جائے گا اورعصر کا وقت شروع ہو جائے گا۔ مثلیہ: دو مثل، آدمی ساڑھے پانچ فٹ کا ہے، اور زمین پر اس کا سایہ ۱۱ [گیارہ] فٹ لمبا پڑنے لگ گیا تو یہ ,دو مثل، ہوگیا، سایہ اصلی کے علاوہ اس دو مثل پر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ظہر کا وقت ختم ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔

ترجمہ : (۲۹۸) [۳] عصر کا وقت ایک مثل سے یا دو مثل سے زیادہ ہونے سے غروب آفتاب تک ہے۔

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دو مثل کے بعد سے عصر کا وقت شروع ہوگا، اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک مثل کے بعد عصر کا وقت شروع ہوگا، اور آفتاب ڈوبنے سے پہلے تک رہے گا۔

وجہ: (۱) وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبها (آیت ۱۳۰، سورۂ طہ۲۰) غروب سے پہلے نماز پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز عصر کا وقت سورج غروب ہونے سے پہلے تک ہے (۲) حدیث میں ہے۔ عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال من ادرک من الصبح رکعة قبل ان تطلع الشمس فقد ادرک الصبح و من ادرک رکعة من العصر قبل ان تغرب الشمس فقد ادرک العصر (بخاری شریف، باب من ادرک من الفجر رکعة، ص۹۷، نمبر۵۷۹/ترمذی شریف، باب ماجاء فیمن ادرک رکعة من العصر قبل ان تغرب الشمس، ص۵۲، نمبر۱۸۶) سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالے تو گویا کہ پوری عصر کی نماز پالی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ غروب آفتاب سے پہلے تک عصر کا وقت ہے (۳) آفتاب زرد ہونے کے بعد نماز عصر ہو جائے گی البتہ مکروہ ہوگی، اسکی دلیل یہ حدیث ہے۔ قال : دخلنا علی انس بن مالک بعد الظهر فقام یصلی العصر .... تلک صلوة المنافقین ، یجلس أحدهم حتی اذا اصفرت الشمس

الـمثل او المثلين الى غروب الشمس.(۲۹۹) والمغرب منه الى غروب الشفق الاحمر على المفتى

، فكـانت بين قرني شيطان أو على قرني الشيطان ، قام فنقر أربعا لا يذكر الله عز وجل فيها الا قليلاً ۔(ابو داود شریف، باب وقت العصر، ص ۷۱، نمبر ۴۱۳) اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ نماز ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی (۴)۔ دوسری حدیث بھی ہے عـن عبـد الله بن عمران النبی ﷺ قال اذا صليتم الفجر ... فاذا صليتم العصر فانه وقت الى أن تـصـفـر الشـمـس (مسلم شریف، باب اوقات الصلوات الخمس، ص ۲۴۷ نمبر ۶۱۲/۱۳۸۵/ ترمذی شریف، باب ما جاء فی مواقیت الصلواۃ، ص ۴۲، نمبر ۱۵۱) اس حدیث میں سورج زرد ہونے تک مستحب وقت بتایا ہے۔

ترجمه : (۲۹۹) [۴] مغرب کا وقت غروب سے لے کر شفق احمر کے غروب تک ہے۔ مفتی بہ قول پر۔

تشریح : سورج غروب ہونے کے بعد سے مغرب کا وقت شروع ہوتا ہے، اور صاحبین کے نزدیک شفق احمر کے غروب تک رہتا ہے، مفتی بہ قول یہی ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک شفق احمر کے بعد شفق ابیض آتا ہے وہاں تک مغرب کا وقت رہتا ہے۔ البتہ حضرت جبرئیلؑ نے دونوں دن ایک ہی وقت میں مغرب کی نماز پڑھائی ہے اس لئے اول وقت میں پڑھنا سنت ہے۔

وجه : اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عـن عبـد الـلـه بـن عمران النبی ﷺ قال اذا صليتم الفجر ... فاذا صليتم الـمـغـرب فانه وقت الى ان يسقط الشفق. (مسلم شریف، باب اوقات الصلوات الخمس، ص ۲۴۷ نمبر ۶۱۲/۱۳۸۵/ ترمذی شریف، باب ما جاء فی مواقیت الصلواۃ، ص ۴۲، نمبر ۱۵۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغرب کا وقت شفق کے غروب ہونے تک رہتا ہے۔ (۲) عـن ابـى هـريرة قال : قال رسول الله ﷺ ان للصلاة أولا و آخراً ....و ان اول وقت المغرب حيـن تغرب الشمس و ان آخروقتها حين يغيب الشفق ۔(ترمذی شریف، باب منہ (یعنی ما جاء فی مواقیت الصلوۃ)، ص ۴۲، نمبر ۱۵۱/ مسلم شریف، باب اوقات الصلوۃ الخمس، ص ۲۴۷، نمبر ۶۱۲/۱۳۸۹) اس حدیث میں ہے کہ مغرب کا وقت شفق غائب ہونے تک ہے۔ اب کون سا شفق مراد ہے اس کی تفصیل نیچے ہے۔

امـام ابو حنيفهؒ كى دليل :(۱) فجر میں بیاض مستطیر فجر کا وقت ہے۔ اسی طرح بیاض مستطیر مغرب کا وقت ہونا چاہئے۔ کیونکہ دونوں ایک ہی طرح ہیں (۲) حدیث میں ہے۔ سـمـعـت ابـا مسـعـود الانـصـارى يقول ... ويصلى المغرب حين تسـقـط الشـمـس ويـصلى العشاء حين يسود الافق وربما اخرها حتى يجتمع الناس ۔(ابو داؤد شریف، باب فی المواقیت، ص ۶۸، نمبر ۳۹۴) اس حدیث میں ہے کہ آپؐ عشا کی نماز افق کالا ہونے کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ اور مکمل کالا شفق ابیض ڈوبنے کے بعد ہوگا اس لئے مغرب کا وقت شفق ابیض تک ہوا۔ (۳) اس کی تائید اس اثر سے ہوتی ہے۔ كتـب عـمـر بن عبـد العزيز ان صلوا صلوة العشاء اذا ذهب بياض الافق فيما بينكم و بين ثلث الليل (مصنف عبد الرزاق، باب

به.

وقت العشاء الاخرۃ ،ج اول ،ص ۱۰ ۴۱ ،نمبر۲۱۱۴)اس اثر سے معلوم ہوا کہ افق کے بیاض جانے یعنی شفق ابیض کے ڈوبنے کے بعد نماز عشاء کا وقت ہوتا ہے۔(۴) اس آیت کے کنایہ سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ **اقم الصلوۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل و قرآن الفجر** ۔(آیت ۷۸،سورۃ الاسراء ۱۷) اس آیت میں غسق اللیل ہے،کہ اندھیرا ہو جائے تو عشاء کی نماز پڑھو جس سے اشارہ ہوتا ہے کہ شفق ابیض ڈوبنے کے بعد عشاء کا وقت ہے کیونکہ پورا کالا اسی وقت ہوتا ہے ۔اور اس سے پہلے تک مغرب کا وقت ہے۔

صاحبینؒ کی دلیل : صاحبین اور جمہور ائمہ کے نزدیک بیاض مستطیر سے پہلے جو سرخی ہے وہاں تک مغرب کا وقت ہے۔(۱) ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ: الشفق الحمرۃ ،فاذا غاب الشفق وجبت الصلوۃ .** (دار قطنی ،باب فی صفۃ المغرب والصبح ،ج اول ،ص ۲۷۶ ،نمبر۱۰۴۴ ،سنن للبیھقی ،باب دخول وقت العشاء بغیبوبۃ الشفق ،ج اول ،ص ۵۴۸ ،نمبر۱۷۴۴)اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سرخ شفق تک مغرب کا وقت ہے۔(۲) اثر میں ہے۔**عن ابن عمر قال : الشفق الحمرۃ** ۔(دار قطنی ،باب فی صفۃ المغرب والصبح ،ج اول ،ص ۲۷۶ ،نمبر۱۰۴۵ ،سنن للبیھقی ،باب دخول وقت العشاء بغیبوبۃ الشفق ،ج اول ،ص ۵۴۸ ،نمبر۱۷۴۲)اس اثر میں بھی ہے کہ شفق وہ سرخی ہے۔

﴿شفق احمر اور شفق ابیض کیا ہے﴾

شفق احمر ،اور شفق ابیض: آفتاب ڈوبنے کے بعد پہلے سرخی آتی ہے پھر سفید روشنی پھیلی ہوئی ہوتی ہے اس کو ,بیاض مستطیر، کہتے ہیں کیونکہ یہ روشنی پھیلی ہوئی ہے اس کے بعد یہی سفید روشنی لمبی ہو جاتی ہے جس کو ,بیاض مستطیل، کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ لمبی روشنی ہے ،اس کے بعد افق پر مکمل اندھیرا چھا جاتا ہے۔امام ابو حنیفہ کے نزدیک سرخی کے بعد جو بیاض مستطیر ہے[پھیلی ہوئی سفید روشنی] وہاں تک مغرب کا وقت ہے۔اس کے بعد عشا کا وقت شروع ہوتا ہے

شفق کیسے ہوتا ھے :۔افق کے قریب بھاپ اور نمی بہت ہوتی ہے،سورج جب ڈوب جاتا ہے تو اسکی روشنی بھاپ اور نمی سے گزر کر ہماری طرف آنے لگتی ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ بھاپ کے درمیان سے گزر کر روشنی آئے تو وہ لال نظر آتی ہے اور تھوڑی پھیلی ہوئی نظر آتی ہے،اسی لئے سورج ڈوبنے کے بعد جو روشنی نظر آتی ہے وہ لال ہوتی ہے جسکو شفق احمر کہتے ہیں ۔لیکن سورج جب بارہ ڈگری نیچے چلا جاتا ہے تو افق کے پاس جو بھاپ اور نمی ہے اس سے گزر کر روشنی نہیں آتی بلکہ سورج کی روشنی آسمان کی طرف لمبی ہوتی ہوئی نظر آتی ہے، چونکہ وہ بھاپ اور نمی سے گزر کر نہیں آتی اسلئے وہ روشنی سفید نظر آتی ہے،اور بہت ہلکی ہوتی ہے شفق احمر کے بعد

(۳۰۰) والعشاء والوتر منه الی الصبح. (۳۰۱) ولا یقدَّم الوتر علی العشاء للترتیب اللازم.

مسلسل دیکھتے رہیں تب اس کا پتہ چلے گا ورنہ جلدی پتہ نہیں چلتا۔اسی کو شفق ابیض کہتے ہیں۔ناچیز نے اس کا تجربہ کئی بار اپنے ملک جھارکھنڈ میں کیا ہے۔(شارح ماہر فلکیات ہیں)

ترجمہ : (۳۰۰) [۵] عشاء اور وتر کا وقت وہاں سے صبح صادق تک ہے۔

تشریح : صاحبینؒ کے قول پر شفق احمر کے بعد، اور امام اعظم کے قول پر شفق ابیض کے بعد عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے اور صبح صادق تک رہتا ہے

وجہ: (۱) عشاء کے اول وقت کے سلسلے میں کئی حدیثیں گزر گئیں۔(۲) اس حدیث میں بھی ہے۔ عن عباس ان النبی ﷺ قال امنی جبرئیل عند البیت مرتین ....ثم صلی العشاء حین غاب الشفق .... ثم صلی العشاء الآخرة حین ذهب ثلث اللیل ثم صلی الصبح حین اسفرت الارض ثم التفت الی جبرئیل فقال یا محمد هذا وقت الانبیاء من قبلک والوقت فیما بین هذین الوقتین. (ترمذی شریف، باب ماجاء مواقیت الصلوۃ عن النبی ﷺ، ص ۴۲، نمبر ۱۴۹/ابوداؤد شریف، باب المواقیت، ص ۶۸، نمبر ۳۹۳) اس حدیث میں ہے کہ عشاء کی نماز شفق غائب ہونے کے بعد پڑھی۔

(۳) اور آخر وقت صبح صادق سے پہلے تک ہے اسکی دلیل اس حدیث کا اشارہ ہے۔ عن عائشة قالت اعتم النبی ﷺ ذات لیلة حتی ذهب عامة اللیل وحتی نام اهل المسجد (مسلم شریف، باب وقت العشاء وتأخیرها، ص ۲۵۷، نمبر ۱۴۴۵/۶۳۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عامة اللیل رات کا ایک بڑا حصہ چلا گیا۔(۴) اور آخر رات تک عشا کے وقت ہونے کی دلیل صحابہ کا قول ہے۔رویـنـا عن ابن عباس انه قال : وقت العشاء الی الفجر ـ و عن عبد الرحمن بن عوف فی امرأة تطهر قبل طلوع الفجر صلت المغرب والعشاء ـ قال لابی هریرة ما افراط صلوة العشاء؟ قال طلوع الفجر (السنن للبیهقی، باب آخر وقت الجواز لصلوۃ العشاء، ج اول، ص ۵۵۳، نمبر ۱۷۶۳) صحابی کے اس قول سے معلوم ہوا کہ عشا کا وقت طلوع فجر سے پہلے تک ہے۔تمام ائمہ کا یہی مسلک ہے۔

ترجمہ : (۳۰۱) ترتیب لازم ہونے کی وجہ سے وتر کو عشاء پر مقدم نہ کیا جائے۔

تشریح : حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ وتر عشاء کے بعد ہے، چونکہ وتر اور عشاء میں ترتیب لازم ہے اس لئے وتر کو عشاء سے پہلے نہ پڑھے بلکہ بعد میں ہی پڑھے، لیکن وتر عشاء کے تابع نہیں ہے اس لئے کسی غلطی کی وجہ سے وتر کو پہلے پڑھ لیا تو وتر کو دوبارہ لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے وتر ہو گیا، مثلا عشاء کی نماز پڑھی، پھر وضو کر کے وتر کی نماز پڑھی، بعد میں معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز بغیر وضو کے پڑھی تھی اس لئے عشاء کی نماز لوٹائی تو اب وتر کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ ہو گیا۔

(۳۰۲) ومن لم يجد وقتهما لم يجبا عليه. (۳۰۳) ولا يجمع بين الفرضين فى وقت بعذر

وجه: (۱) **عن خارجة بن حذافة انه قال خرج علينا رسول الله ﷺ فقال ان الله امدكم بصلوة هى خير لكم من حمر النعم الوتر جعله الله لكم فيما بين صلوة العشاء الى ان يطلع الفجر** ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی فضل الوتر، ص۱۲۰، نمبر۴۵۲ رابوداؤدشریف، ابواب الوتر، باب استحباب الوترص ۲۰۸ نمبر ۱۴۱۸) اس سے معلوم ہوا کہ وتر کی نماز کا وقت عشا کے بعد سے لیکر صبح صادق طلوع ہونے تک ہے۔ (۲) ایک اور حدیث ہے **عن مسروق انه سأل عائشة عن وتر النبى ﷺ فقالت من كل الليل قد اوتر اوله واوسطه وآخره فانتهى وتره حين مات فى وجه السحر** ۔ (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الوتر اول اللیل وآخرہ، ص۱۲۱، نمبر ۴۵۶) اس حدیث میں بھی اشارہ ہے کہ وتر کی نماز عشاء کے بعد پڑھی جائے گی۔

ترجمہ : (۳۰۲) اور جو لوگ عشا و وتر کے وقت کو نہ پائے ان پر یہ دونوں واجب نہیں۔

تشریح : اس مسئلے کی بنیاد یہ ہے کہ وقت نمازوں کے لئے سبب ہے، اور جب وقت نہیں پایا گیا تو عشاء اور وتر بھی واجب نہیں ہوں گی۔ لیکن کچھ حضرات کی رائے یہ ہے کہ معتدل دنوں میں جس طرح نماز پڑھتے ہیں اس کا اندازہ کر کے نماز پڑھی جائے گی۔

وجہ : اس حدیث میں ہے کہ اندازہ کر کے نماز پڑھی جائے. **عن النواس بن سمعان الكلابى قال ذكر رسول الله ﷺ الدجال .....و ما لبثه فى الارض قال اربعون يوما ، يوم كسنة و يوم كشهر ، و يوم كجمعة ، و سائر أيامه كايامكم ، قلنا يا رسول الله ! هذا اليوم الذى كسنة أتكفينا فيه صلاة يوم و ليلة ؟ قال :لا ، اقدروا له قدره** ۔(ابوداودشریف، باب خروج الدجال، ص۶۰۷، نمبر۴۳۲۱ رترمذی شریف، باب ماجاء فی فتنۃ الدجال، ص۵۱۳، نمبر۲۲۴۰) اس حدیث میں ہے کہ جو دن ایک سال کے برابر ہو اس میں اندازہ کر کے پورے سال کی نمازیں ادا کریں۔

نوٹ : عشاء کا وقت نہ ہونے کی دو صورتیں ہیں [۱] ایک تو یہ کہ سورج ڈوبے ہی نہیں، جیسے ساڑھے چھیاسٹھ ڈگری سے نوے ڈگری کے درمیان ہوتا ہے کہ کچھ دنوں میں سورج ڈوبتا ہی نہیں تو یہاں مغرب، عشاء، اور فجر اندازہ کر کے پڑھی جائے، اور رمضان کا روزہ سردی میں قضاء کر کے رکھا جائے۔ [۲] دوسری صورت یہ ہے کہ آفتاب تھوڑی دیر کے لئے ڈوبے، لیکن شفق ابیض ڈوبنے کے بعد اور صبح صادق ہونے سے پہلے جو اندھیری رات ہوتی ہے [جسکو لیل شرعی کا نام دیا جاتا ہے] جو عشاء کا وقت ہوتا ہے وہ نہ ہو تو اس میں مغرب اور فجر کا وقت آیا اس لئے یہ دونوں واجب ہوں گے، اور عشاء کی نماز اندازہ کر کے جس میں امت کو سہولت ہو اس میں پڑھے۔

ترجمہ : (۳۰۳) اور کسی عذر سے ایک وقت میں دو فرضوں کو جمع نہ کرے۔

(۳۰۴) الا فی عرفة للحاج بشرط الامام الاعظم والاحرام.فیجمع بین الظهر والعصر جمع تقدیم

تشریح : سفر یا کسی عذر کی وجہ سے ظہر اور عصر کو ایک ساتھ اور مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ نہ پڑھے۔اور عرفات اور مزدلفہ میں جو جمع بین صلاتین کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حج کا سفر ہے، وہاں بہت بھیڑ ہے، اور حدیث سے ثابت ہے اس لئے چند شرطوں کے ساتھ اس کی اجازت ہوئی ہے۔

وجہ : (۱) آیت میں ہے کہ نماز وقت کے ساتھ موقت اور متصل ہے اس لئے وقت سے پہلے پڑھنا جائز نہیں ہوگا۔آیت یہ ہے۔ ان الصلوة کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا. (آیت ۱۰۳، سورۃ النساء۴) (۲) نماز کو اپنے وقت سے موخر کرنے پر بہت سی وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اس لئے جب تک پکی حدیث نہ ہو نماز کو اپنے وقت سے موخر کرنا جائز نہیں ہے، اور حج کے موقع پر پکی حدیث ملی اس لئے صرف وہاں موخر کرنے کی اجازت ہوئی۔(۳) جمع بین الصلاتین کی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ جمع صوری کی ہے، یعنی ظہر کو اپنے وقت میں اخیر میں پڑھی، اور عصر کو بھی اپنے وقت ہی میں پڑھی لیکن اول وقت میں پڑھی، اس لئے جمع حقیقی نہیں کی ہے، حدیث یہ ہے۔ عن انس عن النبی ﷺ اذا عجل علیه السفر یؤخر الظهر الی اول وقت العصر فیجمع بینهما و یوخر المغرب حتی یجمع بینهما و بین العشاء حین یغیب الشمس . (مسلم شریف باب جواز الجمع بین الصلوتین فی السفر ،ص ۲۸۶، نمبر ۷۰۴/ ۱۶۲۷/ بخاری شریف، باب یؤخر الظهر الی العصر اذا ارتحل قبل ان تزیغ الشمس، ص ۱۷۸، نمبر ۱۱۱۱) اس حدیث میں صراحت ہے کہ جمع صوری کرتے تھے جمع حقیقی نہیں کرتے تھے۔(۴) اس حدیث میں بھی اس کی صراحت ہے۔عن انس بن مالک قال کان النبی ﷺ اذا ارتحل قبل ان تزیغ الشمس اخر الظهر الی وقت العصر ثم جمع بینهما ، و اذا زاغت صلی الظهر ثم رکب ۔(بخاری شریف، باب یؤخر الظهر الی العصر اذا ارتحل قبل ان تزیغ الشمس، ص ۱۷۸، نمبر ۱۱۱۱/ مسلم شریف باب جوز الجمع بین الصلوتین فی السفر ،ص ۲۸۶، نمبر ۷۰۴/ ۱۶۲۷) اس حدیث میں عصر کے وقت تک موخر کرتے جس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں نمازوں کو اپنے اپنے وقت میں پڑھتے تھے (۵) اور جو ائمہ جمع حقیقی کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔عن عبد الله بن عمر قال رأیت رسول الله ﷺ اذا اعجله السیر فی السفر یؤخر صلاة المغرب حتی یجمع بینهما و بین العشاء ۔(بخاری شریف، باب هل یوذن او یقیم اذا جمع بین المغرب والعشاء، ص ۱۷۸، نمبر ۱۱۰۹/ مسلم شریف باب جوز الجمع بین الصلوتین فی السفر ،ص ۲۸۶، نمبر ۷۰۳/ ۱۶۲۴) اس حدیث میں ہے کہ دونوں نمازوں کو جمع فرماتے۔

ترجمہ : (۳۰۴) مگر حاجیوں کے لئے مقام عرفہ میں اس شرط کے ساتھ کہ امام اعظم ہو اور احرام ہو تو ظہر اور عصر کو جمع تقدیم کرے اور مغرب اور عشاء کو جمع کرے مزدلفہ میں۔

ویجمع بین المغرب والعشاء بمزدلفة .(۳۰۵) ولم یجز المغرب فی طریق

تشریح : تین شرطیں ہوں تو میدان عرفات میں ظہر اور عصر کو ظہر کے وقت میں پڑھ سکتا ہے [۱] پہلی شرط یہ ہے کہ حاجی ہو یعنی احرام ہو۔ [۲] دوسری شرط یہ ہے کہ حج کے جو امام ہیں انکے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو [جسکو مصنف نے ,امام اعظم ، کہا ہے، اگر اپنے خیمے میں نماز پڑھ رہا ہو تو جمع بین الصلا تین نہیں کرسکتا۔ [۳] اور تیسری شرط یہ ہے کہ میدان عرفات ہو، اس کے باہر جمع بین الصلا تین نہیں کرسکتا۔

وجه : (۱) دخلنا علی جابر بن عبد الله فسال عن القوم حتی انتهی الی .... ثم اذن ثم اقام فصلی الظهر ثم اقام فصلی العصر و لم یفصل بینهما شیء . (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص۳۹۶ نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰ /ابوداؤد شریف ، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ص ۲۷۰ نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث میں ہے کہ عصر کی نماز ظہر کے وقت میں پڑھائے اور جمع بین الصلوتین کرے۔ (۲) اس حدیث میں بھی ہے۔ سأل عبد الله کیف نصنع فی الموقف یوم عرفة ؟ فقال سالم ان کنت ترید السنة فهجر بالصلوة یوم عرفة فقال عبد الله بن عمر صدق انهم کا نوا یجمعون بین الظهر و العصر فی السنة فقلت لسالم أفعل ذالک رسول الله ﷺ فقال سالم : و هل تتبعون فی ذالک الا سنته ۔(بخاری شریف، باب الجمع بین الصلوتین بعرفۃ ،ص ۲۲۵ ،نمبر ۱۶۶۲) اس حدیث میں بھی ہے کہ حضورؐ نے عرفہ میں جمع بین الصلوتین کی ہے۔ (۳) اور مزدلفہ میں جمع بین صلاتین کرنے کی حدیث یہ ہے۔ قال دخلنا علی جابر بن عبد الله ... حتی أتی المزدلفة فصلی بها المغرب و العشاء بأذان واحد و اقامتین و لم یسبح بینهما شیئا. (مسلم شریف، باب حجۃ النبی، ص ۵۱۵ ،نمبر ۱۲۱۸/ ۲۹۵۰/ابوداؤد شریف ، باب صفۃ حجۃ النبی ،ص ۲۷۱ ،نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث میں ہے کہ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کیا۔

ترجمه : (۳۰۵) مزدلفہ کے راستے میں مغرب پڑھنا جائز نہیں۔

تشریح : عرفات سے مزدلفہ کے راستے میں اس دن نماز کا وقت ہی نہیں ہوتا، نماز کا وقت مزدلفہ پہنچ کر ہوتا ہے اس لئے مزدلفہ کے راستے میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

وجه : (۱)۔عن اسامة بن زید انه سمعه یقول دفع رسول الله من عرفة ... فقلت له الصلوة قال الصلوة امامک فجاء المزدلفة فتوضأ فاسبغ ثم اقیمت الصلوة فصلی المغرب ۔(بخاری شریف، باب الجمع بین الصلوتین بالمزدلفۃ ،ص ۲۷۱ ،نمبر ۱۶۷۲/ مسلم شریف ، باب استحباب ادامۃ الحاج التلبیۃ ،ص ۵۳۹ ،نمبر ۱۲۸۰/ ۳۰۸۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کا وقت آگے ہے یعنی مزدلفہ پہنچ کر ہے (۲) ایک اثر میں ہے۔قال عبد الله بن مسعود هما صلاتان تحولان عن

مزدلفة.(٣٠٦)ویستحب الاسفار بالفجر للرجال(٣٠٧) والابراد بالظهر فی الصیف وتعجیله فی

وقتهما صلوة المغرب بعد ما یأتی الناس المزدلفة والفجر حین یبزغ الفجر قال رایت النبی ﷺ یفعله۔ (بخاری شریف، باب من اذن واقام لکل واحد منهما ،ص۲۷۱،نمبر ۱۶۷۵)اس اثر سے معلوم ہوا کہ آج کے دن مغرب کی نماز کا وقت ہی بدل گیا ہے اس لئے وقت سے پہلے نماز پڑھے گا تو اس کو لوٹانا ہوگا۔

ترجمہ : (۳۰۶) اور مردوں کے لئے صبح کی نماز روشنی میں پڑھنا مستحب ہے۔

تشریح : صبح کو اسفار کرکے نماز پڑھے گا تو جماعت بڑی ہوگی اس لئے روشنی کرکے نماز پڑھنا مستحب ہے۔لیکن اگر جماعت میں عورتیں شامل ہوتیں ہوں تو غلس میں نماز پڑھے تاکہ عورتیں اندھیرے میں نماز پڑھ کر چلی جائیں۔اس لئے مصنف نے للرجال کی قید لگائی۔

وجہ: (۱)اوپر کی حدیث یہ ہے۔**عن رافع بن خدیج قال سمعت رسول الله یقول اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر.** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الاسفار بالفجر،ص۴۳،نمبر ۱۵۴/ابوداؤد شریف، باب وقت الصبح ،ص۶۷،نمبر۴۲۴)اس میں الفاظ یوں ہیں **اصبحوا بالصبح** اس سے معلوم ہوا کہ فجر کو اسفار کرکے پڑھنا مستحب ہے۔(۲) عورتیں شامل ہوں تو غلس میں پڑھے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**ان عائشة اخبرته قالت کن نساء المؤمنات یشهدن مع رسول الله ﷺ صلوة الفجر متلفعات بمروطهن ثم ینقلن الی بیوتهن حین یقضین الصلوة لا یعرفهن احد من الغلس.** (بخاری شریف، باب وقت الفجر،ص۹۶ ،نمبر ۵۷۸/مسلم شریف ، باب استحباب التبکیر بالصبح ،ص۲۵۹،نمبر ۱۴۵۸/۶۴۵) اس حدیث میں دیکھئے غلس اور اندھیرے میں نماز پڑھی گئی

ترجمہ(۳۰۷)اور گرمی میں ظہر ٹھنڈے وقت میں پڑھنا اور سردی میں جلدی کرنا مستحب ہے،ہاں ابر کے دنوں میں تاخیر کرے

تشریح : گرمی میں دیر کرکے اسلئے ظہر کی نماز پڑھے کہ جماعت بڑی ہوگی اور لوگوں کو مسجد آنے میں تکلیف نہیں ہوگی۔اور سردی میں جلدی اس لئے کرے کہ وقت کم رہتا ہے،اب تاخیر کرے گا تو عصر کا وقت آجائے گا۔اور بادل کے دن ظہر کی نماز جلدی اس لئے کرے کہ دھوپ نہیں ہے،اور تاخیر کرنے سے بعض مرتبہ پتہ نہیں چلے گا اور عصر کا وقت آجائے گا اس لئے بادل کے دن ظہر کی نماز جلدی پڑھے۔

وجہ: (۱) **عن عبد الله بن عمر حدثاه عن رسول الله ﷺ انه قال اذا اشتد الحر فابردوا بالصلوة فان شدة الحر من فیح جهنم** (بخاری شریف، باب الابراد بالظهر فی شدة الحر،ص۹۰،نمبر۵۳۳/ترمذی شریف، باب ماجاء فی تاخیر الظهر فی شدة الحر،ص۴۴،نمبر۱۵۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گرمی ہو تو ظہر کی نماز مؤخر کرکے پڑھنا مستحب ہے۔

(۲) **سمعت انس بن مالک یقول کان النبی ﷺ اذا اشتد البرد بکر بالصلوة واذا اشتد الحر ابرد**

الشتاء الا فی یوم غیم فیؤخر فیه.(۳۰۸)وتأخیر العصر ما لم تتغیر الشمس وتعجیله فی یوم الغیم(۳۰۹).وتعجیل المغرب الا فی یوم غیم فیؤخر فیه.(۳۱۰)وتأخیر العشاء الی ثُلُث اللیل

بالصلوة یعنی الجمعة . (بخاری شریف، باب اذا اشتد الحر یوم الجمعة، ص ۱۴۵ کتاب الجمعة، نمبر ۹۰۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سردی میں ظہر کی نماز جلدی پڑھے اور گرمی میں دیر کرکے پڑھے۔ (۳) اس حدیث

لغت: اسفار: صبح کو روشنی زیادہ ہونا۔ ابراد: برد سے مشتق ہے، ٹھنڈا ہونا۔ الشتاء: سردی کا موسم۔ یوم غیم: بادل کا دن۔

ترجمہ: (۳۰۸) اور عصر کی نماز مؤخر کرے جب تک سورج متغیر نہ ہو، اور اس کو جلدی پڑھنا مستحب ہے بادل کے دن میں۔

وجہ: (۱) حدیث میں ہے۔ **علی بن شیبان قال قدمنا علی رسول الله ﷺ الی المدینة فکان یؤخر العصر مادامت الشمس بیضاء نقیة** (ابوداؤد شریف، باب فی وقت صلوۃ العصر، ص ۶۵، نمبر ۴۰۸) (۲) دوسری حدیث میں ہے **سمعت ابا مسعود الانصاری یقول ... ورأیته یصلی العصر والشمس مرتفعة بیضاء قبل ان تدخلها الصفرة** ۔(دار قطنی، باب ذکر بیان المواقیت واختلاف الروایات فی ذلک، ج اول، ص ۲۵۹، نمبر ۹۷۵) ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ آفتاب زرد ہونے سے پہلے تک عصر کی نماز مؤخر کرنا مستحب ہے۔ (۳) بادل کے دن میں عصر کی نماز جلدی پڑھے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن بریدة الاسلمی قال کنا مع رسول الله ﷺ فی غزوة فقال بکروا بالصلاة فی الیوم الغیم فانه من فاتته صلاة العصر حبط عمله** ۔(ابن ماجہ شریف، باب میقات الصلاۃ فی الغیم، ص ۹۸، نمبر ۶۹۴) اس حدیث میں ہے کہ بادل کے دن میں نماز جلدی پڑھو۔

ترجمہ: (۳۰۹) اور مغرب میں جلدی کرنا مستحب ہے، مگر بادل کے دن کہ اس میں موخر کیا جائے۔

تشریح: مغرب سردی ہو یا گرمی مغرب کو اول وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔ البتہ بادل کا دن ہو تو تاخیر کرے تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ سورج نکلنے سے پہلے ہی مغرب پڑھ لے۔

وجہ: (۱) امامت جبرائیل میں دونوں دنوں میں ایک ہی وقت میں نماز پڑھائی ہے۔ **اخبرنی ابن عباس ان النبی ﷺ قال امنی جبرئیل عند البیت مرتین .... ثم صلی المغرب حین وجبت الشمس وافطر الصائم .... ثم صلی المغرب لوقته الاول .** (ترمذی شریف، باب ما جاء مواقیت الصلوۃ عن النبی ﷺ ص ۳۸ ابواب الصلوۃ نمبر ۱۴۹/ ابوداؤد شریف، باب المواقیت، ص ۶۲، نمبر ۳۹۳) اس حدیث میں ہے کہ مغرب کی نماز سورج ڈوبتے ہی پڑھے۔ (۲) حدیث میں ہے **فقام الیه ابو ایوبؓ ... وقال اما سمعت رسول الله ﷺ یقول لا تزال امتی بخیر او قال علی الفطرة مالم یؤخروا المغرب الی ان تشتبک النجوم** ۔(ابوداؤد شریف، باب فی وقت المغرب ص ۶۶ نمبر ۴۱۸/ ابن ماجہ، باب وقت

وتعجیله فی الغیم.(۳۱۱) وتأخیر الوتر الی آخر اللیل لمن یثق بالانتباه.

صلاۃ المغرب،ص۹۷،نمبر۶۸۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغرب کو جلدی پڑھنا خیر کی چیز ہے۔(۳)بادل کے دن موخر کرے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔**عن اسماء بنت ابی بکرؓ قالت افطرنا علی عهد النبی ﷺ یوم غیم ثم طلعت الشمس قیل لهشام فأمروا بالقضاء قال بد من قضاء**۔(بخاری شریف،باب اذا افطر فی رمضان ثم طلعت الشمس،ص ۳۱۵،نمبر۱۹۵۹/ابن ماجۃ شریف،باب ما جاء فیمن افطر ناسیا،ص۲۳۹،نمبر۱۶۷۴)اس حدیث میں ہے کہ بادل کی وجہ سے جلدی افطاری کرلی،اس لئے بادل کے دن تاخیر سے مغرب پڑھے۔

ترجمه : (۳۱۰) اورعشا میں تہائی رات تک تاخیر مستحب ہے،اور جلدی کرے بادل کے دن میں۔

تشــریح : عشاء کو تہائی رات تک موخر کرنا مستحب ہے،تاکہ اس کے بعد آدمی سوجائے اور گپ شپ نہ کرے،ہاں بادل ہوتو جلدی کرے کیونکہ تاخیر کرنے سے جماعت کم ہوجائے گی۔

وجه : (ا)حدیث میں ہے۔ **عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ لو لا ان اشق علی امتی لامرتهم ان یؤخروا العشاء الی ثلث اللیل او نصفه**۔(ترمذی شریف،باب ما جاء فی تاخیر العشاء الآخرۃ،ص۴۶،نمبر۱۶۷/ابوداؤد شریف،باب ماوقت العشاء الآخرۃ،ص۷۲،نمبر۴۲۲)اس سے معلوم ہوا کہ عشا کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کرنا مستحب ہے۔عام حالات میں تہائی رات،رات کا دس بجے گا،دیہات کے لوگ اس وقت سونا چاہتے ہیں۔**عن ابن عمر قال کان رسول الله ﷺ ینادی منادیه فی اللیلة المطیرة او اللیلة الباردة ذات الریح صلوا فی رحالکم**۔(ابن ماجۃ شریف،باب الجماعۃ فی اللیلۃ المطیرۃ،ص۱۳۳،نمبر۹۳۷)اس حدیث کے اشارے سے پتہ چلتا ہے کہ گھر میں نماز پڑھے اور جلدی پڑھ لے

ترجمه : (۳۱۱) اور وتر میں بیدار ہونے پر اعتماد رکھنے والے کے لئے اخیر شب تک تاخیر مستحب ہے۔

وجه: حدیث یہ ہے۔ **عن جابر قال قال رسول الله ﷺ من خاف ان لا یقوم من آخر اللیل فلیوتر اوله ومن طمع ان یقوم آخره فلیوتر آخر اللیل فان صلوة آخر اللیل مشهودة و ذلک افضل.** (مسلم شریف،باب من خاف ان لا یقوم من آخر اللیل فلیوتر اوله،ص ۳۰۶،نمبر ۷۵۵/۱۷۶۶/ابن ماجہ،باب ما جاء فی الوتر آخر اللیل،ص ۱۶۶،نمبر ۱۱۸۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر اخیر میں پڑھنا چاہئے۔لیکن اگر سوجانے کا خطرہ ہوتو سونے سے پہلے پڑھ لینا چاہئے۔

﴿فصل : فی الاوقات المکروهة﴾

(۳۱۲)ثلاثة اوقات لا یصح فیها شیء من الفرائض والواجبات التی لزمت فی الذمة قبل دخولها.عند طلوع الشمس الی ان ترتفع.وعند استوائها الی ان تزول وعند اصفرارها الی ان

﴿فصل [اوقات مکروہ]﴾

ترجمہ : (۳۱۲) تین اوقات میں وہ نماز صحیح نہیں خواہ فرض ہو یا واجب جو مکروہ وقت داخل ہونے سے پہلے ذمہ میں لازم ہو چکی ہو۔

۱:......طلوع آفتاب کے وقت اس کے بلند ہونے تک۔

۲:......استواء آفتاب کے وقت اس کے زوال تک۔

۳:......آفتاب زرد ہو جاتے وقت اس کے غروب ہونے تک۔

تشریح : تین اوقات میں فرض نماز مکروہ ہے یا وہ واجب مکروہ ہے جو وقت داخل ہونے سے پہلے واجب ہوئی ہو، لیکن جو نماز مکروہ وقت میں ہی واجب ہوئی وہ اسی مکروہ وقت میں ادا کرنا جائز ہے، جیسے جنازہ مکروہ وقت میں آیا تو اسی وقت میں جنازے کی نماز جائز ہے۔ یہ تین اوقات یہ ہیں [۱] آفتاب طلوع ہونے کے وقت سے لیکر بلند ہونے تک، [۲] آفتاب استوا ہونے سے لیکر زوال ہونے تک [۳] آفتاب زرد ہونے سے لیکر غروب ہونے تک۔

وجہ : حدیث یہ ہے . سمعت عقبة بن عامر الجهنی یقول : ثلاث ساعات کان رسول الله ﷺ ینهانا أن نصلی فیهن ، أو أن نقبر فیهن موتانا : حین تطلع الشمس بازغة حتی ترتفع ، و حین یقوم قائم الظهیرة حتی تمیل الشمس ،و حین تضیّف الشمس للغروب حتی تغرب (مسلم شریف، باب الاوقات التی نہی عن الصلاۃ، ص ۳۳۴، نمبر ۱۹۲۹/۸۳۱/ ابو داود شریف، باب الدفن عند طلوع الشمس وغروبھا، ص ۴۶۶، نمبر ۳۱۹۲/ ترمذی شریف، باب ما جاء فی کراھیۃ الصلوۃ علی الجنازۃ، ص ۲۴۹، نمبر ۱۰۳۰) اس حدیث میں ہے کہ تین اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (۲) سجدہ تلاوت نماز کے درجے میں ہے اور کفار کے ساتھ تشابہ نہ ہو جائے اس لئے یہ مکروہ ہے اس کے لئے حدیث کا اشارہ یہ ہے۔ قال عمرو بن عبسة السلمی ....فقلت : یا نبی الله !أخبرنی عما علمک الله و أجهله ، أخبرنی عن الصلاة ؟ قال : صل صلاة الصبح ، ثم اقصر عن الصلاة حتی تطلع الشمس حتی ترتفع ، فانها تطلع حین تطلع بین قرنی شیطان ، و حینئذ یسجد لها الکفار ، ثم صل ، فان الصلاة مشهودة محضورة ، حتی یستقل الظل بالرمح ، ثم أقصر عن الصلاة فان حینئذ تسجر جهنم ، فاذا اقبل الفیء فصل ، فان الصلاة مشهودة

تغرب.(۳۱۳)ویصح اداء ما وجب فیھا.مع الکراھة. کجنازة حضرت وسجدة آیة تُلیت فیھا کما

محضورة حتی تصلی العصر ، ثم اقصر عن الصلاة حتی تغرب الشمس فانھا تغرب بین قرنی الشیطان و حینئذ یسجد لھا الکفار ۔(مسلم شریف، باب اسلام عمرو بن عبسة ۔ابواب صلاة المسافرین ،ص۳۳۴،نمبر ۱۹۳۰/۸۳۲رسنن نسائی ، باب النھی عن الصلاة بعد العصر،ص ۷۹،نمبر ۵۷۳) اس حدیث میں ہے کہ اس وقت کفار سورج کو سجدہ کرتے ہیں اسلئے مسلمانوں کوسجدہ نہیں کرنا چاہئے ، چاہے سجدہ تلاوت ہی کیوں نہ ہو۔(۳) دوسری وجہ یہ ہے کہ ان اوقات میں کفار سورج کی پوجا کرتے ہیں، اگر مسلمان نماز پڑھے تو شبہ ہوسکتا ہے کہ مسلمان بھی سورج کی پوجا کررہے ہیں اسلئے مسلمانوں کو ان اوقات میں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا۔

لغت : استواء : سورج ٹھیک درمیان میں آجائے اس کو استواء کہتے ہیں اس کے تھوڑی دیر کے بعد سورج ڈھل جاتا ہے،جسکو زوال، کہتے ہیں۔اصفرار : زرد ہونا۔

ترجمہ : (۳۱۳) اور صحیح ہے وہ نماز جو واجب ہوئی ہو مکروہ وقت میں کراہیت کے ساتھ، جیسے جنازہ حاضر ہوا،اورآیت سجدہ تلاوت کی ہو، جیسے اس دن کی عصر غروب کے وقت کراہیت کے ساتھ صحیح ہے۔

تشریح : جو واجب مکروہ وقت میں واجب ہوا ہو اس کو کراہیت کے ساتھ ادا کرنا جائز ہے،اس کی تین مثالیں دے رہے ہیں [۱] جنازہ کی نماز فرض کفایہ ہے، اب جنازہ مکروہ وقت میں آیا تو مکروہ وقت ہی میں نماز واجب ہوئی اس لئے مکروہ وقت ہی میں کراہیت کے ساتھ ادا کرنا جائز ہے [۲] اسی طرح آیت سجدہ مکروہ وقت میں تلاوت کی اس لئے مکروہ وقت ہی میں کراہیت کے ساتھ سجدہ کرنا جائز ہے۔ کیونکہ مکروہ وقت ہی میں واجب ہوا ہے۔[۳] اسی طرح آج کی عصر کی نماز آفتاب غروب ہوتے وقت پڑھنا چاہے تو کراہیت کے ساتھ جائز ہے، کیونکہ گویا کہ مکروہ وقت ہی میں واجب ہوئی۔

وجہ : نماز جنازہ ادا ہوگی اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن علیؓ بن أبی طالب، أن النبی ﷺ قال له : یا علی ، ثلاث لا توخر ھا : الصلاة اذا آنت ، و الجنازة اذا حضرت ، و الایم اذا وجدت لھا کفوا ً۔(ترمذی شریف، باب ما جاء فی الوقت الاول من الفضل،ص۴۲ ،نمبر ۱۷۱)اس حدیث میں ہے کہ جنازہ آجائے تو جلدی نماز پڑھ دو۔(۲) اس دن کی عصر کی نماز ہوگی اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن ابی ھریرة ان رسول الله ﷺ قال من ادرک من الصبح رکعة قبل ان تطلع الشمس فقد ادرک الصبح و من ادرک رکعة من العصر قبل ان تغرب الشمس فقدادرک العصر (بخاری شریف، باب من ادرک من الفجر رکعة ،ص ۹۷، نمبر ۵۷۹رترمذی شریف، باب ما جاء فیمن ادرک رکعة من العصر قبل ان تغرب الشمس،ص۵۲،نمبر ۱۸۶) اس حدیث میں ہے کہ غروب سے پہلے ایک رکعت پالے تو عصر پالی، جس سے پتہ چلتا

صحَّ عصر الیوم عند الغروب مع الکراهة.(٣١٤) والاوقات الثلاثة یکره فیها النافلة کراهة تحریم ولو کان لها سبب کالمنذور ورکعتی الطواف (٣١٥) ویکره التنفل بعد طلوع الفجر باکثر من

ہے کہ غروب کے وقت عصر پڑھنا جائز ہے(٢) قال : دخلنا علی انس بن مالک بعد الظهر فقام یصلی العصر ....تلک صلوة المنافقین ، یجلس أحدهم حتی اذا اصفرت الشمس ، فکانت بین قرنی شیطان أو علی قرنی الشیطان ، قام فنقر أربعا لا یذکر الله عز وجل فیها الا قلیلاً ۔(ابوداود شریف، باب وقت العصر، ص ۷۱، نمبر ۴۱۳) اس حدیث میں ہے کہ شیطان کی سینگ کے درمیان سورج ہوتا ہے تب منافق نماز پڑھتا ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ غروب کے وقت اس دن کی عصر ہوگئی۔

اصول : مکروہ وقت سبب بنے تو مکروہ وقت میں ادا کی جاسکتی ہے۔۔اور صحیح وقت سبب بنے تو صحیح وقت میں ہی ادا کرنا ہوگا۔

ترجمہ : (٣١٤) اور ان تین اوقاتِ مذکورہ میں نوافل بھی مکروہ تحریمی ہے، اگر چہ وہ نوافل کسی سبب سے ہو، جیسے نذر اور دو رکعت طواف کی نماز۔

تشریح : نفل کے اسباب کی دو قسمیں ہیں[١] اگر سبب وقت مکروہ میں ہے تب تو اس میں ادا کرنا جائز ہے۔[٢] اور اگر سبب وقت مکروہ کے علاوہ میں ہے اور اس نفل کو وقت مکروہ میں ادا کرنا چاہے تو مکروہ ہے۔ مثلا نفل ادا کرنے کی مطلق نذر مانی اور وقت مکروہ میں ادا کرنا چاہے تو مکروہ ہے، لیکن یہ نذر مانی کہ وقت مکروہ میں نفل پڑھوں گا تو اب وقت مکروہ میں نفل پڑھنا مکروہ نہیں ہے ۔اسی طرح وقت مکروہ کے علاوہ میں طواف کیا، اور وقت مکروہ میں ادا کرنا چاہے تو مکروہ ہے، اور مکروہ وقت ہی میں طواف کیا اور اس کی نفل پڑھنا چاہتا ہے تو جائز ہے۔

وجہ : اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔۔عن جبیر بن مطعم : أن النبی ﷺ قال : یا بنی عبد مناف ! لا تمنعوا أحداً طاف بهذ البیت و صلی أیة ساعة شاء من لیل و نهار ۔(سنن نسائی، باب اباحۃ الصلاۃ فی الساعات کلھا بمکۃ، ص ٨٠، نمبر ٥٨٦) اس حدیث میں ہے کہ مکہ مکرمہ میں کسی وقت میں بھی نماز پڑھ سکتا ہے اسلئے اوقات مکروہ میں طواف کیا تو اس کی نفل پڑھ سکتا ہے۔

ترجمہ : (٣١٥) [١] مکروہ ہے نفل نماز پڑھنا فجر طلوع ہونے کے بعد فجر کی سنت سے زیادہ۔[٢] اور فجر کے فرض کے بعد [٣] اور عصر کے فرض کے بعد۔

تشریح : یہاں یہ بتا رہے ہیں ١٤ اوقات میں نفل نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔[١] فجر طلوع ہو جائے اس کے بعد صرف فجر کی دو رکعت سنت پڑھے اس کے علاوہ کوئی نفل پڑھنا مکروہ ہے۔[٢] فجر کی فرض نماز پڑھ لے اس کے بعد طلوع آفتاب تک کوئی نفل

سنته و بعد صلوته وبعد صلوة العصر (٣١٦) وقبل صلوة المغرب

پڑھنامکروہ ہے۔[٣]اسی طرح عصر کے فرض کے بعد کوئی نفل پڑھنا مکروہ ہے۔البتہ کوئی اور فرض یا واجب پڑھ سکتا ہے۔

وجه : (١) **عن ابن عمر أن رسول الله ﷺ قال : لا صلاة بعد الفجر الا سجدتين** ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء لا صلاة بعد طلوع الفجر الا رکعتين ،ص١١٣، نمبر٤١٩ر مسلم شریف ، باب استحباب رکعتی سنة الفجر الخ ،ص٢٩٣، نمبر١٦٧٨/٧٢٣ر ابوداود شریف، باب من رخص فيهما اذا کانت الشمس مرتفعة ،ص١٩١، نمبر١٢٧٨) اس حدیث میں ہے کہ صبح صادق کے بعد دوسنتوں سے زیادہ نہ پڑھے،اسلئے دوسنتوں کے علاوہ نفل پڑھنا مکروہ ہے۔(٢) اس حدیث میں ہے کہ فجر کے فرض کے بعد کوئی نفل نہ پڑھے۔**عن ابن عباس....أن النبي ﷺ نهى عن الصلاة بعد الصبح حتى تشرق الشمس ، و بعد العصر حتى تغرب** (بخاری شریف، باب الصلاة بعد الفجر حتى ترتفع الشمس ،ص٨٢، نمبر٥٨١ر مسلم شریف، باب اسلام عمرو بن عبسة ،ص٣٣٤، نمبر١٩٣٠/٨٣٢) ۔(٣)اس حدیث میں بھی ہے۔ **قال عمرو بن عبسة السلمي ....فقلت : يا نبي الله !أخبرني عما علمک الله و أجهله ، أخبرني عن الصلاة ؟ قال : صل صلاة الصبح ، ثم اقصر عن الصلاة حتى تطلع الشمس حتى ترتفع ،.... حتى تصلى العصر ، ثم اقصر عن الصلاة حتى تغرب الشمس فانها تغرب بين قرني الشيطان و حينئذ يسجد لها الكفار** ۔(مسلم شریف، باب اسلام عمرو بن عبسة ۔ابواب صلاة المسافرين ،ص٣٣٤، نمبر١٩٣٠/٨٣٢ر سنن نسائی ، باب النهي عن الصلاة بعد العصر ،ص٧٩، نمبر٥٧٣) اس حدیث میں ہے کہ فجر کے فرض کے بعد کوئی نفل نہ پڑھے۔اور عصر کے فرض کے بعد بھی کوئی نفل نہ پڑھے۔

ترجمه : (٣١٦) [٤]اور مغرب کی نماز سے پہلے۔

تشريح : مغرب کے فرض سے پہلے نفل پڑھنا حنفیہ کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے، دوسرے ائمہ کے یہاں جائز ہے۔

وجه : (١)حدیث یہ ہے۔**فقام اليه ابو ايوبؓ ... وقال اما سمعت رسول الله ﷺ يقول لا تزال امتي بخير او قال على الفطرة مالم يؤخروا المغرب الى ان تشتبک النجوم** ۔(ابوداؤد شریف، باب فی وقت المغرب ،ص٧١، نمبر٤١٨ر ابن ماجہ، باب وقت صلاة المغرب ،ص٩٧، نمبر٦٨٩)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغرب کو جلدی پڑھنا خیر کی چیز ہے۔(٢) حدیث میں ہے کہ حضورؐ کے زمانے میں صحابہ مغرب کے بعد اور فرض سے پہلے نفل نہیں پڑھتے تھے۔حدیث یہ ہے۔ **سئل ابن عمر عن الركعتين قبل المغرب فقال : ما رأيت أحدا على عهد رسول الله ﷺ يصليهما ، و رخص في الركعتين بعد العصر** ۔(ابوداود شریف، باب الصلاة قبل المغرب ،ص١٩٢، نمبر١٢٨٤) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغرب سے پہلے نفل نہ پڑھے۔(٣) لیکن اگر پڑھ لیا تو جائز ہے کیونکہ حدیث میں اسکا ثبوت ہے۔حدیث یہ ہے۔**عن عبد**

(۳۱۷) وعند خروج الخطيب حتى يفرغ من الصلوة (۳۱۸) وعند الاقامة الا سنة الفجر

الله المزنی قال : قال رسول الله ﷺ : صلوا قبل المغرب رکعتين ، ثم قال : صلوا قبل المغرب ركعتين لمن شاء . خشية أن يتخذها الناس سنة ۔(ابوداود شریف، باب الصلاۃ قبل المغرب ،ص۱۹۲،نمبر۱۲۸۱) اس حدیث میں ہے کہ کوئی پڑھنا چاہے تو پڑھے۔

ترجمه : (۳۱۷) [۵] اورخطبہ کے لئے خطیب کے نکلنے کے وقت سے نماز جمعہ سے فارغ ہونے تک۔

تشريح : جمعہ کے دن خطیب خطبہ کے لئے نکل جائے اس کے بعد سے لیکر جمعہ کے فرض سے فارغ ہوتے وقت تک نفل پڑھنا مکروہ ہے۔

وجه : (۱) آیت میں ہے کہ قرآن پڑھا جائے تو اسکو کان لگا کر سنو اور چپ رہو اور خطبے کے وقت بھی قرآن پڑھا جاتا ہے اسلئے اس وقت بھی کان لگا کر سننا ہوگا اور چپ رہنا ہوگا، اور نماز بھی نہیں پڑھنی ہوگی، کیونکہ نماز پڑھے گا تو نہ چپ رہ سکے گا اور نہ سن سکے گا ۔آیت یہ ہے۔اذا قرء القرآن فاستمعوا له و انصتوا لعلكم ترحمون ۔(آیت ۲۰۴،سورۃ الاعراف ۷) (۲) حدیث میں ہے کہ امام خطبے کے لئے نکل جائے تو کلام اور نماز دونوں منقطع ہوجاتی ہیں۔حدیث یہ ہے۔عن ابی هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : خروج الامام يوم الجمعة للصلاة يعنى يقطع الصلاة و كلامه يقطع الكلام ۔(سنن بیہقی، باب الصلاۃ یوم الجمعۃ نصف النہار وقبلہ وبعدہ حتی یخرج الامام ، ج ثالث ،ص ۲۷۴،نمبر ۵۶۸۷) اس حدیث میں ہے کہ امام کا نکلنا کلام اور نماز دونوں کو منقطع کر دیتا ہے۔اسلئے اس وقت نماز بھی نہ پڑھے۔

(۳) تاہم اگر پڑھ لیا تو جائز ہے اسکی دلیل یہ حدیث ہے۔سمع جابر قال دخل رجل يوم الجمعة والنبی ﷺ يخطب فقال اصليت؟ قال لا! قال قم فصل ركعتين . (بخاری شریف، باب من جاء والامام یخطب صلی رکعتین خفیفتین ،ص ۱۴۹ ،نمبر ۹۳۱)(۴) سمعت جابر بن عبد الله ان النبی ﷺ خطب فقال اذا جاء احدكم يوم الجمعة وقد خرج الامام فليصل ركعتين ۔(مسلم شریف، فصل من دخل المسجد والامام یخطب فلیصل رکعتین ،ص ۲۸۷،نمبر ۲۰۲۲/۸۷۵ /ابوداؤد شریف، باب اذا دخل والامام یخطب ،ص ۱۶۶،نمبر ۱۱۱۷) اس حدیث میں ہے کہ امام خطبہ دے رہے ہوں اور سنت نہ پڑھی ہو تو دو رکعت پڑھ لے،اسلئے پڑھنا جائز تو ہے البتہ نہ پڑھے تو اچھا ہے۔

ترجمه : (۳۱۸) [۶] اور اقامت کے وقت سوائے فجر کی سنت کے۔

تشريح : کسی فرض نماز کی جماعت کی اقامت کہی جا رہی ہو تو نفل نہ پڑھے بلکہ اس کو چھوڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے۔ البتہ فجر کی سنت اتنی اہم ہے کہ اگر فرض کی اقامت کہی جا رہی ہو اور دوسری رکعت کے پانے کی امید ہو تو فجر کی سنت پڑھ لے۔

(۳۱۹)وقبل العید ولو فی المنزل وبعده فی المسجد (۳۲۰) وبین الجمعین فی عرفة و

وجه : (۱) کوئی نفل نہ پڑھے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن ابی ھریرة قال قال رسول اللہ ﷺ اذا اقیمت الصلوة فلا صلوة الا المکتوبة ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء اذا اقیمت الصلاة فلا صلاة الا المکتوبة ،ص۱۱۳،نمبر۴۲۱)اس حدیث میں ہے کہ جماعت کھڑی ہو تو کوئی نماز نہیں ہے۔(۲) فجر کی سنت اہم ہے اس لئے اس کو پڑھے اسکی دلیل یہ ہے۔عن عائشة قالت قال رسول اللہ ﷺ رکعتا الفجر خیر من الدنیا و ما فیھا ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء فی رکعتی الفجر من الفضل،ص۱۱۲،نمبر۴۱۶) اس حدیث میں ہے کہ فجر کی سنت دنیا سے افضل ہے۔(۳)اس حدیث میں بھی ہے۔ عن عائشة قالت لم یکن النبی ﷺ علی شیء من النوافل اشد تعاھدا منه علی رکعتی الفجر (بخاری شریف،باب تعاھد رکعتی الفجر ص۱۵۶نمبر۱۱۶۹رمسلم شریف، باب استحباب رکعتی سنة الفجر ص۲۵۰نمبر۷۲۴ر۱۶۸۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی سنت سنت مؤکدہ ہے۔کیونکہ آپ اس کی بہت تاکید فرماتے تھے

ترجمه : (۳۱۹) [۷] اور نماز عید سے پہلے خواہ مکان ہی میں ہو،[۸] اور عیدگاہ میں نماز کے بعد۔

تشریح : عید کے دن عید کی تیاری کرنے کے لئے کوئی اور نفل نہ پڑھے،اور عید کے بعد عیدگاہ میں نہ پڑھے تاکہ لوگوں کو یہ محسوس نہ ہو کہ عید کی نماز دوبارہ پڑھ رہا ہے۔

وجه : عن ابن عباس ان النبی ﷺ خرج یوم الفطر فصلی رکعتین لم یصل قبلھا ولا بعدھا ومعه بلال . (بخاری شریف، باب الصلوة قبل العید و بعدھا،ص۱۵۹،نمبر۹۸۹رمسلم شریف، باب ترک الصلاة قبل العید و بعدھا فی المصلی ،ص ۳۵۶،نمبر۸۸۴ر۲۰۵۷رابوداؤد شریف، باب الصلوة بعد صلوة العید،ص۱۷۳نمبر۱۱۵۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید سے پہلے اور بعد میں بھی نماز نفل نہیں پڑھنی چاہئے

ترجمه : (۳۲۰) [۹] ،اور عرفہ اور[۱۰] مزدلفہ میں دو نمازوں کو جمع کرنے کے مابین۔

تشریح : میدان عرفہ میں جب ظہر اور عصر جمع کرے تو دونوں کے درمیان کوئی نفل نہ پڑھے اور عصر کے بعد بھی نہ پڑھے۔ اسی طرح جب مزدلفہ میں مغرب اور عشاء جمع کرے تو دونوں کے درمیان کوئی سنت نہ پڑھے۔

وجه : (۱) دخلنا علی جابر بن عبد اللہ فسال عن القوم حتی انتھی الی .... ثم اذن ثم اقام فصلی الظھر ثم اقام فصلی العصر و لم یصل بینھما شیئا . (مسلم شریف، باب حجة النبی ﷺ ،ص۳۹۶،نمبر۱۲۱۸ر۲۹۵۰رابوداؤد شریف ، باب صفة حجة النبی ﷺ ص۲۷۰نمبر۱۹۰۵) اس حدیث میں ہے کہ دونوں نمازوں کے درمیان نفل نہیں پڑھی ۔(۲)اس حدیث میں ہے کہ مغرب اور عشاء کے درمیان سنت نہیں پڑھی ۔قال دخلنا علی جابر بن عبد اللہ ...حتی أتی المزدلفة

مزدلفة(۳۲۱) وعند ضيق وقت المكتوبة(۳۲۲) ومدافعة الاخبثين وحضور طعام تتوقه نفسه وما يُشغل البال ويخل بالخشوع.

فصلی بها المغرب و العشاء بأذان واحد و اقامتين و لم يسبح بينهما شيئا. (مسلم شریف، باب حجۃ النبی، ص۵۱۵،نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی،ص۲۷۱،نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث میں ہے کہ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کے درمیان نفل نہیں پڑھی۔

ترجمہ : (۳۲۱) [۱۱] اور فرض نماز کا وقت تنگ ہوتے وقت۔

تشریح : فرض نماز کا وقت تنگ ہو جائے تو اس وقت جلدی سے فرض پڑھنا چاہئے تا کہ وہ قضا نہ ہو جائے اس لئے اس وقت نفل میں مشغول نہ ہو۔

وجہ : (۱) حافظوا على الصلوات و الصلاة الوسطى ۔(آیت ۲۳۷،سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ نماز پر حفاظت کرو یعنی وقت میں پڑھو اس لئے فرض کا وقت پہلے ہے اس لئے اس وقت نفل نہ پڑھے۔(۲)(۱) جماعت کی اقامت ہوئی ہو تو کوئی نفل نہ پڑھے، پس اگر قضا ہونے کا خطرہ ہو تو بدرجہ اولی نفل نہ پڑھے، اس کے لئے حدیث یہ ہے ۔عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء اذا اقیمت الصلاۃ فلا صلاۃ الا المکتوبۃ،ص۱۱۳،نمبر ۴۲۱) اس حدیث میں ہے کہ جماعت کھڑی ہو تو کوئی نماز نہیں ہے، اس لئے قضا ہونے کا خطرہ ہو تب بھی نفل نہ پڑھے۔

ترجمہ : (۳۲۲) [۱۲] اور پیشاب پیخانہ کے مدافعت کے وقت [۱۳] اور کھانے کے موجود ہونے کے وقت جب اس کا اشتیاق ہو [۱۴] اور ہر ایسی چیز کے حاضر ہونے کے وقت جو دل کو مشغول کرے اور خشوع میں خلل ڈالے۔

تشریح : تیز پیشاب لگا ہو یا پیخانہ لگا ہو، یا بہت تیز بھوک لگی جس سے خشوع خضوع ختم ہو جاتا ہو تو ایسے موقع پر نفل نماز نہ پڑھے۔

وجہ : قال تحدثت انا و القاسم عند عائشةؓ ....انی سمعت رسول الله ﷺ يقول لا صلاة بحضرة الطعام و لا هو يدافعه الاخبثان ۔(مسلم شریف، باب کراھیۃ الطعام بحضرۃ الطعام، الخ،ص۲۲۶،نمبر ۵۶۰/۱۲۴۶) اس حدیث میں ہے کہ تیز پیشاب، پیخانے کے وقت اور تیز بھوک کے وقت کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔

لغت : مدافعۃ :دفع کرنا، پیشاب یا پیخانہ اتنا زور سے لگا ہو کہ چاہتا ہے کہ جلدی فارغ ہو جاؤں۔اخبثین :خبث سے مشتق ہے، خبیث چیز، یہاں مراد ہے پیشاب، اور پیخانے کی ضرورت۔تتوق: تاق سے مشتق ہے، شوق ہونا دل کا مائل ہونا۔البال: دل۔

﴿باب الاذان﴾

(۳۲۳)سُنَّ الاذان والاقامة سنة مؤكدة للفرائض ولو منفردا اداء او قضاء سفرا او حضرا للرجال

﴿باب: اذان کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ: الاذان کے معنی اعلان کے ہیں، اذان میں نماز کا اعلان کیا جاتا ہے اس لئے اس کو اذان کہتے ہیں۔ اس کا ثبوت اس آیت سے ہے یاایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر الله. (آیت ۹ سورۃ الجمعۃ ۶۲) اور اس کے لئے حدیث متواتر یہ ہے۔ عن ابن عمر کان یقول کان المسلمون حین قدموا المدینۃ یجتمعون فیتحینون الصلوۃ لیس ینادی لھا فتکلموا یوما فی ذلک فقال بعضھم اتخذوا ناقوسا مثل ناقوس النصاری وقال بعضھم بل بوقا مثل قرن الیھود فقال عمر اولا تبعثون رجلا ینادی بالصلوۃ؟ فقال رسول الله یا بلال! قم فناد بالصلوۃ. (بخاری شریف، باب بدأ الاذان، ص ۱۰۰، نمبر ۶۰۴ رمسلم شریف، باب بداء الاذان، ص ۱۶۱، نمبر ۸۳۷/۳۷۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کے لئے اذان دینا سنت ہے۔

ترجمہ: (۳۲۳) اذان اور اقامت سنت موکدہ ہے چاہے اکیلا ہو، یا ادا ہو یا قضا ہو، سفر ہو یا حضر ہو، مردوں کے لئے اور عورتوں کے لئے اذان اور اقامت دونوں مکروہ ہیں۔

تشریح: مرد کے لئے جماعت سے فرض نماز پڑھنا افضل ہے اس لئے اکیلا ہو یا جماعت کے ساتھ ہو، اسی طرح سفر میں ہو یا حضر میں ہو، قضا نماز ہو یا ادا نماز ہو آذان دینا، اور اقامت کہنا سنت ہیں، اور عورت کیلئے دونوں مکروہ ہیں، کیونکہ عورت کی آواز بھی پردہ ہے اس لئے یہ نہ آذان دے اور نہ اقامت کہے۔

وجہ: (۱) مسافر اذان دے اور اقامت کہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن مالک بن الحویرث قال: أتی رجلان النبی ﷺ یریدان السفر فقال النبی ﷺ: اذا انتما خرجتما فأذنا ثم لیوء مکما أکبر کما۔ (بخاری شریف، باب الاذان للمسافرین اذا کانوا جماعۃ الخ ص ۱۰۴، نمبر ۶۳۰ رترمذی شریف، باب ماجاء فی الاذان فی السفر ص ۵۷، نمبر ۲۰۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسافر اذان دے اور اقامت کہے۔ (۲) غزوہ خیبر والے سفر میں تھے اور نماز قضا ہوگئی تو بھی آپ ؐ نے اذان دلوائی اور اقامت کہلوائی۔ حدیث یہ ہے۔ عن أبی ھریرۃ فی ھذا الخبر قال: فقال رسول الله ﷺ: تحولوا عن مکانکم الذی أصابتکم فیہ الغفلۃ، قال فأمر بلالا فأذن و أقام و صلی۔ (ابوداود شریف، باب فی من نام عن صلوۃ أو نسیھا، ص ۷۴، نمبر ۴۳۶) اس حدیث میں سفر میں اذان اور اقامت کہی گئی ہے۔ اور وہ نماز قضا تھی اس میں آذان دلوائی اور اقامت کہلوائی۔ (۳) اور گھر میں نماز پڑھے تب بھی آذان دے اور اقامت کہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن ام

وكرها للنساء .(۳۲۴) ويكبّر فی اوله اربعا ویثنّی تکبیر آخره کباقی الفاظه(۳۲۵) ولا ترجيع فی

ورقة الانصاری أن رسول الله ﷺ كان يقول : انطلقوا بنا الى الشهدة فنزورها ،فأمر أن يؤذن لها و يقام و يؤم اهل دارها فی الفرائض ۔(سنن بیهقی ، باب سنة الاذان والاقامة فی البیوت وغیرها، ج اول ،ص ۵۹۷، نمبر ۱۹۰۹/ مصنف ابن ابی شیبة ، ۲۶ فی الرجل یصلی فی بیتہ یوءذن ویقیم أم لا، ج اول ،ص ۱۹۹، نمبر ۲۲۸۴)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے گھر میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز پڑھی ۔(۴)عورت کے لئے آذان دینا مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے ۔عن أسماء قالت قال رسول الله ﷺ : ليس على النساء أذان و لا اقامة و لا جمعة و لا اغتسال جمعة و لا تقدمهن امرأة و لكن تقوم وسطهن ۔(سنن بیهقی ، باب لیس علی النساء أذان ولا اقامة ، ج اول ،ص ۶۰۰، نمبر ۱۹۲۱/ مصنف ابن ابی شیبة ، ۳۲ فی النساء من قال لیس علیھن اذان ولا اقامة ، ج اول ،ص ۲۰۲، نمبر ۲۳۱۳) اس حدیث میں ہے کہ عورت پر آذان اور اقامت نہیں ہیں ۔

ترجمه : (۳۲۴) اذان کا طریقہ یہ ہے کہ شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہے، اور باقی الفاظ آخیر تک دو دو مرتبہ کہے (اس کے بعد ایک بار '' لا اله الا الله '' کہے)

تشريح : آذان کا طریقہ یہ ہے کہ شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہے، اور باقی جتنے الفاظ ہیں وہ دو دو مرتبہ کہے، اور اخیر میں ایک مرتبہ لا اله الا الله، کہے اور کل الفاظ ۱۵ ہو جائیں گے ۔

وجه : حدثنی ابی عبد الله بن زيد قال: لما امر رسول الله ﷺ بالناقوس يعمل ليضرب به للناس لجمع الصلوة ، طاف بی ، و أنا نائم ، رجل يحمل ناقوساً فی يده ، فقلت : يا عبد الله ! أتبيع الناقوس ؟ قال : ما تصنع به ؟ فقلت : ندعو به الى الصلوة ، قال : افلا أدلک على ما هو خير من ذالک؟ فقلت له بلى ، قال : فقال تقول : الله اكبر ، الله اكبر : الله اكبر ، الله اكبر ، اشهد ان لا اله الا الله ، اشهد ان لا اله الا الله ،اشهد ان محمدا رسول الله، اشهد ان محمدا رسول الله ، حی علی الصلاة ، ، حی علی الصلاة ،حی علی الفلاح ،حی علی الفلاح ،الله اكبر ، الله اكبر ، لا اله الا الله. (ابو داود شریف، باب کیف الاذان، ص ۸۷، نمبر ۴۹۹ / ابن ماجہ شریف، باب بدء الاذان، ص ۱۰۰، نمبر ۷۰۶) اس حدیث میں تفصیل موجود ہے، اور اس میں ترجیع بھی نہیں ہے، اور کل ۱۵ کلمات ہیں ۔

ترجمه : (۳۲۵) شہادتین میں ترجیع نہیں ہے ۔

تشريح : ترجیع کا ترجمہ ہے لوٹانا، یہاں مراد ہے شہادتین یعنی اشهد ان لا اله الا الله ، ،اور اشهد ان محمدا

الشهادتين .(٣٢٦) والاقامة مثله

رسول الله، کودوبارہ کہنا۔ نیچے والی حدیث میں اس کی تفصیل ہے، لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ یہ حضرت ابومحذورہؓ کواذان سکھلانے کے لئے تھا۔تاہم کوئی کہہ لےتو آذان ہوجائے گی۔

وجه : ترجیع کی تفصیل اس حدیث میں ہے۔ان ابا محذورة قال : خرجت فی نفر فکنا ببعض الطریق ، فأذن موء ذن رسول الله ﷺ بالصلاة عند رسول الله ﷺ فسمعنا صوت الموء ذن و نحن عنه متنكبون ، فصرخنا نحكيه ، نهزأ به ، فسمع رسول الله ﷺ فأرسل الينا قوماً فأقعدونا بين يديه ، فقال : ايكم الذى سمعت صوته قد ارتفع ؟ فأشار الى القوم كلهم ، و صدقوا فأرسل كلهم و حبسنى، و قال : لى قم فأذن ، فقمت ، و لا شىء أكره الى من رسول الله ﷺ و لا مما يأمرنى به ، فقمت بين يدى رسول الله ﷺ فألقى على رسول الله ﷺ التأذين هو بنفسه فقال : الله اكبر ، الله اكبر : الله اكبر ، الله اكبر ، اشهد ان لا اله الا الله ، اشهد ان لا اله الا الله ،اشهد ان محمدا رسول الله، اشهد ان محمدا رسول الله ،ثم قال لى : ارفع من صوتک اشهد ان لا اله الا الله ، اشهد ان لا اله الا الله ،اشهد ان محمدا رسول الله، اشهد ان محمدا رسول الله ، حى على الصلاة ، ، حى على الصلاة ،حى على الفلاح ،حى على الفلاح ،الله اكبر ، الله اكبر ، لا اله الا الله).(ابن ماجہ شریف، باب الترجیع فی الآذان، ص ۱۰۱، نمبر ۷۰۸/ مسلم شریف، باب صفۃ الاذان، ص ۱۶۲، نمبر ۷۹ ۸۴۲/۳ / ترمذی شریف، باب ماجاء فی الترجیع فی الاذان، ص ۴۸ نمبر ۱۹۲) اس حدیث میں ہے کہ آپؐ نے ترجیع سکھایا، جس سے استدلال کرتے ہیں کہ آذان میں ترجیع ہے۔

ترجمه : (۳۲۶)اوراقامت بھی اذان کے مثل ہے۔[ہاں ''حی علی الفلاح '' کے بعد ''قد قامت الصلوة '' دوبار زیادہ کہے۔]

تشريح : امام شافعیؒ کے یہاں اقامت فردی فردی ہے، دو دو مرتبہ نہیں ہے، اور حنفیہ کے یہاں اقامت بھی اذان کی طرح ہے، البتہ حی علی فلاح، کے بعد قد قامت الصلوۃ، زیادہ کرے۔، جس سے کل کلمات ۱۷ ہوتے ہیں۔

وجه : (۱)اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن عبد الله بن زيد قال كان اذان رسول الله ﷺ شفعا شفعا فى الاذان والاقامة ـ(ترمذی شریف، باب ماجاء فی ان الاقامۃ مثنی مثنی، ص ۴۸، نمبر ۱۹۴) اس حدیث میں ہے کہ اذان کی طرح اقامت بھی مثنی مثنی ہے(۲) سمعت ابن ابى ليلى .. .. فاذن ثم قعد قعدة ثم قام فقال مثلها الا انه يقول قد قامت الصلوة (ابوداؤد شریف، باب کیف الاذان، ص ۸۵ ،نمبر ۵۰۶) اس حدیث میں ہے کہ قد قامت الصلوۃ، زیادہ کرے۔

(۳۲۷) ویزید بعد فلاح الفجر الصلوة خیر من النوم مرتین وبعد فلاح الاقامة قد قامت الصلوة مرتین .(۳۲۸) ویتمهّل فی الاذان ویسرع فی الاقامة (۳۲۹) ولا یجزئ بالفارسیة وان علم انه

ترجمه : (۳۲۷) اورصبح کی اذان میں ''حی علی الفلاح'' کے بعد'' الصلوة خیر من النوم '' دوبارزیادہ کہے۔

وجه : (۱)حدیث یہ ہے۔عن بلال أنه اتی النبی ﷺ یوذنه بصلاة الفجر ، فقیل : هو نائم ، فقال : الصلاة خیر من النوم ، الصلاة خیر من النوم ، فأقرت فی تأذین الفجر فثبت الامر علی ذالک ،(ابن ماجة شریف ،باب السنة فی الاذان ،ص۱۰۳،نمبر۷۱۶رسنن بیھقی ،باب التثویب فی اذان الصبح ،ج اول ،ص۶۲۳،نمبر۱۹۸۳) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے حضرت بلالؓ کوالصلاة خیر من النوم، کہنے کے لئے کہااور یہ ہمیشہ کے لئے ہوگیا۔(۲) سمعت ابا محذورة یقول کنت غلاما صبیا فاذنت بین یدی رسول الله ﷺ الفجر یوم حنین فلما بلغت حی علی الصلوة،حی علی الفلاح قال رسولؐ الله الحق فیها الصلوة خیر من النوم ۔(دارقطنی ،باب ذکرالاقامة واختلاف الروایات فیها ،ص ۲۴۴،نمبر۸۹۹)اس سے معلوم ہوا کہ صبح کی نماز میں الصلوة خیر من النوم کہنا چاہئے۔

ترجمه : (۳۲۸)اوراذان آہستہ (ٹھہرٹھہر کر)اوراقامت جلدی کہے۔

وجه : حدیث میں ہے۔ عن جابر ان رسول الله ﷺ قال لبلال یا بلال! اذا اذنت فترسل فی ذلک واذا اقمت فاحدر ۔(ترمذی شریف،باب ماجاء فی الترسل فی الاذان ،ص ۴۸،نمبر۱۹۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان ٹھہرٹھہر کر دےاوراقامت میں جلدی کرے۔یہ مستحب ہے۔

لغت: یتمھل: ٹھہرٹھہرکر بات کرنا۔ یسرع: جلدی کرنا۔

ترجمه : (۳۲۹) اوراذان فارسی میں جائزنہیں،اگر چہ اس کااذان ہونامعلوم ہوجائے،ظاہرروایت میں۔

تشریح : اذان کےعربی الفاظ کےمعانی فارسی زبان میں اداکردےاورلوگوں کومعلوم ہوجائے کہ یہ اذان ہے پھربھی ظاہر روایت یہی ہے کہ یہ جائزنہیں،اذان عربی میں ہی ہونی چاہئے۔یہاں اصل اختلاف یہ ہے کہ عربی کےعلاوہ میں قرأة کرے تو نماز ہوجائے گی یانہیں،امام ابوحنیفہؒ کےنزدیک ہوجائے گی،اورصاحبینؒ کےنزدیک نہیں ہوگی،یہاں صاحبینؒ کا مسلک اختیارکرتے ہوئے یہ فرمایا کہ اذان نہیں ہوگی۔

وجه : (۱)انکی دلیل یہ ہے کہ آیت میں عربی الفاظ کوقرآن کہاہے،آیت یہ ہے۔ انا أنزلناه قرآنا عربیا لعلکم تعقلون ۔(آیت ۲،سورة یوسف۱۲) (۲)،و کذالک أنزلناه قرآنا عربیا و صرفنا فیه من الوعید ۔(آیت۱۳،سورة طٰہ۲۰)(۳) ، انا جعلناه قرآنا عربیا لعلکم تعقلون ۔(آیت۳،سورة الزخرف۴۳)ان آیتوں میں قرآن کوعربی کہاہے اسلئےعربی لفظ اورمعنی دونوں کےمجموعےکانام قرآن ہے۔اس لئے جب قرأت دوسری زبان میں جائزنہیں ہےتو اذان بھی

اذان فی الاظھر.(۳۳۰) ویستحب ان یکون المؤذن صالحا عالما بالسنة واوقات الصلوة (۳۳۱) وعلی وضوء (۳۳۲) مستقبل القبلة الا ان یکون راکبا.

دوسری زبان میں جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ بھی ذکر اور عبادت ہے، صرف اعلان نہیں ہے۔

ترجمه : (۳۳۰)[۱]اور مستحب ہے کہ مؤذن نیک بخت ہو، سنت کو جاننے والا ہو، اور اور اوقات نماز کو جاننے والا ہو۔

تشــریح : یہاں سے اذان کے لئے ۹ مستحبات بیان کر رہے ہیں۔ اور یہ بیان کر رہے ہیں کہ خود مؤذن میں یہ تین صفتیں ہونا مستحب ہے[۱] بہتر ہے کہ مؤذن نیک بخت ہو۔[۲] دوسری صفت یہ ہے کہ آذان کے بارے جو سنتیں ہیں انکو جانتا ہو تا کہ سنت کے مطابق اذان دے سکے،[۳] اذان کے پانچوں اوقات کو بھی جانتا ہو تا کہ وقت پر اذان دے سکے، اس سے پہلے بھی نہ دے اور وقت گزرنے کے بعد بھی نہ دے۔

وجه : (۱) حدیث میں ہے ۔ **عن ابن عباس قال : قال رسول الله ﷺ : لیوء ذن لکم خیارکم و لیوء مکم قــراوء کم** ۔(ابوداود شریف، باب من أحق بالامامة، ۹۷، نمبر ۵۹۰/ ابن ماجہ شریف، باب فضل الاذان وثواب الموءذنین، ص ۱۰۴، نمبر ۷۲۶) اس حدیث میں ہے کہ تم میں سے جو اچھا ہو وہ اذان دے۔(۲) **عن ابی ھریرة قال قال رسول الله ﷺ الامام ضامن و المؤذن مؤتمن اللھم ارشد الائمة و اغفر للمؤذنین** ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء ان الامام ضامن والمؤذن مؤتمن، ص ۵۸، نمبر ۲۰۷) اس اس حدیث میں ہے کہ موذن امانت دار ہے یعنی وقت پر امانت دار ہے، یعنی اس کو وقت کا پتہ ہونا چاہئے۔(۳) **عن ابی محذورة قال قال رسول الله ﷺ امناء المسلمین علی صلاتھم و سحورھم المؤذنون** ۔(سنن بیہقی، باب لا یوذن الا عدل، الخ، ج اول، ص ۶۲۶، نمبر ۱۹۹۹) اس حدیث میں بھی ہے کہ موذن نماز پر امانت دار ہے۔

ترجمه : (۳۳۱) [۲]اور مؤذن باوضو ہو۔

تشریح : اذان ذکر بھی ہے اور عبادت بھی ہے اس لئے وضو کر کے اذان دینا مستحب ہے۔

وجه : (۱) حدیث یہ ہے ۔ **عن ابی ھریرة عن النبی ﷺ قال لا یؤذن الا متوضئ** ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراہیة الاذان بغیر وضوء، ص ۵۶، نمبر ۲۰۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر وضو کے اذان اور اقامت کہنا اچھا نہیں ۔(۲) اور اذان دینا جائز ہے اسکی دلیل یہ اثر ہے. **عن ابراھیم قال : لا بأس أن یوء ذن علی غیر وضو ء** ۔(مصنف ابن ابی شیبة، ۹ فی الموءذن یوءذن وھو علی غیر وضوء، ج اول، ص ۱۹۱، نمبر ۲۱۸۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ اذان بغیر وضو کے دے تو جائز ہے۔

ترجمه : (۳۳۲) [۳] قبلہ کی طرف ہونا مستحب ہے مگر یہ کہ سوار ہو۔

(۳۳۳) وان یجعل اصبعیه فی اذنیه (۳۳۴) وان یحوّل وجهه یمینا بالصلوة ویسارا بالفلاح

تشریح : قبلہ کی جانب متوجہ ہوکراذان دینامستحب ہے،ہاں اگرسواری کی حالت میں اذان دے رہا ہوتو قبلہ جانب ہونا ضروری نہیں،جس جانب سواری ہواسی جانب ہوکراذان دے دے۔

وجہ : (ا)عن معاذ ابن جبل قال احیلت الصلوة ثلاثة احوال ..... فجاء عبد الله بن زیدالی رجل من الانصار وقال فیه فاستقبل القبلة،قال : الله اکبر . (ابوداؤدشریف،باب کیف الاذان ص ۸۵ نمبر ۵۰۷ /سنن بیہقی ،باب استقبال القبلة بالاذان والاقامة،ج اول،ص ۵۷۶،نمبر ۱۸۳۸)اس حدیث میں ہے کہ استقبال قبلہ کرے۔

ترجمہ : (۳۳۳) [۴] اوراپنے دونوں انگلیوں کودونوں کانوں میں رکھے۔

تشریح : اذان دینے کا مطلب یہ ہے کہ دورتک آواز پہنچے،اورکانوں میں انگلیاں ڈالنے سے آدمی زور سے چلاتا ہےاس لئے دونوں کانوں میں انگلیاں ڈالنامستحب ہے۔

وجہ : عمار بن سعد ....أن رسول الله ﷺ أمر بلالا أن یجعل اصبعیه فی أذنیه ، و قال : انه ارفع لصوتک (ابن ماجہ شریف،باب السنة فی الاذان،ص ۱۰۲،نمبر ۷۱۰/ ترمذی شریف،باب ماجاء فی ادخال الاصبع فی الاذن عند الاذان،ص ۴۹،نمبر ۱۹۷)اس حدیث میں آپؐ نے حضرت بلالؓ کوکان میں انگلی ڈالنے کاحکم فرمایا،اوریہ بھی فرمایا کہ اس سے آواز زیادہ ہوگی۔

ترجمہ : (۳۳۴)[۵] ''حی علی الصلوة ''میں دائیں جانب اور''حی علی الفلاح ''میں بائیں طرف منہ پھیرنا مستحب ہے۔[۶]اورمنارہ میں گھومے۔

تشریح : اذان دینے کا مطلب سب کونماز کے وقت کی اطلاع دیناہے،اس لئے اگرکھلی فضامیں اذان دے رہا ہوتو ''حی علی الصلوة ''میں دائیں جانب اور''حی علی الفلاح ''میں بائیں طرف منہ پھیرے۔اوراگرمنارے کے اندرہوتو چل کر کھڑکی کے پاس جائے تاکہ آواز باہر چلی جائے،یہ مستحب ہے۔

وجہ : حدیث میں ہے(ا)عن عون بن جحیفة عن ابیه قال اتیت النبی ﷺ بمکة وهو فی قبة حمراء من ادم فخرج بلال فاذن فکنت اتبع فمه ههنا و ههنا... فلما بلغ حی علی الصلوةو حی علی الفلاح لوی عنقه یمینا و شمالا ولم یستدر ۔(ابوداؤدشریف،باب فی المؤذن یستدیرفی اذانہ ص ۸۴ نمبر ۵۲۰/سنن بیہقی ،باب الالتواء فی حی علی الصلاة،حی علی الفلاح،ج اول،ص ۵۸۰،نمبر ۱۸۵۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حی علی الصلوة اورحی علی الفلاح میں چہرہ دائیں اور بائیں پھیرناچاہئے۔(۲) ۔عن عون بن ابی جحیفة وعن ابیه قال :رأیت بلالا یوء ذن و یدور و یتبع فاه هاهنا ،

ویستدیر فی صومعتہ(۳۳۵) ویفصل بین الاذان والاقامة بقدر ما یحضر الملازمون للصلوة مع مراعاۃ الوقت المستحب (۳۳۶) وفی المغرب بسکتة قدر قراء ة ثلاث آیات قصار او ثلاث

ھا ھنا ، و اصبعاہ فی أذنیه ، و رسول الله ﷺ فی قبة حمراء (ترمذی شریف، باب ماجاء فی ادخال الاصبع فی الاذن عند الاذان ،ص ۵۴ ،نمبر ۱۹۷ /ابن ماجہ شریف ، باب السنۃ فی الاذان ،ص ۱۰۲،نمبر ۷۱۱) اس حدیث میں ہے کہ حضرت بلالؓ گھومتے تھے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے موقع پر گھوم سکتا ہے۔

لغت : یستدیر فی صومعتہ: صومعۃ کا اصل معنی گرجا گھر ہے، یہاں مراد ہے منارے کے اندر کا حصہ، یستدیر فی صومعتہ: کا مطلب یہ ہے کہ منارے کی کھڑکی کے پاس جانے کی ضرورت ہو آواز پہنچانے کے لئے چل کر وہاں تک جائے۔ باضابطہ گھومنا کوئی ضروری نہیں ہے۔

ترجمہ : (۳۳۵) [۷] اور اذان اور اقامت میں اتنا فاصلہ کرے کہ جس میں مستحب وقت کی رعایت کرتے ہوئے ہمیشہ کے مصلی لوگ حاضر ہو سکیں۔

تشریح : اذان کے بعد فورا اقامت کہے گا تو لوگ جماعت میں حاضر نہیں ہو سکیں گے، اس لئے اتنی تاخیر کرے کہ جو ہمیشہ کے مصلی ہیں وہ حاضر ہو جائیں۔

وجہ :(۱) عن ابی بن کعب قال : قال رسول الله ﷺ : یا بلال اجعل بین اذانک و اقامتک نفسا یفرغ الآکل من طعامه فی مهل ، و یقضی المتوضی حاجته فی مهل ۔(مسند احمد، حدیث المشائخ عن ابی بن کعب، ج سادس، ۳۰ ۱۷،نمبر ۲۰۷۷۸/)اس حدیث میں ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان فصل کرنا چاہئے۔(۲) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اترنے والے فرشتے نے اذان کے بعد تھوڑی دیر کی اسکے بعد اقامت کہی۔حدیث یہ ہے۔ عن معاذ بن جبل قال احیلت الصلوة ثلاثة احوال ....ثم امهل هنية ، ثم قام فقال مثلها . (ابوداؤد شریف، باب کیف الاذان،ص ۸۶، نمبر ۵۰۷/سنن بیہقی ، باب استقبال القبلۃ بالاذان والاقامۃ ، ج اول،ص ۵۷۶،نمبر ۱۸۳۸) اس حدیث میں ہے کہ اذان کے بعد تھوڑی دیر رک کر اقامت کہی۔

ترجمہ : (۳۳۶) [۸] اور مغرب میں تین چھوٹی آیتیں پڑھنے کی مقدار، یا تین قدم چلنے کی مقدار فصل کرے۔

تشریح : پہلے گزر چکا ہے کہ مغرب میں تاخیر کرنا اچھا نہیں ہے اس لئے اذان اور اقامت کے درمیان زیادہ تاخیر کرنا بہتر نہیں ہے، تین چھوٹی آیتیں پڑھ سکے، یا تین قدم چل سکے اتنی تاخیر کرے، یہی مستحب ہے۔

وجہ : اس حدیث میں ہے کہ تھوڑی دیر بیٹھے، اس سے مغرب کے بارے میں استدلال کیا جا سکتا ہے۔سمعت ابن ابی لیلی رأیت رجل کان علیه ثوبین أخضرین فقام علی المسجد فأذن ثم قعد قعدة ثم قام فقال مثلها . (ابوداؤد

خطوات.(۳۳۷) ويثوّب كقوله بعد الاذان الصلوة الصلوة يا مصلين (۳۳۸) ويكره التلحين (۳۳۹) واقامة المحدث واذانه واذان الجنب وصبيّ لا يعقل ومجنون وسكران وامرأة و فاسق و.

شریف، باب کیف الاذان ص۸۲ نمبر ۵۰۶) اس حدیث میں ہے کہ اذان کے بعد تھوڑی دیر بیٹھے پھر اقامت کہی۔

ترجمہ : (۳۳۷) [۹] اوراذان کے بعد تثویب کرے۔جیسے:''الصلوة الصلوة یا مصلین'' کہے۔

تشریح : ثاب کامعنی ہے لوٹنا، تثویب کامعنی ہے دوبارہ نماز کی یاد دہانی کرانا۔ظہر،عصر عشاءاور خاص کرکے فجر میں مثلا:'' الصلوة الصلوة یا مصلین'' کہکر نمازی کو مسجد کی طرف بلانا اس دور میں بہتر ہے، کیونکہ اس دور میں سستی بہت ہوگئی ہے۔ ۔یہاں تک اذان کے ۱۹ استحباب گنائے۔

وجہ :(۱) **عن ابراهيم قال : كانوا يثوبون فى العتمة و الفجر ، و كان موء ذن ابراهيم يثوب فى الظهر و العصر فلا ينهاه** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، ٦ فی التثویب فی ای صلاۃ ھو؟، ج اول ص ۱۹۰، نمبر ۲۱۷۵ /مصنف عبد الرزاق، باب التثویب فی الاذان والاقامۃ، ج اول، ص ۳۵۴، نمبر ۱۸۳۵) اس اثر میں ہے کہ دوسری نمازوں میں بھی یاد دہانی کرواتے تھے ۔اسلئے اس دور میں وقت ضرورت یہ مستحسن ہے۔خاص طور پر مدرسے کے طلبہ جلدی سے مسجد میں نہیں جاتے اسلئے انکے لئے ضروری ہے۔(۲) اور فجر میں تثویب کا تذکرہ اس طرح ہے۔ **عن بلال أنه اتى النبى ﷺ يوذنه بصلاة الفجر ، فقيل : هو نائم ، فقال : الصلاة خير من النوم ، الصلاة خير من النوم ، فأقرت فى تأذين الفجر فثبت الامر على ذالك** ،(ابن ماجۃ شریف، باب السنۃ فی الاذان، ص ۱۰۳، نمبر ۷۱۶/سنن بیہقی، باب التثویب فی اذان الصبح، ج اول، ص ۶۲۳، نمبر ۱۹۸۳) اس حدیث میں فجر میں تثویب کا تذکرہ ہے۔

ترجمہ : (۳۳۸) [۱] اوراذان میں الحان مکروہ ہے۔

تشریح : اذان میں کیا کیا مکروہات ہیں ان میں سے ۵ کو بیان فرما رہے ہیں۔پھر محدث کی اذان کے تحت ۸ آدمیوں کی اذان مکروہ ہے اس کو بیان کررہے ہیں، سب ملا کر یہاں ۱۲ [بارہ] مکروہات بیان کررہے ہیں، تفصیل نیچے دیکھیں۔۔ایک ہے اچھی آواز سے اذان دینا یہ تو بہتر ہے، دوسرا ہے بلا وجہ گانے کی طرح آواز بنانا یہ مکروہ ہے، اسی کو الحان کہتے ہیں۔

وجہ : اس قول تابعی میں ہے۔ **عن عمر بن سعد بن ابى حسين المكى ان مؤذنا اذن فطرب فى اذانه فقال له عمر بن عبد العزيز اذن اذانا سمحا و الا فاعتزلنا** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب التطریب فی الاذان، ج اول، ص ۲۰۷، نمبر ۲۳۷۵)اس قول تابعی میں ہے کہ بہت راگ سے اذان دینا مکروہ ہے۔

ترجمہ : (۳۳۹) [۲] اورمحدث (بے وضو) کی اذان واقامت مکروہ ہے۔ [۳] اور جنبی اور بے سمجھ بچہ اور دیوانہ اور نشہ والا اورعورت اورفاسق کی اور بیٹھ کر اذان دینا مکروہ ہے۔

قاعد

تشــــریــح : یہاں آٹھ قسم کے آدمیوں کی اذان کو مکروہ بتا رہے ہیں۔ ہر ایک کی تفصیل یہ ہے۔[۱] جو آدمی بے وضو ہو اس کی اذان اور اقامت دونوں مکروہ ہیں۔ حدیث پہلے گزر چکی ہے [۲] جو جنبی ہو یا غسل کی ضرورت ہو اس کی اذان مکروہ ہے۔ اور اقامت تو مکروہ ہے ہی، کیونکہ جب محدث کی اذان اور اقامت مکروہ ہے تو جنبی کی اذان اور اقامت بدرجہ اولی مکروہ ہوگی۔[۳] ایسا بچہ جو اذان کو سمجھتا نہ ہو اس کی اذان مکروہ ہے، ہاں جو اس عمر میں ہو کہ اذان کو سمجھتا ہو اس کی اذان مکروہ نہیں ہے۔[۴] مجنون کی اذان مکروہ ہے،[۵] نشہ کی حالت میں اذان دینا مکروہ ہے۔[۶] عورت کی اذان دینا مکروہ ہے، اس کے لئے حدیث پہلے گزر چکی ہے۔[۷] فاسق کی اذان مکروہ ہے، اس سے وہ فاسق مراد ہے جس کا فسق بالکل ظاہر ہو اور لوگ اس سے کراہیت کرتے ہوں۔[۸] بغیر عذر کے بیٹھ کر اذان دینا مکروہ ہے، کیونکہ اذان اعلان کے لئے ہے اس لئے کھڑا ہو کر دینا چاہئے۔

وجه : (۱) [۱] محدث [۲] اور جنبی کی اذان اور اقامت مکروہ ہے، اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال لا یؤذن الا متوضئ**۔ (ترمذی شریف، باب ما جاء فی کراہیۃ الاذان بغیر وضوء، ص ۵۶، نمبر ۲۰۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر وضو کے اذان اور اقامت کہنا اچھا نہیں۔ (۲) یہ اثر بھی ہے۔ **عن عطاء انه کره ان یؤذن الرجل و هو علی غیر وضو**۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کرہ ان یؤذن وھو غیر طاہر ص ۱۹۲، نمبر ۲۱۹۶) اس قول تابعی میں ہے کہ بغیر وضو کے اذان مکروہ ہے۔ (۳) [۳] بے سمجھ بچے، [۴] اور مجنون [۵] نشہ والے کی اذان مکروہ ہے، اس کے لئے یہ اثر ہے۔ **عن الشعبی قال لا بأس ان یؤذن الغلام اذا احسن الاذان قبل ان یحتلم**۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی اذان الغلام قبل ان یحتلم، ج اول، ص ۲۰۵، نمبر ۲۳۵۵) اس قول تابعی میں ہے کہ اگر اچھا اذان دیتا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے، اسی سے یہ پتہ چلا کہ اذان سمجھتا نہ ہو تو مکروہ ہے، اور اسی طرح مجنون اور نشہ والا اذان سمجھتا نہیں ہے اس لئے اس کی اذان بھی مکروہ ہوگی۔ (۴) [۶] عورت کی اذان مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن أسماء قالت قال رسول الله ﷺ : لیس علی النساء أذان و لا اقامة و لا جمعة و لا اغتسال جمعة و لا تقدمهن امرأة و لکن تقوم وسطهن**۔ (سنن بیہقی، باب لیس علی النساء أذان و لا اقامۃ، ج اول، ص ۶۰۰، نمبر ۱۹۲۱/ مصنف ابن ابی شیبۃ، ۳۲، فی النساء من قال لیس علیھن اذان ولا اقامۃ، ج اول، ص ۲۰۲، نمبر ۲۳۱۳) اس حدیث میں ہے کہ عورت پر آذان اور اقامت نہیں ہیں۔ (۵) یہ اثر بھی ہے۔ **عن علی قال : لا توذن و لا تقیم** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۳۲، فی النساء من قال لیس علیھن اذان ولا اقامۃ، ج اول، ص ۲۰۲، نمبر ۲۳۲۰) اس قول صحابی میں ہے کہ عورت اذان نہ دے۔ (۶) [۷] فاسق اذان نہ دے اس کا اشارہ اس حدیث میں ہے۔ **عن ابن عباس قال : قال رسول الله ﷺ : لیوء ذن لکم خیارکم و لیوء مکم قراوء کم**۔ (ابوداود شریف، باب من أحق بالامامۃ، ۹۷، نمبر ۵۹۰/ ابن ماجہ شریف، باب فضل الاذان وثواب الموء ذنین، ص ۱۰۴، نمبر ۷۲۶) اس

(۳۴۰) والکلام فی خلال الاذان و فی الاقامة. ویستحب اعادته دون الاقامة . (۳۴۱) ویکرھان لظھر یوم الجمعة فی المصر . (۳۴۲) ویؤذن للفائتة و یقیم و کذا لاولی الفوائت .وکرہ ترک

حدیث میں ہے کہ تم میں سے اچھا ادمی اذان دے، جس کا مطلب یہ نکلا کہ فاسق آدمی اذان نہ دے۔(۷) [۸] بیٹھ کر اذان مکروہ ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن ابن عمر..... فقال رسول الله یا بلال! قم فناد بالصلوۃ. (بخاری شریف، باب بدأ الاذان، ص۱۰۰، نمبر۶۰۴ رمسلم شریف، باب بداء الاذان، ص۱۶۱، نمبر۳۷۷/۸۳۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھڑا ہو کر اذان دینا سنت ہے۔(۸) اس قول تابعی میں بھی ہے۔عن عطاء انه کره ان یؤذن و ھو قاعد الا من عذر ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب فی الرجل یؤذن وھو جالس،، ج اول، ص۱۹۴، نمبر۲۲۱۷)اس حدیث میں ہے کہ بغیر عذر کے بیٹھ کر اذان دینا مکروہ ہے۔

ترجمہ : (۳۴۰) [۳]اوراذان واقامت کے درمیان کلام کرنا مکروہ ہے۔اذان میں بات کرنے سے اس کا اعادہ مستحب ہے اقامت کانہیں۔

تشریح : موذن کا اوراقامت کہنے والے کا درمیان میں بات کرنا مکروہ ہے، اوراگر کرلی تو مستحب ہے کہ اذان کولوٹائے، کیونکہ اس میں کافی وقت ہے،اوراقامت کو نہ لوٹائے، کیونکہ نماز کھڑی ہوچکی ہے،لوگوں کو دیر ہوگی۔

وجہ : (۱)عن ابن عمر انه نادی بالصلاۃ فی لیلة ذات برد و ریح و مطر فقال فی آخر ندائه الا صلوا فی رحالکم الا صلوا فی رحالکم . (مسلم شریف، باب الصلوۃ فی الرحال فی المطر ، ص۲۸۳، نمبر۶۹۷/۱۶۰۱)اس حدیث میں ہے کہ بات اذان کے بعد کی، جس سے معلوم ہوا کہ اذان کے درمیان بات کرنا مکروہ ہے۔ (۲)عن ابن سیرین انھما کرھا ان یتکلم حتی یفرغ ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب من کرہ الکلام فی الاذان، ص۱۹۳، نمبر۲۲۰۴) اس قول تابعی میں ہے کہ اذان میں کلام کرنا مکروہ ہے۔

ترجمہ : (۳۴۱) [۴] اور جمعہ کے روز شہر میں ظہر کے لئے اذان واقامت مکروہ ہے۔

تشریح : شہر میں جمعہ ہے ظہر نہیں ہے اس لئے ظہر کی اذان یا اقامت کہہ کر بلانا مکروہ ہے۔

ترجمہ : (۳۴۲) ایک فوت شدہ نماز کے لئے اذان دے اوراقامت کہے،اورایسے ہی بہت سی فوت شدہ نمازوں کے لئے اذان دے اوراقامت کہے،اور باقی نمازوں کے لئے اقامت چھوڑنا مکروہ ہے اذان چھوڑنا مکروہ نہیں ہے، اگرایک ہی مجلس میں سب کی قضا کررہا ہو۔

تشریح : اگرایک نماز فوت ہوگئی ہواوراس کو قضا کررہا ہو تو اس کے لئے اذان دے اوراقامت بھی کہے،دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بہت سی نمازیں فوت ہوگئی ہوں اورسب کو ایک ہی مجلس میں قضا کررہا ہو،تو ہر ایک نماز کے لئے الگ الگ اذان دے اور ہرایک کے

الاقامة دون الاذان فی البواقی ان اتّحد مجلس القضاء . (۳۴۳) واذا سمع المسنون منه امسک وقال مثله وحوقل فی الحیعلتین وقال صدقت و بررت او ماشاء الله عند قول المؤذن الصلوۃ خیر

لئے الگ الگ اقامت کہے یہ بہتر ہے، لیکن اگر ایک نماز کے لئے اذان دے اور باقی کے لئے چھوڑ دے تو جائز ہے۔ اور ایک نماز کے لئے اقامت کہے اور باقی کے لئے اقامت چھوڑ دے تو یہ مکروہ ہے، کیونکہ ہر ایک کے لئے الگ الگ اقامت کہنی چاہئے۔

وجه: حدیث یہ ہے۔ **قال عبد الله ان المشرکین شغلوا رسول الله ﷺ عن اربع صلوات یوم الخندق حتی ذهب من اللیل ماشاء الله فامر بلالا فاذن ثم اقام فصلی الظهر ثم اقام فصلی العصر ثم اقام فصلی المغرب ثم اقام فصلی العشاء** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل تفوتہ الصلوات بایتھن یبدأ، ص ۴۳، نمبر ۱۷۹ رنسائی شریف، باب کیف یقضی الفوائت من الصلوۃ، ص ۷۲، نمبر ۶۲۳) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ اذان دے اور باقی کے لئے اقامت کہے۔ اور اس کو چھوڑنا مکروہ ہے۔

ترجمه : (۳۴۳) جب کوئی مسنون اذان کو سنے تو ٹھہر کر اس کے موافق کہتا جاوے، ہاں دونوں حیعلتین میں ''**لا حول ولا قوۃ الا باللہ**'' کہے۔ اور ''**الصلوۃ خیر من النوم**'' کے وقت'' **صدقت و بررت**'' یا ''**ماشاء الله**'' کہے۔

تشریح : اگر اذان میں لحن ہو یا بے وقت اذان دے رہا ہو تو اس طرح کہنا مسنون نہیں، لیکن اگر مسنون طریقہ کی اذان سنے تو جس طرح مؤذن کہے اسی طرح کہتا جائے، البتہ حی علی الصلوۃ، اور حی علی الفلاح، پر پہنچے تو ''**لاحول ولا قوۃ الا باللہ**'' کہے اور ''**الصلوۃ خیر من النوم**'' کے وقت'' **صدقت و بررت**'' یا ''**ماشاء الله**'' کہے۔

وجه : (۱) اس حدیث میں ہے۔ **عن ابی سعید الخدری ان رسول الله ﷺ قال اذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما یقول المؤذن ..... حدثنی بعض اخواننا انه قال لما قال حی علی الصلوۃ قال لا حول و لا قوۃ الا بالله، و قال هکذا سمعنا نبیکم ﷺ یقول** ۔ (بخاری شریف، باب مایقول اذا سمع المنادی، ص ۱۰۱، نمبر ۶۱۱ رنمبر ۶۱۳ رابوداود شریف، باب مایقول اذا سمع المؤذن، ص ۸۸، نمبر ۵۲۲) اس حدیث میں ہے کہ مؤذن جیسا کہے ویسا ہی کہے، صرف حی علی الصلوۃ پر اور حی علی الفلاح پر لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہے۔ (۲) **عن جده عمر بن الخطاب قال قال رسول الله ﷺ اذا قال الموذن الله اکبر، الله اکبر : فقال احدکم : الله اکبر، الله اکبر، ثم قال : اشهد ان لا اله الا الله، قال : اشهد ان لا اله الا الله، ثم قال : اشهد ان محمدا رسول الله، قال : اشهد ان محمدا رسول الله، ثم قال : حی علی الصلاۃ، قال لا حول و لا قوۃ الا بالله، ثم قال، حی علی الفلاح، قال: لا حول و لا قوۃ الا بالله ثم قال، الله اکبر، الله اکبر قال، الله اکبر، الله اکبر، ثم قال : لا اله الا الله. قال : لا اله الا الله. من قلبه، دخل الجنة** (مسلم شریف، باب استحباب القول مثل قول المؤذن، الخ ص ۱۶۳، نمبر ۳۸۵ / ۸۵۰ رابوداود شریف، مایقول اذا سمع المؤذن

من النوم .(۳۴۴) ثم دعا بالوسیلة فیقول اللھم رب ھذه الدعوة التامة والصلوة القائمة آت محمدنِ الوسیلة والفضیلة وابعثه مقاما محمودا نِ الذی وعدته.

﴿باب شروط الصلوة وارکانھا﴾

،ص۸۸،نمبر۵۲۷)اس حدیث میں اذان کے جواب دینے کی پوری تفصیل ہے۔

لغت : حیعلتین:سےمراد ,حی علی الصلاة ، اور حی علی الفلاح ، ہے . حوقل: سےمراد ,, لا حول و لا قوة الا باللہ،،ہے۔

ترجمہ : (۳۴۴) پھروسیلہ کی دعاء کرے۔

وجہ : عن جابر بن عبد الله ان رسول الله ﷺ قال من قال حين يسمع النداء :"اللھم رب ھذه الدعوة التامة والصلوة القائمة آت محمد ن الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاما محمود ن الذی وعدته" حلت له شفاعتی یوم القیامة ۔(بخاری شریف،باب مایقول اذاسمع المنادی،ص۱۰۲،نمبر۶۱۴/ابوداودشریف،باب ماجاءفی الدعاءعند الاذان،ص۸۸،نمبر۵۲۲)

اس دعا کا ترجمہ یہ ہے۔(یعنی:اے اللہ!اس کامل پکار کے مالک اوراس ابدی اوردائمی نماز کے رب محمدﷺ کووسیلہ اورفضیلت عطا فرمااورآپ کواس مقام محمودپر پہنچاجس کا آپ نے ان سے وعدہ فرمایاہے)۔

﴿باب:نماز کی شرطوں اوررکنوں کا بیان﴾

ضروری نوٹ: شروط : شرط کی جمع ہے۔وہ فرائض جونماز سے پہلے اداکئے جائیں۔اور جوفرائض نماز کے اندرلازم ہیں ان کوارکان کہتے ہیں۔جیسے مصلی کے بدن کا پاک ہونا۔یہ شروط چھ ہیں(۱)بدن کا پاک ہونا حدث اورنجس دونوں سے(۲)جگہ پاک ہونا(۳) سترعورت کا ہونا(۴)کپڑے کا پاک ہونا(۵)نماز کی نیت کرنا(۶)قبلہ کی طرف متوجہ ہونا۔ ۔کچھ چیزیں وہ ذکر کی جارہی ہیں جونماز کے اندر ہیں،اوروہ فرض ہیں انہیں کورکن ، کہتے ہیں۔ جیسے (۱)تکبیرتحریمہ(۲)قیام (۳)قرأت (۴) رکوع (۵) سجدہ (۶)قاعدہ آخیرہ (۷)خروج بصنعہ۔

﴿لا بد لصحة الصلوة من سبعة وعشرين شيئا.﴾

نماز صحیح ہونے کے لئے ستائیس (۲۷) چیزوں کی ضرورت ہے:۔ ایک نظر میں

۱:......حدث (اصغرواکبر) سے بدن اور کپڑے اور جگہ پاک ہوں۔

۲:......ستر عورت ہو۔

۳:......قبلہ رو ہونا۔

۴:......وقت پر نماز پڑھنا۔

۵:......دخول وقت کا یقین ہونا۔

۶:......نیت کرنا۔

۷:......تکبیر تحریمہ بلافصل کہنا۔

۸:......تکبیر تحریمہ کوادا کرنا۔

۹:......تحریمہ کے وقت نیت ہواس سے مؤخر نہ ہو۔

۱۰:......تحریمہ اس طرح کہے کہ خودسن لیوے، صحیح مذہب پر۔

۱۱:......مقتدی کے لئے متابعت کی نیت کرنا۔

۱۲:......فرض کا معین کرنا۔

۱۳:......واجب کا معین کرنا، اور نفل کی تعیین شرط نہیں۔

۱۴:......نفل کے علاوہ سب نمازوں میں قیام کرنا۔

۱۵:......فرض کی دو رکعت اور نوافل و وتر کی سب رکعتوں میں قرآن پڑھنا۔

۱۶:......رکوع۔

۱۷:......ایسی چیز پر سجدہ کرنا جو جسم والی ہو اور اس پر پیشانی ٹھیرے۔

۱۸:......موضع قدمین سے محل سجود نصف ذراع سے زیادہ بلند نہ ہو۔

۱۹:......دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنوں کا (زمین پر) رکھنا، صحیح روایت پر۔

۲۰:......سجدہ میں پاؤں کی کچھ انگلیاں زمین پر رکھنا۔

۲۱:......رکوع کو سجدہ پر مقدم کرنا۔

(۳۴۵) الطهارة من الحدث وطهارة الجسد والثوب والمكان من نجس غير معفوٍّ عنه (۳۴۶)

۲۲:...... پہلے سجدہ سے قریب قعود تک اٹھنا، اصح روایت پر۔

۲۳:......دوسرا سجدہ کرنا۔

۲۴:......بقدر تشہد کے اخیر قعدہ کرنا۔

۲۵:......اخیر قعدہ کو سب ارکان سے اخیر میں ادا کرنا۔

۲۶:......تمام ارکان کو بیداری میں ادا کرنا۔

۲۷:......نماز کی کیفیت اوراس کے تمام فرائض کے فرض ہونے کا اعتقاد ہو۔

☆☆☆

نماز صحیح ہونے کے لئے ستائیس (۲۷) چیزوں کی ضرورت ہے: اس کی تفصیل

ترجمه : (۳۴۵) [ا] حدث (اصغرو اکبر) سے بدن پاک ہو۔اور کپڑے اور جگہ کا غیر معافی نجاست سے پاک ہو۔

تشریح : حدث کی دو قسمیں ہیں۔حدث اصغر جیسے وضو کرنے کی ضرورت ہو اور حدث اکبر جیسے غسل کرنے کی ضرورت ہو جیسے جنابت ہو یا حیض یا نفاس سے پاک ہوئی ہو۔تو مصلی کو ان دونوں حدثوں سے پاک ہونا ضروری ہے۔اور جس کپڑے میں نماز پڑھ رہا ہے اس کپڑے کا پاک ہونا ضروری ہے۔اور جس جگہ نماز پڑھ رہا ہے اس جگہ کا پاک ہونا بھی ضروری ہے۔

وجه : (۱) حدث اصغر سے پاک ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔ واذا قمتم الى الصلوة فاغسلوا وجوهكم وايديكم الى المرافق الخ. (آیت ۶، سورۃ المائدۃ ۵) (۲) اور حدث اکبر سے پاک ہونے کی دلیل یہ آیت ہے ۔وان كنتم جنبا فاطهروا (آیت ۶، سورۃ المائدۃ ۵) (۳) اور کپڑا ناپاک نہ ہو اس کی دلیل یہ آیت ہے ۔وثيابك فطهر (آیت ۴، سورۃ المدثر ۷۴) (۴) ۔اس حدیث میں ہے کہ ان نجاستوں سے کپڑا پاک ہو تب نماز ہوگی۔ يا عمار انما يغسل الثوب من خمس من الغائط والبول والقيء والدم والمنى (دار قطنی، باب نجاسۃ البول والامر بالتنزہ منہ ج اول ص ۱۳۴ نمبر ۴۵۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بدن، کپڑا اور مکان کا ان نجاستوں سے پاک ہونا ضروری ہے۔(۵) اور جگہ پاک ہو اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن ابن عمر ابن الخطاب ان رسول الله ﷺ قال سبع مواطن لا تجوز فيها الصلاة، ظاهر بيت الله ولمقبرة، و المزبلة و المجزرة، و الحمام و عطن الابل، و محجة الطريق ۔(ابن ماجۃ شریف، باب مواضع التی تکرہ فیہا الصلاۃ، ص ۱۰۷، نمبر ۷۴۶) اس حدیث میں سات جگہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اس لئے کہ دو کے علاوہ پاک نہیں ہیں۔

ترجمه : (۳۴۶) یہاں تک کہ دونوں قدم اور دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنوں اور پیشانی (رکھنے) کی جگہ بھی اصح روایت پر

حتی موضع القدمین والیدین والرکبتین والجبهة علی الاصح.(۳۴۷) وستر العورة ولا یضر نظرها من جیبه واسفل ذیله (۳۴۸) واستقبال القبلة فللمکی المشاهد فرضه اصابة عینها ولغیر المشاهد

پاک ہونا چاہئے۔

تشریح : اوپر آیا کہ جگہ پاک ہو، یہاں اس کی تفسیر بیان کی جارہی ہے کہ جسم کا جو عضو زمین پر ٹکتا ہے وہ جگہ پاک ہونا ضروری ہے، اب دونوں قدم زمین پر ٹکتے ہیں، دونوں ہاتھ زمین پر ٹکتے ہیں، دونوں گھٹنے زمین پر ٹکتے ہیں، اور پیشانی زمین پر ٹکتی ہے اس لئے یہ جگہیں پاک ہوں، چنانچہ ان جگہوں کے علاوہ پر قریب میں ہی نجاست ہے تو نماز ہو جائے گی۔ صحیح روایت یہی ہے۔

وجه : **سئل رسول الله ﷺ عن الصلوة فی مبارک الابل فقال لا تصلوا فی مبارک الابل فانها من الشیطن و سئل عن الصلوة فی مرابض الغنم فقال صلوا فیها فانها برکة** ۔(ابو داود شریف، باب النھی عن الصلوۃ فی مبارک الابل، ص ۸۱، نمبر ۴۹۳) اس حدیث میں ہے کہ بکری کے بیٹھنے کی جگہ میں نماز پڑھ سکتے ہو، اور وہاں نجاست ضرور ہوگی، جس سے معلوم ہوا کہ قریب میں نجاست ہو تب بھی نماز ہو جائے گی، اگر اعضاء کے ٹکنے کی جگہ پر نہ ہو۔

ترجمه : (۳۴۷) [۲] ستر عورت۔ اور اگر گریبان اور دامن کے نیچے سے اپنی شرمگاہ دیکھے تو کچھ حرج نہیں۔

تشریح : نماز درست ہونے کے لئے ستر عورت ضروری ہے، اگر اوپر سے ستر تو ڈھکا ہوا ہے لیکن گریبان سے ستر دیکھ لیا، یا دامن کے نیچے سے ستر دیکھ لیا تو اس سے نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوگی۔

وجه :(۱) آیت میں ہے۔ **یا بنی آدم خذ وا زینتکم عند کل مسجد.** (آیت ۳۱، سورۃ الاعراف ۷)(۲) اور حدیث میں ہے۔ **عن عائشة قال رسول الله ﷺ لا تقبل صلوة حائض الا بخمار** ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء لا تقبل صلوۃ المرأۃ الحائض الا بخمار، ص ۱۰۱، نمبر ۳۷۷ / ابو داؤد شریف، باب المرأۃ تصلی بغیر خمار، ص ۱۰۳، نمبر ۶۴۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازی کو ستر ڈھانکنا ضروری ہے۔ عورت کا ستر کتنا ہے اور مرد کا کتنا ہے اس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔

ترجمه : (۳۴۸) [۳] قبلہ رو ہونا۔ پس جو مکہ مکرمہ میں ہو اور قبلہ دیکھ رہا ہو اس کا فرض ہے عین قبلہ کا ہونا، اور جو کعبہ کو دیکھ نہیں رہا ہو اس کے لئے اس کی جہت کر لینا، چاہے مکہ مکرمہ میں ہی کیوں نہ ہو، صحیح روایت یہی ہے۔

تشریح : جس آدمی کے سامنے کعبہ ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ عین کعبہ کی جہت نماز پڑھے، اور جو کعبہ نہیں دیکھ رہا ہو تو چاہے وہ مکہ مکرمہ میں ہی کیوں نہ ہو صرف کعبہ کی طرف منہ کر لینے سے قبلہ کا استقبال ہو جائے گا۔

وجه :(۱) جس کو کعبہ نظر آرہا ہو اس کے لئے عین قبلہ کا رخ کرنا ضروری ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **قال أتی ابن عمر فقیل له : هذا رسول الله ﷺ دخل الکعبة، ...ثم خرج فصلی فی وجه الکعبة رکعتین** ۔(بخاری شریف، باب قولہ تعالی ﴿و اتخذوا من مقام ابراهیم مصلی﴾ آیت ۱۲۵، سورۃ البقرۃ ۲) ص ۷۰، نمبر ۳۹۷) اس حدیث میں ہے کہ

جهتها ولو بمكة على الصحيح. (۳۴۹) والوقت واعتقاد دخوله

آپؐ نے عین کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔ (۲) جو دور ہو وہ قبلہ کی طرف چہرہ کر لے تو کافی ہے، اس کے لئے یہ آیت ہے۔ **فول وجهک شطر المسجد الحرام وحیث ما کنتم فولوا وجوهکم شطره** ۔(آیت ۱۴۴، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ نماز میں قبلہ کی طرف چہرہ کرنا چاہئے۔ شطر کا معنی ہے اس طرف اس لئے کعبہ سے دور رہنے والوں کے لئے کعبہ کی طرف منہ کر لینے سے فرض ادا ہو جائے گا۔ (۳) اس حدیث میں بھی اسکا اشارہ ہے، **عن ابی هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : ما بين المشرق و المغرب قبلة** ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء ما بین المشرق والمغرب قبلۃ، ص ۷۹، نمبر ۳۴۲) اس حدیث میں ہے کہ اھل مدینہ کے لئے مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے، اس لئے اس کی جہت کر لینا کافی ہوگا۔ (۴) اس حدیث سے اسکی تائید ہوتی ہے۔ **عن ابن عباس أن رسول الله ﷺ قال : البيت قبلة لاهل المسجد ، و المسجد قبلة لأهل الحرم ، و الحرم قبلة لأهل الارض في مشارقها و مغاربها من أمتي** ۔(سنن بیھقی، باب من طلب باجتهاده جهة الکعبة، ج ثانی، ص ۱۶، نمبر ۲۲۳۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ کے ارد گرد جہاں شکار کرنا حرام ہے جسکو حرم کہتے ہیں اسکی جہت کر لینا بھی دور والوں کے لئے کافی ہے۔

فلکیات والے کہتے ہیں کہ چار اطراف ہیں۔ (۱) مشرق (۲) مغرب (۳) شمال (۴) اور جنوب۔ اور ہر جہت 90 ڈگری کا ہوتا ہے ،اس اعتبار سے چاروں طرفوں کا مجموعہ 360 ڈگری ہوئی۔ اب مسجد حرام کی طرف رخ کرے گا تو 90 ڈگری چوڑائی تک قبلہ ہوگا، اور عین کعبہ سے 45 ڈگری دائیں اور 45 ڈگری بائیں تک انحراف کرے گا اور مائل ہوگا تب بھی نماز جائز ہو جائے گی۔ **شطر المسجد الحرام** ، سے اسکا اشارہ ملتا ہے۔ (45 ڈگری کی بحث کے لئے احسن الفتاوی جلد دوم، رسالہ المشر فی علی المشرقی، ص ۳۲۴، دیکھیں)

لغت : مکی: مکہ مکرمہ میں رہنے والا۔ المشاھد: جو بیت اللہ کو دیکھ رہا ہو۔ اصابۃ عینھا : عین قبلہ کا پہنچنا، عین قبلہ کی طرف رخ کرنا

ترجمہ : (۳۴۹) [۴] وقت ہونا۔ [۵] اور وقت داخل ہونے کا یقین ہونا۔

تشریح : فرض نماز کے لئے وقت ہونا ضروری ہے کیونکہ وہ وقت کے ساتھ متعلق ہے، اگر وقت ہونے سے پہلے پڑھے گا تو فرض ادا نہیں ہوگا، اور وقت کے بعد پڑھے گا تو قضاء ہوگی۔ اور دوسری بات یہ کہی کہ اس بات کا یقین ہو کہ وقت ہو چکا ہے،، مثلا ظہر کا وقت ہو چکا تھا لیکن آدمی کو شک ہے کہ وقت ہوا یا نہیں ہوا اور ظہر کی نماز پڑھ لی تو فرض ادا نہیں ہوگا ، کیونکہ شک کی وجہ سے ظہر کی نیت پختہ طور پر نہیں کر پایا، اس لئے فرض بھی ادا نہیں ہوگا۔

وجہ : (۱) **ان الصلوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا**. (آیت ۱۰۳، سورۃ النساء ۴) اس آیت میں ہے کہ نماز وقت کے ساتھ متعین ہے۔ (۲) اس حدیث میں بھی ہے کہ نماز وقت کے درمیان گھری ہوئی ہے۔ **عن ابی هريرة قال قال**

(۳۵۰)والنية و التحريمة بلا فاصل

رسول الله ﷺ ان للصلوة اولا و آخرا و ان اول وقت صلاة الظهر حين تزول الشمس و آخر وقتها حين يدخل وقت العصر ۔(ترمذی شریف، باب، منہ [ماجاء فی مواقیت الصلوۃ عن النبی ﷺ] ،ص ۴۲ ،نمبر ۱۵۱)(۳) اخبرنی ابن عباس ان النبی ﷺ قال امنی جبرئيل عند البيت مرتين.... ثم التفت الی جبرئيل فقال يا محمد هذا وقت الانبياء من قبلک والوقت فيما بين هذين الوقتين. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی مواقیت الصلوۃ عن النبی ﷺ ،ص ۴۲ ،نمبر ۱۴۹ /ابوداؤد شریف، باب المواقیت، ص ۶۸ ،نمبر ۳۹۳) اس حدیث میں ہے کہ نماز اول وقت اور آخر وقت میں گھری ہوئی ہے۔ اس لئے اس کے لئے اول وقت ہے اور آخر وقت ہے۔

ترجمہ : (۳۵۰) [۶] نیت، [۷] اور تکبیر تحریمہ بغیر فصل کے ہو۔

تشریح : یہاں تین باتیں ہیں، اور تینوں فرض ہیں [۱] ایک ہے نیت کرنا۔ [۲] اور دوسری ہے تکبیر تحریمہ کہنا [۳] اور تیسری بات یہ ہے کہ نیت کے ساتھ ہی تکبیر تحریمہ کہے، دونوں کے درمیان فصل نہ ہو، مثلا نیت کرنے کے بعد کھانا نہ کھائے، پانی نہ پیئے، یا کوئی ایسا عمل نہ کرے جو عمل نماز کے خلاف نہ ہو، اور اگر کر لیا تو پھر نیت کر کے تکبیر تحریمہ کہے۔ کوئی بھی عبادت بغیر نیت کے نہیں ہوتی، مثلا دل میں نماز پڑھنے کی نیت نہیں ہے اور نماز کے تمام اعمال کرلے تو نماز نہیں ہوگی، اس لئے نماز ادا ہونے کے لئے نیت کرنا فرض ہے۔ اور صرف دل میں ارادہ کر لینے کا نام نیت ہے۔

وجہ : (۱) نیت فرض ہونے کی دلیل یہ ہے۔سمعت عمر بن خطاب على المنبريقول سمعت رسول الله ﷺ يقول انما الاعمال بالنيات ۔(بخاری شریف، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ، ص ۱، نمبر ۱/ مسلم شریف، باب قولہ انما الاعمال بالنیۃ الخ، ص ۸۵۳، نمبر ۱۹۰۷/ ۴۹۲۷) اس حدیث میں ہے کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اسلئے نماز میں داخل ہونے کی نیت کرے گا تو نماز ہوگی ورنہ نہیں۔(۲) اس اثر میں بھی اسکا ثبوت ہے۔عن عبد الله بن مسعودؓ قال : تعودوا الخير فان الخير بالعادة ، و حافظوا على نياتكم فى الصلوة ۔(الطبرانی فی الکبیر، باب خطبۃ ابن مسعود ومن کلامہ، ج تاسع، ص ۱۵۱، نمبر ۸۷۵۵/ اعلاء السنن، باب اشتراط النیۃ للصلاۃ، ج الثانی، ص ۱۶۳، نمبر ۶۴۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ نماز میں نیت ضروری ہے۔

وجہ: (۱) تکبیر تحریمہ فرض ہے اسکی دلیل یہ آیت ہے وربک فکبر (آیت ۳، سورۃ المدثر ۷۴) کہ اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے۔(۲) حدیث میں ہے عن ابی سعيد قال قال رسولؐ الله مفتاح الصلوة الطهور وتحريمها التكبير وتحليلها التسليم ولاصلوة لمن لم يقرأ بالحمد وسورة فى فريضة او غيرها. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی تحریم الصلوۃ وتحلیلہا، ص ۶۶، نمبر ۲۳۸/ ابوداؤد شریف، باب الامام یحدث بعد ما یرفع رأسہ من آخر رکعۃ، ص ۱۰۰، نمبر ۶۱۸) اس حدیث

(۳۵۱) والاتیان بالتحریمة قائما قبل انحنائه للرکوع (۳۵۲) وعدم تاخیر النیة عن التحریمة

سے معلوم ہوا کہ نماز شروع کرنے کے لئے تکبیر تحریمہ کہنا فرض ہے۔(۳) **عن ابراھیم قال : اذا نسی تکبیرۃ الافتتاح استأنف** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ،۸ فی الرجل ینسی تکبیرۃ الافتتاح ، ج اول ،ص ۲۱۵ ،نمبر ۲۴۶۵ رمصنف عبدالرزاق ، باب من نسی تکبیرۃ الافتتاح ، ج ثانی ،ص ۴۶ ،نمبر ۲۵۴۱) اس اثر میں ہے کہ تکبیر افتتاح بھول جائے تو نماز دہرائے جس سے معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ فرض ہے۔

لغت : تکبیر تحریمہ: تحریمہ باندھنے کے لئے جو اللہ اکبر کہتے ہیں، یہ تکبیر تحریمہ ہے، یہ فرض ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔ تحریمہ باندھنا: ناف کے نیچے جو ہاتھ باندھتے ہیں اس کو تحریمہ باندھنا کہتے ہیں، یہ سنت ہے۔ رکوع: آدمی اتنا جھکے کہ ہاتھ گھٹنے پر پہنچ جائے تو یہ رکوع میں جانا ہو گیا، اب تکبیر تحریمہ جائز نہیں، اور ہاتھ ابھی گھٹنے پر نہیں پہنچ رہا ہے تو ابھی تک قیام کی حالت ہے، یہاں تک تکبیر تحریمہ کہہ سکتا ہے۔

ترجمہ : (۳۵۱) تکبیر تحریمہ کھڑے کھڑے کہے رکوع میں جھکنے سے پہلے۔

تشریح : تکبیر تحریمہ قیام کی حالت میں کہے، اور رکوع میں جھکنے سے پہلے کہے۔

وجہ : **عن علی بن ابی طالب قال کان رسول اللہ ﷺ اذا قام الی الصلوۃ کبر** ۔(ابو داؤد شریف ، باب ما یستفتح بہ الصلوۃ من الدعاء ،ص ۱۱۸ ،نمبر ۷۶۰) اس حدیث سے پتہ چلا کہ قیام کی حالت میں تکبیر کہے۔

ترجمہ : (۳۵۲)[۹] تحریمہ کے وقت نیت ہو اس سے مؤخر نہ ہو۔[۱۰] تحریمہ اس طرح کہے کہ خود سن لیوے، صحیح مذہب پر

تشریح : یہاں دو باتیں ہیں [۱] ایک یہ کہ جب نیت کرے اس کے ساتھ ہی تکبیر تحریمہ کہے، یہ بات پہلے بھی التحریمۃ بلا فصل، میں گزر چکی ہے، [۲] اور دوسری بات یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ اتنی آواز سے کہے کہ خود سن لے۔

وجہ : ان دونوں باتوں کی دلیل یہ آیت ہے۔(۱) **وذکر اسم ربه فصلی** (آیت ۱۵ ،سورۃ الاعلی ۸۷) اس آیت میں ہے کہ نماز پڑھنے سے پہلے اللہ کا ذکر ہو یعنی تکبیر ہو، جس کا مطلب یہ ہوا کہ نیت کے ساتھ ہی تکبیر کہے۔ اور ذکر کا لفظ بتلا رہا ہے کہ آواز سے تکبیر کہے۔

لغت : النطق : تین باتیں ہوں تو نطق ہے [۱] زبان کو حرکت ہو حروف ادا ہوں [۲] پھسپھساہٹ ہو [۳] اور کان کو آواز آئے تو یہ نطق سری ہے۔ تکبیر تحریمہ، قرأت سری اور طلاق واقع ہونے کا مدار اسی پر ہے۔ اور برابر والے کو بھی یہ آواز سنائی دے تو یہ قرأت جہری ہے۔

ترجمہ : (۳۵۳)[۱۱] مقتدی کے لئے متابعت کی نیت کرنا۔

تشریح : مقتدی ہے تو امام کی متابعت کی نیت کرے گا تب اس کی اتباع میں نماز ہوگی، ورنہ اس کی اتباع میں نماز نہیں ہوگی۔

والنطق بالتحریمة بحیث یسمع نفسه علی الاصح(۳۵۳) .ونیة المتابعة للمقتدی (۳۵۴)وتعیین الفرض وتعیین الواجب ولا یشترط التعیین فی النفل (۳۵۵) والقیام فی غیر النفل(۳۵۶) والقراءۃ

وجه: اس حدیث میں ہے۔ عن ابی هریرۃ ان رسول الله ﷺ قال انما جعل الامام لیؤتم به فلا تختلفوا علیه فاذا کبر فکبرو . (مسلم شریف، باب ائتمام الماموم بالامام،ص ۱۷۶، نمبر ۹۳۰/۴۱۴ بخاری شریف، باب انما جعل الامام لیوتم بہ،ص ۱۱۳، نمبر ۶۸۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقتدی کو امام کی مکمل اقتدا کرنی چاہئے۔ اور اس سے انحراف نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے امام کی اقتدا کی نیت ضروری ہے (۲)۔عن ابی هریرۃ قال قال رسول الله ﷺ الامام ضامن والمؤذن مؤتمن (ترمذی شریف، باب ماجاء ان الامام ضامن والمؤذن مؤتمن،ص ۵۸، نمبر ۲۰۷) جب امام ضامن ہوا تو اس کی اقتدا کی نیت بھی کرنی چاہئے۔

ترجمه : (۳۵۴) [۱۲] فرض کا معین کرنا۔[۱۳] واجب کا معین کرنا، اور نفل کی تعیین شرط نہیں۔

تشریح : صرف نماز کی نیت کرے تو اس سے نفل نماز ادا ہوگی، اس لئے فرض ادا کرنا چاہتا ہے تو فرض کی نیت کرنی ہوگی، اور یہ بھی تعین کرنا ہوگا کہ کون سا فرض ادا کر رہا ہے اسکی بھی تعین کرے، کیوں کہ فرض بہت ہیں، اسی طرح واجب ادا کرنا چاہتا ہو تو اسکی بھی نیت کرنی ہوگی، ورنہ تو نفل ہو جائیگا۔

ترجمه : (۳۵۵) [۱۴] نفل کے علاوہ سب نمازوں میں قیام کرنا۔

تشریح : نفل نماز میں کھڑا ہونا فرض نہیں ہے، بیٹھ کر بھی نماز پڑھے گا تو نماز ہو جائے گی، لیکن فرض نماز میں قیام فرض ہے۔

وجه : (۱) کھڑا ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔وقوموا لله قانتین. (آیت ۲۳۸ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ چپ چاپ کھڑا رہے ۔(۲) اس حدیث میں قیام کا ثبوت ہے، ۔أن ابن عمر قال : کان رسول الله ﷺ ، اذا قام للصلوۃ رفع یدیه حتی تکونا بحذو منکبیه ثم کبر ۔(مسلم شریف، باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبین مع تکبیرۃ الاحرام،ص ۱۶۵ ،نمبر ۸۶۲/۳۹۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کے لئے کھڑا ہو۔

ترجمه : (۳۵۶)[۱۵] قرأت کرنا چاہے ایک آیت ہو، فرض کی دونوں رکعتوں میں، نفل کی تمام رکعتوں میں، اور وتر میں ۔

تشریح : فرض کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرنا فرض ہے، اس لئے اگر تین رکعت والی نماز ہو ، یا چار رکعت والی نماز ہو تو دوسری دو رکعتوں میں قرأت فرض نہیں ہے، نفل کی ہر دو رکعت الگ الگ شفع ہے، اس لئے ہر رکعت میں قرأت فرض ہے، اسی طرح واجب نفل کے درجے میں ہے اسلئے اس کی بھی ہر رکعت میں قرأت فرض ہے۔۔تفصیل آگے آئے گی۔

وجه : (۱) فاقرء وا ما تیسر منه واقیموا الصلوۃ وآتوا الزکوۃ (آیت ۲۰ سورۃ المزمل ۷۳) اس آیت سے معلوم ہوا کہ نماز میں قرأت پڑھنا فرض ہے (۲) اس حدیث میں بھی ہے کہ قرأت کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔عن ابی سعید قال قال

ولو آية فی رکعتی الفرض وکل النفل والوتر(۳۵۷) ولم يتعين شیء من القرآن لصحة الصلوة (۳۵۸) ولا يقرأ المؤتمّ بل يستمع وينصت وان قرأ کره تحريما

رسولؐ الله مفتاح الصلوة الطهور وتحريمها التکبير وتحليلها التسليم ولاصلوة لمن لم يقرأ بالحمد وسورة فی فريضة او غيرها. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی تحریم الصلوۃ وتحلیلھا ص ۵۵ نمبر ۲۳۸ / ابوداؤد شریف، باب الامام یحدث بعد مایرفع رأسہ من آخر رکعۃ ص ۹۸ نمبر ۶۱۸) اس حدیث میں ہے کہ قرأت کئے بغیر نماز نہیں ہوگی۔

ترجمہ : (۳۵۷) نماز صحیح ہونے کے لئے قرآن میں سے کوئی چیز متعین نہیں ہے۔

تشریح : دوسرے ائمہ کے یہاں ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے تب ہی نماز صحیح ہوگی ورنہ نہیں، امام ابوحنیفہؒ کے یہاں ہے کہ سورت فاتحہ پڑھنا واجب ہے، نہیں پڑھے کا تو کمی رہ جائے گی جس کی وجہ سے سجدہ سہو لازم ہوگا، لیکن نماز ہو جائے گی، البتہ کہیں سے بھی ایک لمبی آیت، یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا فرض ہے، اسکے بغیر نماز نہیں ہوگی۔

وجہ : (۱) فاقرء وا ما تيسر منه واقيموا لصلوة وآتوا الزکوة (آیت ۲۰ سورۃ المزمل ۷۳) اس آیت میں ہے کہ جہاں سے آسان ہو وہاں سے پڑھو، اسلئے کسی ایک آیت کو بھی پڑھنا فرض ہوگا (۲) اور سورت فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اسکی دلیل یہ حدیث ہے ۔عن ابی سعيد قال قال رسولؐ الله مفتاح الصلو ة الطهور وتحريمها التکبير وتحليلها التسليم ولاصلوة لمن لم يقرأ بالحمد وسورة فی فريضة او غيرها. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی تحریم الصلوۃ وتحلیلھا ص ۵۵ نمبر ۲۳۸ / ابوداؤد شریف، باب الامام یحدث بعد مایرفع رأسہ من آخر رکعۃ ص ۹۸ نمبر ۶۱۸) اس حدیث میں ہے کہ سورت فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوگی، جس سے فاتحہ پڑھنا واجب قرار دیا گیا۔

ترجمہ : (۳۵۸) مقتدی نہ پڑھے بلکہ سنے اور چپ رہے، اور اگر پڑھ لیا تو مکروہ تحریمی ہے۔

تشریح : جماعت میں ہو تو امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی ہے، اس لئے مقتدی پیچھے قرآن کریم نہ پڑھے، بلکہ سنے اور چپ رہے اور اگر پڑھ لیا تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔

وجہ : (۱) آیت میں ہے۔واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون. (آیت ۲۰۴، سورۃ الاعراف ۷) اس آیت میں ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو سنے اور چپ رہے۔(۲) عن ابی هريرة قال قال رسول الله انما جعل الامام ليوتم به فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا. (ابن ماجہ شریف، باب اذا قرء الامام فانصتوا، ص ۱۲۰، نمبر ۸۴۶ / نسائی شریف، باب تاویل قولہ عزوجل واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ، ص ۱۲۸، نمبر ۹۲۲ / مسلم شریف، باب التشھد فی الصلوۃ، ص ۱۷۴، نمبر ۴۰۴ / ۹۰۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرأت کے وقت مقتدی کو چپ رہنا چاہئے۔(۳)۔عن جابر قال قال رسول الله ﷺ من کان له امام فقراء ة الامام له قراء ة. (ابن ماجہ شریف، باب اذا قرء الامام فانصتوا، ص ۱۲۰، نمبر ۸۵۰ / دارقطنی ،

(۳۵۹) والرکوع (۳٦۰) والسجود علی ما یجد حجمه وتستقر علیه جبهته ولو علی کفه او

باب ذکر قولہ من کان لہ امام، ص ۳۲۱، نمبر ۱۲۲۰) (۴) **عن ابی درداء سمعه یقول سئل رسول اللهﷺ ا فی کل صلوة قراءة ؟قال نعم قال رجل من الانصار وجبت هذه؟ فالتفت الی وکنت اقرب القوم منه فقال ما اری الامام اذا ام القوم الا و قد کفا هم** ۔(نسائی شریف، باب اکتفاء الماموم بقراءۃ الامام، ص ۱۲۸، نمبر ۹۲۴ /دار قطنی، ج اول، ص ۳۲٦ ،نمبر ۱۲۴۸) اس سے بھی معلوم ہوا کہ مقتدیوں کو امام کی قرأت کافی ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام نے فاتحہ پڑھ لی تو گویا کہ مقتدی نے بھی پڑھ لی وہ بغیر فاتحہ کے نہ رہا۔(۵) اور مقتدی قرأت کرے گا تو مکروہ ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔**عن عمران بن حصین ان رسول اللهﷺ صلی الظهر فجعل رجل یقرء خلفه سبح اسم ربک الاعلی فلما انصرف قال ایکم قرء او ایکم القاری؟ فقال رجل انا فقال قد ظننت ان بعضکم خالجنیها.** (مسلم شریف، باب نھی الماموم عن جھرہ بالقراءۃ خلف الامام، ص ۱٦۹، نمبر ۳۹۸ / ۸۸۸ /ابو داؤد شریف، باب من رأی القراءۃ اذا لم یجہر، ص ۱۲۸، نمبر ۸۲۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سری نماز میں بھی قرأت نہ کرے۔(٦) **عن ابی هریرة ..... مالی انازع القرآن قال فانتهی الناس عن القراءة مع رسول اللهﷺ فیما جهر فیه** ۔(ابو داؤد شریف، باب من رأی القراءۃ اذا لم یجہر، ص ۱۲۷، نمبر ۸۲٦ /ترمذی شریف، باب ما جاء فی ترک القراءۃ خلف الامام اذا جہر الامام بالقرائۃ، ص ۷۱، نمبر ۳۱۲) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جہری نماز میں قرأت سے رک گئے، تاہم اتنا معلوم ہوا کہ قرأت خلف الامام مناسب نہیں ہے۔

امام محمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ سری نماز میں قرأت خلف الامام کر لے، احتیاط کے لئے یہ اچھا سمجھا گیا ہے۔ ہدایہ کی عبارت یہ ہے۔**و یستحسن علی سبیل الاحتیاط فیما یروی عن محمدؒ** . (ھدایہ ج اول، فصل فی القرأۃ، ص ۱۲۱، نمبر ۳۳۰) انکی دلیل ابوداود شریف والی حدیث ہے۔

ترجمہ : (۳۵۹) [۱٦] اور رکوع کرنا۔

تشریح : نماز میں رکوع کرنا فرض ہے۔

وجہ : (۱) رکوع اور سجدہ دونوں کے فرض ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔ **یا ایها الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم.** (آیت ۷۷، سورۃ الحج ۲۲) (۲) **اورواقیموا الصلوة وآتوا الزکوة وارکعوا مع الراکعین** (آیت ۴۳ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ رکوع، اور سجدہ فرض ہیں۔

ترجمہ : (۳٦۰) [۱۷] ایسی چیز پر سجدہ کرنا جو جسم والی ہو اور اس پر پیشانی ٹھہرے، اگر چہ اپنے ہاتھ اور کپڑے کے کنارے پر ہو جب اس کے رکھنے کی جگہ پاک ہو۔

تشریح : یہاں تین باتیں فرما رہے ہیں۔[۱] ایک بات تو یہ ہے کہ سجدہ کرے۔[۲] دوسری بات یہ ہے کہ ہوا میں سجدہ کرنا

طرف ثوبه ان طهر محل وضعه (۳۶۱) وسجد وجوبا بما يصلب من انفه و بجبهته ولا يصح

کافی نہیں، یا کسی ایسی نرم چیز پر پیشانی رکھنا کافی نہیں جو دب جاتی ہو، بلکہ ایسی چیز پر پیشانی رکھنا ہوگا جس کا کوئی حجم ہو اور پیشانی اس پر ٹک جاتی ہو، جیسے زمین یا تختہ وغیرہ۔[۳] اور تیسری بات یہ فرما رہے ہیں کہ ہتھیلی یا کپڑے کے کنارے پر سجدہ کر لیا تب بھی سجدہ ادا ہو جائے گا۔

وجه : (۱) اس حدیث میں۔عن ابی حمید الساعدی : أن النبی ﷺ کان اذا سجد أمکن أنفه و جبهته من الارض و نحی یدیه عن جنبیه ، ووضع کفیه حذو منکبیه . (ترمذی شریف، باب ماجاء فی السجود علی الجبھۃ والانف، ص ۴۷، نمبر ۲۷۰ / ابوداؤد شریف، باب الرجل یسجد علی ثوبہ، ص ۱۰۵، نمبر ۶۶۰) اس حدیث میں ہے کہ ناک اور پیشانی کو زمین پر جمایا کرتے تھے۔(۲) اس قول صحابی میں ہے۔ عن عمر قال اذا وضع الرجل جبهته بالارض أجزأه. (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۱۹ فی أدنی ما یجزی ء من الرکوع والسجود، ج اول، ص ۲۲۶، نمبر ۲۵۸۴ / نمبر ۲۵۸۰) اس اثر میں ہے کہ زمین پر پیشانی رکھ دینے سے سجدہ ادا ہوگا۔(۳) کپڑے کے کنارے پر سجدہ کرنا جائز ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن انس بن مالک قال کنا نصلی مع النبی ﷺ فیضع احد نا طرف الثوب من شدة الحر فی مکان السجود ۔(بخاری شریف، باب السجود علی الثوب فی شدۃ الحر، ص ۶۸، نمبر ۳۸۵ / ابوداؤد شریف، باب الرجل یسجد علی ثوبہ، ص ۱۰۵، نمبر ۶۶۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عمامہ کے کنارے پر سجدہ کرنے سے سجدہ ادا ہو جائے گا۔(۴) أنه سمع ابا هريريقول : کان رسول الله ﷺ یسجد علی کور عمامته ۔(مصنف عبد الرزاق، باب السجود علی العمامۃ، ج اول، ص ۳۰۳، نمبر ۱۵۶۶) اس حدیث میں ہے کہ عمامے پر سجدہ کیا کرتے تھے۔

لغت: حجم: کسی چیز کے جماؤ کو حجم کہتے ہیں۔تستقر: ٹھہر جائے۔

ترجمه : (۳۶۱) اور سجدہ میں ناک اور پیشانی دونوں ٹکانا واجب ہے، اور صرف ناک پر اقتصار کرنا صحیح نہیں۔ ہاں اگر پیشانی میں عذر ہو تو صحیح ہے۔

تشريح : سجدہ میں ناک اور پیشانی دونوں کو زمین پر ٹکانا واجب ہے، صرف ایک سے کام نہیں چلے گا، یا صرف ناک پر اکتفاء کرنا صحیح نہیں ہے، البتہ اگر پیشانی پر کوئی عذر ہو تو صرف ناک رکھ دینے سے سجدہ ادا ہو جائے گا۔

وجه : (۱) عن ابی حمید الساعدی : أن النبی ﷺ کان اذا سجد أمکن أنفه و جبهته من الارض و نحی یدیه عن جنبیه ، ووضع کفیه حذو منکبیه . (ترمذی شریف، باب ماجاء فی السجود علی الجبھۃ والانف، ص ۴۷، نمبر ۲۷۰) اس حدیث میں ہے کہ ناک اور پیشانی پر سجدہ کرے۔(۲) عن ابن عباس قال قال النبی ﷺ امرت ان اسجد علی سبعة اعظم علی الجبهة ۔واشار بیده علی انفه ۔والیدین والرکبتین واطراف القدمین (بخاری شریف، باب السجود علی

الاقتصار على الانف الا من عذر بالجبهة (۳۶۲) وعدم ارتفاع محل السجود عن موضع القدمين باكثر من نصف ذراع وان زاد على نصف ذراع لم يجز السجود الا لزحمة سجد فيها على ظهر

الانف،ص۱۳۲ ،نمبر۸۱۲؍مسلم شریف، باب اعضاء السجود والنھی عن کف الشعر،ص۲۰۳،نمبر۴۹۰؍۱۰۹۹)اس حدیث میں ہے کہ ناک اور پیشانی پر سجدہ کرے۔(۳)**عن ابن عباس ، عن النبی ﷺ قال : لا صلوة لمن لم يضع أنفه على الارض** .(دارقطنی، باب وجوب وضع **الجبهة والانف**، ج اول،ص۳۴۱،نمبر۱۳۰۳؍مستدرک للحاکم، کتاب الصلوۃ، ج اول،ص۴۰۴، نمبر۹۹۷) اس حدیث میں ہے کہ جب تک ناک زمین پر نہ لگائے نماز نہیں ہوگی۔

ترجمہ : (۳۶۲) [۱۸] سجدے کی جگہ دونوں قدم کی جگہ سے آدھے ہاتھ سے زیادہ اونچی نہ ہو، اور اگر آدھے ہاتھ سے اونچی ہو تو سجدہ جائز نہیں ہوگا، مگر بھیڑ کی وجہ سے وہیں نماز پڑھنے والے کی پیٹھ پر سجدہ کرے۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ سجدے میں پاؤں اور پیشانی کا لیول ایک ہونا چاہے، تب وہ سجدہ ادا ہوگا، اور اگر پیشانی قدم کی جگہ سے آدھا ہاتھ ونچی ہوگئی تو وہ سجدہ نہین رہا، بلکہ قعود ہوگیا اس لئے اب سجدہ ادا نہیں ہوگا۔ تشریح مسئلہ۔ یہ ہے کہ سجدے کی جگہ قدم کی جگہ سے آدھا ہاتھ سے زیادہ اونچی نہیں ہونی چاہئے، اگر اونچا ہوگیا تو سجدہ نہیں ہوگا۔ ہاں بھیڑ ہو تو جو نماز یہ پڑھ رہا ہو وہی نماز آگے والا آدمی پڑھ رہا ہو تو اس کی پیٹھ پر سجدہ کرسکتا ہے۔

وجہ (۱)اس حدیث سے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ اونچی جگہ پر ہو تو اچھا نہیں ہے۔**ان حذيفه ام الناس بالمدائن على دكان فاخذ ابو مسعود بقميصه فجبذه فلما فرغ من صلاته قال ألم تعلم انهم كانوا ينهون عن ذالك قال بلى قد ذكرت حين مددتني** (ابوداؤد شریف، باب امام یقوم مکانا ارفع من مکان القوم،ص۹۸،نمبر۵۹۷)اس حدیث میں ہے کہ اونچی جگہ پر نماز پڑھانے سے منع فرمایا ہے(۲)اورآگے والے مصلی کی پیٹھ پر سجدہ کرسکتا ہے اس کی دلیل یہ اثر ہے۔**قال عمر اذا لم يقدر أحدكم على السجود يوم الجمعة فليسجد على ظهر اخيه** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الرجل یسجد علی ظہر الرجل، ج اول،ص ۲۳۷،نمبر۲۷۲۰)اس قول صحابی میں ہے کہ بھیڑ کی وجہ سے آگے والے مصلی کی پیٹھ پر سجدہ کرے۔

لغت : ذراع: ہاتھ، دو بالشت کا ایک ہاتھ ہوتا ہے، اور ایک ہاتھ ۱۸ انچ کا مانا گیا ہے اس اعتبار سے آدھا ہاتھ ۹ انچ ہوا۔ زحمۃ؛ بھیڑ۔ مصل صلوتہ: جو نماز یہ پڑھ رہا ہو وہی نماز آگے والا بھی پڑھ رہا ہو، اگر کوئی دوسری نماز پڑھ رہا ہو تو اس کی پیٹھ پر سجدہ نہیں کرسکتا ہے۔ اس لئے کہ نماز میں شرکت نہیں ہوئی۔

ترجمہ: (۳۶۳) [۱۹] دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنوں کا (زمین پر) رکھنا، صحیح روایت پر۔

تشریح : سجدے میں دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے زمین پر رکھے۔ صحیح روایت یہی ہے۔

مصل صلوته.(۳۶۳) ووضع اليدين والركبتين فی الصحيح(۳۶۴) ووضع شیء من اصابع الرجلين حالة السجود على الارض.ولا يكفی وضع ظاهر القدم (۳۶۵) و تقديم الركوع على السجود (۳۶۶) والرفع من السجود الى قرب القعود على الاصح.والعود الى السجود

وجه : عن ابن عباس قال قال النبی ﷺ امرت ان اسجد على سبعة اعظم على الجبهة ـ واشار بيده على انفه ـ واليدين والركبتين واطراف القدمين (بخاری شریف،باب السجود علی الانف،ص۱۳۲،نمبر۸۱۲/مسلم شریف،باب اعضاء السجود والنھی عن کف الشعر،ص۲۰۳،نمبر۱۰۹۸/۴۹۰)اس حدیث میں ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے زمین پر رکھے۔اور اس میں یہ بھی ہے کہ قدم کے اطراف یعنی دونوں پاؤں کی انگلیاں بھی زمین پر رکھے۔

ترجمه : (۳۶۴)[۲۰] پاؤں کی کچھ انگلیاں سجدے کی حالت میں زمین پر رکھے،اور ظاہر قدم کے رکھنے پر اکتفا نہ کرے۔

تشریح : قدم کا جو ظاہری حصہ ہے صرف اسکو رکھنا کافی نہیں ہوگا بلکہ قدم کی جو انگلیاں ہیں سجدے کی حالت میں ان میں سے بھی کچھ زمین پر رکھنا ہوگا تب سجدہ ادا ہوگا۔

وجه : عن ابن عباس قال قال النبی ﷺ امرت ان اسجد على سبعة اعظم على الجبهة ـ واشار بيده على انفه ـ واليدين والركبتين واطراف القدمين (بخاری شریف،باب السجود علی الانف،ص۱۳۲،نمبر۸۱۲/مسلم شریف،باب اعضاء السجود والنھی عن کفی الشعر،ص۲۰۳،نمبر۱۰۹۸/۴۹۰)اس حدیث میں ہے ,اطراف القدمین،جس سے انگلیاں مراد ہیں کہ اس کو بھی رکھنا ہوگا۔

ترجمه :(۳۶۵)[۲۱] رکوع کو سجدہ پر مقدم کرنا۔

تشریح پہلے رکوع کرے پھر سجدہ کرے،اگر پہلے سجدہ کیا اور بعد میں اس رکعت کا رکوع کیا تو نماز نہیں ہوگی،سجدہ سہو واجب ہوگا

وجه : اس آیت میں اس کا ثبوت ہے۔يا ايها الذين آمنوا اركعوا واسجدوا واعبدواربكم. (آیت ۷۷،سورۃ الحج ۲۲)اس آیت میں رکوع کا ذکر پہلے ہے اور سجدے کا بعد میں ہے۔اسلئے رکوع پہلے ہو اور سجدہ بعد میں ہو۔()اس حدیث میں بھی ہے۔عن عوف بن مالک الاشجعی قال قمت مع رسول الله ﷺ ...ثم ركع بقدر قيامه يقول فی ركوعه سبحان ذی الجبروت و الملكوت و الكبرياء و العظمة ثم سجد بقدرقيامه ثم قال فی سجوده ـ(ابوداؤد شریف،باب مایقول الرجل فی رکوعہ وسجودہ،ص۱۳۵،نمبر۸۷۳) اس حدیث میں ہے کہ پہلے رکوع کیا اسکے بعد سجدہ کیا

ترجمه : (۳۶۶) [۲۲] پہلے سجدہ سے بیٹھنے کے قریب سیدھا ہونا،اصح روایت پر۔[۲۳]اور دوسرے سجدے کی طرف لوٹنا

تشریح : اصل تو یہ ہے کہ دو سجدے کرے،اور دونوں کے درمیان بیٹھے،اس لئے پہلے سجدے کے بعد اتنا سیدھا ہو کہ بیٹھنے

(۳۶۷) والقعود الاخير قدر التشهد وتاخيره عن الاركان

کے قریب ہوجائے اور پھر سجدہ کرے تب دوسرا سجدہ شمار ہوگا۔صحیح روایت یہی ہے۔

وجه: (۱) عن ابی مسعود البدری قال قال رسول الله ﷺ لا تجزئ صلوة الرجل حتی یقیم ظهره فی الرکوع و السجود (رابوداؤدشریف، باب صلوۃ من لایقیم صلبہ فی الرکوع والسجود،ص۱۳۲،نمبر۸۵۵رترمذی شریف،باب ماجاء فی من لایقیم صلبہ فی الرکوع ولاالسجود،ص۶۷،نمبر۲۶۵) اس حدیث میں ہے کہ پورا سیدھا نہ ہوتو سجدہ ہی نہیں ہوگا،لیکن بیٹھنے کے قریب ہونے کوبھی بیٹھنا قرار دے دیا گیا ہے۔(۲)عن انس ... کان رسول الله ﷺ اذا قال سمع الله لمن حمده قام حتی نقول قد اوهم ثم یسجد و یقعد بین السجدتین حتی نقول قد اوهم (مسلم شریف،باب اعتدال ارکان الصلوۃ وتخفیفھا فی تمام،ص۱۹۷،نمبر۴۷۳ر۱۰۶۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسجدے کرے اور دونوں سجدوں کے درمیان دیر تک بیٹھے۔ (۳)عن ابی هريرة عن النبی ﷺ دخل المسجد فدخل رجل فصلی ثم جاء فسلم علی النبی ﷺ فرد النبی ﷺ علیه السلام فقال: ارجع فصل فانک لم تصل ....ثم ارکع حتی تطمئن راکعاً ثم ارفع حتی تعتدل قائما ، ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً ثم ارفع حتی تطمئن جالساً ، ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ، ثم افعل ذالک فی صلاتک کلها ۔ (بخاری شریف،باب امر النبی ﷺ الذی لایتم رکوعہ بالاعادۃ،ص ۱۲۸،نمبر۷۹۳رترمذی شریف، باب ماجاء فی من لایقیم صلبہ فی الرکوع ولاالسجود،ص۶۷،نمبر۲۶۵) اس حدیث میں ہے کہ دو سجدے کرے اور دونوں سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھ جائے۔

ترجمه : (۳۶۷) [۲۴] تشہد کی مقدار قعدہ اخیرہ کرنا۔[۲۵]اور قعدہ اخیرہ کو سب ارکان سے اخیر میں ادا کرنا۔

تشریح : یہاں دو باتیں ہیں [۱] ایک بات یہ ہے کہ تشہد کی مقدار قعدہ اخیرہ کرے،[۲]اور دوسری بات یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ سب ارکان کے بعد میں کرے،اس کے بعد ارکان میں سے صرف خروج بصنعہ باقی رہ جاتا ہے۔

وجه : (۱)عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ قال اذا قضی الامام الصلوة وقعد فاحدث قبل ان یتکلم فقد تمت صلوته ومن کان خلفه ممن اتم الصلوة. (ابوداؤدشریف،باب الامام یحدث بعد مایرفع رأسہ،ص۱۰۰،نمبر۶۱۷ر ترمذی شریف،باب ماجاء فی الرجل یحدث بعد التشھد ،ص۱۱۰،نمبر۴۰۸)اس حدیث میں ہے کہ بیٹھنے کے بعد حدث ہوا ہوتو نماز پوری ہوگئی،جس سے معلوم ہوا کہ تشہد کی مقدار بیٹھنا فرض ہے،اور یہ بھی پتہ چلا کہ تشہد آخیر میں ہو۔(۲)عن ابن مسعود قال : کنا نقول قبل أن یفرض التشهد ، السلام علی الله ، السلام علی جبرئیل و میکائیل الخ ۔(سنن بیہقی،باب مبدأ فرض التشھد،ج ثانی،ص۱۹۸،نمبر۲۸۱۹)اس حدیث میں ہے کہ تشہد کے فرض ہونے سے پہلے یہ کہتے تھے،اسکا مطلب یہ نکلا کہ بعد میں تشہد فرض ہوگیا۔ (۳)عن رفاعة بن رافع ان رسول الله ﷺ بینما هو جالس فی المسجد یوما .....

(۳۶۸) واداؤھا مستیقظا .(۳۶۹)ومعرفة کیفیة الصلوة وما فیھا من الخصال المفروضة علی وجه یمیّزھا من الخصال المسنونة او اعتقاد انھا فرض حتی لا یتنفل بمفروض(۳۷۰) والارکان من

فاعتدل ساجدا ثم اجلس فاطمئن جالسا ثم قم فاذا فعلت ذلک فقد تمت صلوتک وان انتقضت منه شیئا انتقضت من صلوتک ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی وصف الصلوۃ،ص۸۱،نمبر۳۰۲)اس حدیث میں ہے کہ آخیر میں بیٹھ گئے تو نماز پوری ہوگئی،جس سے معلوم ہوا کہ تشہد کی مقدار بیٹھنا فرض ہے۔

ترجمه : (۳۶۸) [۲۶]سب ارکان کو بیداری میں ادا کرے۔

تشریح : ارکان کو سونے میں ادا کرے گا تو ممکن ہے کہ آیت کچھ پڑھنا ہو اور کچھ اور پڑھ دے تو نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے تمام ارکان کو بیداری میں ادا کرے۔ اگر غنودگی طاری ہوگئی تو کوئی حرج نہیں ہے،لیکن اگر پوری نیند میں کوئی رکن ادا کرلیا تو وہ رکن ادا نہ ہوگا دوبارہ اس رکن کو ادا کرے۔

وجه : (۱) عن عائشة ان النبی ﷺ قال اذا نعس احدکم فی الصلوة فلیرقد حتی یذھب عنه النوم فان احدکم اذا صلی و ھو ناعس لعله یذھب یستغفر فیسب نفسه ۔ (مسلم شریف،باب امر من نعس فی صلاتہ،الخ،ص ۳۱۹،نمبر۷۸۶/۱۸۳۵) اس حدیث میں ہے کہ بیداری میں نماز پڑھے۔(۲) حدثنا ابو ھریرة عن محمد رسول الله ﷺ ۔ فذکر احادیث منھا : و قال رسول الله ﷺ اذا قام أحدکم من اللیل فاستعجم القرآن علی لسانه فلم یدر ما یقول فلیضطجع ۔(مسلم شریف،باب امر من نعس فی صلاتہ،الخ،ص۳۱۹،نمبر۷۸۷/۱۸۳۶)اس حدیث میں ہے کہ معلوم ہو کہ کیا پڑھ رہا ہے۔

ترجمه : (۳۶۹) [۲۷] نماز کی کیفیت اور جو اس میں فرض کی خصلتیں ہیں اس کی اس طرح معلومات ہوں کہ اس کو سنت سے الگ کر سکے،اور یہ یقین ہو کہ یہ فرض ہے تا کہ نفل سمجھ کر فرض کو ادا نہ کرے۔

تشریح : نمازی کو یہ علم ہو کہ نماز میں کتنی سنتیں ہیں اور کتنے فرض ہیں،اور فرض کون کون سے ہیں ،تا کہ ہر ایک میں تمیز کر سکے تا کہ فرض کو نفل سمجھ کر ادا نہ کرے۔ کیونکہ فرض کو نفل سمجھ کر ادا کرے تو وہ رکن ادا نہیں ہوگا۔اتنی بات ضرور ہے کہ نفل کو فرض سمجھ کر ادا کرلیا تو نفل ادا ہو جائے گا،جیسے ظہر کا فرض نفل کی نیت سے ادا کرے گا تو فرض ادا نہیں ہوگا،لیکن ظہر کی سنت کو فرض کی نیت سے ادا کر لے اور دوبارہ فرض پڑھ لے تو ظہر کی سنت ادا ہو جائے گی۔

وجه : عبد الملک بن الربیع بن سبرة عن ابیه عن جده قال قال رسول الله ﷺ علموا الصبی الصلاة ابن سبع سنین و اضربوا ه علیھا ابن عشرة ۔(ترمذی شریف،باب ماجاء متی یومر الصبی بالصلاۃ،ص۱۰۹،نمبر۴۰۷)اس حدیث میں ہے کہ بچوں کو نماز کے مسائل سکھاؤ۔

المذكورات اربعة القيام والقراء ة والركوع والسجود . وقيل القعود الاخير مقدار التشهد (۳۷۱) وباقيها شرائط.بعضها شرط لصحة الشروع فی الصلوة وهو ماكان خارجها وغيره شرط لدوام صحتها.

ترجمه : (۳۷۰) ان تمام امور مذکورہ میں ارکان صرف چار ہیں:

۱:......قیام۔

۲:......قرأت۔

۳:......رکوع۔

۴:......سجود۔

[۵]اور بعض حضرات نے تشہد کی مقدار قعدہ آخیرہ کو بھی فرض میں شمار کیا ہے

تشریح : صاحب ہدایہ نے نماز کے ارکان ۶ شمار کئے ہیں،انہوں نے تکبیر تحریمہ کو بھی فرض میں شمار کیا ہے۔ہدایہ کی عبارت یہ ہے۔ **فرائض الصلوۃ ستة [۱] التحريمة [۲]و القيام [۳] و القرأة[۴] و الركوع[۵] و السجود و[۶] القعدة آخيرة مقدار التشهد**(ہدایہ اول،باب صفۃ الصلوۃ،ص ۹۸،نمبر ۲۵۲)

صاحب نورالایضاح نے تکبیر تحریمہ کو نماز سے پہلے[باہر] شرائط میں شمار کیا ہے۔اسی طرح صاحب ہدایہ نے قعدہ اخیرہ کوفرض کہا ہے،اور صاحب نورالایضاح نے فرمایا کہ یہ بعض حضرات کا قول ہے،اس لئے صاحب نورالایضاح کے یہاں فرض صرف ۴ رہ گئے

ترجمه : (۳۷۱)ان کے علاوہ باقی تمام شرائط ہیں۔ان میں سے بعض نماز کی صحیح ہونے کی شرطیں ہیں،اور یہ وہ ہیں جو نماز سے باہر ہیں۔اوراس کے علاوہ نماز صحیح ہواور باقی رہے اس کی شرطیں ہیں۔

تشریح : مصنفؒ نے یہاں نماز کے اندر کے واجبات اور سنن کو شرط کہا ہے،اور نماز سے پہلے جو فرائض ہیں انکو بھی شرط کہا ہے۔۔مصنف فرماتے ہیں کہ،چار فرضوں کے علاوہ سب نماز کی شرطیں ہیں،کچھ شرطیں وہ ہیں جو نماز سے باہر ہیں اور پہلے ہیں، جیسے طہارت ہو،کپڑا پاک ہوجگہ پاک ہو۔اور کچھ شرطیں وہ ہیں جو نماز کے اندر ہیں،جیسے ناک اور پیشانی دونوں پر سجدہ کرے وغیرہ ۔واجبات اور سنن کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

﴿فصل :﴾

(۳۷۲) تجوز الصلوة علی لِبَدٍ وجهه الاَعلیٰ طاهر والاسفل نجس وعلی ثوب طاهر وبطانته نجسة اذا کان غیر مضرَّب وعلی طرف طاهر وان تحرّک الطرف النجس بحرکته علی الصحیح.

﴿فصل:نجس کپڑے پر نماز﴾

ترجمہ : (۳۷۲) [۱] نمدے پر نماز جائز ہے کہ اس کے اوپر کا حصہ پاک ہو اور نیچے کا حصہ ناپاک ہو۔[۲] اور پاک کپڑے پر کہ اس کے نیچے کا حصہ ناپاک ہو جبکہ سلا ہوا نہ ہو۔[۳] یا چٹائی ،فرش کے پاک کنارے پر نماز جائز ہے اگر چہ اس کے حرکت دینے سے نجس کنارہ متحرک ہوتا ہو، صحیح روایت پر۔

تشریح : یہاں کے چار مسئلے تین اصولوں پر ہیں،[۱] ایک اصول یہ ہے کہ عموم بلوی ہو تو شریعت کی جانب سے سہولت آتی ہے،ان چاروں مسئلوں میں عموم بلوی ہے۔[۲] دوسرا اصول یہ ہے کہ موٹی چیز ہو یا دلدار چیز ہو جسکی وجہ سے نجاست سے مس نہ ہوتی ہو[لگتی نہ ہو] تو اس پر نماز پڑھنا جائز ہے۔[۳] تیسرا اصول یہ ہے کہ حامل نجاست نہ ہو،یعنی نجاست کو اٹھانے والا نہ ہو تو نماز جائز ہے۔

تشریح مسئلہ [۱] پہلا مسئلہ یہ ہے کہ۔موٹی چیز ہو مثلا دری ہے یا کارپٹ ہے،نمدہ ہے،اور اسکے اوپر کا حصہ پاک ہو اور نیچے کا حصہ ناپاک ہو تو اس دری پر نماز پڑھنا جائز ہے، کیونکہ دری کے موٹے ہونے کی وجہ سے نیچے کی نجاست مصلی کو لگتی نہیں ہے،اور نہ اس نجاست کو اٹھانے والا ہے۔[۲] دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ۔دو کپڑے ہیں،اوپر کا کپڑا اتنا پتلا نہیں ہے کہ نیچے والے کپڑے کی نجاست سرایت کر کے اوپر والے کپڑے پر آ جائے ،اور دونوں کپڑے سلے ہوئے نہیں ہیں، کیونکہ سلے ہوئے ہوں تو دونوں کپڑے ایک ہی شمار کئے جائیں گے۔اب نیچے کا کپڑا ناپاک ہے اور اوپر کا کپڑا پاک ہے تو اوپر کے کپڑے پر نماز پڑھنا جائز ہے، کیونکہ یہ نجاست کو اٹھانے والا بھی نہیں ہے اور کپڑا موٹا ہونے کی وجہ سے نجاست مصلی کو نہیں لگ رہی ہے۔[۳] تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ۔چٹائی ، یا فرش یا دری ، یا کارپٹ ہیں ان کا حکم زمین کا حکم ہے، یعنی سجدہ کرتے وقت جہاں جہاں زمین پر دونوں گھٹنے ، دونوں ہتھیلی ، دونوں قدم ، اور پیشانی رکھنے کی جگہ ہے وہ پاک ہوں اس کے علاوہ اگر ناپاک ہو تو نماز جائز ہے، اسی طرح فرش، دری، کارپٹ پر جہاں سجدے کے اعضاء رکھنے کی جگہ ہے وہ پاک ہوں تو نماز ہو جائے گی ، چاہے دوسرے کنارے پر ناپاکی ہو اور پاک کنارہ کو حرکت دینے سے ناپاک کنارہ بھی حرکت میں آ جاتا ہو۔اس مسئلے میں کوئی حدیث یا قول صحابی نہیں ملا۔

وجہ :(۱) اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔سئل رسول اللہ ﷺ عن الصلوۃ فی مبارک الابل فقال لا تصلوا فی مبارک الابل فانها من الشیطن و سئل عن الصلوۃ فی مرابض الغنم فقال صلوا فیها فانها برکة ۔(

(٣٧٣) ولو تنجَّس احد طرفي عمامته فألْقاه و ابقى الطاهر على رأسه ولم يتحرك النجس بحركته جازت صلوته و ان تحرَّك لا يجوز. (٣٧٤) وفاقد ما يُزيل به النجاسة يصلي معها ولا اعادة عليه ولا

ابوداود شریف، باب النھی عن الصلوۃ فی مبارک الابل، ص ۸۱، نمبر ۴۹۳) اس حدیث میں ہے کہ بکری کے بیٹھنے کی جگہ میں نماز پڑھ سکتے ہو، اور وہاں نجاست ضرور ہوگی، جس سے معلوم ہوا کہ قریب میں نجاست ہوتب بھی نماز ہو جائے گی، اگر اعضاء کے ٹکنے کی جگہ پر نہ ہو۔ (۲) عن عائشة قالت کان النبی ﷺ یصلی من اللیل و انا الی جنبه و انا حائض و علی مرط و علیه بعضه الی جنبه۔ (مسلم شریف، باب الاعتراض بین یدی المصلی، ص ۲۱۰، نمبر ۵۱۴/۱۱۴۷) اس حدیث میں ہے کہ حضور کے قریب ہی حائضہ ہوتیں تھیں۔

لغت : لبد: تہ بتہ کیا ہوا بال، یا اون۔ بطانۃ: نیچے کا حصہ۔ مضرب: ضرب سے مشتق ہے، سلا ہوا، یا چپکا یا ہوا۔

ترجمه : (۳۷۳) عمامے کے دو کناروں میں ایک ناپاک ہوا اور اس کو نیچے ڈال دیا، اور پاک کنارہ کو اپنے سر پر باقی رکھا، اور پاک کنارہ کے حرکت دینے سے ناپاک کنارہ متحرک نہیں ہوتا تو اس کی نماز جائز ہے، اور اگر متحرک ہو جاتا ہے تو نماز جائز نہیں۔

تشریح : پگڑی اتنی لمبی ہو کہ ایک کنارے کو حرکت دینے سے دوسرے کنارے کو حرکت نہ ہوتی ہو، اور اس کا پاک کنارہ سر پر ہو اور ناپاک کنارہ نیچے ہو اور پاک کنارہ کی حرکت سے ناپاک کنارہ متحرک نہ ہو تو نماز جائز ہے، کیونکہ ناپاک کنارہ زمین پر رہنے کی وجہ سے حامل نجاست نہیں ہوا، اور اگر متحرک ہو جاتی ہو تو نماز نہیں ہوگی اس لئے کہ یہ حامل نجاست [یعنی نجاست اٹھانے والا ہو گیا]

ترجمه : (۳۷۴) اور اگر نجاست کو زائل کرنے والی چیز موجود نہ ہو تو اس سے نماز پڑھے اور پھر اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اور ایسے ہی جو ستر چھپانے کے لئے کچھ نہ پائے، چاہے ریشم ہو یا گھاس ہو یا مٹی ہو [تو ننگا نماز پڑھے اور لوٹانے کی ضرورت نہیں]

تشریح : کپڑے پر یا جسم پر نجاست ہے اور اس کو زائل کرنے کے لئے پانی نہیں ہے تو اسی نجاست کے ساتھ نماز پڑھ لے، اور چونکہ مجبوری کے درجے میں اس کے لئے یہی میسر تھا اس لئے اس حال میں پڑھی نماز کو دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ آدمی کے پاس کپڑا نہیں ہے، وہ کپڑا جس کا پہننا حرام ہے جیسے ریشم وہ بھی نہیں ہے، ستر چھپانے کے لئے گھاس اور پتے بھی نہیں ہیں، اور مٹی بھی نہیں ہے تو وہ ننگا نماز پڑھے، اور بعد میں کپڑا مل جائے تب بھی نماز کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔

وجه: (۱) اس کی طاقت میں اس سے زائد نہیں ہے اور شریعت طاقت سے زیادہ مکلّف نہیں بناتی۔ اس لئے اس کی نماز جائز ہو جائے گی۔ لوٹانے کی ضرورت نہین ہوگی۔ (۲) آیت تیمّم میں ہے کہ پانی نہ ملے تو تیمّم سے نماز پڑھ لے اور لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ آیت تیمّم یہ ہے۔ و ان کنتم جنبا فاطهروا و ان کنتم مرضى أو على سفر أو جاء أحد منكم من الغائط او لٰمستم النساء فلم تجدوا ماء فتيمموا صعيدا طيبا فامسحوا بوجوهكم و ايديكم منه ما يريد الله ليجعل عليكم من حرج و لكن يريد ليطهر كم و ليتم نعمته عليكم لعلكم تشكرون۔ (آیت ۶ سورۃ المائدۃ ۵) (۳)

علی فاقد ما یستر عورته ولو حریرا او حشیشا او طینا.(۳۷۵) فان وجده ولو بالاباحة وربعه طاهر لا تصح صلوته عاریا وخُیِّر ان طهر اقل من ربعه(۳۷۶) وصلوته فی ثوب نجس الکل احب من

اس حدیث میں ہے کہ پانی اور تیمّم نہ ہونے پر بغیر وضو کے نماز پڑھ لی، اسی طرح نجاست کو بغیر زائل کئے ہوئے نماز جائز ہوجائے گی۔ عن عائشةؓ انها استعارت من اسماء قلادة فهلكت فارسل رسول الله ﷺ ناسا من اصحابه فی طلبها فادرکتهم الصلاة فصلوا بغیر وضوء فلما اتو النبی ﷺ شکوا ذالک الیه فنزلت آیة التیمم ۔(بخاری شریف، باب استعارة الثیاب للعروس وغیرها، ص۹۲۳، نمبر۵۱۶۴/مسلم شریف، باب التیمم، ص۱۵۸، نمبر۳۶۷/۸۱۷) اس حدیث میں صحابی نے پانی نہیں پایا، اور ابھی تک تیمّم کا علم نہیں تھا تو بغیر وضو کے نماز پڑھی اور حضورؐ نے کچھ نہیں فرمایا، اسی طرح یہ آدمی نجاست زائل کرنے پر قدرت نہیں رکھتا ہے اس لئے نجاست کی حالت میں نماز پڑھے گا۔

ترجمه : (۳۷۵) اور اگر کپڑا پایا چاہے مباح کرنے کی وجہ سے ہو، اور اس کی چوتھائی پاک ہے تو ننگے ہو کر نماز جائز نہیں ہے۔ اور اگر چوتھائی کپڑے سے کم پاک ہو تو تو اختیار دیا جائے گا۔

تشریح : بہت سے مقامات پر چوتھائی کو کل کے قائم مقام کیا ہے اس لئے یہاں بھی ایسا کپڑا ملا کہ اس کی چوتھائی پاک ہے اور تین چوتھائی ناپاک ہے تو گویا کہ پورا پاک کپڑا پایا اس لئے اب ننگا ہو کر نماز پڑھنا جائز نہیں اس کو پہن کر نماز پڑھے گا، چاہے وہ کپڑا مانگنے سے حاصل ہوتا ہو تب بھی مانگ کر پہنے۔ اور اگر چوتھائی کپڑے سے کم پاک ہو تو اب گویا کہ پاک نہیں ہے اس لئے اس کو اختیار ہوگا کہ کپڑا پہن کر نماز پڑھے، یا ننگا ہو کر نماز پڑھے، تاہم کپڑا پہن کر نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

وجه : اس حدیث کے اشارۃ النص سے استدلال فرمایا کہ چوتھائی سر مسح کرنے کو پورا سر کافی سمجھا گیا۔ عن عروة بن المغیرة بن شعبة، عن ابیه قال : تخلف رسول الله ﷺ و تخلفت معه، فلما قضی حاجته .....ومسح بناصیته، و علی العمامة، و علی خفیه، (مسلم شریف، باب المسح علی الناصیۃ، والعمامۃ، ص۱۳۴، نمبر۲۷۴/۶۳۳، ابوداود شریف باب المسح علی الخفین، ص۲۲، نمبر۱۵۰) اس حدیث میں پورے سر کے بجائے پیشانی کی مقدار، یعنی چوتھائی سر مسح کر لینا کافی قرار دیا۔ اس لئے چوتھائی کپڑا پاک ہے تو گویا کہ پورا کپڑا پاک ہے، اسلئے اس کے بغیر نماز پڑھنا کافی نہیں ہے۔

ترجمه : (اور کل ناپاک کپڑے میں نماز پڑھنا زیادہ پسندیدہ ننگے نماز پڑھنے سے۔

تشریح : کل کپڑا ناپاک ہے تب بھی بہتر یہ ہے کہ اس کپڑے کو پہن کر ہی نماز پڑھے، اس لئے ننگا ہو کر نماز پڑھنے میں دوسروں کو بھی برا لگے گا۔

ترجمه : (۳۷۷) اور اگر اتنا کپڑا پایا کہ بعض عورت کو چھپایا جائے تو اس کا استعمال واجب ہے، اور قبل اور دبر کو چھپائے، اور اگر ایک ہی چھپا سکے تو بعض حضرات نے فرمایا کہ دبر کو چھپائے، اور بعض نے فرمایا کہ قبل کو چھپائے۔

صلوته عریانا (٣٧٧)ولو وجد ما یستر بعض العورة وجب استعماله ویستر القبل والدبر فان لم یستر الا احدهما قیل یستر الدبر وقیل القبل . (٣٧٨) وندُب صلوة العاری جالسا بالایماء مادًّا

تشریح : اتنا کپڑا ملا کہ پورا ستر نہیں چھپا سکتا تو جتنا چھپا سکتا ہے اتنا ہی چھپا لے، اور قبل اور دبر کو ضرور چھپائے، کیونکہ یہ اغلظ ستر ہیں، اور اگر دونوں میں سے ایک کو ہی چھپا سکتا ہے اتنا کم کپڑا ہے تو بعض حضرات کی رائے ہے کہ دبر چھپائے کیونکہ جب رکوع میں جائے گا تو وہ زیادہ کھلے گا اور دوسروں کو شرمندگی ہوگی، اور بعض حضرات کی رائے ہے کہ قبل کو چھپائے کیونکہ وہ ستر کے ساتھ شہوت کی جگہ بھی ہے۔ تاہم ننگا ہو کر نماز نہ پڑھے۔

لغت : العورۃ : جس جگہ کو چھپانا ضروری ہے، ستر عورت۔ الدبر: پیچھے کا راستہ، القبل: شرمگاہ، مرد کا عضو تناسل۔

ترجمہ : (٣٧٨) اور ننگا آدمی کو بیٹھ کر قبلہ رو پاؤں لمبا کر کے اشارے سے نماز پڑھنا مستحب ہے۔ پس اگر کھڑے ہو کر اشارہ یا رکوع وسجود سے نماز پڑھے تب بھی صحیح ہے۔

تشریح : ننگا آدمی کے لئے مستحب یہ ہے بیٹھ کر نماز پڑھے اور پاؤں قبلہ کی طرف لمبا کرے اور اشارہ سے نماز پڑھے۔ کیونکہ بیٹھنے میں اور اشارہ سے نماز پڑھنے میں آگے اور پیچھے کا حصہ زیادہ نہیں کھلے گا۔ لیکن اگر کھڑا ہو کر اشارہ سے نماز پڑھی، یا رکوع سجدہ کر کے نماز پڑھی تب بھی درست ہے، کیونکہ کھڑا ہونے میں قیام کی رعایت کی، اسی طرح رکوع سجدہ کرنے میں دو فرضوں کی رعایت کی اس لئے اس کی بھی گنجائش ہے۔

وجہ : (١) **عن ابن عباس قال الذی یصلی فی السفینة والذی یصلی عریانا یصلی جالسا** ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب صلوۃ العریان، ج ثانی، ص ٣٨٤، نمبر ٤٥٧٧) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ ننگا آدمی مجبوری کی وجہ سے بیٹھ کر نماز فرض ادا کرے گا اور اس سے قیام ساقط ہو جائے گا۔ (٢) اشارہ سے نماز پڑھے اس کے لئے یہ عمل صحابی ہے۔ **عن قتادہ قال ۔ اذا خرج ناس من البحر عراۃ فأمهم أحدهم صلوا قعودا ، و کان امامهم معهم فی الصف و یؤمون ایماءً** ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب صلوۃ العریان، ج ثانی، ص ٣٨٤، نمبر ٤٥٧٦) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ننگا آدمی بیٹھ کر نماز پڑھے گا اور اشارہ سے نماز پڑھے گا، اور صف کے درمیان کھڑا ہوگا۔ (٣) اور کھڑا ہونے کی بھی گنجائش ہے اس کے لئے یہ اثر ہے۔ **عن میمون بن مهران قال سئل علیؓ عن صلوۃ العریان فقال ان کان حیث یراہ الناس صلی جالسا، وان کان حیث لایراہ الناس صلی قائما** (مصنف عبد الرزاق، باب صلوۃ العریان، ج ثانی، ص ٣٨٤، نمبر ٤٥٧٨) اس اثر سے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

ترجمہ : (٣٧٩) مرد کا ستر عورت ناف سے زانو کے نیچے تک ہے۔

تشریح : مرد کا ستر عورت ناف کے نیچے سے شروع ہوتا ہے اور گھٹنے کے نیچے تک ہے۔

رجلیه نحو القبلة فان صلی قائما بالایماء او بالرکوع والسجود صحَّ .(۳۷۹) وعورة الرجل ما بین السرة ومنتهی الرکبة (۳۸۰) وتزید علیه الامة البطن والظهر.

وجه :(۱)۔عن عمر وبن شعیب ....فلا ینظرن الی شیء من عورته ، فانما أسفل من سرته الی رکبتیه من عورته ۔(مسند احمد، مسند عبداللہ بن عمرو، ج ثانی ص ۳۸۷، نمبر ۶۷۱۷/دار قطنی ، باب الامر بتعلیم الصلوات والضرب علیھا وحد العورة التی یجب سترھا ص ۲۳۷ نمبر ۸۷۶/ابوداؤد شریف، باب متی یؤمر الغلام بالصلوة ،ص ۸۲، نمبر ۴۹۶) اس حدیث میں ہے کہ ناف کے نیچے سے ستر ہے اور گھٹنے تک ہے، یعنی گھٹنے سمیت ہے۔(۲) اور گھٹنا ستر میں داخل ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے ۔ سمعت علیا یقول قال رسول اللہ ﷺ الرکبة من العورة . (دار قطنی ، باب الامر بتعلیم الصلوة والضرب علیھا وحد العورة التی یجب سترھا، ج اول، ص ۲۳۷، نمبر ۸۷۸)(۲)عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال قال رسول اللہ ﷺ..... واذا زوج احدکم خادمه من عبده او اجیره فلا ینظرون الی شیء من عورته فان کل شیء اسفل من سرته الی رکبته من عورته. (سنن للبیھقی ، باب عورة الرجل، ج ثانی، ص ۳۲۴، نمبر ۳۲۳۵/دار قطنی ، باب الامر بتعلیم الصلوہ والضرب علیھا وحد العورة التی یجب سترھا ، ج اول ،ص ۲۳۷ ،نمبر ۸۷۶) اس حدیث میں ہے کہ ناف کے نیچے سے گھٹنا سمیت ستر عورت ہے۔

لغت : السرة : ناف۔الرکبة : گھٹنہ، منتھی الرکبة : جہاں گھٹنے کی جوڑ ملتی ہو

ترجمہ : (۳۸۰) اور باندی کی اس کے علاوہ پیٹ اور پیٹھ بھی ہیں۔

تشریح باندی کا ستر ناف سے لیکر گھٹنے تک ہے جو مرد کا ستر ہے، اور اس کے علاوہ پیٹ اور پیٹھ بھی باندی کا ستر ہے، نماز میں سر ہاتھ اور پاؤں ستر نہیں ہے، چنانچہ اگر یہ کھل جائیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی ،لیکن شہوت کا خطرہ ہو تو نماز سے باہر ان اعضاء کو ڈھانکنا چاہئے

وجہ : (۱) باندی مولی کے کام کے لئے باہر نکلتی ہے اس لئے ان اعضاء کو ستر قرار دینے سے حرج لازم ہوگا۔اس لئے یہ اعضاء ستر نہیں ہیں۔نماز میں یہ اعضاء کھل جائیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی (۲) ان صفیة بنت ابی عبید حدثته قالت خرجت امرأة مختمرة متجلببة فقال عمر من هذه المرأة فقیل له هذه جاریة لفلان رجل من بنیه فارسل الی حفصة فقال ما حملک علی ان تخمری هذه الامة و تجلببیها تشبهیها بالمحصنات حتی هممت ان اقع بها لا احسبها الا من المحصنات لاتشبهوا الاماء بالمحصنات (سنن للبیھقی ، باب عورة الامة ، ج ثانی ،ص ۳۲۰، نمبر ۳۲۲۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باندی کا ستر اتنا نہیں ہے جتنا آزاد عورت کا ہے۔لیکن پستان اور سینہ موضع شہوت ہیں اس لئے وہ تمام جگہیں ستر میں شامل ہونگی۔(۲)۔عن الشعبی عن شریح قال : تصلی الامة بغیر خمار ، تصلی کما تخرج ۔(مصنف عبد

(۳۸۱)وجمیع بدن الحرة عورة الا وجهها وکفیها وقدمیها.(۳۸۲) وکشف ربع عضو من اعضاء

الرزاق، باب الخمار، ج الثالث، ص۱۳۵، نمبر ۵۰۵۶)اس اثر میں ہے کہ بغیر اوڑھنی کے نماز پڑھ سکتی ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اسکا سر ستر عورت نہیں ہے۔(۳)**عن انس أن عمر ضرب أمة لآل انس رآها متقنعة ، قال : اکشفی رأسک لا تشبهین بالحرائر** ۔(مصنف عبدالرزاق، باب الخمار، ج الثالث، ص۱۳۶، نمبر۵۰۶۴) اس اثر میں ہے کہ سر پر کپڑا اڈالنے سے حضرت عمرؓ باندیوں کو روکتے تھے، جس سے معلوم ہوا کہ اسکا سر ستر عورت نہیں ہے۔(۴) سر ستر تو نہیں ہے لیکن نماز میں اور نماز سے باہر سر پر کپڑا رکھنا اچھا ہے، اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ ۔**عن ابن جریج قال : قلت لعطاء : أتصلی المرأة فی درّاعة ؟ قال : نعم ! أخبرت أن الاماء علی عهد رسول الله ﷺ و بعده کن لا یصلین حتی تجعل احداهن أزارها علی رأسها متقنعة ، أو خمارا ، أو خرقة یغیب فیها رأسها** ۔(مصنف عبدالرزاق، باب الخمار، ج الثالث، ص ۱۳۶، نمبر۵۰۶۴) اس اثر میں ہے کہ باندی بغیر کپڑا سر پر لئے نماز نہیں پڑھتی تھی۔۔ یہ تو جاسوسی نہ کرے اور آزاد عورتوں کا تشبہ اختیار نہ کرے اسلئے حضرت عمرؓ روکتے تھے۔

ترجمہ : (۳۸۱) آزاد عورت کا تمام بدن ستر ہے سوائے چہرہ اور دونوں ہتھیلی اور دونوں قدم کے۔

تشریح : آزاد عورت کا پورا بدن نماز میں ستر ہے، سوائے چہرہ، دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم کے، یعنی یہ اعضاء کھل جائیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اور نماز سے باہر اگر ان اعضاء کو خاص طور پر چہرے کو کھولنے میں شہوت کا خطرہ ہو تو اس کا چھپانا ضروری ہے۔

وجہ : (۱) آیت میں ہے۔**ولا یبدین زینتهن الا ما ظهر منها**۔(آیت ۳۱، سورة النور۲۴) اس آیت میں ہے کہ زینت کی جگہ ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو خود بخود ظاہر ہو جائے، اور حضرت ابن عباسؓ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ الکحل سے مراد سرمہ لگانے کی جگہ یعنی چہرہ ہے اور خاتم انگوٹھی پہننے کی جگہ یعنی ہاتھ مراد ہے۔ کہ ہاتھ اور چہرہ کھلے ہوں تو یہ ستر نہیں ہیں، اثر یہ ہے۔**عن ابن عباس فی قوله ولا یبدین زینتهن الا ماظهر،الآیة قال الکحل والخاتم**. (سنن للبیہقی، باب عورة المرأة الحرة، ج ثانی، ص ۳۱۹، نمبر ۳۲۱۶)(۲)ان دونوں کے ظاہر کرنے میں ضرورت بھی ہے اس لئے نماز میں یہ دونوں ستر نہیں ہیں۔ حدیث میں ہے۔**عن عائشة ... قال رسول الله ﷺ یا اسماء ان المرأة اذا بلغت المحیض لم یصلح لها ان یری منها الا هذا وهذا واشار الی وجهه وکفیه**. (ابوداؤد شریف، باب فی ماتبدی المرأة من زینتها، ص ۵۷۸، نمبر ۴۱۰۴)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آزاد عورت کا چہرہ اور ہتھیلی ستر نہیں ہیں۔(۳) اس حدیث میں ہے۔ **عائشة قال رسول الله ﷺ لا تقبل صلوة حائض الا بخمار**۔(ترمذی شریف، باب ماجاء لاتقبل صلوة المرأة الحائض الابخمار، ص ۱۰۱، نمبر ۳۷۷/ ابوداؤد شریف، باب المرأة تصلی بغیر خمار، ص۱۰۳، نمبر ۶۴۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آزاد بالغہ عورت کو ستر ڈھانکنا اور سر ڈھانکنا ضروری ہے۔

العورة يمنع صحة الصلوة (۳۸۳) ولو تفرق الانكشاف على اعضاء من العورة وكان جملة ما تفرق يبلغ ربع اصغر الاعضاء المنكشفة منع والا فلا. (۳۸۴) ومن عجز عن استقبال القبلة لمرض او

ترجمه : (۳۸۲) ستر عورت کے اعضاء میں سے چوتھائی عضو کے کھلنے سے نماز صحیح نہیں ہوگی۔

تشریح : نماز میں ستر عورت کھل جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی اسی اصول کے تحت فرماتے ہیں کہ ایک عضو کی چوتھائی بھی کھل جائے تو پورے ایک عضو کے کھلنے کے قائم مقام ہو جائے گا اور نماز فاسد ہو جائے گی۔

وجه : (۱) چوتھائی عضو کثیر ہے۔ اور اس حدیث کے اشارة النص سے استدلال فرمایا کہ چوتھائی سر مسح کرنے کو پورا سر کافی سمجھا گیا۔ حدیث یہ ہے۔ عن عروة بن المغيرة بن شعبة ،عن ابيه قال : تخلف رسول الله ﷺ و تخلفت معه، فلما قضى حاجته .....ومسح بناصيته ،و على العمامة ،و على خفيه ، (مسلم شریف، باب المسح على الناصية، والعمامة ،ص ۱۳۴، نمبر ۲۷۴ /۶۳۳ ، ابوداود شریف باب المسح على الخفين ،ص ۲۲ ،نمبر ۱۵۰) اس حدیث میں پورے سر کے بجائے پیشانی کی مقدار، یعنی چوتھائی سر مسح کر لینا کافی قرار دیا۔ (۲) اس حدیث میں ہے۔ عن عامر بن سعد عن ابيه قال : مرض مرضا ....قال : الثلث ، قال: ((الثلث، الثلث كثير)) (ابوداود شریف، باب ما جاء فيما يجوز للموصى فى ماله، ص ۴۱۶، نمبر ۲۸۶۴) اس حدیث میں تہائی کو کثیر کہا ہے اسلئے تہائی عضو کے کھلنے سے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نماز نہیں ہوگی۔

ترجمه : (۳۸۳) اور اگر ستر عورت کے اعضاء میں سے مختلف جگہ سے کھل گیا اور جتنا کھلا اس کا مجموعہ کھلے ہوئے اعضاء میں سے چھوٹے عضو کی چوتھائی کو پہنچ جائے تو نماز جائز نہیں ہوگی، اور چوتھائی سے کم ہو تو جائز ہوگی۔

تشریح : ایک جگہ سے چوتھائی عضو نہیں کھلا ہے، بلکہ پھٹن کی وجہ سے مختلف جگہ سے ستر عورت کی جگہ کھلی ہے، اور سب کو ملایا جائے تو ستر عورت کی جو چھوٹی جگہ ہے اس کی چوتھائی کو پہنچ جاتی ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی، اور چوتھائی سے کم ہو تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اس کے لئے کوئی حدیث یا قول صحابی نہیں ملا۔

ترجمه : (۳۸۴) اور جو مرض کے سبب، یا چوپائے سے نیچے اترنے سے استقبال قبلہ سے عاجز ہو جائے، یا دشمن کے خوف کی وجہ سے قبلہ کی طرف منھ نہ کر سکے تو جس جانب قدرت ہو اور امن ہو وہ اس کا قبلہ ہے۔

تشریح : اصل تو یہ ہے کہ قبلہ کی طرف توجہ کرے، [۱] لیکن بیماری کی وجہ سے قبلے کی طرف توجہ نہیں کر سکتا ہے، [۲] یا چوپائے پر یا ریل پر یا ہوائی جہاز پر سوار ہے اور اس سے اترنے سے عاجز ہے، یا ریل پر یا ہوائی جہاز پر قبلے کی طرف توجہ کر کے نماز پڑھنے سے عاجز ہے [۳] یا دشمن کا خوف ہے جسکی وجہ سے قبلے کی طرف توجہ کرنا مشکل ہے تو جدھر توجہ کر سکتا ہو وہی اس کا قبلہ ہے اور اسی طرف توجہ کر کے نماز پڑھنے سے نماز ہو جائے گی۔

وجه : (۱) اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ ولله المشرق والمغرب فاينما تولوا فثم وجه الله۔ (آیت ۱۱۵، سورة

عجز عن النزول عن دابته او خاف عدوا فقبلته جهة قدرته وامنه(٣٨٥) ومن اشتبهت عليه القبلة

البقرة ٢)اس آیت سے معلوم ہوا کہ مجبوری کے موقع پر کسی اور طرف توجہ کر کے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی۔ کیونکہ وہاں اللہ کا چہرہ ہے۔(٢)اس اثر میں ہے۔أن عبد الله بن عمر كان اذا سئل عن صلوة الخوف قال ....فان كان خوف هو اشد من ذالک صلوا رجالا قياما على اقدامهم ، أو ركبانا مستقبلي القبلة أو غير مستقبليها ۔(بخاری شریف، کتاب التفسیر، باب قولہ فان خفتم فرجالا أو رکبانا،ص ۱۷۷،نمبر ۴۵۳۵)اس اثر میں ہے کہ خوف زیادہ ہو تو قبلہ کے علاوہ کی طرف بھی نماز پڑھے گا تو نماز جائز ہو جائے گی۔

لغت : جھۃ قدرتہ :جس جانب قدرت ہو اسی جانب توجہ کر لے۔

ترجمہ : (٣٨٥) اور جس پر قبلہ مشتبہ ہو جائے اور وہاں کوئی خبر دینے والا نہ ہو اور محراب بھی نہ ہو تو تحری کر کے نماز پڑھے۔ اور اگر خطا کرے تب بھی اس پر اعادہ نہیں۔

تشریح : یہاں پانچ مسئلے اس اصول پر مبنی ہیں کہ قبلہ مشتبہ ہو جائے تو تحری اصل قبلہ بن جاتی ہے۔کسی کو قبلہ معلوم نہ ہو اور وہاں کوئی خبر دینے والا بھی نہ ہو،اور کوئی محراب یا علامت بھی نہ ہو جس سے قبلے کا اندازہ لگے تو تحری اصل ہو جاتی ہے، پس اگر تحری کرے اور نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی چاہے بعد میں پتہ لگے کہ قبلہ میں غلطی ہو گئی، کیونکہ تحری اصل تھی جو کر لی۔

وجہ : (١)حدیث میں ہے۔عن جابر قال كنا مع النبی ﷺ فی مسير او سرية فاصابنا غيم فتحرينا واختلفنا فی القبلة فصلى كل رجل منا على حدة فجعل احدنا يخط بين يديه لنعلم امكنتنا فلما اصبحنا نظرناه فاذا نحن قد صلينا على غير القبلة فذكرنا ذلک للنبی ﷺ فقال قد اجزأت صلواتكم ۔(سنن للبیہقی ،باب الاختلاف فی القبلۃ عند التحری، ج ثانی،ص ۱۶،نمبر ۲۲۳۵/ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل یصلی لغیر القبلۃ فی الغیم ،ص ۹۴،نمبر ۳۴۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تحری کر کے نماز پڑھی تو قبلہ غلط بھی ہو جائے تو نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔اس لئے کہ تحری ہی اس کا قبلہ ہو گیا۔(٢).عن عبد الله بن عامر بن ربيعة عن أبيه قال : كنا مع النبی ﷺ فی سفر فی ليلة مظلمة ، فلم ندر أين القبلة فصلى كل رجل منا على حياله ، فلما أصبحنا ذكرنا ذالک للنبی ﷺ فنزل : ﴿فأينما تولوا فثم وجه الله ﴾آیت ۱۱۵،سورۃ البقرۃ ۲)(ترمذی شریف،باب ماجاء فی الرجل یصلی لغیر القبلۃ فی الغیم ،ص ۹۴،نمبر ۳۴۵/ابن ماجہ شریف، باب من یصلی لغیر القبلۃ وھو لا یعلم ،ص ۱۴۳،نمبر ۱۰۲۰)اس حدیث میں ہے کہ غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی اور ہو بھی گئی۔

اصول : قبلہ مشتبہ ہوتے وقت تحری قبلہ ہے۔

ترجمہ : (٣٨٦) اور اگر اپنی غلطی کو نماز میں ہی جانا تو گھوم جائے اور بنا کرے۔

ولم یکن عندہ مُخبر ولا محراب تحرّی ولا اعادۃ علیه لو اخطأ(٣٨٦) وان علم بخطئه فی صلوته استدار وبنیٰ (٣٨٧) وان شرع بلا تحر فعلم بعد فراغه انه اصاب صحت(٣٨٨) وان علم باصابته فیها فسدت کما لو لم یعلم اصابته اصلا (٣٨٩) ولو تحرّی قوم جهات وجهلوا حال امامهم

تشریح : [٢] تحری کر کے نماز شروع کی تھی اور قبلے کی غلطی نماز کے درمیان میں پتہ چلا تو اسی درمیان قبلے کی طرف گھوم جائے اور نماز کی بنا کر لے نماز کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ تحری ہی قبلہ بن گیا

وجه : (١) اس حدیث میں ہے۔ عن عبداللہ بن عمر قال : بینا الناس بقباء فی صلاۃ الصبح اذ جائهم آت فقال :ان رسول اللہ ﷺ قد انزل علیه اللیلة قرآن ، قدأمر أن یستقبل الکعبة ، فاستقبلوها ، و کانت وجوههم الی الشام فاستداروا الی الکعبة ۔(بخاری شریف، باب ماجاء فی القبلۃ ،الخ،ص ۵۷،نمبر۴۰۳) اس حدیث میں ہے کہ نماز میں قبلہ کی طرف گھوم گئے۔

ترجمه : (٣٨٧) اور اگر بغیر تحری کے نماز شروع کی پھر فارغ ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ قبلہ کا رخ صحیح تھا نماز صحیح ہو گئی۔

تشریح :[٣] یہ تیسرا مسئلہ ہے۔ کہ بغیر تحری کے نماز شروع کر دی۔ اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ صحیح رخ پر تھا تو نماز درست ہو جائے گی، کیونکہ تحری تو نہیں تھی لیکن قبلے کی طرف رخ تھا اس لئے نماز صحیح ہو جائے گی۔

ترجمه : (٣٨٨) اور اگر صحیح ہونا نماز کے اندر معلوم ہوا تو نماز فاسد ہو جائے گی جیسا کہ صحیح ہونے کا بالکل پتہ نہیں چلا۔

تشریح : [٤] تحری کئے بغیر نماز پڑھی اور درمیان نماز میں معلوم ہوا کہ قبلے کی جانب رخ نہیں ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ یہاں تحری اصل تھی وہ بھی نہیں ہوئی، اور قبلے کی طرف رخ کرنا چاہئے تھا وہ بھی نہیں ہوا اس لئے نماز فاسد ہو جائے گی، [٥] پانچویں صورت یہ ہے کہ نماز کے بعد بھی معلوم نہیں ہوا کہ قبلے کی طرف رخ تھا یا اس کے خلاف میں تھا تب بھی نماز فاسد ہوگی، اس لئے کہ تحری بھی نہیں کی، اور قبلے کی طرف ہونا بھی یقینی نہیں ہے۔

ترجمه : (٣٨٩) ایک قوم نے مختلف جہت کی تحری کی اور امام کا حال معلوم نہیں ہے تو نماز جائز ہو جائے گی۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ اعتقاد ہو کہ امام غلط رخ پر ہے تو اس کی اتباع ہی نہیں ہوئی اس لئے نماز نہیں ہوگی، اور اگر اس کا حال ہی معلوم نہ ہو اس لئے اس کے بارے میں غلط ہونے کا اعتقاد نہ ہو اس لئے اس کی اتباع صحیح ہوئی اس لئے مقتدی کی نماز درست ہو جائے گی۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ اندھیرے میں کچھ لوگوں نے مل کر تحری کی اور مختلف جہت میں نماز پڑھی، اور ان کو معلوم نہیں تھا کہ امام کس رخ پر ہے تو سب کی نماز درست ہو جائے گی۔

وجه :(١) امام کا حال معلوم نہیں ہے اس لئے غلط ہونے کا اعتقاد نہیں ہے اس لئے اتباع درست ہوئی اس لئے نماز درست

تجزئهم.

﴿فصل : (فی واجب الصلوة) وهو ثمانية عشر شيئا.﴾

ہوجائے گی۔(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ تحری اصل تھی وہ کرلی اس لئے بھی نماز ہوجائے گی۔(۳) اس حدیث میں ہے کہ قوم نے مختلف جہات میں نماز پڑھی اور ہوبھی گئی۔ **عن جابر قال كنا مع النبی ﷺ فی مسیر او سریة فاصابنا غیم فتحرینا واختلفنا فی القبلة فصلی کل رجل منا علی حدة فجعل احدنا یخط بین یدیه لنعلم امکنتنا فلما اصبحنا نظرناه فاذا نحن قد صلینا علی غیر القبلة فذکرنا ذلک للنبی ﷺ فقال قد اجزأت صلواتکم** ۔(سنن للبیہقی ، باب الاختلاف فی القبلۃ عند التحری، ج ثانی، ص ۱۶، نمبر ۲۲۳۵ / ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل یصلی لغیر القبلۃ فی الغیم، ص ۸۰ نمبر ۳۴۵)۔

اصول : امام کے بارے میں غلط ہونے کا اعتقاد ہوتو اس کی اتباع صحیح نہیں ہے اور نماز بھی صحیح نہیں ہوگی۔

﴿فصل واجبات نماز کے بیان میں﴾

نماز میں اٹھارہ (۱۸) واجبات ہیں: ایک نظر میں۔

۱:......سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

۲:......فرض نماز کی دو غیر متعین رکعتوں میں اور وتر اور نفل کی تمام رکعتوں میں سورت ملانا۔

۳:......پہلی دو رکعتوں میں قرأت کا معین کرنا۔

۴:......فاتحہ کا سورت پر مقدم کرنا۔

۵:......سجدہ میں پیشانی کے ساتھ ناک ملانا۔

۶:......ہر رکعت میں دوسرے افعال صلوۃ کی طرف منتقل ہونے سے پہلے دوسرا سجدہ کرنا۔

۷:......تمام ارکان کا اطمینان سے ادا کرنا۔

۸:......پہلا قعدہ۔

۹:......پہلے قعدہ میں تشہد پڑھنا، صحیح روایت میں۔

۱۰:......اخیر قعدہ میں تشہد پڑھنا۔

۱۱:......تشہد کے بعد بغیر مہلت کے تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوجانا۔

۱۲:......لفظ السلام کہنا نہ علیکم۔

۱۳:......وتر میں قنوت پڑھنا۔

۱۴:......عیدین کی زائد تکبیریں۔

۱۵:......ہر نماز کو لفظ تکبیر سے شروع کرنا سوائے خاص نماز عید کے۔

۱۶:......عیدین کی دوسری رکعت میں تکبیر۔

۱۷:......امام کا فجر اور مغرب اور عشا کی دو پہلی رکعتوں میں قرأت جہر سے پڑھنا۔

۱۸:......ظہر اور عصر کی تمام رکعتوں میں اور مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعت کے سوا باقی رکعتوں میں۔ اور دن کی نفل نمازوں میں قرأت آہستہ پڑھنا۔

☆☆☆

ضروری نوٹ : واجب کا مطلب یہ ہے کہ اس کو کرنا ضروری ہے، اور وہ چھوٹ گیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی البتہ سجدہ سہو لازم ہوگا، اور اگر سجدہ سہو بھی نہیں کیا تو کراہیت کے ساتھ نماز پوری ہوگئی، بہتر یہ ہے کہ اس نماز کو دوبارہ پڑھ لے، اور نہیں پڑھی تب بھی فرض ادا ہوگیا۔ اس حدیث میں صحابی نے تعدیل ارکان نہیں کی جو واجب تھی تو دوبارہ نماز پڑھنے کے لئے فرمایا۔ **عن ابی هريرة عن النبی ﷺ دخل المسجد فدخل رجل فصلی ثم جاء فسلم علی النبی ﷺ فرد النبی ﷺ عليه السلام فقال: ارجع فصل فانک لم تصل ....ثم ارکع حتی تطمئن راکعاً ثم ارفع حتی تعتدل قائما ، ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً ثم ارفع حتی تطمئن جالساً ، ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ، ثم افعل ذالک فی صلاتک کلها** ۔ (بخاری شریف، باب امر النبی ﷺ الذی لا یتم رکوعہ بالاعادۃ، ص ۱۲۸، نمبر ۷۹۳/ ابوداود شریف، باب صلوۃ من لا یقیم صلبہ فی الرکوع ولا السجود، ص ۱۳۲، نمبر ۸۵۶) اس حدیث میں تعدیل ارکان جو واجب ہے اس کو چھوڑنے پر دوبارہ نماز پڑھنے کے لئے فرمایا۔ (۲) واجب کے بھولنے میں سجدہ سہو ہے، اسکی دلیل یہ ہے۔ **عن المغيرة بن شعبة قال قال رسول الله ﷺ ((اذا قام الامام فی الرکعتین فان ذکر قبل أن يستوی قائما فليجلس ، فان استوی قائما فلا يجلس و يسجد سجدتی السهو))** ۔ (ابوداود شریف، باب من نسی أن یتشھد وھو جالس، ص ۱۵۷، نمبر ۱۰۳۶/ ترمذی شریف، باب ما جاء فی سجدتی السھو قبل السلام، ص ۹۰، نمبر ۳۹۱) اس حدیث میں ہے کہ قاعدہ اولی بھول جائے تو سجدہ سہو کرے، اور قاعدہ اولی واجب ہے جس سے معلوم ہوا کہ واجب کے چھوٹنے سے سجدہ سہو واجب ہوگا۔

امام شافعیؒ کے یہاں واجب کا درجہ نہیں ہے، فرض کے بعد سنت کا درجہ ہے اس لئے انکے یہاں یہ سب سنت کے درجے میں ہیں۔

(۳۹۰) قرائة الفاتحة (۳۹۱) وضم السورة او ثلاث آيات فی رکعتين غير متعينتين من الفرض و

ترجمه : (۳۹۰) [۱] سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

تشریح : نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا ہمارے یہاں فرض نہیں ہے بلکہ واجب ہے۔

وجه : (۱) کہیں سے بھی قرآن پڑھنے کی فرضیت کی دلیل یہ آیت ہے۔ **فاقرئوا ما تيسر من القرآن** (آیت ۲۰، سورۃ المزمل ۷۳) (۲) حدیث میں ہے **عن ابن سعيد قال امرنا ان نقرء بفاتحة الكتاب وما تيسر** ۔ (ابوداؤد شریف، باب من ترک القراءۃ (الفاتحۃ) فی صلوتہ بفاتحۃ الکتاب، ص ۱۲۵، نمبر ۸۱۸ / نسائی شریف، باب ایجاب قراءۃ فاتحۃ الکتاب فی الصلوۃ، ص ۱۰۵، نمبر ۹۱۲) (۳) بخاری شریف میں ہے آپؐ نے اس دیہاتی سے فرمایا جس نے جلدی جلدی نماز پڑھی **ثم اقرء ما تيسر معك من القرآن** (بخاری شریف، باب وجوب القرأۃ للامام والماموم فی الصلوۃ کلھا ص ۱۰۵ نمبر ۷۵۷ / مسلم شریف، باب وجوب قرائۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ ص ۱۷۰ نمبر ۳۹۷ / ۸۸۵) اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن میں سے جو آسان ہو اس کا پڑھنا فرض ہے۔ چاہے سورۂ فاتحہ کے علاوہ ہو۔ (۴) **حدثنی ابو هريرة قال : قال لی رسول الله** ﷺ **اخرج فناد فی المدينة أنه لا صلوة الا بقرآن و لو بفاتحة الكتاب فما زاد** ۔ (ابوداود شریف، باب من ترک القرأۃ فی صلوتہ بفاتحۃ الکتاب، ص ۱۲۶، نمبر ۸۱۹) اس حدیث میں ہے کہ سورہ فاتحہ ہو یا کوئی اور آیت ہو اس سے نماز ہو جائے گی جس سے معلوم ہوا کہ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں ہے، البتہ واجب ہم بھی کہتے ہیں۔

سورۂ فاتحه واجب ہونے کی دلیل: (۱) **عن عبادة بن الصامت ان رسول الله** ﷺ **قال لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب** ۔ (بخاری شریف، باب وجوب القراءۃ للامام والماموم فی الصلوۃ کلھا ص ۱۰۴ نمبر ۷۵۶ / مسلم شریف، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ، ص ۱۶۹، نمبر ۳۹۴ / ۸۷۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔ نہیں پڑھیں گے تو کمی رہ جائے گی۔ حدیث میں ہے (۲) **عن ابی هريرة عن النبی** ﷺ **قال من صلی صلوة لم يقرأ فيها بام القرآن فهی خداج ثلاثا غير تمام** ۔ (مسلم شریف، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ، ص ۱۶۹، نمبر ۳۹۵ / ۸۷۸ / ابوداؤد شریف، باب من ترک القراءۃ فی صلوتہ، ص ۱۲۵، نمبر ۸۲۱) **فهی خداج** کا مطلب یہ ہے کہ فاتحہ چھوڑنے سے نماز میں کمی رہ جائے گی اور اس کا اتمام سجدۂ سہو سے کرنا پڑے گا۔ اسی لئے حنفیہ کے یہاں سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے، اور چھوڑنے سے نماز ہو جائے گی لیکن سجدہ سہو کرنا ہوگا۔

ترجمه : (۳۹۱) [۲] فرض کی دو رکعتوں میں سورت ملائے یا کم از کم تین آیتیں ملائے [۲] اور وتر کی [۳] اور نفل کی تمام رکعتوں میں سورت ملائے۔

تشریح : [۱] فرض کی پہلی دو رکعتوں میں یا دوسری دو رکعتوں میں سورت ملانا واجب ہے، یا کم سے کم تین چھوٹی آیتیں، یا ایک

فی جمیع رکعات الوتر والنفل(۲ ۹ ۳) وتعیین القراءۃ فی الاولیین وتقدیم الفاتحۃ علی

بڑی آیت ملائے ، [۲] اور وتر نفل کے درجے میں ہے اس لئے وتر کی تمام رکعتوں میں سورت ملائے [۳] اور نفل کی ہر دو رکعتیں ایک شفعہ اور ہر شفعہ الگ الگ نماز ہے اس لئے ہر شفعہ میں سورت ملانا واجب ہے ، یعنی تمام رکعتوں میں سورت ملانا واجب ہے ۔

وجه : (۱) اس حدیث میں ہے۔ عن ابی سعید قال قال رسول اللہ ﷺ ... ولا صلوة لمن لم یقرأ بالحمد و سورة فی فریضة او غیرها ۔ (ترمذی شریف ، باب ما جاء فی تحریم الصلوۃ وتحلیلھا ، ص ۵۵ ، نمبر ۲۳۸ / ابن ماجۃ شریف ، باب القرأۃ خلف الامام ، ص ۱۱۹ ، نمبر ۸۳۹) اس حدیث میں وسورۃ فی فریضۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ فاتحہ کی طرح سورۃ ملانا بھی فرض ہے (۲) حدیث میں ہے کہ ہر رکعت میں حضورؐ نے سورت ملائی جس سے معلوم ہوا کہ سورت ملانا بھی فرض ہے ۔ حدیث یہ ہے ۔ عن عبد اللہ بن ابی قتادة عن أبیه ، قال : کان رسول اللہ ﷺ یقرأ فی الرکعتین الاولیین من صلوة الظهر بفاتحة الکتاب و سورتین یطول فی الاولی و یقصر فی الثانیة و یسمع الآیة احیانا ، و کان یقرأ فی العصر بفاتحة الکتاب و سورتین و کان یطوّل فی الاولی ، و کان یطوّل فی الرکعة الاولی من صلوة الصبح ، و یقصر فی الثانیة (بخاری شریف ، باب القرأۃ فی الظھر ، ص ۱۲۳ ، نمبر ۷۵۹ / مسلم شریف ، باب القرأۃ فی الظھر والعصر ، ص ۱۹۰ ، نمبر ۱۰۱۲/۴۵۱) اس حدیث میں ہے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ سورت بھی ملاتے تھے ، اس سے امام مالکؒ ثابت کرتے ہیں کہ سورت ملانا بھی فرض ہے ۔ حنفیہ اسی حدیث سے سورت ملانا واجب قرار دیتے ہیں ۔ (۳) اور کم سے کم تین آیتیں ہوں اس کے لئے یہ قول صحابی ہے ۔ قال لی ابن شبرمة نظرت کم یکفی الرجل من القرآن فلم اجد سورة اقل من ثلاث آیات فقلت لا ینبغی لاحد ان یقرأ اقل من ثلاث آیات ۔ (بخاری شریف ، باب فی کم یقرأ القرآن ؟ ص ۹۰۴ ، نمبر ۵۰۵۱)

ترجمه : (۳۹۲) [۳] پہلی دو رکعتوں میں قرأت کا معین کرنا ۔ [۴] فاتحہ کا سورت پر مقدم کرنا ۔

تشریح : چار رکعت فرض ہو تو دو رکعتوں میں قرأت کرنا فرض ہے ، پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرے تب بھی ادا ہو جائے گا ، اور دوسری دو رکعتوں میں قرأت کرے تب بھی ادا ہو جائے گا ، لیکن پہلی دو رکعت میں قرأت کرنا واجب ہے ، اور دوسرا مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرأت کرتے وقت سورۃ فاتحہ کو پہلے پڑھے اور دوسری سورت کو اس کے بعد پڑھے یہ بھی واجب ہے ۔

وجه : (۱) اس حدیث میں اس کی وضاحت ہے ۔ عن عبد اللہ بن ابی قتادة عن أبیه ، قال : کان رسول اللہ ﷺ یقرأ فی الرکعتین الاولیین من صلوة الظهر بفاتحة الکتاب و سورتین یطول فی الاولی و یقصر فی الثانیة و یسمع الآیة احیانا ، و کان یقرأ فی العصر بفاتحة الکتاب و سورتین و کان یطوّل فی الاولی ، و کان یطوّل فی الرکعة الاولی من صلوة الصبح ، و یقصر فی الثانیة (بخاری شریف ، باب القرأۃ فی الظھر ، ص ۱۲۳ ، نمبر ۷۵۹ / مسلم شریف ، باب القرأۃ فی الظھر العصر ، ص ۱۹۰ ، نمبر ۱۰۱۲/۴۵۱) اس حدیث میں ہے کہ فرض کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت کی اور یہ بھی

سورۃ(۳۹۳) وضم الانف للجبھۃ فی السجود(۳۹۴) والاتیان بالسجدۃ الثانیۃ فی کل رکعۃ قبل

ہے کہ پہلے سورہ فاتحہ پڑھی بعد میں سورت ملائی۔ (۲)جابر بن سمرۃ قال قال عمر لسعد لقد شکوک فی کل شیء حتی الصلوۃ قال اما انا فامد فی الاولیین واحذف فی الآخرین ولا آلو ما اقتدیت بہ من صلوۃ رسول اللہ قال صدقت ذاک الظن بک۔(بخاری شریف، باب یطول فی الاولیین ویحذف فی الاخریین ،ص ۱۰۶،نمبر ۷۷۰ رمسلم شریف، باب القرأۃ فی الظھر والعصر،ص ۱۸۶،نمبر ۴۵۳/۱۰۱۸) دوسری دو رکعتوں میں حذف کرتے تھے یعنی صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔(۳)عن ابن سیرین قال نبئت ان ابن مسعود کان یقرأ فی الظھر و العصر فی الرکعتین الاولیین بفاتحۃ الکتاب و ما تیسر و فی الاخریین بفاتحۃ الکتاب ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کان یقرأ فی الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ وفی الاخریین بفاتحۃ الکتاب، ج اول،ص ۳۲۵،نمبر ۳۷۲۲)اس قول صحابی میں ہے کہ تیسری اور چوتھی رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھے۔(۴)عن علی و عبد اللہؓ انھما قالا اقرأ فی الاولیین و سبح فی الاخریین ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب من کان یقول یسبح فی الاخریین ولا یقرأ، ج اول،ص ۳۲۷،نمبر ۳۷۴۲)اس قول صحابی میں ہے کہ تیسری اور چوتھی رکعتوں میں صرف تسبیح پڑھے۔

ترجمہ : (۳۹۳) [۵] سجدہ میں پیشانی کے ساتھ ناک ملانا۔

تشریح :سجدہ میں زمین پر پیشانی رکھنا اصل ہے،لیکن اس کے ساتھ ناک کو بھی زمین پر رکھنا واجب ہے۔

وجہ : (۱)ناک زمین پر رکھنا واجب اس کی دلیل یہ ہے۔عن ابی حمید الساعدی : أن النبی ﷺ کان اذا سجد أمکن أنفہ و جبھتہ من الارض و نحی یدیہ عن جنبیہ ، ووضع کفیہ حذو منکبیہ . (ترمذی شریف،باب ماجاء فی السجود علی الجبھۃ والانف،ص ۴۷،نمبر ۲۷۰)اس حدیث میں ہے کہ ناک اور پیشانی پر سجدہ کرے۔(۲) عن ابن عباس قال قال النبی ﷺ امرت ان اسجد علی سبعۃ اعظم علی الجبھۃ۔واشار بیدہ علی انفہ۔والیدین والرکبتین واطراف القدمین (بخاری شریف، باب السجود علی الانف،ص ۱۳۲،نمبر ۸۱۲ رمسلم شریف، باب اعضاء السجود والنھی عن کف الشعر،ص ۲۰۳،نمبر ۴۹۰/۱۰۹۹)اس حدیث میں ہے کہ ناک اور پیشانی پر سجدہ کرے۔(۳)عن ابن عباس ، عن النبی ﷺ قال : لا صلوۃ لمن لم یضع أنفہ علی الارض . (دار قطنی ،باب وجوب وضع الجبھۃ والانف،ج اول،ص ۳۴۱،نمبر ۱۳۰۳ رمستدرک للحاکم ،کتاب الصلوۃ،ج اول،ص ۴۰۴،نمبر ۹۹۷) اس حدیث میں ہے کہ جب تک ناک زمین پر نہ لگائے نماز نہیں ہوگی۔

ترجمہ : (۳۹۴) [۶] ہر رکعت میں دوسرے افعال کی طرف منتقل ہونے سے پہلے دوسرا سجدہ کرنا۔

تشریح: پہلا سجدہ فرض ہے اور دوسرا سجدہ واجب ہے اس لئے اگلی رکعت میں یا تشہد میں جانے سے پہلے دوسرا سجدہ کرنا واجب ہے

وجہ : عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ دخل المسجد فدخل رجل فصلی ثم جاء فسلم علی النبی ﷺ

الانتقال لغيرها(٣٩٥) والاطمئنان فی الارکان (٣٩٦)و القعود الاول وقراءة التشهد فيه فی

فرد النبی ﷺ عليه السلام فقال: ارجع فصل فانک لم تصل ....ثم ارکع حتی تطمئن راکعا ثم ارفع حتی تعتدل قائما ، ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن جالساً ، ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ، ثم افعل ذالک فی صلاتک کلها ۔ (بخاری شریف، باب امر النبی ﷺ الذی لا یتم رکوعہ بالاعادۃ،ص ۱۲۸،نمبر ۷۹۳/ابوداود شریف، باب صلوۃ من لا یقیم صلبہ فی الرکوع ولا السجود،ص ۱۳۲،نمبر ۸۵۶)اس حدیث میں ہے کہ دوسرا سجدہ کرے۔

ترجمہ : (۳۹۵) [۷]تمام ارکان کا اطمینان سے ادا کرنا۔

تشریح : اطمینان سے تمام ارکان ادا کرنے کو تعدیل ارکان، کہتے ہیں، یہ واجب ہے۔اوپر کی دیہاتی والی حدیث میں تعدیل ارکان نہ کرنے پر نماز کو دہرانے کا حکم دیا

وجہ : (۱)اوپر والی حدیث ہے۔(۲) یہ حدیث بھی ہے. عن ابی مسعود البدری قال قال رسول الله ﷺ لا تجزیء صلاة الرجل حتی یقیم ظهره فی الرکوع و السجود ۔(ابوداود شریف، باب صلوۃ من لا یقیم صلبہ فی الرکوع ولا السجود،ص ۱۳۲،نمبر ۸۵۵/ترمذی شریف، باب ماجاء فیمن لا یقیم صلبہ فی الرکوع ولا السجود،ص ۶۷،نمبر ۲۶۵) اس حدیث میں ہے کہ جو تعدیل ارکان نہ کرے اس کی نماز ہی نہیں ہوگی،اس لئے تعدیل ارکان واجب ہے۔

ترجمہ : (۳۹۶) [۸] پہلا قعدہ۔ [۹] پہلے قعدہ میں تشہد پڑھنا،صحیح روایت میں۔[۱۰] اخیر قعدہ میں تشہد پڑھنا۔

تشریح : یہاں تین مسئلے ہیں[۱] چار رکعت والی فرض نماز میں پہلے قعدہ میں بیٹھنا واجب ہے[۲] دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ پہلے قعدہ میں تشہد پڑھنا بھی واجب ہے۔[۳] تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنا واجب ہے۔

وجہ : (۱) عن عبد الله بن بحينة انه قال صلی لنا رسول الله ﷺ رکعتین ثم قام فلم يجلس فقام الناس معه فلما قضی صلاته و انتظرنا التسليم کبر فسجد سجدتين و هو جالس قبل التسليم ثم سلم ۔ (ابوداود شریف، باب من قام من ثنتین ولم یتشھد،ص ۱۵۷،نمبر ۱۰۳۴)اس حدیث میں ہے کہ قعدہ اولی واجب ہے جسکے چھوڑنے سے سجدہ سہو کیا۔(۲) اس حدیث میں بھی ہے۔عن المغيرة بن شعبة قال قال رسول الله ﷺ ((اذا قام الامام فی الرکعتين فان ذکر قبل أن يستوی قائما فليجلس ، فان استوی قائما فلا يجلس و يسجد سجدتی السهو)) ۔(ابوداود شریف، باب من نسی أن یتشھد وھو جالس،ص ۱۵۷،نمبر ۱۰۳۶)اس حدیث میں ہے کہ قاعدہ اولی بھول جائے تو سجدہ سہو کرے، کیونکہ قعدہ اولی واجب ہے۔(۳) قعدہ اولی اور قعدہ ثانیہ میں تشہد پڑھنا واجب ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ قال عبد الله بن مسعود کنا اذا صلينا خلف النبی ﷺ فقال ان الله هو السلام فاذا صلی احدکم فليقل التحيات لله ، ۔(بخاری شریف، باب التشھد فی الآخرۃ ص ۱۳۵،نمبر ۸۳۱/مسلم شریف، باب التشھد فی الصلاۃ،ص ۱۷۱،نمبر

الصحیح وقراء ته فی الجلوس الاخیر(۳۹۷)والقیام الی الثالثة من غیر تراخ بعد التشهد

۴۰۲/۸۹۷/ابوداودشریف، باب التشهد ،ص۱۴۷،نمبر۹۶۸)اس حدیث میں , **فلیقل** ،امر کا صیغہ ہے جووجوب پر دلالت کرتا ہے(۴)حدیث میں ہے کہ تشہد کہہ لوگے تو نماز ہو جائے گی جس سے معلوم ہوا کہ تشہد واجب ہے۔حدیث یہ ہے ۔**وان رسول الله ﷺ اخذ بید عبد الله بن مسعود فعلمه التشهد فی الصلوة فذکر مثل دعاء حدیث الاعمش اذا قلت هذا اوقضیت هذا فقد قضیت صلوٰتک ان شئت ان تقوم فقم وان شئت ان تقعد فاقعد** ۔(ابوداؤدشریف،باب التشهد ،ص۱۴۷،نمبر۹۷۰)اس حدیث میں ہے کہ تشہد کہہ لوگے تو نماز پوری ہو جائے گی ۔جس سے معلوم ہوا کہ واجب ہے۔(۵) آیت میں اسکا اشارہ ہے کہ تشہد پڑھنا چاہئے کیونکہ اس میں حضورؐ پر سلام ہے۔آیت یہ ہے۔ **ان الله و ملئکته یصلون علی النبی یا ایها الذین آمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما** (آیت۵۶،سورۃ الاحزاب۳۳) اس آیت میں سلموا تسلیما، سے تشہد پڑھنے کی طرف اشارہ ہے اسلئے کہ تشہد میں سلام ہوتا ہے۔(۶)اثر میں ہے۔**عن عمر بن الخطاب قال: لا تجوز الصلوة الا بتشهد** ۔(مصنف عبدالرزاق، باب من نسی التشهد ، ج ثانی ،ص۱۳۴،نمبر۳۰۸۵)اس اثر میں ہے کہ بغیر تشہد کے نماز ہی نہیں ہوگی اسلئے تشہد واجب ہوگا۔

ترجمه: (۳۹۷) [۱۱] تشہد کے بعد بغیر مہلت کے تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جانا۔

تشریح : چار رکعت فرض نماز ہو تو قعدہ اولی میں صرف تشہد پڑھے گا، درود شریف اور دعا نہیں پڑھے گا، اس لئے تشہد پڑھنے کے بعد کسی اور چیز کو پڑھے بغیر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے یہ بھی واجب ہے۔

وجه : (۱)حدیث میں ہے۔**عن عبد الله بن مسعود قال : علمنی رسول الله ﷺ التشهد فی وسط الصلوة و فی آخرها ....قال : ثم ان کان فی وسط الصلوة نهض حین فرغ من تشهده ، و ان کان فی آخرها دعا بعد تشهده بما شاء أن یدعو ، ثم یسلم** ۔(مسند احمد، مسند عبداللہ بن مسعود، ج ثانی،ص۴۴،نمبر۴۳۶۹) اس حدیث میں ہے کہ قعداولی میں تشہد سے زیادہ نہ پڑھے۔(۲) **عن عبد الله بن مسعود قال کان النبی ﷺ فی الرکعتین کانه علی الرضف قلت حتی یقوم قال ذلک یرید** (نسائی شریف، باب التخفیف فی التشهد الاول،ص۱۶۴،نمبر۱۱۷۷/ابوداؤد شریف، باب فی تخفیف القعود،ص۱۵۱نمبر۹۹۵)اس حدیث میں ہے کہ آپؐ قعدۂ اولی میں اتنی جلدی اٹھتے تھے جیسے آپ گرم پتھر پر ہوں۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قعدۂ اولی میں تشہد سے زیادہ نہ پڑھے۔

فائده : امام شافعیؒ کے نزدیک قعدۂ اولی میں بھی تشہد کے بعد درود پڑھے گا۔ موسوعہ میں عبارت یہ ہے۔**و التشهد و الصلوة علی النبی ﷺ فی التشهد الاول فی کل صلوة . غیر الصبح، تشهدان ، تشهد اول ، و تشهد آخر، ان ترک التشهد الاول ، و الصلوة علی النبی ﷺ فی التشهد الاول ساهیا ، لا اعادة علیه ، و علیه**

(۳۹۸) ولفظ السلام دون علیکم

سجدتا السهو لتركه ۔(موسوعۃ امام شافعیؒ، باب التشہد والصلوۃ علی النبی ﷺ، ج ثانی، ص۱۹۳، نمبر۱۴۵۶)اس عبارت سے معلوم ہوا کہ پہلے تشہد میں بھی درود شریف واجب ہے۔

وجه : ان کی دلیل وہ آیت اور احادیث ہیں جن میں تشہد کے بعد درود شریف کی فضیلت آئی ہے۔(۱) دلیل یہ آیت ہے۔ان الله و ملئكته يصلون على النبى يا ايها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما .(آیت ۵۶، سورۃ الاحزاب ۳۳) اس آیت سے زندگی میں ایک مرتبہ درود پڑھنا فرض ہے اور نماز میں پڑھنا سنت ہے(۲) حدیث میں ہے عن كعب بن عجرة .... فقلنا قد عرفنا كيف نسلم عليك فكيف نصلى عليك؟ قال قولوا اللهم صلى على محمد الخ. (مسلم شریف، باب الصلوۃ علی النبی بعد التشہد، ص۱۷۳، نمبر۹۰۸/۴۰۶ر ابوداؤد شریف، باب الصلوۃ علی النبی بعد التشہد، ص۱۴۹ نمبر۹۷۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تشہد کے بعد حضورؐ پر درود پڑھنا چاہئے(۳) عن سهل بن سعد ان النبى ﷺ قال لا صلوة لم لمن يصل على نبيه ﷺ . (دار قطنی، باب ذکر وجوب الصلوۃ علی النبی فی التشہد، ص۳۴۷، نمبر۱۳۲۷)اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ حضورؐ پر درود پڑھنا چاہئے۔اسلئے امام شافعیؒ کے نزدیک پہلے تشہد کے بعد بھی درود شریف پڑھنا واجب ہے۔

نوٹ : [۱] بعض ائمہ کی اور عوام کی عام عادت یہ ہے کہ قعدہ اولی میں بھی تشہد کے بعد درود شریف پڑھ لیتے ہیں، اس لئے یہ عموم بلوی ہے، [۲] اور تشہد کے بعد درود شریف کی حدیث بھی موجود ہے اور امام شافعیؒ کا مسلک بھی [۳] صرف نور الایضاح کی عبارت سے مترشح ہوتا ہے کہ فورا اٹھنا واجب ہے، لیکن سجدہ سہو لازم ہونے کی تشریح یہاں بھی نہیں ہے، اور نہ اس کے لئے کوئی حدیث ہے اس لئے بھول سے پڑھنے سے سجدہ سہو لازم کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

ترجمه : (۳۹۸) [۱۲] لفظ السلام کہنا نہ علیکم۔

تشریح : لفظ السلام، کہنا واجب ہے اسی سے نماز پوری ہو جائے گی، اس کے بعد علیکم ورحمۃ اللہ، تک کہنا سنت ہے، یہ کہنا چاہئے، لیکن واجب نہیں۔

وجه: (۱)عن ابى سعيد قال قال رسول الله ﷺ مفتاح الصلوة الطهور وتحريمها التكبير وتحليلها التسليم ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی تحریم الصلوۃ وتحلیلھا، ص۶۶، نمبر۲۳۸ر ابوداؤد شریف، باب الامام یحدث بعد ما یرفع رأسه من آخر رکعۃ، ص۱۰۰، نمبر۶۱۸)اس حدیث میں صرف سلام کو نماز سے نکلنے کا سبب قرار دیا ہے، اس لئے صرف سلام واجب ہے۔(۲) دوسری حدیث یہ ہے۔عن عبد الله ان النبى ﷺ كان يسلم عن يمينه وعن شماله حتى يرى بياض خده، السلام عليكم ورحمة الله ،السلام عليكم ورحمة الله (ابوداؤد شریف، باب فی السلام، ص۱۵۱، نمبر۹۹۶ر

(۳۹۹) وقنوت الوتر(۴۰۰) وتكبيرات العيدين (۴۰۱) وتعيين التكبير لافتتاح كل صلوة لا

بخاری شریف، باب التسلیم، ص۱۱٦، نمبر۸۳۷/ ترمذی شریف، باب ما جاء فی التسلیم فی الصلوۃ، ص٦۵، نمبر۲۹۵) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سلام پھیرنا چاہئے اس طرح کہ کنارے والوں کو گال نظر آنے لگے۔

ترجمه : (۳۹۹) [۱۳] وتر میں قنوت پڑھنا۔

تشریح : وتر میں دعاء قنوت پڑھنا واجب ہے۔

وجه: (۱) حدیث میں ہے۔ قال الحسن بن علی علمنی رسول الله ﷺ کلمات اقولهن فی الوتر . (ابوداؤد شریف، باب القنوت فی الوتر، ص۲۱۳، نمبر۱۴۲۵/ ابن ماجہ شریف، باب ما جاء فی القنوت فی الوتر، ص۱٦۵، نمبر۱۱۷۸) اس حدیث میں ہے کہ دعاء قنوت خاص طور پر سکھلائی جس سے قنوت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ (۲) عن ابی بن کعب ان رسول الله ﷺ قنت فی الوتر قبل الرکوع. (ابوداؤد شریف، باب القنوت فی الوتر، ص۲۱۳، نمبر۱۴۲۷/ نسائی شریف، باب ذکر اختلاف الفاظ الناقلین لخبر ابی بن کعب فی الوتر ص۲۴۳، نمبر۱۷۰۰/ ابن ماجہ شریف، باب ما جاء فی القنوت قبل الرکوع وبعدہ، ص۱٦٦، نمبر۱۱۸۲) اس حدیث میں ہے کہ وتر میں دعاء قنوت پڑھے۔ (۳) عن ابراهیم قال لا وتر الا بقنوت ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال لا وتر الا بقنوت، ج ثانی، ص۱۰۲، نمبر٦۹۵۹) اس قول تابعی میں ہے کہ قنوت کے بغیر وتر نہیں ہے جس سے وجوب کا ثبوت ہوتا ہے۔

ترجمه : (۴۰۰) [۱۴] عیدین کی زائد تکبیریں۔

تشریح : عیدین کی تکبیر زوائد واجب ہیں۔ تکبیر زوائد چھ ہیں یا سات اس بارے میں اختلاف ہے لیکن تکبیر زائد ہیں اس بارے میں سب کا اتفاق ہے۔

وجه : (۱) سأل ابو موسى الاشعرى و حذيفة بن اليمان كيف كان رسول الله يكبر فى الاضحى والفطر؟ فقال ابو موسى كان يكبر اربعا تكبيرة على الجنائز فقال حذيفة صدق (ابوداؤد شریف، باب التکبیر فی العیدین ص۱۷۲، نمبر۱۱۵۳/ سنن للبیھقی، باب ذکر الخبر الذی روی فی التکبیر اربعا، ج ثالث، ص۴۰۸، نمبر٦۱۸۳/ مصنف عبد الرزاق، باب التکبیر فی الصلوۃ یوم العید ج ثالث ص۱٦۷ نمبر۵۷۰۴)

ترجمه : (۴۰۱) [۱۵] ہر نماز کو شروع کرنے کے لئے تکبیر متعین کرنا، خاص عیدین کے لئے ہی ضروری نہیں۔

تشریح : صرف عیدین میں 'اللہ اکبر' کہہ کر نماز شروع کرے ایسا نہیں ہے، بلکہ تمام نمازوں کو 'اللہ اکبر' کہہ کر شروع کرے اور تحریمہ باندھے۔ ہدایہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی تعظیم کے لئے کسی بھی لفظ سے نماز شروع کرنا فرض ہے، البتہ 'اللہ اکبر' کہنا سنت ہے۔

العیدین خاصة(۴۰۲) وتکبیرة الرکوع فی ثانیة العیدین(۴۰۳) وجهر الامام بقراء ة الفجر واولیی العشاء ین ولو قضاء والجمعة والعیدین والتراویح والوتر فی رمضان

وجه :(ا) آیت میں ہے۔ **وذکر اسم ربه فصلی.** (آیت ۱۵،سورۃ الاعلی ۸۷)(۲) آیت میں ہے۔ **وربک فکبر.** (آیت ۳،سورۃ المدثر ۷۴)اس آیت میں ہے کہ اللہ اکبر کہو۔(۳) **سمعت ابا حمید الساعدی یقول کان رسول الله ﷺ اذا قام الی الصلوة استقبل القبلة ورفع یدیه وقال :الله اکبر ،** (ابن ماجہ شریف، باب افتتاح الصلوۃ،ص ۱۱۴،نمبر ۸۰۳)اس حدیث میں ہے کہ نماز کو اللہ کہہ کر شروع کرے۔

ترجمہ : (۴۰۲) [۱۶] رکوع کی تکبیر عیدین کی دوسری رکعت میں۔

تشریح : عید کی تکبیر زوائد کے علاوہ جب رکوع میں جائے تو اللہ اکبر کہے۔

وجه :(ا) **عن ابی حمید الساعدی ....فاذا اراد ان یرکع رفع یدیه حتی یحاذی بهما منکبیه ثم قال الله اکبر .** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی وصف الصلوۃ، باب منہ،ص ۸۲،نمبر ۳۰۴)(۲) **سل هذا لعبد الله ابن مسعود ، فسأله فقال ابن مسعود : یکبر اربعا ، ثم یقرأ ، ثم یکبر فیرکع ، ثم یقوم فی الثانیة فیقرأ ، ثم یکبر أربعا بعد القرأة ۔** (مصنف عبد الرزاق، باب التکبیر فی الصلوۃ یوم العید، ج ثالث،ص ۱۶۷،نمبر ۵۷۰۵/مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۴۲۰، فی التکبیر فی العیدین واختلافھم فیہ، ج اول،ص ۴۹۴،نمبر ۵۷۰۴) اس قول صحابی میں ہے کہ تکبیر زوائد کے علاوہ رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے۔

ترجمہ : (۴۰۳) [۱۷] امام قرأت جہر کر کے کرے فجر میں، مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں، چاہے قضا ہو، جمعہ میں، عیدین میں، تراویح میں، اور رمضان کی وتر میں۔

تشریح : ان سات مقامات پر قرأت زور سے پڑھنا واجب ہے۔[ا] فجر کی دونوں رکعتوں میں [۲] مغرب کی پہلی دو رکعتوں میں۔[۳] عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں [۴] جمعہ کی دونوں رکعتوں میں [۵] عیدین کی دونوں رکعتوں میں [۶] تراویح کی تمام رکعتوں میں [۷] رمضان کی وتر میں قرأت زور سے پڑھنا واجب ہے۔۔ایک دو آیت جہری کو سری پڑھ لے یا سری کو جہری پڑھ لے تو اس پر سجدہ سہو لازم ہو جائے اس کے لئے کوئی حدیث نہیں ملی۔

وجه: (ا) **عن انس أن جبرئیلؑ اتی النبی ﷺ بمکة حین زالت الشمس و أمره أن یوذن للناس بالصلوة حین فرضت علیهم ، فقام جبرئیلؑ امام النبی ﷺ و قامو الناس خلف رسول الله ﷺ قال : فصلی أربع رکعات لا یجهر فیها بقرأة....ثم امهل حتی اذا دخل وقت العصر ، صلی بهم أربع رکعات لا یجهر فیها بالقرأة ....ثم امهل حتی اذا وجبت الشمس صلی بهم ثلاث رکعات یجهر فی رکعتین بالقرأة و لا یجهر**

فی الثالثة ، ثم امهله حتی اذا ذهب ثلث اللیل صلی بهم أربع رکعات یجهر فی الاولیین بالقرأة ، و لا یجهر فی الاخریین بالقرأة ، ثم امهل حتی اذا طلع الفجر صلی بهم رکعتین یجهر فیهما بالقرأة ۔(دار قطنی ،باب امامۃ جبرئیل، ج اول ،ص ۲۶۸ ،نمبر۱۰۱۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی دونوں رکعتوں میں جہری قرأت کرے اور مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں جہری قرأت کرے اور مغرب کی تیسری رکعت میں اور عشا کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سری قرأت کرے۔(۲) حدیث میں ۔عن ابن عباس قال انطلق النبی علیہ السلام... وهو یصلی باصحابه صلوة الفجر فلما سمعوا القرآن استمعوا له. (بخاری شریف، باب الجہر بقراءۃ صلوۃ الصبح ،ص ۱۲۵،نمبر ۷۷۳رمسلم شریف، باب الجہر بالقراءۃ فی الصبح والقراءۃ علی الجن ،ص ۱۸۹ ،نمبر ۱۰۰۶/۴۴۹)اس باب میں جنات کے سامنے فجر کی نماز میں جہری قرأت کرنے کی کئی حدیثیں ذکر کی گئی ہیں ۔جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی نماز میں جہری قرأت ہے اگر خود امام ہو تو۔(۳) مغرب میں جہری قرأت کی دلیل یہ ہے ۔جبیر بن مطعم عن ابیه قال سمعت رسول الله علیہ السلام قرء فی المغرب بالطور . (بخاری شریف، باب الجہر فی المغرب ،ص ۱۰۵،نمبر ۷۶۵)سمعت کے لفظ سے پتہ چلا کہ آپ نے قرأت جہری کی ہے تب ہی تو راوی نے سورۂ طور سنی۔ (۴) عشا کی نماز میں جہری قرأت کرنے کی دلیل یہ حدیث ہے ۔سمعت البراء ان النبی علیہ السلام کان فی سفر فقرء فی العشاء فی احدی الرکعتین بالتین والزیتون ۔(بخاری شریف، باب الجہر فی العشاء،ص ۱۲۴،نمبر ۷۶۷رمسلم شریف، باب القراءۃ فی العشاء،ص ۱۹۳،نمبر ۱۰۳۷/۴۶۴)یہاں بھی سمعت کے لفظ سے معلوم ہوا کہ آپ نے عشا کی نماز میں قرأت جہری کی ہے۔(۵) جمعہ اور عیدین میں جہری قرأت کرے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن النعمان بن بشیر قال : کان رسول الله علیہ السلام یقرأ فی العیدین و فی الجمعة ﴿سبح اسم ربک الاعلی﴾و ﴿هل أتاک حدیث الغاشیة ﴾(مسلم شریف، باب مایقرأ فی الجمعۃ ،ص ۳۵۱،نمبر ۲۰۲۸/۸۷۸رابو داود شریف، باب مایقرأ فی الجمعۃ ،ص ۱۶۹،نمبر ۱۱۲۲)اس حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام عیدین میں اور جمعہ میں سبح اسم ،اور ھل اتاک حدیث الغاشیہ پڑھتے تھے جس سے معلوم ہوا کہ اس میں قرأت زور سے کرتے تھے تب ہی تو صحابہ نے حضور کی قرأت سنی۔ (۶) قلت لعطاء : ما یجهر به الصوت من القرأة من صلاة اللیل و النهار من المکتوبة ؟ قال : الصبح و الاولیین العشاء ، و الاولیین المغرب ، و الجمعة اذا کانت فی جماعة ، فاما اذا کان المرأ وحده فلا ۔(مصنف عبد الرزاق ،باب ما یجہر من القرأۃ فیہ من الصلوۃ ،ج ثانی، ص ۶۵ ،نمبر ۲۶۵۷)اس اثر میں ہے کہ جمعہ میں بھی قرأت زور سے کی جائے گی ،اور اسی پر عیدین کو قیاس کیا جائے گا۔(۷) تراویح میں اور رمضان کے وتر میں جہری قرأت کرے اس کے لئے یہ اثر ہے۔ عن عائشة زوج النبی علیہ السلام ان النبی علیہ السلام صلی فی المسجد فصلی بصلاته ناس ثم صلی من القابلة فکثر الناس ثم اجتمعوا من اللیلة الثالثة فلم

(۴۰۴) والاسرار فی الظهر والعصر وفیما بعد اولیی العشاء ین ونفل النهار (۴۰۵) والمنفرد مخیّر

یخرج الیهم رسول الله ﷺ فلما اصبح قال قد رأیت الذی صنعتم فلم یمنعنی من الخروج الیکم الا انی خشیت ان تفرض علیکم و ذالک فی رمضان ۔(ابوداود شریف، باب فی قیام شہر رمضان، ص ۲۰۵، نمبر ۱۳۷۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تراویح میں جماعت ہوگی اس لئے اس میں جہری قرأت ہوگی ۔(۸) اور وتر کے لئے یہ قول صحابی ہے۔عن علی قال دعا القراء فی رمضان فامرهم منهم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعة قال و کان علی یوتربهم . (سنن للبیهقی، باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان، ج ثانی، ص ۶۹۹، نمبر ۴۶۲۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ قاری تراویح پڑھائے گا اور وتر پڑھائے گا تو زور سے ہی پڑھائے گا۔

ترجمه : (۴۰۴) [۱۸] ظہر اور عصر کی تمام رکعتوں میں اور مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعت کے سوا باقی رکعتوں میں۔اور دن کی نفل نمازوں میں قرأت آہستہ پڑھنا۔

تشریح : ان پانچ مقامات پر قرأت سری کرے [۱] ظہر کی تمام رکعتوں میں [۲] عصر کی تمام رکعتوں میں [۳] مغرب کی تیسری رکعت میں [۴] عشاء کی تیسری اور چوتھی رکعت میں [۵] دن کی نوافل میں قرأت اہستہ کرنا واجب ہے۔

وجه : (۱) عن ابی قتادة عن ابیه قال کان النبی ﷺ یقرأ فی الرکعتین من الظهر والعصر بفاتحة الکتاب وسورة سورة ویسمعنا الآیة احیانا (بخاری شریف، باب القراءة فی الظہر والعصر، ص ۱۲۳، نمبر ۷۶۲ رمسلم شریف، باب القراءة فی الظہر والعصر، ص ۱۹۰، نمبر ۱۰۱۲/۴۵۱) یسمعنا الآیة احیانا سے معلوم ہوا کہ آپؐ پہلی دونوں رکعتوں میں قرأت آہستہ کرتے تھے۔(۲) عن انس أن جبرئیلؑ اتی النبی ﷺ بمکة حین زالت الشمس و أمره أن یوذن للناس بالصلوة حین فرضت علیهم ، فقام جبرئیلؑ امام النبی ﷺ و قاموا الناس خلف رسول الله ﷺ قال : فصلی أربع رکعات لا یجهر فیها بقرأة....ثم امهل حتی اذا دخل وقت العصر ، صلی بهم أربع رکعات لا یجهر فیها بالقرأة ۔(دارقطنی، باب امامة جبرئیل،، ج اول، ص ۲۶۸، نمبر ۱۰۱۱) اس حدیث میں ہے کہ ظہر اور عصر میں قرأت آہستہ کی ۔(۳) ۔عن الحسن قال : صلوة النهار عجماء و صلاة اللیل تسمع اذنیک ۔(مصنف ابن ابی شیبة، ۱۳۹ فی قرأة النهار کیف ھی فی الصلوة، ج اول، ص ۳۲۰، نمبر ۳۶۶۴ رمصنف عبد الرزاق، باب قرأة النهار، ج ثانی، ص ۳۲۵، نمبر ۴۲۱۳) اس قول تابعی میں ہے کہ دن کی تمام نمازوں میں آہستہ قرأت کرے۔

ترجمه : (۴۰۵) اور تنہا نماز پڑھنے والے کو جہری نماز میں اختیار ہے، جیسے کہ رات میں نفل پڑھنے والے کو اختیار ہے۔

تشریح : جو آدمی تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو جہری نماز میں اس کو اختیار ہے کہ زور سے قرأت کرے اور اپنے آپ کو سنائے، اور یہ بھی اختیار ہے کہ آہستہ پڑھے، کیونکہ جماعت نہیں ہے اس لئے کسی کو سنانے کی ضرورت نہیں ہے۔

فیما یجھر کمتنفل باللیل (۴۰۶)ولو ترک السورة فی اولیی العشاء قرأھا فی الاُخریین مع الفاتحة

وجه: (۱) قلت لعطا ء : ما یجھر به الصوت من القرأة من صلاة اللیل و النھار من المکتوبة ؟ قال : الصبح و الاولیین العشاء ، و الاولیین المغرب ، و الجمعة اذا کانت فی جماعة ، فاما اذا کان المرأ وحده فلا ، ھی الظھر حینئذ ۔(مصنف عبدالرزاق، باب ما تجھر من القرأة فیہ من الصلوة، ج ثانی، ص ۶۵، نمبر ۲۶۵۷)اس اثر میں ہے کہ آدمی جماعت کے ساتھ ہو تو جہر کرے اور تنہا ہو تو ضروری نہیں ہے (۲)اس کی دلیل یہ اثر بھی ہے عن نافع ان عبد اللہ بن عمر کان اذا فاته شیء من الصلوة مع الامام فیما جھر فیه الامام بالقراء ة انه اذا سلم الامام قام عبد اللہ فقرء لنفسه فیما یقضی و جھر (موطا امام مالک، باب العمل فی القراءة ص ۶۴)اس اثر سے معلوم ہوا کہ جہری نماز اکیلے پڑھتا ہو تو زور سے قرأت پڑھ سکتا ہے۔ کیونکہ عبداللہ بن عمر زور سے پڑھتے تھے۔(۳) رات میں نفل پڑھنے والے کو اختیار ہے کہ زور سے قرأت پڑھے اور اس کا بھی اختیار ہے کہ آہستہ قرأت پڑھے۔اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن ابن عباس قال : کانت قراء ة النبی ﷺ علی قدر ما یسمعه من فی الحجرة و ھو فی البیت . (ابوداود شریف، باب رفع الصوت بالقرأة فی صلوة اللیل، ص ۱۹۸، نمبر ۱۳۲۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رات کی نفل میں قرأت زور سے بھی پڑھی جا سکتی ہے۔(۴)اور اس حدیث میں ہے کہ پڑھنے والے کو اختیار ہے۔ قال : سألتُ عائشة کیف کانت قرأة النبی ﷺ باللیل ؟ [أ کان یسر بالقرأة أم یجھر ؟] فقالت : کل ذالک قد کان یفعل ، ربما اسر بالقرأة و ربما جھر فقلت : الحمد لله الذی جعل فی الامر سعة . (ترمذی شریف، باب ما جاء فی القرأة باللیل، ص ۱۱۹، نمبر ۴۴۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سری اور جہری دونوں قرأت کرسکتا ہے۔

ترجمہ :(۴۰۶) اور عشا کی پہلی دو رکعت میں سورت چھوڑ دے تو اس کو اخیر میں فاتحہ کے ساتھ جہر سے پڑھے۔اور سورۂ فاتحہ چھوڑ دے تو اخیر میں اس کو مکرر نہ پڑھے۔

تشریح : عشاء کی پہلی دو رکعت میں سورت ملانا چھوڑ دیا تو اس کو دوسری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ پڑھے اور دونوں میں جہری قرأت پڑھے، کیونکہ سورت میں سری کریں تو جہری چھوٹ گئی اس لئے جہری پڑھے،اور سورت فاتحہ کو سری پڑھے تو ایک ہی رکعت میں جہری اور سری جمع کرنا لازم آئے گا اس لئے دونوں ہی کو جہری پڑھے۔

وجه : (۱) عن علی قال اذا نسی الرجل ان یقرأفی الرکعتین الأولین من الظھر و العصر و العشاء فلیقرأ فی الرکعتین الاخریین و قد أجزأعنه ۔(مصنف عبدالرزاق، باب من نسی القرأة، ج ثانی، ص ۸۱، نمبر ۲۷۵۹)اس قول صحابی میں ہے کہ پہلی رکعت میں قرأت بھول گیا تو دوسری رکعت میں قرأت کرے۔(۲)اور جہری قرأت کرنے کا استدلال اس حدیث کے اشارۃ النص سے کیا۔عن ابی قتادہ قال: خطبنا رسول اللہ ﷺ ....فصلی رسول اللہ ﷺ رکعتین

جهرا(۴۰۷) ولو ترک الفاتحة لا یکرّرها فی الاُخریین

، ثم صلی الغداة فصنع کما کان یصنع کل یو م ۔(مسلم شریف، باب قضاء الصلوۃ الفائتۃ واستحباب تعجیل قضائھا، ص ۲۳۸، نمبر۱۵۶۲/۶۸۱)اس حدیث میں, کما کان یصنع کل یوم ، کے اشارۃ النص سے استدلال فرمایا ہے کہ ہردن فجر میں جہری قرأت کرتے تھے تواس دن بھی سورج طلوع ہونے کے بعدبھی جہری قرأت ہی کی ہے، جس سے ثابت ہوا کہ جہری کو بعد میں ادا کرنا ہوتو جہری ہی ادا کرے۔

ترجمہ : (۴۰۷) اوراگرپہلی رکعت میں سورت فاتحہ چھوڑ دیا تو دوسری دو رکعت میں مکرر نہ پڑھے۔

تشریح : پہلی دو رکعتوں میں سورت ملا ئی لیکن فاتحہ چھوڑ دیا تو دوسری دو رکعتوں میں اس کا اپنا فاتحہ پڑھے گا، اب پہلی دو رکعتوں کا بھی فاتحہ پڑھے گا تو سورہ فاتحہ دو دو مرتبہ ہوجائے گا، اس لئے دو مرتبہ نہ کرے اس لئے کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے، البتہ فاتحہ واجب ہے اس لئے اس کے چھوڑنے سے سجدہ سہو کر لے نماز ہوجائے گی۔

﴿فصل : (فی سننها) وهی احدی و خمسون ﴾

﴿فصل: نماز کی سنتوں کے بیان میں ﴾

نماز میں اکیاون (۵۱) سنتیں ہیں:

۱:......مرد اور لونڈی کو تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں کے برابر دونوں ہاتھ اٹھانا۔

۲:......انگلیاں کشادہ رکھنا۔

۳:......مقتدی کا تحریمہ امام کے تحریمہ سے ملا ہوا ہو۔

۴:......مرد ناف کے نیچے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے۔

۵:......عورت اپنے دونوں ہاتھوں کو بغیر حلقہ کئے سینے پر رکھے۔

۶:......**سبحانک اللهم (الخ)** پڑھنا۔

۷:......قرأت کے لئے **اعوذ بالله** پڑھنا۔

۸:......ہر رکعت کے اول میں **بسم الله** پڑھنا۔

۹:......آمین کہنا۔

۱۰:......ربنا لک الحمد کہنا۔

۱۱:......ان سب کو آہستہ کہنا۔

۱۲:......تحریمہ کے وقت بغیر سر جھکائے سیدھا کھڑا ہونا۔

۱۳:......امام کا تکبیر۔

۱۴:......اور سمع اللہ زور سے کہنا۔

۱۵:......قیام میں قدموں کا باندازہ چار انگل کے کشادہ رکھنا۔

۱۶:......صبح اور ظہر میں طوال مفصل سے اور عصر وعشا میں اوساط مفصل سے اور مغرب میں قصار مفصل سے پڑھنا۔

۱۷:......صرف فجر کی نماز میں پہلی رکعت دراز کرے۔

۱۸:......رکوع کی تکبیر۔

۱۹:......اس میں تین بار تسبیح کہنا۔

۲۰:......دونوں ہاتھوں سے اپنے دونوں گھٹنوں کو پکڑنا۔

۲۱:......انگلیوں کو کشادہ رکھنا، ہاں عورت کشادہ نہ رکھے۔

۲۲:......دونوں پنڈلیوں کو کھڑا رکھنا۔

۲۳:......پشت پھیلی ہوئی رکھنا۔

۲۴:......سر سرین کے برابر رکھنا۔

۲۵:......رکوع سے اٹھنا۔

۲۶:......اس کے بعد اطمینان سے کھڑا رہنا۔

۲۷:......سجدہ میں پہلے دونوں گھٹنوں کو رکھنا، پھر دونوں ہاتھ، پھر منھ رکھنا۔

۲۸:......اٹھنے کے وقت اس کا برعکس کرنا۔

۲۹:......سجدہ کی تکبیر۔

۳۰:......سجدے سے اٹھنے کی تکبیر۔

۳۱:......سجدہ دونوں ہتھیلی کے درمیان کرنا۔

۳۲:......سجدہ میں تین بار تسبیح کہنا۔

۳۳:......مرد پیٹ کو ران سے اور کہنی کو پہلو سے اور ہاتھ کو زمین سے علیحدہ رکھے۔

۳۴:......عورت جھک جائے اور پیٹ کو ران سے ملا دے۔

۳۵:......قومہ کرنا۔

۳۶:......دو سجدہ کے درمیان جلسہ کرنا۔

۳۷:......جلسہ میں دونوں ہاتھ رانوں پر قعدہ کے موافق رکھنا۔

۳۸:......بائیں پاؤں کو بچھانا اور داہنے کو کھڑا رکھنا۔

۳۹:......عورت سرین پر بیٹھے۔

۴۰:......التحیات میں لا الہ کے وقت انگلی اٹھائے اور الا اللہ کے وقت رکھ دے۔

۴۱:......آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

۴۲:...... قعدہ اخیرہ میں رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنا۔

۴۳:......الفاظِ قرآن وحدیث کے مشابہ دعا کرنا، کلام الناس کے مشابہ نہیں۔

(۴۰۸) رفع اليدين للتحريمة حذاء الاذنين للرجل والامة وحذاء المنكبين للحرة

۴۴:......دونوں سلام میں داہنے پھر بائیں منھ پھیرنا۔

۴۵:......امام دونوں سلاموں میں مردوں اور نگہبان فرشتے کی نیت کرے۔

۴۶:......مقتدی اپنے اور محافظین فرشتے اور نیک قوم کی جس طرف سلام واقع ہو نیت کرے۔

۴۷:......اکیلا صرف ملائکہ کی نیت کرے۔

۴۸:......دوسرے سلام کو پہلے سلام کی بنسبت آہستہ کہے۔

۴۹:......امام کے سلام کے مقارن سلام کہے۔

۵۰:......سلام داہنی جانب سے شروع کرے۔

۵۱:......مسبوق امام کے فارغ ہونے کا انتظار کرے۔

نماز میں اکیاون (۵۱) سنتیں ہیں: انکی تفصیل۔

ضروری نوٹ : سنت کا مطلب یہ ہے کہ کرنا بہتر ہے، ثواب ملے گا، اور نہ کرے تو سجدہ سہو لازم نہیں ہوگا، نماز ہو جائے گی

ترجمہ : (۴۰۸) [۱] مرد اور لونڈی کے لئے تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں کے برابر دونوں ہاتھ اٹھانا۔ اور آزاد عورت شانوں تک اٹھائے۔

تشریح : یہاں تین مسئلے ہیں [۱] ایک یہ کہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ تکبیر سے پہلے نہ اٹھائے، اور نہ بہت بعد میں اٹھائے، بلکہ تکبیر کے ساتھ ہی ہاتھ بھی اٹھائے۔ [۲] دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مرد کانوں تک ہاتھ اٹھائے، یعنی کان کے اوپر حصے تک انگلی ہو اور کان کے نیچے حصے کے مقابل انگوٹھا ہو۔ اور باندی بھی یہی کرے، لیکن باندی کے لئے کوئی حدیث یا قول صحابی نہیں ملا، البتہ چونکہ وہ عورت ہے اس لئے اس کا تحریمہ آزاد عورت کی طرح ہونا چاہئے، واللہ اعلم۔ [۳] تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ آزاد عورت مونڈھے تک اپنا ہاتھ اٹھائے۔

وجہ : (۱) تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھائے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **أن ابن عمرؓ كان اذا دخل فى الصلوة كبر و رفع يديه ....و رفع ذالك ابن عمر الى النبى ﷺ** ۔ (بخاری شریف، باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین، ص ۱۲۰، نمبر ۷۳۹/ مسلم شریف، باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبین مع تکبیرۃ الاحرام، ص ۱۶۶، نمبر ۳۹۱/۸۶۵/ ابوداؤد شریف، باب رفع الیدین، ص ۱۱۱، نمبر ۷۲۳) اس حدیث میں ہے کہ حضور تکبیر کے ساتھ ہی ہاتھ اٹھاتے تھے۔ (۲) اس حدیث میں اسکی صراحت ہے۔ **حدثنى أهل بيتى عن أبى أنه حدثهم أنه رأى رسول الله ﷺ يرفع يديه مع التكبير** ۔ (ابوداؤد شریف، باب رفع الیدین، ص ۱۱۱، نمبر ۷۲۵) اس حدیث میں صراحت ہے کہ ہاتھ اٹھانے کے ساتھ تکبیر کہتے تھے۔ (۳) مرد کان

(۴۰۹) ونشر الاصابع (۴۱۰) ومقارنة احرام المقتدی لاحرام امامه (۴۱۱) ووضع الرجل یده

تک ہاتھ اٹھائے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن عبد الجبار بن وائل عن ابیه : أنه أبصر النبی ﷺ حین قام الی الصلاة رفع یدیه حتی کانتابحیال منکبیه و حاذی بابهامیه أذنیه ثم کبر . (ابوداود شریف، باب رفع الیدین فی الصلوۃ، ص۱۱۳، نمبر۷۳۴) اس حدیث میں ہے کہ ہتھیلی مونڈھے کے پاس ہو اور انگوٹھے کان کے پاس ہو اس طرح ہاتھ اٹھائے، اسی پر حنفیہ عمل کرتے ہیں تاکہ تمام احادیث پر عمل ہو جائے۔ (۴) کان کی لو تک انگلیاں رکھنے کی دلیل یہ حدیث ہے ۔عن مالک بن الحویرث ان رسول الله ﷺ کان اذا کبر رفع یدیه حتی یحاذی بهما اذنیه ۔(مسلم شریف، باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبین، ص۱۶۸، نمبر۳۹۱/۸۶۵) (۵) عورت اپنے ہاتھ کو مونڈھے تک اٹھائے اس کی دلیل یہ اثر ہے ۔عن الزهری قال ترفع یدیها حذو منکبیها ۔ دوسری روایت میں ہے۔عن حماد انه کان یقول فی المرأة اذا استفتحت الصلاة ترفع یدیها الی ثدییها ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی المرأۃ اذا افتتحت الصلاۃ الی این ترفع یدیھا، ج اول، ص۲۱۶، نمبر۲۴۷۲/۲۴۷۳/۲۴۷۴) اس قول تابعی میں ہے کہ مونڈھے اور پستان تک اٹھائے۔

ترجمه : (۴۰۹) [۲] انگلیاں کشادہ رکھنا۔

تشریح : ہاتھ اٹھاتے وقت انگلی ملی ہوئی نہ ہو بلکہ قدرے کشادہ ہو، یہ سنت ہے۔

وجه : عن ابی هریرة قال کان رسول الله ﷺ اذا کبر للصلاة نشر اصابعه ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی نشر الاصابع عند التکبیر، ص۶۶، ۲۳۹) اس حدیث میں ہے کہ ہاتھ اٹھاتے وقت انگلیاں کھلی ہوتیں تھیں۔

ترجمه : (۴۱۰) [۳] مقتدی کا تحریمہ امام کے تحریمہ سے ملا ہوا ہو۔

تشریح : مقتدی کا تحریمہ امام سے پہلے نہ ہو اور نہ بہت بعد میں ہو تاکہ تکبیر افتتاح فوت نہ ہو جائے بلکہ امام کی تکبیر کے فوراً بعد میں ہو، اور مقتدی کی نماز امام کے ساتھ جڑی ہوئی ہو یہ سنت ہے۔

وجه : (۱)عن انس بن مالک ؓ .....و قال انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا و اذا رکع فارکعوا و اذا رفع فارفعوا ۔(بخاری شریف، باب صلاۃ القاعد، ص۱۷۸، نمبر۱۱۱۴ر مسلم شریف، باب ائتمام المأموم بالامام، ص۱۷۴، نمبر ۴۱۱/۹۲۱) اس حدیث میں ہے کہ جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو، جس سے معلوم ہوا کہ امام کے ساتھ تکبیر کہے۔ (۲)عن عطاء قال قلت له لو خیل الی ان الامام قد کبر تکبیرة الافتاح فکبرت ثم کبرت بعد ؟ قال تکبر معه۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب الرجل یکبر قبل الامام، ج ثانی، ص۷۴، نمبر۲۵۵۲) اس اثر میں ہے کہ امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہو۔

ترجمه : (۴۱۱) [۴] مرد اپنا دائیں ہاتھ بائیں ہاتھ پر اپنے ناف کے نیچے رکھے۔اور رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کا باطن حصہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھے چھنگلی اور انگوٹھے سے پہونچے کا حلقہ بنالے۔

الیمنیٰ علی الیسریٰ تحت سرتہ .وصفة الوضع ان یجعل باطن کف الیمنیٰ علی ظاهر کف الیسریٰ محلّقا بالخنصر والابهام علی الرسغ (۴۱۲) ووضع المرأة یدیها علی صدرها من غیر

تشریح : مرد کے لئے تحریمہ باندھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ ناف کے نیچے باندھے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کے اندرونی حصے سے بائیں ہاتھ کے گٹے کے اوپر حصے کو پکڑے، اور چھنگلی سے اور انگوٹھے سے بائیں ہاتھ کے گٹے پر حلقہ بنالے۔

وجہ :(۱) دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن وائل بن حجر انه رأی النبی ﷺ ... ثم وضع یده الیمنی علی الیسری.** (مسلم شریف، باب وضع یده الیمنی علی الیسری، ص ۱۷۰، نمبر ۸۹۶/۴۰۱ / ابوداؤد شریف، باب وضع الیمنی علی الیسری، ص ۱۱۷، نمبر ۷۵۵ / بخاری شریف، باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوۃ، ص ۱۲۰، نمبر ۷۴۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے (۲) **قبیضة بن هلب عن ابیه قال کان رسول الله ﷺ یؤمنا فیأخذ شماله بیمینه** ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی وضع الیمین علی الشمال فی الصلوۃ، ص ۷۰، نمبر ۲۵۲ / نسائی شریف، باب وضع الیمین علی الشمال فی الصلوۃ، ص ۱۲۳، نمبر ۸۰۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑنا چاہئے۔ اس لئے حنفیہ نے دونوں حدیثوں پر عمل کیا۔ (۳) اور ناف کے نیچے ہو اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن علیؓ قال ان من السنة فی الصلوۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوۃ تحت السرة.** (ابوداؤد شریف باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوۃ ص ۱۱۸، نمبر ۷۵۶ / دار قطنی، باب فی اخذ الشمال بالیمین فی الصلوۃ، ج اول، ص ۲۸۹، نمبر ۱۰۸۹ / سنن للبیہقی، باب وضع الیدین علی الصدر فی الصلوۃ من السنة ج ثانی ص ۴۸، نمبر ۲۳۴۱) اس حدیث مرسل سے معلوم ہوا کہ ہاتھ ناف کے نیچے رکھنا چاہئے۔

نوٹ: امام ترمذیؒ نے بہترین فیصلہ فرمایا ہے کہ دونوں کی گنجائش ہے۔ **ورأی بعضهم ان یضعها فوق السرة ورأی بعضهم ان یضعها تحت السرة وکل ذلک واسع عندهم .** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی وضع الیمین علی الشمال فی الصلوۃ ص ۵۹ نمبر ۲۵۲)

لغت : یسری: بائیں ہاتھ۔ سرۃ: ناف۔ باطن الکف: ہتھیلی کے اندر کا حصہ۔ محلقا: حلقہ بنائے ہوئے۔ الخنصر : ہاتھ کی چھوٹی انگلی، چھنگلی۔ ابہام: انگوٹھا۔ الرسغ: پہونچا، گٹا۔

ترجمہ : (۴۱۲) [۵] عورت اپنے دونوں ہاتھوں کو بغیر حلقہ کئے سینہ پر رکھے۔

تشریح : عورت اپنے دونوں ہاتھوں کو سینہ پر رکھے اور حلقہ بنائے بغیر رکھے بلکہ دائیں ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی پر رکھے۔

وجہ : **عن طاوس قال کان رسول الله ﷺ یضع یده الیمنی علی یده الیسری ثم یشد بینهما علی صدره و هو فی الصلاة** ۔(ابوداؤد شریف، باب وضع الیمنی علی الیسری، ص ۱۱۸، نمبر ۷۵۹ / سنن للبیہقی، باب وضع الیدین علی الصدر فی

تحلیق(٤١٣) والثناء والتعوذ للقراءة والتسمية فی اول کل رکعة(٤١٤) والتأمین والتحمید

الصلوۃ من السنۃ، ج ثانی، ص٤٦، نمبر ٢٣٣٥)اس حدیث میں ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں پر سینے پر رکھے۔

ترجمه : (٤١٣) [٦] سبحانک اللهم (الخ) پڑھنا۔[٧]قرأت کے لئے اعوذ بالله پڑھنا۔[٨] ہر رکعت کے شروع میں بسم الله پڑھنا۔

تشريح : تحریمہ باندھنے کے بعد ثنا، یعنی سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا اله غیرک ۔ پڑھے، اور جنکو قرأت پڑھنی ہے اس کیلئے یہ ہے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھے، اور اس کے بعد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، پڑھے۔ کیونکہ یہ قرأت کے تابع ہیں۔

وجه : (١) ثنا اور تعوذ کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن ابی سعید الخدری قال کان رسول الله ﷺ اذا قام الی الصلوة بالليل كبر ثم يقول سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا اله غیرک. ثم يقول الله اكبر كبيرا ثم يقول اعوذ بالله السميع العليم من الشيطان الرجيم من همزه و نفخه و نفثه (ترمذی شریف، باب ما یقول عند افتتاح الصلوۃ، ص٦٧، نمبر ٢٤٢ / ابو داؤد شریف، باب من رأی الاستفتاح بسبحانک، ص ١٢١، نمبر ٧٧٥)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سبحانک اللهم الخ پڑھنا چاہئے۔(٢)اعوذ باللہ، کے لئے یہ آیت بھی ہے۔ فاذا قرأت القرآن فاستعذ بالله من الشيطان الرجيم ۔(آیت ٩٨، سورۃ النحل ١٦) اس آیت میں بھی ہے کہ قرآن پڑھتے وقت اعوذ باللہ، پڑھے۔(٣)بسم اللہ، پڑھنے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابن عباس قال كان النبی ﷺ يفتتح صلوته ببسم الله الرحمن الرحيم. (ترمذی شریف، باب من رأی الجھر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم، ص ٦٨، نمبر ٢٤٥ / نسائی شریف، باب قرأت (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم)، ص ١٢٦، نمبر ٩٠٦)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرأت سے پہلے بسم اللہ پڑھنا چاہئے۔

ترجمه : (٤١٤) [٩] آمین کہنا۔[١٠] ربنا لک الحمد کہنا۔

تشريح : یہاں دو مسئلے ہیں [١] ایک یہ ہے کہ سورہ فاتحہ ختم ہونے کے بعد آہستہ سے آمین کہے۔[٢] دوسرا یہ کہ رکوع سے اٹھتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ، کے بعد ربنا لک الحمد، آہستہ سے کہے۔

وجه: (١) آمین کہنے کی دلیل یہ حدیث ہے ۔ عن ابی هريرة ان النبی ﷺ قال : اذا امّن الامام فأمّنوا فانه من وافق تأمينه تأمين الملائكة غفر له ما تقدم من ذنبه ،وقال ابن شهاب و كان رسول الله ﷺ يقول آمين (بخاری شریف، باب جھر الامام بالتأمین، ص ١٢٧، نمبر ٧٨٠ / مسلم شریف، باب التسمیع والتحمید والتأمین، ص ١٧٤، نمبر ٤١٠ / ٩١٥)اس حدیث سے معلوم ہوا امام اور مقتدی دونوں آمین کہے۔(٢)اور ربنا لک الحمد، کہنے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال اذا قال الامام سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لک الحمد (بخاری شریف، باب

(۴۱۵) والاسرار بھا

فضل اللھم ربنا لک الحمد، ص ۱۲۹، نمبر ۷۹۶ رترمذی شریف، باب آخر و باب مایقول الرجل اذا رفع رأسہ، ص ۶۷، نمبر ۲۶۷) اس سے معلوم ہوا کہ امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی ربنا لک الحمد کہے۔ البتہ منفرد ہو تو چونکہ وہ امام اور مقتدی دونوں ہے اس لئے وہ دونوں کہے گا۔

ترجمہ : (۴۱۵) [۱۱] ان سبھوں کو آہستہ پڑھے۔

تشریح : [۱] ثناء [۲] اعوذ باللہ [۳] بسم اللہ [۴] ربنا لک الحمد۔ ان چاروں کو آہستہ پڑھے۔

وجه : (۱) چاروں کو آہستہ پڑھے اس کی دلیل یہ قول تابعی ہے۔ **عن ابراھیم قال : یخفی الامام: بسم الله الرحمن الرحیم ، و الاستعاذة ، و آمین ، و ربنا لک الحمد** ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۱۹۳ من کان لا یجہر بسم اللہ الرحمن الرحیم، ج اول، ص ۳۶۰، نمبر ۴۱۳۶ رمصنف عبد الرزاق، باب ما یخفی الامام، ج ثانی، ص ۵۷، نمبر ۲۵۹۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ اعوذ باللہ، اور بسم اللہ، آمین، اور تحمید آہستہ پڑھنا چاہئے۔ (۲) بسم اللہ آہستہ کہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن انس بن مالک أنه حدثه قال : صلیت خلف النبی ﷺ ، و ابی بکر ، وعمر ، وعثمان ، فکانوا یستفتحون بالحمد لله رب العالمین ، لا یذکرون بسم الله الرحمن الرحیم ، فی اول قراء ة ، و لا فی آخره** ۔ (مسلم شریف، باب حجۃ من قال لا یجہر بالبسملۃ، ص ۱۶۹، نمبر ۸۹۲/۳۹۹ بخاری شریف، باب مایقول بعد التکبیر، ص ۱۰۳، نمبر ۷۴۳) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ اور صحابہ بسم اللہ پڑھتے ہی نہیں تھے نہ شروع میں نہ آخر میں۔ (۳) **عن عبد الله بن مغفل قال سمعنی ابی و انا فی الصلوة اقول بسم الله الرحمن الرحیم فقال لی ای بنی محدث ایاک والحدث ... وقال وقد صلیت مع النبی ﷺ و مع ابی بکر وعمر ومع عثمان فلم اسمع احدا منهم یقولها فلا تقلها ،اذا انت صلیت فقل الحمد لله رب العالمین** ۔ (ترمذی شریف، باب ماجاء فی ترک الجہر بسم اللہ الرحمان الرحیم، ص ۵۷، نمبر ۲۴۴ ربخاری شریف، باب مایقول بعد التکبیر ص ۱۰۳ نمبر ۷۴۳ رمسلم شریف، باب حجۃ من قال لا یجہر بالبسملۃ ص ۱۷۲ نمبر ۸۹۰/۳۹۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے، اور اوپر کی حدیث سے معلوم ہوا کہ پڑھتے تھے تو دونوں حدیثوں کو ملانے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آہستہ پڑھتے تھے۔ (۴) آمین آہستہ کہے اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ **ادعوا ربکم تضرعا و خفیة انه لا یحب المعتدین** . (آیت ۵۵ سورۃ الاعراف ۷) آمین دعا ہے اور آیت میں ہے کہ دعا آہستہ کیا کرو اس لئے آمین آہستہ کہنا بہتر ہے۔ (۵) حدیث میں بھی ہے۔ **عن علقمة بن وائل عن ابیه ان النبی ﷺ قرء غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقال آمین و خفض بها صوته** ۔ (ترمذی شریف، باب ماجاء فی التأمین، ص ۶۹، نمبر ۲۴۸ ردار قطنی، باب التأمین فی الصلوۃ بعد فاتحۃ الکتاب والجہر بہا، ج اول، ص ۳۲۸ نمبر ۱۲۵۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آمین آہستہ کہنا چاہئے۔ بخاری، مسلم وغیرہ میں

(۴۱۶)والاعتدال عند التحريمة من غير طأطأة الرأس

زور سے آمین کہنے کی باضابطہ کوئی حدیث نہیں ہے۔

فائدہ : امام شافعیؒ اورامام مالکؒ کے نزدیک آمین زور سے کہنا بہتر ہے۔وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں (اگر چہ اس میں زور کا لفظ نہیں ہے) حدیث یہ ہے۔(۱)عن ابی هريرة ان النبی ﷺ قال : اذا امّن الامام فأمّنوا فانه من وافق تأمينه تأمين الملائكة غفر له ما تقدم من ذنبه وقال ابن شهاب و كان رسول الله ﷺ يقول آمين (بخاری شریف، باب جہر الامام بالتأمین،ص ۱۲۷،نمبر ۷۸۰رمسلم شریف،باب التسمیع والتحمید والتأمین،ص ۱۷۴،نمبر ۴۱۰/۹۱۵)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ آمین کہتے تھے،زور سے کہتے ہونگے تب ہی تو راوی نے سنا ہوگا،اسلئے اس حدیث کے اشارۃ النص سے زور سے آمین کہنا ثابت ہوا۔(۲) عن وائل بن حجر قال سمعت النبی ﷺ قرأ غير المغضوب عليهم ولا الضالين ﴾وقال آمين و مد بها صوته ۔(ترمذی شریف،باب ماجاء فی التأمین،ص ۶۹،نمبر ۲۴۸)اس حدیث میں ہے کہ آمین زور سے کہا۔(۳)اس حدیث میں زور سے آمین کہنے کی صراحت ہے۔لیکن یہ بھی ساتھ ہی ہے کہ صحابہ نے زور سے آمین کہنا چھوڑ دیا تھا۔

عن ابی هريرة قال ترک الناس التأمين ،وكان رسول الله اذا قال غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال آمين حتى يسمعها اهل الصف الاول فيرتج بها المسجد. (ابن ماجہ شریف،باب الجہر بآمین،ص ۱۲۱،نمبر ۸۵۳/دار قطنی ، باب التأمین فی الصلوۃ، ج اول ،ص ۳۲۸،نمبر ۱۲۵۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آمین زور سے کہنا چاہئے۔لیکن خود ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ نے زور سے آمین کہنا چھوڑ دیا تھا۔اسی حدیث میں اوپر آیا﴿ عن ابی هريرة قال﴾ ترک الناس التأمين﴾

نوٹ : یہ استحباب کا اختلاف ہے۔کوئی زور سے آمین کہتا ہو تو اس پر نکیر نہیں کرنا چاہئے۔میرے استاذ حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری کو دیکھا کہ وہ زور اور آہستہ کے درمیان میں آمین کہتے ،جس سے صرف بغل والے سن لیتے تھے۔تا کہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔ناچیز بھی یہی کرتا ہے۔

لغت ثناء: سبحانک اللھم ،الخ کو ثنا کہتے ہیں۔تعوذ:اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔تسمیۃ:بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔تحمید:ربنا لک الحمد

ترجمہ : (۴۱۶) [۱۲]تحریمہ کے وقت بغیر سر جھکائے سیدھا کھڑا ہونا۔

تشریح : تحریمہ کے وقت بالکل سیدھا کھڑا ہو اور تکبیر کہے،سر جھکا ہوا نہ ہو۔

وجہ : ۔عن ابی حميد الساعدی قال سمعت و هو فی عشرة من أصحاب النبی ﷺ .... فقال كان رسول الله ﷺ اذا قام الى الصلوة اعتدل قائماو رفع يديه حتى يحاذی بهما منكبيه ۔(ترمذی شریف،باب منہ،(ای ماجاء فی وصف الصلوۃ)ص ۸۲،نمبر ۳۰۴رنسائی شریف، باب الاعتدال فی الرکوع،ص ۱۱۸،نمبر ۱۰۴۰) اس حدیث میں

(۴۱۷)وجهر الامام بالتکبیر و التسمیع(۴۱۸) وتفریج القدمین فی القیام قدر اربع اصابع

ہے کہ سر جھکا کر نہ کھڑے ہو۔

لغت : طأطأۃ الرأس: سر جھکا ہوا نہ ہو۔طأطأ: کا ترجمہ ہے سر جھکانا۔

ترجمہ : (۴۱۷) [۱۳]امام کا تمام تکبیریں۔[۱۴]اور سمع اللہ لمن حمدہ،زور سے کہنا۔

تشریح : امام کے ہر تکبیر کے وقت مقتدی کو رکوع میں اور سجدہ میں جانا ہے اس لئے امام کو چاہئے کہ تمام تکبیریں زور سے کہے، اسی طرح سمع اللہ لمن حمدہ، بھی زور سے کہے تاکہ مقتدی رکوع سے اٹھ سکے۔

وجہ :(۱) حدیث میں ہے کہ آپؐ رکوع اور سجدے میں جاتے وقت تکبیر کہتے۔ سمع ابا هريرة يقول كان رسول الله ﷺ اذا قام الى الصلوة يكبر حين يقوم ثم يكبر حين يركع. (بخاری شریف، باب التکبیر اذا قام من السجود،ص۱۰۹، نمبر۷۸۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع اور سجدہ میں جاتے ہوئے امام زور سے تکبیر کہے یہ سنت ہے۔(۲) عن عبد الله بن مسعودؓ قال : كان رسول الله ﷺ يكبر فی كل خفض و رفع ، و قيام و قعود ، و أبو بكر و عمر ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی التکبیر عندالرکوع والسجود،ص۶۰،نمبر۲۵۳ رنسائی شریف، باب التکبیر للسجود،ص۱۵۰،نمبر۱۰۸۴رابوداود شریف، باب تمام التکبیر ،ص۱۲۹،نمبر۸۳۶) اس حدیث میں ہے اٹھتے اور بیٹھتے وقت تکبیر کہتے،یعنی زور سے کہتے (۳)حدیث میں ہے۔ عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال اذا قال الامام سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لک الحمد (بخاری شریف، باب فضل اللھم ربنا لک الحمد،ص۱۲۹،نمبر۷۹۶رترمذی شریف، باب آخر وباب مایقول الرجل اذا رفع رأسہ،ص۴۷،نمبر۲۶۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام زور سے سمع اللہ لمن حمدہ، کہے تاکہ مقتدی ربنا لک الحمد، کہہ سکے۔

ترجمہ : (۴۱۸)[۱۵] قیام میں دونوں قدموں کی کشادگی چار انگلی کی مقدار رہو۔

تشریح : قیام میں دونوں قدموں کی کشادگی چار انگلی کی مقدار رہو،اس کے لئے کوئی حدیث یا اثر نہیں ملی۔مصنف کا اصل مقصد یہ ہے کہ آدمی عام حالات میں جو اپنی ہیئت پر کھڑا ہوتا ہے اس ہیئت پر کھڑا ہو، پاؤں بہت چوڑے نہ کرے۔اور اپنی ہیئت پر کھڑا ہوگا تو دونوں پاؤں کے درمیان کا فاصلہ چار انگلی ہوگا۔خود کھڑا ہو کر دیکھ لیں۔

وجہ : (۱) عن انس بهذا الحديث قال ان رسول الله ﷺ كان اذا قام الى الصلوة أخذه بيمينه ثم التفت فقال اعتدلوا سووا صفوفكم ثم اخذه بيساره فقال اعتدلوا سووا صفوفكم ۔(ابوداود شریف، باب تسویۃ الصفوف،ص۱۰۶،نمبر۶۷۰) اس حدیث میں ,اعتدلوا، ہے،سیدھے کھڑے ہو جاؤ،اور سیدھا کھڑا ہوگا تو دونوں پاؤں اپنی ہیئت پر رکھنا ہوگا اور اس وقت دونوں پاؤں کا درمیانی فاصلہ چار انگلی کی مقدار رہتا ہے۔ (۲) اخبرنی من رای ابن الزبير يصلی قد صف بين قدميه و الزق احدهما بالاخرى ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کان یصف قدمیہ،ج ثانی،ص۱۱۱،نمبر

(۴۱۹) وان تکون السورۃ المضمومۃ للفاتحۃ من طوال المفصل فی الفجر والظھر ومن اوساطه فی العصر والعشاء ومن قصاره فی المغرب لو کان مقیما

۷۰۷)اس عمل صحابی میں ہے کہ دونوں قدموں کو ملا کر کھڑے ہوتے تھے۔(۳)عن انس بن مالک عن رسول اللہ ﷺ قال رصوا صفوفکم و قاربوا بینھا و حاذوا بالاعناق، فوالذی نفسی بیدہ انی لاری الشیطان یدخل من خلل الصف کانھا الحذف۔ (ابوداود شریف، باب تسویۃ الصفوف، ص۱۰۶، نمبر۶۶۷) اس حدیث میں ہے کہ مل کر کھڑے ہو، اور کندھے کو کندھے میں ملاؤ، اور کندھے میں کندھا ملا کر کھڑا ہوگا تو پاؤں اتنا چوڑا نہیں کر پائے گا، وہ اپنی ہیئت پر ہی رہے گا۔ (۴)عن ابی حمید الساعدی قال سمعت و ھو فی عشرۃ من أصحاب النبی ﷺ .... فقال کان رسول اللہ ﷺ اذا قام الی الصلوۃ اعتدل قائماو رفع یدیہ حتی یحاذی بھما منکبیہ ۔(ترمذی شریف، باب منہ، (ای ماجاء فی وصف الصلوۃ) ص۸۲، نمبر۳۰۴ رنسائی شریف، باب الاعتدال فی الرکوع، ص۱۱۸، نمبر۱۰۴۰) اس حدیث میں ہے کہ سیدھا کھڑا ہو اور سیدھا کھڑا ہوگا تو پاؤں اپنی ہیئت پر ہوگا۔

پاؤں چوڑا کر کے دوسرے کے پاؤں کے ساتھ ملاتے ہیں تو بار ہا ساتھ والے کے پاؤں پر انگلی جاتی ہے جس سے اس کو تکلیف ہوتی ہے۔ اور پاؤں چوڑا کرنے والے کو بھی بار بار ملانے کا خیال رہتا ہے جو خشوع اور خضوع کے خلاف ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ پاؤں ملانے کا حکم حضورؐ کا نہیں ہے، یہ تو صحابہ کا اپنا عمل ہے، حضورؐ کا حکم تو صرف اتنا ہے کہ ملکر کھڑے ہو جس سے کندھا دوسرے کے کندھے کے برابر آجائے۔

فائدہ : دوسرے ائمہ کی رائے ہے کہ پاؤں کو پاؤں کے ساتھ ملایا جائے۔

وجہ :(۱) انکی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن انس عن النبی ﷺ قال اقیموا صفوفکم فانی أراکم من وراء ظھری ، و کان احدنا یلزق منکبہ بمنکب صاحبہ و قدمہ بقدمہ ۔(بخاری شریف، باب الزاق المنکب بالمنکب والقدم بالقدم فی الصّف، ص۱۱۸، نمبر۷۲۵ رابوداود شریف، باب تسویۃ الصفوف، ص۱۰۶، نمبر۶۶۲) اس حدیث میں صحابہ مونڈھے کو مونڈھے سے اور قدم کو قدم سے ملایا کرتے تھے۔(۲)عن انس عن النبی ﷺ سووا صفوفکم فان تسویۃ الصفوف من اقامۃ الصلوۃ۔ (بخاری شریف، باب اقامۃ الصّف من تمام الصلوۃ، ص۱۱۸، نمبر۷۲۳) اس حدیث میں ہے کہ صف سیدھی کرو۔

ترجمہ : (۴۱۹) [۱۶] سورہ فاتحہ کے ساتھ جو سورت ملائی جائے وہ فجر میں اور ظہر میں طوال مفصل ہو، اور عصر اور عشاء میں اوساط مفصل ہو، اور مغرب میں قصار مفصل ہو، اگر وہ مقیم ہو۔

تشریح : اگر مقیم ہو تو فجر میں اور ظہر میں طوال مفصل کی سورتیں پڑھنا سنت ہے، اور عصر اور عشاء میں اوساط مفصل کی سورتیں پڑھنا سنت ہے، اور مغرب میں قصار مفصل کی سورتیں پڑھنا سنت ہے۔

﴿طوال مفصل، اوساط مفصل، اور قصار مفصل کیا ہیں﴾

سورہ حجرات ۴۹ سے لیکر سورہ بروج ۸۵ تک طوال مفصل ہے، کیونکہ یہ سورتیں لمبی لمبی ہیں، اور سورہ بروج ۸۵ سے لیکر سورہ البینۃ [لم یکن الذین کفروا] ۹۸ تک اوساط مفصل ہیں اسلئے کہ یہ سورتیں اوسط درجے کی ہیں نہ زیادہ لمبی ہیں اور نہ زیادہ چھوٹی ہیں، اور لم یکن الذین کفروا ۹۸ سے لیکر آخیر قرآن سورہ الناس ۱۱۴ تک قصار مفصل ہیں اسلئے کہ یہ سورتیں چھوٹی چھوٹی ہیں۔

وجه : (۱) **عن ابی هریرة قال ما صلیت وراء احد أشبه صلوة برسول الله ﷺ من فلان .....یقرأ فی المغرب بقصار المفصل ، و یقرأفی العشاء بوسط المفصل ، و یقرأ فی الصبح بطوال المفصل** ۔(نسائی شریف ، باب تخفیف القیام و القرأۃ ،ص ۱۳۷ ،نمبر ۹۸۳ رمصنف عبد الرزاق ، باب مایقرأ فی الصلوۃ ، ج ثانی ،ص ۶۷ ،نمبر ۲۶۷۴)(۲) **روی عن عمرؓ انه کتب الی ابی موسی ان اقرأ فی الصبح بطوال المفصل ....فی الظهر باوساط المفصل .....فی المغرب بقصار المفصل** ۔(رترمذی شریف، باب ماجاء فی القرأۃ فی صلوۃ الصبح ،۸۳، نمبر ۳۰۶ / ۳۰۷ / ۳۰۸)اس اثر میں ہے کہ فجر میں طوال مفصل، ظہر میں اوساط مفصل، اور مغرب میں قصار مفصل پڑھے۔(۳) ۔**عن ابی برزة أن رسول الله ﷺ کان یقرأ فی صلوة الغداة من الستین الی المأة** ۔ (مسلم شریف، باب القرأۃ فی الصبح ،۱۸۵، نمبر ۴۶۱ / ۱۰۳۱)اس حدیث میں ہے کہ آپ ؐ صبح کی نماز میں ساٹھ سے لیکر سو آیتوں تک پڑھا کرتے تھے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ چالیس سے ساٹھ تک بھی پڑھنا سنت ہے۔(۴)۔**عن جابر بن سمرة : أن النبی ﷺ کان یقرأ فی الفجر ﴿ق و القرآن المجید﴾ و کان صلوته بعد تخفیفا** ۔(مسلم شریف، باب القرأۃ فی الصبح ،۱۸۵، نمبر ۴۵۸ / ۱۰۲۷)اس حدیث میں ہے صبح کی نماز میں سورہ ق پڑھتے تھے، اور سورہ ق میں ۴۵ آیتیں ہیں جس سے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ چالیس سے لیکر پچاس آیتیں پڑھنی چاہئے، یہ سنت ہے۔ (۵)**عن ابی سعید الخدری : أن النبی ﷺ کان یقرأ فی صلوة الظهر فی الرکعتین الاولیین فی کل رکعة قدر ثلاثین آیة ، و فی الاخریین قدر خمس عشرة آیة** ۔(مسلم شریف ، باب القرائۃ فی الظھر والعصر ،۱۸۵، نمبر ۴۵۲ / ۱۰۱۵)اس حدیث میں ہے کہ ظہر کی پہلی رکعت میں بھی تیس آیتیں پڑھی اور دوسری رکعت میں بھی تیس آیتیں پڑھی، اور دونوں ملکر ساٹھ آیتیں ہوئیں، اور یہی ساٹھ آیتیں فجر میں بھی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ ظہر کا حکم بھی وہی ہے جو فجر کا ہے(۶)**عن ابی سعید الخدری قال : کنا نحزر قیام رسول الله ﷺ فی الظهر و العصر ، فحزرنا قیامه فی الرکعتین الاولیین من الظهر قدر قرأة ﴿آلم تنزیل﴾ السجدة** ۔(مسلم شریف، باب القرائۃ فی الظھر والعصر،۱۸۵، نمبر ۴۵۲ / ۱۰۱۴)اس حدیث میں ہے کہ ہم نے آپؐ کے قیام کا اندازہ لگایا کہ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ سجدہ کے برابر تھا، اور سورہ سجدہ میں تیس آیتیں ہیں جس سے معلوم ہوا کہ ظہر فجر کے قریب قریب ہے۔(۷) اور

(۴۲۰)ویقرأ ایّ سورۃ شاء لو کان مسافرا (۴۲۱)واطالة الاولی فی الفجر فقط (۴۲۲)وتکبیرة

عصر میں اوساط مفصل پڑھے اسکی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابی سعید الخدری : أن النبی ﷺ کان یقرأ فی صلوة الظھر فی الرکعتین الاولیین فی کل رکعة قدر ثلاثین آیة ، و فی الاخریین قدر خمس عشرة آیة أو قال نصف ذالک ، و فی العصر فی الرکعتین الاولیین فی کل رکعة قدر قرائة خمس عشرة آیة ، و فی الاخریین قدر نصف ذالک . (مسلم شریف، باب القرائۃ فی الظھر والعصر،۱۸۵،نمبر۴۵۲/۱۰۱۵)اس حدیث میں ہے کہ عصر میں ظہر سے آدھی پندرہ آیتیں پڑھتے تھے، تو یہ اوساط مفصل ہوا۔(۸) مغرب میں قصار مفصل پڑھے اس کی دلیل یہ حدیث ہے ۔اخبرنا ھشام بن عروة ان اباہ کان یقرأ فی صلاة المغرب بنحو ما تقرؤون و العادیات و نحوھامن السور ۔(ابوداود شریف، باب من رأی التخفیف فیھا،[من المغرب]ص۱۲۶،نمبر۸۱۳)

ترجمہ : (۴۲۰) اور مسافر ہو تو جو سورت چاہے پڑھے۔

تشریح : سفر میں مشقت ہوتی ہے اس لئے فجر ظہر عصر مغرب عشاء میں جو سورت مناسب ہو پڑھے۔ ہر ایک کی گنجائش ہے۔

وجہ : (۱)سمعت البراء أن النبی ﷺ کان فی سفر ، فقرأ فی العشاء فی احدی الرکعتین ﴿والتین و الزیتون ﴾(بخاری شریف، باب الجھر فی العشاء،ص۱۰۵،نمبر۷۶۷)اس حدیث میں ہے کہ عشاء میں اوساط مفصل کے بجائے سفر کی وجہ سے چھوٹی سورت ,والتین و الزیتون ، پڑھی(۲) عن عقبة بن عامر قال : کنت أقود برسول الله ﷺ ناقته فی السفر فقال لی : یا عقبة ! ألا أعلمک خیر سورتین قرئتا ، فعلمنی ﴿قل أعوذ برب الفلق ﴾و ﴿قل اعوذ برب الناس ﴾قال : فلم یرنی سررت بھما جدا ، قال : فلما نزل لصلوة الصبح صلی بھما صلوة الصبح للناس ، فلما فرغ رسول الله ﷺ من الصلوة التفت الی فقال : یا عقبة کیف رأیتَ ۔(ابوداود شریف، باب فی المعوذتین،ص۲۱۸،نمبر۱۴۶۲/نسائی شریف، کتاب الاستعاذہ،ص۷۴۰،نمبر۵۴۳۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں فجر میں بھی چھوٹی سورت پڑھی جا سکتی ہے۔

ترجمہ : (۴۲۱) [۱۷] صرف فجر کی پہلی رکعت دوسری رکعت سے لمبی کرے۔

تشریح : فجر کی پہلی رکعت میں دوسری رکعت کی بنسبت لمبی قرأت کرے، اسکا فائدہ یہ ہوگا کہ بعد میں آنے والے لوگوں کو جماعت مل جائے گی، اور ائمہ کی رائے ہے کہ دوسری نمازوں میں بھی پہلی رکعت تھوڑی سی لمبی کرے۔

وجہ : (۱)اس حدیث میں اسکا ثبوت ہے۔عن عبد الله بن ابی قتادة ، عن ابیه قال : کان رسول الله ﷺ یقرأ فی الرکعتین الاولیین من صلاة الظھر بفاتحةالکتاب و سورتین ، یطول فی الاولی و یقصر فی الثانیة و یسمع الآیة احیانا ، و کان یقرأ فی العصر بفاتحة الکتاب و سورتین ، و کان یطول فی الاولی ، و کان

الرکوع وتسبیحه ثلاثا(۴۲۳) واخذ رکبتیه بیدیه وتفریج اصابعه والمرأة لا تفرّجها

یطول فی الرکعة الاولی من صلوة الصبح ، و یقصر فی الثانیة ۔(بخاری شریف، باب القرأة فی الظهر ،ص۱۰۵،نمبر ۷۵۹مسلم شریف، باب القرأة فی الظهر ،ص۱۸۵،نمبر۴۵۱/۱۰۱۲)اس حدیث میں ہے کہ پہلی رکعت لمبی کرے۔

ترجمه : (۴۲۲) [۱۸]رکوع کی تکبیر۔[۱۹] اس میں تین بارتسبیح کہنا۔

تشریح : رکوع میں نو۹سنتیں ہیں، یہاں اس کا بیان ہے۔ [۱،پہلی سنت]رکوع میں جاتے وقت تکبیر کہنا سنت ہے ۔[۲،دوسری] اور رکوع کے اندر تین مرتبہ سبحان ربی العظیم ،کہنا سنت ہے۔ایک مرتبہ سبحان ربی العظیم کہے گا تو تسبیح ادا ہو جائے گی ،لیکن سنت کی ادائیگی نہیں ہوگی ۔

وجه :(۱)حدیث میں ہے کہ آپ رکوع اور سجدے میں تکبیر کہتے۔ سمع ابا هریرة یقول کان رسول الله ﷺ اذاقام الی الصلوة یکبر حین یقوم ثم یکبر حین یرکع. (بخاری شریف، باب التکبیر اذا قام من السجود ،ص۱۲۸،نمبر۷۸۹رمسلم شریف، باب اثبات التکبیر فی کل خفض ورفع فی الصلاة ،ص۱۶۶،نمبر۳۹۲/۸۶۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع میں جاتے ہوئے تکبیر کہے۔(۲)اور تین مرتبہ تسبیح کہےاس کی دلیل یہ حدیث ہے ۔عن ابن مسعود قال : قال رسول الله ﷺ اذا رکع احدکم فلیقل ثلاث مرات : سبحان ربی العظیم وذلک ادناه، فاذا سجد فلیقل سبحان ربی الاعلی ثلاثا ، و ذالک ادناه . (ابوداؤد شریف، باب مقدار الرکوع، والسجود ،ص۱۳۶،نمبر۸۸۶رترمذی شریف، باب ماجاء فی التسبیح فی الرکوع والسجود ،ص۶۰،نمبر۲۶۱)اس حدیث میں ہے کہ تین مرتبہ سبحان ربی العظیم، کہےاور یہ ادنی مرتبہ ہے۔

ترجمه : (۴۲۳) [۲۰] دونوں ہاتھوں سے اپنے دونوں گھٹنوں کو پکڑنا۔ [۲۱] اورانگلیوں کو کشادہ رکھنا، اورعورت اپنی انگلیاں کشادہ نہ رکھے۔

تشریح : [۳،تیسری سنت] رکوع میں دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر اس طرح رکھے کہ گویا کہ ان کو پکڑ رہا ہو۔[۴،چوتھی سنت] ہاتھ گھٹنے پر رکھتے وقت انگلیاں کشادہ رہیں۔ البتہ عورت کے لئے ستر اس میں ہے کہ انگلیاں ملا کر رکھے اس لئے وہ تھوڑا ملا کر رکھیں تو بہتر ہے۔

وجه : (۱)حدیث یہ ہے۔ فذکروا صلوة رسول الله ﷺ فقال ابو حمید انا اعلمکم بصلوة رسول الله ﷺ ان رسول الله ﷺ رکع فوضع یدیه علی رکبتیه کانه قابض علیهما و وتر یدیه فنحاهما عن جنبیه. (ترمذی شریف، باب ماجاء یجافی یدیہ عن جنبیه فی الرکوع ،ص۶۷،نمبر۲۶۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہاتھ سے گھٹنوں کو اس طرح پکڑے کہ کمان کی رسی کی طرح معلوم ہو(۲)حدیث میں ہے۔قال : أتینا عقبة بن عمرو الانصاری أبا مسعود فقلنا له : حدثنا عن صلوة رسول الله ﷺ ، فقام بین ایدینا فی المسجد فکبر ، فلما رکع وضع یدیه علی

(۴۲۴) ونصب ساقيه وبسط ظهره وتسوية رأسه بعجزه(۴۲۵) والرفع من الركوع والقيام بعد

ركبتيه و جعل أصابعه أسفل من ذالک و جافى بين مرفقيه حتى استقر كل شىء منه ۔(ابوداؤدشریف، بان صلوة من لایقیم صلبه فی الرکوع والسجود، ص۱۳۳، نمبر۸۶۳/نسائی شریف، باب مواضع أصابع الیدین فی الرکوع، ص۱۴۳، نمبر۱۰۳۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع میں دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر پھیلا کر رکھے۔(۳) عن ابن عمر : أن رسول الله ﷺ قال لرجل : اذا قمت الى الصلوة فركعت فضع يديک على ركبتيک ، و افرج بين أصابعک ثم ارفع رأسک حتى يرجع كل عضو الى مفصله ۔(مصنف عبدالرزاق، باب کیف الرکوع والسجود، ج ثانی، ص۹۸، نمبر۲۸۶۲) اس حدیث میں ہے کہ رکوع میں ہاتھ گھٹنے پر رکھو اور انگلیاں پھیلا کر رکھو۔

لغت : رکبۃ: گھٹنا۔تفریج: فرج سے مشتق ہے کشادہ رکھنا۔

ترجمه : (۴۲۴) [۲۲] دونوں پنڈلیوں کو کھڑا رکھنا۔[۲۳] پشت پھیلی ہوئی رکھنا۔[۲۴] سر سرین کے برابر رکھنا۔

تشریح : [۵ پانچویں سنت] رکوع کرتے وقت پنڈلیاں کبھی پیچھے کی طرف کر دیتے ہیں اور کبھی آگے کی طرف کر دیتے ہیں، مصنف فرماتے ہیں کہ نہ آگے کی طرف کرے اور نہ پیچھے کی طرف کرے بلکہ سیدھی کھڑی رکھے یہ سنت ہے [۶ چھٹی سنت] پیٹھ پھیلی ہوئی ہو، یعنی کمر اور سر ایک سیدھ میں رہے، [۷ ساتویں سنت] سر سرین کے برابر رہے، نہ زیادہ جھکا ہوا اور نہ اٹھا ہوا ہو۔

وجه : (۱) عن ابى حميد الساعدى قال سمعت و هو فى عشرة من أصحاب النبى ﷺ ....و ركع ، ثم اعتدل ، فلم يصوب رأسه و لم يقنع ، ووضع يديه على ركبتيه ۔(ترمذی شریف، باب منه (ای ماجاء فی وصف الصلوة)، ص۸۲، نمبر۳۰۴/نسائی شریف، باب الاعتدال فی الرکوع، ص۱۱۸، نمبر۱۰۴۰) اس حدیث میں ہے کہ سر نہ اونچا رکھے اور نہ جھکا کر رکھے، بلکہ ہموار رکھے۔(۲)۔ قال سمعت وابصة بن معبد يقول : رأيت رسول الله ﷺ يصلى ، فكان اذا ركع سوّى ظهره ، حتى لو صب عليه الماء لاستقر ۔(ابن ماجہ شریف، باب الرکوع فی الصلوة، ص۱۲۳، نمبر۸۶۹) اس حدیث میں ہے کہ رکوع میں پیٹھ برابر اور ہموار رکھے۔

لغت : عجز: سرین۔لاینکسه : نہ زیادہ جھکائے۔صوب: سر کو جھکانا۔یقنع: قنع سے سر اٹھانا۔

ترجمه : (۴۲۵) [۲۵] رکوع سے اٹھنا۔[۲۶] اس کے بعد اطمینان سے کھڑا رہنا۔

تشریح : [۸ آٹھویں سنت] رکوع سے اٹھنا سنت ہے۔[۹ نویں سنت] رکوع سے اُٹھ کر اطمینان سے پورا کھڑا ہو، یہ سنت ہے، جلدی کرنا اور پورا کھڑا ہوئے بغیر سجدے میں چلے جانا سنت نہیں ہے۔

وجه : (۱) عن ابى حميد الساعدى قال سمعت و هو فى عشرة من أصحاب النبى ﷺ ....و ركع ، ثم اعتدل ، فلم يصوب رأسه و لم يقنع ، ووضع يديه على ركبتيه، ثم قال سمع الله لمن حمده و رفع يديه و

مطمئنا (۴۲۶)ووضع رکبتیه ثم یدیه ثم وجهه للسجود وعکسه للنهوض(۴۲۷) و تکبیر السجود

اعتدل حتی یرجع کل عظم فی موضعه معتدلا ثم هوی الی الارض ساجدا ۔(ترمذی شریف، باب منہ(ای ماجاء فی وصف الصلوۃ)،ص۸۲،نمبر۳۰۴رنسائی شریف، باب الاعتدال فی الرکوع ،ص ۱۱۸،نمبر۱۰۴۰) اس حدیث میں بالکل سیدھے کھڑے ہوئے یہاں تک ہر ہڈی اپنی جگہ پر آ گئی۔(۲)اس حدیث میں بھی ہے۔عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ دخل المسجد فدخل رجل فصلی ثم جاء فسلم علی النبی ﷺ فرد النبی ﷺ علیه السلام فقال: ارجع فصل فانک لم تصل ....ثم ارکع حتی تطمئن راکعا ً ثم ارفع حتی تعتدل قائما ، ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ۔ (بخاری شریف، باب امر النبی ﷺ الذی لا یتم رکوعہ بالاعادۃ،ص ۱۲۸،نمبر۷۹۳رترمذی شریف، باب ماجاء فی وصف الصلوۃ، ص۸۲،نمبر۳۰۳)اس حدیث میں رکوع سے اٹھنے کا بھی ثبوت ہے اور اطمینان سے کھڑے ہونے کا بھی ثبوت ہے۔

ترجمہ : (۴۲۶) [۲۷] سجدہ کے لئے پہلے دونوں گھٹنے رکھنا، پھر دونوں ہاتھ، پھر منھ رکھنا۔[۲۸] اٹھنے کے وقت اس کا بر عکس کرنا۔

تشریح : یہاں سے سجدے کی ۹ نو سنتیں بیان کی جا رہی ہیں۔[۱،پہلی سنت]قومہ سے سجدہ میں جانے لگے تو زمین پر پہلے دونوں گھٹنے رکھے پھر دونوں ہتھیلیاں رکھے، پھر پیشانی رکھے، یہ سنت طریقہ ہے۔[۲،دوسری سنت]اور جب اٹھنے لگے تو اس کا الٹا کرے،یعنی پہلے پیشانی زمین سے اٹھائے، پھر دونوں ہتھیلی اٹھائے پھر گھٹنے اٹھائے۔

وجہ : (۱) عن وائل بن حجر قال رأیت رسول الله ﷺ اذا سجد یضع رکبتیه قبل یدیه و اذا نهض رفع یدیه قبل رکبتیه ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی وضع الرکبتین قبل الیدین فی السجود،ص ۶۴،نمبر ۲۶۸ر ابوداود شریف، باب کیف یضع رکبتیہ قبل یدیہ،ص ۱۳۰،نمبر ۸۳۸)اس حدیث میں ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت پہلے گھٹنا رکھے بعد میں ہاتھ رکھے،اور اٹھتے وقت پہلے ہاتھ اٹھائے بعد میں گھٹنا اٹھائے۔

ترجمہ : (۴۲۷) [۲۹]سجدہ کی تکبیر۔[۳۰] سجدے سے اٹھنے کی تکبیر۔

تشریح [۳ تیسری سنت]سجدہ میں جاتے وقت تکبیر کہنا۔[۴ چوتھی سنت]اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت بھی اللہ اکبر کہنا سنت ہے

وجہ:(۱)۔ سمع ابا هریرة یقول کان رسول الله ﷺ اذا قام الی الصلوة ....ثم یکبر حین یهوی ثم یکبر حین یرفع رأسه ، ثم یکبر حین یسجد ثم یکبر حین یرفع رأسه ثم یفعل ذالک فی الصلاة کلها حتی یقضیها . (بخاری شریف، باب التکبیر اذا قام من السجود،ص ۱۲۸،نمبر۷۸۹رمسلم شریف، باب اثبات التکبیر فی کل خفض ورفع فی الصلاۃ،ص ۱۶۶،نمبر۸۶۸/۳۹۲)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدے میں جاتے اور اٹھتے وقت تکبیر کہتے تھے ۔

ترجمہ : (۴۲۸) [۳۱] سجدہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان کرنا۔[۳۲]سجدہ میں تین بار تسبیح کہنا۔

وتكبير الرفع منه (۴۲۸)وكون السجود بين كفيه وتسبيحه ثلاثا(۴۲۹) ومجا فاة الرجل بطنه عن

تشریح : [۵ پانچویں سنت]سجدہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان کرے۔[٦ چھٹی سنت]سجدے میں تین مرتبہ تسبیح پڑھے۔

وجه : (ا)حدیث میں ہے۔**قلت للبراء بن عازب اين كان النبی ﷺ يضع وجهه اذا سجد؟ فقال بين كفيه** (ترمذی شریف، باب ماجاء این وضع الرجل وجهه اذا سجد،ص ۵۷،نمبر ۲۷۱/مسلم شریف، باب وضع یدہ الیمنی علی الیسری بعد تکبیرة الاحرام،الخ ص ۱۷۰،نمبر ۸۹۶/۴۰۱)اس حدیث میں ہے کہ سجدے کے وقت چہرے کو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھے۔(۲) ۔**عن عبد الجبار بن وائل عن ابيه عن النبی ﷺ فلما سجد وضع جبهته بين كفيه وجافى عن ابطيه.** (ابوداؤد شریف، باب افتتاح الصلوة،ص ۱۱۶،نمبر ۷۳۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ کے وقت چہرہ ہتھیلیوں کے درمیان رکھے۔(۳)اور تین مرتبہ تسبیح کہےاس کی دلیل یہ حدیث ہے ۔**عن ابن مسعود قال : قال رسول الله ﷺ اذا ركع احدكم فليقل ثلاث مرات : سبحان ربى العظيم وذلک ادناه، فاذا سجد فليقل سبحان ربى الاعلى ثلاثا ، و ذالک ادنــاه** .(ابوداؤد شریف، باب مقدار الرکوع،والسجود ،ص ۱۳۶،نمبر ۸۸۶/ترمذی شریف،باب ماجاء فی التسبیح فی الرکوع والسجود،ص ۶۰،نمبر ۲۶۱)اس حدیث میں ہے کہ تین مرتبہ **سبحان ربی الاعلی** ، کہے یہ ادنی مرتبہ ہے۔

ترجمه : (۴۲۹) [۳۳] مرد پیٹ کو ران سے اور کہنی کو پہلو سے اور ہاتھ کو زمین سے علیحدہ رکھے۔

تشــریـح : [۷ ساتویں سنت]مرد جب سجدے میں جائے تو پیٹ کو رانوں سے علیحدہ رکھے،اور دونوں کہنیوں کو پہلوؤں سے علیحدہ رکھے،اور کلائی سے اوپر کا حصہ زمین سے اونچا رکھے،زمین سے ملا کر نہ رکھے۔یہ سنت ہے۔

وجه : (ا) **عن البراء قال قال رسول الله ﷺ اذا سجدت فضع كفيک وارفع مرفقيک، وفي حديث آخر ، اذا صلى فرج بين يديه حتى يبدو بياض ابطيه.**(مسلم شریف،باب الاعتدال فی السجود ووضع الکفین علی الارض، ص ۲۰۳،نمبر ۱۱۰۴/۴۹۵/۱۱۰۵/بخاری شریف، باب یبدی ضبعیه ویجافی فی السجود ص ۱۳۱، نمبر ۸۰۷)اس حدیث میں ہے کہ کہنیوں کو اونچا رکھےاور پہلو سے الگ رکھے۔(۲)**عن عبد الجبار بن وائل عن ابيه عن النبی ﷺ فلما سجد وضع جبهتــه بيــن كـفيــه وجـافى عن ابطيـه.** (ابوداؤد شریف،باب افتتاح الصلوة،ص ۱۱۶،نمبر ۷۳۶)اس حدیث میں ہے کہ ہتھیلیوں سے پہلوؤں کو الگ رکھے۔(۳)**عن انس قال قال رسول اللـه ﷺ اعتدلوا فى السجود و لا يبسط أحدكم ذراعيه انبساط الكلب** ۔ (مسلم شریف،باب الاعتدال فی السجود ووضع الکفین علی الارض،ص ۲۰۳،نمبر ۱۱۰۲/۴۹۳) اس حدیث میں ہے کہ کتے کی طرح ہاتھ کو زمین پر نہ بچھائے بلکہ اس کو اونچا رکھے۔

لــغــت : نہوض:اٹھنا۔مجافاۃ:الگ رہنا۔فخذ:ران۔جنب:پہلو۔ذراعیہ:ذراع کی تثنیہ ہے،کلائی سے لیکر کہنی تک کے حصے کو ذراع کہتے ہیں۔یہاں کلائی سے اوپر کا حصہ مراد ہے۔

فخذيه ومرفقيه عن جنبيه وذراعيه عن الارض (۴۳۰) وانفخاض المرأة ولزقها بطنها بفخذيها (۴۳۱)والقومة والجلسة بين السجدتين

ترجمه : (۴۳۰) [۳۴] عورت سکڑے اور پیٹ کو ران سے ملادے۔

تشریح : [۸آٹھویں سنت]عورت ران کو پیٹ اور پہلو سے ملائے اور ذرا سکڑ کر سجدہ کرے۔

وجه : (۱)عن ابی سعید الخدری صاحب رسول الله ﷺ عن رسول الله انه قال خیر صفوف الرجال الاول و خیر صفوف النساء الصف الاخر و کان یأمر الرجال ان یتجافوا فی سجودهم و یأمر النساء ینخفضن فی سجودهن ۔(سنن بیهقی ، باب مایستحب للمرأة من ترک التجافی فی الرکوع والسجود ، ج ثانی ،ص ۳۱۴، نمبر ۳۱۹۸)۔ (۲)عن عبد الله ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ اذا جلست المرأة فی الصلوة وضعت فخذها علی فخذها الاخری و واذا سجدت الصقت بطنها فی فخذها کأستر ما یکون لها ۔(سنن بیهقی ، باب مایستحب للمرأة من ترک التجافی فی الرکوع والسجود ، ج ثانی ،ص ۳۱۴، نمبر ۳۱۹۹)(۳) اثر میں ہے۔ عن علی قال : اذا سجدت المرأة فلتحتفر و لتضم فخذیها ۲)عن ابن عباس أنه سئل عن صلوة المرأة فقال : تجتمع و تحتفر ۔(مصنف ابن ابی شیبة ،۱۴۳ المرأة کیف تکون فی سجودها ، ج اول ،ص ۲۴۲، نمبر ۲۷۷۷/ ۲۷۷۸)اس حدیث اور اثر سے معلوم ہوا کہ عورت سجدے کے اندر سکڑ کر رہے اور پیٹ کو رانوں سے ملادے تاکہ زیادہ سے زیادہ ستر ہو سکے، یہی اسکے لئے بہتر ہے۔

لغت: انخفض :سکڑنا۔لزق: چپکنا۔فخذ :ران۔

ترجمه : (۴۳۱) [۳۵] قومہ کرنا۔[۳۶] دوسجدوں کے درمیان جلسہ کرنا۔

تشریح : [۹نویں سنت]رکوع سے کھڑا ہو تو اطمینان سے کھڑا ہو اس کو قومہ کہتے ہیں یہ سنت ہے۔[۱۰دسویں سنت] دوسجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھے اس کو جلسہ کہتے ہیں ، یہ بھی سنت ہے۔سجدے کی یہ دس سنتیں ہیں۔

وجه : (۱)عن ابی هریرة عن النبی ﷺ دخل المسجد فدخل رجل فصلی ثم جاء فسلم علی النبی ﷺ فرد النبی ﷺ علیه السلام فقال: ارجع فصل فانک لم تصل ....ثم ارکع حتی تطمئن راکعاً ثم ارفع حتی تعتدل قائما ، ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً ثم ارفع حتی تطمئن جالساً ، ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ، ثم افعل ذالک فی صلاتک کلها ۔ (بخاری شریف ، باب امر النبی ﷺ الذی لا یتم رکوعه بالاعادة ،ص ۱۲۸، نمبر ۷۹۳ر ترمذی شریف ، باب ماجاء فی من لا یقیم صلبه فی الرکوع ولا السجود ،ص ۶۱، نمبر ۲۶۵)(۲) ابوداود شریف میں اس حدیث کے آخر میں یہ بھی زیادہ ہے۔ و قال فی آخره : اذا فعلت هذا فقد تمت صلاتک ، و ما انتقصت من هذا شیئاً فانما انتقصته من صلاتک . (ابوداؤد شریف ، باب صلوة من لا یقیم صلبه فی الرکوع والسجود ،ص ۱۳۲، نمبر ۸۵۶) اس حدیث میں

(۴۳۲)ووضع اليدين على الفخذين فيما بين السجدتين كحالة التشهد(۴۳۳) وافتراش رجله

تعدیل ارکان نہ کرنے کی وجہ سے نماز لوٹانے کا حکم دیا، اس لئے تعدیل ارکان سنت ہے۔

ترجمه : (۴۳۲) [۳۷] دوسجدوں کے درمیان دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر رکھے، جیسے تشہد میں رکھتے ہیں۔

تشریح : دوسجدوں کے درمیان بیٹھے تو دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر رکھے، جیسے تشہد کے وقت دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر رکھتے ہیں۔

وجه : (۱)عاصم بن كليب الجرمى عن ابيه عن جده قال دخلت على النبى ﷺ وهو يصلى وقد وضع يده اليسرى على فخذه اليسرى ووضع يده اليمنى على فخذه اليمنى وقبض اصابعه وبسط السبابة۔ (ترمذی شریف، باب ابواب الدعاء، کتاب الدعوات، ص ۸۱۷، نمبر ۳۵۸۷ رنسائی شریف، باب قبض الثنتين من اصابع اليد اليمنى وعقد الوسطى، ص ۴۲، نمبر ۱۲۶۹) اس حدیث میں ہے کہ جلسہ یا تشہد میں بیٹھے تو دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھے۔

ترجمه : (۴۳۳) [۳۸] بائیں پاؤں کو بچھانا اور داہنے کو کھڑا رکھنا۔[۳۹] عورت سرین پر بیٹھے۔

تشریح : مرد جلسہ میں یا تشہد میں بیٹھے تو دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے اور بائیں پاؤں بچھائے اور اس پر بیٹھے۔

وجه : (۱)فقال ابو حميد الساعدى.... فاذا جلس فى الركعتين جلس على رجله اليسرى و نصب اليمنى واذا جلس فى الركعة الآخرة قدم رجله اليسرى ونصب الاخرى وقعد على مقعدته ۔(بخاری شریف، باب سنة الجلوس فی التشهد، ص ۱۳۴، نمبر ۸۲۸ رمسلم شریف، باب ما تجمع صفة الصلوة وما يفتتح به، ص ۲۰۵، نمبر ۴۹۸ر۱۱۱۰) (۲)عن وائل بن حجر قال قدمت المدينة قلت لانظرن الى صلوة رسول الله ﷺ فلما جلس ۔ يعنى للتشهد ۔ افترش رجله اليسرى ووضع يده اليسرى يعنى على فخذه اليسرى ونصب رجله اليمنى ۔(ترمذی شریف، باب كيف الجلوس فى التشهد، ص ۹۷، نمبر ۲۹۲) اس حدیث میں ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا کیا اور بائیں کو بچھایا۔

تشریح : عورت تشہد میں تورک کرے، یعنی دونوں پاؤں کو دائیں طرف کر دے اور سرین پر بیٹھے۔

وجه :(۱) عن ابى حميد الساعدى ....حتى اذا كانت السجدة التى فيها التسليم اخر رجله اليسرى وقعد متوركا على شقه الايسر. (ابوداؤد شریف، باب من ذكر التورك فى الرابعة، ص ۱۴۶ ، نمبر ۹۶۳ رمسلم شریف، باب صفة الجلوس فى الصلوة وكيفية وضع اليدين على الفخذين، ص ۲۳۵، نمبر ۵۷۹ر۱۳۰۷) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قعدۂ اخیرہ میں تورک مسنون ہے، حنفیہ نے اس کو عورت کے بارے خاص کر لیا۔(۲)فقال ابو حميد الساعدى....واذا جلس فى الركعة الآخرة قدم رجله اليسرى ونصب الاخرى وقعد على مقعدته ۔ (بخاری شریف، باب سنة الجلوس فی التشهد

اليسرىٰ ونصب اليمنىٰ وتورّك المرأة(۴۳۴) والاشارة فى الصحيح بالمسبحة عند الشهادة

،ص۱۳۴،نمبر۸۲۸(۳)اثر میں ہے۔قلت لعطاء تجلس المرأة فى مثنى على شقها الايسر ؟ قال : نعم ، قلت : هو احب اليک من الايمن ؟ قال : نعم ،قال: تجتمع جالسة ما استطاعت ، قلت : تجلس جلوس الرجل فى مثنى أو تخرج رجلها اليسرى من تحت اليتها ؟ قال : لا يضرها أى ذالک جلست اذا اجتمعت ۔(مصنف ابن ابي شيبة،۴۴ فى المرأة كيف تجلس فى الصلوة، ج اول،ص۲۴۳،نمبر۲۷۹۱رسنن بیھقی ، باب ما يستحب للمرأة من ترک التجافى فى الركوع والسجود، ج ثانى،ص۳۱۴،نمبر۳۱۹۸)اس اثر میں ہے کہ عورت بائیں جانب بیٹھے گی،اسلئے کہ اس میں اسکو آسانی بھی ہے۔

ترجمہ : (۴۳۴) [۴۰] صحیح روایت میں شہادت کے وقت شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے،لا الہ پر اٹھائے اور الا اللہ کے وقت رکھ دے۔

تشریح : تحیات میں تشہد پڑھتے وقت جب لا الہ پر پہونچے تو شہادت کی انگلی کو اٹھائے اور الا اللہ پر نیچے کر دے،شروع تحیات سے انگلی سے بار بار اشارہ کرتا رہے ایسا نہ کرے۔

وجہ : (۱) عن وائل بن حجر قال ... ثم جلس فافترش رجله اليسرى ووضع يده اليسرى على فخذه اليسرى وحد مرفقه الايمن على فخذه اليمنى وقبض ثنتين و حلق حلقة ورأيته يقول هكذا وحلق بشر الابهام والوسطى واشار بالسبابة (ابوداؤد شریف، باب كيف الجلوس فى التشهد ،ص۱۴۶،نمبر۹۵۷)اس حدیث میں ہے کہ انگوٹھے اور درمیان کی انگلی سے حلقہ بنائے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے(۳)عاصم بن كليب الجرمى عن ابيه عن جده قال دخلت على النبى ﷺ وهو يصلى وقد وضع يده اليسرى على فخذه اليسرى ووضع يده اليمنى على فخذه اليمنى وقبض اصابعه وبسط السبابة (ترمذی شریف، باب ابواب الدعاء ج ثانی،ص۱۸۷،نمبر۳۵۸۷ر نسائی شریف، باب قبض الثنتين من اصابع اليد اليمنى وعقد الوسطى،ص۱۷۶،نمبر۱۲۶۹)اس حدیث میں بھی ہے کہ حلقہ بنائے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے۔(۴)صرف ایک مرتبہ اشارہ کرے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن عبد الله انه ذكر ان النبى ﷺ كان يشير باصبعه اذا دعا لا يحركها ۔(سنن بیہقی، باب من روى انه اشار بها ولم يحركها، ج ثانی،ص۱۸۹، نمبر۲۷۸۶)اس حدیث میں ہے کہ بار بار حرکت نہیں کرتے تھے صرف ایک بار اشارہ کرتے تھے(۵) عن ابن عمر انه راى رجلا يحرک الحصا.....قال فوضع يده اليمنى على فخذه و اشار باصبعه التى تلى الابهام فى القبلة و رمى ببصره اليها او نحوها ثم قال هكذا رأيت رسول الله ﷺ يصنع ۔ (سنن بیہقی، باب الاشارة بالمسبحة الى القبلة ،ج ثانی،ص۱۹۰،نمبر۲۷۸۹) اس حدیث میں ہے کہ قبلہ کی طرف ایک مرتبہ اشارہ فرمایا۔

لا الہ الا اللہ کے وقت اشارہ کرے۔لا کے وقت انگلی کھڑی کرے اور الا اللہ کے وقت گرائے اس کی حدیث نہیں ملی۔

یرفعها عند النفی ویضعها عند الاثبات(۴۳۵) وقراء ۃ الفاتحۃ فیما بعد الاولیین (۴۳۶)والصلوۃ

لغت : المسبحۃ: تسبیح پڑھنے کی چیز، دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی مراد ہے، کیونکہ اس سے تسبیح پڑھتے ہیں۔الشہادۃ: تحیات میں اشہدان لا الہ،کوشہادت کہتے ہیں النفی :لا الہ،کونفی کہا ہے۔الاثبات: الا اللہ،کواثبات،کہا ہے۔

ترجمہ : (۴۳۵) [۴۱] پہلی دونوں کے بعد کی رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنا۔

تشریح : فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں کچھ نہ پڑھے تب بھی چلے گا لیکن سورہ فاتحہ پڑھنا سنت ہے۔ دوسرے ائمہ کے یہاں سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔

وجہ:(۱) عن عبد اللہ بن ابی قتادۃ عن ابیہ ان النبی ﷺ کان یقرأ فی الظھر فی الاولیین بام الکتاب وسورتین و فی الرکعتین الاخریین بام الکتاب ویسمعنا الآیۃ و یطول فی الرکعۃ الاولی ما لا یطیل فی الرکعۃ الثانیۃ وھکذا فی العصر۔(بخاری شریف، باب یقرأفی الاخریین بفاتحۃ الکتاب، ص۱۰۷،نمبر۷۷۶/مسلم شریف، باب القرأۃ فی الظہر والعصر،ص۱۸۵،نمبر۴۵۱/۱۰۱۲/ابوداود شریف، باب القرأت فی الظہر ،ص۱۲۴،نمبر۷۹۸) اس حدیث میں ہے کہ فرض کی دوسری دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے (۲)جابر بن سمرۃ قال قال عمر لسعد لقد شکوک فی کل شیء حتی الصلوۃ قال اما انا فامد فی الاولیین واحذف فی الآخرین ولا آلو ما اقتدیت بہ من صلوۃ رسول اللہ قال صدقت ذاک الظن بک۔(بخاری شریف، باب یطول فی الاولیین ویحذف فی الاخریین ،ص۱۰۶،نمبر ۷۷۰/مسلم شریف، باب القرأۃ فی الظہر والعصر،ص۱۸۶،نمبر۴۵۳/۱۰۱۸) دوسری دو رکعتوں میں حذف کرتے تھے یعنی صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔

ترجمہ : (۴۳۶) [۴۲] اخیر قعدہ میں رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنا۔

تشریح : قعدہ اولی میں صرف تشہد پڑھ کر اٹھ جائے ،لیکن دو رکعت کے بعد قعدہ اخیرہ ہو یا تین رکعت کے بعد یا چار رکعت کے بعد قعدہ آخیرہ ہو تو اس میں تشہد کے بعد درود شریف بھی پڑھے،اور بعد میں قرآن وحدیث کے الفاظ سے اپنے لئے دعا بھی کرے، پھر سلام پھیرے۔

وجہ : (۱) نماز میں درود شریف سنت ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔(آیت ۵۶،سورۃ الاحزاب ۳۳) اس آیت سے زندگی میں ایک مرتبہ درود پڑھنا فرض ہے اور نماز میں پڑھنا سنت ہے (۲) حدیث میں ہے۔عن کعب بن عجرۃ .... فقلنا قد عرفنا کیف نسلم علیک فکیف نصلی علیک؟ قال قولوا اللھم صل علی محمد الخ ۔(مسلم شریف، باب الصلوۃ علی النبی بعد التشہد ،ص۱۷۳،نمبر۴۰۶/۹۰۸/ابوداؤد شریف، باب الصلوۃ علی النبی بعد التشہد ،ص۱۴۹،نمبر۹۷۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ

علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الجلوس الاخیر (۴۳۷)والدعاء بما یشبه الفاظ القرآن والسنة لا کلام الناس(۴۳۸) والالتفات یمینا ثم یسارا بالتسلیمتین(۴۳۹) ونیة الامام الرجال والحفظة

تشہد کے بعد حضورؐ پر درود پڑھنا چاہئے۔(۳) انه سمع فضالة ابن عبید یقول : سمع النبی ﷺ رجلا یدعو فی صلوته فلم یصل علی النبی ﷺ فقال النبی ﷺ : عجل هذا ، ثم دعاه ، فقال له أو لغیره : اذا صلی أحدکم فلیبدأ بتحمیدالله و الثناء علیه ، ثم لیصل علی النبی ﷺ ثم لیدع بعد ما شاء ۔(ترمذی شریف، باب فی ایجاب الدعاء بتقدیم الحمد والثناء والصلوۃ علی النبی قبلہ،ص۷۹۴،نمبر۳۴۷۷)اس حدیث میں ہے کہ تشہد کے بعد درود شریف پڑھے۔

ترجمہ : (۴۳۷) [۴۳] الفاظِ قرآن وحدیث کے مشابہ دعا کرنا،کلام الناس کے مشابہ نہیں۔

وجــــہ: (۱)انسانی کلام کی دعا کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔اس لئے ایسی دعا نہ کرے جو انسانی کلام کے مشابہ ہو۔اس حدیث میں اسکا اشارہ ہے۔عن معاویة بن الحکم السلمی قال : بینا أنا اصلی مع رسول الله ﷺ ....قال : ان هذه الصلوة لا یصلح فیها شیء من کلام الناس ، انما هو التسبیح و التکبیر و قراء ة القرآن ۔(مسلم شریف، باب تحریم الکلام فی الصلوۃ ونسخ ما کان من اباحتہ،ص۲۰۳،نمبر۵۳۷/۱۱۹۹)اس حدیث میں ہے کہ نماز میں کلام الناس نہ کرے۔

(۲) عن عبد الله قال اذا کنا مع النبی ﷺ فی الصلوة ... ثم لیتخیر من الدعاء اعجبه الیه فیدعو. (بخاری شریف، باب ما یتخیر من الدعاء بعد التشهد ولیس بواجب،ص ۱۱۵،نمبر ۸۳۵/ابو داؤد شریف، باب التشهد،ص ۱۴۶،نمبر ۹۶۸)

(۳)عن عائشة زوج النبی ﷺ اخبرته ان رسول الله ﷺ کان یدعو فی الصلوة اللهم انی اعوذبک من عذاب القبر ، الخ ۔(بخاری شریف، باب الدعاء قبل السلام،ص۱۱۵،نمبر۸۳۲)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام سے پہلے حدیث میں منقول دعائیں کرنی چاہئے۔

ترجمہ : (۴۳۸) [۴۴] دونوں سلاموں میں داہنے پھر بائیں طرف منہ پھیرنا۔

تشریح : بنفسہ ایک سلام کرنا واجب ہے۔لیکن دو سلام کرے،اور پہلے سلام میں دائیں طرف منہ کرے اور دوسرے سلام سے بائیں طرف منہ کرے یہ سنت ہے۔

وجہ: (۱)عن عبد الله ان النبی ﷺ کان یسلم عن یمینه وعن شماله حتی یری بیاض خده، السلام علیکم ورحمة الله ،السلام علیکم ورحمة الله (ابو داؤد شریف، باب فی السلام،ص۱۵۱،نمبر۹۹۶/ترمذی شریف، باب ما جاء فی التسلیم فی الصلوۃ،ص۷۹،نمبر ۲۹۵)اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سلام پھیرنا چاہئے اس طرح کہ کنارے والوں کو گال نظر آنے لگے۔

وصالح الجن بالتسليمتين فی الاصح(۴۴۰) ونية المأموم امامه فی جهته وان حاذاه نواه فی التسليمتين مع القوم والحفظة وصالح الجن (۴۴۱)ونية المنفرد الملائكة فقط

ترجمه : (۴۳۹) [۴۵] امام دونوں سلام کرتے وقت مردوں کی نیت کرے اور نگہبان فرشتوں کی نیت کرے، اور نیک جن کی نیت کرے اصح روایت میں۔

تشریح : امام دونوں سلام کرتے وقت جو مرد مقتدی ہیں ان کی نیت کرے، عورت کی نیت نہ کرے، کیونکہ اس میں فتنہ ہے، اور حفاظت کرنے والے جو فرشتے ہیں ان کی نیت کرے، اور اصح روایت یہ ہے کہ نیک جن کی بھی نیت کرے، کیونکہ نماز میں وہ بھی حاضر ہوتے ہیں۔

وجه: (۱)حدیث میں ہے۔ **عن جابر بن سمرة .... انما يكفی احدكم أن يضع يده علی فخذه ، ثم يسلم علی أخيه من علی يمينه و شماله** ۔(مسلم شریف، باب الامر بالسکون فی الصلوۃ والنھی عن الاشارۃ بالید، ص۱۸۱، نمبر۴۳۱/ ۹۷۰/ابوداود شریف، باب فی السلام، ص۱۵۲، نمبر۹۹۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام میں دائیں اور بائیں جانب مقتدی کی نیت کرے۔ اور یہ سب لوگ امام کے مقتدی ہیں اس لئے ان سبھوں کی نیت کرے۔

ترجمه : (۴۴۰) [۴۶] مقتدی نیت کرے اپنے امام کی جس جانب اس کا امام ہو، اور اگر سامنے ہو تو انکی نیت کرے دونوں سلاموں میں قوم کے ساتھ، اور محافظ فرشتوں کی، اور نیک جن کی۔

تشریح : جس جانب امام ہو مقتدی اس جانب سلام پھیرتے وقت اپنے امام کی نیت کرے، اور اگر امام بالکل سامنے ہو تو دونوں سلاموں میں امام کی نیت کرے۔ اور اس مقتدی کیساتھ جو اور مقتدی ہیں انکی نیت کرے کہ میں انکو سلام کر رہا ہوں، اور محافظ فرشتے کی نیت کرے، اور نیک جن کی نیت کرے۔

وجه : (۱)دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن سمرة بن جندب قال : أمرنا النبی ﷺ أن نرد علی الامام، و أن نتحاب، و أن يسلم بعضنا علی بعض** ۔(ابوداود شریف، باب الرد علی الامام، ص۱۵۲، نمبر۱۰۰۱/ابن ماجہ شریف، باب رد السلام علی الامام، ص۱۳۱، نمبر۹۲۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے امام کو بھی سلام کرنا چاہئے۔(۲) اثر میں ہے۔ **عن حماد قال : اذا كان الامام عن يمينک فسلمت عن يمينک ، و نويت الامام فی ذالک ، و اذا كان عن يسارک سلمت و نويت الامام فی ذالک ايضاً ، و اذا كان بين يديک فسلمت عليه فی نفسک ، ثم سلمت عن يمينک و عن شمالک** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الرد علی الامام، ج ثانی، ص۱۴۷، نمبر۳۱۵۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ امام دائیں جانب ہو تو دائیں جانب اسکی نیت کرے، اور بائیں جانب ہو تو بائیں جانب اسکی نیت کرے۔

ترجمه : (۴۴۱) [۴۷] اکیلا آدمی صرف فرشتے کی نیت کرے۔

(۴۴۲) وخفض الثانية عن الاولى (۴۴۳)ومقارنته لسلام الامام(۴۴۴) والبداء ة باليمين

وجه : (ا) قلت لعطاء ليس عن يمينى احد و عن يسارى أناس ؟ قال فابدأ فسلم من على يمينک من اجل الـملائكة ثم سلم على الذى فى يسارک ۔(مصنف عبدالرزاق، باب التسليم ،ج ثانی،ص ۱۴۵،نمبر۳۱۴۵)اس قول تابعی میں ہے کہ فرشتے کی نیت کرے۔(۲) عـن ابـن سيرين قال اذا صليت وحدک فسلم عن يمينک السلام ، و عن يسـارک السـلام عـلينا و على عبادالله الصالحين ۔ (مصنف عبدالرزاق، باب التسليم ،ج ثانی،ص ۱۴۵،نمبر۳۱۴۶) اس قول تابعی میں ہے کہ نیک بندوں کی نیت کرے،اوراس میں فرشتے بھی ہیں اور نیک جنات بھی۔

لغت : الحفظة: حفاظت کرنے والے مراد ہیں محافظ فرشتے۔حاذاہ: محاذات سے مشتق ہے،سامنے ہو۔

ترجمه : (۴۴۲) [۴۸] دوسرے سلام کو پہلے سلام کی بنسبت آہستہ کہے۔

تشریح : پہلا سلام اصل ہے اسی سے سلام ہو گیا اور نماز پوری ہوگئی،اس لئے دوسرے سلام کو پہلے کی بنسبت آہستہ کہے۔

وجه :عـن ابـراهيـم انـه كـان يسـلـم عن يمينه السلام عليكم ورحمة الله ، يرفع بها صوته ، و عن يساره ،السـلام عـليكم ورحمة الله، وكان اخفض من الاول ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کان یسلم فی الصلاۃ تسلیمتین ، ج اول،ص ۲۶۷،نمبر۳۰۵۷)اس قول تابعی میں ہے کہ دوسرا سلام آہستہ کہے۔

ترجمه : (۴۴۳) [۴۹] امام کے سلام کے ساتھ سلام کہے۔

تشریح مقتدی ہو تو امام سے پہلے سلام نہ کرے،البتہ بہت تاخیر بھی نہ کرے، بلکہ امام کے سلام کے فورا بعد سلام پھیر دے۔

وجه : (ا)عـن عتبـان بـن مـالک قال صلينا مع النبی ﷺ فسلمنا حين سلم ۔(بخاری شریف،باب یسلم حین یسلم الامام،ص ۱۳۶،نمبر ۸۳۸)اس حدیث میں ہے کہ امام کے سلام کے بعد فورا سلام کرے۔(۲)و کـان ابـن عـمـر ؓ يستحب اذا سلم الامام ان يسلم من خلفه ۔(بخاری شریف،باب یسلم حین یسلم الامام،ص ۱۳۶،نمبر ۸۳۸)اس حدیث میں ہے کہ امام کے سلام کے بعد فورا سلام کرے۔

ترجمه : (۴۴۴) [۵۰] سلام داہنی جانب سے شروع کرے۔

وجه : (ا)عـن عبـد الـلـه ان الـنبـی ﷺ كـان يسلم عن يمينه وعن شماله حتى يرى بياض خده، السلام عليكم ورحمة الله ،السلام عليكم ورحمة الله (ابوداؤد شریف، باب فی السلام،ص ۱۵۱،نمبر ۹۹۶؍ترمذی شریف،باب ما جاء فی التسلیم فی الصلوۃ،ص ۶۷،نمبر ۲۹۵)اس حدیث میں پہلے دائیں کا ذکر ہے پھر بائیں کا،اس لئے پہلے دائیں سلام پھیرے اس کے بعد بائیں۔(۲)عـن عـطـاء قـال ابـدأ بالامام ثم سلم على من عن يمينک ثم على من عن يسارک ۔(مصنف عبدالرزاق، باب الرد علی الامام،ج ثانی،ص ۱۴۶،نمبر ۳۱۵۴)اس قول تابعی میں ہے کہ پہلے دائیں جانب سلام کرے پھر

(۴۴۵) وانتظار المسبوق فراغ الامام.

﴿فصل : فی آدابها﴾

بائیں جانب سلام کرے۔

ترجمه : (۴۴۵) [۵۱] مسبوق امام کے فارغ ہونے کا انتظار کرے۔

تشریح : کسی کی رکعت چھوٹ گئی ہو اور وہ مسبوق بن گیا ہو تو امام کے پہلے سلام کے بعد فورا کھڑا نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ امام نے سجدہ سہو کرنے کے لئے یہ سلام کیا ہو، اور مسبوق کو بھی اس میں شرکت کرنی پڑے اس لئے دوسرا سلام کرے تب مسبوق کھڑا ہو۔

وجه : قلت لعطاء تفوتنی رکعة مع الامام فیسلم الامام فأقوم فأقضی أم انتظر ؟ قال : تنتظر قلیلا فان احتبس فقم و دعه ۔(مصنف عبدالرزاق، باب متی یقوم الرجل یقضی مافاته اذا سلم الامام، ج ثانی ،ص ۱۴۷، نمبر ۳۱۶۱) اس قول تابعی میں ہے کہ مسبوق کو تھوڑا انتظار کرنا چاہئے۔

﴿فصل: نماز کے آداب کے بیان میں﴾

نماز کے مستحبات (۱۰) دس یہ ہیں:

۱:......تکبیر کے وقت مرد آستین سے اپنے دونوں ہاتھ نکال لیوے۔

۲:......اور مصلی قیام کے وقت سجدہ کی جگہ نظر رکھے۔

۳:......رکوع میں ظاہرِ قدم پر۔

۴:......اور سجدہ میں ناک کے سرے پر۔

۵:......اور قعدہ میں اپنی گود میں۔

۶:......اور سلام میں کندھوں پر نظر رکھے۔

۷:......اور حتی الوسع کھانسی دفع کرے۔

۸:......اور جمائی کے وقت منھ بند کرے۔

۹:......اور تکبیر میں حی علی الفلاح کہنے کے وقت کھڑا ہوئے۔

۱۰:......اور قد قامت الصلوۃ کہنے کے وقت امام نماز شروع کرے۔

(۴۴۶) من آدابها اخراج الرجل کفیه من کمیه عند التکبیر (۴۴۷) ونظر المصلی الی موضع

ضروری نوٹ : مستحبات کا مطلب ہے کہ کرے تو بہتر ہے اور نہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے

ترجمہ : (۴۴۶) [۱] تکبیر کے وقت مرد آستین سے اپنے دونوں ہاتھ نکال لیوے۔

تشریح : ہاتھ آستین کے اندر ہوگا تو پورے طور پر نہیں اٹھا سکے گا، اور اللہ کی بڑائی بھی پورے طور پر نہیں ہو سکے گی، اس لئے اگر ہاتھ آستین کے اندر ہو یا کپڑے کے اندر ہو تو اس کو نکال لے۔

وجہ : عن وائل بن حجر انہ رأی النبی ﷺ رفع یدیه حین دخل فی الصلاة کبر ـ وصف همام حیال اذنیه ـ ثم التحف بثوبه ثم وضع یده الیمنی علی الیسری فلما اراد ان یرکع اخرج یدیه من الثوب ثم رفعهما ـ(مسلم شریف، باب وضع یدہ الیمنی علی الیسری بعد تکبیرۃ الاحرام الخ ،ص ۱۷۰، نمبر ۸۹۶/۴۰۱ /ابوداود شریف، باب رفع الیدین فی الصلاۃ ،ص ۱۱۳، نمبر ۷۲۳) اس حدیث میں ہے کہ رکوع کے وقت ہاتھ نکالتے تھے، جس سے معلوم ہوا کہ آستین لمبی ہو تو تکبیر کے وقت ہاتھ آستین سے نکالے۔(۲) اس قول ان ابا قلابۃ کان اذا سجد خرج یدیہ من ثوبہ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کان یخرج یدیہ اذا سجد، ج اول ،ص ۲۳۹، نمبر ۲۷۴۰) اس اثر میں ہے کہ سجدے کے وقت ہاتھ نکالے، اسی پر قیاس کرتے ہوئے تکبیر کے وقت ہاتھ باہر کرے۔ یہ آداب میں سے ہے۔ ۔کم: آستین۔

ترجمہ : (۴۴۷) [۲] اور مصلی قیام کے وقت سجدہ کی جگہ نظر رکھے۔[۳] اور رکوع کرتے وقت قدم کے ظاہری حصے پر۔ [۴] اور سجدہ میں ناک کے سرے پر۔

تشریح : اصل قاعدہ یہ ہے کہ نماز پڑھتے وقت ادھر ادھر نہ دیکھے، اور سجدے کی جگہ پر نظر رکھے تاکہ خشوع خضوع زیادہ سے زیادہ پیدا ہو سکے۔ اس لئے قیام کی حالت میں سجدے کی جگہ پر نظر رکھے، اور رکوع کی حالت میں قدم کے ظاہری حصے پر نظر رکھے۔ اور سجدے کی حالت میں ناک کے سرے پر نگاہ رکھے۔

وجہ : (۱) ادھر ادھر نہ دیکھے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ ان انس بن مالک حدثه قال قال رسول الله ﷺ ما بال اقوام یرفعون أبصارهم الی السماء فی صلاتهم ؟ فاشتد قوله فی ذالک حتی قال لینتهین عن ذالک او لتخطفن ابصارهم ـ(بخاری شریف، باب رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ ،ص ۱۲۲، نمبر ۷۵۰/ مسلم شریف، باب النہی عن رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ ،ص ۱۸۳، نمبر ۹۶۶/۴۲۸) اس حدیث میں ہے کہ نماز میں نگاہ ادھر ادھر نہیں کرنی چاہئے۔(۲) سجدے کی جگہ پر نظر ہو اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن محمد قال نبئت ان رسول الله ﷺ کان اذا صلی رفع بصره الی السماء فنزلت آیة ان لم تکن ﴿ الذین هم فی صلاتهم خاشعون ﴾، فلا ادری ای آیة هی فکان محمد بن سیرین یحب ان لا یجاوز بصره مصلاه ـ(سنن بیہقی، باب لا یجاوز بصرہ موضع سجودہ ، ج ثانی ،ص ۴۰۲، نمبر ۳۵۴۱) اس

سجوده قائما والی ظاهر القدم راکعا والی ارنبة انفه ساجدا(۴۴۸) والی جحره جالسا والی المنکبین مسلّما (۴۴۹)ودفع السعال ما استطاع وکظم فمه عند التثاؤب(۴۵۰) والقیام حین قیل

حدیث مرسل میں ہے کہ سجدے کی جگہ نظر ہونی چاہئے ۔(۳)عن ابراهیم النخعی انه کان یحب للمصلی ان لا یجاوز بصره موضع سجوده ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب من کان للمصلی ان یکون بصرہ حذاء موضع سجودہ، ج ثانی،ص ۶۴، نمبر ۶۵۰۱)اس قول تابعی میں ہے کہ سجدے کی جگہ پر نظر رکھے۔

ترجمہ : (۴۴۸) [۵] بیٹھنے کی حالت میں اپنی گود میں۔[۶] اور سلام میں کندھوں پر نظر رکھے۔

تشریح : بیٹھنے کی حالت میں نظر گود میں رہے، چاہے جلسہ میں بیٹھے، یا تشہد کی حالت میں بیٹھے۔اور سلام پھیرنے کی حالت میں نظر کندھے پر رہے۔

وجہ : بیٹھنے کی حالت میں گود میں رہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن عبد الله بن الزبیر عن ابیه ان رسول الله ﷺ کان اذا قعد فی التشهد وضع کفه الیسری علی فخذه الیسری و اشار بالسبابة لا یجاوز بصره اشارته (نسائی شریف، باب موضع البصر عند الاشارۃ وتحریک السبابۃ،ص ۱۷۷، نمبر ۱۲۷۶)اس حدیث میں ہے کہ آپ کی نگاہ انگلی پر ہوتی تھی

لغت : حجر: گود۔ارنب: ناک کا بانسہ۔ منکب: کندھا۔

ترجمہ : (۴۴۹) [۷] اور حتی الوسع کھانسی دفع کرے۔[۸]اور جمائی کے وقت منہ بند کرے۔

تشریح : بار بار کھانسنے سے خشوع وخضوع میں کمی آتی ہے،اور دوسروں کو بھی خلل ہوتا ہے اس لئے جتنا ہو سکے کھانسی کو دفع کرے۔اسی طرح جمائی آنا سستی کی علامت ہے،اور منہ بری طرح کھل جاتا ہے،اس لئے جمائی کے وقت منہ بند کرے۔

وجہ : اس حدیث میں منہ بند کرنے کا حکم ہے۔ عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال التثاوب من الشیطان فاذا تثاوب أحدکم فلیکظم ما استطاع ۔(مسلم شریف، باب تشمیت العاطس وکراهیۃ التثاوب،ص ۱۲۹۴، نمبر ۲۹۹۴/ ۷۴۹۰)اس حدیث میں ہے کہ جمائی کو حتی الوسع دور کرے۔

لغت : السعال: کھانسی۔کظم :منہ بند کرنا۔التثاؤب: جمائی آنا۔

ترجمہ : (۴۵۰) [۹]اور تکبیر میں حی علی الفلاح ، کہنے کے وقت کھڑا ہو۔

تشریح : امام جب تک نماز پڑھانے کے لئے تیار نہ ہو تکبیر نہ کہے، کیونکہ اس سے مقتدی کو بلا وجہ انتظار کرنا پڑے گا۔لیکن اگر امام امامت کے لئے تیار ہو اور مصلے پر ہو تو فرماتے ہیں کہ حی علی الفلاح ، پر مقتدی کھڑے ہو جائیں، کیونکہ موذن نماز کی طرف بلا رہا ہے۔۔حنفیوں کے یہاں حی علی الفلاح ، پر کھڑا ہونے کا دو مطلب لئے ہیں، ایک یہ کہ اقامت شروع ہونے کے بعد حی علی الفلاح ، سے پہلے تک کھڑا ہوتا رہے، البتہ اس سے تاخیر نہ کرے، ایک جماعت اسی پر عمل کرتی ہے، اس جماعت کی حدیث نیچے

حی علی الفلاح (۴۵۱) و شروع الامام مذ قیل قد قامت الصلوۃ.

آرہی ہے ۔دوسرا مطلب یہ ہے کہ حی علی الفلاح، سے پہلے کوئی مقتدی کھڑا نہ ہو،ٹھیک حی علی الفلاح، پرہی کھڑا ہو،اوراس سے تاخیر نہ کرے۔دوسری جماعت اس طرف گئی ہے۔۔ یہ آداب ہیں اس لئے کسی جماعت کو اس پر تشدد نہیں کرنا چاہئے۔

وجہ : (۱)امام جب تک مصلی پرآنے کے لئے تیار نہ ہوتو اقامت نہ کہےاس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن عبد الله بن ابی قتادة عن ابیه قال قال رسول الله ﷺ اذا اقیمت الصلوة فلا تقوموا حتی ترونی** ۔(بخاری شریف،باب متی یقوم الناس اذا رأوا الامام عند الاقامة ؟ ص ۱۰۵،نمبر۶۳۷ رمسلم شریف، باب متی یقوم الناس للصلاۃ،ص ۲۴۴،نمبر ۶۰۴/۱۳۶۵) اس حدیث میں ہے کہ امام نماز کے لئے تیار ہوتب ہی مقتدی کھڑے ہوں چاہے اقامت کہی جاچکی ہو۔ (۲)حی علی الفلاح، سے پہلے کھڑا ہوتا رہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے. **عن ابی هريرة ان الصلاة كانت تقام لرسول الله ﷺ فيأخذ الناس مصافهم قبل ان يقوم النبی ﷺ مقامه** ۔(مسلم شریف،باب متی یقوم الناس للصلاۃ،ص ۲۴۵،نمبر۶۰۵/۱۳۶۹/ابوداود شریف،باب فی الصلاۃ تقام ولم یأت الامام ینتظرونہ قعودا،ص ۹۰،نمبر۵۴۱)اس حدیث سے پتہ چلا کہ آپ ؐمصلی پر جاتے اس سے پہلے اقامت کہی جاتی اورلوگ نماز کے لئے کھڑے بھی ہوجاتے۔(۳) **عن البراء بن عاذب قال كنا نقوم فی الصفوف علی عهد رسول الله ﷺ طويلا قبل ان يكبر** ۔(ابوداود شریف،باب فی الصلاۃ تقام ولم یأت الامام ینتظرونہ قعودا،ص ۹۰،نمبر۵۴۳)اس حدیث میں ہے کہ تکبیر سے بہت پہلے لوگ کھڑے ہوجاتے۔(۴) جو حضرات حی علی الصلوۃ پر کھڑے ہونے کے قائل ہیں انکی دلیل یہ قول تابعی ہے. **عن الحسن انه كره ان يقوم الامام حتی يقول المؤذن قد قامت الصلوة** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ،باب من قال اذا قال المؤذن قد قامت الصلوۃ فلیقم ،ج اول،ص ۳۵۶،نمبر ۴۰۹۹)اس اثر میں ہے کہ قد قامت الصلوۃ، پرہی کھڑا ہو۔

ترجمہ : (۴۵۱) [۱۰] اورقد قامت الصلوۃ کہنے کے وقت امام نماز شروع کرے۔

وجہ : (۱) **عن عبد الله بن ابی اوفیؓ قال كان اذا قال بلال قد قامت الصلوة نهض رسول الله ﷺ فكبر** . (سنن بیہقی،باب من زعم انہ یکبر قبل فراغ الموذن من الاقامۃ،ج ثانی،ص ۳۵،نمبر۲۲۹۷)اس حدیث میں ہے کہ قد قامت الصلوۃ کے وقت حضور تکبیر کہتے۔(۲) **سألت ابراهيم متی يكبر الامام ؟ اذا فرغ المؤذن او قبل ان يفرغ ؟ قال ای ذالک فعلت فلا بأس ، قال و اخبرنی الاعمش عن ابراهيم انه كان يكبر حين يقول المؤذن قد قامت الصلاة** ۔(مصنف عبدالرزاق،باب متی یکبر الامام؟،ج ثانی،ص ۴۸،نمبر۱۵۵۳/مصنف ابن ابی شیبۃ،باب فی الامام متی یکبر اذا قال المؤذن قد قامت الصلاۃ،ج اول،ص ۳۵۵،نمبر۴۰۹۱)اس قول تابعی میں ہے کہ کبھی بھی تکبیر کہے کوئی بات نہیں ہے، البتہ ادب یہ ہے کہ قد قامت الصلوۃ، کے وقت امام تکبیر کہے۔(۳)**عن انس قال اقيمت الصلاة و رسول الله ﷺ**

﴿فصل : (فی کیفیة ترکیب الصلوة﴾

(۴۵۲)اذا اراد الرجل الدخول فی الصلوة اخرج کفیه من کمیه ثم رفعها حذاء اذنیه ثم کبّر بلا مدّ ناویا(۴۵۳) ویصح الشروع بکل ذکر خالص لله تعالی کسبحان الله

نـجّی فی جانب المسجد فما قام الی الصلاةحتی نام القوم ۔(ابوداودشریف، باب فی الصلاۃ تقام ولم یأت الامام ینتظر ونہ قعودا،ص۹۰،نمبر۵۴۴)اس حدیث میں ہے کہ اقامت سے کافی دیر کے بعد تکبیر کہی۔

﴿فصل : نماز کی کیفیت کی ترکیب کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ : اس فصل میں جتنے مسائل آرہے ہیں ان میں سے اکثر فرائض نماز، واجبات نماز، سنن نماز اور آداب نماز میں گزر چکے ہیں اور وہاں انکی دلیل بھی گزر چکی ہے، اس لئے دوبارہ انکی دلیل ذکر نہیں کی جائے گی، ورنہ کتاب بہت موٹی ہوجائے گی، ہاں جو مسائل نہیں گزرے ہیں انکی دلیل یہاں ذکر کی جائے گی۔

ترجمہ : (۴۵۲) جب مرد نماز میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو آستینوں سے نکال لے، پھر دونوں ہاتھوں کو کانوں کے برابر اٹھاوے، پھر نیت کے ساتھ بلا مد کے ''الله اکبر'' کہے۔

تشریح : مرد اور عورت دونوں کی نماز کی ترتیب تقریبا ایک ہی ہے، صرف کہیں فرق ہے جسکو ذکر کیا جائے گا۔مرد جب نماز کا ارادہ کرے تو ہاتھوں کو آستین سے نکالے، یہ ادب ہے، اور دونوں ہاتھوں کو کان کے برابر اٹھائے پھر نماز کی نیت کرتے ہوئے تکبیر کہے، البتہ تکبیر میں مد نہ ہو۔ کیونکہ ,اللہ، کے الف میں مد کرے گا تو استفہام ہوجائے گا، اور معنی ہوگا کیا اللہ بڑا ہے؟ اور اس سے کفر لازم ہوگا اس لئے مد نہ کرے۔ کم: آستین۔حذاء: برابر، مدمقابل۔

ترجمہ : (۴۵۳) اور صحیح ہے نماز شروع کرنا ہر اللہ کے خالص ذکر سے، جیسے سبحان اللہ سے۔

تشریح : تکبیر تحریمہ فرض ہے، اس کے لئے اللہ اکبر کہنا زیادہ بہتر ہے۔لیکن کسی ایسے ذکر سے تکبیر تحریمہ کہے جس میں خالص اللہ کا ذکر ہو، اللہ سے مانگنا نہ ہو تو اس سے بھی تکبیر تحریمہ ہوجائے گی، جیسے ,سبحان اللہ، کہے تو تکبیر تحریمہ ہوجائے گی۔اور اگر مانگنا ہو جیسے ,اللھم اغفرلی، تو اس سے تکبیر نہیں ہوگی۔

وجه :(۱) آیت میں ہے۔ وذکر اسم ربه فصلی (آیت ۱۵، سورۃ الاعلی ۸۷) آیت سے معلوم ہوا کہ نماز سے پہلے اللہ کا کوئی بھی نام لے، چاہے وہ تکبیر ہو یا تعظیم کا کوئی کلمہ (۲) آیت میں ہے وربک فکبر .(آیت ۳، سورۃ المدثر ۷۴) اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ اصل مقصود اللہ کی تعظیم کرنا ہے چاہے کوئی بھی کلمہ ہو (۳) حدیث میں ہے عن ابی سعید الخدری قال

(۴۵۴) وبالفارسیة ان عجز عن العربیة وان قدر لا یصح شروعه بالفارسیة ولا قراء ته بها فی

کان رسول اللہ ﷺ اذا قام الی الصلوۃ باللیل کبر ۔(ترمذی شریف، باب مایقول عندافتتاح الصلوۃ،ص ۵۷،نمبر ۲۴۲)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تحریمہ کے وقت تکبیر کہے۔اس لئے کسی بھی کلمات سے تعظیم کرنا کافی ہوگا۔ (۴)اثر میں ہے۔ **عن الشعبی قال : بأی أسماء اللہ افتتحت الصلوۃ أجزاک** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، ۷ مایجزی من افتتاح الصلوۃ،ج اول،ص ۲۱۵، نمبر ۲۴۶۴) اس اثر میں ہے کہ اللہ کے کسی نام سے بھی تکبیر شروع کرے گا تو تکبیر ہو جائے گی۔

ترجمہ : (۴۵۴) اورعربی سے عاجز ہو تو فارسی میں کہے۔اور اگر قادر ہو عربی پر تو نہیں صحیح ہے اس کا شروع کرنا فارسی میں ۔اوراسی طرح صحیح روایت کے موافق نہیں صحیح ہے اس کی قرأت کرنا فارسی میں۔

تشریح : اگرعربی میں تکبیر بھی نہیں کہہ سکتا ہو تو فارسی میں تکبیر کہہ لے اور بڑائی بیان کرلے تب بھی نماز ہو جائے گی۔اسی طرح عربی نہیں آتی ہو تو فارسی میں قرأت کرنا جائز ہے، کیونکہ یہ مجبور ہے۔لیکن اگرعربی آتی ہو تو فارسی میں تکبیر کہنا درست نہیں ہے، کیونکہ یہ مجبور نہیں ہے۔اسی طرح صحیح روایت یہ ہے کہ فارسی میں سورہ فاتحہ اور سورت کا ترجمہ کرکے قرأت کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔

اصول :عربی اچھی نہ آتی ہو تب تو بالاتفاق نماز ہو جائے گی۔لیکن اگر عربی اچھی آتی ہو تو اختلاف ہے کہ یہ سب ہو جائے گی یا نہیں۔اختلاف کا مدار اس بات پر ہے کہ آیت کا معنی کسی دوسری زبان میں ادا کر دیا جائے تو آیت کی ادائیگی ہوگئی یا نہیں! امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دوسری زبان میں معنی ادا کردیا جائے تو ادائیگی ہو جائے گی البتہ سنت متوارثہ کی مخالفت کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔

وجہ: (۱)اسکی وجہ یہ ہے کہ عربی زبان کی اہمیت ضرور ہے لیکن آیت کا معنی اصل ہے جو کسی بھی زبان میں ادا ہو جائے تو کافی ہے (۲) کیونکہ بہت سی سورتیں دوسری کتابیں،تورات اور انجیل اور صحف ابراہیم میں تھیں جو عربی کے علاوہ دوسری زبان میں تھیں اور اس امت کے لوگ اسی کو اپنی نماز میں پڑھتے تھے جسکا مطلب یہ ہوا کہ دوسری زبان میں سورت پڑھ دینا جائز ہے۔اس آیت میں اسکا ذکر ہے۔**و انه لفی زبر الاولین** (آیت ۱۹۶،سورۃ الشعراء ۲۶) اس آیت میں ہے کہ آیت پہلی کتابوں میں تھی،(۲) اس آیت میں بھی ہے کہ قرآن پچھلی کتابوں میں تھا۔ **ان ھذا لفی الصحف الاولی صحف ابراھیم و موسی** .(آیت ۱۹ ،سورۃ الاعلی ۸۷)اس آیت میں ہے کہ قرآن پچھلی کتابوں میں تھا (۳)حدیث میں ہے۔**عن معقل بن یسارؓ قال : قال رسول اللہ ﷺ : ....و انی أعطیت سورۃ البقرۃ من الذکر الاول و أعطیت طه ، و طواسین ،و الحوامین من الواح موسی، و اعطیت فاتحة الکتاب من تحت العرش** ۔(مستدرک للحاکم،باب ذکر فضائل سور وآی متفرقۃ،ج اول،ص ۷۵۷،نمبر ۲۰۸۷)اس حدیث میں ہے کہ یہ سورتیں پہلی کتابوں میں تھیں۔اور ظاہر ہے کہ وہ دوسری زبان میں ہی ہوگی اسلئے دوسری زبان میں آیت پڑھنا جائز ہوگا۔

صاحبین کا اصول یہ ہے کہ معنی کے ساتھ عربی کے الفاظ بھی ضروری ہیں،انکے یہاں معنی اور لفظ دونوں کے مجموعے کا نام قرآن ہے۔

الاصح. (۴۵۵) ثم وضع یمینه علی یساره تحت سرته عقب التحریمة بلا مهلة (۴۵۶) مستفتحا وهو ان یقول سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا اله غیرک

وجه : (۱) انکی دلیل یہ ہے کہ آیت میں عربی الفاظ کو قرآن کہا ہے، آیت یہ ہے۔ انا أنزلناه قرآنا عربیا لعلکم تعقلون ۔ (آیت ۲، سورۃ یوسف ۱۲)، و کذالک أنزلناه قرآنا عربیا و صرفنا فیه من الوعید ۔ (آیت ۱۳، سورۃ طہ ۲۰) ، انا جعلناه قرآنا عربیا لعلکم تعقلون ۔ (آیت ۳، سورۃ الزخرف ۴۳) ان آیتوں میں قرآن کو عربی کہا ہے اسلئے عربی لفظ اور معنی دونوں کے مجموعے کا نام قرآن ہے۔ اسلئے جنکو عربی اچھی آتی ہو وہ دوسری زبان میں آیت کا معنی پڑھے گا تو جائز نہیں ہوگا (۲) آیت میں ہے. و رتل القرآن ترتیلا۔ (آیت ۴، سورۃ المزمل ۷۳) کہ قرآن کو ترتیل سے پڑھو اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ عربی میں ہو اسلئے قرآن عربی الفاظ کا نام ہے۔ (۳) حدیث میں ہے کہ آپؐ نے اجازت مانگی تو عرب کے صرف سات لغات میں قرآن پڑھنے کی اجازت دی، اس سے معلوم ہوا کہ انکے علاوہ دوسری زبان میں قرآن پڑھنا جائز نہیں ہوگا۔ لمبی حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ عن ابی بن کعب أن النبی ﷺ کان عند أضاة بنی غفار قال : فأتاه جبریل علیه السلام فقال : ان الله یأمرک أن تقرأ أمتک القرآن علی حرف ....ان الله یأمرک أن تقرأ أمتک القرآن علی سبعة احرف ، فأیما حرف قرأوا علیه ، فقد أصابوا ۔ (مسلم شریف، باب بیان أن القرآن أنزل علی سبعة أحرف وبیان معناها، ص ۳۲۹، نمبر ۱۹۰۶/۸۲۱ / بخاری شریف، باب أنزل القرآن علی سبعة أحرف، ص ۸۹۵، نمبر ۴۹۹۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عرب کے سات لغات پر ہی پڑھنا جائز ہوگا، اسکے علاوہ پر نہیں۔

اصول : امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک معنی کا نام قرآن ہے۔ صاحبین کے نزدیک عربی عبارت اور معنی دونوں کے مجموعے کا نام قرآن ہے۔ البتہ اگر عربی نہیں آتی ہو تو اب مجبوری ہے اسلئے دوسری زبان میں آیت کا معنی پڑھ دے تو نماز ہو جائے گی۔

ترجمه : (۴۵۵) پھر تحریمہ کے بعد بلا تاخیر داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

تشریح : تکبیر تحریمہ کے بعد تحریمہ باندھنے میں دیر نہ کرے، بلکہ فوراً ناف کے نیچے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھے، اور ثناء پڑھے۔

وجه : اس حدیث میں ہے کہ تکبیر کے بعد فوراً ہاتھ باندھے۔ عن وائل بن حجر انه رأی النبی ﷺ رفع یدیه حین دخل فی الصلاة کبر۔ وصف همام حیال اذنیه ۔ ثم التحف بثوبه ثم وضع یده الیمنی علی الیسری. (مسلم شریف، باب وضع یده الیمنی علی الیسری، ص ۱۷۰، نمبر ۸۹۶/۴۰۱)

ترجمه : (۴۵۶) ثناء پڑھے: سبحانک اللهم و بحمدک و تبارک اسمک و تعالی جدک ولا اله غیرک'' ہر ایک نمازی شروع میں ثنا پڑھے۔

ویستفتح کل مصل(۴۵۷) ثم یتعوّذ سرّا للقراء ة فیأتی به المسبوق لا المقتدی ویؤخّر عن تکبیرات العیدین(۴۵۸) ثم یسمّی سرّا ویسمّی فی کل رکعة قبل الفاتحة فقط ثم قرأ الفاتحة

تشریح : تحریمہ باندھنے کے بعد سبحانک الخ پڑھے، اور یہ مقتدی بھی پڑھے، کیونکہ یہ قرأت کی طرح نہیں ہے کہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت شمار ہو۔

وجه: (۱) یہ حدیث ہے۔ **عن ابی سعید الخدری قال کان رسول الله ﷺ اذا قام الی الصلوة باللیل کبر ثم یقول سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا اله غیرک.** (ترمذی شریف، باب ما یقول عند افتتاح الصلوۃ، ص ۵۷، نمبر ۲۴۲ / ابوداؤد شریف، باب من رأی الاستفتاح بسبحانک، ص ۱۱۹، نمبر ۷۷۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سبحانک اللھم الخ پڑھنا چاہئے۔

ترجمه : (۴۵۷) پھر قرأت کے لئے آہستہ "**اعوذ بالله**" کہے۔ اسے مسبوق پڑھے مقتدی نہ پڑھے۔ اور عیدین کی تکبیرات کے بعد پڑھے۔

تشریح : پھر آہستہ سے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، پڑھے، جن لوگوں کو قرأت کرنی ہے وہی اعوذ باللہ، پڑھے گا، اور جن کو قرأت نہیں کرنی ہے وہ اعوذ باللہ، اور بسم اللہ، نہیں پڑھے۔ چنانچہ مسبوق بعد میں قرأت کرے گا اس لئے وہ اس وقت اعوذ باللہ، اور بسم اللہ پڑھے گا۔ عیدین کی تکبیرات زوائد کے بعد قرأت پڑھے گا اس لئے تکبیرات زوائد کے بعد اعوذ باللہ، اور بسم اللہ پڑھے گا۔ اور مقتدی چونکہ قرأت نہیں کرے گا اس لئے وہ اعوذ باللہ، اور بسم اللہ نہیں پڑھے گا۔

وجه : (۱) آیت یہ ہے۔ **فاذا قرأت القرآن فاستعذ بالله من الشیطان الرجیم** ۔ (آیت ۹۸، سورۃ النحل ۱۶) اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرأت قرآن سے پہلے اعوذ باللہ الخ پڑھے۔ آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعوذ باللہ قرأت کے تابع ہے، ثناء کے تابع نہیں ہے (۲)۔ حدیث میں ہے۔ **عن ابی سعید الخدری قال کان رسول الله ﷺ اذا قام من اللیل کبر ..... ثم یقول : الله اکبر کبیراً ثلاثا ، اعوذ بالله السمیع العلیم من الشیطان الرجیم من همزه و نفخه و نفثه ثم یقرأ.** (ابوداؤد شریف، باب من رأی الاستفتاح بسبحانک، ص ۱۲۱، نمبر ۷۷۵) اس حدیث میں ہے کہ اعوذ باللہ کے بعد قرأت کرے اس لئے یہ قرأت کے تابع ہے۔

ترجمه (۴۵۸) پھر آہستہ سے 'بسم الله'' پڑھے اور ہر رکعت میں صرف فاتحہ سے پہلے' **بسم الله**' پڑھے۔ پھر فاتحہ پڑھے

تشریح اعوذ باللہ کے بعد بسم اللہ، پڑھے، پھر سوہ فاتحہ پڑھے، جسکو فاتحہ پڑھنا ہو وہی بسم اللہ پڑھے، چنانچہ حنفیہ کے یہاں مقتدی فاتحہ نہیں پڑھے گا تو وہ بسم اللہ بھی نہ پڑھے گا۔ صرف فاتحہ سے پہلے کہہ کر یہ بھی بتانا چاہتے ہیں کہ سورت سے پہلے بسم اللہ نہ

(۴۵۹) وامّن الامام والماموم سرّا (۴۶۰) ثم قرأ سورة او ثلاث آیات (۴۶۱) ثم کبّر راکعا مطمئنا

پڑھے گا

وجه : (۱) عن ابی هریرة قال : قال رسول الله ﷺ : اذا قرأتم الحمد لله فاقرئوا بسم الله الرحمن الرحیم ، انها أم القرآن و أم الکتاب و السبع المثانی ، و بسم الله الرحمن الرحیم احداها ۔(دار قطنی ، باب وجوب قراءۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، ج اول ، ص۳۰۲ ، نمبر ۱۱۷۷ رسنن بیہقی ، باب الدلیل علی ان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آیۃ تامۃ من الفاتحۃ ، ج ثانی ، ص۶۷ ، نمبر ۲۳۹۰)اس حدیث میں ہے کہ جو فاتحہ پڑھے وہی بسم اللہ ، پڑھے ۔(۱) صرف ایک مرتبہ بسم اللہ پڑھنا کافی ہے ، اور سورت سے پہلے نہ پڑھے اس کے لئے یہ اثر ہے ۔ عن ابراهیم أنه کان یقول : اذا قرأ الرجل فی صلوته مرة واحدة ﴿بسم الله الرحمن الرحیم﴾ اجزاه ذالک (۔مصنف ابن ابی شیبۃ ، ۱۹۵ الرجل یقرأ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، ج اول ، ص۳۶۲ ، نمبر ۴۱۵۸ رمصنف عبد الرزاق ، باب قرأۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، ج ثانی ، ص۵۸ ، نمبر ۲۶۰۸)اس اثر میں ہے کہ بسم اللہ ایک مرتبہ یعنی شروع میں پڑھے ۔

ترجمه : (۴۵۹) اور امام اور مقتدی آہستہ سے آمین کہے ۔

وجه :(۱) عن ابی هریرة ان النبی ﷺ قال : اذا امّن الامام فأمّنوا فانه من وافق تأمینه تأمین الملائکة غفر له ما تقدم من ذنبه وقال ابن شهاب وکان رسول الله ﷺ یقول آمین (بخاری شریف ، باب جہر الامام بالتأمین ص ۱۰۷ نمبر ۷۸۰ رمسلم شریف ، باب التسمیع والتحمید والتأمین ص ۱۷۶ نمبر ۹۱۵/۴۱۰)اس حدیث سے معلوم ہوا امام اور مقتدی دونوں آمین کہے ۔(۲)اور آہستہ آمین کہنے کی دلیل یہ حدیث ہے ۔ عن علقمة بن وائل عن ابیه ان النبی ﷺ قرء غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقال آمین و خفض بها صوته ۔(ترمذی شریف ، باب ما جاء فی التأمین ، ص۶۸ ، نمبر ۲۴۸ ردار قطنی ، باب التأمین فی الصلوۃ بعد فاتحۃ الکتاب والجہر بہا ، ج اول ، ص ۳۲۸ نمبر ۱۲۵۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آمین آہستہ کہنا چاہئے ۔

ترجمه : (۴۶۰) پھر ایک سورت یا تین آیتیں پڑھے ۔

تشریح : فاتحہ کے بعد ایک سورت ملائے ، یا ایک بڑی آیت ، یا تین چھوٹی آیتیں ملائے ۔

وجه : (۱)اس حدیث میں ہے ۔ عن ابی سعید قال رسول الله ﷺ ... ولا صلوة لمن لم یقرأ بالحمد و سورة فی فریضة او غیرها ۔(ترمذی شریف ، باب ما جاء فی تحریم الصلوۃ وتحلیلھا ، ص۵۵ ، نمبر ۲۳۸ رابن ماجۃ شریف ، باب القرأۃ خلف الامام ، ص۱۱۹ ، نمبر ۸۳۹)اس میں ,وسورۃ فی فریضۃ ، سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ فاتحہ کی طرح سورہ ملانا بھی فرض ہے ۔

ترجمه : (۴۶۱) پھر تکبیر کہتا ہوا اطمینان سے رکوع میں جائے ، سر کو سرین کے برابر رکھے ، کشادہ انگلیوں سے دونوں ہاتھوں

مسوّیا رأسه بعجزه آخذا رکبتیه بیدیه مفرّجا اصا بعه وسبّح فیه ثلاثا وذلک ادناه(۴۶۲) ثم رفع رأسه واطمأنّ قائلا سمع الله لمن حمده ربّنا لک الحمد او اماما او منفردا.و المقتدی یکتفی بالتحمید (۴۶۳) ثم کبّر خارا للسجود.(۴۶۴)ثم وضع رکبتیه ثم یدیه ثم وجهه بین کفیه وسجد

سے اپنے دونوں گھٹنے پکڑے۔اوراس میں کم درجہ تین مرتبہ'' **سبحان ربی العظیم** '' کہے۔

تشریح : یہاں رکوع کی چار سنتیں بیان کی ہیں۔[۱] تکبیر کہتا ہوا اطمینان سے رکوع میں جائے۔[۲] رکوع میں سرکوسرین کے برابر رکھے، نہ اونچا ہو اور نہ نیچا ہو۔[۳] کشادہ انگلیوں کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے دونوں گھٹنوں کو پکڑے [۴] اور چوتھی سنت یہ ہے کہ تین مرتبہ سبحان ربی العظیم، پڑھے اور یہ ادنی درجہ ہے۔۔ان سب کے دلائل گزر چکے ہیں۔

ترجمہ : (۴۶۲) پھر سر اٹھائے اور اطمینان سے کہے ,سمع اللہ لمن حمدہ، امام اور منفرد ہو تو ,ربنا لک الحمد، بھی کہے، اور مقتدی صرف ,ربنا لک الحمد، پر اکتفاء کرے۔

تشریح : یہاں تین باتیں ہیں[۱] ایک بات یہ ہے کہ رکوع سے کھڑا ہو تو اطمینان سے کھڑا ہو جسکو تعدیل ارکان کہتے ہیں، کیونکہ یہ واجب ہے۔[۲] دوسری بات یہ ہے کہ ,سمع اللہ لمن حمدہ، امام اور جو تنہا پڑھ رہا ہو دونوں کہیں گے، مقتدی سمع اللہ لمن حمدہ، نہیں کہے گا، وہ صرف ,ربنا لک الحمد، کہے گا [۳] اور تیسری بات یہ ہے کہ، امام اور منفرد ,ربنا لک الحمد، بھی کہیں گے۔

وجہ : (۱) **عن ابی هريرة قال كان النبی ﷺ اذا قال سمع الله لمن حمده قال اللهم لك الحمد۔** (بخاری شریف، باب مایقول الامام ومن خلفہ اذا رفع رأسہ من الرکوع ،ص ۱۲۹، نمبر ۷۹۵ رترمذی شریف، باب مایقول الرجل اذا رفع رأسہ من الرکوع ،ص ۳۷ ،نمبر ۲۶۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام تسمیع اور تحمید دونوں کہے گا (۲)۔**عن ابی اوفی قال : كان رسول الله ﷺ اذا رفع ظهره من الركوع قال : سمع الله لمن حمده ، اللهم ربنا ! لك الحمد ، ملء السماوات و ملء الارض ، و ملء ما شئت من شیء بعد** ۔(مسلم شریف، باب مایقول اذا رفع رأسہ من الرکوع، ص ۱۹۸، نمبر ۴۷۶ ر ۱۰۶۷)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ دونوں کہا کرتے تھے۔اسلئے امام دونوں کہے۔

ترجمہ : (۴۶۳) پھر سجدے کے لئے جھکتے ہوئے تکبیر کہے۔

تشریح : قومہ کے بعد سجدہ میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کہے۔دلیل گزر چکی ہے۔۔خارا: خر سے مشتق ہے، جھکتے ہوئے۔

ترجمہ : (۴۶۴) پھر دونوں گھٹنے رکھے، پھر دونوں ہاتھ رکھے، پھر دونوں ہتھیلیوں کے درمیان چہرہ رکھے، اور ناک اور پیشانی پر اطمینان سے سجدہ کرے۔

تشریح یہاں سجدے کی چار سنتیں ہیں [۱] زمین پر پہلے دونوں گھٹنے رکھے۔[۲] پھر دونوں ہاتھ رکھے۔[۳] پھر دونوں ہتھیلیاں

بانفه وجبهته مطمئنا(۴۶۵) مسبّحا ثلاثا وذلک ادناه (۴۶۶)وجافي بطنه عن فخذيه وعضديه عن

رکھے[۴]اور چوتھی سنت ہے کہ صرف ناک پر یا پیشانی پر سجدہ نہ کرے بلکہ دونوں پر سجدہ کرے،ان میں سے اصل پیشانی ہے

وجه : (۱) عن وائل بن حجر قال رأيت رسول الله ﷺ اذا سجد يضع ركبتيه قبل يديه و اذا نهض رفع يديه قبل ركبتيه ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی وضع الرکبتین قبل الیدین فی السجود،ص۴۷،نمبر ۲۶۸/ ابوداود شریف، باب کیف یضع رکبتیہ قبل یدیہ،ص۱۳۰،نمبر ۸۳۸)اس حدیث میں ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت پہلے گھٹنے رکھے بعد میں ہاتھ رکھے،اور اٹھتے وقت پہلے ہاتھ اٹھائے بعد میں گھٹنا اٹھائے۔(۲) سجدہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان کرے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔قلت للبراء بن عازب اين كان النبي ﷺ يضع وجهه اذا سجد؟ فقال بين كفيه (ترمذی شریف، باب ماجاء این یضع الرجل وجھہ اذا سجد،ص۵۷،نمبر۲۷۱/مسلم شریف، باب وضع یدہ الیمنی علی الیسری بعد تکبیرۃ الاحرام،الخ ص۱۷۰،نمبر۸۹۶/۴۰۱) اس حدیث میں ہے کہ سجدے کے وقت چہرے کو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھے۔

ترجمه : (۴۶۵) تین مرتبہ''سبحان ربی الاعلی'' کہے،اور یہ ادنی درجہ ہے۔

وجه : (۱)یہ حدیث ہے ۔عن ابن مسعود قال : قال رسول الله ﷺ اذا ركع احدكم فليقل ثلاث مرات : سبحان ربي العظيم وذلك ادناه، فاذا سجد فليقل سبحان ربي الاعلى ثلاثا ، و ذالک ادناه .(ابوداؤد شریف، باب مقدار الرکوع، والسجود ،ص۱۳۶،نمبر ۸۸۶/ترمذی شریف، باب ماجاء فی التسبیح فی الرکوع والسجود،ص۶۰،نمبر۲۶۱) اس حدیث میں ہے کہ تین مرتبہ سبحان ربی الاعلی ، کہے یہ ادنی مرتبہ ہے۔

ترجمه : (۴۶۶)اور الگ رکھے اپنے پیٹ کو زانو سے اور بازو کو بغلوں سے اگر ازدحام نہ ہو،اور ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھے۔

تشريح : مرد سجدے میں اپنے پیٹ کو زانوں سے الگ رکھے،اور بازو کو بغل سے الگ رکھے بشرطیکہ بھیڑ نہ ہو،لیکن اگر بھیڑ ہو تو تھوڑا سا سکڑ سکتا ہے،اور ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھے۔

وجه : (۱)اس حدیث میں ہے کہ بغل کو ران سے الگ رکھو۔ عن مالك بن بحينة ان رسول الله ﷺ كان اذا صلى فرج بين يديه حتى يبدو بياض ابطيه. (بخاری شریف، باب یبدی ضبعیہ ویجافی جنبہ فی السجود،ص۱۳۱،نمبر۸۰۷/ مسلم شریف، باب الاعتدال فی السجود ووضع الکفین علی الارض،ص۲۰۳،نمبر ۱۱۰۵/۴۹۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغل کو ران سے اور پیٹ سے اتنا الگ رکھے کہ آدمی پیچھے سے اس کی بغل کی سفیدی دیکھ سکے۔(۲)يستقبل باطراف رجليه القبلة قال ابو حميد عن النبي ﷺ . (بخاری شریف، باب یستقبل باطراف رجلیہ القبلۃ،ص۱۳۱،نمبر۸۰۸) (۳)فقال ابو حميد الساعدیؓ انا كنت احفظكم لصلوة رسول الله ﷺ..... فاذا سجد وضع يديه غير مفترش ولا قابضهما

ابطیہ فی غیر زحمۃ موجّھا اصابع یدیہ ورجلیہ نحو القبلۃ(۴۶۷) والمرأۃ تخفض وتزلق بطنھا بفخذیھا (۴۶۸)وجلس بین السجدتین واضعا یدیہ علی فخذیہ مطمئنا(۴۶۹) ثم کبّر وسجد

واستقبل باطراف اصابع رجلیہ القبلۃ . (بخاری شریف، باب سنۃ الجلوس فی التشھد،ص ۱۳۴،نمبر ۸۲۸؍سنن للبیھقی ،باب ینصب قدمیہ ویستقبل باطراف اصابعھما القبلۃ ،ج ثانی ،ص ۱۶۷،نمبر ۲۷۱۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ کی حالت میں پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف رکھنا چاہئے ۔اوراس کا بھی اشارہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیاں بھی قبلہ ہی کی جانب ہوں ۔(۴)اس حدیث میں ہے۔ عن عائشۃ قالت کان النبی ﷺ اذا سجد وضع یدیہ وجاہ القبلۃ . (مصنف ابن ابی شیبۃ ،باب من کان یقول اذا سجد فلیوجہ یدیہ الی القبلۃ ،ج ثانی ،ص ۲۳۶،نمبر ۲۷۱۲)اس حدیث میں ہے کہ حضور قبلہ کی طرف ہاتھ کیا کرتے تھے۔

لغت : جافی:دور رکھے۔فخذ:ران۔عضد:بازو۔ابط:بغل زحمۃ: بھیڑ۔

ترجمہ : (۴۶۷)اورعورت پست ہوکر پیٹ کوگھٹنوں سے ملادے۔

تشریح عورت پست ہوکر سجدہ کرے گی ،اور پیٹ کوگھٹنوں سے ملادے گی۔کیونکہ ستر کےاعتبار سے یہی اس کے لئے بہتر ہے

وجہ : (۱) عن ابی سعید الخدری صاحب رسول اللہ ﷺ عن رسول اللہ انہ قال خیر صفوف الرجال الاول و خیر صفوف النساء الصف الاخرو کان یأمر الرجال ان یتجافوا فی سجودھم و یأمر النساء ینخفضن فی سجودھن ۔(سنن بیھقی ،باب مایستحب للمرأۃ من ترک التجافی فی الرکوع والسجود ،ج ثانی ،ص ۳۱۴،نمبر ۳۱۹۸)۔ (۲)عن عبد اللہ ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ اذا جلست المرأۃ فی الصلوۃ وضعت فخذھا علی فخذھاالاخری وواذا سجدت الصقت بطنھا فی فخذھا کأستر ما یکون لھا ۔(سنن بیھقی ،باب مایستحب للمرأۃ من ترک التجافی فی الرکوع والسجود ،ج ثانی ،ص ۳۱۴،نمبر ۳۱۹۹)(۳) قول صحابی میں ہے۔ عن علی قال : اذا سجدت المرأۃ فلتحتفر و لتضم فخذیھا (۴)عن ابن عباس أنہ سئل عن صلوۃ المرأۃ فقال : تجتمع و تحتفر ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ،۴۳ ۳المرأۃ کیف تکون فی سجودھا ،ج اول ،ص ۲۴۲ ،نمبر ۲۷۷۷/۲۷۷۸ ؍مصنف عبد الرزاق ،باب تکبیر المرأۃ بیدیھا وقیام المرأۃ و رکوعھا وسجودھا ،ج ثالث ،ص ۴۹ ،نمبر ۵۰۸۲)اس حدیث اوراثر سے معلوم ہوا کہ عورت سجدے کے اندر سکڑ کر رہےاور پیٹ کورانوں سے ملادے تاکہ زیادہ سے زیادہ ستر ہوسکے،یہی اسکے لئے بہتر ہے۔

لغت : تخفض:سکڑے۔تلزق:ملادے۔

ترجمہ : (۴۶۸) اوردونوں سجدوں کے درمیان رانوں پر ہاتھ رکھ کراطمینان سے بیٹھے۔

تشریح : جب دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھےتو دونوں رانوں پر ہاتھوں کو رکھے، جیسے تشہد کے وقت رکھتے ہیں،اور پورے

مطمئنّا وسبّح فيه ثلاثا وجافى بطنه عن فخذيه وابدى عضديه(٤٧٠) ثم رفع رأسه مكبّرا للنهوض

اطمینان سے بیٹھے تاکہ تعدیل ارکان ہوجائے۔

وجه : (١)فقال ابو حميد الساعدى.... فاذا جلس فى الركعتين جلس على رجله اليسرى و نصب اليمنى واذا جلس فى الركعة الآخرة قدم رجله اليسرى ونصب الاخرى وقعد على مقعدته ۔(بخاری شریف، باب سنۃ الجلوس فی التشہد ،ص۱۳۴،نمبر ۸۲۸،مسلم شریف ، باب ما یجمع صفۃ الصلوۃ وما یفتتح بہ،ص ۲۰۵،نمبر ۴۹۸/۱۱۱۰)

(٢)عن وائل بن حجر قال قدمت المدينة قلت لانظرن الى صلوة رسول الله ﷺ فلما جلس ۔ يعنى للتشهد ۔ افترش رجله اليسرى ووضع يده اليسرى يعنى على فخذه اليسرى ونصب رجله اليمنى ۔(ترمذی شریف، باب کیف الجلوس فی التشہد ،ص ۶۷،نمبر ۲۹۲)اس حدیث میں ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا کیا اور بائیں کو بچھایا۔

ترجمه : (۴۶۹) پھر تکبیر کہے اور اطمینان سے دوسرا سجدہ کرے۔اور اس میں کم سے کم تین مرتبہ تسبیح کہے۔اور پیٹ کو رانوں سے علیحدہ رکھ کر بازو کو ظاہر کرے۔

تشریح : دوسرے سجدے میں بھی پہلے سجدے کی طرح اطمینان سے کرے،اور کم سے کم تین تسبیح کہے،اور پیٹ کو رانوں سے الگ رکھے،اور بازو کو بھی الگ رکھے۔

ترجمه : (۴۷۰) پھر تکبیر کہتے ہوئے اٹھنے کے لئے سر اٹھائے زمین پر دونوں ہاتھوں سے سہارا دئے بغیر،اور بیٹھے بغیر۔

تشریح : دوسری رکعت کے لئے تکبیر کہتے ہوئے سر اٹھائے۔اور پھر سیدھا کھڑا ہو اس طرح کہ نہ زمین پر بیٹھے اور نہ دونوں ہاتھوں سے زمین کو ٹیکے، بلکہ پاؤں کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے،اس درمیان ران کا سہارا لے۔حنفیہ کے یہاں یہی سنت ہے ۔لیکن اگر بڑھاپے یا کمزوری کی مجبوری ہو تو ہاتھ سے زمین کو ٹیک کر کھڑا ہو سکتا ہے۔

وجه : (۱) حدیث یہ ہے عن ابى هريرة قال كان النبى ﷺ ينهض فى الصلوة على صدور قدميه (ترمذی شریف، باب منہ ایضا (کیف النہوض من السجود)،ص ۶۸،نمبر ۲۸۸،سنن للبیہقی ، باب من قال یرجع علی صدور قدمیہ، ج ثانی،ص ۱۷۹،نمبر ۲۷۶۳)اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ بیٹھتے نہیں بلکہ پاؤں کے بل کھڑے ہو جاتے (۲) عن ابن عمر قال : نهى رسول الله ﷺ ....وقال ابن عبد الملك : نهى أن يعتمد الرجل على يديه اذا نهض فى الصلوة ۔(ابوداود شریف، باب کراھیۃ الاعتماد علی الید فی الصلوۃ ،ص ۱۵۱،نمبر ۹۹۲)اس حدیث میں تو اٹھتے وقت ٹیک لگانے سے منع فرمایا ہے۔(۳) أنه حديث محمد بن جحادة: اذا نهض نهض على ركبتيه واعتمد على فخذيه ۔ (ابوداؤد شریف، باب افتتاح الصلوۃ ،ص ۱۱۶،نمبر ۷۳۶)اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپؐ سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے۔ (۴) فحدثت به عطية العوفى فقال رأيت ابن عمر، و ابن عباس ، و ابن الزبير ، و أبا سعيد الخدرىؓ يقومون على صدور أقدامهم

بلا اعتماد علی الارض بیدیہ وبلا قعود (۴۷۱) والرکعۃ الثانیۃ کالاولی الا انہ لا یثنّی ولا

فی الصلوۃ۔(سنن للبیھقی ، باب من قال یرجع علی صدور قدمیہ، ج ثانی ،ص ۱۷۹، نمبر۲۷۶۳ ر مصنف عبد الرزاق، باب کیف النھوض من السجدۃ الآخرۃ ومن الرکعۃ الاولی والثانیۃ، ج ثانی، ص۱۱۷، نمبر۲۹۷۱) اس اثر میں ہے کہ یہ صحابہ دوسری رکعت کے لئے اپنے قدموں پر زور دیکر اٹھتے تھے۔

فائدۃ :امام شافعیؒ کے یہاں یہ ہے کہ جلسہ استراحت کرے، یعنی تھوڑی دیر بیٹھے پھر زمین پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو۔ ہمارے یہاں اس کی گنجائش بڑھاپے اور کمزوری کے وقت ہے۔

وجہ : (۱) حدیث یہ ہے۔ **اخبرنی مالک بن الحویرث اللیثی انہ رأی النبی ﷺ یصلی فاذا کان فی وتر من صلوتہ لم ینھض حتی یستوی قاعدا** (بخاری شریف، من استوی قاعدا فی وتر من صلوتہ ثم نھض ،ص ۱۳۳، نمبر ۸۲۳ ر ترمذی شریف، باب کیف النھوض من السجود، ص ۸۷، نمبر ۲۸۷) (۲) **جاء نا مالک بن الحویرث ... واذا رفع رأسہ عن السجدۃ الثانیۃ جلس واعتمد علی الارض ثم قام** ۔(بخاری شریف، باب کیف یعتمد علی الارض اذا قام من الرکعۃ ،ص ۱۳۳، نمبر ۸۲۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جلسۂ استراحت سنت ہے۔

لغت : نھوض: کھڑا ہونا۔ اعتماد: ٹیک لگانا، اعتماد کرنا۔

ترجمہ : (۴۷۱) اور دوسری رکعت پہلی جیسی ہے۔ ہاں اس میں ثنا اور اعوذ نہ پڑھے۔

تشریح : دوسری رکعت میں وہی اعمال کرے جو پہلی رکعت میں کئے ہیں۔ صرف اتنا فرق ہے کہ پہلی رکعت میں ثناء، یعنی سبحانک، پڑھا اور اعوذ باللہ، یہاں یہ دونوں نہیں پڑھے گا۔

وجہ : (۱) **عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ ﷺ اذا استفتح الصلوۃ قال سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا الہ غیرک.** (ابو داؤد شریف، باب من رأی الاستفتاح بسبحانک، ص ۱۲۱ نمبر ۷۷۶) اس حدیث میں ہے کہ جب نماز شروع کرے تو سبحانک الخ پڑھے، اس لئے دوسری رکعت میں نہ پڑھے۔ (۲) **کان الحسن یستعیذ مرۃ حین یستفتح صلاتہ قبل ان یقرأ فاتحۃ الکتاب** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب متی یستعیذ، ج ثانی ،ص ۵۶، نمبر ۲۵۹۳) اس قول تابعی میں ہے کہ ایک مرتبہ شروع میں اعوذ باللہ پڑھے۔

نوٹ : دوسری رکعت میں بسم اللہ آہستہ سے پڑھے گا۔ کیونکہ قرأت سے پہلے بسم اللہ آہستہ سے پڑھنا مسنون ہے۔ (۱) حدیث میں ہے۔ **عن ابن عباس قال کان النبی ﷺ یفتتح صلوتہ ببسم اللہ الرحمن الرحیم** (ترمذی شریف، باب من رأی الجھر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم ص نمبر ۲۴۵) اس سے معلوم ہوا کہ ہر رکعت کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرنا چاہئے (۲) **عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ : اذا قرأتم الحمد للہ فأقرءوا , بسم اللہ الرحمن الرحیم ، انھا ام**

یتعوّذ(۴۷۲. الف) ولا یسنّ رفع الیدین الا عند افتتاح کل صلوۃ وعند تکبیر القنوت فی الوتر وتکبیرات الزوائد فی العیدین وحین یری الکعبۃ وحین یستلم الحجر الاسود وحین یقوم علی الصفا والمروۃ وعند الوقوف بعرفۃ و مزدلفۃ وبعد رمی الجمرۃ الاولی والوسطیٰ وعند التسبیح عقب

القرآن و أم الکتاب و السبع المثانی ، و بسم اللہ الرحمن الرحیم احداھا ۔(دار قطنی باب وجوب قرائۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فی الصلوۃ ، ج اول ،ص ۳۱۰ نمبر ۱۱۷۷)اس حدیث میں تاکید ہے کہ جب جب الحمد پڑھے تو بسم اللہ پڑھے اسلئے بسم اللہ ہر رکعت میں آہستہ پڑھے۔

ترجمہ : (۴۷۲[الف])اورنہیں مسنون ہے ہاتھ اٹھانا مگر ہر نماز کے شروع کرتے وقت ،اور وتر میں قنوت کی تکبیر ،اور عیدین کی تکبیراتِ زوائد ،اور کعبۃ اللہ کو دیکھنے کے وقت ،اور حجر اسود کو بوسہ دینے کے وقت ،اور صفا و مروہ پر کھڑے ہونے کے وقت ،اور وقوف عرفہ و مزدلفہ میں ،اور رمی جمرۂ اولی و وسطی کے بعد ،اور نمازوں کے بعد تسبیح کے وقت ۔[یعنی دعا کرتے وقت]

تشریح : مصنف یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ہر رکعت میں رکوع میں جاتے وقت ،رکوع سے اٹھتے وقت ،سجدہ میں جاتے وقت ،اور دوسری رکعت کے لئے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا حنفیہ کے یہاں مسنون نہیں ہے ،صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کانوں تک اٹھانا مسنون ہے ۔اوراس کے علاوہ تکبیر تحریمہ کے وقت ،اور عیدین کے اندر تکبیر زوائد کے وقت ،اور وتر کے اندر دعاء قنوت کے وقت ہاتھ کانوں تک اٹھانا مسنون ہے ،باقی چھ جگہ نماز سے باہر ہیں ۔مجموعہ یہ ہیں [۴] اور کعبۃ اللہ کو دیکھنے کے وقت [۵] ،اور حجر اسود کو بوسہ دینے کے وقت ،[۶] اور صفا و مروہ پر کھڑے ہونے کے وقت [۷] ،اور وقوف عرفہ و مزدلفہ میں ،[۸] اور رمی جمرۂ اولی و وسطی کے بعد [۹] ،اور نمازوں کے بعد دعا کے وقت ۔

وجہ : (۱)ان ساتوں جگہوں پر ہاتھ اٹھانے کی دلیل یہ قول صحابی ہے ۔عن ابن عباس قال : لا ترفع الأیدی الا فی سبع مواطن : [اذا قام الی الصلوۃ [۲] و اذا رأی البیت [۳] و علی الصفا [۴] و المروۃ [۵] و فی عرفات [۶]و فی جمع [۷] و عند الجمار ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ،۵ من کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود ،ج اول ،ص ۲۱۴ ،نمبر ۲۴۵۰)اس قول صحابی میں ہے کہ سات جگہ تکبیر کہتے وقت ہاتھ اٹھایا جائے گا ۔جس میں رکوع نہیں ہے ۔(۲) عن ابن عباس عن النبی ﷺ انہ قال ترفع الأیدی[۱]فی الصلوۃ [۲] و اذا رأی البیت [۳] و علی الصفا [۴] و المروۃ [۵] و عشیۃ عرفۃ [۶] ویجمع عند الجمرتین [۷] و علی المیت ۔(سنن بیھقی ،باب رفع الیدین اذا رأی البیت ، ج خامس ،ص ۱۱۷ ،نمبر ۹۲۱۰)اس حدیث میں ہے کہ سات جگہ تکبیر کہتے وقت ہاتھ اٹھایا جائے گا جس میں رکوع نہیں ہے ۔

وجہ : (۱)اصل بات یہ ہے کہ حضرت امام اعظمؒ کی نگاہ آیت ۔قوموا للہ قانتین (آیت ۲۳۸ ،سورۃ البقرۃ) کی طرف گئی ہے ،

الصلوۃ (۴۷۲.ب)واذا فرغ الرجل من سجدتی الرکعۃ الثانیۃ افترش رجلہ الیسریٰ وجلس علیھا ونصب یمناہ ووجّہ اصابعھا نحو القبلۃ ووضع یدیہ علی فخذیہ وبسط اصابعہ(۴۷۳) والمرأۃ

کہ نماز میں سکون سے کھڑے رہو اور بار بار ہاتھ اٹھانا سکون کے خلاف ہے اس لئے اس احادیث پر عمل کیا۔ حدیث یہ ہے (۲) **قال عبد اللہ بن مسعود الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ ﷺ فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ .** (ترمذی شریف، باب ان النبی ﷺ لم یرفع الا فی اول مرۃ، ص ۱۷، نمبر ۲۵۷) (۳) **عن البراء ان رسول اللہ ﷺ کان اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیہ الی قریب من اذنیہ ثم لا یعود .** (ابوداؤد شریف، باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع، ص ۱۱۸، نمبر ۷۴۹ / نسائی شریف، باب رفع الیدین حذو المنکبین عند الرفع من الرکوع والرخصۃ فی ترک ذلک، ص ۱۲۰، نمبر ۱۰۵۹) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رکوع کے وقت ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ (۴) **عن جابر بن سمرۃ قال: خرج علینا رسول اللہ ﷺ فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذ ناب خیل شمس؟ اسکنوا فی الصلوۃ** (مسلم شریف، باب الامر بالسکون فی الصلوۃ والنھی عن الاشارۃ بالید، ص ۱۸۳، نمبر ۴۳۰ / ۹۶۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں سکون اور اطمینان مطلوب ہے۔ اور بار بار ہاتھ اٹھانے میں سکون نہیں ہے۔ اس لئے بھی رفع یدین نہیں ہونا چاہئے (۵) **عن علقمۃ عن عبد اللہ قال صلیت مع النبی ﷺ ومع ابی بکر و مع عمر فلم یرفع ایدیھم الا عند التکبیرۃ الاولی فی افتتاح الصلوۃ** (دارقطنی، باب ذکر التکبیر ورفع الیدین الخ، ج اول، ص ۲۹۶ نمبر ۱۱۲۰ / ترمذی شریف، باب ماجاء ان النبی ﷺ لم یرفع الا فی اول مرۃ، ج اول، ص ۱۷، نمبر ۲۵۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تکبیر اولی کے علاوہ کسی وقت بھی رفع یدین نہیں کرنا چاہئے۔

ترجمہ : (۴۷۲[ب]) اور جب مرد دوسری رکعت کے سجدے سے فارغ ہو تو اپنا بایاں پاؤں بچھائے اور اس پر بیٹھے اور داہنا پاؤں کھڑا رکھے اور انگلیوں کو قبلہ رو کرے اور ہاتھوں کو رانوں پر انگلیاں پھیلا کر رکھے۔

وجہ : (۱) **فقال ابو حمید الساعدی.... فاذا جلس فی الرکعتین جلس علی رجلہ الیسری و نصب الیمنی واذا جلس فی الرکعۃ الآخرۃ قدم رجلہ الیسری ونصب الاخری وقعد علی مقعدتہ** ۔(بخاری شریف، باب سنۃ الجلوس فی التشھد، ص ۱۳۴، نمبر ۸۲۸ / مسلم شریف، باب ما تجمع صفۃ الصلوۃ وما یفتتح بہ، ص ۲۰۵، نمبر ۴۹۸ / ۱۱۱۰) (۲) **عن وائل بن حجر قال قدمت المدینۃ قلت لانظرن الی صلوۃ رسول اللہ ﷺ فلما جلس ۔ یعنی للتشھد ۔ افترش رجلہ الیسری ووضع یدہ الیسری یعنی علی فخذہ الیسری ونصب رجلہ الیمنی** ۔(ترمذی شریف، باب کیف الجلوس فی التشھد، ص ۶۷، نمبر ۲۹۲) اس حدیث میں ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا کیا اور بائیں کو بچھایا۔ اور یہ بھی ہے کہ ہاتھوں کو ران پر رکھے (۳) انگلیاں قبلہ کی طرف رکھے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **قال اجتمع ابو حمید الساعدی .... قال ابو حمید انا اعلمکم بصلاۃ رسول اللہ ﷺ فذکر الحدیث قال فیہ ثم جلس فافترش رجلہ**

تتورّک(۴۷۴) وقرأ تشهد ابن مسعود رضی الله عنه واشار بالمسبّحة فی الشهادة یرفعها عند النفی ویضعها عند الاثبات ولا یزید علی التشهد فی القعود الاول وھو التحیّات لله والصلوات

الیسری و اقبل بصدر الیمنی علی قبلته و وضع کفه الیمنی و کفه الیسری۔(سنن بیہقی، باب کیفیۃ الجلوس فی التشھد الاول والثانی، ج ثانی، ص۱۸۴، نمبر۲۷۷۴)اس حدیث میں ہے کہ تشہد کے وقت دائیں پاؤں کی انگلی قبلہ کی طرف رکھے

ترجمه : (۴۷۳) اورعورت سرین پر بیٹھے۔

تشریح : عورت تشہد میں تورک کرے، یعنی دونوں پاؤں کو دائیں طرف کردے اور سرین پر بیٹھے۔

وجه :(ا) عن ابی حمید الساعدی ....حتی اذا کانت السجدة التی فیهاالتسلیم اخر رجله الیسری وقعد متورکا علی شقه الایسر. (ابوداؤد شریف، باب من ذکر التورک فی الرابعۃ، ص۱۴۶ ، نمبر۹۶۳ رمسلم شریف، باب صفۃ الجلوس فی الصلوۃ وکیفیۃ وضع الیدین علی الفخذین، ص۲۳۵، نمبر۱۳۰۷/۵۷۹)اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قعدۂ اخیرہ میں تورک مسنون ہے، حنفیہ نے اس کو عورت کے بارے میں خاص کرلیا۔(۲)فقال ابو حمید الساعدی....واذا جلس فی الرکعة الآخرة قدم رجله الیسری ونصب الاخری وقعد علی مقعدته ۔ (بخاری شریف، باب سنۃ الجلوس فی التشھد ،ص۱۳۴، نمبر۸۲۸(۳)اثر میں ہے۔قلت لعطاء تجلس المرأة فی مثنیٰ علی شقها الایسر ؟ قال : نعم ، قلت : هو احب الیک من الایمن ؟ قال : نعم ،قال: تجتمع جالسة ما استطاعت ، قلت : تجلس جلوس الرجل فی مثنا أو تخرج رجلها الیسری من تحت الیتها ؟ قال : لا یضرها أی ذالک جلست اذا اجتمعت ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، ۴۴ فی المرأۃ کیف تجلس فی الصلوۃ، ج اول، ص۲۴۳، نمبر۲۷۹۱ رسنن بیھقی ، باب مایستحب للمرأۃ من ترک التجافی فی الرکوع والسجود، ج ثانی، ص۳۱۴، نمبر۳۱۹۸)اس اثر میں ہے کہ عورت بائیں جانب بیٹھے گی، اسلئے کہ اس میں اسکو آسانی بھی ہے اور سہولت بھی ہے۔

ترجمه : (۴۷۴) اورحضرت ابن مسعودؓ کا تشہد پڑھے۔ اورشہادت کی انگلی سے اس طرح اشارہ کرے کہ نفی کے وقت اٹھا کر اثبات کے وقت رکھے۔اور پہلے قعدہ میں التحیات سے زیادہ نہ پڑھے۔وہ التحیات یہ ہے:''التحیات لله والصلوات والطیبات السلام علیک ایها النبی و رحمة الله و برکاته السلام علینا و علی عباد الله الصالحین اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده و رسوله''۔

تشریح : تشہد کئی قسم کے ہیں ان میں سے عبداللہ ابن مسعودؓ کا تشہد پڑھنا حنفیہ کے یہاں زیادہ بہتر ہے۔

وجه : (ا)عبداللہ بن مسعودؓ کا تشہد یہ ہے۔ قال عبد الله بن مسعود کنا اذا صلینا خلف النبی ﷺ قلنا السلام علی جبرائیل ومیکائیل، السلام علی فلان وفلان فالتفت الینا رسول الله ﷺ فقال ان الله هو السلام فاذا

والطیّبات السلام علیک ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد انّ محمدا عبدہ ورسولہ

صلی احدکم فلیقل التحیات للہ ، و الصلوات و الطیبات ، السلام علیک أیھا النبی و رحمة اللہ و برکاتہ ، السلام علینا ، و علی عباداللہ الصالحین . الخ ۔(بخاری شریف، باب التشھد فی الآخرة ،ص ۱۳۵،نمبر ۸۳۱ رمسلم شریف ، باب التشھد فی الصلوة ،ص ۱۷۰،نمبر ۴۰۲ / ۸۹۷ / ابوداود شریف ، باب التشھد ،ص ۱۴۷،نمبر ۹۶۸)اس حدیث میں , فلیقل ،امر کا صیغہ ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے اس لئے عبد اللہ ابن مسعود کا تشہد ہمارے یہاں زیادہ بہتر ہے۔

(۲)مسلم کی حدیث میں یہ بھی ہے ۔سمعت ابن مسعود یقول علمنی رسول اللہ ﷺ التشھد و کفی بین کفیہ کما علمنی السورة من القرآن و اقتص التشھد بمثل ما اقتصوا . (مسلم شریف، باب التشھد فی الصلوة ،ص ۱۷۱،نمبر ۴۰۲ / ۹۰۱ / ترمذی شریف ، باب ماجاء فی التشھد ،ص ۶۷، نمبر ۲۸۹ / نسائی شریف ، باب تعلیم التشھد کتعلیم السورة ،ص ۱۷۸، نمبر ۱۲۷۹)اس حدیث سے اور زیادہ اہمیت ہوگئی ۔ کیونکہ جس طرح قرآن سکھاتے تھے اس طرح عبد اللہ بن مسعود کو حضورؐ نے تشہد سکھایا۔ پھر عبدا بن مسعودؓ کا ہاتھ حضورؐ کے ہاتھ میں تھا جس سے اور اہمیت ہوئی۔ اس لئے ہمارے یہاں یہی تشہد بہتر ہے۔

وجه : (۱) اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے اس کے لئے حدیث یہ ہے۔عن وائل بن حجر قال ... ثم جلس فافترش رجلہ الیسری ووضع یدہ الیسری علی فخذہ الیسری وحد مرفقہ الایمن علی فخذہ الیمنی وقبض ثنتین و حلق حلقة ورأیتہ یقول ھکذا وحلق بشر الابھام والوسطی واشار بالسبابة (ابوداؤد شریف، باب کیف الجلوس فی التشھد ،ص ۱۴۶،نمبر ۹۵۷)اس حدیث میں ہے کہ انگوٹھے اور درمیان کی انگلی سے حلقہ بنائے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے (۳)عاصم بن کلیب الجرمی عن ابیہ عن جدہ قال دخلت علی النبی ﷺ وھو یصلی وقد وضع یدہ الیسری علی فخذہ الیسری ووضع یدہ الیمنی علی فخذہ الیمنی وقبض اصابعہ وبسط السبابة (ترمذی شریف ، باب ابواب الدعاء ج ثانی ،ص ۱۸۷، نمبر ۳۵۸۷ / نسائی شریف ، باب قبض الثنتین من اصابع الید الیمنی وعقد الوسطی ،ص ۱۷۶،نمبر ۱۲۶۹)اس حدیث میں بھی ہے کہ حلقہ بنائے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے ۔(۴) صرف ایک مرتبہ اشارہ کرے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن عبد اللہ انہ ذکر ان النبی ﷺ کان یشیر باصبعہ اذا دعا لا یحرکھا ۔(سنن بیہقی، باب من روی انہ اشار بھا ولم یحرکھا ، ج ثانی ،ص ۱۸۹،نمبر ۲۷۸۶)اس حدیث میں ہے کہ بار بار حرکت نہیں کرتے تھے صرف ایک بار اشارہ کرتے تھے۔ عن ابن عمر انہ رای رجلا یحرک الحصا.....قال فوضع یدہ الیمنی علی فخذہ و اشار باصبعہ التی تلی الابھام فی القبلة و رمی ببصرہ الیھا او نحوھا ثم قال ھکذا

(۴۷۴) وقرأ الفاتحة فیما بعد الاولیین (۴۷۵)ثم جلس وقرأ التشهد ثم صلی علی النبی صلی اللہ

رأیت رسول اللہ ﷺ یصنع ۔ (سنن بیہقی، باب الاشارۃ بالمسبحۃ الی القبلۃ، ج ثانی ،ص۱۹۰،نمبر۲۷۸۹) اس حدیث میں ہے کہ قبلہ کی طرف ایک مرتبہ اشارہ فرمایا۔

لا الہ الا اللہ کے وقت اشارہ کرے۔لا کے وقت انگلی کھڑی کرے اور الا اللہ کے وقت گرائے اس کی حدیث نہیں ملی۔

لغت : المسبحۃ: تسبیح پڑھنے کی چیز، دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی مراد ہے، کیونکہ اس سے تسبیح پڑھتے ہیں۔الشہادۃ: تحیات میں اشہدان لا الہ، الخ کو شہادت کہتے ہیں النفی :لا الہ، کونفی کہا ہے۔الاثبات: الا اللہ، کو اثبات، کہا ہے۔

ترجمہ : (۴۷۴) پہلی دو رکعتوں کے بعد صرف سورہ فاتحہ پڑھے۔

تشریح : فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں کچھ نہ پڑھے تب بھی چلے گا لیکن سورہ فاتحہ پڑھنا سنت ہے۔ دوسرے ائمہ کے یہاں سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔

وجہ:(۱) **عن عبد اللہ بن ابی قتادۃ عن ابیہ ان النبی ﷺ کان یقرأ فی الظھر فی الاولیین بام الکتاب وسورتین و فی الرکعتین الاخریین بام الکتاب ویسمعنا الآیۃ و یطول فی الرکعۃ الاولی ما لا یطیل فی الرکعۃ الثانیۃ وھکذا فی العصر** ۔(بخاری شریف، باب یقرأ فی الاخریین بفاتحۃ الکتاب، ص۱۰۷،نمبر۷۷۶ رمسلم شریف، باب القرأۃ فی الظھر والعصر، ص۱۸۵،نمبر۴۵۱/۱۰۱۲/ابوداود شریف، باب القرأت فی الظھر ،ص۱۲۴،نمبر۷۹۸) اس حدیث میں ہے کہ فرض کی دوسری دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے (۲)**جابر بن سمرۃ قال قال عمر لسعد لقد شکوک فی کل شیء حتی الصلوۃ قال اما انا فامد فی الاولیین واحذف فی الآخرین ولا آلو ما اقتدیت بہ من صلوۃ رسول اللہ قال صدقت ذاک الظن بک** ۔(بخاری شریف، باب یطول فی الاولیین ویحذف فی الآخرین، ص۱۰۶، نمبر ۷۷۰رمسلم شریف، باب القرأۃ فی الظھر والعصر، ص۱۸۶، نمبر۴۵۳/۱۰۱۸) دوسری دو رکعتوں میں حذف کرتے تھے یعنی صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔(۳)**عن ابن سیرین قال نبئت ان ابن مسعود کان یقرأ فی الظھر و العصر فی الرکعتین الاولیین بفاتحۃ الکتاب و ما تیسر و فی الاخریین بفاتحۃ الکتاب** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کان یقرأ فی الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ وفی الاخریین بفاتحۃ الکتاب، ج اول، ص ۳۲۵،نمبر۳۷۲۲)اس قول صحابی میں ہے کہ تیسری اور چوتھی رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے ۔(۴)**عن علی و عبد اللہؓ انھما قالا اقرأ فی الاولیین و سبح فی الاخریین** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کان یقول یسبح فی الاخریین ولا یقرأ، ج اول، ص ۳۲۷،نمبر۳۷۴۲)اس قول صحابی میں ہے کہ تیسری اور چوتھی رکعتوں میں صرف تسبیح پڑھے۔

ترجمہ:(۴۷۵) پھر بیٹھ کر التحیات پڑھ کر درود پڑھ کر قرآن وحدیث کے مشابہ دعا مانگے۔

علیہ وسلم ثم دعا بما یشبہ القرآن والسنة(۴۷۶) ثم یسلّم یمینا ویسارا فیقول السلام علیکم

تشریح: جو آخری قعدہ ہو، فجر کی نماز ہو تو دو رکعت کے بعد ہے، اور مغرب کی نماز ہے تو تین رکعت کے بعد ہے ، اور ظہر، عصر، اور عشاء کی نماز ہو تو چار رکعت کے بعد ہے، اور یہ دوسرا قعدہ ہے اس میں بیٹھ کر التحیات پڑھے، اس کے بعد درود شریف پڑھے، پھر ایسی دعا مانگے جو انسانی کلام کے مشابہ نہ ہو بلکہ قرآن اور حدیث سے منتخب ہو۔

وجہ: (۱) نماز میں درود شریف سنت ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔ **ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما**(یت ۵۶، سورۃ الاحزاب ۳۳) اس آیت سے زندگی میں ایک مرتبہ درود پڑھنا فرض ہے اور نماز میں پڑھنا سنت ہے (۲) حدیث میں ہے۔ **عن کعب بن عجرة .... فقلنا قد عرفنا کیف نسلم علیک فکیف نصلی علیک؟ قال قولوا اللھم صلی علی محمد الخ** ۔(مسلم شریف، باب الصلوۃ علی النبی بعد التشہد، ص ۱۷۳، نمبر ۹۰۸/۴۰۶/ ابو داؤد شریف، باب الصلوۃ علی النبی بعد التشہد، ص ۱۴۹، نمبر ۹۷۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تشہد کے بعد حضورؐ پر درود پڑھنا چاہئے۔(۳) **انہ سمع فضالة ابن عبید یقول : سمع النبی ﷺ رجلا یدعو فی صلوتہ فلم یصل علی النبی ﷺ فقال النبی ﷺ : عجل ھذا ، ثم دعاہ ، فقال لہ أو لغیرہ : اذا صلی أحدکم فلیبدأ بتحمیداللہ و الثناء علیہ ، ثم لیصل علی النبی ﷺ ثم لیدع بعد ما شاء** ۔(ترمذی شریف، باب فی ایجاب الدعاء بتقدیم الحمد والثناء والصلوۃ علی النبی قبلہ، ص ۷۹۴، نمبر ۳۴۷۷) اس حدیث میں ہے کہ تشھد کے بعد درود شریف پڑھے۔

اور الفاظِ قرآن وحدیث کے مشابہ دعا کرے، جو کلام الناس کے مشابہ نہ ہو۔

وجــــہ: (۱) انسانی کلام کی دعا کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے ایسی دعا نہ کرے جو انسانی کلام کے مشابہ ہو۔ اس حدیث میں اسکا اشارہ ہے۔ **عن معاویة بن الحکم السلمی قال : بینا أنا اصلی مع رسول اللہ ﷺ ....قال : ان ھذہ الصلوۃ لا یصلح فیھا شیء من کلام الناس ، انما ھو التسبیح و التکبیر و قراءۃ القرآن** ۔(مسلم شریف، باب تحریم الکلام فی الصلوۃ ونسخ ما کان من اباحتہ، ص ۲۰۳، نمبر ۱۱۹۹/۵۳۷) اس حدیث میں ہے کہ نماز میں کلام الناس نہ کرے۔

(۲) **عن عبد اللہ قال اذا کنا مع النبی ﷺ فی الصلوۃ ... ثم لیتخیر من الدعاء اعجبہ الیہ فیدعو.** (بخاری شریف، باب ما یتخیر من الدعاء بعد التشھد ولیس بواجب، ص ۱۱۵، نمبر ۸۳۵/ ابو داؤد شریف، باب التشھد، ص ۱۴۶، نمبر ۹۶۸)

(۳) **عن عائشة زوج النبی ﷺ اخبرتہ ان رسول اللہ ﷺ کان یدعو فی الصلوۃ اللھم انی اعوذبک من عذاب القبر ، الخ** ۔(بخاری شریف، باب الدعاء قبل السلام، ص ۱۱۵، نمبر ۸۳۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام سے پہلے حدیث میں منقول دعائیں کرنی چاہئے۔

ترجمہ : (۴۷۶) پھر داہنے جانب سلام اس طرح پھیرے "**السلام علیکم و رحمة اللہ**" اس میں اپنے ہمراہیوں کی

ورحمة الله ناويا من معه كما تقدّم.

﴿ باب الامامة ﴾

(٤٧٧) هی افضل من الاذان(٤٧٨) والصلوة بالجماعة سنة للرجال الاحرار بلا عذر

نیت کرے جیسا کہ اوپر گذرا۔

وجه: (١)عن عبد الله ان النبی ﷺ کان یسلم عن یمینه وعن شماله حتی یری بیاض خده، السلام علیکم ورحمة الله ،السلام علیکم ورحمة الله (ابوداؤد شریف، باب فی السلام،ص ١٥١،نمبر ٩٩٦ /ترمذی شریف، باب ما جاء فی التسلیم فی الصلوۃ،ص ٧٩،نمبر ٢٩٥)اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سلام پھیرنا چاہئے اس طرح کہ کنارے والوں کو گال نظر آنے لگے۔ (٢)اوردائیں بائیں جانب والوں کی نیت کرے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن جابر بن سمرة .... انما یکفی احدکم أن یضع یده علی فخذه ، ثم یسلم علی أخیه من علی یمینه و شماله ۔(مسلم شریف، باب الامر بالسکون فی الصلوۃ والنھی عن الاشارۃ بالید،ص ١٨١،نمبر ٤٣١/ ٩٧٠ /ابوداود شریف، باب فی السلام،ص ١٥٢،نمبر ٩٩٨)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام میں دائیں اور بائیں جانب مقتدی کی نیت کرے۔

﴿باب الامامت﴾

ترجمه : (٤٧٧) امامت اذان سے افضل ہے۔

تشريح : اذان کے لئے حضرت بلالؓ تھے،اور امامت کے لئے خود حضورؐ تھے جس سے معلوم ہوا کہ امامت کرنا اذان دینے سے افضل ہے۔

ترجمه : (٤٧٨) آزاد مردوں کے لئے بغیر عذر کے جماعت سے نماز پڑھنا سنت (مؤکدہ) ہے۔

تشريح : غلام کے لئے جماعت سے نماز پڑھنا سنت مؤکدہ نہیں ہے کیونکہ وہ آقا کی خدمت میں رہتا ہے،اسی طرح عذر ہو مثلا بیمار ہو تو اس کے لئے جماعت سے نماز پڑھنا مؤکدہ نہیں رہتا،اسی طرح عورت کے لئے جماعت میں شریک ہونا موکدہ نہیں ہے۔

وجه: (١)اس آیت میں جماعت سے نماز پڑھنے کا اشارہ ہے۔و اقیموا الصلوة و آتوا الزکوة و ارکعوا مع الراکعین ۔(آیت ٤٣ سورۃ البقرۃ ٢) اس آیت میں ہے کہ رکوع کرنے والے کے ساتھ رکوع کرو،یعنی نماز پڑھنے والے کے ساتھ نماز پڑھو،جس سے جماعت کا ثبوت ہوتا ہے۔(٢)عن ابی هریرة ان رسول الله قال والذی نفسی بیده لقد هممت ان آمر بحطب لیحطب ثم امر بالصلوة فیوذن لها ثم آمر رجلا فیؤم الناس ثم اخالف الی رجال

(۴۷۹) وشروط صحۃ الامامۃ للرجال الاصحاء ستۃ اشیاء. الاسلام والبلوغ والعقل والذکورۃ (۴۸۰)والقراءۃ (۴۸۱)والسلامۃ من الاعذار کالرعاف والفأفأۃ والتمتمۃ واللثغ

فاحرق علیھم بیوتھم والذی نفسی بیدہ لو یعلم احدھم انہ یجد عرقا سمینا او مرما تین حسنتین لشھد العشاء (بخاری شریف، باب وجوب صلوۃ الجماعۃ، ص۸۹،نمبر۶۴۴ /ابوداؤد شریف، باب فی التشدید فی ترک الصلوۃ ص۸۸ نمبر۵۴۸) آپؐ نے جماعت چھوڑنے پر گھروں کو جلا دینے کا ارادہ فرمایا جو جماعت کے وجوب کی دلیل ہے۔تاہم وہ سنت مؤکدہ ہے(۳) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ من سمع المنادی فلم یمنعہ من اتباعہ عذر قالوا وما العذر؟ قال خوف او مرض لم تقبل منہ الصلوۃ التی صلی. (ابوداؤد شریف، باب فی التشدید فی ترک الجماعۃ، ص۸۸،نمبر۵۵۱)اس سے بھی معلوم ہوا کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے۔کیونکہ بغیر عذر کے اس کے چھوڑنے سے نماز قبول نہیں ہوگی۔

ترجمہ : (۴۷۹)اور تندرست مردوں کی امامت صحیح ہونے کی چھ شرطیں ہیں:۔

۱:......اسلام۔

۲:......بلوغ۔

۳:......عقل۔

۴:......مرد ہونا۔

وجہ : ان سب کی دلیل پہلے گزر چکی ہے، کچھ آئندہ آرہی ہے۔

ترجمہ :(۴۸۰)[۵] قرأت۔

تشریح : نماز میں قرأت فرض ہے اور امام کو قرأت ہی نہیں آتی تو امامت کیسے کرے گا!

وجہ : (۱) فاقرءوا ما تیسر منہ واقیموا لصلوۃ وآتوا الزکوۃ (آیت۲۰،سورۃ المزمل۷۳)اس آیت سے معلوم ہوا کہ نماز میں قرأت پڑھنا فرض ہے،اور جسکو قرأت نہیں آتی وہ اس فرض کی آدائگی سے محروم ہے اس لئے وہ امامت کے قابل نہیں ہے(۲) اس حدیث میں بھی ہے کہ قرأت کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔عن ابی سعید قال قال رسولؐ اللہ مفتاح الصلوۃ الطھور وتحریمھا التکبیر وتحلیلھا التسلیم ولاصلوۃ لمن لم یقرأ بالحمد وسورۃ فی فریضۃ او غیرھا. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی تحریم الصلوۃ وتحلیلھا، ص۶۶، نمبر۲۳۸ /ابوداؤد شریف، باب الامام یحدث بعد ما یرفع رأسہ من آخر رکعۃ، ص۱۰۰، نمبر۶۱۸) اس حدیث میں ہے کہ قرأت کئے بغیر نماز نہیں ہوگی۔

ترجمہ : (۴۸۱) [۶]عذروں سے سلامت ہونا، جیسے نکسیر اور جس کے کلام میں پہلے ''فافا'' نکلے، اور جس کے کلام میں ''ت'' اور ''م'' نکلے، اور جس کی زبان ''ث'' کی جانب اور ''ر'' سے ''غ'' کی طرف متحرک ہو جائے۔

(۴۸۲)وفقد شرط كطهارة وستر عورة.

تشریح : یہ مسئلے اس اصول پر ہیں جو آدمی معذور ہو وہ غیر معذور کی امامت نہیں کرا سکتا اس لئے جس کو مسلسل نکسیر ہے وہ غیر نکسیر والے کی امامت نہیں کرا سکتا۔ اسی طرح جنکی قرأت میں ,ف، نکلتا ہو، یا,ت، نکلتا ہو، یا,غ، نکلتا ہو تو اس کی قرأت درست نہیں ہے، امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہوتی ہے، اور جب امام کی قرأت نہیں ہوئی تو مقتدی کی بھی قرأت نہیں ہوئی اس لئے نماز فاسد ہو جائے گی، اس لئے یہ امامت نہیں کرا سکتا۔

وجه : (۱)عن جابر قال قال رسول الله ﷺ من كان له امام فقراء ة الامام له قراء ة. (ابن ماجہ شریف، باب اذا قرء الامام فانصتوا، ص ۱۲۰، نمبر ۸۵۰ / دار قطنی، باب ذکر قولہ من کان لہ امام، ص ۳۲۱، نمبر ۱۲۲۰) اس حدیث میں ہے کہ امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی اور زبان میں کمزوری کی وجہ سے امام نے قرأت نہیں کی تو مقتدی نے بھی قرأت نہیں کی اس لئے اس کی امامت درست نہیں (۲)عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ الامام ضامن والمؤذن مؤتمن (ترمذی شریف، باب ماجاء ان الامام ضامن والمؤذن مؤتمن، ص ۵۸، نمبر ۲۰۷ / ابن ماجۃ، باب ما یجب علی الامام، ص ۱۳۸، نمبر ۹۸۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام ضامن ہے۔ اس لئے اس کو قرأت اچھی آنی چاہئے، یا معذور نہیں ہونا چاہئے۔

لغت : الرعاف: ناک سے مسلسل خون بہنا، نکسیر پھوٹنا۔ الفأفاۃ: جس کی زبان سے ہر لفظ میں ,ف، نکلے، ہونٹ کی بندش کمزور ہونے سے ہر لفظ میں ,ف، نکلتا ہے۔ التمتمۃ: جس کی زبان سے ہر لفظ میں ,ت، م، نکل جائے، زبان پر بندش کمزور ہونے سے ایسا ہوتا ہے۔ اللثغ: زبان ,س، نکالنا چاہے تو ,ث، نکل جائے، ,ر، نکالنا چاہے تو ,غ، نکل جائے۔ ان صورتوں میں قرأت صحیح نہیں ہوتی۔

ترجمه : (۴۸۲) شرط نماز مفقود نہ ہو، مثلا طہارت، ستر عورت۔

تشریح : نماز کی جو شرائط ہیں مثلا امام حدث اصغر اور حدث اکبر سے پاک ہو، یا ستر عورت ہو، وہ شرطیں پائی جائیں تب امامت درست ہوگی، اور اگر وہ نہ ہوں تو امامت درست نہیں ہوگی، کیونکہ ان شرطوں کے مفقود ہونے سے خود امام کی نماز نہیں ہوگی تو مقتدی کی نماز کیسے ہو جائے گی۔

﴿وشروط صحة الاقتداء اربعة عشر شيئا.﴾

(۴۸۳) نية المقتدى المتابعة مقارنة لتحريمته

﴿اور اقتداء صحیح ہونے کی [۱۴] چودہ شرطیں ہیں﴾

۱:......مقتدی اپنے تحریمہ کے وقت امام کی متابعت کی نیت کرے۔

۲:......اور عورتوں کی صحت اقتدا کے لئے مرد کے لئے امامت کی نیت ہونا۔

۳:......اور امام کی ایڑی مقتدی سے آگے ہو۔

۴:......اور امام مقتدی سے کم درجہ کی نماز پڑھنے والا نہ ہو۔

۵:......اور امام اور مقتدی دونوں ایک فرض نماز پڑھنے والے ہوں۔

۶:......اور چار رکعت والی قضا نماز میں مقیم مسافر کا امام نہ ہو، اور نہ مسبوق ہو۔

۷:......اور امام اور مقتدی کے درمیان عورتوں کی صف کا فاصلہ نہ ہو۔

۸:......اور ایسی نہر کا فاصلہ نہ ہو جس میں چھوٹی کشتی چل سکے۔

۹:......اور درمیان میں ایسا راستہ نہ ہو جس میں گاڑی گذرتی ہو۔

۱۰:......اور درمیان میں ایسی دیوار نہ ہو جس سے امام کے انتقالات کا علم مشتبہ ہو جائے۔

۱۱:......اور امام سوار اور مقتدی پیادہ نہ ہو۔

۱۲:...... یا مقتدی کی سواری امام کی سواری سے علیحدہ ہو۔

۱۳:......اور امام اور مقتدی غیر ملی ہوئی علیحدہ کشتی میں نہ ہو۔

۱۴:......مقتدی کو امام کے حال سے ایسی شئی کا علم نہ ہو جو اس کے زعم میں مفسد ہو۔

﴿اور صحت اقتداء کی [۱۴] چودہ شرطوں کی تفصیل﴾

ترجمه : (۴۸۳)[۱] مقتدی اپنے تحریمہ کے وقت امام کی متابعت کی نیت کرے۔

تشریح : نماز فاسد ہونے میں اور صحیح ہونے میں امام مقتدی کا ذمہ دار ہے، اس لئے جس وقت سے تحریمہ باندھے اسی وقت سے مقتدی کی نیت ہو کہ اس امام کی متابعت کرنی ہے تب اس کی اقتداء درست ہوگی۔

وجه : (۱)عن انس بن مالکؓ ......و قال انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا و اذا رکع فارکعوا و اذا رفع فارفعوا ۔(بخاری شریف، باب صلاۃ القاعد، ص ۱۷۸، نمبر ۱۱۱۴ر مسلم شریف، باب ائتمام المأموم بالامام، ص ۱۷۴، نمبر

(۴۸۴) ونية الرجل الامامة شرط لصحة اقتداء النساء به (۴۸۵)وتقدّم الامام بعقبه عن المأموم

۴۱۱/۹۲۱)اس حدیث میں ہے کہ امام اقتداء کے لئے ہے اس لئے اس کے تحریمے کے ساتھ جڑنا ضروری ہے۔(۲) واقیموا الصلوۃ و آتوا الزکوۃ وارکعوا مع الراکعین ۔(آیت ۴۳،سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو،جس کے اشارہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی کا تحریمہ امام کے تحریمے کے ساتھ ملا ہوا ہو۔

ترجمہ : (۴۸۴) [۲]اورعورتوں کی اقتداء صحیح ہونے کے لئے مرد کی امامت کی نیت کرنا شرط ہے۔

تشریح : عورت امام کی اقتداء کرے یہ اس وقت درست ہوگی جبکہ امام نے باضابطہ عورت کے امام بننے کی نیت کی ہو،اور اگر عورت کے امام بننے کی نیت نہ کرے تو عورت کا اقتداء کرنا درست نہیں ہے۔لیکن دوسری روایت یہ ہے کہ اگر عورت پیچھے کھڑی ہو تو امام اس کی نیت نہ کرے تب بھی امام کی اقتدا کرنا جائز ہے۔

وجہ : (۱) حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ عورت اور مرد کی نیت ایک ہو اور عورت مرد کے ساتھ کھڑی ہوگئی تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی ۔چونکہ محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہونے کا خطرہ ہے اس لئے عورت کی امامت کی نیت کرنا ضروری ہے (۲) اخبرنا ابو حنیفة عن حماد عن ابرهیم قال اذا صلت المرأة الی جانب الرجل و کانا فی صلوة واحدة فسدت صلوته.قال محمد و به ناخذ وهو قول ابی حنیفة دوسرے اثر میں یہ ہے. انما تفسد علیه اذا صلت الی جانبه و هما فی صلوة واحدة ، تأتم به أو یأتمان بغیرهما ، وهو قول ابی حنیفة ۔(کتاب الآثار لامام محمد،باب ما یقطع الصلوۃ،ص ۲۷،نمبر ۱۳۷،نمبر ۱۳۸)اس اثر میں ہے کہ نماز متحد ہو تو فاسد ہوگی۔ (۳) یہ حدیث اگرچہ منسوخ مانی جاتی ہے،لیکن اس سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ عن ابی هریرة قال : قال رسول الله ﷺ : یقطع الصلوة المرأة ، و الحمار ، و الکلب ، و یقی ذالک مثل موء خرة الرحل ۔(مسلم شریف،باب قدر ما یستر المصلی ص ۲۰۹،نمبر ۱۱۳۹/۵۱۱/ابوداود شریف،باب ما یقطع الصلوۃ،ص ۱۱۱،نمبر ۷۰۲) اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ عورت کے سامنے آنے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔

ترجمہ : (۴۸۵) [۳] اورامام کی ایڑی مقتدی سے آگے ہو۔

تشریح : امام کی شان یہ ہے کہ وہ مقتدی سے تھوڑا آگے ہو اس لئے امام کی ایڑی مقتدی سے آگے ہو تو آگے سمجھا جائے گا۔

وجہ: (۱) اس حدیث کے اشارے سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ عن انس بن مالک قال صلیت انا و یتیم فی بیتنا خلف النبی و امی خلفنا ام سلیم. (بخاری شریف،باب المرأۃ وحدھا تکون صفا،ص ۱۸۸،نمبر ۷۲۷/ابوداؤد شریف،باب اذا کانوا ثلثۃ کیف یقومون،ص ۹۷،نمبر ۶۱۲)اس حدیث میں مقتدی کو پیچھے کھڑا کیا جس سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ ایک مقتدی ہو تب بھی وہ تھوڑا پیچھے رہے۔

ترجمہ : (۴۸۶) [۴] اورامام مقتدی سے کم درجہ کی نماز پڑھنے والا نہ ہو۔

(۴۸۶)وان لا یکون ادنی حالا من المأموم (۴۸۷)وان لا یکون الامام مصلیا فرضا غیر فرضه (۴۸۸)وان لا یکون الامام مقیما لمسافر بعد الوقت فی رباعیة ولا مسبوق

تشریح : شریعت میں امام کی شان بلند ہے اس لئے وہ مقتدی سے اعلی درجے کا ہو یا برابر ہو،، بہت کم درجے کا نہ ہو، مثلا امام امی ہے اور مقتدی قاری ہو، یا امام لیٹ کر نماز پڑھ رہا ہو اور مقتدی کھڑا ہو کر نماز پڑھ رہا ہو، یا امام معذور ہو اور مقتدی معذور نہ ہو تو اقتداء درست نہیں ہے۔

وجه : (۱) اس حدیث میں ہے کہ امام ضامن ہے۔ **عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ الامام ضامن والمؤذن مؤتمن** (ترمذی شریف، باب ما جاء ان الامام ضامن والمؤذن مؤتمن، ص ۵۸، نمبر ۲۰۷ / ابن ماجة، باب ما یجب علی الامام، ص ۱۳۸، نمبر ۹۸۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام ضامن ہے۔ اس لئے ضامن کو مضبوط ہونا چاہئے اور اعلی درجہ کا ہونا چاہئے یا کم از کم برابر درجہ کا ہونا چاہئے۔ (۲) اس حدیث سے بھی اس کا اشارہ ملتا ہے۔ **عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال انما جعل الامام ليوتم به فلا تختلفوا عليه** ۔ (مسلم شریف، باب ائتمام الماموم بالامام، ص ۱۷۶، نمبر ۹۳۰/۴۱۴) اس حدیث میں ہے کہ امام اقتدا کرنے کے لئے ہے اس لئے اس سے اختلاف نہ کرو۔ اور یہاں اعلی کا ادنی درجہ سے اختلاف ہو جاتا ہے۔ (۳) اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ امام ضامن ہے۔ **عن ابراهيم قال : اذا فسدت صلوة الامام فسدت صلوة من خلفه** . (کتاب الآثار لامام محمد، باب ما یقطع الصلوة، ص ۲۷، نمبر ۱۳۳) اس اثر میں ہے کہ امام کی نماز فاسد ہوگی تو مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کی امام ضامن ہے۔

اصول : امام مقتدی کے برابر ہو یا اس سے اعلی درجے کا ہو، اس سے بہت کم درجے کا نہ ہو۔

ترجمه : (۴۸۷)[۵] اور امام ایسا فرض پڑھنے والا نہ ہو جو مقتدی کے فرض کے علاوہ ہو۔

تشریح : اوپر حدیث میں گزرا کہ امام اور مقتدی میں اتحاد ہو اس لئے مثلا امام ظہر پڑھ رہا اور مقتدی اس کے پیچھے عصر کی نماز پڑھ رہا تو جائز نہیں ہے، اس لئے کہ امام اور مقتدی کے فرض میں اتحاد چاہئے۔ حدیث گزر چکی ہے۔

ترجمه : (۴۸۸) [۶] اور چار رکعت والی قضا نماز میں مقیم مسافر کا امام نہ ہو، اور نہ مسبوق ہو۔

تشریح : مسافر کی چار رکعتوں والی نماز بھی دو رکعت ہے، لیکن وقت کے اندر مقیم کے پیچھے چار رکعت ہو جاتی ہے، اور وقت گزرنے کے بعد دو ہی رکعت برقرار رہتی ہیں، اب مقیم کے پیچھے پڑھے تب بھی دو رکعت ہی رہے گی، جس کی وجہ سے امام کی مخالفت لازم آئے گی اس لئے چار رکعت والی نماز میں مسافر آدمی مقیم امام کی اقتداء وقت گزرنے کے بعد نہیں کر سکتا۔ اور مسبوق امام اس لئے نہیں بن سکتا کہ جب وہ اپنی نماز پوری کر رہا ہے تو اس وقت بھی ایک گونہ اپنے امام کے پیچھے ہے اور یہ مقتدی ہے اس لئے اس کے پیچھے بھی کسی کی نماز درست نہیں۔

(۴۸۹)ا وان لا يفصل بين الامام والماموم صف من النساء(۴۹۰) وان لا يفصل نهر تمرّ فيه الزورق

وجه : (ا)اثر میں ہے. عن الثوری قال : من نسی صلوة فی الحضرفذکر فی السفر صلی اربعا ، و ان نسی صلوة فی السفر ذکر فی الحضر صلی رکعتین ۔(مصنف عبدالرزاق ، باب من نسی صلاۃ الحضر ، ج ثانی ،ص ۳۵۸،نمبر ۴۴۰۰)اس اثر میں ہے کہ مسافر وقت کے بعد دو رکعت ہی قضاء کریں گے۔(۲) سبب یعنی وقت بھی نہیں رہا جو نماز کی رکعتوں کو تبدیل کر سکے۔

اصول: وقت گزرنے کے بعد مسافر کی نماز کی رکعتوں میں تبدیلی نہیں ہوگی۔

لغت : مسبوقا: پہلی رکعت جس کی چھوٹ چکی ہو اس کو مسبوق، کہتے ہیں۔

ترجمه : (۴۸۹) [۷] اور نہ فاصلہ ہو امام اور مقتدی کے درمیان عورتوں کی صف کا۔

تشریح : حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ عورت سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اس لئے امام اور مقتدی کے درمیان عورتوں کا صف نہ ہو تب اقتداء درست ہوگی۔

وجه :(ا) اس قول تابعی میں ہے۔ عن ابراهيم انه كان يكره ان يصلى بصلاة الامام اذا كان بينهما طريق او نساء ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب فی الرجل والمرأۃ یصلی وبینہ وبین الامام حائط ، ج ثانی ،ص ۳۵،نمبر ۶۱۵۵ ر مصنف عبد الرزاق ، باب الرجل یصلی وراء الامام خارج المسجد ، ج ثالث ،ص ۹،نمبر ۴۸۹۶)اس قول تابعی میں ہے کہ امام اور مقتدی کے درمیان عورت یا بڑا راستہ ہو تو اقتداء صحیح نہیں ہے۔(۲)اس حدیث کی بنا پر عورت کو پیچھے ہونا چاہئے اس لئے درمیان میں ہونے کی وجہ سے اقتداء درست نہیں ہوگی۔حدیث یہ ہے۔عن انس بن مالک قال صليت انا ويتيم فی بيتنا خلف النبی ﷺ وامی ام سليم خلفنا (بخاری شریف ، باب المرأۃ وحدھا تکون صفا ،ص ۱۱۸،نمبر ۷۲۷ر ابو داؤد شریف ، باب اذا کانوا ثلثۃ کیف یقومون ،ص ۹۷،نمبر ۶۱۲)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کی صف پیچھے ہونی چاہئے ۔(۳)اس قول صحابی میں ہے کہ عورت کو پیچھے رکھو۔عن ابن مسعود قال : كان الرجال و النساء فی بنی اسرائيل يصلون جميعا ،فكانت المرأة اذا كان لها الخليل تلبس القالبين تطول بهما لخليلها ، فالقى الله عليهن الحيض ، فكان ابن مسعود يقول : أخروهن حيث أخرهن الله ۔(طبرانی کبیر ،عبداللہ بن مسعود الھذ لی ، باب ، ج تاسع ،ص ۲۹۵،نمبر ۹۴۸۴) اس قول صحابی میں ہے کہ عورت کو پیچھے رکھو۔

ترجمه : (۴۹۰)[۸] اور ایسی نہر کا فاصلہ نہ ہو جس میں چھوٹی کشتی چل سکے۔[۹]اور درمیان میں ایسا راستہ نہ ہو جس میں گاڑی گذرتی ہو۔[۱۰] اور درمیان میں ایسی دیوار نہ ہو جس سے امام کے انتقالات کا علم مشتبہ ہو جائے اور اگر آواز سننے یا دیکھنے سے اشتباہ نہ ہو تو صحیح روایت میں اقتدا صحیح ہے۔

ولا طريق تمرّ فيه العجلة ولا حائط يشتبه معه العلم بانتقالات الامام فان لم يشتبه لسماع او رؤية

تشریح : یہ تینوں مسئلے اس اصول پر ہیں کہ امام اور مقتدی کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ دونوں الگ الگ نماز پڑھنے والے نظر آتے ہوں تو اقتداء درست نہیں ہوگی، اور دوسرا اصول یہ ہے کہ امام اور مقتدی کے درمیان اتنی حیلولت ہے کہ امام کے منتقل ہونے کا اور رکوع وسجدہ میں جانے کا بھی پتہ نہیں چل رہا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے، نہ اس کی آواز سننے کے ذریعہ، نہ اس کو دیکھنے کے ذریعہ اور نہ کسی مکبر کی آواز سے اس صورت میں بھی اقتداء درست نہیں ہے۔۔تشریح مسئلہ۔ یہاں تین مسئلے ہیں، ہر ایک کی تشریح یہ ہے [۸] امام اور مقتدی کے درمیان چھوٹی نالی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن اتنا بڑا نہر ہو کہ اس میں کشتی جا سکتی ہو تو امام اور مقتدی اجنبی نظر آنے لگے اس لئے اقتداء درست نہیں ہے۔[۹] یا امام اور مقتدی کے درمیان اتنا بڑا راستہ ہو اس میں گاڑی چل سکے، اور اس راستے پر نمازی کی کوئی صف نہ ہو تو اقتداء درست نہیں ہے [۹] امام اور مقتدی کے درمیان ایسی دیوار حائل ہو کہ آواز یا دیکھنے یا مکبر کی آواز سے امام کے منتقل ہونے اور رکوع سجدے میں جانے کا علم نہ ہوتا ہو تو اقتداء درست نہیں ہے، کیونکہ امام کی اتباع ضروری ہے اور یہاں رکوع وسجدے میں امام کی اتباع نہیں ہو سکے گی اس لئے اقتداء درست نہیں ہے۔ اور اگر امام کی آواز سننے، یا دیکھنے، یا مکبر کے ذریعہ امام کی حرکتوں کا علم ہوتا ہو اور بہت فاصلہ بھی نہ ہو تو اقتداء جائز ہے۔

وجه :(۱) **عن زيد بن ثابت ان النبى ﷺ اتخذ حجرة فى المسجد من حصير فصلى رسول الله ﷺ فيها ليالى حتى اجتمع اليه اناس** ۔(بخاری شریف، باب ما یکرہ من کثرۃ السوال ومن تکلف مالا یعنیہ، ص۱۲۵۴، نمبر ۷۲۹۰) اس حدیث میں حضور حجرے میں تھے اور مقتدی الگ تھے لیکن حضور کے انتقال سے واقف ہوتے رہتے تھے اس لئے اقتداء درست ہوئی۔(۲) **عن صالح مولى التوامة قال كنت اصلى انا و ابو هريرة فوق ظهر المسجد نصلى بصلاة الامام للمكتوبة** ۔(سنن بیہقی، باب صلوۃ الامام فی المسجد او علی ظہر او فی رحبتہ، ج ثالث، ص ۱۵۷، نمبر ۵۲۴۴) اس عمل صحابی میں ہے کہ مسجد کی چھت پر اقتداء درست ہے۔(۳) **رأيت انس بن مالك صلى الجمعة فى بيوت حميد بن عبد الرحمن بن عوف فصلى بصلاة الامام فى المسجد و بين بيوت حميد و المسجد الطريق** ۔ (سنن بیہقی، باب المأموم یصلی خارج المسجد بصلاۃ الامام فی المسجد ولیس بینہما حائل، ج ثالث، ص ۱۵۸، نمبر ۵۲۴۷) اس عمل صحابی میں ہے کہ چھوٹا راستہ ہو تو اقتداء جائز ہے۔(۴) **قال الشافعىؒ قد صلى نسوة مع عائشة زوج النبى ﷺ فى حجرتها فقالت لا تصلين بصلاة الامام فانكن دونه حجاب** . (سنن بیہقی، باب المأموم یصلی خارج المسجد بصلاۃ الامام فی المسجد ولیس بینہما حائل، ج ثالث، ص ۱۵۷، نمبر ۵۲۴۶) اس قول صحابی میں ہے کہ حجاب ہو تو اقتداء درست نہیں ہے۔(۵) اس قول تابعی میں ہے کہ بڑا راستہ ہو تو اقتداء درست نہیں. **قال عمر اذا كان بينه و بين الامام طريق او نهر او حائط فليس معه** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الرجل والمرأۃ یصلی وبینہ وبین الامام حائط، ج ثانی، ص ۳۵، نمبر ۶۱۵۴ رمصنف عبد الرزاق، باب الرجل یصلی وراء

صحّ الاقتداء فی الصحیح (۴۹۱) وان لا یکون الامام راکبا والمقتدی راجلا او راکبا غیر دابّة امامه وان لا یکون فی سفینة والامام فی أُخری غیر مقترنة بها(۴۹۲) وان لا یعلم المقتدی من حال امامه

الامام خارج المسجد، ج ثالث، ص۹، نمبر۴۸۹۴) اس قول تابعی میں ہے کہ امام اور مقتدی کے درمیان بڑا راستہ ہو یا نہر ہو، یا ایسی دیوار ہو جس سے امام کی حرکتوں کا پتہ نہ چلتا ہو تو اقتداء صحیح نہیں ہے۔

اصول :[۱] امام اور مقتدی کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ دونوں الگ الگ نماز پڑھنے والے لگتے ہوں تو اقتداء درست نہیں ہے۔[۲] یا کسی طرح امام کے انتقالات کا علم نہ ہوتا ہو تب بھی اقتداء درست نہیں ہے۔

لغت :الزورق: کشتی۔ العجلة: گاڑی۔

ترجمہ : (۴۹۱)[۱۱] اور امام سوار اور مقتدی پیادہ نہ ہو۔[۱۲] یا مقتدی کی سواری امام کی سواری سے علیحدہ ہو۔[۱۳] اور یہ بھی نہ ہو کہ مقتدی ایک کشتی میں ہو اور امام دوسری کشتی میں ہو اور دونوں ملی ہوئی نہ ہوں۔

تشریح : یہ تینوں مسئلے بھی اوپر والے اصول پر ہیں، کہ امام اور مقتدی ایسا لگتے ہوں کہ الگ الگ نماز پڑھ رہے ہیں تو اقتداء درست نہیں ہوگی، تشریح مسئلہ، یہ ہے[۱۱] امام کسی جانور پر سوار ہے اور مقتدی پیدل ہے، اور جانور اس طرح ہے کہ وہ چل رہا ہے تو جانور کسی اور سمت جائے گا اور پیدل آدمی کسی دوسری سمت جائے گا اس لئے ایسا معلوم ہوگا کہ دونوں الگ الگ نماز پڑھ رہے ہیں اس لئے اقتداء درست نہیں ہے۔[۱۲] یا امام الگ سواری پر سوار ہو اور مقتدی کسی دوسری سواری پر سوار ہو تو ہر ایک سواری کی سمت الگ الگ ہو جائے گی اس لئے اقتداء جائز نہیں۔[۱۳] امام الگ کشتی پر ہو اور مقتدی الگ کشتی پر ہو اور دونوں کشتیاں جڑی ہوئی نہ ہوں تو ہر کشتی الگ الگ سمت میں جائے گی اس لئے ہر ایک الگ الگ معلوم ہوگا اس لئے اقتداء جائز نہیں ہے۔

ترجمہ : (۴۹۲)[۱۴] مقتدی امام کی حالت میں سے ایسی چیز کا علم نہ ہو جو مقتدی کے گمان میں مفسد ہو، جیسے خون نکلنا اور قے ہونا اور اس کے بعد وضو نہ لوٹایا ہو۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مقتدی کو اپنے مذہب کے اعتبار سے امام کی نماز فاسد سمجھتا ہے تو وہ دل سے اس کی اقتداء ہی نہیں کرے گا اس لئے اس کی اقتداء درست نہیں ہوگی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جب مقتدی کی نماز فاسد ہوگئی تو اقتداء کرنے سے فائدہ کیا ہوگا! تشریح مسئلہ یہ ہے کہ امام مثلا امام شافعیؒ کے مسلک پر چلنے والا ہے، جسکی وجہ سے خون نکلا تو وضو نہیں ٹوٹا، یا قے ہوئی جسکی وجہ سے اس کے مذہب کے مطابق وضو نہیں ٹوٹا، اس لئے وضو دہرایا بھی نہیں، اور مقتدی امام ابو حنیفہ کو ماننے والا ہے جسکے گمان کے مطابق دونوں مسئلوں میں وضو ٹوٹ گیا اور مقتدی کو اس کا علم ہو گیا تو اقتداء درست نہیں ہوگی۔

وجہ : (۱) کیونکہ دل سے امام کی اقتداء نہیں کی۔(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ مقتدی کے مذہب کے اعتبار سے امام کی نماز فاسد ہوگئی ہے جسکی وجہ سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہوگئی اس لئے اقتداء درست نہیں ہے۔ (۳) **عن سعید بن مسیب ان رسول**

مفسدا فی زعم المأموم کخروج دم او قیء لم یعد بعدہ وضوئہ(۴۹۳) وصحّ اقتداء متوضئ بمتیمّم وغاسل بماسح وقائم بقاعد وباحدب ومؤم بمثلہ ومتنفّل بمفترض

اللہ ﷺ صلی بالناس وھو جنب فاعاد واعادوا ۔(دار قطنی ، باب صلوۃ الامام وھو جنب او محدث ج اول ص ۳۵۴ نمبر ۱۳۵۴)اس حدیث مرسل سے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے بھی نماز لوٹائی اور مقتدی نے بھی نماز لوٹائی (۴) .عن ابراھیم قال : اذا فسدت صلوۃ الامام فسدت صلوۃ من خلفہ . (کتاب الآثار لامام محمد، باب ما یقطع الصلوۃ، ص ۲۷، نمبر ۱۳۳)اس اثر میں ہے کہ امام کی نماز فاسد ہوگی تو مقتدی کی نماز بھی فاسد ہوجائے گی ۔(۵)عن علی انہ صلی بالقوم وھو جنب فاعاد ثم امرھم فاعادوا (سنن للبیھقی ، باب امامۃ الجنب ج ثانی ص ۵۶۰ ،نمبر ۴۰۷۸ /دار قطنی ، باب صلوۃ الامام وھو جنب او محدث ، ج اول ،ص ۳۵۴ ،نمبر ۱۳۵۵)اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ مقتدی بھی نماز لوٹائیں گے ۔

اصول :(۱) مقتدی کے مذہب میں امام کی نماز فاسد ہو تو اس سے مقتدی کی نماز فاسد ہوجائے گی ،اس لئے اقتداء درست نہیں

ترجمہ (۴۹۳) صحیح ہے اقتداء وضو والے کی تیمّم والے کے ساتھ ،اور دھونے والے کی مسح کرنے والے کے ساتھ ،اور کھڑے کی بیٹھنے والے کے ساتھ ۔اور کبڑے کے ساتھ ،اور اشارہ کرنے والے کی اپنے مثل کے ،اور نفل والے کی فرض والے کے ساتھ ۔

تشریح : یہاں چھ مسئلے ہیں جو ان تین اصولوں پر متفرع ہیں ۔[۱] امام اعلی درجے کا ہو اور مقتدی ادنی درجے کا ہو تو اقتداء صحیح ہے ۔[۲] امام اور مقتدی برابر درجے کے ہوں تو اقتداء درست ہے ۔[۳] امام مقتدی سے تھوڑا ادنی ہو تب بھی درست ہے ، بہت ادنی ہو تو درست نہیں ۔تشریح مسئلہ یہ ہے [۱] تیمّم کا حکم وضو کے قریب قریب ہے اس لئے تیمّم کرنے والے کے پیچھے وضو کرنے والے کی اقتداء درست ہے ۔[۲] پاؤں دھونے والے کی نماز موزے پر مسح کرنے والے کے پیچھے جائز ہے ، کیونکہ مسح کرنے والا پاؤں دھونے والے کے برابر ہے ۔[۳] بیٹھنے والا کھڑا ہونے والے کے قریب قریب ہے اس لئے اقتداء درست ہے [۴] کبڑا آدمی معذور ہے اس لئے اس کا جھکنا بھی قیام کے درجے میں ہے اس لئے کبڑے کی اقتداء جائز ہے ۔[۵] ایک آدمی بیماری کی وجہ سے لیٹ کر اشارہ کر کے نماز پڑھ رہا ہے اس کے پیچھے اشارہ کر کے نماز پڑھنے والے کی نماز جائز ہے ، کیونکہ دونوں برابر درجے کے ہوئے ۔[۶] نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے کیونکہ فرض پڑھنے والا اعلی درجے کا ہے اور نفل پڑھنے والا ادنی درجے کا ہے اس لئے اقتداء جائز ہے ۔

وجہ : (۱) تیمّم والے کے پیچھے وضو والا نماز پڑھے اس کی دلیل یہ حدیث ہے ۔ عن عمرو بن العاص قال احتلمت فی لیلۃ باردۃ فی غزوۃ ذات السلاسل فاشفقت ان اغتسل فاھلک فتیممت ثم صلیت باصحابی الصبح. (ابو داؤد شریف ، باب اذا خاف الجنب البرد أیتیمم ص ۵۴ ،نمبر ۳۳۴ / بخاری شریف ، باب اذا خاف الجنب علی نفسہ المرض او الموت ، ص ۴۹ ،نمبر ۳۴۵)اس حدیث میں حضرت عمرو نے جنابت کا تیمّم کر کے ساتھیوں کو نماز پڑھائی ہے ۔جب کہ ساتھی وضو اور غسل

(۴۹۴)وان ظهر بطلان صلوة امامه اعاد ويلزم الامام اعلام القوم باعادة صلوتهم بالقدر الممكن

والے تھے۔(۲)حضورؐ بغیر کسی مجبوری کے موزہ پہن کرمسح فرمایا کرتے تھے اسکی دلیل یہ حدیث ہے۔عن المغيرة أن النبی ﷺ کان یمسح علی الخفین و علی ناصیته و علی عمامته۔دوسری حدیث میں ہے۔ سمعتُ عروة بن المغيرة بن شعبة یذکر عن ابیه قال : ....فقال لی : دع الخفین فانی ادخلت القدمین الخفین و هما طاهرتان ،فمسح علیهما ۔(ابوداود شریف، باب المسح الخفین ،ص۲۳،نمبر۱۵۰نمبر۱۵۱)ان دونوں حدیثوں میں ہے کہ آپؐ بغیر کسی مجبوری کے مسح خفین فرماتے تھے اسلئے وہ طہارت کاملہ ہے اسلئے طہارت کاملہ والے کی امامت کرسکتا ہے۔ (۳) بیٹھنے والے کے پیچھے کھڑے ہونے والے کی نماز درست ہےاس کے لئے یہ حدیث ہے۔ دخلت علی عائشة فقلت الا تحدثینی عن مرض رسول الله ﷺ؟ ..... فجعل ابو بکر یصلی وهو قائم بصلاة النبی ﷺ والناس بصلاة ابی بکر و النبی قاعد. (بخاری شریف، باب انما جعل الامام لیوتم به،ص۱۱۲،نمبر۶۸۷رمسلم شریف، باب استخلاف الامام اذا عرض له عذر الخ،ص ۱۷۶،نمبر۴۱۸/۹۳۶)(۴)فرض پڑھنے والا اعلی درجہ کا ہوتا ہےاور نفل پڑھنے والا ادنی درجہ کا،اس لئے نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والے کی اقتدا کرسکتا ہے(۵)حدیث میں ہے۔ عن جابر بن یزید انه صلی مع رسول الله ﷺ وهو غلام شاب فلما صلی اذا رجلان لم یصلیا فی ناحیة المسجد فدعا بهما فجیئ بهما ترعد فرائصهما فقال ما منعکما ان تصلیا معنا؟ قالا قد صلینا فی رحالنا قال لا تفعلوا اذا صلی احدکم فی رحله ثم ادرک الامام ولم یصل فلیصل معه فانها له نافلة ۔(ابوداؤدشریف، باب فیمن صلی فی منزله ثم ادرک الجماعة یصلی معهم ،ص۹۲،نمبر۵۷۵رترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل یصلی وحده ثم یدرک الجماعة ،ص۵۲،نمبر۲۱۹)اس حدیث میں ہے کہ فرض پڑھنے والے کے پیچھے نفل نماز پڑھ سکتا ہے۔

ترجمہ :(۴۹۴)اوراگراپنے امام کی نماز باطل ہونا ظاہر ہوجائے تو نماز دہرالے۔اورامام کولازم ہے کہ قوم کوحتی الوسع اپنی اپنی نمازوں کےاعادہ کرنے کی مختارروایت میں ہے کہ اطلاع کردے۔

تشریح : اگرامام کو پتہ چل جائے کہ نماز فاسد ہوچکی ہےتو وہ نماز دہرالے،اورحتی الامکان مقتدی کوبھی اس کی اطلاع کردے تا کہ وہ بھی اپنی نماز دہرالے،کیونکہ انکی نماز بھی فاسد ہوچکی ہے۔

وجہ : (۱)مقتدی کی نماز بھی فاسد ہوچکی ہےاس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن سعید بن مسیب ان رسول الله ﷺ صلی بالناس وهو جنب فاعاد واعادوا ۔(دارقطنی ،باب صلوة الامام وهو جنب اومحدث، ج اول،ص۳۵۴،نمبر۱۳۵۴)اس حدیث مرسل سے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے بھی نماز لوٹائی اورمقتدیوں نے بھی نماز لوٹائی (۲) .عن ابراهیم قال : اذا فسدت صلوة الامام فسدت صلوة من خلفه . (کتاب الآثار لامام محمد، باب مایقطع الصلوة،ص۲۷،نمبر۱۳۳)اس اثر میں ہے کہ

فی المختار.

﴿فصل :﴾

امام کی نماز فاسد ہوگی تو مقتدی کی نماز بھی فاسد ہوجائے گی۔(۳)عن علی انه صلی بالقوم وهو جنب فاعاد ثم امرهم فاعادوا (سنن للبیہقی، باب امامۃ الجنب ج ثانی ص۵۶۰، نمبر۴۰۷۸ر دار قطنی، باب صلوۃ الامام وھو جنب او محدث، ج اول، ص۳۵۴، نمبر۱۳۵۵) اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ مقتدی بھی نماز لوٹائیں گے، اور یہ بھی پتہ چلا کہ مقتدی کو اس کی اطلاع دے۔(۴)اس حدیث میں حضورؐ نے اپنے جنبی ہونے کی اطلاع دی ہے۔عن ابی هريرة قال اقيمت الصلاة فسوى الناس صفوفهم فخرج رسول الله ﷺ فتقدم و هو جنب فقال على مكانكم فرجع فاغتسل ثم خرج و رأسه يقطر ماء فصلى بهم۔(بخاری شریف، باب اذا قال الامام مکانکم حتی نرجع انتظروہ، ص۱۰۵، نمبر۶۴۰ر مسلم شریف، باب متی یقوم الناس للصلاۃ؟ ص۲۴۵، نمبر۶۰۵ر۱۳۶۷) اس حدیث میں نماز فاسد ہونے اطلاع دی۔

﴿فصل: جماعت ساقط ہونے کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ : یہ اٹھارہ اعذار ہیں جنکی موجودگی میں جماعت چھوڑ دینے کی گنجائش ہے، اوراگر وہ جماعت کا پابند تھا توان شاءاللہ جماعت کا ثواب بھی ملے گا۔لیکن شرط یہ ہے کہ یہ اعذار قوی ہوں تب گنجائش ہوگی، اورتھوڑا بہت عذر ہے تو جمات چھوڑنے کی گنجائش نہیں۔

وجہ:اس حدیث میں ہے کہ پاؤں گھسیٹتے ہوئے حضور مسجد میں تشریف لے گئے جماعت کی اتنی اہمیت ہے، حدیث یہ ہے۔كنا عند عائشة فذكرنا المواظبة على الصلاة و التعظيم لها.....فوجد النبی من نفسه خفة فخرج يهادى بين رجلين كانى انظر رجليه يخطان الارض من الوجع ۔(بخاری شریف، باب حد المرض ان یشھد الجماعۃ، ص۱۰۸، نمبر ۶۶۴) اس حدیث میں ہے کہ اتنا مرض ہو کہ زمین پر پاؤں گھسیٹ کر چل سکتا ہو تب بھی جماعت میں جانا چاہئے، اس سے زیادہ ہو تب غیر حاضر ہونے کی اجازت ہے۔

﴿یسقط حضور الجماعة بواحد من ثمانیة عشر شیئا.﴾

(۴۹۵) مطر و برد وخوف و ظلمة

اٹھارہ (۱۸) چیزوں سے جماعت میں حاضر ہونا ساقط ہوجاتا ہے:

۱:......بارش۔

۲:......سخت جاڑا۔

۳:......خوف۔

۴:......سخت تاریکی۔

۵:......قید۔

۶:......نابینا ہونا۔

۷:......فالج۔

۸:......ہاتھ پاؤں کٹے ہونے۔

۹:......بیماری۔

۱۰:......بیٹھنے والا کہ چل نہ سکے۔

۱۱:......کیچڑ۔

۱۲:......اپاہج۔

۱۳:......نہایت ضعیف۔

۱۴: مسائل دین کے فوت ہونے کا اندیشہ۔

۱۵: نفس کی خواہش ہو کھانے کی ہو اور کھانا موجود ہونا۔

۱۶:......سفر کی تیاری۔

۱۷:......مریض کی تیمارداری۔

۱۸:......شب میں سخت آندھی ہو نہ کہ دن میں۔

ترجمہ : (۴۹۵)[۱]بارش۔[۲] سخت جاڑا۔[۳] خوف۔[۴] سخت تاریکی۔

تشریح : تیز بارش ہو، یا سخت جاڑا ہو، یا سخت خوف ہو کہ باہر نکلوں گا تو دشمن تکلیف پہنچائیں گے یا کوئی اہم چیز ضائع ہو

(۴۹۶) و حبس و عمی و فلج و قطع ید و رِجل وسقام

جائے گی، یا سخت اندھیرا ہو تو اس کے لئے گنجائش ہے کہ جماعت میں شریک نہ ہو اور گھر پر نماز پڑھ لے۔

وجہ : (۱) بارش اور جاڑے کے لئے حدیث یہ ہے۔ ان ابن عمر اذن بالصلاۃ فی لیلۃ ذات برد و ریح ثم قال الا صلوا فی الرحال ، ثم قال ان رسول اللہ ﷺ کان یأمر المؤذن اذا کانت لیلۃ ذات برد و مطر یقول الا صلوا فی الرحال ۔(بخاری شریف، باب الرخصۃ فی المطر والعلۃ ان یصلی فی رحلہ، ص ۱۰۹، نمبر ۶۶۶) اس حدیث میں ہے کہ بارش اور تیز سردی میں نماز گھر میں پڑھے۔ (۲) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ من سمع المنادی فلم یمنعہ من اتباعہ عذر قالوا ما العذر؟ قال خوف او مرض ، لم تقبل منہ الصلاۃ التی صلی. (ابوداود شریف، باب التشدید فی ترک الجماعۃ، ص ۹۱، نمبر ۵۵۱) اس حدیث میں ہے کہ خوف یا مرض کی وجہ سے جماعت چھوڑنا جائز ہے۔

ترجمہ :(۴۹۶) [۵] قید ہو [۶] نابینا ہونا۔ [۷] فالج [۸] ہاتھ پاؤں کٹے ہوں، [۹] بیماری ہو۔

تشریح : آدمی قید میں ہو تو وہ جماعت میں آ ہی نہیں سکتا ہے اس لئے اس سے جماعت ساقط ہو جائے گی ، نابینا ہو جماعت ساقط ہو جائے گی۔ فالج پڑا ہو تو جماعت میں بغیر کسی کے سہارے کے نہیں آ سکے گا اور دوسرے کے سہارے پر جماعت واجب نہیں ہوتی اس لئے جماعت ساقط ہوگی۔ یہی حال ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے کا ہے، اسی طرح آدمی اتنا بیمار ہو کہ جماعت میں آنا مشکل ہو تو جماعت ساقط ہوگی، اور اگر اتنی بیماری ہے کہ آسانی سے جماعت میں آ سکتا ہے تو جماعت ساقط نہیں ہوگی۔

وجہ : (۱) قید سے جماعت ساقط ہو ہو اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ ثم غزا رسول اللہ تبوکا و ھی غزوۃ العسرۃ ...ففزع ابو لبابۃ فارتبط بساریۃ التوبۃ التی عند باب ام سلمۃ زوج النبی ﷺ سبعا بین یوم و لیلۃ فی حر شدید لا یأکل فیھن و لا یشرب قطرۃ ۔(دلائل النبوۃ للبیہقی، باب حدیث ابولبابۃ، ج خامس، ص ۲۷۰) اس حدیث میں حضرت ابولبابہؓ نے اپنے آپ کو قید کیا جسکی وجہ سے جماعت ساقط ہوگئی۔ (۲) نابینا ہو اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ ان عتبان بن مالک و ھو من اصحاب النبی ﷺ ممن شھد بدرا من الانصار انہ اتی رسول اللہ ﷺ فقال یا رسول اللہ انی قد انکرت بصری و انا اصلی لقومی و اذا کانت الامطار سال الوادی الذی بینی و بینھم و لم استطع ان آتی مسجدھم فاصلی لھم وودت انک یا رسول اللہ ! تأتی فتصلی فی مصلی اتخذہ مصلی ۔(مسلم شریف، باب الرخصۃ فی التخلف عن الجماعۃ لعذر، ص ۲۵۶، نمبر ۱۴۹۶/۶۵۷) اس حدیث میں ہے کہ آنکھ میں کمزوری ہو تو جماعت چھوڑ سکتا ہے۔ یہ بھی ہے کہ کیچڑ اور پانی اتنا ہو کہ جا نہ سکتا ہو تو جماعت چھوڑنے کی گنجائش ہے۔ (۳) فالج پڑا ہوا ہو یا ہاتھ پاؤں کٹا ہوا ہو اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ سمعت انسا یقول قال رجل من الانصار انی لا استطیع الصلاۃ معک و کان رجلا ضخما فصنع للنبی طعاما فدعاہ الی منزلہ فبسط لہ حصیرا و نضح طرف الحصیر فصلی علیہ

(۴۹۷) واقعاد ووحل وزمانة وشيخوخة (۴۹۸)وتكرار فقه بجماعة تفوته (۴۹۹)وحضور طعام

رکعتین (بخاری شریف، باب ھل یصلی الامام بمن حضر ؟ص۱۰۹،نمبر۶۷۰رمسلم شریف، باب الرخصۃ فی التخلف عن الجماعۃ لعذر،ص ۲۵۶،نمبر۱۴۹۶/۶۵۷)اس حدیث میں مجبور آدمی کو گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دی۔(۴) بیماری ہوتو اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن انس قال لم یخرج النبی ﷺ ثلاثا فاقیمت الصلاۃ فذھب ابوبکر یتقدم فقال نبی اللہ ﷺ بالحجاب فرفعہ فلما وضح وجہ النبی ﷺ ما رأینا منظرا کان اعجب الینا من وجہ النبی ﷺ حین وضح لنا فأومأ النبی ﷺ بیدہ الی ابی بکر ان یتقدم و ارخی النبی ﷺ الحجاب فلم یقدر علیہ حتی مات**(بخاری شریف، باب اھل العلم والفضل احق بالامامۃ ص۱۱۰،نمبر۶۸۱)اس حدیث میں ہے کہ سخت بیماری ہوتو جماعت میں حاضر نہ ہو

ترجمہ : (۴۹۷) [۱۰] بیٹھنے والا کہ چل نہ سکے۔[۱۱] کیچڑ۔[۱۲] اپاہج۔[۱۳] بڑھاپا۔

تشریح : جو بیٹھنے والا چل نہ سکتا ہو اس سے جماعت ساقط ہے۔ اتنا کیچڑ ہو کہ اس میں چلنا مشکل ہو اس سے جماعت ساقط ہے ۔اپاہج ہو، اسی طرح بہت بوڑھا ہو کہ چلنا مشکل ہو اس سے بھی جماعت ساقط ہے۔

وجہ : (۱) کیچڑ ہو تو جماعت ساقط ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **ان عتبان بن مالک و ھو من اصحاب النبی ﷺ ممن شھد بدرا من الانصار انہ اتی رسول اللہ ﷺ فقال یا رسول اللہ انی قد انکرت بصری و انا اصلی لقومی و اذا کانت الامطار سال الوادی الذی بینی و بینھم و لم استطیع ان آتی مسجدھم فاصلی لھم وودت انک یا رسول اللہ ! تأتی فتصلی فی مصلی اتخذہ مصلی** ۔(مسلم شریف، باب الرخصۃ فی التخلف عن الجماعۃ لعذر،ص ۲۵۶،نمبر۱۴۹۶/۶۵۷) اس حدیث میں ہے کہ کیچڑ اور پانی اتنا ہو کہ جا نہ سکتا ہو تو جماعت چھوڑنے کی گنجائش ہے ۔باقی دلیل گزر چکی ہے۔

لغت : برد: ٹھنڈک، برفباری۔حبس: قید۔فلج: فالج۔سقام: بیماری۔اقعاد: قعد سے مشتق ہے، بیٹھا رہنا، یہاں مراد ہے ایسا بیٹھا رہنا کہ چل نہ سکتا ہو۔وحل: کیچڑ۔زمانۃ: اپاہج۔شیخوخۃ: بڑھاپا۔

ترجمہ : (۴۹۸) [۱۴] جماعت کے ساتھ فقہ کی تکرار کر رہا ہو اور چھوڑ دینے سے اس کے فوت ہونے کا خطرہ۔

تشریح : جماعت کے ساتھ ایسے اہم مسئلے کی تکرار کر رہا ہو کہ اس کے فوت ہونے سے دوبارہ حاصل ہونا مشکل ہو تو جماعت ساقط ہوگی، لیکن اگر مسئلہ اتنا اہم نہ ہو، یا دوبارہ حاصل ہونے کی امید ہو تو جماعت ساقط نہیں ہوگی۔

ترجمہ : (۴۹۹)[۱۵] کھانا موجود ہو اور دل بہت چاہتا ہو۔

تشریح : کھانا موجود ہو اور بھوک اتنی لگی ہو کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے خشوع وخضوع ختم ہو جائے گا تو جماعت ساقط ہو جائے گی، اور اگر اتنی شدید بھوک نہیں ہے تو جماعت ساقط نہیں ہوگی۔

تتوقه نفسه (۵۰۰)وارادة سفر وقيامه بمريض وشدة ريح ليلا لا نهارا(۵۰۱) واذا انقطع عن الجماعة لعذر من اعذارها المبيحة للتخلّف يحصل له ثوابها .

وجه : (۱) عن انس بن مالک ان رسول الله ﷺ قال اذا قدم العشاء فابدوبه قبل ان تصلوا صلاة المغرب و لا تعجلوا عن عشائکم ۔(بخاری شریف، باب حضر الطعام واقیمت الصلاۃ،ص۱۰۹،نمبر۶۷۲رمسلم شریف،باب کراھیۃ الصلاۃ بحضرۃ الطعام الخ،ص۲۲۶،نمبر۱۲۴۲/۵۵۷) اس حدیث میں ہے کہ سخت بھوک ہواور کھانا حاضر ہوتو جماعت ساقط ہوجاتی ہے۔(۲)سمعت عائشة عن النبی ﷺ انه قال اذا وضع العشاء و اقيمت الصلاة فابدوا بالعشاء ۔(بخاری شریف،باب حضر الطعام واقیمت الصلاۃ،ص۱۰۹،نمبر۶۷۱) اس حدیث میں ہے کہ سخت بھوک ہواور کھانا حاضر ہوتو جماعت ساقط ہوجاتی ہے۔(۳) عمر بن أمية ان اباه قال رأيت رسول الله ﷺ ياكل ذراعا يحتز منها فدعى الى الصلوة فقام فطرح السكين فصلى و لم يتوضأ ۔ (بخاری شریف،باب اذادعی الامام الی الصلاۃ وبیدہ ما یاکل،ص۱۱۰،نمبر۶۷۵)اس حدیث میں ہے کہ اگرضرورت پوری ہوچکی ہوتو جماعت کے لئے جانا چاہئے۔

ترجمہ : (۵۰۰) [۱۶] سفر کی تیاری۔[۱۷] مریض کی تیمارداری۔[۱۸] شب میں سخت آندھی ہونہ کہ دن میں۔

تشریح : سفر بالکل سامنے ہواوراس کی تیاری میں ہوتو جماعت ساقط ہوجائے گی۔یا بیمار پریشان ہواور آدمی اس کی تیمارداری کررہا ہوتو جماعت ساقط ہوجائے گا۔رات میں آندھی ہوتو جماعت ساقط ہوجائے گی،البتہ دن میں ہلکی پھلکی آندھی ہواور جماعت میں شریک ہوسکتا ہو تو جماعت ساقط نہیں ہوگی۔

وجہ : (۱)مریض کی تیمارداری کے لئے حدیث یہ ہے۔كنا عند عائشة فذكرنا المواظبة على الصلاة و التعظيم لها.....فوجد النبى من نفسه خفة فخرج يهادى بين رجلين كانى انظر رجليه يخطان الارض من الوجع ۔(بخاری شریف، باب حد المرض ان یشھد الجماعۃ،ص۱۰۸،نمبر۶۶۴)اس حدیث میں ہے کہ دوآدمی حضورؐ کو لیجارہے تھے جس سے معلوم ہوا کہ جو تیمارداری میں ہواس کی جماعت ساقط ہوگی۔

ترجمہ : (۵۰۱) اگران اعذار مبیحہ مذکورہ کی وجہ سے جماعت فوت ہوجائے تب بھی اس کو جماعت کا ثواب ملے گا۔

﴿فصل : (فی الاحق بالامامة وترتیب الصوف﴾

(۵۰۲) اذا لم یکن بین الحاضرین صاحب منزل ولا وظیفة ولا ذو سلطان فالاعلم احقّ

﴿فصل:امامت کا زیادہ حقدار کون ہے،اور ترتیبِ صفوف کے بیان میں﴾

ترجمہ : (۵۰۲) جب حاضرین میں صاحبِ خانہ اور مقرر امام اور صاحبِ حکومت موجود نہ ہو تو امامت کا مستحق سب سے زیادہ مسائل جاننے والا ہے۔

تشریح : کسی کے گھر میں موجود ہو اور گھر والوں میں سے کوئی امامت کا اہل ہو تو وہ زیادہ حقدار ہے، ہاں وہ کسی اور کو اس کی اجازت دے تو وہ پڑھا سکتا ہے۔ یا مسجد ہو اور وہاں امام مقرر ہو تو وہ زیادہ حقدار ہے، یا حکومت کا کوئی بڑا آدمی ہو اور وہ امامت کا اہل ہو تو اس کا حق ہے، لیکن یہ سب نہ ہوں تو امامت کا زیادہ حقدار وہ ہے جو مسائل کو زیادہ جاننے والا ہو۔

وجہ : (۱) گھر والا زیادہ حقدار ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن ابی مسعود الانصاری قال قال رسول الله ﷺ یؤم القوم اقرؤھم لکتاب الله فان کانوا فی القراءۃ سواء فاعلمھم بالسنة فان کانوا فی السنة سواء فاقدمھم ھجرۃ. وفی حدیث آخر فان کانوا فی الھجرۃ سواء فلیؤمھم اکبرھم سنا و لا تؤمن الرجل فی اھله و لا فی سلطانه و لا تجلس علی تکرمته فی بیته الا ان یأذن لک او باذنه** (مسلم شریف، باب من احق بالامامۃ، ص ۲۷۱، نمبر ۶۷۳/۱۵۳۲/۱۵۳۴/ ابوداؤد شریف، باب من احق بالامامۃ، ص ۹۴، نمبر ۵۸۴) اس حدیث میں ہے کہ کوئی آدمی دوسرے کے گھر میں امامت نہ کرے جس کا مطلب یہ ہے کہ گھر والا زیادہ حقدار ہے۔ اسی حدیث میں ,ولا فی سلطانه، اس کی سلطنت میں نہ کرے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ سلطنت والا امامت کا زیادہ حقدار ہے۔ (۲) اس عمل صحابی میں ہے۔ **ان ابا سعید صنع طعاما ثم دعا ابا ذر، و حذیفة و ابن مسعود فحضرت الصلاۃ فتقدم ابو ذر لیصلی بھم فقال له ابو حذیفة ورائک، رب البیت احق بالامامة، فقال له ابو ذر : کذالک یا ابن مسعود ؟ قال نعم قال فتأخر ابو ذر** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یأتی فی ربعہ، ج ثانی، ص ۲۶۰، نمبر ۳۸۲۹) اس اثر میں ہے کہ گھر والا زیادہ حقدار ہے۔ (۳) **عن عمران بن حصین قال قال لنا رسول الله ﷺ ان اخاکم النجاشی قد مات فقوموا فصلوا علیه فقمنا فصففنا کما یصف علی المیت و صلینا علیه کما یصلی علی المیت** ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی صلوۃ النبی ﷺ علی النجاشی، ص ۲۰۱، نمبر ۱۰۳۹/ بخاری شریف، باب الصلوۃ علی الجنائز بالمصلی والمسجد، ص ۱۷۷، نمبر ۱۳۲۷) حضورؐ سب کے امیر تھے اس لئے آپ نے نماز پڑھائی۔ (۴) والی اور امیر نماز کا زیادہ حقدار ہے اس کی دلیل یہ اثر ہے ۔ **سمعت ابا حازم یقول انی لشاھد یوم مات الحسن بن علی فرأیت الحسین ابن علی یقول لسعید بن العاص ویطعن فی عنقه تقدم فلولا انھا سنة**

بالامامة(۵۰۳) ثم الاقرأ ثم الاورع ثم الاسنّ ثم الاحسن خُلقا ثم الاحسن وجها ثم الاشرف نسبا ثم ما قدمت وكان بينهم شيء (سنن للبیہقی، باب من قال الوالی احق بالصلوۃ علی المیت من الولی، ج رابع، ص ۴۶، نمبر ۶۸۹۴/ مصنف عبد الرزاق، باب من اُحق بالصلوۃ علی المیت، ج ثالث، ص ۳۰۲، نمبر ۶۳۹۶) اس اثر میں حضرت حسینؓ حضرت حسنؓ کے ولی تھے۔لیکن سعید بن عاص کو نماز جنازہ کے لئے آگے بڑھایا۔ کیونکہ وہ اس وقت والی اور امیر تھے۔اور حضرت حسینؓ نے فرمایا یہ سنت ہے اس لئے والی اور امیر نماز پڑھانے کا ولی سے زیادہ حقدار ہیں۔(۵) مقرر امام زیادہ حقدار ہے اس کی دلیل یہ قول صحابی ہے۔ عن علی قال الامام احق من صلی جنازة،ذهبت مع ابراهيم الى جنازة وهو وليهافارسل الى امام الحی فصلی علیها (مصنف ابن ابی شیبة ۳۷، ما قالوا فی تقدم الامام علی الجنازۃ، ج ثانی، ص ۴۸۳، نمبر ۱۱۳۰۵/۱۱۳۰۶/ مصنف عبد الرزاق، باب من اُحق بالصلوۃ علی المیت، ج ثالث، ص ۳۰۲، نمبر ۶۳۹۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مسجد کا امام نماز کا حقدار ہے۔

(۶) سنت کو زیادہ جاننے والا امامت کا حقدار ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن ابی موسی قال مرض النبی ﷺ فاشتد مرضه فقال مروا ابا بكر فليصل بالناس۔(بخاری شریف، باب اہل العلم والفضل احق بالامامة، ص ۱۱۰، نمبر ۶۷۸/ مسلم شریف، باب استخلاف الامام اذا عرض لہ عذر، ص ۱۷۷، نمبر ۴۱۸/ ۹۳۶) (۶) عن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ ليلنی منكم اولوا الاحلام والنهى ثم الذين يلونهم ثلاثا (مسلم شریف، باب تسویۃ الصفوف واقامتھا وفضل الاول فالاول، ص ۱۸۴، نمبر ۴۳۲/ ۹۷۴/ ابو داود شریف، باب من یستحب ان یلی الامام فی الصّف وکراھیت التأخر، ص ۱۰۵، نمبر ۶۷۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عقل اور سمجھ رکھنے والے کو امام کے قریب رہنا چاہئے تا کہ ضرورت پر امامت کے کام آئے۔ یہ نہیں کہا کہ قاری کو حضورؐ کے قریب ہونا چاہئے (۸) حدیث میں ہے عن عقبة بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ يوم الناس اقدمهم هجرة وان كانوا فى الهجرة سواء فافقههم فى الدين وان كانوا فى الدين سواء فاقرؤهم للقرآن (دار قطنی، باب من احق بالامامة، ج اول، ص ۲۸۴، نمبر ۱۰۷۲/ مستدرک للحاکم، کتاب الصلوۃ، ج اول، ص ۳۷۰، نمبر ۸۸۶) اس میں بھی افقہ کو زیادہ حق امامت دیا گیا ہے۔ ۔تاہم کسی غیر افضل نے امامت کر لی تو نماز ہو جائے گی۔

ترجمه : (۵۰۳) پھر زیادہ اچھی طرح قرآن پڑھنے والا، پھر زیادہ عمر والا، پھر زیادہ اچھے اخلاق والا، پھر زیادہ اچھی صورت والا، پھر زیادہ شریف نسل والا، پھر زیادہ اچھی آواز والا، پھر زیادہ پاکیزہ کپڑے والا مستحق ہوگا۔

تشریح : اگر مجلس میں سب مسئلے کے جاننے کے اعتبار سے برابر ہوں تو پھر زیادہ حقدار اچھا قرآن پڑھنے والا ہے، وہ بھی سب برابر درجے کا ہو تو جو زیادہ عمر والا ہو وہ حقدار ہے۔لیکن عمر کے اعتبار سب برابر ہوں تو جو زیادہ اچھے اخلاق والا ہو وہ حقدار ہے۔ اخلاق میں بھی سب برابر ہوں تو جو زیادہ خوبصورت ہو وہ حقدار ہے، اور اس میں بھی سب برابر ہوں تو جو نسب کے اعتبار سے زیادہ شریف ہوں اس کا حق ہے۔اور اس میں بھی سب برابر ہوں تو جسکی آواز اچھی ہو اس کا حق ہے، اور اس میں بھی سبھی برابر ہوں تو

الاحسن صوتا ثم الانظف ثوبا(۵۰۴) فان استووا یقرع او الخیار للقوم فان اختلفوا فالعبرة بما

کپڑے کے اعتبار سے عمدہ ہو اس کا حق ہے، انتخاب کرنے میں یہ ترتیب ہے کیونکہ اس سے نمازیوں کے دلوں میں اہمیت ہوتی ہے

وجہ : (ا) گھر والا زیادہ حقدار ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن ابی مسعود الانصاری قال قال رسول الله ﷺ یؤم القوم اقرؤهم لکتاب الله فان کانوا فی القراء ة سواء فاعلمهم بالسنة فان کانوا فی السنة سواء فاقدمهم هجرة. وفی حدیث آخر فان کانوا فی الهجرة سواء فلیؤمهم اکبرهم سنا و لا تؤمن الرجل فی اهله و لا فی سلطانه و لا تجلس علی تکرمته فی بیته الا ان یأذن لک او باذنه** (مسلم شریف، باب من احق بالامامة، ص ۲۷۱، نمبر ۱۵۳۲/۶۷۳/۱۵۳۴/ابو داؤد شریف، باب من احق بالامامة، ص ۹۴، نمبر ۵۸۴) اس حدیث میں ہے کہ قاری کو زیادہ حق ہے، لیکن دوسری حدیث سے ثابت کیا کہ اعلم بالسنہ کو زیادہ حق ہے اس لئے اس کے بعد قاری امامت کا زیادہ حقدار ہوگا۔ پھر زیادہ عمر والا۔(۲) حدیث میں ہے۔ **عن عمرو بن سلمة قال : لی أبو قلابة .....فاذا حضرت الصلوة فلیوء ذن احدکم و لیوء مکم أکثرکم قرآنا** ۔(بخاری شریف، باب [باب مقام النبی ﷺ بمکة زمن الفتح، ص ۷۲۸، نمبر ۴۳۰۲/ابو داود شریف، باب من احق بالامامة، ص ۹۴، نمبر ۵۸۵) اس حدیث میں ہے کہ جسکو قرآن زیادہ آتا ہو اسکو امامت کا زیادہ حق ہے ۔(۳) اس حدیث میں ہے کہ پرہیزگار زیادہ بہتر ہے۔ **عن مرثد بن ابی مرثد الغنوی و کان بدریا قال : قال رسول الله ﷺ : ان سرکم أن تقبل صلوتکم فلیوء مکم خیارکم فانهم وفدکم فیما بینکم و بین ربکم عزوجل** ۔ (مستدرک للحاکم، ذکر مناقب مرثد بن ابی مرثد الغنوی، ج ثالث، ص ۲۴۶، نمبر ۴۹۸۱/سنن بیہقی، باب اجعلوا ائمتکم خیارکم، ج ثالث، ص ۱۲۹، نمبر ۵۱۳۳) اس حدیث میں ہے کہ اپنے میں سے اچھے لوگ کو امام بناؤ تو نماز قبول ہوگی۔(۴) **عن مالک بن الحویرث قال قدمنا علی النبی ﷺ ... قال ...فاذا حضرت الصلوة فلیؤذن لکم احدکم ولیؤمکم اکبرکم** (بخاری شریف، باب اذا استووا فی القراءة فلیؤمهم اکبرهم، ص ۹۴، نمبر ۶۸۵/مسلم شریف، باب من احق بالامامة، ص ۲۳۷، نمبر ۱۵۳۵/۶۷۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سبھی ہجرت اور قرأت میں برابر ہوں تو عمر کے اعتبار سے جو زیادہ ہو اس کو امامت کا حق ہے۔(۵) **عن ابی مسعود الانصاری یقول قال لنا رسول الله ﷺ : یؤم القوم اقرؤهم لکتاب الله و أقدمهم قرأة فان کانت قرأتهم سواءً فلیوء مهم أقدمهم هجرة فان کانوا فی الهجرة سواءً فلیوء مهم أکبرهم سناً** (مسلم شریف، باب من احق بالامامة ص ۲۳۶ نمبر ۱۵۳۴/۶۷۳/ابو داؤد شریف، باب من احق بالامامة ص ۹۴ نمبر ۵۸۲) اس حدیث میں ہے کہ سب میں برابر ہوں تو جو عمر میں بڑے ہوں وہ امامت کا حقدار ہیں۔(۶) اچھی آواز والے کو ترجیح دی جائے گی اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن انس قال قال رسول الله ﷺ لکل شیء حلیة و حلیة القرآن الصوت الحسن** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب صوت الحسن، ج ثانی، ص ۳۱۹، نمبر ۴۱۸۴)

اختاره الاکثر(۵۰۵) وان قدَّموا غیر الاولی فقد اساء وا.(۵۰۶)وکره امامة العبد والاعمی

اصول :جو چیز لوگوں کے دلوں کو زیادہ کھینچنے والی ہو امامت میں اس کی رعایت کی جائے گی۔

لغت : وظیفة:تنخواہ والا امام۔ذو سلطان:بادشاہ کی جانب سے جو بڑا آدمی مقرر ہو۔اعلم:سے مراد حدیث اور فقہ اور مسائل کو جاننے والا ہے۔اورع:پرہیز گار۔اسن:سن سے مشتق ہے،عمر دراز ہونا۔انظف:نظافت سے مشتق ہے،جو زیادہ صاف ستھرا رہتا ہو۔

ترجمہ :(۵۰۴)اگر سب برابر درجہ والے ہوں تو قرعہ ڈالے،یا قوم جسے اختیار کرے۔اگر آپس میں اختلاف ہو تو کثرتِ رائے کا اعتبار ہوگا۔

تشریح : اگر سب ہر چیز میں برابر درجے کے ہوں اور کسی وجہ سے ترجیح نہیں ہوسکتی ہو تو اب تین صورتیں ہیں[۱]قرعہ ڈالے اور جس کا نام نکلے وہ امامت کرائے۔[۲]یا قوم جسکو پسند کرلے وہ منتخب ہوجائے۔[۳]اور قوم میں اختلاف ہوجائے تو جسکی طرف زیادہ رائے ہو اس کو امامت کے لئے منتخب کرلے۔

وجہ : مشکل کام میں قرعہ ڈالے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن عائشةؓ قالت کان رسول الله ﷺ اذا اراد سفرا اقرع بین نسائه فأیتهن خرج سهمها خرج بها معه** ۔(بخاری شریف،باب القرعة فی المشکلات،ص۴۳۸،نمبر۲۶۸۸) اس حدیث میں ہے کہ سب برابر ہوں تو قرعہ سے فیصلہ کرے۔

ترجمہ : (۵۰۵) اگر غیر اولی آدمی کو مقدم کیا تو اچھا نہیں کیا۔

تشریح : اگر غیر اولی کو امام بنادیا تو نماز ہوجائے گی اس میں کوئی کراہیت نہیں ہے،البتہ اچھا نہیں کیا،کیونکہ حقدار کو حق نہیں دیا

ترجمہ: (۵۰۶) اور غلام اور نابینا اور دہقانی اور ولدِ زنا جو جاہل ہو اور فاسق اور بدعتی کی امامت مکروہ ہے۔

تشریح : یہ وہ لوگ ہیں جن سے عام حالات میں لوگ کراہیت کرتے ہیں اس لئے انکی امامت مکروہ ہے،لیکن اگر یہ پڑھے لکھے لوگ ہوں اور معاشرہ میں معزز ہوں تو انکی امامت مکروہ نہیں،یا کوئی دوسرا آدمی امامت کے لائق نہیں ہے تو بھی انکی امامت مکروہ نہیں ہے۔نابینا آدمی کو نظر نہیں آتا اس لئے نجاست سے احتیاط نہیں کرپاتا اس لئے اس کی امامت مکروہ ہے۔تاہم امامت کرلی تو نماز ہوجائے گی۔

وجہ :(۱) **عن مرثد بن ابی مرثد الغنوی و کان بدریا قال : قال رسول الله ﷺ : ان سرکم أن تقبل صلوتکم فلیوء مکم خیارکم فانهم وفدکم فیما بینکم و بین ربکم عزوجل** ۔(مستدرک للحاکم،ذکر مناقب مرثد بن ابی مرثد الغنوی،ج ثالث،ص۲۴۶،نمبر۴۹۸۱رسنن بیہقی،باب اجعلوا أئمتکم خیارکم،ج ثالث،ص۱۲۹،نمبر۵۱۳۳)اس حدیث میں ہے کہ اپنے میں سے اچھے لوگوں کو امام بناؤ تو نماز قبول ہوگی۔(۲)**سألت ابراهیم عن ولد الزنا و الاعرابی و العبد**

والاعرابی وولد الزنا الجاهل والفاسق والمبتدع(۵۰۷) وتطویل الصلوة (۵۰۸)وجماعة العراة

و الاعمی هل یؤمون ؟ قال نعم اذا اقاموا الصلاة . (مصنف عبدالرزاق، باب ھل یوم ولدالزنا؟، ج ثانی، ص۲۶۳، نمبر ۳۸۴۹)اس قول تابعی میں ہے کہ نماز کھڑی ہوگئی اور کوئی نہ ہوتو امامت کرسکتا ہے، ورنہ تو اچھا نہیں ہے۔(۳) عجمی کا قرآن درست نہیں ہوتا اس لئے اسکی امامت مکروہ ہے، اس کے لئے اثر یہ ہے ۔ سمعت عبید ابن عمیر یقول : اجتمعت جماعة فیما حول مکة ....فقال المسوربن مخرمة : انظرنی یا امیر الموء منین ان الرجل کان أعجمی اللسان و کان فی الحج فخشیت أن یسمع بعض الحجاج قرأته فیأخذ بعجمته ، فقال : ھنالک ذھبت بھا فقال : نعم فقال [عمر] أصبتَ ۔ (سنن بیہقی، باب کراھیت امامۃ الأ عجمی واللحان، ج ثالث، ص۱۲۷، نمبر۵۱۲۷)اس اثر میں دیہاتی کو امامت سے پیچھے ہٹایا کیونکہ اسکی قرأت اچھی نہیں تھی ۔(۴)وکانت عائشة یؤمھا عبدھا زکوان من المصحف ۔۔عن ابن عمر قال : لما قدم المھاجرون الاولون العصبة ۔موضع بقباء۔ قبل مقدم رسول اللہ ﷺ کان یوء مھم سالم مولی ابی حذیفة ، و کان اکثرھم قرآناً ۔(بخاری شریف، باب امامۃ العبدوالمولی ص۹۶نمبر۶۹۲) اس حدیث میں ہے کہ غلام امامت کرسکتا ہے بشرطیکہ علم ہواور لوگ اسکو پسند کرتے ہوں ۔(۵) نابینا کی امامت کے بارے میں یہ حدیث ہے۔عن انس ان النبی ﷺ استخلف ابن ام مکتوم یؤم الناس وھو اعمی (ابوداؤدشریف، باب امامۃ الاعمی ص۹۵نمبر۵۹۵)اس سے معلوم ہوا کہ نابینا پاکی ناپاکی کا احتیاط رکھتا ہواور قوم میں باعزت ہوتو ان کو امام بنایا جاسکتا ہے۔مکروہ نہیں ہے۔(۶)اور فاسق کے پیچھے نماز ہوجائے گی اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن عبید اللہ بن عدی بن خیار انه دخل علی عثمان بن عفان وھو محصور فقال انک امام عامة ونزل بک ما تری و یصلی لنا امام فتنة و نتحرج فقال الصلوة احسن ما یعمل الناس فاذا احسن الناس فاحسن معھم واذا اساء فاجتنب اساتھم (بخاری شریف، باب امامۃ المفتون والمبتدع ص۹۶نمبر۶۹۵)اس اثر سے معلوم ہوا کہ فاسق کے پیچھے نماز پڑھی جاسکتی ہے اگر چہ مکروہ ہے (۷)عن ابی ھریرة قال : قال رسول اللہ ﷺ : الصلوة المکتوبة واجبة خلف کل مسلم براً کان أو فاجراً و ان عمل الکبائر ۔(ابوداودشریف، باب امامۃ البروالفاجر، ص۹۵، نمبر۵۹۴)(۸) عن ابی ھریرة ان رسول اللہ ﷺ قال صلوا خلف کل بر و فاجر و صلوا علی کل بر و فاجر (دارقطنی ، باب صفة من تجوز الصلوۃ معه والصلوۃ علیه، ج ثانی، ص۴۴، نمبر۱۷۵۰ سنن للبیہقی ، باب الصلوۃ علی من قتل فی نفسه غیر مستحل لقتلھا، ج رابع ، کتاب الجنائز، ص۲۹، نمبر۶۸۳۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فاسق کے پیچھے نماز ہوجائے گی۔

ترجمه : (۵۰۷)اور نماز کو حدِ مسنون سے زیادہ کرنا مکروہ ہے۔

تشــریح : جن نمازوں میں جتنی قرأت مسنون ہے، مثلا فجر اور ظہر میں طوال مفصل، عصر اور عشاء میں اوساط مفصل، اور مغرب

والنساء فان فعلن یقف الامام وسطهن کالعراة

میں قصار مفصل، اس سے بہت زیادہ پڑھنا جس سے مقتدی اکتا جائے، یہ مکروہ ہے۔

وجه : اخبرنی ابو مسعود ان رجل قال والله یا رسول الله انی لاتأخر عن صلوة الغداة من اجل فلان مما یطیل بنا فما رأیت رسول الله ﷺ فی موعظه اشد غضبا منه یومئذ ثم قال ان منکم منفرین فایکم ما صلی بالناس فلیتجوز فان فیهم الضعیف والکبیر و ذاالحاجة ۔دوسری روایت میں ہے۔ و اذا صلی احدکم لنفسه فلیطول ما شاء (بخاری شریف، باب تخفیف الامام فی القیام واتمام الرکوع والسجود، ص ۱۱۵، نمبر ۷۰۲/۷۰۳/ مسلم شریف، باب أمر الائمۃ بتخفیف الصلوۃ فی تمام، ص ۱۸۸، نمبر ۴۶۶/۱۰۴۴) اس حدیث میں ہے کہ بہت لمبا کرنا مکروہ ہے لیکن اپنے لئے پڑھے تو جتنی چاہے لمبی قرأت کرسکتا ہے۔

ترجمه : (۵۰۸) اور ننگا آدمی اور عورتوں کی جماعت مکروہ ہے۔ اگر یہ دونوں جماعت کرنا چاہیں تو امام وسط میں کھڑا رہے۔

تشریح : آدمیوں کے پاس کپڑا نہ ہو تو یہ الگ الگ نماز پڑھے جماعت کرنا مکروہ ہے، اور اگر جماعت کرلیں تو امام بیچ میں بیٹھے سب سے آگے نہ ہو تا کہ زیادہ بے پردگی نہ ہو۔ اسی طرح صرف عورتوں کی جماعت مکروہ ہے، لیکن اگر کرنا چاہے تو امام درمیان میں کھڑی ہو مرد کی طرح آگے نہ ہو تا کہ زیادہ بے پردگی نہ ہو۔

وجه: (۱) امام بیچ میں کھڑا ہو اس کے لئے یہ عمل صحابی ہے۔ عن قتادہ قال ۔ اذا خرج ناس من البحر عراة فأمهم أحدهم صلوا قعودا ، و کان امامهم معهم فی الصف و یومئون ایماءً ۔(مصنف عبدالرزاق، باب صلوۃ العریان، ج ثانی، ص ۳۸۴، نمبر ۴۵۷۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ننگا آدمی بیٹھ کر نماز پڑھے گا اور اشارہ سے نماز پڑھے گا، اور صف کے درمیان کھڑا ہوگا۔ (۲) عورت بیچ میں کھڑی ہو اس کے لئے یہ عمل صحابیہ ہے ۔عن ریطة الحنفیة قالت أمتنا عائشة فقامت بینهن فی الصلوة المکتوبة فی حدیث آخر. عن حجیرة بنت حصین قالت : أمتنا ام سلمة فی صلوة العصر فقامت بیننا (دار قطنی، باب صلوۃ النساء جماعۃ وموقف امامھن، ج اول، ص ۳۸۸ نمبر ۱۴۹۲/۱۴۹۳/ مستدرک للحاکم، باب فی فضل الصلوات الخمس، ج اول، ص ۳۲۰، نمبر ۷۳۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ عورت کی امامت جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ درمیان میں کھڑی ہوگی۔ (۳) عورت کی امامت مکروہ ہونے کی وجہ یہ حدیث ہے۔ عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ خیر صفوف الرجال اولها وشرها آخرها و خیر صفوف النساء آخرها و شرها اولها. (مسلم شریف، باب تسویۃ الصفوف واقامتھا وفضل الاول الخ، ص ۱۸۲، نمبر ۴۴۰/۹۸۵/ ابوداؤد شریف، باب صف النساء والتأخر عن الصف الاول، ص ۱۰۶، نمبر ۶۷۸) جب عورت کو اگلی صف میں جانا مکروہ ہے تو امامت کرنا بھی مکروہ ہوگا کیونکہ اس میں آگے جانا ہوتا ہے۔ (۴) عن ام حمید امرأة ابی حمید الساعدی : أنها جائت النبی ﷺ فقالت : یا رسول الله ﷺ انی احب الصلوة

(٥٠٩) ويقف الواحد عن يمين الامام والاكثر خلفه(٥١٠) ويصفّ الرجال ثم الصبيان ثم الخناثى ثم النساء.

معک ؟ قال : قد علمت ُانک تحبين الصلوة معی و صلوتک فی بيتک خير لک من صلوتک فی حجرتک ۔(مسند احمد، باب حدیث ام حمیدؓ، ج سابع، ص۵۱۴ نمبر ۲۷۶۵۰ ۲/سنن بیہقی، باب خیر مساجد النساء قعر بیوتھن، ج ثالث، ص۱۸۸، نمبر ۵۳۶۱)اس حدیث میں ہے کہ کمرے میں نماز پڑھنا عورت کے لئے زیادہ بہتر ہے تو وہ امامت کیسے کرائے گی

ترجمہ : (۵۰۹) اور ایک مقتدی امام کی داہنی جانب اور زیادہ ہوں تو پیچھے کھڑے ہوں۔

وجہ : (۱) دائیں جانب افضل ہے اس لئے ایک آدمی مقتدی ہو تو امام اس کو اپنی دائیں جانب میں کھڑا کرے (۲) حدیث یہ ہے۔عن ابن عباس قال صليت مع النبی ﷺ ذات ليلة فقمت عن يساره فاخذ رسول الله ﷺ برأسی من ورائی فجعلنی عن يمينه فصلی. (بخاری شریف، باب اذا قام الرجل عن یسار الامام وحولہ الامام خلفہ الی یمینہ تمت صلوتہ ص ۱۰۰ نمبر ۷۲۶/مسلم شریف، باب صلوۃ النبی ﷺ ودعاءہ باللیل، ص۲۶۰، نمبر ۷۶۳/۱۷۸۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک مقتدی ہو تو اس کو دائیں جانب کھڑا کرنا چاہئے۔لیکن امام سے تھوڑا پیچھے کھڑا ہوگا۔ (۲) دو ہوں تو امام کے پیچھے کھڑا ہو۔عن انس بن مالک قال صليت انا و يتيم فی بيتنا خلف النبی و امی خلفنا ام سليم (بخاری شریف، باب المرأۃ وحدھا تکون صفا، ص۱۱۸، نمبر ۷۲۷/ابوداؤد شریف، باب اذا کانوا ثلثۃ کیف یقومون، ص۹۹، نمبر ۶۱۲)اس حدیث میں انس اور یتیم دو آدمی تھے تو حضورؐ کے پیچھے کھڑے ہوئے۔(۳) قال اتينا جابر بن عبد الله ، قال سرت مع رسول الله ﷺ فی غزوة فقام يصلی.... ثم جئت حتی قمت عن يسار رسول الله ﷺ فاخذ بيدی فأدارنی حتی اقامنی عن يمينه فجاء ابن صخر حتی قام عن يساره فاخذنا بيديه جميعا حتی اقامنا خلفه۔(ابوداود شریف، باب اذا کان الثوب ضیقا یتزر بہ، ص۱۰۲، نمبر ۶۳۴)اس حدیث میں ہے کہ دو ہوئے تو پیچھے کھڑا کیا۔

ترجمہ : (۵۱۰) صف لگائی جائے گی پہلے مردوں کی، پھر بچوں کی، پھر خنثی کی، پھر عورتوں کی۔

تشریح : اگر کئی قسم کے لوگ ہوں تو پہلے مردوں کی صف ہوگی، پھر بچوں کی پھر خنثی کی، اور اخیر میں عورتوں کی۔چونکہ خنثی مرد اور عورت کے درمیان کے لوگ ہیں اس لئے ان کو عورتوں سے تھوڑا آگے کھڑا کیا۔

وجہ : (۱) عن انس بن مالک قال صليت انا و يتيم فی بيتنا خلف النبی و امی خلفنا ام سليم۔(بخاری شریف، باب المرأۃ وحدھا تکون صفا، ص۱۱۸، نمبر ۷۲۷/ابوداؤد شریف، باب اذا کانوا ثلثۃ کیف یقومون، ص۹۹، نمبر ۶۱۲) اس حدیث میں مرد پہلے ہیں پھر جو بچے بھی ہیں اور اخیر میں عورتیں ہیں۔(۲)عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ خير

﴿فصل : (فیما یفعله المقتدی بعد فراغ امامه من واجب و غیره﴾

(۵۱۱)لو سلّم الامام قبل فراغ المقتدی من التشهد یُتمّه (۵۱۲)ولو رفع الامام رأسه قبل تسبیح المقتدی ثلاثا فی الرکوع او السجود یتابعه (۵۱۳) ولو زاد الامام سجدة او قام بعد القعود الاخیر

صفوف الرجال اولها وشرها آخرها و خیر صفوف النساء آخرها و شرها اولها. (مسلم شریف، باب تسویة الصفوف واقامتها وفضل الاول الخ، ص۱۸۶، نمبر۹۸۵/۴۴۰/ابوداؤد شریف، باب صف النساء والتأخرعن الصّف الاول، ص۱۰۶، نمبر۶۷۸)اس حدیث میں ہے کہ عورت کی صف اخیر میں ہونی چاہئے۔

﴿فصل:۔امام کے فارغ ہونے کے بعد مقتدی کے افعالِ واجبہ کا بیان﴾

ترجمه : (۵۱۱) اگر امام مقتدی کے تشہد پڑھنے سے پہلے سلام پھیرے تو مقتدی اپنا تشہد پورا کرے۔

تشریح : تشہد پڑھنا واجب ہے اس لئے تشہد پڑھنے سے پہلے امام سلام پھیر دے تو مقتدی اپنا تشہد پورا کرے اس کے بعد سلام پھیرے۔ کیونکہ تشہد واجب ہے، اور آگے کوئی کام بھی نہیں ہے اس لئے تشہد پورا کر کے سلام پھیرے۔ یہ مسئلہ دو اصولوں پر ہے[۱] ایک یہ ہے کہ امام کی اقتداء واجب ہے اس لئے اگر امام کے ساتھ چلنے میں کوئی واجب چھوٹ رہا تو اس سے تاخیر کی جائے گی، اور اگر سنت چھوٹ رہی ہو تو اس کو چھوڑ کر امام کے ساتھ ہو کر عمل کیا جائے گا۔

ترجمه(۵۱۲)اگر امام نے اپنا سر رکوع میں یا سجدے میں مقتدی کے تین مرتبہ تسبیح سے پہلے اٹھالیا تو مقتدی اس کی اتباع کرے

تشریح : رکوع میں یا سجدے میں تین مرتبہ تسبیح پڑھنا سنت ہے، اور امام کی اتباع کرنا واجب ہے اس لئے اگر امام نے سر اٹھالیا اور تین تسبیح چھوٹ گئی تب بھی امام کی متابعت کرے۔

وجه : (۱)اس حدیث میں ہے کہ امام کی متابعت کرو۔عن انس بن مالکؓ .....و قال انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا و اذا رکع فارکعوا و اذا رفع فارفعوا ۔(بخاری شریف، باب صلاۃ القاعد، ص۱۷۸، نمبر۱۱۱۴/مسلم شریف، باب ائتمام المأموم بالامام، ص۱۷۴، نمبر۹۲۱/۴۱۱)اس حدیث میں ہے کہ امام کے ساتھ تکبیر کہو۔(۲)اس حدیث میں ہے کہ پہلا تشہد چھوڑ کر کھڑے ہوئے تو مقتدی بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔عن عبد الله بن بحینة انه قال صلی لنا رسول الله ﷺ رکعتین ثم قام فلم یجلس فقام الناس معه فلما قضی صلاته و انتظر التسلیم کبر فسجد سجدتین ۔(ابوداود شریف، باب من قام من ثنتین ولم یتشهد، ص۱۵۷، نمبر۱۰۳۴) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ اٹھے تو اس کے ساتھ مقتدی بھی کھڑے ہوئے۔

ترجمه : (۵۱۳) اور اگر امام سجدہ زیادہ کرے، یا قعدہ اخیرہ کے بعد بھول سے کھڑا ہو جائے تو مقتدی اس کی تابعداری نہ

ساهيا لا يتّبعه المؤتمّ وان قيدها سلّم وحده (۵۱۴) وان قام الامام قبل القعود الاخير ساهيا انتظره المأموم فان سلّم المقتدى قبل ان يقيد امامه الزائدة بسجدة فسد فرضه (۵۱۵) وكره سلام

کرے۔اور اگر امام زائد رکعت کا سجدہ کر لیوے تو مقتدی سلام پھیر دے۔

تشریح : امام دو سجدے کے بجائے تین سجدہ کر لے تو چونکہ یہ نماز کا حصہ نہیں ہے اس لئے مقتدی اس کی اتباع نہ کرے۔اور قعدہ اخیرہ کے بعد بھول کر کھڑا ہو جائے تو یہ بھی نماز کا حصہ نہیں ہے اور آگے سلام کے علاوہ اور کوئی کام بھی نہیں ہے اس لئے مقتدی اس کی اتباع نہ کرے۔اور اگر اگلی رکعت پوری کر کے اس کا سجدہ بھی کر لیا تو اب اس کے واپس ہونے کا کوئی چانس نہیں ہے، کیونکہ وہ دوسری رکعت پوری کر کے سلام پھیرے گا،اس لئے مقتدی اب اکیلے سلام پھیر دے۔

ترجمہ : (۵۱۴) اور اگر امام قعدۂ اخیرہ سے پہلے بھول کر کھڑا ہو جائے تو مقتدی اس کے لوٹنے کا انتظار کرے۔اور امام کے زائد رکعت کے سجدہ کرنے سے پہلے اگر مقتدی سلام پھیر دے گا تو اس کی فرض نماز فاسد ہو جائے گی

تشریح : قعدہ اخیرہ فرض ہے اس کو بھول کر کھڑے ہو گئے تو امام کے ساتھ ایک فرض رہ گیا اس لئے انکے لوٹنے کا انتظار کرے تا کہ ساتھ سلام پھیرے۔لیکن اگر ابھی امام نے اگلی رکعت کا سجدہ نہیں کیا تھا اور مقتدی نے سلام پھیر دیا تو مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

وجہ : اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ **عن انس ان النبی ﷺ حضهم علی الصلاة و نهاهم ان ينصرفوا قبل انصرافه من الصلاة** ۔(ابوداود شریف، باب فیمن ینصرف قبل الامام، ص ۱۰۱، نمبر ۶۲۴) اس حدیث میں ہے کہ امام سے پہلے نماز سے نہ نکلے۔

ترجمہ : (۵۱۵) اور امام کے تشہد کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے مقتدی کا سلام پھیرنا مکروہ ہے۔

تشریح امام نے قعدہ آخیرہ میں تشہد پڑھ لیا لیکن ابھی سلام نہیں پھیرا تو مقتدی ابھی سلام نہ پھیرے اس کا سلام پھیرنا مکروہ ہے

وجہ :(۱) حدیث کے اعتبار سے مقتدی کو امام کی اتباع کرنی چاہئے،اور اس نے اتباع نہیں کی اس لئے مکروہ ہے، تاہم امام کے ساتھ تشہد پڑھ چکا ہے اس لئے نماز ہو جائے گی۔ (۲) اس حدیث میں ہے۔ **عن عتبان بن مالک قال صلينا مع النبی ﷺ فسلمنا حين سلم** ۔(بخاری شریف، باب یسلم حین یسلم الامام، ص ۱۳۶، نمبر ۸۳۸) (۳) لیکن اگر سلام پھیر دیا تو نماز پوری ہو جائے گی،اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ **عن عبد الله بن عمر ان رسول الله ﷺ قال اذا جلس الامام فی آخر ركعة ثم احدث رجل من خلفه قبل ان يسلم الامام فقد تمت صلوته** ۔(دار قطنی، باب من احدث قبل التسلیم، ج اول، ص ۳۶۸ نمبر ۱۴۰۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقتدی بھی مقدار تشہد بیٹھنے کے بعد حدث کر دے تو اس کی نماز پوری ہو جائے گی،اسی طرح سلام پھیر دے تو نماز پوری ہو جائے گی۔

المقتدی بعد تشهد الامام قبل سلامه.

﴿فصل : (فی الاذکار الواردة بعد الفرض﴾

(۵۱۶) القیام الی السنة متصلا بالفرض مسنون وعن الشمس الائمة الحلوانی لا بأس بقراءة الاوراد بین الفریضة والسنة. (۵۱۷)ویستحب للامام بعد سلامه ان یتحوّل الی یساره لتطوّع بعد الفرض (۵۱۸) وان یستقبل بعده الناس ویستغفرون الله ویقرءون آیة الکرسی والمعوذات

﴿فصل: فرض نماز کے بعد اذکار کے بیان میں﴾

ترجمه : (۵۱۶) فرض نماز کے بعد متصلا نماز کے لئے کھڑا ہونا سنت ہے۔اور شمس الائمہ حلوانیؒ سے مروی ہے کہ فرض وسنت کے درمیان اَوراد پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

تشریح : فرض نماز کے بعد متصلا سنت نماز پڑھے،البتہ تھوڑا ہٹ کر پڑھے،اور شمس الائمہ حلوانیؒ کی رائے ہے کہ فرض اور سنت کے درمیان اوراد ووظائف پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وجه :(۱) سنت پڑھے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن مغیرة بن شعبة قال قال لا یصلی الامام فی الموضع الذی صلی فیه حتی یتحول ۔(ابوداود شریف، باب الامام یتطوع فی مکانه،ص ۱۰۰،نمبر ۶۱۶) اس حدیث میں ہے کہ نماز کے بعد سنت پڑھے۔(۲) اوراد کے لئے یہ حدیث ہے۔عن ابی هریرة قال جاء الفقراء الی النبی ﷺ ..... تسبحون و تحمدون و تکبرون خلف کل صلاة ثلاثا وثلاثین۔(بخاری شریف، باب الذکر بعد السلام،ص ۱۳۷،نمبر ۸۴۳)

ترجمه :(۵۱۷) اور امام کے لئے مستحب ہے کہ سلام کے بعد دائیں جانب پھر جائے تاکہ فرض کے بعد نفل پڑھ سکے۔

وجه :(۱) عن البراء بن عازبؓ قال کنا اذا صلینا خلف رسول الله ﷺ احببنا ان نکون عن یمینه فیقبل علینا بوجهه ۔(ابوداود شریف، باب الامام ینحرف بعد التسلیم ،ص ۱۰۰،نمبر ۶۱۵) اس حدیث میں ہے کہ دائیں جانب مڑے ۔(۲) عن عبد الله قال لا یجعل احدکم نصیباللشیطان من صلاته ان لا ینصرف الا عن یمینه و قد رأیت رسول الله ﷺ اکثر ما ینصرف عن شماله ۔(ابوداود شریف، باب کیف الانصراف من الصلاۃ، ص ۱۵۸،نمبر ۱۰۴۲/ بخاری شریف، باب الانفتال والانصراف عن الیمین والشمال،ص ۱۳۸،نمبر ۸۵۲) اس حدیث میں ہے کہ دائیں جانب مڑے،لیکن بائیں جانب مڑنا بھی جائز ہے۔

ترجمه : (۵۱۸) اور پھر لوگوں کی جانب متوجہ ہوکر تین بار استغفار، آیت الکرسی اور معوذات پڑھے۔اور ۳۳/۳۳ بار'' سبحان الله ''اور'' الحمد لله ''اور'' الله اکبر '' کہہ کر ایک بار'' لاالہ الا الله وحده لا شریک له له الملک و له

ویسبّحون الله ثلاثا و ثلاثین ویحمّدونه کذلک ویکبّرونه کذلک ثم یقولون لا اله الا الله وحده لا شریک لہ له الملک وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر(۵۱۹) ثم یدعون لانفسهم وللمسلمین

الحمد وهو علی کل شئی قدیر ''کہے۔

وجه : (۱)لوگوں کی طرف متوجہ ہواس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن سمرة بن جندب قال کان النبی ﷺ اذا صلی صلاة اقبل علینا بوجهه ۔(بخاری شریف، باب یستقبل الامام الناس اذا سلم ،ص ۱۳۷،نمبر ۸۴۵)اس حدیث میں ہے کہ سلام کے بعد مقتدی کی طرف متوجہ ہو۔(۲)اور۳۳/۳۳ مرتبہ''سبحان الله''اور''الحمد لله''اور''الله اکبر ''کہےاس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن ابی هریرة قال جاء الفقراء الی النبی ﷺ ..... تسبحون و تحمدون و تکبرون خلف کل صلاة ثلاثا و ثلاثین ۔(بخاری شریف، باب الذکر بعد السلام ،ص ۱۳۷،نمبر ۸۴۳)(۲) اورلا الہ الا اللہ پڑھے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔املی علی المغیرة فی کتاب الی معاویة ان النبی ﷺ کان یقول فی دبر کل صلاة مکتوبة ، لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملک و له الحمد و هو علی کل شیء قدیر اللهم لا مانع لما اعطیت و لا معطی لما منعت و لا ینفع الجد منک الجد ۔(بخاری شریف، باب الذکر بعد السلام ،ص ۱۳۷،نمبر ۸۴۴)اس حدیث میں نماز کے بعد دعا کا ذکر ہے۔(۳) یہ حدیث بھی ہے۔ان ابن عباس ؓ اخبره ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبة کان علی عهد رسول الله ﷺ و قال ابن عباس کنت اعلم اذا انصرفوا بذالک اذا سمعته ۔(بخاری شریف، باب الذکر بعد السلام ،ص ۱۳۷،نمبر ۸۴۱/ابوداود شریف، باب التکبیر بعد الصلاة ،ص ۱۵۲،نمبر ۱۰۰۳)اس حدیث میں ہے کہ نماز کے بعد زور سے ذکر کرتے۔

ترجمه : (۵۱۹) پھر ہاتھ اٹھا کر اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرے۔اخیر میں ہاتھ کو اپنے منہ پر پھیر لیوے۔

نماز کے بعد کی دعاء

وجه : (۱)ہاتھ اٹھانے کا ثبوت اس حدیث میں ہے۔ عن یحی بن سعید و شریک سمعا انسا عن النبی ﷺ رفع یدیه حتی رأیت بیاض ابطیه ۔(بخاری شریف، باب رفع الایدی فی الدعاء ،ص ۱۱۰۲،نمبر ۶۳۴۱/ترمذی شریف، باب ما جاء فی رفع الایدی عند الدعاء ،ص ۷۷۳،نمبر ۳۳۸۶)اس حدیث میں ہے کہ دعاء میں ہاتھ اٹھائے۔(۲)و قال ابن عمر رفع النبی ﷺ یدیه و قال اللهم انی ابرأالیک مما صنع خالد (بخاری شریف، باب رفع الایدی فی الدعاء ،ص ۱۱۰۲،نمبر ۶۳۴۱)(۳)ہاتھ چہرے پر ملنے کا ثبوت اس حدیث میں ہے۔عن الزهری قال کان رسول الله ﷺ یرفع یدیه عند صدره فی الدعاء ثم یمسح بهما وجهه ۔(مصنف عبد الرزاق، باب رفع الیدین فی الدعاء، ج ثانی ،ص ۱۶۱،نمبر ۳۲۴۰/ابوداود شریف، باب الدعاء ،ص ۲۲۰،نمبر ۱۴۸۵) اس حدیث مرسل میں ہے کہ دعاء کے وقت ہاتھ سینے تک اٹھانا چاہئے ۔(۴)

رافعی ایدهم ثم یمسحون بها وجوههم فی آخره.

چہرے پر ہاتھ ملے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن عمر بن الخطاب ؓ قال کان رسول الله ﷺ اذا رفع یدیه فی الدعاء لم یحطهما حتی یمسح بهما وجهه ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی رفع الایدی عند الدعاء، ص ۷۷۳، نمبر ۳۳۸۶) اس حدیث میں ہے کہ ہاتھ چہرے پر ملے۔ (۵) نماز کے بعد دعاء ہے اس کا ثبوت یہ ہے۔ کتب المغیرة الی معاویة بن ابی سفیان ان رسول الله ﷺ کان یقول فی دبر کل صلوة اذا سلم لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملک و له الحمد و هو علی کل شیء قدیر اللهم لا مانع لما اعطیت و لا معطی لما منعت و لا ینفع ذا الجد منک الجد ۔(بخاری شریف، باب الدعاء بعد الصلوة، ص ۱۱۰۱، نمبر ۶۳۳۰ / ابو داود شریف، باب ما یقول الرجل اذا سلم، ص ۲۲۲، نمبر ۱۵۰۵) اس حدیث میں ہے کہ نماز کے بعد کیا دعا مانگے ۔(۶) حدیث میں ہے کہ دعاء عبادت کا مغز ہے. عن انس بن مالک عن النبی ﷺ قال الدعاء مخ العبادة ۔(ترمذی شریف، باب منہ الدعاء مخ العبادة، ص ۷۷۰، نمبر ۳۳۷۱) (۷) اپنے لئے اور مسلمانوں کے لئے دعا کرے اس کے لئے یہ حدیث ہے. عن ثوبان عن النبی ﷺ قال .....و لا یؤم قوما فیخص نفسه بدعوة دونهم فان فعل فقد خانهم ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراہیۃ ان یخص الامام نفسہ بالدعاء، ص ۹۶، نمبر ۳۵۷) اس حدیث میں ہے کہ اپنے لئے اور مسلمانوں کے لئے دعاء کریں۔

﴿باب ما یفسد الصلوۃ (وھوہ ثمانیة و ستون شیئا.﴾

﴿باب: نماز کو فاسد کرنے والی چیزوں کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ : مصنف نے نماز کے فاسد ہونے کے (۶۸) اسباب گنائے ہیں، لیکن صاحب ھدایہ نے ان میں سے بعض کاموں کو مکروہ لکھا ہے، یعنی اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی، اگرچہ یہ مکروہ ہیں۔

﴿نماز کو فاسد کرنے والی اڑسٹھ (۶۸) چیزیں ایک نظر میں:﴾

۱:...... بات کرنا خواہ بھول سے ہو یا خطا سے۔

۲:...... ہمارے کلام کے مشابہ دعا کرنا۔

۳:...... سلام کرنے کی نیت سے سلام کرنا، چاہے بھول کر ہو۔

۴:...... زبان یا مصافحہ سے سلام کا جواب دینا۔

۵:...... عمل کثیر۔

۶:...... قبلہ سے سینہ پھیرنا۔

۷:...... منھ کے باہر سے کوئی چیز کھانا، اگرچہ تھوڑی ہو۔

۸:...... چنے کے برابر دانت کے اندر کی چیز کھانا۔

۹:...... پینا۔

۱۰:...... بلا عذر کھنکارنا

۱۱:...... اف کرنا۔

۱۲:...... آواز سے رونا۔

۱۳:...... آہ کرنا۔

۱۴:...... درد یا مصیبت سے رونے کی آواز بلند ہونا، جنت یا دوزخ کے ذکر سے نہیں

۱۵:...... چھینکنے والے کو یرحمک اللہ سے جواب دینا۔

۱۶:...... خدا کے شریک سے پوچھنے والے کو "لا اله الا الله" سے جواب دینا۔

۱۷:...... بری چیز پر "انا لله و انا اليه راجعون" کہنا

۱۸:...... خوشی کے جواب میں "الحمد لله" کہنا۔

۱۹:......تعجب کے جواب میں ''لا اله الا الله'' یا ''سبحان الله'' کہنا۔

۲۰:......جواب کے ارادے سے کچھ بھی کہے، جیسے: ''یا یحیٰ خذ الکتاب''۔

۲۱:......تیمّم والا پانی دیکھے۔

۲۲:......موزہ پر مسح کرنے والے کی مدت پوری ہو جائے۔

۲۳:......موزہ نکل جائے۔

۲۴:......امی آیت سیکھے۔

۲۵:......برہنہ کپڑے پالے۔

۲۶:......اشارہ کرنے والا رکوع، سجدہ پر قادر ہو جائے۔

۲۷:......صاحبِ ترتیب کو فوت شدہ نماز یاد آ جائے

۲۸:......نا قابل امام کو خلیفہ بنالے۔

۲۹:......نماز فجر میں آفتاب طلوع ہو جائے۔

۳۰:......نماز عیدین میں زوال ہو جائے۔

۳۱:......نماز جمعہ میں وقت عصر داخل ہو جائے۔

۳۲:......زخم اچھے ہونے سے پٹی گر پڑے۔

۳۳:......معذور کا عذر زائل ہو جائے۔

۳۴:......قصداً بنفسہ یا غیر کے فعل سے حدث کرے۔

۳۵:......بے ہوشی۔

۳۶:......جنون۔

۳۷:......نظر یا احتلام سے جنابت ہو۔

۳۸:......ایک جگہ میں بلا حائل نماز مشترکہ تحریمہ میں عورت مشتہات کا محاذی ہونا، اور امام نے اس کی امامت کی نیت بھی کی ہو

۳۹:......حدث پیش آنے والے کی شرمگاہ (ستر) کھل جائے اگرچہ مجبوراً ہو،

۴۰:......وضو کے لئے جاتے آتے قرآن پڑھنا۔

۴۱:......حدث پیش آنے کے بعد بیداری باندازہ ایک رکن کے ٹھیرے

۴۲:......نزدیک پانی چھوڑ کر دور پانی کے لئے جائے

۴۳:......حدث کے گمان سے مسجد سے باہر نکلا۔

۴۴:......اس گمان کے علاوہ مسجد کے دوسری جگہ صفوں سے گذر جائے

۴۵:...... بے وضو کے خیال سے پھر جائے

۴۶:...... یا مدتِ مسح ختم ہونے کے خیال سے پھر جائے

۴۷:......یا اپنے ذمہ قضا ہونے کے خیال سے پھر جائے

۴۸:......اوپر نجاست ہونے کے خیال سے نماز سے پھر جائے اگر چہ مسجد سے نہ نکلے۔

۴۹:......اپنے امام کے سوا دوسرے کو لقمہ دینا۔

۵۰:......ایک نماز سے دوسری نماز کی طرف انتقال کی نیت سے تکبیر کہنا۔

۵۱:...... یہ تمام مذکورات اخیر قعدہ میں مقدار تشہد سے اگر پہلے حاصل ہوں تو مفسد صلوۃ ہوں گے۔

۵۲:......اللہ اکبر کو الف ممدودہ سے پڑھنا۔

۵۳:......بغیر یاد کے قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھنا۔

۵۴:......کشف عورت یا نجاست مانعہ کے ساتھ ایک رکن ادا کرنا

۵۵:......امام سے پہلے مقتدی کوئی رکن ادا کر لیوے کہ امام اس رکن میں اس کا شریک نہ ہو۔

۵۶:......مسبوق (اپنی باقی رکعت کے سجدہ کر لینے کے بعد) سجدہ سہو میں امام کی متابعت کرے۔

۵۷:......اخیر قعدہ کے بعد نماز کا سجدہ کر کے دوبارہ قعدہ نہ کرنا۔

۵۸:......نیند میں رکن ادا کئے ہوئے کا اعادہ نہ کرنا۔

۵۹:......مسبوق کے لئے امام کا قہقہہ کرنا

۶۰:......اخیر قعدہ کے بعد امام کا قصداً حدث کرنا مسبوق کے لئے مفسد ہے

۶۱:......چار رکعت نماز میں مسافر ہونے کے خیال سے، سلام پھیر دے

۶۲:......چار رکعت نماز میں نماز جمعہ خیال کر کے سلام پھیر دے

۶۳:......نماز عشا کو تراویح خیال کر کے سلام پھیر دے

۶۴:......، یا نو مسلم چار رکعت نماز میں دو رکعت فرض سمجھ کر سلام پھیر دے۔

(۵۲۰)الکلمة ولو سهوا او خطأً والدعاء بما یشبه کلامنا والسلام بنیة التحیّة ولو ساهیا وردّ

ترجمہ : (۵۲۰) بات کرنا خواہ بھول سے ہو یا خطا سے۔ ہمارے کلام کے مشابہ دعا کرنا۔ تحیہ کی نیت سے سلام کرنا، چاہے بھول کر ہو۔ زبان یا مصافحہ سے سلام کا جواب دینا۔

تشریح : نماز میں جان کر بات کرنے سے، یا بھول کر بات کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اس لئے دوبارہ نماز پڑھنی ہوگی، اسی طرح ایسی دعا جو کلام الناس ہو، یا ایسا سلام کرے جو مخاطب کی نیت سے ہو تو یہ اب سلام نہیں رہا بلکہ انسانی بات چیت ہوگئی اس لئے اس سے بھی نماز ٹوٹ جائے گی، یا سلام کا جواب دے تو بات چیت ہوگئی، یا نماز میں مصافحہ کر لیا تو یہ عمل کثیر ہوگیا اس لئے نماز ٹوٹ جائے گی۔

وجہ: (۱) حدیث میں ہے۔ عن زید بن ارقم قال کنا نتکلم فی الصلوۃ ،یکلم الرجل صاحبه وهو الی جنبه فی الصلوۃ حتی نزلت ﴿وقوموا لله قانتین﴾(آیت ۲۳۸، سورة البقرة ۲) فامرنا بالسکوت ونهینا عن الکلام (مسلم شریف، باب تحریم الکلام فی الصلوۃ ونسخ ما کان من اباحتہ،ص ۲۱۹،نمبر ۵۳۹/۱۲۰۳/ابوداؤد شریف، باب النہی عن الکلام فی الصلوۃ،ص ۱۴۴،نمبر ۹۴۹/ترمذی شریف، باب فی نسخ الکلام فی الصلوۃ،ص ۹۲،نمبر ۴۰۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں کلام کرنا جائز نہیں ہے۔(۲) سلام کا جوب دیگا تب بھی نماز ٹوٹے گی اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن معاویة بن حکم السلمی قال بینا انا اصلی مع رسول الله ﷺ اذ عطس رجل من القوم فقلت یرحمک الله ! فرمانی القوم بابصارهم فقلت و اثکل أمیاه ! ما شانکم ؟ تنظرون الی فجعلوا یضربون بایدهم علی افخاذهم فلما رأیتهم یصمتونی لکنی سکتُّ فلما صلی رسول الله ﷺ ..... قال ان هذه الصلوۃ لا یصلح فیها شیء من کلام الناس انما هو التسبیح والتکبیر وقراء ۃ القرآنَ۔(مسلم شریف، باب تحریم الکلام فی الصلوۃ ونسخ ما کان من اباحتہ،ص ۲۱۸،نمبر ۵۳۷/۱۱۹۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز لوگوں کے کلام کی کچھ بھی صلاحیت نہیں رکھتی۔اس سے معلوم ہوا کہ بھول کر بولنا بھی نماز کو فاسد کرے گا۔(۳)عن عبد الله بن مسعود ، و هذا حدیث القاسم قال : کنت آتیاً النبی ﷺ ....فقال : ان الله عز و جل یعنی احدث فی الصلوۃ أن لا تکلموا الا بذکر الله ، و ما ینبغی لکم ، و أن تقوموا لله قانتین . (نسائی شریف، باب الکلام فی الصلوۃ،ص ۱۷۰،نمبر ۱۲۲۱)اس حدیث میں ہے کہ اللہ کے ذکر کے علاوہ کوئی بات نہ کرے۔اسلئے جان کر اور بھول کر دونوں قسم کی باتوں سے نماز فاسد ہو جائے گی۔(۴)اثر میں ہے. عن الحسن و قتادة و حماد قالوا فی رجل سها فی صلوته فتکلم قالوا : یعید صلوته ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الکلام فی الصلوۃ، ج ثانی،ص ۲۱۶،نمبر ۳۵۸۳)اس اثر سے معلوم ہوا کہ بھول کر بھی بولے گا تو نماز باطل ہو جائے گی دوبارہ نماز پڑھے۔

ترجمہ : (۵۲۱) عمل کثیر۔قبلہ سے سینہ پھیرنا۔منہ کے باہر سے کوئی چیز کھانا، اگر چہ تھوڑی ہو۔ چنے کے برابر دانت کے اندر

السلام بلسانه او بالمصافحة (۵۲۱)والعمل الکثیر وتحویل الصدر عن القبلة واکل شیء من خارج

کی چیز کھانا۔ پینا۔

تشریح : ایسا کام جس میں دونوں ہاتھ استعمال ہوتے ہوں، اور دیکھنے والوں کو احساس ہو کہ یہ نماز میں نہیں ہے، اس کو عمل کثیر کہتے ہیں۔ قبلے سے سینہ پھر جائے تو اب وہ قبلہ کی طرف نہیں رہا، اور قبلہ کی طرف ہونا فرض ہے اس لئے اس کی نماز ٹوٹ جائے گی۔ البتہ صرف چہرہ قبلے سے پھرا تو ابھی بھی قبلہ کی طرف رخ ہے اس لئے اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔ منہ کے باہر سے کوئی چیز کھانا، یا پینا اس سے بھی نماز ٹوٹ جائے گی۔ منہ کے اندر تھوڑا بہت گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہے اس لئے اس سے نہیں ٹوٹے گی، اس سے بچنا مشکل ہے وہ تھوک کے درجے میں ہے، لیکن چنے کی مقدار سے زیادہ ہو تو اس کی ایک حیثیت ہے اس لئے اس سے نماز ٹوٹ جائے گی۔

وجہ :(۱) کھانے کے لئے یہ اثر ہے۔ **عن الثوری عمن سمع عطاء قال : لا یأکل و لا یشرب و ھو یصلی ، فان فعل أعاد** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الأکل والشرب فی الصلوۃ، ج ثانی، ص ۲۱۷، نمبر ۳۵۸۹) اس اثر میں ہے کہ نماز میں کھائے گا یا پیے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی اسلئے نماز دوبارہ پڑھے۔ اور چونکہ جان کر یا بھول کر کی قید نہیں ہے اسلئے جان کر کھائے گا یا بھول کر کھائے گا دونوں صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی۔ (۲) سینہ پھیرنے کے لئے یہ اثر ہے۔ عن الحسن انہ قال اذا ولی ظھرہ القبلۃ استانف الصلاۃ ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یکون فی الصلاۃ فیخشی ان یذھب دابتہ او یری الذی یخافہ، ج ثانی، ص ۱۷۰، نمبر ۳۲۹۶ رسنن بیہقی، باب من قال یبنی من سبقہ الحدث علی ما مضی من صلاتہ، ج ثانی، ص ۳۶۵، نمبر ۳۳۹۳) اس قول تابعی میں ہے کہ قبلہ سے پھرے گا تو نماز کو دہرائے۔ (۳) اس حدیث میں ہے ۔ **عن عائشة قالت سألت رسول الله ﷺ عن الالتفات فی الصلوة فقال ھو اختلاس یختلسه الشیطان من صلوة العبد** ۔(بخاری شریف، باب الالتفات فی الصلوۃ، ص ۱۲۲، نمبر ۷۵۱ رابوداؤد شریف، باب الالتفات فی الصلوۃ، ص ۱۳۸، نمبر ۹۱۰) اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں ادھر ادھر دیکنا مکروہ ہے۔ (۴) یہ حدیث بھی ہے۔ **قال ابو ذر : قال رسول الله ﷺ : لا یزال الله عز و جل مقبلاً علی العبد و ھو فی صلوته ما لم یلتفت ، فاذا التفت انصرف عنه** . (ابوداود شریف، باب الالتفات فی الصلوۃ، ص ۱۳۹، نمبر ۹۰۹) اس حدیث میں ہے کہ ادھر ادھر کرنا مکروہ ہے۔ (۵) اور تھوڑا بہت چہرہ پھرنے سے نماز نہیں ٹوٹے گی اس کے لئے یہ حدیث ہے . **عن ابن عمرؓ انه قال رأی النبی ﷺ نخامة فی قبلة المسجد و ھو یصلی بین یدی الناس فحتھا** ۔(بخاری شریف، باب ھل یلتفت لامر ینزل بہ؟ او یری شیئا او بصاقا فی القبلۃ، ص ۱۲۲، نمبر ۷۵۳)

ترجمہ : (۵۲۲) بلا عذر کھنکارنا۔ اُف کرنا۔ آواز سے رونا۔ آہ کرنا۔ درد یا مصیبت سے رونے کی آواز بلند ہونا، جنت یا دوزخ کے ذکر سے نہیں۔

تشریح : ان آوازوں میں اصول یہ ہے کہ اتنی آواز نکالے کے ایک جملے کی طرح ہو جائے، اور انسانی کلام ہو جائے تب نماز

فـمـه ولـو قـلّ واكـل مـا بيـن اسـنانه وهو قدر الحمّصة وشُربه (۵۲۲) والتنحنح بلا عذر والتافيف والانيـن والتـأوّة وارتـفـاع بكائه من وجع او مصيبة لا من ذكر جنّة او نار (۵۲۳) وتشميت عاطس

فاسد ہوگی۔ بغیر عذر کھنکارنا جس سے آواز نکل جائے، یا اُف کرے، یا آواز سے روئے، یا آہ کرے جس سے جملہ کی طرح آواز نکل جائے، یا درد یا مصیبت سے روئے جس سے آواز نکل جائے تو نماز فاسد ہوگی، لیکن اگر جنت یا دوزخ کی وجہ سے روئے تو اس میں خشوع خضوع زیادہ ہے اس لئے نماز نہیں ٹوٹے گی۔

وجه : (۱) جنت یا جہنم کے ذکر سے روئے تو نماز نہیں ٹوٹے گی اس کے لئے یہ آیت ہے۔اذا تتلى عليهم آيات الرحمن خـروا سـجـداً و بكياً ۔(آیت نمبر ۵۸، سورۃ مریم ۱۹) (۲) حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نماز میں رویا کرتے تھے۔حدیث یہ ہے۔عن مطرف عن ابيه قال رأيتُ رسول الله ﷺ يصلي و في صدره أزير كأزير الرحى من البكاء ﷺ. (ابوداود شریف، باب البکاء فی الصلوۃ، ص ۱۳۸، نمبر ۹۰۴) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نماز میں رویا کرتے تھے اور یہ جنت یا جہنم کی یاد سے رونا ہوتا تھا اسلئے اس سے نماز نہیں ٹوٹتی تھی۔(۳) حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ وہ نماز میں اتنا روئیں گے کے لوگ اسکی قرأت بھی نہ سن سکیں گے۔حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔عـن عـائشة ام الـمـوئـمـنين ....قالت عائشة : قـلـتُ ان ابـا بـكـر اذا قـام في مقامک لم يسمع الناس من البكاء فمر عمر فليصل . (بخاری شریف، ما یکرہ من التعمق والتنازع فی العلم والغلو فی الدین والبدع، ص ۱۲۵۵، نمبر ۷۳۰۳) (۵) اس حدیث میں ہے کہ نماز کسوف میں خوف خدا سے اُف اُف نکل گیا پھر بھی نماز نہیں ٹوٹی۔حدیث یہ ہے۔عن عبد الله بن عمر قال : انكسفت الشمس على عهد رسول الـلـه ﷺ فقام رسول الله ﷺ لم يكد يركع ....ثم نفخ في آخر سجوده فقال ((أف أف)) (ابوداود شریف، باب من قال یرکع رکعتین [فی صلوۃ الکسوف] ص ۱۷۸، نمبر ۱۱۹۴) اس حدیث میں ہے کہ اُف اُف کہا لیکن چونکہ یہ آواز خوف خدا کی وجہ سے تھی اسلئے اس سے نماز نہیں ٹوٹی۔

اور درد یا مصیبت کی وجہ سے رویا اور آواز نکل گئی اور حروف بھی نکل گئے تو یہ بات اور کلام کے درجے میں ہے اس لئے اس سے نماز ٹوٹ جائے گی، کیونکہ پہلے گزر چکا ہے کہ نماز میں بات کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

لغت : التنحنح : کھنکارنا۔التافیف : اُف اُف کرنا۔الانین : رونا۔ التأوہ : آہ آہ کرنا۔وجع : تکلیف۔

ترجمه : (۵۲۳) چھینکنے والے کو ' يرحمک الله ' سے جواب دینا۔خدا کے شریک سے پوچھنے والے کو ' لااله الا الله '' سے جواب دینا۔بری چیز پر '' انا لله و انا اليه راجعون '' کہنا۔خوشی کے جواب میں '' الحمد لله '' کہنا۔تعجب کے جواب میں '' لا اله الا الله ' یا '' سبحان الله '' کہنا۔جواب کے ارادے سے کچھ بھی کہے، جیسے : '' يا يحىٰ خذ الكتاب '' کہے۔[تو اس

بیرحمک الله وجواب مستفهم عن ندّبلا اله الا الله و خبر سوء بالاسترجاع وسارّ بالحمد لله وعجب بلا اله الا الله او سبحان الله وکل شیء قصد به الجواب کیا یحییٰ خذ الکتاب(۵۲۴)

سے نماز ٹوٹ جائے گی]

تشریح : یہاں اصول یہ ہے کہ الفاظ ایسے ہوں جو قرآن، یا حدیث کے ہوں اور ذکر کے درجے میں ہوں، لیکن اس سے انسان کو مخاطب کیا گیا ہو تو وہ انسانی کلام ہو گیا، اور بات کے درجے میں ہو گیا اس لئے اس سے نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر کلام الناس کے درجے میں نہیں ہوا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ تشریح مسئلہ: ''یا یحیٰ خذ الکتاب'' قرآن پاک کی آیت ہے، اس لئے اس سے نماز نہیں ٹوٹنی چاہئے، لیکن اس سے کلام کرنا مقصود ہے اس لئے نماز ٹوٹ جائے گی۔ اسی طرح باقی مسئلوں کو سمجھ لیں۔

وجه : (۱) ان تمام کے لئے یہ حدیث دلیل بن سکتی ہے۔ عن معاویة بن حکم السلمی قال بینا انا اصلی مع رسول الله ﷺ اذ عطش رجل من القوم، فقلت : یرحمک الله ! فرمانی القوم بأبصارهم ... قال ان هذه الصلوة لا یصلح فیها شیء من کلام الناس انما هو التسبیح والتکبیر وقراءة القرآن (مسلم شریف، باب تحریم الکلام فی الصلوۃ ونسخ ما کان من اباحتہ، ص ۲۰۳، نمبر ۱۱۹۹/۵۳۷ ابو داود شریف، باب تشمیت العاطش فی الصلوۃ، ص ۱۴۲، نمبر ۹۳۰) اس حدیث میں یرحمک اللہ، کے، خطاب کے ذریعہ سے چھینک کا جواب دیا تو صحابہ نے اسکا انکار کیا اور گھور کر دیکھنے لگے، اور حضورؐ نے اسکو کلام شمار کرتے ہوئے فرمایا کہ نماز کلام کی صلاحیت نہیں رکھتی بلکہ ذکر کی چیز ہے، اس سے معلوم ہوا کہ خطاب کے ساتھ چھینک کا جواب دیا تو نماز فاسد ہوگی، اور، ک، خطاب کے ساتھ جواب نہیں دیا تو اس جملے کو ذکر پر محمول کر کے نماز فاسد نہیں ہوگی۔

اصول : انسانی کلام سے نماز فاسد ہوگی۔

ترجمه : (۵۲۴) تیمّم والا پانی دیکھے۔ موزہ پر مسح کرنے والے کی مدت پوری ہو جائے۔ یا موزہ نکل جائے۔

تشریح : ان مسئلوں کا اصول یہ ہے کہ فرعی طہارت پر عمل کر رہا تھا، اور درمیان نماز میں اصل پر قادر ہونے کی ضرورت پڑ گئی، اس لئے اصل آنے کی وجہ سے فرعی طہارت ٹوٹ گئی اس لئے نماز فاسد ہوگئی۔ تشریح مسئلہ، تیمّم کرنے والا تیمّم کر کے نماز پڑھ رہا تھا جو فرع ہے، اب درمیان نماز میں پانی پر قادر ہو گیا جو اصل ہے اس لئے طہارت ٹوٹ گئی اس لئے نماز فاسد ہو جائے گی۔ یا موزے پر مسح کرنے کی مدت پوری ہوگئی اس لئے طہارت ٹوٹ گئی اس لئے نماز فاسد ہو جائے گی۔ یا نماز میں موزہ نکل گیا تو وضو ٹوٹ گیا اس لئے اب نماز فاسد ہو جائے گی، اور چونکہ یہ معاملے کبھی کبھار پیش آتے ہیں اس لئے وضو کر کے اس پر بنا بھی نہیں کر سکتا۔

جه : (۱) چونکہ تیمّم پانی پر قدرت نہ ہونے کی حالت میں جائز ہے اس لئے جوں ہی پانی پر قدرت ہوگی تیمّم ٹوٹ جائیگا۔ آیت میں ہے۔ فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا. (آیت ۴۳، سورۃ النساء ۴)۔ کہ پانی نہ ہو تو تیمّم کرو۔ (۲) عن الحسن انه قال فی متیمم مر بماء غیر محتاج الی الوضوء فجاوزه فحضرت الصلوة ولیس معه ماء قال یعید التیمم

ورویة متیمم ماء وتمام مدة ماسح الخف ونزعه(۵۲۵) وتعلُّم الامّیّ آیة ووجدان العاری ساترا

لان قدرته علی الماء تنقض تیممه الاول. (مصنف بن ابی شیبۃ، ۲۳۲ فی متیمم مر بماء جاوزہ، ج اول، ص ۱۷۶، نمبر ۲۰۲۶) اس اثر میں ہے کہ درمیان میں پانی دیکھا تو نماز ٹوٹ گئی۔ (۳) عن صفوان بن عسال قال کان رسول اللہ ﷺ یأمرنا اذا کنا سفرا ان لا ننزع خفافنا ثلثة ایام ولیالیهن الا من جنابة ولکن من غائط وبول ونوم۔ (ترمذی شریف، باب المسح علی الخفین للمسافر والمقیم ص ۲۷ نمبر ۹۶ رنسائی شریف، باب التوقیت فی المسح علی الخفین للمسافر، ص ۱۸، نمبر ۱۲۷) اس حدیث میں ہے کہ مدت پوری ہوجائے تو طہارت ختم ہوجائے گی۔ (۴) عن مغیرة بن شعبة قال غزونا مع رسول الله ﷺ فامرنا بالمسح علی الخفین ثلاثة ایام ولیالیها للمسافر ویوما و لیلة للمقیم مالم یخلع۔ (سنن للبیہقی، باب من خلع خفیہ بعد ما مسح علیہما، ص ۴۳۴، نمبر ۱۳۷۶ رمصنف ابن ابی شیبۃ، ۲۲۱ فی الرجل یمسح علی خفیہ ثم یخلعھا، ج اول، ص ۱۷۰، نمبر ۱۹۶۰) مالم یخلع سے پتہ چلتا ہے کہ موزہ پاؤں سے کھل جائے تو دوبارہ پاؤں دھونا ہوگا۔ (۵) یہ اثر بھی ہے۔ عن ابراهیم قال : اذا نزعتهما فاغسل قدمیک، و به یأخذ الثوری. (مصنف عبد الرزاق، باب نزع الخفین بعد المسح، ج اول، ص ۲۱۰، نمبر ۸۱۳) اس اثر میں ہے کہ موزہ کھل جائے تو دونوں پاؤں کو دھوؤ۔

اصول : درمیان نماز میں وضو منقطع ہوجائے تو نماز فاسد ہوجائے گی۔

ترجمہ : (۵۲۵) امی آیت سیکھے۔ ننگا آدمی چھپانے کے لئے کپڑے پالے۔ اشارہ کرنے والا رکوع، سجدہ پر قادر ہوجائے۔ [تو نماز ٹوٹ جائے گی]

تشریح : یہ مسئلے بھی اوپر والے اصول پر متفرع ہیں، فرع پر عمل کر رہا تھا اور درمیان نماز میں اصل پر قادر ہوگیا تو پہلی نماز فاسد ہوگئی اس لئے اگلی نماز کی اس پر بنا نہیں ہوسکتی۔ امی آیت پڑھنے پر قادر نہیں تھا اس لئے بغیر قرأت کے کچھ رکعتیں پڑھیں اور اب درمیان نماز میں آیت یاد ہوگئی تو اصل پر قادر ہوگیا اس لئے نماز فاسد ہوجائے گی۔ ننگا آدمی بغیر کپڑے کے نماز پڑھ رہا تھا، اور درمیان میں کپڑا مل گیا اس لئے اصل پر قادر ہوگیا، اس لئے پڑھی ہوئی نماز فاسد ہوگئی، اور اس پر بعد کی نماز کی بنا نہیں ہوسکتی اس لئے باقی نماز فاسد ہوگئی۔ رکوع اور سجدے کا اشارہ کرنے والے کو رکوع اور سجدے پر قدرت ہوگئی اس لئے اس کی نماز فاسد ہوگی

ترجمہ : (۵۲۶) صاحبِ ترتیب کو فوت شدہ نماز یاد آجائے۔

تشریح : صاحب ترتیب کے لئے یہ ہے کہ پہلے فوت شدہ نماز پڑھے اس کے بعد وقتیہ نماز پڑھے۔ لیکن بھول سے وقتیہ پڑھ لے تو ہوجائے گی، اب وہ بھول سے وقتیہ پڑھ رہے تھے کہ فوت شدہ نماز یاد آگئی اس لئے وقتیہ فاسد ہوجائے گی، اب پہلے فوت شدہ نماز پڑھے اس کے بعد ترتیب برقرار رکھنے کے لئے وقتیہ پڑھے۔

وجہ : (۱) حدیث یہ ہے۔ عن عبد الله بن عمر ان رسول الله ﷺ قال من نسی صلوة فلم یذکرها الا وهو

وقدرة المؤمی علی الرکوع والسجود (۵۲۶)وتذکّر فائتة لذی ترتیب (۵۲۷) واستخلاف من لا یصلح اماما (۵۲۸)وطلوع الشمس فی الفجر وزوالها فی العیدین ودخول وقت العصر فی الجمعة

مع الامام فلیصل مع الامام فاذا فرغ من صلوته فلیعد الصلوة التی نسی ثم لیعد الصلوة التی صلی مع الامام (سنن للبیھقی، باب من ذکر صلوة وھو فی اخری، ج ثانی، ص ۳۱۳، نمبر ۳۱۹۳ / دار قطنی، باب الرجل یذکر صلوة وھو فی أخری، ج اول، ص ۴۰۰، نمبر ۱۵۴۴) اس حدیث میں ہے کہ امام کے ساتھ بھی وقتیہ نماز پڑھی ہے تو فائتہ قضا کرے۔ ترتیب برقرار رکھنے کے لئے وقتیہ کو لوٹائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فائتہ اور وقتیہ کے درمیان ترتیب واجب ہے (۲) فائتہ اور وقتیہ کے درمیان ترتیب برقرار رکھنے کی حدیث بخاری میں ہے۔ **عن جابر قال جعل عمر یوم الخندق یسب کفارھم وقال یا رسول اللہ! ما کدت اصلی العصر حتی غربت الشمس قال فنزلنا بطحان فصلی رسول اللہ ﷺ بعد ما غربت الشمس ثم صلی المغرب** (بخاری شریف، باب قضاء الصلوات الاولی فالاولی، ص ۸۴، نمبر ۵۹۸ / ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل تفوتہ الصلوات بایتھن یبدأ، ص ۴۳، نمبر ۱۷۹ / ۱۸۰) اس حدیث میں عصر کی فائتہ پہلے پڑھی پھر مغرب کی وقتیہ پڑھی۔ جس سے معلوم ہوا کہ فائتہ اور وقتیہ کے درمیان ترتیب ضروری ہے۔ ورنہ تو مغرب کو مؤخر نہ کرتے۔ (۳) اثر میں ہے۔ **عن عامر وعن مغیرة عن ابراھیم قالا : اذا کنت فی صلوة العصر فذکرت أنک لم تصل الظھر فانصرف فصل الظھر ثم صل العصر** . (مصنف ابن ابی شیبة، باب ۲۸۷، الرجل یذکر صلوة علیہ وھو فی أخری، ج اول، ص ۴۱۴، نمبر ۴۷۵۷) اس اثر میں ہے کہ پہلے فائتہ نماز پڑھے اسکے بعد وقتیہ نماز پڑھے۔

ترجمہ : (۵۲۷) خلیفہ بنالے ایسے امام کو جو امام بننے کا اہل نہیں ہے۔

تشریح : مثلا قاری امام تھا اس کو کوئی حدث لاحق ہوا اور اس نے امی کو امام بنایا تو نماز فاسد ہوگئی۔

وجہ : کیونکہ ادنی کی بنا اعلی پر ہوئی۔

ترجمہ (۵۲۸) نماز فجر میں آفتاب طلوع ہوجائے۔ نماز عیدین میں زوال ہوجائے۔ نماز جمعہ میں وقت عصر داخل ہوجائے۔

تشریح : نماز فجر میں آفتاب طلوع ہوگیا تو مکروہ وقت آنے کی وجہ سے نماز فاسد ہوگئی۔ اسی طرح نماز عید میں زوال کا وقت آگیا تو مکروہ وقت آنے کی وجہ سے نماز فاسد ہوگئی۔ اور یہی حال ہے کہ جمعہ کا وقت عصر کے وقت تک ہے۔ اب عصر کا وقت آگیا تو جمعہ ٹوٹ کر ظہر لازم ہوگیا اس لئے جمعہ فاسد ہوگیا۔

وجہ : (۱) حدیث یہ ہے۔ **سمعت عقبة بن عامر الجھنی یقول : ثلاث ساعات کان رسول اللہ ﷺ ینھانا أن نصلی فیھن ، أو أن نقبر فیھن موتانا : حین تطلع الشمس بازغة حتی ترتفع ، و حین یقوم قائم الظھیرة حتی تمیل الشمس ،و حین تضیّف الشمس للغروب حتی تغرب** (مسلم شریف، باب الاوقات التی نھی عن الصلاۃ،

(۵۲۹)وسقوط الجبيرة عن برء وزوال عذر المعذور (۵۳۰) والحدث عمدا او بصنع غيره

ص۳۳۴،نمبر۸۳۱/۱۹۲۹،ابوداود شریف، باب الدفن عند طلوع الشمس وغروبھا،ص ۴۶۶،نمبر۳۱۹۲؍ترمذی شریف، باب ما جاء فی کراھیۃ الصلوۃ علی الجنازۃ،ص۲۴۹،نمبر۱۰۳۰)اس حدیث میں ہے کہ تین اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

اصول : اعلی کی بنا بہت ادنی پر نہیں ہوگی۔

ترجمه : (۵۲۹) زخم اچھے ہونے سے پٹی گر پڑے۔معذور کا عذر زائل ہو جائے۔

تشــــريح : زخم ٹھیک ہونے سے پہلے پٹی پر مسح کر رہا تھا اور زخم ٹھیک ہونے کے بعد اس کو دھونا ہوگا جس کی وجہ سے اصل پر قادر ہونے کی وجہ سے طہارت ٹوٹ گئی اس لئے نماز فاسد ہوگی۔معذور عذر کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا اور درمیان نماز میں عذر زائل ہو گیا اس لئے اصل پر قادر ہو گیا، اس لئے نماز فاسد ہوگی۔

لغت : جبیرۃ: کھپچی، پٹی۔ برء: زخم ٹھیک ہونا۔

ترجمه:(۵۳۰)جان کر خود سے یا دوسرے کے کرنے سے حدث کرے بیہوشی۔جنون۔نظر یا احتلام سے جنابت ہو۔

تشـريح : یہاں اصول یہ ہے کہ جو حدث بار بار پیش آتا ہے، وہ بھول سے ہو گیا تو نماز نہیں ٹوٹے گی ،وضو کر کے بنا کر سکتا ہے۔اور جان کر حدث کیا، یا جو حدث کبھی کبھار پیش آتا ہے اس سے نماز ٹوٹ جائے گی۔تشریح مسئلہ یہ ہے۔بھول کر حدث کرے گا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، وضو کر کے بنا کر سکتا ہے، لیکن جان کر خود سے حدث کرے ، یا کسی کے دھکا دینے سے حدث کرے،[بہر حال بھول سے نہ کرے] تو نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ جان کر طہارت کو توڑا۔نماز میں بے ہوشی ہو جائے، یا جنون ہو جائے۔یا دیکھنے کی وجہ سے منی نکل جائے، یا احتلام کی وجہ سے منی نکل جائے تو طہارت ٹوٹ گئی اس لئے نماز فاسد ہوگی۔

وجه : (۱) بھول کر حدث ہو تو نماز فاسد نہیں ہوگی وضو کر کے بنا کر سکتا ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ: من اصابه قيء او رعاف او قلس او مذى فلينصرف فليتوضأ ثم ليبن على صلوته وهو فى ذلك لا يتكلم** ۔(ابن ماجہ شریف، باب ما جاء فی البناء علی الصلوۃ ص ۱۷۱، نمبر ۱۲۲۱؍دار قطنی ، باب فی الوضوء من الخارج من البدن کالرعاف الخ ، ج اول ، ص۱۶۰ نمبر ۵۵۵) اس حدیث میں قی ،نکسیر کا پھوٹنا، مذی جیسے روز مرہ اور بار بار ہونے والے حدثوں سے بنا کرنے کے لئے کہا ہے۔(۲) اور جان کر حدث کرے تو نماز فاسد ہوگی اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن على بن طلق قال قال رسول الله ﷺ اذا فسا احدكم فى الصلوة فلينصرف فليتوضأ وليعد الصلوة .** (ابوداؤد شریف، باب اذا احدث فی الصلوۃ، ص۱۵۱ نمبر ۲۰۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جان کر حدث کیا تو نماز شروع سے پڑھنی چاہئے۔(۳) **عن ابراهيم فى صاحب القيء و الرعاف و القبلة : ينصرف فيتوضأ فان لم يتكلم بنى على ما بقى و ان تكلم استأنف و كان يقول فى صاحب الغائط و البول : ينصرف فيتوضأ و يستقبل الصلوة** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ،

والاغماء والجنون والجنابة بنظر او احتلام (۵۳۱)ومحاذاة المشتهاة فی صلوة مطلقة مشترکة تحریمة فی مکان متّحد بلا حائل ونوٰی امامتها(۵۳۲) وظهور عورة من سبقه الحدث ولو اضطرّ

۴۴۸، فی الذی یقی ءاُو یرعف فی الصلوۃ، ج ثانی ،ص ۱۲،نمبر ۵۹۱۰)اس اثر میں ہے کہ پیشاب اور پاخانہ جیسے حدث جو کبھی کبھار ہو تے ہیں ان میں شروع سے نماز پڑھے

اصول : جو حدث روز پیش آنے والا ہے، مثلا حدث ہونا، یا نکسیر پھوٹنا اس سے وضوٹوٹا تو اس پر بنا کرسکتا ہے، حدیث میں اس کی وضاحت ہے، لیکن جو حدث کبھی کبھار پیش آتا ہے، مثلا جنابت ہونا، جنون ہونا، بیہوشی ہونا اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ یا جان کر حدث کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

ترجمہ : (۵۳۱) ایک جگہ میں بلا حائل نماز مشترکہ تحریمہ میں عورت مشتہات کا محاذی ہونا، اور امام نے اس کی امامت کی نیت بھی کی ہو۔

تشریح: عورت مرد کی بغل میں کھڑی ہو جائے اس سے مرد کی نماز فاسد ہو جائے یہ خلاف قیاس ہے۔اس لئے فاسد ہونے کے لئے چند شرطیں ہیں (۱) دونوں کی نماز ایک ہو (۲) بغیر پردہ کے عورت کھڑی ہو (۳) رکوع اور سجدہ والی نماز ہو (۴) عورت اہل شہوت ہو (۵) اور امام نے اس کی امامت کی نیت کی ہو تب مرد کی نماز فاسد ہوگی۔لیکن اگر امام نے عورت کی امامت کی نیت نہیں کی تو مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ یہ شرطیں لگانے کی

وجہ : ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ عورت سامنے ہو اور نماز میں اس پر ہاتھ لگ جائے تب بھی نماز نہیں ٹوٹے گی۔حدیث یہ ہے ۔**عن عائشة زوج النبی ﷺ انها قالت کنت انام بین یدی رسول الله ﷺ ورجلای فی قبلته فاذا سجد غمزنی فقبضت رجلی فاذا قام بسطتها** . (بخاری شریف، باب التطوع خلف المرأۃ ص ۷۳،نمبر ۵۱۳رمسلم شریف، باب الاعتراض بین یدی المصلی ،ص ۱۹۷،نمبر ۵۱۲/۱۱۴۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت محاذات میں آجائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔اور دوسری حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ عورت سامنے آجائے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔حدیث یہ ہے۔**عن ابی هریرة قال : قال رسول الله ﷺ : یقطع الصلوة المرأة ، و الحمار ، و الکلب ، و یقی ذالک مثل موء خرة الرحل**۔(مسلم شریف، باب قدر مایستر المصلی ،ص ۱۹۶،نمبر ۱۱۳۹/۵۱۱ر ابوداود شریف، باب ما یقطع الصلوۃ ص ۱۱۱،نمبر ۷۰۲) اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ عورت کے سامنے آنے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔۔اسلئے حنفیہ نے درمیانی راستہ اختیار کیا کہ نماز میں عورت شریک ہو، اور درمیان میں کجاوے کی مثل کوئی حیلولت نہ ہو تب نماز ٹوٹے گی، اسلئے اوپر کی ساری شرطیں لگائی۔ اور اسکی تائید اس اثر سے ہوتی ہے۔ **اخبرنا ابو حنیفة عن حماد عن ابرهیم قال اذا صلت المرأة الی جانب الرجل وکانا فی صلوة واحدة فسدت صلوته .قال محمد و به ناخذ وهو قول ابی حنیفة**۔(کتاب الآثار لامام محمد، باب ما یقطع

الیہ ککشف المرأة ذراعھا للوضوء (۵۳۳[الف])وقراء تہ ذاھبا او عائدا للوضوء(۵۳۳[ب])

الصلوۃ،ص ۲۷،نمبر ۱۳۷)اس اثر میں ہے کہ نماز متحد ہوتب فاسد ہوگی۔

وجہ: (۱)مرد کا کام تھا کہ عورت کو نصیحت کر کے اس کو پیچھے کرتے لیکن اس نے ایسا نہیں کیا اس لئے اس کی نماز فاسد ہوگی (۲) **عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ خیر صفوف الرجال اولھا و شرھا آخرھا و خیر صفوف النساء آخرھا و شرھا اولھا.** (مسلم شریف، باب تسویۃ الصفوف و اقامتھا و فضل الاول فالاول ص ۱۸۲ نمبر ۴۴۰)اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مرد کو آگے کھڑا ہونا چاہئے اور عورتوں کو پیچھے صف میں کھڑا ہونا چاہئے۔لیکن وہ صف میں آگئی اس لئے اس نے خلاف سنت کام کیا اس لئے نماز فاسد ہوگی۔(۳)**عن عبادۃ بن نسی عن غضیب بن الحارث قال قلت لامیر المؤمنین : انا نبدو فان خرجت قررت و ان خرجت امراتی قرت قال فاقطع بینک و بینھا بثوب ، ثم صل و لتصل، یعنی اقطع فی الخباء .** (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل والمرأۃ یصلیان احدھما بحذاء الآخر، ج ثانی، ص ۲۲، نمبر ۲۳۹۴)اس اثر سے معلوم ہوا کہ اصل بنیاد یہ ہے کہ دونوں کے درمیان کوئی موٹا کپڑا نہ ہو اور بالکل ساتھ کھڑی ہو جائے تو یہ ممکن ہے کہ مرد کو انتشار ہو جائے اور خروج مذی کا سبب بنے اس لئے مرد کی نماز فاسد کی۔ (۴) **اخبرنا ابو حنیفة عن حماد عن ابرھیم قال اذا صلت المرأة الی جانب الرجل و کانا فی صلوۃ واحدۃ فسدت صلوتہ.قال محمد و بہ ناخذ وھو قول ابی حنیفة.**(کتاب الآثار لامام محمد، باب ما یقطع الصلوۃ، ص ۲۷، نمبر ۱۳۷)اس اثر سے معلوم ہو کہ حضرت ابراہیم کا فتوی یہ تھا کہ بغیر پردہ کے مرد اور عورت ایک ساتھ کھڑے ہو جائیں اور دونوں ایک نماز میں مشترک ہوں تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

ترجمہ(۵۳۲)حدث پیش آنے والے کی شرمگاہ ستر کھل جائے اگر چہ مجبوراً ہو، جیسے عورت وضو کے لئے اپنے ہاتھ کھولے۔

تشریح : عقل کا تقاضا یہ ہے کہ بھول سے بھی حدث پیش آجائے تو نماز ٹوٹ جائے،لیکن حدیث کی وجہ سے یہ کہا گیا کہ وضو کر کے آئے اور پہلی نماز پر بنا کرے،لیکن شرط یہ ہے کہ اس حدث کے علاوہ نماز کے خلاف کوئی واقعہ پیش نہ آئے، یا پانی تک جانے کی جتنی ضرورت ہے اتنا ہی جائے اس سے زیادہ جائے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی، اب مسئلہ ہے کہ نماز میں عورت اپنا ستر نہ کھولے، مثلا بازو نہ کھولے، کلائی نہ کھولے ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی،اس عورت کو حدث پیش آیا تھا اس لئے وضو کے لئے بازو کھولی ،یا کلائی کھولی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔اگر چہ یہ مجبوری ہی میں کھولی۔

وجہ : کیونکہ حدیث میں بھول سے حدث پیش آنے کی گنجائش دی گئی تھی، بازو کھولنے کی گنجائش نہیں دی گئی تھی۔

اصول : صرف بھول سے حدث پیش آنے میں بنا کی گنجائش دی گئی ہے اس سے زیادہ کی نہیں،اور نہ عمدا حدث میں۔

ترجمہ : (۵۳۳[الف])وضو کے لئے جاتے آتے قرآن پڑھنا۔

تشریح : جتنی قرأت کرنی فرض تھی وہ پہلے نہیں کی اور بعد میں بھی نہیں کی اب حدث پیش آنے کے بعد وضو کے لئے جاتے

ومكثه قدر اداء ركن بعد سبق الحدث مستيقظا (۵۳۴)او مجاوزته ماء قريبا لغيره (۵۳۵)وخروجه من المسجد بظن الحدث ومجاوزته الصفوف فی غيره بظنه

اور آتے آیت پڑھی تو نماز فاسد ہوجائے گی، اس لئے کہ حدث کی حالت میں اس قرات کرنے کا اعتبار نہیں ہے، اس لئے فرض قرأت چھوٹ گئی اس لئے نماز فاسد ہوگی۔

وجه : عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ: من اصابه قیء او رعاف او قلس او مذی فلینصرف فلیتوضأ ثم لیبن علی صلوته وهو فی ذلک لا یتکلم ۔(ابن ماجہ شریف، باب ماجاء فی البناء علی الصلوۃ، ص ۱۷۱، نمبر ۱۲۲۱ / دار قطنی، باب فی الوضوء من الخارج من البدن کالرعاف الخ، ج اول، ص ۱۶۰ نمبر ۵۵۵) اس حدیث میں ,لا یتکلم ، سے اشارہ ہے کہ کوئی کلام بھی نہ کرے، اور آتے جاتے قرآن بھی نہ پڑھے۔

ترجمه : (۵۳۳[ب]) حدث پیش آنے کے بعد بیداری میں ایک رکن کے برابر ٹھہرے۔

تشریح : عقل کا تقاضا یہ ہے کہ حدث ہونے کے بعد نماز ٹوٹ جائے، اور وضو کے لئے جانے میں قبلہ سے سینہ پھیرے گا تو اور نماز ٹوٹ جانی چاہئے، اس لئے حدیث کی بنا پر بقدر ضرورت ہی گنجائش ملے گی، اس لئے حدث پیش آنے کے بعد بغیر مجبوری کے ایک رکن کے برابر ٹھہرا رہا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ لیکن اگر کھڑا کھڑا سو گیا اور ایک رکن کے برابر ٹھہرا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ سونے کی مجبوری ہے، اسی طرح بھیڑ تھی اس لئے دیر ہوئی، یا ناک کی نکسیر مسلسل بہ رہی تھی اس لئے وضو کرنے میں دیر ہوئی تو نماز نہیں ٹوٹے گی اس لئے کہ مجبوری ہے۔

اصول : جتنی ضرورت ہے اتنی ہی گنجائش ملے گی۔

ترجمه : (۵۳۴) نزدیک پانی چھوڑ کر دور پانی کے لئے جائے۔

تشــریح : وضو کرنے کے لئے نزدیک میں پانی موجود تھا اس کو پار کر کے دور میں وضو کرنے گیا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ کیونکہ ضرورت سے زیادہ ٹھہرا رہا۔

ترجمه :(۵۳۵) حدث کے گمان سے مسجد سے باہر نکلا، اور مسجد کے علاوہ میں حدث کے گمان سے صفوں سے باہر نکل گیا۔

تشریح :حدث ہوا نہیں تھا لیکن حدث کے گمان سے مسجد سے باہر نکل گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر مسجد کے علاوہ مثلا صحراء، یا میدان میں نماز پڑھ رہا ہے تو جتنی صفیں ہیں ان سے گزر کر باہر ہوجائے تو نماز فاسد ہوجائے گی، اور اگر ابھی صف کے درمیان تھا کہ یاد آیا کہ حدث نہیں ہوا ہے اور بنا کر لیا تو نماز ہوجائے گی۔

وجــه : مسجد کے اندر اندر گویا کہ مجلس متحد ہے، اسی طرح صحراء اور میدان میں صف کے اندر اندر مجلس متحد ہے اس لئے اس کی گنجائش ہوگی۔

(۵۳۶) وانصرافه ظانّا انه غير متوضئ وانّ مدة مسحه انقضت او انّ عليه فائتة او نجاسة وان لم يخرج من المسجد (۵۳۷)وفتحه على غير امامه

اصول : اصلاح کی غرض سے قبلہ رخ سے منہ پھیرا ہو اور مجلس ایک ہو تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔مسجد کی حدود،اورصف تک ایک مجلس ہے۔

ترجمہ : (۵۳۶) اس گمان سے کہ وضو والا نہیں ہے قبلے سے پھر گیا۔یا اس گمان سے کہ مسح کی مدت ختم ہو گئی،یا اس گمان سے کہ اس پر فوت شدہ نماز ہے،یا اس پر نجاست ہے،اگر چہ مسجد سے نہ نکلا ہو۔[تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی]

تشریح : ان مسئلوں میں اصول یہ ہے کہ۔جو حدث بار بار پیش آتے ہیں،جیسے حدث ہونا،نکسیر پھوٹنا اس میں قبلے سے پھر جانے کی گنجائش ملے گی اس کے علاوہ میں نہیں۔یہاں اس اصول پر ۴ مسئلے ہیں۔[۱] آدمی اس گمان میں قبلے سے پھر گیا کہ اس کو شروع سے وضو ہی نہیں ہے،چاہے وہ مسجد سے باہر نہ نکلا ہو،تو یہ حدث ہونا نہیں ہے جو بار بار پیش آتا ہو اس لئے اس میں نماز فاسد ہو جائے گی۔[۲] نماز میں یہ خیال ہوا کہ مدت مسح ختم ہوگئی اس لئے قبلے سے پھر گیا تو یہ بار بار پیش آنے والا حدث نہیں ہے۔[۳] آدمی صاحب ترتیب تھا نماز میں اس کو خیال آیا فوت شدہ نماز رہ گئی ہے اس لئے پہلے اس کو ادا کروں،اس خیال سے قبلے سے پھر گیا،بعد میں یاد آیا کہ فوت شدہ نماز اس کے ذمے نہیں ہے تو نماز فاسد ہو گئی اس لئے یہ واقعہ کبھی کبھار ہوتا ہے۔[۴] نماز میں یہ خیال ہوا کہ مجھ پر نجاست لگی ہوئی ہے جسکی بنا پر قبلے سے پھر گیا تو نماز ٹوٹ گئی اس لئے کہ یہ کبھی کبھار کا واقعہ ہے۔

ترجمہ : (۵۳۷)اپنے امام کے سوا دوسرے کو لقمہ دینا۔

تشریح : اپنے امام کو لقمہ دینا تعلیم اور تعلم ہے اس لئے اس کی اجازت نہیں ہونی چاہئے،لیکن چونکہ اس سے اپنی نماز کی اصلاح ہے اس لئے اس کی اجازت دی گئی ہے،لیکن دوسرے آدمی کو لقمہ دینے میں اپنی نماز کی اصلاح نہیں ہے اور نہ اس کی ضرورت ہے اس لئے نماز فاسد ہو جائے گی۔

وجہ : (۱)لقمہ دینے کی ممانعت ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن علیؓ قال قال رسول الله ﷺ : يا علی ! لا تفتح على الامام فی الصلوة** ۔ (ابو داود شریف،باب النھی عن التلقین،ص ۱۳۹،نمبر ۹۰۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ضرورت نہ ہو تو لقمہ نہیں دینا چاہئے۔(۲) **أن عليا قال : لا تفتح على الامام قوم و هو يقرأ فانه كلام** ۔(مصنف عبد الرزاق،باب تلقیۃ الامام،ج ثانی،ص ۹۲،نمبر ۲۸۲۴)اس اثر سے معلوم ہوا کہ لقمہ دینا کلام کرنے کے درجے میں ہے اسلئے بلا ضرورت لقمہ نہیں دینا چاہئے۔(۳) مجبوری میں اپنے امام کو لقمہ دینے کی گنجائش اس حدیث میں ہے۔**عن المسور بن يزيد المالكی أن رسول الله ﷺ ۔قال يحيی ۔ و ربما قال: شهدتُ رسول الله ﷺ يقرأ فی الصلوة فترک**

(۵۳۸)والتكبير بنية الانتقال لصلوة أُخرىٰ غير صلوته(۵۳۹) اذا حصلت هذه المذكورات قبل

شيئاً لم يقرأه ، فقال له رجل : يا رسول الله! تركت آية كذا و كذا فقال رسول الله ﷺ :هلا ذكرتنيها ۔ (ابوداود شریف، باب الفتح علی الامام فی الصلوۃ ،ص ۱۳۹،نمبر ۹۰۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنا امام بھول جائے تو اسکو لقمہ دیا جا سکتا ہے۔(۴)اثر میں ہے کہ لقمہ مانگے تو لقمہ دے۔ عن ابی عبد الرحمن السلمی قال : اذا استطعمکم فأطعموه ، یقول اذا تعایا فردوا علیه. (مصنف عبد الرزاق، باب تلقین الامام، ج ثانی ،ص ۹۳،نمبر ۲۸۳۴ رسنن بیہقی ، باب اذا حصر الامام لقن ، ج ثالث ،ص ۳۰۰،نمبر ۵۷۹۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ لقمہ مانگے تو لقمہ دے ورنہ نہیں۔

ترجمہ :(۵۳۸)ایک نماز سے دوسری نماز کی طرف انتقال کی نیت سے تکبیر کہنا۔

تشریح : فرض نماز پڑھ رہا تھا اچانک خیال آیا کہ میں دوسرے وقت کا فرض پڑھ لوں اور اس ارادے سے اس نماز سے نکل کر دوسری نماز کی تکبیر کہہ لی تو پہلی نماز فاسد ہو جائے گی ،اب اس پر بنا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ پہلی نماز کو توڑ چکا ہے، ہاں نماز پڑھ رہا تھا اور بھول سے سلام پھیر لیا اور پھر خیال آیا کہ ابھی پہلی نماز پوری نہیں ہوئی ہے اس لئے دوبارہ تکبیر کہہ لی تو پہلی نماز پر بنا کرنا جائز ہے، کیونکہ یہ عموم بلوی ہے۔

وجہ : (۱) کیونکہ اسکو چھوڑ کر دوسری نماز شروع کر دی تو دوسری نماز میں داخل ہونا اس وقت شمار کیا جائے گا جب پہلی نماز سے نکل جائے ،اسلئے پہلی نماز باطل ہو جائے گی۔(۲)اس حدیث میں اسکا اشارہ موجود ہے. کان معاذ یصلی مع النبی ﷺ ثم یرجع فیؤمنا ....ثم جاء یؤم قومه فقرأ البقرة ، فاعتزل رجل من القوم فصلی ، فقیل نافقت یا فلان !۔(ابوداود شریف، باب تخفیف الصلوۃ ،ص ۱۲۳،نمبر ۷۹۰)اس حدیث میں ایک صحابی نماز سے نکل گئے ،جس سے معلوم ہوا کہ آدمی نماز سے بالکل نکل جائے تو وہ نماز باطل ہو جاتی ہے۔ (۳)اور پہلی نماز میں بھول کر سلام پھیر دیا اور دوبارہ بنا کرنا چاہتا ہے تو کر سکتا ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن ابی هريرة أن رسول الله ﷺ انصرف من اثنتين ، فقال له ذو اليدين : أقصرت الصلوة أم نسيتَ يا رسول الله ؟ فقال رسول الله ﷺ : أصدق ذو اليدين ؟ فقال الناس : نعم ، فقام رسول الله ﷺ فصلى اثنتين أخريين ، ثم سلم ، ثم كبر ، فسجد مثل سجوده أو اطول ۔(بخاری شریف، باب ھل یأخذ الامام اذا شک بقول الناس ؟ ،ص ۹۹ ،نمبر ۷۱۴ رابوداود شریف ، باب السہو فی السجدتین ،ص ۱۵۳،نمبر ۱۰۰۸) اس حدیث میں اسی نماز کو دوبارہ شروع فرمایا تو پہلی نماز باقی رہی۔۔درمیان نماز میں بات کی اس سے نماز ٹوٹی یا نہیں اسکی بحث پہلے گزر چکی ہے۔

ترجمہ : (۵۳۹) یہ تمام مذکورات اخیر قعدہ میں مقدار تشہد سے اگر پہلے حاصل ہوں تو مفسد صلوۃ ہوں گے۔

تشریح : درمیان میں حدث ہونے کے تمام صورتیں تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد پیش آئیں تو نماز پوری ہو جائے گی۔اور اس سے پہلے پیش آئی تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

الجلوس الاخیر مقدار التشهد .(۵۴۰) ویُفسدھا ایضا مدُّ الھمزة فی التکبیر (۵۴۱)وقراء ة ما لا یحفظه من مصحف

وجه : (۱) کیونکہ فرائض تو سارے پورے ہو چکے ہیں اب صرف سلام باقی ہے جو واجب ہے،اور درود شریف پڑھنا اور دعا پڑھنا باقی ہے جو سنت ہیں اس لئے نماز پوری ہو جائے گی۔(۲) حدیث یہ ہے۔**عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ ﷺ قال اذا قضی الامام الصلوة وقعد فاحدث قبل ان یتکلم فقد تمت صلوته ومن کان خلفه ممن اتم الصلوة** ۔(ابو داؤد شریف، باب الامام یحدث بعد یا یرفع رأسه،ص ۹۸،نمبر ۶۱۷ رترمذی شریف، باب ما جاء فی الرجل یحدث بعد التشھد،ص۹۲، نمبر ۴۰۸ ردار قطنی، باب من احدث قبل التسلیم فی آخر صلوته او احدث قبل تسلیم الامام فقد تمت صلوته ص ۳۶۸ نمبر ۱۴۰۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد حدث کر دیا تو نماز پوری ہوگئی اس لئے اسکی نماز نقص کے ساتھ پوری ہوگئی اسلئے دوبارہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔(۳) اس حدیث میں ہے۔**انّ رسول اللہ ﷺ اخذ بید عبد اللہ فعلمه التشھد فی الصلوة فذکر مثل دعاء حدیث الاعمش اذا قلت ھذا او قضیت ھذا فقد قضیت صلوتک ان شئت ان تقوم فقم وان شئت ان تقعد فاقعد** ۔(ابوداؤد شریف، باب التشھد،ص ۱۴۶،نمبر ۹۷۰)اس حدیث میں فرمایا گیا کہ تشہد کی مقدار بیٹھنے یا پڑھنے کے بعد نماز پوری ہوگئی۔

اصول: تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد خلیفہ کے بجائے اصل پر قدرت ہوگئی تو چونکہ تمام فرائض پورے ہو چکے ہیں اس لئے نماز پوری ہوگئی کمی کے ساتھ۔

ترجمہ :(۵۴۰) اللہ اکبر کو الف ممدودہ سے پڑھنا۔

تشریح :,اللہ اکبر, میں اللہ کے شروع کے الف کو کھینچے گا تو ,آللہ اکبر, ہو جائے گا اور ترجمہ ہوگا کیا اللہ بڑا ہے،اس لئے نماز فاسد ہو جائے گی۔

ترجمہ : (۵۴۱)بغیر یاد کے قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھنا۔

تشریح :اگر قرآن یاد ہے اور اس کو دیکھ کر نماز میں پڑھ رہا ہے تو یہ ممکن ہے کہ یادداشت سے پڑھ رہا ہو قرآن کریم ویسے ہی کھلا رکھا ہو اس لئے نماز فاسد نہیں ہوگی،لیکن اگر یاد نہیں ہے اور قرآن کو دیکھ کر اس سے پڑھ رہا ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

وجه : اسکی دو وجہ بیان فرماتے ہیں (۱) ایک وجہ یہ ہے کہ قرآن سے پڑھنا اس سے تلقین کرنا ہے،یعنی اس سے لقمہ لینا ہے اور اس سے تعلیم اور تعلم کرنا ہے،اور پہلے گزر چکا ہے کہ اپنے مقتدی کے علاوہ سے لقمہ لینا صحیح نہیں ہے۔حدیث یہ ہے۔**عن علیؓ قال قال رسول اللہ ﷺ : یا علی ! لا تفتح علی الامام فی الصلوة** ۔ (ابوداود شریف، باب النھی عن التلقین،ص ۱۳۹، نمبر ۹۰۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ضرورت نہ ہو تو لقمہ نہیں دینا چاہئے۔(۲) **أن علیا قال : لا تفتح علی الامام قوم و**

(۵۴۲) واداء ركن او امكانه مع كشف العورة او مع نجاسة مانعة (۵۴۳)ومسابقة المقتدى بركن

هو يقرأ فانه كلام ۔(مصنف عبدالرزاق، باب تلقینۃ الامام، ج ثانی،ص۹۲،نمبر۲۸۲۴) اس اثر میں ہے کہ اپنے امام کے علاوہ کولقمہ نہ دے کیونکہ وہ کلام کے درجے میں ہے،اورکلام سے نماز فاسد ہو جاتی ہے،اسلئے قرآن کو دیکھ کر قرأت کرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔(۳) عن رفاعة بن رافع أن رسول الله ﷺ بينما هو جالس فى المسجد يو ماً ....فان كان معك قرآن فاقرأ ، و الا فاحمد الله و كبره و هلله . (ترمذی شریف، باب ما جاء فی وصف الصلوۃ،ص۶۶،نمبر۳۰۲) (۴) عن عبد الله بن ابى أوفى قال : جاء رجل الى النبى ﷺ فقال : انى لا أستطيع أن أخذمن القرآن شيئاً فعلمنى ما يجزئنى منه فقال : قل سبحان الله و الحمد لله ۔(ابوداود شریف، باب ما یجزی الامی والاعجمی من القرأۃ،ص ۱۲۸،نمبر۸۳۲) ان دونوں حدیثوں میں ہے کہ قرآن زبانی یاد نہ ہو تو الحمد للہ پڑھو اور تکبیر وغیرہ کہہ کر نماز پوری کرو۔ یہاں آیت یاد نہ ہونے کی شکل میں تکبیر وغیرہ کہنے کے لئے کہا یہ نہیں کہا کہ قرآن دیکھ کر پڑھو جس سے معلوم ہوا قرآن دیکھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ : (۵۴۲) کشف عورت یا نجاست مانعہ کے ساتھ ایک رکن ادا کرنا یا ادا کرنا ممکن ہو۔

تشریح : ستر عورت کھلا اور فوراڈھانپ لیا تو نماز نہیں ٹوٹے گی، اسی طرح اتنی نجاست لگی کہ اس سے نماز نہیں ہو سکتی ہے، لیکن فورا اس کو دور کر دیا تو نماز نہیں ٹوٹے گی،لیکن اگر اتنی دیر ستر کھلا رہا، یا نجاست لگی رہی کہ اس میں ایک رکن ادا کر سکتا ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔۔ایک چھوٹا سا رکن سجدہ، تین مرتبہ سبحان اللہ، کہنے سے ادا ہوتا ہے۔

ترجمہ : (۵۴۳)امام سے پہلے مقتدی کوئی رکن ادا کرلیوے کہ امام اس رکن میں اس کا شریک نہ ہو۔

تشریح : مثلا مقتدی نے امام سے پہلے رکوع کرلیا،اور امام کے رکوع میں جانے سے پہلے مقتدی نے سر اٹھالیا،جسکی وجہ سے مقتدی امام کے ساتھ پورے رکن میں شریک نہیں رہا تو مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

وجہ : (۱)اس حدیث میں ہے۔عن انس ان النبى ﷺ حضهم على الصلاة و نهاهم ان ينصرفوا قبل انصرافه من الصلاة ۔(ابوداود شریف، باب فیمن ینصرف قبل الامام،ص۱۰۱،نمبر۶۲۴)اس حدیث میں ہے کہ امام سے پہلے نماز سے نہ نکلے۔(۲)عن ابى هريرة قال قال رسول الله ﷺ اما يخشى او الا يخشى احدكم اذا رفع رأسه و الامام ساجد ان يحول الله رأسه رأس حمار او صورته صورة حمار ۔(ابوداود شریف، باب التشدید فیمن یرفع قبل الامام او یضع قبلہ،ص۱۰۱،نمبر۶۲۳)اس حدیث میں ہے کہ امام سے پہلے سر نہ اٹھائے۔(۳) اس حدیث میں ہے کہ امام کی متابعت کرو۔عن انس بن مالک ؓ .....و قال انما جعل الامام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا و اذا ركع فاركعوا و اذا رفع فارفعوا ۔(بخاری شریف، باب صلاۃ القاعد،ص۱۷۸،نمبر۱۱۱۴رمسلم شریف، باب ائتمام المأموم بالامام،ص۱۷۴،نمبر ۹۲۱/۴۱۱)اس حدیث میں ہے کہ امام کے ساتھ تکبیر کہو

لم يشاركه فيه امامه (۵۴۴)و متابعة الامام فی سجود السهو للمسبوق(۵۴۵) وعدم اعادة الجلوس الاخیر بعد اداء سجدة صلبيّة تذکّرها بعد الجلوس(۵۴۶) وعدم اعادة رکن ادّاه نائما(۵۴۷) وقهقهة امام المسبوق وحدثه العمد بعد الجلوس الاخیر

ترجمه : (۵۴۴)مسبوق سجدہ سہو میں امام کی متابعت کرلے۔

تشریح : اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ،امام نے سلام پھیر دیا اس کے بعد مسبوق اپنی باقی نماز پوری کرنے کے لئے اٹھا اور ایک رکعت کا سجدہ بھی کرلیا،جسکی وجہ سے مسبوق اب امام سے بالکل الگ ہوگیا،اس کے بعد امام کو سہو یاد آیا اور سجدہ سہو کیا اور اس مسبوق نے بھی امام کی اتباع کی تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی ، کیونکہ مسبوق کے سجدہ کرنے کے بعد امام اب اس کا امام نہیں رہا، اجنبی ہوگیا اس لئے اجنبی کی اقتداء کرنے کی وجہ سے نماز فاسد ہوجائے گی۔لیکن اگلی رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے تک امام کی اتباع میں سجدہ سہو کیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ یہ ابھی تک اس کا امام ہے۔

ترجمه : (۵۴۵) قعدہ آخیرہ کو نہ لوٹائے اس کے بعد کہ صلبی سجدہ ادا کیا جو قعدہ آخیرہ کے بعد یاد آیا۔

تشریح : قعدہ آخیرہ میں یاد آیا کہ کسی رکعت کا اصلی سجدہ باقی رہ گیا ہے،اس نے اصلی سجدہ کیا،اور دوبارہ قعدہ آخیرہ کئے بغیر سلام پھیر دیا تو نماز فاسد ہوجائے گی

وجه : کیونکہ قعدہ آخیرہ بالکل آخیر میں ہونا چاہئے،اور یہاں رکعت کا سجدہ آخیر میں ہوگیا اور اس کے بعد قعدہ نہیں کیا جو فرض ہے تو گویا کہ فرض چھوڑ دیا اس لئے نماز فاسد ہوجائے گی۔

لغت : سجدۃ صلبیۃ: رکعت کا سجدہ۔دوسرا ہے سجدہ سہو،تیسرا ہے سجدہ تلاوت۔

ترجمه : (۵۴۶) نیند میں رکن ادا کئے ہوئے کا اعادہ نہ کرنا۔

تشریح : جو رکن سوئے ہوئے میں ادا کیا اس کا اعتبار نہیں ہے،اس لئے بیدار ہونے کے بعد اس کو ادا نہیں کیا تو وہ فرض چھوڑ دیا اس لئے نماز فاسد ہوجائے گی۔

ترجمه : (۵۴۷) مسبوق کے امام کا قاعدہ اخیرہ کے بعد قہقہہ لگانا،یا جان کر حدث کرنا۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ قعدہ اخیرہ سے پہلے جان کر حدث کر دیا تو نماز فاسد ہوجائے گی،اور قعدہ اخیرہ کے بعد حدث کیا تو نماز کراہیت کے ساتھ پوری ہوجائے گی۔صورت مسئلہ یہ ہے کہ۔قعدہ اخیرہ کے بعد مسبوق کے امام نے قہقہہ لگا دیا یا جان کر حدث کر دیا تو اس کی نماز کراہیت کے ساتھ پوری ہوجائے گی کیونکہ اب کوئی فرض باقی نہیں رہا،لیکن مسبوق کی نماز ابھی بیچ میں ہے،اس کو ابھی ایک رکعت اور پڑھنی ہے اس لئے اس کی نماز فاسد ہوجائے گی۔

(٥٤٨) والسلام علی رأس رکعتین فی غیر الثنائیّة ظانّا انه مسافرا وانّها الجمعة او انّها التراویح

وجه : (۱) اسکی وجہ یہ ہے کہ امام نے جب حدث کیا تو امام کی نماز بھی فاسد ہوگئی تھی لیکن تمام فرائض پورے ہو گئے تھے اسلئے دوبارہ بناء کرنے کی ضرورت نہیں رہی، اسلئے نقص کے ساتھ نماز پوری سمجھ لی گئی۔ لیکن مسبوق کی نماز ابھی باقی ہے اور اسکے فرائض بھی باقی ہیں اور اسکے درمیان ہی میں امام نے حدث کر دیا تو حقیقت میں امام کی نماز فاسد ہونے کی وجہ سے اس مسبوق کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔ (۲) اس حدیث کے اشارے سے بھی پتہ چلتا ہے کہ جس نے اول نماز نہیں پائی اسکی نماز فاسد ہو جائے گی۔ حدیث یہ ہے۔ **عن عبد الله بن عمر و قال : قال رسول الله ﷺ : اذا أحدث الامام بعد ما یرفع رأسه من آخر سجدة و استوی جالساً تمت صلوته ، و صلوة من خلفه ممن ائتم به ممن أدرک أول الصلوة** ۔ (دار قطنی، باب من أحدث قبل التسلیم، ج اول، ص ۳۶۸، نمبر ۱۴۰۹) اس حدیث میں ہے کہ جو شروع نماز سے ہے اسکی نماز بھی پوری ہو جائے گی۔ اسکا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جس نے شروع نماز نہیں پائی اسکی نماز فاسد ہو جائے گی۔۔ حدث سے نماز فاسد ہو جائے اسکے لئے حدیث یہ ہے۔ **عن علی بن طلق قال قال رسول الله ﷺ اذا فساء احدکم فی الصلوة فلینصرف فلیتوضأ ولیعد الصلوة** . (ابو داؤد شریف، باب اذا احدث فی الصلوۃ، ص ۱۵۱ نمبر ۲۰۵) اس حدیث میں ہے کہ نماز میں حدث ہو جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور قہقہہ مارنے سے نماز ٹوٹ جائے گی اور وضو بھی ٹوٹ جائے گا اسکے لئے حدیث یہ ہے۔ **عن عمران بن حصین قال : سمعت رسول الله ﷺ یقول : من ضحک فی الصلوة قرقرة فلیعد الوضوء و الصلوة** ۔ (دار قطنی، باب أحادیث القهقهة فی الصلوة وعللها، ج اول، ص ۱۷۲، نمبر ۶۰۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قہقہہ مار کر ہنسے گا تو نماز بھی ٹوٹے گی اور وضو بھی ٹوٹ جائے گا۔

ترجمه : (٥٤٨) دو رکعت سے زیادہ نمازوں میں دو ہی رکعت پر سلام پھیر دینا یہ گمان کرتے ہوئے کہ وہ مسافر ہے، یا یہ کہ وہ جمعہ ہے، یا تراویح ہے حالانکہ وہ عشاء کی نماز تھی، یا ابھی ابھی مسلمان ہوا تھا اس لئے گمان کیا کہ دو ہی رکعت فرض ہے۔

تشریح : یہاں اصول الگ الگ ہیں [۱] اگر بھول کر دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو قبلے سے سینہ پھرنے، اور بات کرنے، یا حدث کرنے سے پہلے پہلے تک بنا کر سکتا ہے، مثلا ظہر کی نماز تھی اور بھول سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو سینہ پھرنے اور بات کرنے، یا حدث کرنے سے پہلے پہلے تک بنا کرے اور مزید دو رکعت ملا کر سجدہ سہو کرے اور نماز پوری کر لے۔ [۲] لیکن اگر بھول کر سلام نہیں پھیرا بلکہ مسافر سمجھ کر یا جمعہ سمجھ کر، یا یہ سمجھا کہ تراویح کی نماز ہے حالانکہ وہ عشاء کی نماز تھی، اور جان کر سلام پھیر دیا تو اب نماز ٹوٹ گئی، بنا نہیں کر سکتا۔ اسی طرح نو مسلم تھا، اس کو معلوم نہیں تھا کہ ظہر کی چار رکعت ہوتی ہے اس لئے اس نے دو رکعت ہی پر سلام پھیر دیا تو اب بنا نہیں کر سکتا۔

وجه : (۱) یہاں بھول کر سلام نہیں پھیرا ہے بلکہ جان کر مکمل انقطاع کی نیت سے سلام پھیرا ہے، اس لئے بنا نہیں کر سکتا۔ (۲)

وهی العشاء او کان قریب عهد بالاسلام فظنّ الفرض رکعتین

بھول کر سلام پھیرے تو بنا کر سکتا ہے، اس کے لئے حدیث یہ ہے ۔**عن ابی ھریرۃؓ قال صلی بنا النبی ﷺ الظھر او العصر فسلم فقال له ذو الیدین : الصلاۃ یا رسول الله أنقصت ؟ فقال النبی ﷺ لاصحابه احق ما یقول ؟ قالوا نعم فصلی رکعتین اخریین ثم سجد سجدتین** ۔(بخاری شریف، باب اذا سلم فی رکعتین ،ص۱۹۶،نمبر۱۲۲۷)اس حدیث میں ہے کہ بھول سے دو رکعت پر سلام کر دیا تو دوبارہ اس پر بنا کیا۔

اصول : بھول کر سلام پھیرے تو بنا کر سکتا ہے۔ جان کر سلام پھیرے تو بنا نہیں کر سکتا۔

﴿باب زلة القاری﴾

(۵۴۹) قال المحشی لما رأیت مسائل زلة القاری من اهم ما یجب العلم بها و الناس عنها غافلون ووجدت ما فی الطحطاوی علی المراقی اوفی ما فی هذا البحث الحقة بهذا الکتاب مراعاة لمن سلک طریق الهدی و اجتنب سبل الهوی لیکون واقیا لی من النیران ووسیلة الی الجنان ورجحانا فی المیزانی عند خفة المیزان و علیه التکلان قال

﴿تکمیل﴾

[۱]زلة القاری من اهم المسائل، و هی مبنیة علی قواعد ناشئة من الاختلافات لا کما توهم انه لیس له القاعدة تبنی علیها ..[۲]فالاصل فیها عند الامام و محمد رحمهما الله تعالی تغیر المعنی تغیرا

﴿قرأت کی غلطیاں﴾

نوٹ : فقہ کی مروج کتابوں میں قرأت کے بارے میں مسئلہ لکھا ہوانہیں ہے،صرف نورالایضاح کے حاشیہ میں طحطاوی کے حوالے سے کچھ مسئلے ہیں، میں نے چاہا کہ اس کی پوری وضاحت کردی جائے تا کہ طلبہ کو کام آئے۔ثمیر الدین قاسمی غفرلہ

(۵۴۹)محشی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ قرأت کی غلطیوں کے مسائل بہت اہم ہیں جنکو جاننا چاہئے ، اورلوگ ان سے غافل ہیں ،مراقی الفلاح پر جوطحطاوی ہے اس کو دیکھا کہ اس بحث کے بارے میں بہت کافی ہے،اس لئے اس کواس کتاب کے ساتھ ملادیا، جو ہدایت کے راستے پر چلنا چاہتے ہیں انکی رعایت کرتے ہوئے ،اورخواہش کے راستے سے پرہیز کیا تا کہ آگ سے بچانے والے ہوجائے اور جنت کا وسیلہ بن جائے ،اورمیزان کے ہلکا ہوتے وقت بھاری ہونے کا ذریعہ بنے،اوراللہ تعالی ہی پر بھروسہ ہے۔

ترجمہ :[۱]زلۃ القاری (یعنی قرأت کرنے والے کی غلطیوں) کے احکام اہم مسائل میں سے ہیں ان کا دارمدار کچھ قاعدوں پر ہے جوعلماء کے اختلاف سے پیدا ہوا ہے، ایسانہیں ہے جیسا کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ قرأت میں غلطی کے لئے کوئی قاعدہ نہیں ہے

تشریح :قرأت میں غلطیوں کا مسئلہ اہم ہے،اوراس کا مدار کچھ قاعدوں پر ہے۔ علماء کے درمیان اختلاف ہوا ہے،اس لئے دونوں کے قاعدے الگ الگ ہو گئے۔

ترجمہ [۲]اس میں امام ابوحنیفہؒ اورامام محمدؒ کا اصول یہ ہے کہ معنی بہت بدل جائے تو نماز فاسد ہوگی ورنہ نہیں، چاہے وہ لفظ قرآن میں موجود ہو یا نہ ہو۔

تشریح : امام ابوحنیفہؒ اورامام محمدؒ کا اصول یہ ہے کہ لفظ کے تبدیل سے یا قرأت کی تبدیلی سے، یا اعراب کی تبدیل سے معنی بہت بدل گیا تو نماز فاسد ہوجائے گی ،اور معنی نہیں بدلا تو نماز فاسد نہیں ہوگی ، چاہے وہ لفظ قرآن میں ہو یا نہ ہو۔ یہ اختلاف اس

فاحشا وعدمه للفساد و عدمه مطلقا سواء کان اللفظ موجودا فی القراٰن او لم یکن ،[۳] و عند ابی یوسفؒ ان کان اللفظ نظیره موجود ا فی القراٰن لا تفسد مطلقا تغیر المعنی تغیرا فاحشا او لا ، و ان لم یکن موجودا فی القراٰن تفسد مطلقا [۴] و لا یعتبر الاعراب اصلا ، [۵]و محل الاختلاف فی الخطاء و النسیان ، اما فی العمد فتفسد به مطلقا بالاتفاق اذا کان مما یفسد الصلوة ،[٦] اما اذا کان ثناءً فلا تفسد و لو تعمد ذالک ، افاده ابن امیر الحاج ،

صورت میں ہے جبکہ بھول کر غلطی ہوئی ہو، لیکن جان بوجھ کر غلطی کی ہے تو معنی کے بدلنے سے تینوں اماموں کے نزدیک نماز فاسد ہوجائے گی

ترجمہ : [۳]امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ ہے کہ لفظ کے مثل قرآن میں موجود ہو تو نماز بالکل فاسد نہیں ہوگی چاہے بہت معنی بدلا ہو یا نہ بدلا ہو، اور اگر قرآن میں موجود نہ ہو تو نماز فاسد ہوجائے گی۔

تشریح :امام ابو یوسفؒ کا اصول یہ ہے کہ لفظ کی تبدیل کی یا اعراب کی تبدیل کی یا قرأت میں خامی آئی، اور ایسا لفظ بن گیا کہ وہ قرآن میں ہے تو نماز فاسد نہیں ہوگی، چاہے معنی کتنا ہی بدل جائے۔

ترجمہ : [۴]اعراب کا بالکل اعتبار نہیں ہے۔

تشریح : اعراب کے اعتبار سے پیش کے بجائے زبر ہوگیا، یا زیر ہوگیا تو اس کا اعتبار نہیں ہے اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔

ترجمہ :[۵]اختلاف کا محل غلطی اور بھول ہے، پس اگر جان کر کیا تو بالاتفاق نماز فاسد ہوگی، اگر اس سے نماز فاسد ہوتی ہو۔

تشریح : جان کر الفاظ کی تبدیلی کی تو سب کے نزدیک نماز فاسد ہوگی، یہ اختلاف بھول کر غلطی کرنے میں ہے۔

ترجمہ :[٦]اگر حمد وثنا ہوجائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی، ابن امیر الحاج نے یہی فرمایا۔

تشریح :الفاظ کی تبدیل سے، یا اعراب کی بدلنے سے اللہ تعالی کے حمد وثنا کا معنی بن گیا تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس میں کوئی قباحت نہیں ہوئی، علامہ ابن امیر الحاج نے یہی فرمایا۔

اصول :امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا اصول یہ ہے کہ تبدیل سے بہت زیادہ معنی بدل جائے تو نماز فاسد ہوگی، ورنہ نہیں

اصول :امام ابو یوسفؒ کا اصول یہ ہے کہ تبدیل کے بعد جو لفظ بنا ہے اگر وہ قرآن میں ہے تو نماز فاسد نہیں ہوگی، چاہے کتنا ہی معنی بدلا ہو۔

﴿و فی هذا الفصل مسائل ﴾

[۷](الاولی) الخطاء فی الاعراب و یدخل فیه تخفیف المشدد و عکسه، و قصر الممدود و عکسه، و فک المدغم و عکسه، فان لم یتغیر به المعنی لا تفسد به صلوته بالاجماع کما فی المضمرات، [۸]و اذا تغیر المعنی نحو ان یقرأ: و اذا بتلی ابراهیمُ ربَه، برفع ابراهیم و نصب ربه فالصحیح عنهما الفساد [۹]و علی قیاس قول ابی یوسفؒ لاتفسد لانه لا یعتبر الاعراب، و به یفتی. واجمع المتأخرون کمحمدبن مقاتل و محمد بن سلام و اسماعیل الزاهد وابی بکر سعید

﴿اس فصل میں چند مسئلے ہیں﴾

ترجمہ: [۷] پہلا مسئلہ:۔اعراب میں غلطی ہو،مشدد والے لفظ کو تخفیف پڑھ دے، یا اس کا الٹا کر دے [تخفیف والے لفظ کو مشدد پڑھ دے]۔قصر کو مد کر دے، یا مد کو قصر کر دے۔ادغام کو فک ادغام کر دے۔یا اسکا الٹا، یعنی فک ادغام کو ادغام کر دے۔ پس اگر اس سے معنی نہ بدلے تو بالاجماع نماز فاسد نہیں ہوگی۔کتاب مضمرات، میں ایسا ہی لکھا ہے۔

تشریح: یہاں چھ صورتیں ہیں [۱] مشدد والا لفظ تھا اس کو تخفیف پڑھ دیا [۲] تخفیف والا لفظ تھا اس کو مشدد پڑھ دیا۔[۳] مد والا لفظ تھا اس کو قصر پڑھ دیا۔[۴] قصر والا لفظ تھا اس کو مد پڑھ دیا۔[۴] ادغام والا لفظ تھا اس کو بغیر ادغام کے فک ادغام پڑھ دیا [۶] یا فک ادغام والا لفظ تھا اس کو ادغام کر کے پڑھ دیا۔اور اس سے معنی نہیں بدلا تو بالاتفاق نما فاسد نہیں ہوگی۔اس لئے کہ معنی نہیں بدلا تو کوئی حرج نہیں ہوا اس لئے نماز فاسد نہیں ہوگی۔

ترجمہ: [۸] اگر اعراب کی تبدیل سے معنی بدل گیا، جیسے ﴿ اذا ابتلی ابراهیمُ ربَه ﴾ ابراہیم کو رفع کے ساتھ اور ربہ کو نصب کے ساتھ پڑھ دیا، تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ نماز فاسد ہو جائے گی۔

تشریح: اعراب کے بدلنے سے معنی بالکل الٹ گیا جیسے اصل عبارت تھی ﴿ اذا ابتلی ابراهیمَ ربُه ﴾ (آیت ۱۲۴، سورۃ البقرۃ ۲) کہ حضرت ابراہیمؑ کو اس کے رب نے آزمایا اور پڑھ دیا ﴿ اذا ابتلی ابراهیمُ ربَه ﴾ (آیت ۱۲۴، سورۃ البقرۃ ۲) ابراہیم پر رفع پڑھ دیا اور اس کو فاعل بنا دیا، اور رب کو مفعول بنا دیا اور ترجمہ یہ ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے رب کو آزمایا، تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ معنی بالکل بدل گیا اور کفر کی حد تک پہنچ گیا۔ اس لئے نماز فاسد ہوگی۔

ترجمہ: [۹] حضرت امام ابو یوسفؒ کے قاعدے پر نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ وہ اعراب کا اعتبار نہیں کرتے ہیں۔اسی پر فتوی دیا جاتا ہے۔چنانچہ محمد بن مقاتلؒ، محمد بن سلامؒ، اسماعیلؒ، زاہدؒ، ابو بکرؒ، سعید بلخیؒ، ہندوانی بن فضلؒ اور حلوائیؒ جیسے حضرات متأخرین کا فتوی یہی ہے کہ اعراب کی غلطی سے کبھی بھی نماز فاسد نہیں ہوتی، اگر چہ وہ غلطی ایسی ہی کیوں نہ ہو جس پر عقیدہ جما لینا کفر ہوتا

البلخی و الهندوانی و ابن الفضل و الحلوانی علی ان الخطاء فی الاعراب لا یفسد مطلقا و ان کان مما اعتقاده کفر لان اکثر الناس لا یمیزون بین وجوه الاعراب ، و فی اختیار الصواب فی الاعراب ایقاع الناس فی الحرج و هو مرفوع شرعا [۱۰] و علی هذا مشی فی الخلاصة ، فقال :و فی النوازل لا تفسد فی الکل ، و به یفتی ، [۱۱]و ینبغی ان یکون هذا فی ما اذا کان خطاءً او غلطا وهو لا یعلم او تعمد ذالک مع ما لا یغیر المعنی کثیرا , کنصب ,الرحمن، فی قوله تعالی :

ہو۔ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ عوام الناس اعراب کی صورتوں میں تمیز نہیں کر سکتے ،لہذا صحت اعراب کی قید لگانے میں عوام پر غیر قابل برداشت تنگی ہے جس کو شریعت نے اٹھا دیا ہے۔

تشریح :امام ابو یوسفؒ کے قاعدے پر یہ ہوگا کہ اعراب کی تبدیل سے چاہے ایسا معنی پیدا ہو جاتا ہو جس سے کفر لازم آتا ہو پھر بھی نماز فاسد نہیں ہوگی ، کیونکہ اکثر عوام کو یہ پتہ ہی نہیں ہوتا کہ اعراب کی تبدیلی سے کیا معنی پیدا ہوا ،اور نہ وہ اس کی رعایت کر پاتے ہیں اس لئے ان پر اعراب کی صحت کی قید لگانا تکلیف مالا یطاق ہے ،اس لئے اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی ۔۔اوپر کے بہت سے بزرگوں نے اسی پر فتوی دیا ہے۔

اصول: امام ابو حنیفہؒ امام محمدؒ کے یہاں اعراب کی تبدیل سے معنی بالکل بدل جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

اصول : اگر قرآن میں وہ لفظ موجود ہو تو امام ابو یوسف کے یہاں اعراب کی تبدیل سے معنی بالکل بدل جائے تب بھی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

ترجمہ [۱۰]علامہ طحطاویؒ فرماتے ہیں کہ خلاصہ کتاب میں بھی اسی مسلک کو اختیار کیا ہے، چنانچہ صاحب خلاصہ کا ارشاد ہے: وفی النوازل لا تفسد فی الکل و به یفتی یعنی نوازل (کتاب کا نام ہے) میں ہے کہ ان تمام صورتوں میں نماز فاسد نہیں ہوتی ،اسی پر فتوی ہے۔

تشریح : علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ خلاصہ کتاب میں اسی مسلک کو اختیار کیا گیا ہے کہ اعراب کی غلطی سے نماز فاسد نہیں ہوگی

ترجمہ :[۱۱] مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس قول کی توضیح میں خطا یا نادانستہ غلطی کی شرط لگائی جائے ،یعنی نماز اس صورت میں فاسد نہ ہوگی کہ جب نادانستہ طور پر اعراب میں غلطی ہوگئی ، یا اگر قصداً اعراب غلط پڑھا تھا تو اس غلط اعراب سے معنی میں زیادہ تبدیلی نہیں ہوئی تھی جیسے کہ الرحمن علی العرش استوی (آیت ۵ ،سورۃ طہ ۲۰) میں رحمٰن کے نون پر پیش کے بجائے زبر پڑھا جائے ۔لیکن اگر قصداً غلط اعراب پڑھا جائے اور غلطی بھی ایسی ہو جس سے معنی میں بہت زیادہ تبدیلی ہو جائے یا ایسے معنی پیدا ہوں جن کا عقیدہ کفر ہے تو ایسی صورت میں فسادِ نماز کا حکم تو کم سے کم درجہ ہے۔

الرحمنَ علی العرش استوی ، اما لو تعمد مع ما یغیر المعنی کثیرا او یکون اعتقاده کفرا فالفساد حینئذ اقل الاحوال ، و [۱۲]المفتی به قول ابی یوسف ، [۱۳] و اما تخفیف المشدد کما لو قرأ : ایاک نعبد ، او ,رب العالمین، بالتخفیف ، فقال المتاخرون لا تفسد مطلقا من غیر استثناء علی المختار لان ترک المد و التشدید بمنزلة الخطاء فی الاعراب ، کما قال قاضی خان و هو الاصح کما فی المضمرات ، و کذا نص فی الذخیرة علی انه الاصح کما فی ابن امیر الحاج ،[۱۴] و حکم تشدید المخفف کحکم عکسه فی الخلاف ، و التفصیل ، و کذا اظهار المدغم و عکسه فالکل نوع واحد کما فی الحلبی .

تشریح :مصنف فرماتے ہیں کہ اعراب کی غلطی جان کر کرے اور معنی اتنا بدل جائے کہ اس کا اعتقاد کفر ہو جائے تو نماز فاسد ہونی چاہئے ، یہ کم سے کم درجہ ہے۔ ہاں بھول کر اعراب کی غلطی کرے، یا جان کر اعراب کی غلطی کرے اور اس سے معنی میں کوئی زیادہ تبدیلی نہ ہوئی ہو تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی ،اس کی ایک مثال دی کہ **الرحمنَ علی العرش استوی** (آیت ۵ ،سورۃ طہ ۲۰) الرحمٰن پر پیش پڑھنا چاہئے کیونکہ وہ استوی کا فاعل ہے، لیکن جان کر زبر پڑھ دیا تو اس سے کوئی زیادہ معنی نہیں بدلا اس لئے نماز فاسد نہیں ہوگی۔

ترجمه : [۱۲] بہر حال امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتوی ہے،

تشریح : بہر حال امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتوی ہے کہ بھول کر اعراب غلط پڑھ دیا، یا جان کر غلط پڑھا لیکن معنی میں کوئی زیادہ تبدیلی نہیں ہوئی تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

ترجمه :[۱۳] بہر حال مشدد کی تخفیف، جیسے'' **ایاک نعبد** ''یا'' **رب العلمین** ''تشدید کے بغیر، پڑھے تو متأخرین نے فرمایا کہ مختار مذہب یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی ،اس لئے کہ مد کو چھوڑنا اور تشدید کو چھوڑنا اعراب میں غلطی کی طرح ہے، جیسا کہ قاضی خان نے کہا اور وہی صحیح ہے، جیسا کہ صاحب مضمرات نے کہا اور اسی طرح صاحب ذخیرہ نے تصریح کی کہ یہ صحیح ہے جیسا کہ ابن امیر الحاج نے کہا۔

تشریح : جس لفظ پر تشدید پڑھنا چاہئے اس کو تخفیف پڑھ دیا، مثلا ایاک نعبد میں تشدید پڑھنا چاہئے ،اس کو تخفیف پڑھ دیا۔ یا رب العالمین، پر تشدید پڑھنا چاہئے اس کو تخفیف پڑھ دیا تو یہ اعراب کی غلطی کی طرح ہے اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔ حضرت قاضی خان نے، مضمرات نے، ذخیرہ نے اور ابن امیر الحاج نے یہی کہا ہے۔۔ یہ چار کتابوں کے نام ہیں۔

ترجمه:[۱۴] مخفف کو مشدد پڑھنے کا بھی یہی حکم ہے جو مشدد کو مخفف پڑھنے کا ہے۔ ایسے ہی ادغام کو ظاہر کرنا، اور اس کا الٹا یعنی

﴿المسئلة الثانية﴾

[۱۵]فی الوقف و الابتداء فی غیر موضعهما ، فان لم یتغیر به المعنی لا تفسد بالاجماع من المتقدمین و المتأخرین ، و ان تغیر المعنی ففیه اختلاف و الفتوی علی عدم الفساد بکل حال و هو قول عامة علمائنا المتأخرین لان فی مراعات الوقف و الوصل ایقاع الناس فی الحرج لا سیما العوام ، و الحرج مرفوع کما فی الذخیرة و السراجیة و النصاب ، و فیه ایضا لو ترک الوقف فی جمیع

ظاہر کو ادغام کرنا، یہ تمام صورتیں ایک ہی قسم کی غلطی ہے۔جیسا کہ حلبی کتاب میں ہے۔

تشریح :یہ مسئلہ اوپر آچکا ہے،لیکن خلاصہ کے حوالے سے دوبارہ لا رہے ہیں۔کہ [۱] لفظ مخفف تھا اس کو تشدید پڑھ دیا۔[۲] یا لفظ مشدد تھا اس کو مخفف پڑھ دیا[۳] یا ادغام تھا اس کو اظہار پڑھ دیا[۴] یا اظہار تھا اس کو مدغم پڑھ دیا تو۔یہ سب اعراب کی طرح غلطیاں ہیں،اس لئے اگر بھول سے کیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی،اور اگر جان کر کیا تو اگر معنی بہت زیادہ بدل گیا تو نماز فاسد ہوگی،اور معنی زیادہ نہیں بدلا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

اصول :[۱] لفظ مخفف تھا اس کو تشدید پڑھ دیا۔[۲] یا لفظ مشدد تھا اس کو مخفف پڑھ دیا[۳] یا ادغام تھا اس کو اظہار پڑھ دیا[۴] یا اظہار تھا اس کو مدغم پڑھ دیا تو۔یہ سب اعراب کی طرح غلطیاں ہیں،اس لئے اگر بھول سے کیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی،اور اگر جان کر کیا تو اگر معنی بہت زیادہ بدل گیا تو نماز فاسد ہوگی،اور معنی زیادہ نہیں بدلا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

دوسرا مسئلہ: وقف کے بارے میں

ترجمہ :[۱۵] جہاں جگہ تھی وہاں وقف نہیں کیا اس جگہ کے علاوہ سے ابتداء کر دی،پس اگر اس سے معنی نہیں بدلا تو متقدمین اور متأخرین سب کا اجماع ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی۔۔اور اگر معنی بدل گیا تو اس بارے میں اختلاف ہے،لیکن فتوی اسی پر ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی۔ یہ ہمارے عام متأخرین علماء کا قول ہے،اس لئے کہ وقف اور اتصال کی رعایت کرنے میں خاص طور پر عوام کو حرج میں مبتلاء کرنا ہے،حالانکہ اس قسم کی پریشانی سے شریعت اسلام آزاد اور محفوظ ہے،ذخیرہ،سراجیہ اور نصاب میں ایسا ہی درج ہے۔ نصاب میں یہ بھی ہے کہ اگر تمام قرآن شریف میں وقف چھوڑ دے تو ہمارے علماء کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی۔

تشریح :جہاں وقف کرنا چاہئے تھا وہاں وقف نہیں کیا،یا جہاں سے شروع نہیں کرنا چاہئے تھا وہاں سے آیت شروع کی۔پس اگر اس سے معنی نہیں بدلا تو بالاتفاق نماز فاسد نہیں ہوگی۔اور اگر معنی بدل گیا تب بھی فتوی اسی پر ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ وقف اور وصل کی رعایت کی قید لگانے میں عوام کو حرج میں مبتلاء کرنا ہے،جو شریعت میں نہیں ہے۔ذخیرہ،سراجیہ،اور نصاب کتاب میں ایسا ہی لکھا ہے۔بلکہ نصاب کتاب میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ پورے قرآن میں وقف چھوڑ دے تب بھی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

القراٰن لا تفسد صلوته عندنا ،[۱٦] و اما الحکم فی قطع بعض الکلمة ، کما لو اراد ان یقول : الحمد لله ، فقال :ال، فوقف علی اللام ، او علی الحاء ،او علی المیم ، او اراد ان یقرأ : والعادیات ، فقال : و العا،فوقف علی, العین، لانقطاع نفسه او نسیان الباقی ثم تمم او انتقل الی آیة اخری ، فالذی علیه عامة المشائخ عدم الفساد مطلقا وان غیر المعنی للضرورة و عموم البلوی ، کما فی الذخیرة وهو الاصح کما ذکره ابو اللیثؒ

﴿المسئلة الثالثة﴾

[۱۷]وضع حرف موضع حرف آخر ، فان کانت الکلمة لاتخرج عن لفظ القراٰن و لم یتغیر به المعنی المراد لاتفسد کما لو قرأ : ان الظلمون ، بواو الرفع او قال : و الارض وما دحٰها ، مکان

اصول: بے وقت وقف کیا، یا بے وقت شروع کیا اور اس سے معنی نہیں بدلا تو بالاتفاق نماز فاسد نہیں ہوگی، اور اگر معنی بدل گیا تب بھی مفتی بہ قول یہی ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی۔

ترجمہ:[۱٦] اگر ایک کلمہ کا کوئی ٹکڑا دوسرے سے الگ کر دیا مثلاً ''الحمد لله'' کہنے کا ارادہ تھا، مگر پہلے ال، کہہ کر ''لام'' پر وقف کر دیا، یا الح کہہ کر ''حا'' پر یا ''میم'' پر وقف کر دیا، یا مثلاً ''والعادیات'' پڑھنا چاہتا تھا ''والعا'' کہہ کر سانس ٹوٹ جانے، یا مثلاً باقی حصہ بھول جانے کے باعث ''عین'' پر وقف کر دیا، یا اس کو چھوڑ کر دوسری آیت شروع کر دی تو (ضرورت اور عمومِ بلوی کے پیش نظر) عام مشائخ کا مسلک یہی ہے کہ ان صورتوں میں نماز نہیں ٹوٹتی، اگر چہ معنی میں تبدیلی ہو جائے، کما فی الذخیرہ و هو الاصح کما ذکرہ ابو اللیث۔

تشریح : لفظ کے کسی حرف پر رک گیا، سانس ٹوٹنے کی وجہ سے رکا، یا بھول جانے کی وجہ سے رک گیا، اور باقی کو بعد میں ادا کیا، یا دوسری آیت کی طرف منتقل ہو گیا تو چاہے معنی بدل گیا ہو تب بھی عام مشائخ اسی پر ہیں کہ نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ اس میں عموم بلوی ہے، اور عام لوگ مبتلاء ہیں۔

تیسرا مسئلہ کسی حرف کو دوسرے حرف کی جگہ میں رکھ دینے کے بارے میں۔

ترجمہ:[۱۷] ایک حرف کو دوسرے حرف کی جگہ رکھ دیا، پس اگر ایسا لفظ بنا کہ قرآن کے لفظ سے نہیں نکلا، اور معنی مراد بھی نہیں بدلا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، جیسے ''ان الظالمین'' کے بجائے ''ان الظالمون'' پڑھا جائے، 'وما طحاھا کے بجائے 'والارض وما دحاھا'' (آیت ٦، سورۃ الشمس ۹۱) پڑھ دے۔

تشریح :ایک حرف کی جگہ پر دوسرا حرف پڑھ دیا، لیکن اس سے ایسا لفظ بن گیا کہ وہ لفظ قرآن میں موجود ہے، اور اس آیت میں

,طحٰها، [۱۸]وان خرجت به عن لفظ القرآن ولم يتغير به المعنى لا تفسد عندهما خلافا لابى يوسفؒ كما قرأ :قيّامين بالقسط ، مكان قوّامين ، او, دوّارا ، مكان ديّاراً ، .[۱۹] و ان لم تخرج به عن لفظ القرآن و تغير به المعنى فالخلاف بالعكس كما لو قرأ : و انتم خامدون ، مكان, سامدون، .

جومعنی مقصود ہے وہ بھی نہیں بدلا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ معنی بھی نہیں بدلا، اور قرآن سے باہر بھی نہیں گیا۔اس کی مثال دیتے ہیں کہ 'ان الظالمین'' پڑھنا تھا، اوران الظالمون' واو کے ساتھ پڑھ دیا تو اس سے معنی نہیں بدلا، اور یہ لفظ قرآن میں بھی ہے اس لئے نماز فاسد نہیں ہوگی، اسی طرح آیت ہے''و الارض وما طحاها '' (آیت ۶، سورۃ الشمس ۹۱) ہے، اور اس نے''والارض وما دحاها' پڑھ دیا، دحی، اور طحی دونوں کے معانی پھیلانے کے ہیں، اور دونوں لفظ قرآن میں موجود ہیں، اس لئے نماز فاسد نہیں ہوگی۔

اصول:ایک حرف کو دوسرے کی جگہ پر لانے سے قرآن کے لفظ سے نہ نکلے اور معنی بھی نہ بدلے تو بالاتفاق نماز فاسد نہیں ہوگی۔

ترجمہ : [۱۸] اور اگر بدلنے سے قرآن کے لفظ سے نکل جائے اور معنی نہ بدلے تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوگی۔اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فاسد ہو جائے گی، جیسا کہ قیامین بالقسط پڑھ لیا، قوامین بالقسط کی جگہ، یا دوارا پڑھ لیا دیارا، کی جگہ۔

تشریح : ایک حرف کی جگہ پر دوسرا حرف پڑھ دیا، جسکی وجہ سے وہ ایسا لفظ بن گیا جو قرآن میں نہیں ہے لیکن معنی نہیں بدلا، تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمد کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ معنی نہیں بدلا۔اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ وہ لفظ قرآن میں نہیں ہے، اگر چہ معنی نہیں بدلا۔ اس کی مثال دیتے ہیں، جیسے'' قوامین بالقسط'' کی جگہ'' قیامین بالقسط (آیت ۱۳۵، سورۃ النساء۴) پڑھ لیا تو اس سے معنی نہیں بدلا، لیکن قرآن میں قیامین لفظ نہیں ہے اسی طرح دیارا کی جگہ دوارا (آیت ۲۶، سورۃ النوح ۷۱) پڑھ لیا، تو معنی نہیں بدلا، لیکن دوارا' کا لفظ قرآن میں نہیں ہے۔اس لئے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی، اور طرفین کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوگی۔

ترجمہ :[۱۹] اور اگر دوسرا حرف لانے سے قرآن کے لفظ سے نہیں نکلا، لیکن معنی بدل گیا، تو اختلاف اس کا الٹا ہوگا، [یعنی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوگی، اور امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی] جیسے وانتم خامدون، پڑھ دیا سامدون کی جگہ۔

تشریح : اگر ایک حرف کی جگہ پر دوسرا حرف لانے کی وجہ سے ایسا لفظ بنا جو قرآن میں ہے، لیکن معنی بدل گیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ وہ لفظ قرآن میں موجود ہے، اور امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ معنی بدل گیا، اس کی مثال دیتے ہیں کہ انتم سامدون (آیت ۶۱، سورۃ النجم ۵۳) پڑھنا چاہئے تھا لیکن انتم خامدون پڑھ دیا تو

[۲۰]و للمتأخرين قواعد أُخر غير ما ذكرنا و اقتصرنا على ماسبق لاطرادها فى كل الفروع بخلاف قواعد المتأخرين .

﴿واعلم﴾

[۲۱]انه لا يقيس مسائل زلة القارى بعضها على بعض الا من له دراية باللغة العربية و المعانى وغير ذالک مما يحتاج اليه التفسير ، كما فى منية المصلى و فى النهر.[۲۲]واحسن من لخص من كلامهم فى زلة القارى الكمال فى زاد الفقير ،[۲۳] فقال : ان كان الخطاء فى الاعراب و لم يتغير

انتم تو قرآن میں ''فاذاھم خامدون (آیت ۲۹،سورۃ یٓس ۳۶) میں ہےلیکن دونوں کے معانی الگ الگ ہیں،سامدون کا معنی ہے حیران کھڑا رہنا،اور خامدون کا معنی ہے آگ کا بجھ جانا،اس لئے طرفین کے نزدیک نماز فاسد ہوجائے گی،اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوگی۔

اصول :ایک آیت کی جگہ دوسری آیت پڑھ دی تو چونکہ وہ قرآن میں موجود ہےاس لئے چاہے وہاں کا مفہوم بدل جاتا ہو پھر بھی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوگی۔

ترجمہ :[۲۰] اوپر جو قواعد ذکر ہوئے انکے علاوہ بہت سے قواعد متأخرین علماء کے ہیں،لیکن میں نے متقدمین کے قواعد ذکر کرنے پر اکتفاء کیا، کیونکہ یہ قواعد تمام فروعات میں نافذ ہوتے ہیں،اور متأخرین کے قواعد تمام فروعات میں نافذ نہیں ہوتے

تشریح :متاخرین کے قواعد اتنے مرتب نہیں ہیں اس لئے تمام فروعات میں نافذ نہیں ہوتے،اور متقدمین کے قواعد مرتب ہیں اس لئے تمام فروعات میں نافذ ہوجاتے ہیں اس لئے متقدمین کے قواعد کو بیان کیا۔

ترجمہ :[۲۱]تنبیہ:...... یہ خیال رکھو کہ زلۃ القاری کے مسائل میں ایک کو دوسرے پر وہی شخص قیاس کرسکتا ہے جس کو عربی لغت، معانی اور اس کے علاوہ ان امور کی کافی واقفیت ہو جن کی تفسیر میں ضرورت ہوتی ہے۔(منیۃ المصلی ،والنھر)

ترجمہ:[۲۲]حضرت کمال نے زاد الفقیر کتاب میں زلۃ القاری کے بارے میں علماء کے کلام کا اچھا خلاصہ بیان کیا ہے۔

ترجمہ :[۲۳]فرمایا اگر غلطی اعراب میں ہےاور اس سے معنی نہیں بدلا،جیسے قواما کو زیر پڑھ دیا زبر کی جگہ،یا نعبد کی با کو زبر پڑھ دیا پیش کی جگہ تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

تشریح : آیت میں لفظ پر جو اعراب تھا اس کی جگہ کوئی اور اعراب پڑھ دیا،لیکن اس سے معنی نہیں بدلا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اس کی دو مثالیں دیں[ا] مثلا قواما کے ''ق'' کو زبر کے بجائے زیر پڑھ دیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی،کیوکہ اس تبدیلی سے معنی نہیں بدلا۔ [۲]اسی طرح نعبد کی با کو پیش پڑھنا چاہئے،لیکن اس نے زبر پڑھ دیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی،کیونکہ اس سے معنی نہیں بدلا۔

بـه الـمعنی , ككسر , قواماً، مكان فتحها ، و فتح ,باء نعبَد ، مكان ضمها ، لا تفسد ،[٢٤] و ان غير كـنصب همزة ,العلماء، و ضم هاء الجلالة من قوله تعالى , انما يخشى اللهَ من عباده العلماءُ ، تفسد عـلـى قـول الـمتـقـدميـن .[٢٥] و اختـلف الـمتـأخـرون فقال ابن الفضل و ابن مقاتل و ابو جعفر و الـحـلـوانـی وابـن سـلام و اسماعيل الزاهدی لاتفسد ، و قول هٰولاء اوسع ..[٢٦]وان كان بوضع حـرف مكان حرف ولم يتغير المعنی نحو , ايّاب، مكان, اوّاب، لاتفسد .. وعن ابی سعيد تفسد ،.. [٢٧]وكثيـراًما يقع فی قرأة بعض القرويين و الاتراک و السودان ,ويّاک نعبد،بواو مكان الهمزة ، و الـصـراط الـذين ،بزيادة الالف و اللام ، و صرحوا فی الصورتين بعدم الفساد و ان غير المعنی . و

ترجمه :[٢٤]اوراگراعراب بدلنے سے معنی بدل جائے، جیسے'' انـمـا يخشى الله مَن عباده العلماءُ (آیت ۲۸،سورۃ الفاطر ۳۵) میں علماء کے ہمزہ کوزبر پڑھ دے اور اللہ کے 'ہ' کو پیش پڑھ دے تو متقدمین کے قول پر نماز فاسد ہو جائے گی۔

تشریح :اعراب بدلنے سے معنی الٹ جائے، جیسے اوپر کی آیت میں علماء یخشی کا فاعل ہے، اور اللہ مفعول ہے، اور معنی یہ ہے کہ علماء اللہ تعالی سے زیادہ ڈرتے ہیں، لیکن اللہ پر پیش پڑھ کر فاعل بنا دیا جائے اور علماء پر نصب پڑھ کر مفعول بنا دیا جائے تو معنی ہوگا، کہ اللہ تعالی علماء سے ڈرتے ہیں، تو متقدمین کے قول پر نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ معنی بالکل بدل گیا۔

ترجمه :[٢٥] اور متاخرین علماء نے اختلاف کیا۔ چنانچہ ابن فضل، ابن مقاتل، ابوجعفر، حلوانی، ابن سلام، اور اسماعیل زاہدی فرماتے ہیں کہ نماز فاسد نہیں ہوگی، اور ان حضرات کا قول اوسع ہے۔

تشریح : اعراب کی تبدیل سے معنی بھی بدل جائے تو اوپر کے متاخرین حضرات کے یہاں نماز فاسد نہیں ہوگی، ان حضرات کے قول میں بہت گنجائش ہے، اور وجہ یہ گزری کہ اس سے عوام الناس حرج میں پڑ جائیں گے، جو شریعت میں نہیں ہے۔

ترجمه :[٢٦]اور اگر ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف رکھ دیا اور معنی نہیں بدلا، جیسے اواب کی جگہ پر ایاب، پڑھ دیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اور حضرت ابوسعیدؒ نے فرمایا کہ نماز فاسد ہوگی۔

تشریح : ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف رکھ دیا، جیسے انہ اواب (آیت ۱۹، سورۃ ص ۳۸) پڑھنا تھا اس نے انہ ایاب، پڑھ دیا اور اس سے معنی نہیں بدلا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ معنی نہیں بدلا۔۔ لیکن حضرت ابوسعید نے فرمایا کہ نماز فاسد ہو جائے گی۔

ترجمه :[٢٧]بہت مرتبہ دیکھا کہ بعض دیہاتیوں کی قرأت میں اور ترکی کے لوگ اور سوڈان کے لوگ ایاک نعبد'' ہمزہ کے بجائے ''ویاک نعبد'' واو کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ اور ''صراط الذین'' میں الف لام بڑھا کر ''والصراط الذین'' پڑھتے ہیں، علماء نے دونوں صورتوں میں تصریح کی ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی چاہے معنی بدل جائے۔

تمامه فيه فليراجع ، و الله سبحانه تعالى اعلم و استغفر الله العظيم .

﴿فصل :﴾

(۵۵۰)لو نظر المصلی الی مکتوب وفهمه او اکل ما بین اسنانه دون الحمّصة بلا عمل کثیر او مرّ

تشریح : جھارکھنڈ کے دیہاتی اورتر کی اورسوڈانی لوگ ''ایاک نعبد'' میں ہمزہ کے بجائے ''ویاک نعبد'' واو کے ساتھ پڑھتے ہیں تو اس سے چاہے معنی بدل جائے پھر بھی نماز فاسد نہیں ہوگی، کیوکہ فاسد کرنے سے دیہاتیوں کوحرج میں مبتلاء کرنا لازم ہوگا، اسی طرح ''وصراط الذین'' میں الف لام نہیں ہے، لیکن دیہاتی لوگ ''والصراط الذین'' الف لام کے ساتھ پڑھتے ہیں تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی، تاکہ یہ بیچارے دیہاتی کی نماز زندگی بھر درست رہے۔ اور ایک عجیب بات ہے کہ کوئی غلط لفظ ایک مرتبہ منہ پر چڑھ جانے کے بعد بہت کوشش کے باوجود بھی درست نہیں کر پاتا۔

ثمیر غفرلہ ۱۲/۲۸/ ۲۰۰۹ء

﴿فصل﴾

ترجمه : (۵۵۰) اگر نمازی نے لکھے ہوئے کو دیکھا اور اس کو سمجھ لیا، یا دانت کے درمیان سے کچھ کھایا اور وہ چنے کی مقدار سے کم ہے بغیر عمل کثیر کے، یا سجدے کی جگہ پر گزرنے والا گزرا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ البتہ گزرنے والا گنہگار رہوگا۔

تشریح : یہاں تین مسئلے ہیں، اور تینوں کا حکم یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی۔ [۱] نمازی نے لکھے ہوئے جملے کو دیکھا اور اس کو سمجھ بھی گیا، لیکن زبان سے نہیں پڑھا تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ تعلیم اور تعلم بھی نہیں پائی گئی، اور نہ عمل کثیر پایا گیا۔ [۲] دانت کے درمیان گوشت وغیرہ لگا ہوتھا جو چنے کی مقدار سے کم تھا تو اس کے کھانے سے نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ یہ تھوک کے درجے میں ہے۔ [۳] سجدے کی جگہ پر کوئی آدمی گزر گیا تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی، البتہ گزرنے والا گنہگار رہوگا۔ کیونکہ کوئی عمل کثیر نہیں پایا گیا۔

وجه : (۱) حضورؐ نے ایک صلح کے موقع پر حضرت ابوبکرؓ کو اشارہ فرمایا کہ نماز کو جاری رکھیں اور حضرت ابوبکرؓ نے اس اشارے کو سمجھا بھی پھر بھی انکی نماز فاسد نہیں ہوئی، اسی پر قیاس کرتے ہوئے اگر لکھے ہوئے سے کوئی بات سمجھ لے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔ لمبی حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ عن سهل بن سعدؓ قال بلغ رسول الله ﷺ أن بنی عمرو بن عوف بقباء كان بينهم شیء فخرج يصلح .... فلما اكثر الناس التفت فاذا رسول الله ﷺ فأشار اليه يأمره أن يصلی فرفع أبو بكرؓ يده فحمد الله ، ثم رجع القهقری وراء ه ۔ (بخاری شریف، باب رفع الایدی فی الصلوۃ لأمر ینزل بہ، ص ۱۹۴، نمبر ۱۲۱۸) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے اشارہ کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے اسکو سمجھا پھر بھی نماز نہیں ٹوٹی۔ (۲) اور عمل قلیل سے نماز

مارٌّ فی موضع السجود

فاسد نہیں ہوتی اسکی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن ابی قتادة أن رسول الله ﷺ کان یصلی و هو حامل أمامة بنت زینب بنت رسول الله ﷺ، و لابی العاص بن الربیع ، فاذا قام حملها و اذا سجدو ضعها ؟ قال یحی : قال مالک : نعم** ۔(مسلم شریف، باب جواز حمل الصبیان فی الصلوۃ ۔وان الفعل القلیل لایبطل الصلوۃ، ص ۲۰۵،نمبر ۵۴۳/۱۲۱۲) اس حدیث میں ہے کہ تھوڑے بہت عمل سے حضرت امامہ کو اٹھاتے تھے، اسلئے اس سے نماز فاسد نہیں ہوئی، لیکن عمل کثیر ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔(۳) چنے کی مقدار سے زیادہ کھائے گا تو نماز فاسد اس کے لئے یہ اثر ہے۔۔ **عن الثوری عمن سمع عطاء قال : لا یأکل و لا یشرب و هو یصلی ، فان فعل أعاد** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الأ کل والشرب فی الصلوۃ، ج ثانی،ص ۲۱۷،نمبر ۳۵۸۹) اس اثر میں ہے کہ نماز میں کھائے گا یا پیے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی اسلئے نماز دوبارہ پڑھے۔(۴) نمازی کے سامنے سے گزریگا تو نماز فاسد نہیں ہوگی اس کے لئے دلیل یہ حدیث ہے۔**عن ابی سعید قال قال رسول الله ﷺ : لا یقطع الصلوة شیء ، و ادرؤوا ما استطعتم فانما هو شیطان** ۔(ابوداود شریف، باب من قال لا یقطع الصلوۃ شیء،ص ۱۱۳،نمبر ۷۱۹/دار قطنی ، باب صفة السهو فی الصلوۃ وأحکامہ، ج اول،ص ۳۵۷،نمبر ۱۳۶۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کوئی چیز نمازی کے سامنے سے گزرے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی البتہ سامنے سے گزرنا مکروہ ہے۔(۵)**عن عائشة ذکر عندها ما یقطع الصلوة الکلب و الحمار ، و المرأة ، فقالت عائشة : شبهتمونا بالحمر و الکلاب ، و الله لقد رأیت ُالنبی ﷺ یصلی و انی علی السریر بینه و بین القبلة مضطجعة فتبدو لی الحاجة فأکره ان أجلس فأذی النبی ﷺ فأنسل من عند رجلیه** ۔(بخاری شریف، باب من قال لا یقطع الصلوۃ شیء،ص ۷۳،نمبر ۵۱۴/ابو داود شریف، باب من قال المرأۃ لا یقطع الصلوۃ،ص ۱۱۱،نمبر ۷۱۰)اس حدیث میں ہے کہ عورت سامنے سے گزر جائے تب بھی نماز نہیں ٹوٹے گی۔(۶) گزرنے والا گنہگار ہوگا اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن بسر بن سعید أن زید بن خالد أرسله الی ابی جهیم یسأله : ماذا سمع من رسول الله ﷺ فی المار بین یدی المصلی ، فقال ابو جهیم قال رسول الله ﷺ : ((لو یعلم المار بین یدی المصلی ما ذا علیه لکان أن یقف أربعین خیراً له من أن یمر بین یدیه)) قال أبو النضر : لا أدری قال أربعین یو ما أو شهرا أو سنة** ۔(بخاری شریف، باب اثم المار بین یدی المصلی،ص ۷۳ ،نمبر ۵۱۰/ابوداود شریف، باب ما ینھی عنہ من المرور بین یدی المصلی ،ص ۱۱۱،نمبر ۷۰۱) اس حدیث میں ہے کہ نمازی کے سامنے سے گزرے تو اس سے اس پر اتنا گناہ ہے کہ اسکو جان لے تو نمازی کے سامنے ہی چالیس دن یا چالیس مہینے، یا چالیس سال تک ٹھہرا رہے(۷) چالیس سال مراد ہے اس کے لئے حدیث یہ ہے ۔**عن ابی هریرة قال قال النبی ﷺ : لو یعلم أحدکم ما له فی أن یمر بین یدی أخیه معترضاً فی الصلوة کان لأن یقیم مائة عام خیر له من الخطوة التی خطاها**۔(ابن

(۵۵۱) لا تفسد وان اَثِمَ المارّ ولا تفسد بنظره الى فرج المطلقة بشهوة فی المختار وان ثبت به الرجعة.

﴿فصل : (یکره للمصلی سبعة وسبعون شيئا.﴾

ماجہ شریف، باب المرور بین یدی المصلی ،۱۳۴،نمبر ۹۴۶)اس حدیث میں ہے کہ سو سال ٹھہرا رہے اس سے معلوم ہوا کہ بخاری والی حدیث میں چالیس سال مراد ہے۔

ترجمه : (۵۵۱) اور اپنی مطلقہ عورت کی شرمگاہ کو شہوت کی نظر سے دیکھنا مختار مذہب میں نماز کو فاسد نہیں کرتا، اگر چہ اس سے رجعت ثابت ہو جائے گی۔

تشریح :نماز فاسد ہونے کا مدار عمل کثیر ہے، یا نجاست کا نکلنا ہے عورت کی شرمگاہ دیکھنے کی وجہ سے نہ عمل کثیر ہوا اور نہ مصلی کے بدن سے نجاست نکلی اس لئے نماز فاسد نہیں ہوگی۔اور رجعت کا مدار ایسی حرکت کرنا ہے جو دلالت کرتی ہو کہ اس نے رجعت کی ،یا حرمت مصاہرہ کو دعوت دیتی ہو،اور فرج داخل کے دیکھنے سے حنفیہ کے نزدیک حرمت مصاہرہ ثابت ہو جاتی ہے اس لئے رجعت ہو جائے گی۔

﴿فصل:(نماز کے مکروہات کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ :مکروہ کی دو قسمیں ہیں۔[۱] مکروہ تحریمی: یہ حرام کے قریب قریب ہے،اس میں حرمت زیادہ ہے۔[۲] دوسرا ہے مکروہ تنزیہی: اس میں حرمت کم ہے، پھر بھی یہ کرنا اچھا نہیں ہے۔ نماز میں مکروہ کے ارتکاب کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی ،اگر چہ اس کا ارتکاب کرنا اچھا نہیں ہے۔

﴿ مصلی کے لئے ستتر (۷۷) چیزیں مکروہ ہیں: ایک نظر میں ﴾

۱:......واجب یا سنت کا قصدا چھوڑنا

۲:......،اور اپنے بدن یا کپڑے سے کھیلنا

۳:......،سجدہ کے لئے ایک مرتبہ سے زیادہ سنگریزے ہٹانا

۴:......،انگلیاں چٹخانا

۵:......،انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالنا

۶:......،کوکھ پر ہاتھ رکھنا

۷:......،گردن پھرا کر دیکھنا

۸:......،اکڑو بیٹھنا،

۹:......سجدے میں دونوں ہاتھ بچھا دینا

۱۰:......،دونوں ہاتھوں سے آستین سمیٹنا،

۱۱:......کرتے پرقدرت ہوتے ہوئے صرف پائجامہ سے نماز پڑھنا

۱۲:......،اشارہ سے سلام کا جواب دینا،

۱۳:...... بلاعذر چارزانو بیٹھنا،

۱۴:......مردکواپنے بالوں کا جوڑا باندھنا

۱۵:......، سر پر مستعمل رومال باندھنااور سر کے درمیان کھلا رکھنا،

۱۶:......کپڑا سمیٹنا،

۱۷:......کپڑے کے دونوں کنارے لٹکتے چھوڑنا،

۱۸:......کپڑے میں اس طرح ہاتھ ڈاخل کرنا کہ نہ نکل سکے،

۱۹:......کپڑے کو داہنی بغل سے نکال کراس کے دونوں کنارے بائیں کندھے پر ڈالنا،

۲۰:......قیام کے سوا دوسری حالت میں قرآن پڑھنا

۲۱:......،نفل میں پہلی رکعت کو دراز کرنا،

۲۲:......پہلی رکعت سے دوسری رکعت کو تمام نمازوں میں لمبا کرنا

۲۳:......،فرض کی ایک رکعت میں مکرر سورت پڑھنا

۲۴:......،اوپر کی سورت پڑھنا،

۲۵:......دو رکعت میں دوسورتوں کے مابین ایک چھوٹی سورت کا فاصلہ کرنا

۲۶:......،خوشبو سونگھنا،

۲۷:......کپڑے یا پنکھے سے ایک یا دوبار ہوا کرنا،

۲۸:......سجدے وغیرہ میں ہاتھ پاؤں کی انگلیاں قبلہ سے پھرانا

۲۹:......،اوررکوع میں دونوں ہاتھوں کا گھٹنوں پر رکھنا چھوڑ دے

۳۰:......، جمائی لینا

٣١:......،آنکھیں بند رکھنا

٣٢:......،آنکھیں آسمان کی طرف اٹھانا

٣٣:......،انگڑائی لینا

٣٤:......،عمل قلیل کرنا،

٣٥:......جوں پکڑنا

٣٦:......،جوں کو مارنا،

٣٧:......ناک اور منہ ڈھکنا

٣٨:......،منہ میں ایسی چیز رکھنا جو قرأت کو مانع ہو،

٣٩:......عمامہ کے پیچ پر سجدہ کرنا،

٤٠:......تصویر پر سجدہ کرنا

٤١:......،ناک میں عذر نہ ہوتے ہوئے صرف پیشانی پر اکتفاء کرنا،

٤٢:......راستہ اور حمام اور پاخانہ اور قبرستان میں نماز پڑھنا

٤٣:......اور بلا رضامندی غیر کی زمین میں نماز پڑھنا

٤٤:......،نجاست کے قریب نماز پڑھنا

٤٥:......اور بول و براز اور ریح کے دباؤ کے وقت نماز پڑھنا

٤٦:......اور نجاستِ غیر مانعہ کے ساتھ نماز پڑھنا

٤٧:......،معمولی کپڑے میں نماز پڑھنا

٤٨:......اور سر کھلے ہوئے بغیر انکساروزاری کے نماز پڑھنا

٤٩:......اور کھانا موجود ہوتے ہوئے اس کی خواہش کے ساتھ نماز پڑھنا

٥٠:......اور دل کو مشغول رکھنے والی اور خشوع کی مخل شئی کے ساتھ نماز پڑھنا،

٥١:......ہاتھ سے آستین سمیٹنا

٥٢:......نماز میں تسبیح گننا

٥٣:......،امام کا محراب یا (اونچی) جگہ میں یا کسی (خاص) جگہ میں تنہا کھڑا ہونا،

(۵۵۲) ترک واجب او سنة عمدا (۵۵۳) كعبثه بثوبه وبدنه وقلب الحصىٰ الا للسجود مرة

۵۴:......صف میں جگہ ہوتے ہوئے پیچھے کھڑا ہونا

۵۵:......تصویر دار کپڑے پہننا،

۵۶:......سر پر یا پیچھے یا سامنے یا مقابلہ میں تصویر ہونا

۵۷:......سامنے تنور یا آتشدان آگ والا ہو نماز پڑھنا

۵۸:......سوئے ہوئے لوگ ہوں انکے سامنے نماز پڑھنا

۵۹:......نماز میں پیشانی سے غیر مضر مٹی صاف کرنا،

۶۰:......کسی سورت کا اس طرح مقرر کر لینا کہ اس کے سوا دوسری نہ پڑھے،

۶۱:......مصلی کے سامنے سے جہاں لوگوں کے گذرنے کا گمان ہو سترہ نہ رکھنا مکروہ ہے۔



:ستتر تو نہیں ہوسکا ۶۱۔مکروہات ہوئے

☆☆☆

ترجمہ : (۵۵۲) واجب یا سنت کا قصدا چھوڑنا۔

تشریح : واجب چھوڑے گا تو سجدہ سہو لازم ہوگا، البتہ نماز فاسد نہیں ہوگی، اور جان کر چھوڑنا مکرہ تحریمی ہے۔اور سنت چھوڑے گا تو سجدہ سہو لازم نہیں ہوگا، اور جان کر چھوڑنا مکروہ ہے۔

ترجمہ : (۵۵۳) اور اپنے بدن یا کپڑے سے کھیلنا، سجدہ کے لئے ایک مرتبہ سے زیادہ کنکری ہٹانا، انگلیاں چٹخانا، انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالنا، کوکھ پر ہاتھ رکھنا۔

تشریح : نماز میں اپنے کپڑے سے کھیلنا مکروہ ہے۔بار بار کنکری ہٹانا مکروہ ہے، البتہ مجبوری ہو تو سجدے کی جگہ سے ایک مرتبہ کنکری ہٹانے کی گنجائش ہے۔نماز میں انگلیاں چٹخانا مکروہ ہے۔انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالنا مکروہ ہے۔اور کوکھ پر ہاتھ ڈالنا بھی مکروہ ہے۔

وجہ : (۱) نماز میں خشوع وخضوع ہونا چاہئے۔آیت میں ہے ,**قوموا لله قانتين**، نماز میں عاجزی سے اور ادب سے اللہ کے سامنے کھڑے رہو۔اس لئے جسم اور کپڑے سے کھیلنا مکروہ ہے (۲) حدیث میں بھی ہے۔**عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال امرت ان اسجد علی سبعة اعظم لا اكف شعرا و لا ثوبا** (بخاری شریف، باب لا یکف ثوبہ فی الصلوۃ ،ص۱۱۳،نمبر ۸۱۶ رمسلم شریف، باب اعضاء السجود والنهی عن کف الشعر والثوب،ص۱۹۳،نمبر ۴۹۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کپڑے کو بلا وجہ بار بار

وفرقعة الاصابع وتشبيكها (۵۵۴)والتخصّر والالتفات بعنقه والاقعاء وافتراش ذراعيه وتشمير

سمیٹنا مکروہ ہےتواس سے کھیلنا بھی مکروہ ہوگا(۳)اثر میں ہے۔**قال الثوری : جائت الاحادیث أنه کان یکره العبث فی الصلوة** ۔(مصنف عبدالرزاق،باب العبث فی الصلوۃ،ج ثانی،ص۲۶۷،نمبر۳۳۱۰)اس اثر میں ہے کہ نماز میں کھیلنا مکروہ ہے۔(۴) کنکری ہٹانا مکروہ ہےاس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن معيقيب قال سألت رسول الله عن مسح الحصى فى الصلوة فقال ان كنت لا بد فاعلا فمرة واحدة . و فى حديث آخر عن ابى ذر عن النبى ﷺ قال اذا قام احدكم الى الصلوة فلا يمسح الحصى فان الرحمة تواجهه** (ترمذی شریف،باب ماجاء فی کراہیۃ مسح الحصی فی الصلوۃ،ص۸۷،نمبر۳۷۹/ابوداؤد شریف،باب فی مسح الحصی فی الصلوۃ،ص۱۴۳،نمبر۹۴۶/۹۴۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کنکری کو بار بار ہٹانا مکروہ ہے۔یہ بھی ہے کہ ایک بار ہٹا سکتا ہے۔(۵)۔**عن ابى ذر قال : سألتُ النبى ﷺ عن كل شىء حتى سألته عن مسح الحصى ، فقال : واحدة أو دع .** (مصنف عبدالرزاق،باب مسح الحصی،ج ثانی،ص ۳۹ نمبر ۲۴۰۶)اس حدیث میں ہے کہ کنکری کو الٹنا پلٹنا ہوتو صرف ایک مرتبہ کر سکتے ہو۔(۶)انگلیاں چٹخانا مکروہ ہےاس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن على ان رسول الله ﷺ قال لا تفقع اصابعك وانت فى الصلوة .** (ابن ماجہ شریف،باب ما یکرہ فی الصلوۃ،ص۱۳۶،نمبر۹۶۴/سنن للبیھقی،باب کراہیۃ تفقیع الاصابع فی الصلوۃ،ج ثانی،ص۴۱۰،نمبر۳۵۷۴)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں انگلیاں چٹخانا مکروہ ہے۔(۷)کوکھ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہےاس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن ابى هريرة عن النبى ﷺ انه نهى ان يصلى الرجل مختصرا .** (مسلم شریف،باب کراہیۃ الاختصار فی الصلوۃ،ص۲۰۶،نمبر۵۴۵/۱۲۱۸/ابو داؤد شریف،باب التخصر والاقعاء،ص۱۳۷،نمبر۹۰۳)اس حدیث میں ہے کہ کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے حضورؐ نے منع فرمایا ہے۔(۸) **عن زياد بن صبيح الحنفى قال : صليت الى جنب ابن عمر فوضعت يدى على خاصرتى ،فلما صلى قال : هذا الصلب فى الصلوة ،و كان رسول الله ﷺ ينهى عنه** ۔(ابوداود شریف،باب التخصر والاقعاء،ص۱۳۸،نمبر۹۰۳) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ کوکھ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے۔

لغت : العبث:کھیلنا۔قلب الحصے:کنکری کو الٹ پلٹ کرنا۔فرقعۃ: چٹخانا،فرقعۃ الاصابع:انگلیوں کو چٹخانا۔تشبیک: شبک سے مشتق ہے،انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالنا۔ التخصر:کوکھ پر ہاتھ رکھنا۔ماخذ ہے خاصرۃ،کوکھ۔

ترجمہ : (۵۵۴)گردن پھرا کر دیکھنا،اکڑو بیٹھنا،سجدے میں دونوں ہاتھ بچھا دینا،دونوں ہاتھوں سے آستین سمیٹنا۔

تشریح : گردن اتنا پھیرا یا کہ سینہ بھی قبلے سے پھر گیا تب تو نماز فاسد ہو جائے گی،لیکن اتنا نہیں پھرایا،بلکہ صرف گردن پھیرا تو یہ مکروہ ہے۔کتے کی طرح بیٹھنا[جسکو اکڑو بیٹھنا کہتے ہیں]بھی مکروہ ہے،کیونکہ یہ کتے کی طرح شکل بن جاتی ہے۔سجدے میں دونوں ہاتھوں کو زمین پر بچھا دینا۔دونوں ہاتھوں سے آستین سمیٹ کر اوپر کو چڑھانا بھی مکروہ ہے۔کیونکہ بغیر ضرورت کے کپڑے

کمیه عنهما (۵۵۵) و صلوته فی السراویل مع قدرته علی لبس القمیص(۵۵۶) ورد السلام

سے کھیلنا ہوا جو مکروہ ہے۔

وجه : (۱) گردن موڑ کر دیکھنا مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن عائشة قالت سألت رسول الله ﷺ عن الالتفات فی الصلوة فقال هو اختلاس یختلسه الشیطان من صلوة العبد ۔(بخاری شریف، باب الالتفات فی الصلوۃ ص۱۰۴ نمبر ۷۵۱ رابوداؤد شریف، باب الالتفات فی الصلوۃ ص ۱۳۸ نمبر ۹۱۰) اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں ادھر ادھر دیکنا مکروہ ہے۔(۲) کتے کی طرح بیٹھنا مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن علی قال قال النبی ﷺ : یا علی ! لا تقع اقعاء الکلب ۔(ابن ماجۃ شریف، باب الجلوس بین السجدتین ،ص ۱۲۶، نمبر ۸۹۵ رترمذی شریف، باب ما جاء فی کراھیۃ الاقعاء بین السجدتین ،ص ۶۳، نمبر ۲۸۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کتے کی طرح نہ بیٹھے۔(۳) سمعت انس بن مالک یقول : قال لی النبی ﷺ : اذا رفعت رأسک من السجود فلا تقع کما یقعی الکلب ، ضع أليتک بین قدمیک ، و الزق ظاهر قدمیک بالارض (ابن ماجۃ شریف، باب الجلوس بین السجدتین ،ص ۱۲۶، نمبر ۸۹۶) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نماز میں کتے کی طرح بیٹھنا مکروہ ہے۔(۴) زمین پر ہاتھ بچھانا مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن انس أن النبی ﷺ قال : اعتدلوا فی السجود و لا یفترش أحدکم ذراعیه افتراش الکلب ۔(ابوداود شریف، باب صفۃ السجود ،ص ۱۳۸، نمبر ۸۹۷ ربخاری شریف، باب لا یفترش ذراعیہ فی السجود ،ص ۱۱۳، نمبر ۸۲۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدے میں کتے کی طرح ہاتھ نہ بچھائے۔

لغت : اقعاء: کتے کی طرح بیٹھنا، سرین کو زمین پر ٹکا دے اور دونوں گھٹنے کو اونچا کر کے سینے کی طرف ملا لے، اس کو اقعاء کہتے ہیں۔ ذراعیہ: دونوں بازو۔ تشمیر: کپڑا اسمیٹنا۔ کم: آستین۔

ترجمه : (۵۵۵) قمیص پہننے پر قدرت ہوتے ہوئے صرف پائجامہ سے نماز پڑھنا۔

تشریح : کپڑا نہ ہو تو مجبوری ہے، صرف ستر ڈھانکنے کے لئے کپڑا ہے تب بھی نماز ہو جائے گی ،لیکن کپڑا ہوتے ہوئے صرف پائجامہ میں نماز پڑھے اور اوپر قمیص نہ پہنے تو اور مونڈھے پر کپڑا نہ ہو تو یہ مکروہ ہے۔

وجه : (۱) آیت۔ یا بنی آدم خذو زتنتکم عند کل مسجد. (آیت ۳۱، سورۃ الاعراف ۷) میں ہے کہ نماز کے وقت زینت کرو اور صرف پائجامہ میں نماز پڑھنا زینت کے خلاف ہے اس لئے مکروہ ہوگا۔(۲)عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ لا یصل احدکم فی الثوب الواحد لیس علی منکبیه منه شیء ۔(ابوداود شریف، باب جماع اثواب ما یصلی فیہ، ص ۱۰۱، نمبر ۶۲۶) اس حدیث میں کپڑا ہو تو مونڈھے پر بھی کپڑا ہونا چاہئے ،یعنی پیجامہ کے علاوہ قمیص بھی ہونی چاہئے (۳) عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ سئل عن الصلاة فی ثوب واحد فقال النبی ﷺ أو لکلکم ثوبان ؟۔(ابوداود

بالاشارة والتربّع بلا عذر(۵۵۷) وعقص شعره والاعتجار وھو شد الرأس بالمندیل وترک وسطھا

شریف، باب جماع اثواب مایصلی فیہ،ص ۱۰۱، نمبر ۶۲۵) مجبوری میں ایک کپڑا ہواورستر ڈھنکا ہوا ہوتو نماز جائز ہوجائے گی۔

ترجمہ: (۵۵۶) اشارہ سے سلام کا جواب دینا، بلا عذر چارزانو بیٹھنا

تشریح : زبان سے سلام کا جواب دے گا تو نماز فاسد ہوجائے گی لیکن اشارے سے سلام کا جواب دے گا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، لیکن مکروہ ہے۔بغیر عذر کے پلتی مار کر بیٹھنا ،جسکو چارزانو بیٹھنا کہتے ہیں،مکروہ ہے۔

وجہ : (۱)اس حدیث میں ہے۔عن جابر بن سمرة قال کنا اذا صلینا مع رسول الله ﷺ قلنا السلام علیکم ورحمة الله ،السلام علیکم ورحمة الله واشار بیده الی الجانبین فقال رسول الله ﷺ علام تؤمون بایدیکم کانھا اذناب خیل شمس انما یکفی احدکم ای یضع یده علی فخذه ثم یسلم علی اخیه من علی یمینه و شماله ۔(مسلم شریف، باب الامر بالسکون فی الصلوۃ والنھی عن الاشارة بیدہ الخ ،ص ۱۸۴، نمبر ۴۳۱ /۹۷۰ /ابوداؤد شریف، باب رد السلام فی الصلوۃ ،ص ۱۴۰، نمبر ۹۲۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہاتھ کے اشارے سے بھی سلام کا جواب نہیں دینا چاہئے ۔(۲) پلتی مار کر بیٹھنا مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔فقال ابو حمید الساعدی.... فاذا جلس فی الرکعتین جلس علی رجله الیسری و نصب الیمنی واذا جلس فی الرکعة الآخرة قدم رجله الیسری ونصب الاخری وقعد علی مقعدته۔(بخاری شریف، باب سنة الجلوس فی التشھد ص ۱۱۴ نمبر ۸۲۸ /مسلم شریف، باب ما یجمع صفة الصلوۃ وما یفتتح بہ ص ۱۹۴ نمبر ۴۹۸ /۱۱۱۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تشہد میں دائیں پاؤں کو کھڑا رکھنا چاہئے اور بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھنا چاہئے۔اس لئے چارزانوں بیٹھنا مکروہ ہے۔(۳)اس اثر میں ہے۔قال عبد الله (بن مسعود) لان اجلس علی رضفین خیر من ان اجلس فی الصلوة متربعا (مصنف عبدالرزاق، باب الاقعاء فی الصلوۃ ،ج ثانی، ص ۱۲۸، نمبر ۳۰۵۷) آگ پر بیٹھنا بہتر ہے پلتی مار کر بیٹھنے سے۔

ترجمہ : (۵۵۷)،مرد کو اپنے بالوں کا جوڑا باندھنا۔(اعتجار) رومال سے سر کو باندھے اور بیچ میں کھلا چھوڑ دے، بار بار کپڑا سمیٹنا، سدل کرنا۔

تشریح : یہ مسائل اس اصول پر ہیں کہ زینت کے خلاف ہوں تو مکروہ ہے۔اور کپڑے کو بار بار سنبھالنا پڑے تو مکروہ ہے۔۔ مرد کے لئے بالوں کا جوڑا باندھنا اس کی زینت کے خلاف ہے اس لئے مکروہ ہوگا۔اسی طرح اعتجار، یعنی رومال سر پر لپیٹے اور بیچ میں کھلا رکھے یہ مرد کی زینت کے خلاف ہے اس لئے مکروہ ہے۔نماز میں کپڑے کو بار بار سمیٹنے سے خشوع وخضوع ختم ہوجائے گا اس لئے مکروہ ہے۔اسی طرح سدل، یعنی کپڑے کو کندھے پر رکھکر کھلا چھوڑ دینے سے رکوع اور سجدے میں اس کے گرنے کا خطرہ ہے، اس لئے اس کو بار بار سنبھالے گا جس سے خشوع وخضوع ختم ہوجائے گا اس لئے یہ بھی مکروہ ہے۔

مکشوفا و کفّ ثوبه وسدله (۵۵۸)والاندراج فیه بحیث لا یخرج یدیه وجعل الثوب تحت ابطه

وجـــــہ : (۱) مرد کے لئے بال گوندھنے میں عورت کی مشابہت ہے اسلئے بھی مکروہ ہے۔(۲) چوٹلا مکروہ ہے اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ رأیت أبا رافع مو لی رسول الله ﷺ .... و قال نهی رسول الله ﷺ أن یصلی الرجل و هو عاقص شعره ۔(ابن ماجہ شریف، باب کف الشعر والثوب فی الصلوۃ،ص۱۴۶،نمبر۱۰۴۲)اس حدیث میں ہے کہ مرد کے لئے سر پر جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔(۳)اس حدیث میں ہے۔أنه رأی أبا رافع مو لی النبی ﷺ مر بحسن بن علی علیهما السلام و هو یصلی قائما و قد غرز ضفر ه فی قفاه ، فحلها أبو رافع فالتفت حسن الیه مغضباً فقال ابو رافع : أقبل علی صلوتک و لا تغضب فانی سمعتُ رسول الله ﷺ : یقول : ذالک کفل الشیطان ، یعنی مقعد الشیطان ۔ یعنی مغرز ضفره ۔(ابوداود شریف، باب الرجل یصلی عاقصاً شعرہ،ص۱۰۴،نمبر۶۴۶/ ترمذی شریف، باب ماجاء فی کف الشعر فی الصلوۃ،ص ۸۷،نمبر ۳۸۴) اس حدیث میں ہے کہ چوٹلا باندھنا شیطان کا کام ہے ۔(۴)بار بار کپڑا سمیٹنا مکروہ ہے اس کے لئے حدیث یہ ہے۔عن ابن عباس قال أمر النبی ﷺ أن یسجد علی سبعة أعظم ، و لا یکف ثوبه و لا شعره ۔(بخاری شریف، باب لا یکف شعراً،ص۱۱۳،نمبر۸۱۵/مسلم شریف، باب أعضاء السجو د و النھی عن کف الشعر والثوب،ص۲۰۲،نمبر۴۹۰/۱۰۹۵)اس حدیث میں ہے کہ نماز میں بال کو نہ سمیٹے ،اور چوٹلا باندھنے میں بال کو سمیٹنا ہوتا ہے اسلئے یہ مکروہ ہوگا۔(۵) سدل مکروہ ہے اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ نهی عن السدل فی الصلوة و ان یغطی الرجل فاه ۔(ابوداؤد شریف، باب ماجاء فی السدل فی الصلوۃ،ص۱۰۳،نمبر۶۴۳/ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراہیۃ السدل فی الصلوۃ،ص ۸۷،نمبر ۳۷۸)اس حدیث میں ہے کہ سدل کرنا مکروہ ہے۔

لغت : التربع :ربع سے مشتق ہے چار زانو بیٹھنا۔عقص الشعر: مرد بالوں کو جمع کر کے باندھے، یا چوٹی گوندھے۔اعتجار: عجر سے مشتق ہے، لپیٹنا، یہاں مراد ہے، کہ رومال سر کے چاروں طرف لپیٹے اور بیچ میں کھلا رکھے۔کف الثوب : کپڑے کو بار سمیٹنا۔سدل: کندھے پر چادر یا رومال رکھ دے، اور اس کو لپیٹے نہیں کھلا چھوڑ دے۔

ترجمہ : (۵۵۸) کپڑے میں اس طرح ہاتھ داخل کرنا کہ نہ نکل سکے۔کپڑے کو داہنی بغل سے نکال کر اس کے دونوں کنارے بائیں کندھے پر ڈالنا۔

تشریح : یہ مسئلے اس اصول پر ہیں کہ کپڑا بار بار سمیٹنے سے خشوع خضوع میں خلل آتا ہو تو مکروہ ہوگا۔صورت مسئلہ یہ ہے، نماز میں کپڑے میں اس طرح ہاتھ ڈالے کے باہر نہ نکل سکے [اس کو عربی میں ,الصماء، کہتے ہیں] اس سے رکوع اور سجدے میں پریشانی ہوگی اس لئے یہ اس لئے مکروہ ہے ۔کپڑے کو داہنی بغل میں ڈالے اور وہاں سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالے اس میں تھوڑا تکبر کا

الايمن وطرح جانبيه على عاتقه الايسر (۵۵۹)والقراء ة فى غير حالة القيام واطالة الركعة الاولى فى التطوّع وتطويل الثانية على الاولى فى جميع الصلوات(۵۶۰) وتكرار السورة فى ركعة واحدة

مظاہرہ ہوتا ہے، جو صرف حج میں رمل کے وقت مستحسن ہے باقی میں نہیں۔

وجه : (۱)صماء مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن جابر قال نهى رسول الله ﷺ عن الصماء و عن الاحتباء فى ثوب واحد** ۔(ابوداود شریف، باب فی لبسۃ الصماء، ص۵۷۵، نمبر ۴۰۸۰)اس حدیث میں کہ لبسۃ صماء نہ کرے ۔(۲)دائیں بغل کے نیچے کپڑا اڈالے اور بائیں کندھے پر ڈالے، یہ مکروہ ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن ابى هريرة قال نهى رسول الله ﷺ عن لبستين ان يحتبى الرجل مفضيا بفرجه الى السماء و يلبس ثوبه و احد جانبيه خارج و يلقى ثوبه على عاتقه** ۔(ابوداود شریف، باب فی لبسۃ الصماء، ص۵۷۵، نمبر ۴۰۸۰)اس حدیث میں کہ اندراج مکروہ ہے۔ **عن ابى هريرة قال نهى النبى ﷺ ان يصلى الرجل فى الثوب الواحدليس على عاتقه منه شىء** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی اعراء المناکب، ج اول، ص۳۰۷، نمبر ۳۵۰۹)اس حدیث میں ہے کہ کندھے پر کپڑا نہ ہو تو حضور نے نماز منع فرمائی ہے۔

ترجمه : (۵۵۹)قیام کے سوا دوسری حالت میں قرآن پڑھنا، نفل میں پہلی رکعت کو دراز کرنا، پہلی رکعت سے دوسری رکعت کو تمام نمازوں میں طویل کرنا۔

تشريح : قیام کے علاوہ دوسری حالتوں میں قرأت کرنا مکروہ ہے۔ نفل میں پہلی رکعت کو اتنا لمبا کرے کہ برابری ختم ہو جائے یہ مکروہ ہے، تھوڑا بہت لمبا ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ تمام نمازوں میں پہلی رکعت اور دوسری رکعت برابر ہوں یا تھوڑی بہت پہلی رکعت بڑی ہو، لیکن اس کے برخلاف دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے بھی لمبی کر لینا مکروہ ہے۔

وجه : (۱) قیام کے علاوہ میں قرأت مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن على بن ابى طالب قال نهانى رسول الله ﷺ عن التختم بالذهب وعن لباس القسى و عن القرأة فى الركوع و السجود و عن لباس المعصفر**.(مسلم شریف، باب النہی عن لطس الرجل الثوب المعصفر، ص۹۳۱، نمبر ۲۰۷۸/۵۴۳۹) (۲)دوسری پر پہلی کو لمبی کرنا مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن عبد الله بن ابى قتادة ، عن ابيه قال : كان رسول الله ﷺ يقرأ فى الركعتين الاوليين من صلاة الظهر بفاتحةالكتاب و سورتين ، يطول فى الاولى و يقصر فى الثانية و يسمع الآية احيانا ، و كان يقرأ فى العصر بفاتحة الكتاب و سورتين ، و كان يطول فى الاولى ، و كان يطول فى الركعة الاولى من صلوة الصبح ، و يقصر فى الثانية** ۔(بخاری شریف، باب القرأۃ فی الظہر، ص۱۰۵، نمبر ۷۵۹ مسلم شریف، باب القرأۃ فی الظہر، ص۱۸۵، نمبر ۴۵۱/۱۰۱۲)اس حدیث میں ہے کہ پہلی رکعت کو لمبی کرتے اور دوسری رکعت کو اس سے

من الفرض وقراءة سورة فوق التی قرأها وفصله بسورة بین سورتین قرأهما فی رکعتین (۵۶۱)وشمّ طیب وترویحه بثوب او مروحة مرة او مرّتین

مختصر کرتے تھے۔

ترجمہ :(۵۶۰) فرض کی ایک رکعت میں مکرر سورت پڑھنا، اوپر کی سورت پڑھنا، دو رکعت میں دو سورتوں کے مابین ایک چھوٹی سورت کا فاصلہ کرنا۔

تشریح : فرض کی رکعت میں کئی سورتیں پڑھے گا تو رکعت لمبی ہو جائے گی، جس سے مقتدی کو تکلیف ہوگی اس لئے ایک رکعت میں کئی کئی سورتیں پڑھنا مکروہ ہے۔ قرآن کریم ترتیب کے ساتھ لکھا ہوا ہے، اس کے خلاف الٹی ترتیب سے پڑھنا خلاف ترتیب ہے اس لئے مکروہ تنزیہی ہے، مثلا پہلی رکعت میں اذا جاء نصر اللہ، پڑھے اور دوسری رکعت میں قل یا ایھا الکافرون، پڑھے یہ مکروہ ہے۔ دو چھوٹی سورتوں کے درمیان ایک چھوٹی سورت چھوڑنے سے اس کی بے اعتنائی معلوم ہوتی ہے اور ایک قسم کی توہین ہے، مثلا پہلی رکعت میں انا اعطینا ک الکوثر، پڑھے اور دوسری رکعت میں اذا جاء نصر اللہ، پڑھے اور بیچ میں قل یا ایھا الکافرون، کو چھوڑ دے تو یہ اس کی توہین ہے اس لئے بغیر کسی مجبوری کے چھوڑ دینا مکروہ ہے، ہاں یاد نہ ہو یا کوئی مجبوری ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ یا بڑی سورت چھوڑ دے تو مکروہ نہیں ہے، کیونکہ اتنی بڑی سورت ہر کسی کو یاد نہیں ہوتی۔

وجہ : (۱) مکرر سورت پڑھنا مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن ابی هریرة ان النبی ﷺ قال اذا صلی احدکم للناس فلیخفف فان فیهم السقیم و الشیخ الکبیر و ذو الحاجة ۔ (ابوداود شریف، باب تخفیف الصلاۃ، ص ۱۲۴، نمبر ۷۹۵) (۲) یہ قول صحابی بھی ہے۔ عن ابی جعفر قال لا یقرن بین سورتین فی کل رکعة۔ (مصنف ابن ابی شیبة، باب من کان لا تجمع بین السورتین فی رکعۃ، ج اول، ص ۳۲۴، نمبر ۳۷۰۵) اس قول صحابی میں ہے کہ ایک رکعت میں دو سورتیں نہیں پڑھنی چاہئے۔ ہاں نفل میں جتنی چاہے سورتیں پڑھے۔ (۳) عن عبد الله بن ابی الهذیل قال کانوا یکرهون ان یقرأوا بعض الآیة و یترکوا بعضها ۔ (مصنف ابن ابی شیبة، باب من کرہ ان یقرأ بعض الآیۃ ویترک بعضھا، ج سادس، ص ۱۵۱، نمبر ۳۰۲۵۵) اس قول تابعی میں ہے کہ درمیان سے بعض آیت چھوڑنا مکروہ ہے۔ (۴) عن شقیق قال قیل لعبد الله ان فلانا یقرأ القرآن منکوسا ، فقال عبد الله ذاک منکوس القلب ۔ (مصنف ابن ابی شیبة، باب من کرہ ان یقرأ القرآن منکوسا ، ج سادس، ص ۱۵۵، نمبر ۳۰۲۹۸) اس قول صحابی میں ہے کہ قرآن الٹا پڑھنا دل کے الٹے ہونے کی دلیل ہے۔

ترجمہ : (۵۶۱) خوشبو سونگھنا، کپڑے یا پنکھے سے ایک یا دو بار ہوا کرنا۔

تشریح : کپڑے یا بدن میں خوشبو لگی ہوئی ہو اور اسکی بو ناک میں آرہی ہو یہ مکروہ نہیں ہے، لیکن قصدا انگلی کو ناک میں لیجا کر سونگھنا عمل کثیر کا خطرہ ہے اس لئے یہ مکروہ ہے۔ کپڑے یا پنکھے سے نماز میں ہوا کرنا عمل کثیر کا خطرہ ہے، اور یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ کپڑے

(٥٦٢)وتحويل اصابع يديه او رِجليه عن القبلة فی السجود وغيره وترک وضع اليدين علی الرکبتين فی الرکوع (٥٦٣) والتثاؤب و تغميض عينيه ورفعهما للسماء والتمطّی

سے کھیل رہا ہے اس لئے یہ خشوع وخضوع کے خلاف ہے اس لئے مکروہ ہے۔

وجہ :(١) عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال امرت ان اسجد علی سبعة اعظم لا اکف شعرا ولا ثوبا (بخاری شریف، باب لا یکف ثوبہ فی الصلوۃ ،ص١١٣،نمبر ٨١٦رمسلم شریف، باب اعضاء السجود والنھی عن کف الشعر والثوب، ص١٩٣،نمبر ٤٩٠)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کپڑے کو بلا وجہ بار بار سمیٹنا مکروہ ہے تو خوشبو سونگھنا بھی مکروہ ہوگا۔(٢) عن ابراھیم انہ کان یکرہ ان یتروح فی الصلاۃ یعنی بثوبہ من الحر۔(مصنف عبد الرزاق، باب التروح فی الصلاۃ، ج ثانی، ص١٧٩،نمبر ٣٣٥٦) اس قول تابعی میں ہے کہ کپڑے سے ہوا کرنا مکروہ ہے۔

ترجمہ : (٥٦٢) سجدے وغیرہ میں ہاتھ پاؤں کی انگلیاں قبلہ سے پھرانا، اور رکوع میں دونوں ہاتھوں کا گھٹنوں پر رکھنا چھوڑ دینا۔

تشریح : سجدے میں ہاتھ پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف کرنا سنت ہے اس لئے اس کے خلاف کرنا مکروہ ہے۔رکوع میں دونوں ہاتھوں کو گھٹنے پر اس طرح رکھے کہ گویا کہ اس کو پکڑے ہوا ہو، یہ سنت ہے اس لئے ہاتھوں کو گھٹنوں پر نہ رکھے یہ مکروہ ہوگا۔

وجہ :(١) قبلہ کے خلاف انگلیاں رکھنا مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ یستقبل باطراف رجلیه القبلة قال ابو حمید عن النبی ﷺ . (بخاری شریف، باب یستقبل باطراف رجلیہ القبلۃ ،ص١٣١،نمبر ٨٠٨) (,)اس حدیث میں ہے۔ عن عائشة قالت کان النبی ﷺ اذا سجد وضع یدیه وجاه القبلة . (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کان یقول اذا سجد فلیوجہ یدیہ الی القبلۃ، ج ثانی،ص ٢٣٦،نمبر ٢٧١٢)اس لئے اس کے خلاف مکروہ ہوگا۔(٣)اور گھٹنے پر ہاتھ نہ رکھے یہ مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔فذکروا صلوة رسول الله ﷺ فقال ابو حمید انا اعلمکم بصلوة رسول الله ﷺ ان رسول الله ﷺ رکع فوضع یدیه علی رکبتیه کانه قابض علیهما و وتر یدیه فنحاهما عن جنبیه. (ترمذی شریف، باب ماجاء یجافی یدیہ عن جنبیہ فی الرکوع ،ص٦٧،نمبر ٢٦٠)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہاتھوں سے گھٹنوں کو اس طرح پکڑے کہ کمان کی رسی کی طرح معلوم ہو

ترجمہ : (٥٦٣) جمائی لینا، آنکھیں بند رکھنا، آنکھیں آسمان کی طرف اٹھانا، انگڑائی لینا۔

تشریح : یہ سب باتیں سستی کی علامت ہیں اور خشوع وخضوع کے خلاف ہیں اس لئے یہ سب مکروہ ہیں۔

وجہ : اس حدیث میں منہ بند کرنے کا حکم ہے۔ عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال التثاوب من الشیطان فاذا تثاوب أحدکم فلیکظم ما استطاع ۔(مسلم شریف، باب تشمیت العاطس وکراھیۃ التثاوب،ص٤١٢٩،نمبر ٢٩٩٤ر

(۵٦۴) والعمل القلیل واخذ قملة وقتلها وتغطیة انفه وفمه ووضع شیء فی فمه یمنع القراء ة

۷۴۹۰)اس حدیث میں ہے کہ جمائی کو حتی الوسع دور کرے ،جس سے معلوم ہوا کہ بلاوجہ یہ کرنا مکروہ ہے۔(۲) آنکھیں بند نہ کرے اس کے لئے یہ قول تابعی ہے۔و روینا عن مجاهد و قتادة کانا یکرهان تغمیض العینین فی الصلاة ۔(سنن بیہقی، باب لا یجاوز بصرہ موضع سجودہ ،ج ثانی ،ص ۴۰۳،نمبر ۳۵۴۵/مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی تغمیض العین فی الصلاۃ،،ج ثانی ،ص ۶۴،نمبر ۶۵۰۳) اس قول تابعی میں ہے کہ آنکھ بند نہ کرے۔ (۳) آنکھیں آسمان کی طرف نہ اٹھائے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ ان انس بن مالک حدثه قال قال رسول الله ﷺ ما بال اقوام یرفعون أبصارهم الی السماء فی صلاتهم ؟ فاشتد قوله فی ذالک حتی قال لینتهین عن ذالک او لتخطفن ابصارهم۔(بخاری شریف، باب رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ،ص ۱۲۲،نمبر ۷۵۰/مسلم شریف، باب النھی عن رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ،ص ۱۸۳،نمبر ۹٦٦/۴۲۸)
(۴) انگڑائی نہ لے اس کے لئے یہ اثر ہے۔قلت لعطاء الرجل یتمطی فی الصلاة ؟ قال لم یبلغنی فیه شیء و لکنی لا احبه ، قلت فیقعقع الرقبة و الاصابع و غیر ذالک فی الصلاة ؟ قال اکرهه ،قلت التنخع او الامتخاط و البزاق وادخال الرجل یده فی انفه ؟ قال لا تفعله فی الصلاة، قلت فالاحتکاک فی الصلاة و الارتداد و الاتزار فی الصلاة ؟ قال کل ذالک لا تفعله فی الصلاة ۔(مصنف عبد الرزاق، باب التحریک فی الصلاۃ، ج ثانی، ص ۱۷۱،نمبر ۳۳۰۴)اس قول تابعی میں ہے کہ انگڑائی لینا اچھا نہیں ہے۔

لغت : رکبۃ: گھٹنا۔التثاؤب: جمائی لینا۔تغمیض: آنکھ بند کرنا۔التمطی: انگڑائی لینا۔

ترجمہ : (۵٦۴)عمل قلیل کرنا، جوں پکڑنا اور اس کا مارنا، ناک اور منہ ڈھکنا، منہ میں ایسی چیز رکھنا جو قرأت مسنونہ کو مانع ہو۔

تشریح : عمل کثیر سے نماز فاسد ہو جائے گی، البتہ بغیر مجبوری کے عمل قلیل کرنا مکروہ ہے، جس کام کے کرنے میں ایک ہاتھ استعمال ہوتا ہو وہ عمل قلیل ہے۔باقی سب آسان ہیں۔

وجہ : (۱) جوں پکڑنے میں عمل قلیل ہوگا جو مکروہ ہے۔جوں کا پکڑنا اور اس کو مارنا مکروہ ہے اس کیلئے یہ حدیث ہے۔عن رجل من الانصار ان النبی ﷺ قال اذا وجد احدکم القملة و هو یصلی فلا یقتلها و لکن یصرها حتی یصلی ۔(سنن بیہقی، باب من وجد فی صلاتہ قملۃ فصرھا الخ، ج ثانی ،ص ۴۱۸،نمبر ۳٦۰۷)(۲) ناک ڈھانپنا مکروہ ہے اس لئے یہ قول صحابی ہے۔ ان ابن عباس کره تغطیة الانف ، قال قتادة و کان سعید بن المسیب و النخعی و عطاء یکرهونه۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی تغطیۃ الانف وحدہ، ج ثانی، ص ۱۳۲،نمبر ۷۳۱۲) (۳) منہ ڈھانپنا مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ نهی عن السدل فی الصلوة و ان یغطی الرجل فاه ۔(ابو داؤد شریف، باب ماجاء فی السدل فی الصلوۃ، ص ۱۰۳ نمبر ٦۴۳/ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراھیۃ السدل فی الصلوۃ، ص ۸۷، نمبر

المسنونة(٥٦٥) والسجود على كور عمامته وعلى صورة والاقتصار على الجبهة بلا عذر بالانف (٥٦٦) والصلوة فى الطريق والحمام وفى المخرج وفى المقبرة وارض الغير بلا رضاه وقريبا من

---

٣٧٨)اس حدیث میں ہے کہ منہ ڈھانکنا مکروہ ہے۔(۴)۔اخبرنی ابو بكر عن من اخبره ان النبی ﷺ نهى ان يخمر الفم فى الصلاة ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی تغطیۃ الفم فی الصلاۃ، ج ثانی ص ۱۳۱، نمبر ۷۲۹۵) اور جب منہ ڈھانکنا مکروہ ہے تو ایسی چیز منہ میں رکھنا جس سے قرأت نہ کرسکتا ہو بدرجہ اولی مکروہ ہوگا۔

ترجمه : (۵۶۵) عمامہ کے پیچ پر سجدہ کرنا، تصویر پر سجدہ کرنا، ناک میں عذر نہ ہوتے ہوئے صرف پیشانی پر اقتصار کرنا،

تشریح : تیز گرمی ہو یا تیز سردی ہو تو عمامہ کے پیچ پر سجدہ کرسکتا ہے، البتہ اس پر سجدہ کرنے سے عمل قلیل لازم آتا ہو تو مکروہ ہے۔حدیث کے اعتبار سے تصویر حرام ہے اس لئے اس پر سجدہ کرنا بھی مکروہ ہوگا۔ناک اور پیشانی دونوں پر سجدہ کرنا ضروری ہے، البتہ پیشانی اصل ہے، اس لئے عذر کے بغیر صرف پیشانی پر اکتفاء کرنا مکروہ ہے۔

وجه: (۱) عمامے کے پیچ پر سجدہ کرنا مکروہ ہے اس کے لئے یہ قول صحابی ہے۔ ان ابن عمر كان يكره ان يسجد على كور عمامته حتى يكشفها ۔(مصنف عبد الرزاق، باب السجود علی کور العمامۃ، ج اول ص ۳۰۴، نمبر ۱۵۷۲)اس قول صحابی میں ہے کہ پگڑی کی پیچ پر سجدہ کرنا مکروہ ہے۔(۲) تصویر پر سجدہ کرنا مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ سمعت عائشةؓ : قدم رسول الله ﷺ من سفر و قد سترت ُبقرام لى على سهوة لى فيها تماثيل فلما رأه رسول الله ﷺ و قال أشد الناس عذابا يوم القيامة الذين يضاهون بخلق الله ، قالت : فجعلناه وسادة أو وسادتين . (بخاری شریف، باب ما وطی من التصاویر، ص ۱۰۴۳، نمبر ۵۹۵۴ر مسلم شریف، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان الخ۔کتاب اللباس والزینۃ ص ۹۴۱، نمبر ۲۱۰۷ر ۵۵۳۱)(۳) صرف پیشانی پر اکتفاء کرنا مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن ابن عباس قال قال النبی ﷺ امرت ان اسجد على سبعة اعظم على الجبهة ـ واشار بيده على انفه ـ واليدين والركبتين واطراف القدمين (بخاری شریف، باب السجود علی الانف ص ۱۱۲ نمبر ۸۱۲ر مسلم شریف، باب اعضاء السجود والنھی عن کفی الشعر ص ۱۹۳ نمبر ۴۹۰ر ۱۰۹۹) اس حدیث میں ہے کہ ناک اور پیشانی پر سجدہ کرے۔(۴) عن ابن عباس ، عن النبی ﷺ قال : لا صلوة لمن لم يضع أنفه على الارض . (دار قطنی، باب وجوب وضع الجبهة والانف، ج اول ص ۳۴۱، نمبر ۱۳۰۳ر مستدرک للحاکم، کتاب الصلوۃ، ج اول ص ۴۰۴، نمبر ۹۹۷) اس حدیث میں ہے کہ جب تک ناک زمین پر نہ لگائے نماز نہیں ہوگی۔

لغت :کور :عمامہ کا پیچ، کنارہ۔

ترجمه : (۵۶۶) راستہ اور حمام اور پاخانہ اور قبرستان اور بلا رضامندی غیر کی زمین میں، نجاست کے قریب [نماز مکروہ ہے]

نجاسة (۵۶۷)ومدافعا لاحد الاخبثين او الريح و نجاسة غير مانعة الا اذا خاف فوت الوقت او

تشریح : بیچ راستہ میں نماز پڑھنے سے لوگوں کو تکلیف ہوگی اس لئے مکروہ ہے۔حمام خانہ، پاخانہ کے پاس عموما نجاست ہوتی ہے اور کراہیت ہوتی ہے اس لئے مکروہ ہے۔قبرستان میں نماز پڑھنے سے خطرہ ہوتا ہے کہ خود قبر والوں سے مرادیں مانگ رہا ہو اس لئے مکروہ ہے۔غیر کی زمین میں بغیر اس کی رضا مندی کے نماز پڑھنے میں اس لئے کراہیت ہے کہ اپنی زمین نہیں ہے، لیکن ایسا محسوس ہوتا ہو کہ مالک اس سے ناراض نہیں ہوگا تو جائز ہے۔نجاست کے قریب اس لئے مکروہ ہے کہ یہ کوئی اچھی چیز نہیں ہے کہ اس کے پاس عبادت کی جائے۔

وجه : (۱) عن ابن عمر ان النبی ﷺ نهی ان یصلی فی سبعة مواطن : فی المزبلة و المجزرة و المقبرة و قارعة الطريق، و فی الحمام و فی مواطن الابل و فوق ظهر بيت الله ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراہیۃ مایصلی الیہ وفیہ، ص۹۴، نمبر۳۴۶) اس حدیث میں ہے کہ راستے کے درمیان، حمام خانہ، قبرستان، اور بیت الخلاء میں نماز نہ پڑھو۔

لغت :الحمام: پچھلے زمانے میں غسل خانہ بنا ہوتا تھا جس میں سب نہاتے تھے،اس میں عموما بدبو ہوتی تھی۔المخرج: نکلنے کی جگہ، مراد ہے پیخانہ کرنے کی جگہ۔

ترجمه : (۵۶۷)اور پیشاب، پیخانہ اور ہوا کے وقت۔اور نجاستِ غیر مانعہ کے ساتھ نماز پڑھنا،مگر ہاں وقت یا جماعت فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو خیر، ورنہ اس کو قطع کر دینا مستحب ہے۔

تشریح : پیشاب، پیخانہ زور سے لگا ہو، یا ہوا خارج کرنے کی سخت ضرورت ہو تو پہلے یہ ضرورت پوری کرے تب نماز پڑھے، ہاں جماعت فوت ہونے کا خطرہ ہو یا وقت نکل جانے کا خطرہ ہو اور حاجت سخت نہ ہو تو پہلے نماز پڑھ سکتا ہے۔دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اتنی نجاست لگی ہو کہ اس سے نماز جائز ہے پھر بھی اس کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے، پہلے اس کو دھو لینا چاہئے۔ایک درہم سے کم نجاست لگی ہو تو معاف ہے، یعنی اگر پتلی نجاست ہو ایک درہم چوڑائی لمبائی سے کم ہو تو معاف ہے۔اور گاڑھی نجاست ہو تو ایک درہم وزن سے کم ہو تو معاف ہے۔

وجه : (۱) پیشاب، پیخانہ کے وقت نماز مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔قالت (عائشة) اجلس يا غندر انی سمعت رسول الله ﷺ يقول لا صلاة بحضرة الطعام و لا هو يدافعه الاخبثان ۔(مسلم شریف، باب کراھۃ الصلاۃ بحضرۃ الطعام،الخ،ص ۲۲۶، نمبر ۱۲۴۶/۵۶۰)اس حدیث میں ہے کہ پیشاب پیخانہ کے زور کے وقت نماز نہ پڑھے۔(۲) پہلے ضرورت پوری کرے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن ابن عمر قال قال النبی ﷺ اذا كان احدكم على الطعام فلا يعجل حتى يقضى حاجته منه و ان اقيمت الصلاة ۔(بخاری شریف، باب اذا حضر الطعام واقیمت الصلاۃ، ص۱۰۹، نمبر ۶۷۴)اس حدیث میں ہے کہ کھانے یا پیشاب پیخانے کی ضرورت ہو تو پہلے اس کو پوری کرو چاہے اقامت کہی جارہی ہو۔(۳)

الجماعة والا نُدُب قطعهما(٥٦٨) والصلوة فی ثیاب البذلة(٥٦٩) ومکشوف الرأس لا للتذلل

اور نجاست غلیظہ ایک درہم معاف ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال : تعاد الصلوة من قدر الدرهم من الدم** (دار قطنی، باب قدر النجاسة التی تبطل الصلوة ص ۳۸۵ نمبر ۱۴۷۹ رسنن للبیھقی، باب ما یجب غسله من الدم، ج اول، ص ٥٦٦، نمبر ۴۰۹۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خون یا اس جیسی نجاست غلیظہ درہم سے کم ہو تو معاف ہے۔

﴿درہم کا حساب﴾

درھم کے بارے میں دو قسم کی باتیں ہیں ، ایک یہ کہ اسکے وزن کا اعتبار کیا جائے اور دوسری یہ کہ اسکی مساحت یعنی رقبے کا اعتبار کیا جائے تو دونوں قولوں میں ترتیب یہ ہے کہ جس قول میں مساحت کا اعتبار کیا گیا ہے وہ پتلی نجاست کے بارے میں ہے۔ کہ پتلی نجاست ہو تو درھم کے رقبے کا اعتبار کیا جائے اور 2.75 سینٹی میٹر نجاست ہو تو جگہ ناپاک ہوگی، اور جس قول میں وزن کا اعتبار ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ نجاست گاڑھی ہو تو درھم کے وزن کا اعتبار کیا جائے اور 4.374 گرام وزن نجاست ہو تو جگہ ناپاک قرار دی جائے چاہے رقبے کے اعتبار سے 2.75 سینٹی میٹر سے کم رقبے پر ہی نجاست لگی ہو۔ یہ انگلینڈ میں پچاس پینس کی مقدار ہے۔

لغت : ندب قطعهما: کا مطلب یہ ہے کہ پیشاب، اور پیخانہ کی ضرورت کو پہلے پوری کرے۔ اور اس کو منقطع کرے۔

ترجمه :(٥٦٨) (کارگذاری (معمولی) کپڑے میں۔

تشریح : ایسا کپڑا جس میں اچھے لوگوں کے پاس جانے میں کراہیت ہوتی ہے اس کو ثیاب البذلہ، کہتے ہیں، بغیر مجبوری کے اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے

وجه : (١) **عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ او قال قال عمر اذا کان لاحدکم ثوبان فلیصل فیهما فان لم یکن الا ثوب واحد فلیتزر به و لا یشتمل اشتمال الیهود** ۔(ابو داود شریف، باب اذا کان الثوب ضیقا یتزر بہ، ص ۱۰۲، نمبر ٦۳٦) اس حدیث میں ہے دو کپڑے ہوں تو دونوں کو پہننا چاہئے، اور نہ ہوں تو مجبوری ہے۔ (٢) **عن عبد الله بن بریدة عن ابیه قال نهی رسول الله ﷺ ان یصلی فی لحاف لا یتوشح به والآخر ان یصلی فی سراویل و لیس علیه رداء** ۔(ابو داود شریف، باب اذا کان الثوب ضیقا یتزر بہ، ص ۱۰۲، نمبر ٦۳٦) اس حدیث میں ہے کہ صرف پاجامے میں نماز پڑھنا اچھا نہیں ہے

ترجمه : (٥٦٩) اور سر کھلے ہوئے بغیر انکسار و زاری کے۔ [مکروہ ہے]

تشریح : انکساری اور آہ وزاری کرنے کے لئے سر پر کپڑا نہ رکھے تو اس کی گنجائش ہے، ورنہ عام حالات میں سر پر کپڑا ہونا چاہئے چاہے ٹوپی ہو چاہے رومال ہو چاہے پگڑی ہو، یہ مردوں کے لئے زینت ہیں ، اور آیت میں [**یا بنی آدم خذوا زینتکم**

والتضرع(۵۷۰) وبحضرة طعام يميل اليه وما يشغل البال ويخلّ بالخشوع

عند كل مسجد. (آیت ۳۱، سورۃ الاعراف ۷) فرمایا، کہ نماز کے وقت زینت اختیار کرو۔ ایک زمانے میں پگڑی کا رواج تھا ابھی اس کی جگہ پر ٹوپی، یا رومال کا رواج ہے۔

﴿ پگڑی، اور ٹوپی کی حدیثیں ﴾

وجہ :(۱)**عن جعفر بن عمر بن حريث عن ابيه قال رأيت النبى ﷺ على المنبر و عليه عمامة سوداء قد ارخى طرفها بين كتفيه** ۔(ابوداود شریف، باب فی العمائم، ص ۵۷۴، نمبر ۴۰۷۷ / شمائل ترمذی شریف، باب ما جاء فی عمامۃ النبی ﷺ، ص ۸)(۲)**عن ابن عباس ان النبى ﷺ خطب الناس و عليه عصابة دسماء** ۔(شمائل ترمذی شریف، باب ما جاء فی عمامۃ النبی ﷺ، ص ۸، نمبر) ان دونوں حدیثوں میں ہے کہ خطبہ کے وقت حضور ﷺ پگڑی پہنے ہوئے تھے۔(۳)**عن جابر قال دخل النبى ﷺ مكة يوم الفتح و عليه عمامة سوداء** ۔(ترمذی شریف باب ما جاء فی العمامۃ السوداء، ص ۴۱۴، نمبر ۱۷۳۵ / ابوداود شریف، باب فی العمائم، ص ۵۷۴، نمبر ۴۰۷۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پگڑی پہننا چاہئے۔(۴)**عن ابن عمر قال كان النبى ﷺ اذا اعتم سدل عمامته بين كتفيه** ۔(ترمذی شریف، باب فی سدل العمامۃ بین الکتفین، ص ۴۱۴، نمبر ۱۷۳۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پگڑی کا شملہ کندھوں کے درمیان لٹکانا چاہئے۔(۵)**عن ابن مسعود عن النبى ﷺ قال كان على موسى يوم كلمه ربه كساء صوف و جبة صوف و كمة صوف و سراويل صوف و كانت نعلاه من جلد حمار ميت .....و الكمة القلنسوة الصغيرة** ۔(ترمذی شریف باب ما جاء فی لبس الصوف، ص ۴۱۴، نمبر ۱۷۳۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت موسی علیہ السلام اون کی ٹوپی پہنے تھے۔ اس لئے ٹوپی پہننا چاہئے۔(۶)**عن هلال بن يساف قال ....قلت لصاحبى نبدأ فننظر الى دله فاذا عليه قلنسوة لاطية ذات اذنين** ۔(ابوداود شریف، باب الرجل یعتمد فی الصلاۃ علی عصا، ص ۱۴۴، نمبر ۹۴۸) اس عمل صحابی میں ہے کہ ان پر نماز میں ٹوپی تھی۔ (۷)**قال الحسن كان القوم يسجدون على العمامة و القلنسوة و يداه فى كمه** ۔(بخاری شریف، باب السجود علی الثوب فی شدۃ الحر، ص ۶۸، نمبر ۳۸۵) اس قول صحابی کے اشارے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات عمامہ اور ٹوپی پہنا کرتے تھے۔ (۶)**قال ركانة و سمعت النبى ﷺ يقول فرق ما بيننا و بين المشركين العمائم على القلانس** ۔(ابوداود شریف، باب فی العمائم، ص ۵۷۴، نمبر ۴۰۷۷) اس حدیث میں پگڑی اور اس کے نیچے ٹوپی دونوں کا ثبوت ہے۔

ترجمہ : (۵۷۰) کھانا موجود ہو اس طرح کہ دل اس کی طرف مائل ہو اور مشغول ہو جائے اور خشوع میں خلل انداز ہو جائے تو [تو مکروہ ہے]

(۵۷۱) وعدّ الآی والتسبیح بالید (۵۷۲[الف])وقیام الامام فی المحراب او علی مکان او الارض

تشریح : کھانا موجود ہواور اتنی بھوک لگی ہو کہ دل ادھر مائل ہو جائے اور نماز میں خشوع خضوع ختم ہو جائے، ایسی صورت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، اور بھوک زیادہ نہ لگی ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

وجه : (۱) بھوک تیز ہونے کے وقت نماز مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ قالت (عائشة) اجلس یا غندر انی سمعت رسول الله ﷺ یقول لا صلاة بحضرة الطعام و لا هو یدافعه الاخبثان ۔(مسلم شریف، باب کراهة الصلاة بحضرة الطعام، الخ، ص ۲۲۶، نمبر ۵۶۰/۱۲۴۶) اس حدیث میں ہے کہ کھانے کے وقت نماز نہ پڑھے۔ (۲) پہلے کھانا کھائے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن ابن عمر قال قال النبی ﷺ اذا کان احدکم علی الطعام فلا یعجل حتی یقضی حاجته منه و ان اقیمت الصلاة ۔(بخاری شریف، باب اذا حضر الطعام واقیمت الصلاة، ص ۱۰۹، نمبر ۶۷۴) اس حدیث میں ہے کہ کھانے یا پیشاب پیخانے کی ضرورت ہو تو پہلے اس کو پوری کر و چاہے اقامت کہی جا رہی ہو۔

لغت : بذلة: خرچ، ثیاب البذلة: ایسا کپڑا جس میں آدمی محنت مزدوری کرتا ہو۔ تذلل: ذلیل ہونا، آہ وزاری کرنا۔ التضرع: گڑگڑانا۔ البال: دل، مایشغل البال: جو دل کو مشغول کرے۔

ترجمه : (۵۷۱) ہاتھ سے آیت اور تسبیح گننا۔

تشریح : نماز سے باہر ہاتھ سے تسبیح گننا جائز ہے، البتہ نماز کے اندر ہاتھ سے آیت یا تسبیح گنے گا تو عمل قلیل لازم آئے گا اور دل اس میں مشغول ہوگا اس لئے یہ مکروہ ہے۔

وجه :(۱)۔ سأله عمر بن عبد العزیز تعد الآیة فی الصلاة ؟ فقال ما افعل قال و انا ایضا ما افعل ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب ۳۱۱ من کرهه ،ج اول ،ص ۴۲۷، نمبر ۴۹۱۰) (۲) کان عبد الله یکره العدد و یقول : أ یمن علی الله حسناته ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب ۶۷۵ من کره عقد التسبیح، ج ثانی، ص ۱۶۴، نمبر ۷۶۶۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ انگلیوں سے تسبیح گننا مکروہ ہے۔ اس لئے نماز میں بھی مکروہ ہوگا۔ (۳) کنکری یا دھاگے کی تسبیح استعمال کرے اس کے لئے یہ عمل صحابی ہے۔ قال نزلت علی ابی هریرة و معه کیس فی حصی او نوی فیقول سبحان الله حتی اذا نفذ ما فی الکیس القاه الی جاریة سوداء فجمعته ثم دفعته الیه ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب فی عقد التسبیح وعدد الحصی، ج ثانی ،ص ۱۶۳، نمبر ۷۶۶۰) اس عمل صحابی میں ہے کہ کنکری اور گٹھلی سے تسبیح گن سکتا ہے۔ (۴) عن حکیم بن الدیلمی عن مولاة لسعد ان سعدا کان یسبح بالحصی و النوی ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب فی عقد التسبیح وعدد الحصی، ج ثانی، ص ۱۶۳، نمبر ۷۶۵۸)

ترجمه :(۵۷۲[الف])، امام کا محراب میں، یا اونچی جگہ میں، یا کسی خاص جگہ میں تنہا کھڑا ہونا، صف میں جگہ ہوتے ہوئے

وحده والقيام خلف صف فيه فرجة.(۲۷۵[ب])ولبس ثوب فيه تصاوير وان يكون فوق رأسه او خلفه او بين يديه او بحذائه صورة الا ان تكون صغيرة او مقطوعة الرأس او لغير ذی روح

پیچھے کھڑا ہونا۔

تشریح : امام تنہا محراب میں کھڑا ہو، یا اونچی جگہ میں کھڑا ہو، یا کسی خاص جگہ میں کھڑا ہو اور اس کے ساتھ کوئی آدمی نہ ہو، جس سے معلوم ہوتا ہو کہ وہ بالکل الگ تھلگ ہیں تو یہ مکروہ ہے۔ کیونکہ یہودیوں کی طرح الگ شان شوکت والا معلوم ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ صف میں جگہ ہوتے ہوئے بغیر مجبوری کے آدمی پیچھے کھڑا ہو جائے تو یہ بھی مکروہ ہے

وجه : (۱)عن ابراهيم كان يكره أن يصلى فى طاق الامام۔(مصنف عبدالرزاق، باب صلوة الامام فی الطاق، ج ثانی، ص ۲۷۴، نمبر ۳۹۱۱ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۲۷۸ الصلوۃ فی الطاق، ج اول، ص ۴۰۹، نمبر ۴۶۹۷) اس اثر میں ہے کہ امام طاق یعنی محراب میں ہو تو یہ مکروہ ہے۔ البتہ امام محراب سے باہر ہو اور سجدہ محراب کے اندر کرتا ہو، تو چونکہ اس صورت میں امام کی کوئی خصوصیت نہیں رہی اسلئے یہ جائز ہے۔(۲) عن موسى الجهنى قال : قال رسول الله ﷺ لا تزال هذه الامة أو قال أمتى بخير ما لم يتخذوا فى مساجدهم مدائح كمدائح النصارى . (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۷۸ الصلوۃ فی الطاق، ج اول، ص ۴۰۹، نمبر ۴۶۹۹) اس اثر میں ہے کہ مسجدوں میں نصاری کی طرح محراب بنانا اچھی بات نہیں ہے۔ مدائح کا معنی ہے، محراب ۔(۳) أنه كان مع عمار بن ياسر بالمدائن ....قال له حذيفة : ألم تسمع رسول الله ﷺ يقول : اذا أم الرجل القوم فلا يقم فى مكان أرفع من مقامهم . أو نحو ذالك قال عمار : لذالك اتبعتك حين أخذت على يدى ۔(ابوداود شریف، باب الامام یقوم مکانا أرفع من مکان القوم، ص ۹۸، نمبر ۵۹۸ رمستدرک للحاکم، باب ومن کتاب الامامۃ وصلاۃ الجماعۃ، ج اول، ص ۳۲۹، نمبر ۷۶۰) اس حدیث میں ہے کہ امام اونچی جگہ پر ہو اور مقتدی نیچی جگہ پر ہو یہ اچھا نہیں ہے، اسی طرح اکیلا امام نیچی جگہ پر ہو تو اس میں امام کی توہین ہے اسلئے یہ بھی مکروہ ہے۔(۴) پہلی صف پوری کرو اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن انس ان رسول الله ﷺ قال أتموا الصف المقدم ثم الذين يليه فما كان من نقص فليكن فى الصف الموخر ۔(ابوداود شریف، باب تسویۃ الصفوف، ص ۱۰۵، نمبر ۶۷۱) ان دونوں حدیثوں میں ہے کہ پہلی صف پوری کریں ۔(۵)عن انس قال قال رسول الله ﷺ أتموا الصفوف فانى أراكم خلف ظهرى ۔(مسلم شریف، باب الصفوف تسویۃ الصفوف واقامتھا، الخ، ص ۱۸۴، نمبر ۴۳۴/ ۹۷۶)

ترجمه : (۲۷۵[ب]) ایسا کپڑا پہننا جس میں تصویر ہو، سر پر یا پیچھے یا سامنے یا مقابلہ میں تصویر ہونا، ہاں اگر بہت چھوٹی یا سرکٹی ہوئی یا غیر جاندار کی ہو تو حرج نہیں۔

(۵۷۳) وان یکون بین یدیه تنّور او کانون فیه جمر او قوم نیام

تشریح : ایسا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جس میں تصویر ہو مکروہ ہے۔ یا ایسی جگہ تصویر ہو جس سے اس کی تعظیم معلوم ہو تو یہ بھی مکروہ ہے، مثلا سر پر یا سامنے یا مقابلے میں تصویر ہو تو مکروہ ہے، البتہ تصویر پاؤں کے نیچے ہو اس کی توہین ہے اس لئے مکروہ نہیں، بہت چھوٹی تصویر جو نظر نہ آتی ہو، یا تصویر کا سر کٹا ہوا ہو، یا غیر جاندار کی تصویر ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

وجہ :(۱) اس حدیث میں ہے۔عن عائشةؓ أنها اشترت نمرقة فيها تصاوير فقام النبی ﷺ بالباب فلم يدخل فقلت أتوب الى الله مما أذنبت قال : ما هذه النمرقة ؟ قلت لتجلس عليها و توسدها قال ان أصحاب هذه الصورة يعذبون يوم القيامة ۔(بخاری شریف، باب من کرہ القعود علی الصورۃ، ص۱۰۴۳، نمبر ۵۹۵۷ / مسلم شریف، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان الخ۔ کتاب اللباس والزینۃ، ص۹۴۱، نمبر ۲۱۰۷ / ۵۵۳۱) اس حدیث میں ہے کہ تصویر والے کپڑے پر آپ ﷺ نے بیٹھنا پسند نہیں فرمایا، جب تصویر والے کپڑے پر بیٹھنا مکروہ ہے تو اسکو پہننا بدرجہ اولی مکروہ ہے۔(۲) عن عائشة قالت حشوت للنبی ﷺ وسادة فيها تماثيل كانها نمرقة ، فجاء فقام بين الناس و جعل يتغير وجهه فقلت ما لنا يا رسول الله ؟ قال :ما بال هذه الوسادة؟ قلت وسادة جعلتها لك لتضطجع عليها قال أما علمتِ أن الملائكة لا تدخل بيتاً فيه صورة و ان من صنع الصورة يعذب يوم القيامة فيقول : أحيوا ما خلقتم ۔(بخاری شریف، باب اذا قال احدکم آمین والملائکۃ فی السماء فوافقت احدھما الاخری غفرلہ ما تقدم من ذنبہ، ص ۵۳۸، نمبر ۳۲۲۴ / مسلم شریف، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان الخ۔ کتاب اللباس والزینۃ، ص۹۴۱، نمبر ۲۱۰۷ / ۵۵۲۰) اس حدیث میں ہے کہ بستر اور کپڑے پر بھی جاندار کی تصویر ہو تو اسکو استعمال کرنا مکروہ ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ دو ٹکڑا کر کے سر کاٹ دیا جائے تو مکروہ نہیں ہے۔ (۳) غیر جاندار کی تصویر جائز ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے عن ابن عباس .... سمعت رسول الله ﷺ يقول : كل مصور فی النار يجعل له بكل صورة صورها ، نفساً فتعذبه فی جهنم ،و قال ان كنت لا بد فاعلاً فاصنع الشجر و ما لا نفس له .فأقر به نصر بن علی (مسلم شریف، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان الخ۔ کتاب اللباس والزینۃ، ص۹۴۱، نمبر ۲۱۱۰ / ۵۵۴۰) اس حدیث میں ہے کہ اگر تصویر بنانا ہی ہو تو ذی روح کے علاوہ کی تصویر بنائے۔

ترجمہ : (۵۷۳) سامنے تنور یا آتشدان آگ والا ہو یا سوئے ہوئے لوگ ہوں

تشریح : سامنے چولھا ہو یا آتشدان [بہاری میں۔ بورسی] ہو اور اس میں آگ ہو تو نماز مکروہ ہے، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ پارسی لوگ آگ کی عبادت کرتے ہیں تو لوگ ایسا نہ سمجھے کہ آگ کی پوجا کر رہا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ آگ سے جلنے کا خطرہ ہوگا اس لئے خشوع خضوع باقی نہیں رہے گا اس لئے بھی مکروہ ہے۔ اور بہت سے سوئے ہوئے لوگ ہوں تو ہوسکتا ہے کہ وہ حدث کرے یا بڑبڑائے جس سے نماز میں خلل ہو اس لئے مکروہ ہے۔ دیہات میں روشنی کے لئے موم بتی جلا کر صف کے سامنے رکھتے ہیں، اس

(۵۷۴)ومسح الجبهة من تراب لا يضره فى خلال الصلوة (۵۷۵)وتعيين سورة لا يقرأ غيرها الا ليسر عليه وتبرّكا بقراءة النبى صلى الله عليه وسلم (۵۷۶)وترک اتّخاذ سترة فى محل يظنّ

کی گنجائش ہے، کیونکہ وہ پوجا کے لئے نہیں رکھتے ،اور روشنی کرنے کی مجبوری ہے۔

وجه : (ا) **عبد الله بن عباس أن النبى ﷺ قال : لا تصلوا خلف النائم و لا المتحدث** ۔(ابوداودشریف باب الصلوۃ الی المتحد ثین والنیام،ص ۱۰۸،نمبر ۶۹۴ /ابن ماجۃ ، باب من صلی وبینہ وبین القبلۃ شیء،ص ۱۳۵،نمبر ۹۵۹) اس حدیث میں ہے کہ سونے والے کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔

لغت : تنور: چولھا۔ کانون: آتشدان ۔ جمر: چنگاری۔

ترجمه : (۵۷۴) نماز میں پیشانی سے غیر مضر مٹی صاف کرنا۔

تشریح: جو مٹی نقصان نہ دیتی ہو اس کو نماز کے درمیان پیشانی سے جھاڑنا مکروہ ہے، کیونکہ اس سے عمل قلیل ہونے کا خطرہ ہے

وجه : (ا)**سألت ابا سعيد الخدرى فقال رأيت رسول الله ﷺ يسجد فى الماء و الطين حتى رأيت اثر الطين فى جبهته** ۔(بخاری شریف، باب من لم یمسح جبھتہ وانفہ حتی صلی،ص ۱۳۶،نمبر ۸۳۶)(۲)**عن ابن عباس انه قال لا يمسح وجهه من التراب فى الصلاة حتى يتشهدو يسلم** ۔(سنن بیہقی، باب لا یمسح وجھہ من التراب فی الصلاۃ حتی یسلم، ج ثانی،ص ۴۰۶،نمبر ۳۵۵۳)

ترجمه : (۵۷۵) کسی سورت کا اس طرح مقرر کر لینا کہ اس کے سوا دوسری نہ پڑھے، مگر ہاں آسانی کے لئے یا رسول اللہ ﷺ کی پڑھی ہوئی سورت کو برکت کے لئے پڑھے تو مکروہ نہیں۔

تشریح : کسی سورت کو خاص کر کے بار بار پڑھے تو اس کی اہمیت ہوگی، اور اس کے برخلاف دوسری سورتوں سے بے اعتنائی ہوگی اس لئے کسی سورت کو خاص کرنا مکروہ ہے، ہاں اگر کسی سورت کو حضورؐ نے پڑھی ہے اس لئے برکت کے لئے اس کو پڑھے، یا وہ اس کے لئے آسان ہے اس لئے وہ پڑھ رہا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اس میں بے اعتنائی نہیں ہے۔

ترجمه : (۵۷۶) مصلی کے سامنے سے جہاں لوگوں کے گذرنے کا گمان ہو سترہ نہ رکھنا مکروہ ہے۔

تشریح : آدمی میدان میں نماز پڑھ رہا ہو اور خطرہ ہو کہ اس کے سامنے سے آدمی گزرے گا تو اس کو چاہئے کہ سترہ بنالے، اور سترہ کی سہولت نہ ہو تو سامنے خط کھینچ دے تا کہ گزرنے والا گنہگار نہ ہو اور نماز کے خشوع وخضوع میں خلل انداز نہ ہو۔ ہاں جہاں آدمی کے گزرنے کا خطرہ نہ ہو وہاں سترہ نہ بنائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

وجه :(ا) حدیث یہ ہے۔**عن ابى ذر قال قال رسول الله ﷺ اذا قام احدكم يصلى فانه يستره اذا كان بين**

المرور فیه بین یدی المصلی.

﴿فصل : (فی اتّخاذ السترة و دفع المارّبین یدی المصلی﴾

(۵۷۷) اذا ظنّ مروره یستحب لـه ان یغرز سترة تکون طول ذراع فصاعدا فی غلظ الاصبع

یدیه مثل آخرة الرحل ، فاذا لم یکن بین یدیه مثل آخرة الرحل فانه یقطع صلاته الحمار ، و المرأة و الکلب الاسود ۔(مسلم شریف، باب قدر مایستر المصلی ،ص۲۰۹،نمبر۵۱۰/۱۱۳۷/ابوداود شریف، باب مایستر المصلی ،ص۱۰۸، نمبر۶۸۵)اس حدیث میں ہے کہ کجاوے کی طرح کوئی چیز سامنے ہوتو وہ سترہ بن جائے گا(۲) عن سهل بن ابی حثمة یبلغ به النبی ﷺ قال اذا صلی أحدکم الی سترة فلیدن منها ، لا یقطع الشیطان علیه صلاته . (ابوداود شریف، باب الدنو من السترة ،ص ۱۰۸،نمبر ۶۹۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سترہ سے قریب ہونا چاہئے۔

﴿فصل: سترہ رکھنےاور مصلی کے سامنے سے گذرنے والےکودفع کرنے کے بیان میں﴾

ترجمہ :(۵۷۷) جب کسی کے سامنے سے گذرنے کا گمان ہوتو ایک ہاتھ یا اس سے لمبا اور ایک انگلی برابر موٹا سترہ اپنے سامنے گاڑنا مستحب ہے۔

تشریح : نمازی آدمی کے سامنے سے کوئی گذرے گا تو اس کا خشوع وخضوع ختم ہو جائے گا اس لئے اگر میدان میں میں نماز پڑھ رہا ہو اور کسی کے گزرنے کا خطرہ ہوتو سامنے سترہ گاڑ دے، جو دور سے نظر آسکے،اور اس کا اندازہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ لمبا ہو اور ایک انگلی کی مقدار چوڑا ہو۔

وجہ : (۱)ایک ہاتھ اونچا سترہ ہوگا تو دور سے آدمی کو نظر آئے گا تو نمازی اس سے دور ہو کر چلے گا،اور اسکے سامنے سے نہیں گزرے گا۔(۲)اس حدیث میں ہے کہ کجاوے کی مانند سترہ اونچا ہو۔ عن ابی ذر قال قال رسول الله ﷺ اذا قام احدکم یصلی فانه یستره اذا کان بین یدیه مثل آخرة الرحل ، فاذا لم یکن بین یدیه مثل آخرة الرحل فانه یقطع صلاته الحمار ، و المرأة و الکلب الاسود ۔(مسلم شریف، باب قدر مایستر المصلی ،ص۲۰۹،نمبر۵۱۰/۱۱۳۷/ابو داود شریف، باب مایستر المصلی ،ص۱۰۸،نمبر۶۸۵)اس حدیث میں ہے کہ کجاوے کی طرح کوئی چیز سامنے ہوتو وہ سترہ بن جائے گا ۔اور یہ تقریبا ایک ہاتھ اونچا ہوتا ہے،اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک ہاتھ اونچا ہو(۲) اس اثر میں اسکا ثبوت ہے۔ کان ابن عمر لا یصلی الا الی السترة قال : کان قدر مؤخرة رحله، ذراع ۔(مصنف عبدالرزاق ،باب قدر مایستر المصلی ،ج ثانی،ص۳،نمبر۲۲۷۷)اس اثر میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کا سترہ ایک ہاتھ لمبا ہوتا تھا۔(۳) سترہ ایک انگلی کے برابر موٹا ہو اس

(۵۷۸)والسنة ان یقرب منها ویجعلها علی احد حاجبیه لا یصمد الیها صمدا (۵۷۹)وان لم یجد.

کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن ابی جحیفة قال : خرج رسول الله ﷺ بالھاجرة فصلی بالبطحاء الظھر و العصر رکعتین و نصب بین یدیه عنزة و توضأ . (بخاری شریف، باب السترة بمکة وغیرھا،ص۷۲،نمبر۵۰۱رمسلم شریف،باب سترة المصلی والندب الی الصلوة الی سترة،ص ۱۹۵،نمبر۱۱۲۲/۵۰۳)اس حدیث میں ہے کہ سترے کے طور پر آپکے سامنے ڈنڈا گاڑا جس سے معلوم ہوا کہ ڈنڈا کے برابر موٹا ہوتو سترہ ہو جائے گا،اور ڈنڈا عموما ایک انگلی موٹا ہوتا ہے،جس سے معلوم ہوا کہ سترہ ایک انگلی موٹا ہو۔(۴)اس اثر میں اسکا ثبوت ہے۔أن ابا ھریرة قال : مثل مؤخرة الرحل فی جلة السوط یعنی السترة ۔ (مصنف عبدالرزاق ، باب قدر مایستر المصلی ،ج ثانی،ص۶،نمبر۲۲۹۵) اس اثر میں ہے کہ سترہ کوڑے کے برابر موٹا ہو۔

لغت : سترة: پردہ،سترہ سے بھی پردہ ہوتا ہےاس لئے اس کوسترہ کہتے ہیں۔مار: گزرنے والا۔یغرز :غرز سے مشتق ہے،گاڑنا۔ ذراع: ہاتھ۔فصاعدا: یااس سے زیادہ۔یہ صعد سے مشتق ہے، چڑھنا۔غلظ :موٹائی۔اصبع :انگلی۔

ترجمہ : (۵۷۸)اورسنت یہ ہے کہ سترہ کے قریب ہواوراس کودونوں بھوؤں میں سےایک کی طرف کرےاور بالکل اس کے سامنے نہ کھڑا ہو۔

تشریح :اگرسترہ کے بالکل سامنے کھڑا ہوتب بھی کوئی حرج نہیں ہے،لیکن بعض دفعہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید سترہ ہی کی عبادت کررہا ہواس لئے مستحب یہ ہے کہ ذرا دائیں یا بائیں جانب ہٹ کر کھڑا ہو۔

وجہ : (۱) عن ضباعة بنت المقداد بن الاسود عن ابیھا قال ما رأیت رسول الله ﷺ یصلی الی عود و لا عمود و لا شجرة الا جعله علی حاجبه الایمن أو الأیسر و لا یصمد له صمداً ۔(ابوداودشریف،باب اذا صلی الی ساریة أونحوھا أین یجعلھا منه،ص ۱۰۷،نمبر۶۹۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سترہ بالکل سامنے نہ ہو بلکہ دائیں جانب یا بائیں جانب ہو،(۲) اورسترہ کےقریب ہواس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن سھل بن ابی حثمة یبلغ به النبی ﷺ قال اذا صلی أحدکم الی سترة فلیدن منھا ، لا یقطع الشیطان علیه صلاته . (ابوداودشریف،باب الدنو من السترة،ص ۱۰۸، نمبر۶۹۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سترہ سے قریب ہونا چاہئے (۳) اور بالکل سامنے ہوتب بھی جائز ہےاس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن ابی جحیفة قال : خرج رسول الله ﷺ بالھاجرة فصلی بالبطحاء الظھر و العصر رکعتین و نصب بین یدیه عنزة و توضأ . (بخاری شریف،باب السترة بمکة وغیرھا،ص۷۲،نمبر۵۰۱رمسلم شریف،باب سترة المصلی و الندب الی الصلوة الی سترة،ص۱۹۵،نمبر۱۱۲۲/۵۰۳)اس حدیث میں ہے کہ سامنے گاڑے۔۔صمد: بالکل سامنے کاارادہ کرنا۔

ترجمہ : (۵۷۹)اوراگر کھڑی کرنے کی کوئی چیز نہ پائے تو طول میں خط کھینچ دے۔اوربعض کہتے ہیں کہ عرض میں ہلال کی طرح کھینچ دے۔

ما ينصبه فليخطّ خطا طولا وقالوا بالعرض مثل الهلال(٥٨٠)والمستحب ترک دفع المارّ ورُخِّص

تشریح : اگرگاڑنے یاکھڑی کرنے کی کوئی چیز نہ ہوتو لمبائی میں خط کھینچ دےتو یہ بھی سترہ کا کام دے گا۔اوربعض حضرات نے فر مایا کہ ہلال کی طرح چوڑائی میں خط کھینچے۔

وجه : (۱)عن ابی هريرة أن رسول الله ﷺ قال : اذا صلى احدكم فليجعل تلقاء وجهه شيئاً فان لم يجد فلينصب عصا ، فان لم يكن معه عصا فليخطط خطا ثم لا يضر ما مر أمامه ۔(ابوداود شریف، باب الخط اذا لم یجد عصا ،ص۱۰۷،نمبر۶۸۹؍ابن ماجۃ شریف، باب مایستر المصلی ،ص۱۳۳،نمبر۹۴۳) اس حدیث میں ہے کہ سامنے رکھنے کے لئے کوئی چیز نہ ہوتو خط کھینچ دے، یہ بھی سترہ کا کام دے گی۔

ترجمه: (۵۸۰)اورگذرنے والے کودفع نہ کرنا مستحب ہے۔

تشریح : سترہ نہیں ہےاورکوئی سامنے سے گزر رہاہےتو بہتر ہے کہ اس کو دفع نہ کرے، کیونکہ اس سے خشوع وخضوع میں خلل آئے گا،لیکن اگرکر دیا تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

وجه : عن الشعبى قال ان مر بين يديک فلا ترده ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ۶۱ فی الرجل یمر بین یدی الرجل یردہ ام لا ،،ج اول،ص۲۵۲،نمبر۲۹۰۹)اس قول تابعی میں ہے کہ کوئی گزرے تواس کو نہ ہٹائے۔

ترجمه : (۵۸۱)اوردفع کرنا اشارہ یاتسبیح سے جائز ہے۔اوردونوں کوجمع کرنا مکروہ ہے۔

تشریح :سامنے سے گزرنے والے کوہاتھ کے اشارے سے روکے،یاتسبیح پڑھ کرسمجھائے کہ میں نماز میں ہوں اوراس سے روکے،ان دونوں میں سے ایک کرسکتاہے،البتہ دونوں کوجمع کرنا مکروہ ہے۔کیونکہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔

وجه : (۱)أن ابا سعيد قال قال النبى ﷺ .... اذا صلى أحدكم الى شيء يستره من الناس فأراد أحد أن يجتاز بين يديه ، فليدفعه فان ابى فليقاتله فانما هو شيطان ۔(بخاری شریف،باب یرد المصلی من مر بین یدیہ،ص۷۳، نمبر۵۰۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کوئی نمازی اوراسکے سترہ کے درمیان سے گزرنا چاہئےتواسکودورکرنے کی کوشش کرے،اور نہ مانےتوتھوڑی سختی سے بھی نمٹے۔(۲)اشارہ سے روکےاس کے لئے حدیث یہ ہے۔ عن ام سلمة قالت : كان النبى ﷺ يصلى فى حجرة أم سلمة فمر بين يديه عبد الله ، او عمر بن أبى سلمة فقال بيده فرجع فمرت زينب بنت ام سلمة فقال بيده هكذا فمضت ، فلما صلى رسول الله ﷺ قال : هن أغلب ۔(ابن ماجۃ شریف،باب مایقطع الصلوۃ ،ص۱۳۴،نمبر۹۴۸؍مصنف ابن ابی شیبۃ ۶۲ من کان یکرہ أن یمر الرجل بین یدی الرجل وھو یصلی ، ج اول،ص ۲۵۳،نمبر۲۹۱۸)اس حدیث میں ہے کہ آپؐ نے ہاتھ سے اشارہ کرکے گزرنے والے بچے کوروکا۔(۳)اورتسبیح پڑھ کرروکےاس کے لئے حدیث یہ ہے ۔عن سهل ابن سعد الساعدى : أن رسول الله ﷺ ذهب الى بنى عمرو بن عوف

دفعه بالاشارة او بالتسبيح وكره الجمع بينهما (۵۸۱)ويدفعه برفع الصوت بالقراءة(۵۸۲) وتدفعه بالاشارة او التصفيق بظهر اصابع اليمنىٰ على صفحة كفّ اليسرىٰ ولا ترفع صوتها لانه

ليصلح بينهم ..... فقال رسول الله ﷺ ما لى رأيتكم أكثرتم التصفيق ؟من رابه شيء فى صلوته فليسبح فانه اذا سبح التفت اليه و انماالتصفيق للنساء . (بخاری شریف، باب من دخل لیؤم الناس الخ ،ص ۹۵،نمبر ۶۸۴ر مسلم شریف، باب تقدیم الجماعۃ من یصلی بھم ،ص ۱۷۹،نمبر ۹۴۹/۴۲۱)اس حدیث میں ہے کہ کوئی معاملہ پیش آجائے تو تسبیح پڑھ کر اس کو دفع کرے ،اورعورت کی آواز چونکہ ستر ہے اس لئے وہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر دفع کرے۔

ترجمه : (۵۸۱) اورمرد قرأت کی بلند آواز سے دفع کرے۔

تشریح : اگر مرد قرأت میں نہ ہو تو تسبیح پڑھ کر روکے، لیکن اگر قرأت کر رہا ہو تو عام حالات کی قرأت میں سامنے والے کو تنبیہ نہیں ہوگی اس لئے زور سے قرأت کر کے روکے۔

وجه : اس حدیث میں ہے کہ جس طرح ہو سکے گذرنے والے کو روکو۔**عن ابی سعید قال قال رسول الله ﷺ : لا يقطع الصلوة شيء ، و ادرؤوا ما استطعتم فانما هو شيطان** ۔(ابوداود شریف، باب من قال لا یقطع الصلوۃ شیء،ص ۱۱۳،نمبر ۷۱۹ر دار قطنی ، باب صفۃ السھو فی الصلوۃ وأحکامہ، ج اول،ص ۳۵۷،نمبر ۱۳۶۷)اس حدیث میں ہے کہ گزرنے والے کو جتنا ہو سکے روکو۔

ترجمه : (۵۸۲)اورعورت اشارہ سے، یا داہنے ہاتھ کی انگلیوں کو بائیں ہاتھ کی پشت پر مارنے سے ہٹادے، اوراپنی آواز بلند نہ کرے، اس لئے کہ وہ فتنہ ہے۔

تشریح :عورت کی آواز فتنہ ہے اس لئے وہ تسبیح کر کے نہ ہٹائے ، بلکہ یا اشارہ سے ہٹائے، یا تصفیق کر کے ہٹائے،اور تصفیق کا مطلب یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو بائیں ہاتھ کی پشت پر مارے، اس سے جو آواز نکلے اس کو تصفیق کہتے ہیں۔

وجه : اوپر حدیث گزری۔**عن سهل ابن سعد الساعدى : أن رسول الله ﷺ ذهب الى بنى عمرو بن عوف ليصلح بينهم ..... فقال رسو ل الله ﷺ ما لى رأيتكم أكثرتم التصفيق ؟من رابه شيء فى صلوته فليسبح فانه اذا سبح التفت اليه و انماالتصفيق للنساء .** (بخاری شریف، باب من دخل لیؤم الناس الخ ،ص ۹۵،نمبر ۶۸۴ر مسلم شریف، باب تقدیم الجماعۃ من یصلی بھم ،ص ۱۷۹،نمبر ۹۴۹/۴۲۱)اس حدیث میں ہے کہ عورت کے لئے تصفیق ہے۔

ترجمه : (۵۸۳)اورگذرنے والے سے مقابلہ نہ کرے۔اور جو حدیث میں قتال کا حکم آیا ہے اس کی تاویل یہ ہے کہ وہ عمل پہلے مباح تھا، پھر منسوخ ہو چکا۔(یا تشدد پر حمل کیا جائے گا، یعنی سختی سے دفع کرے)۔

فتنة(۵۸۳) ولا يقاتل المارّ وماورد به مؤوّل بانه كان والعمل مباح وقد نُسخ

﴿فصل : (فیمالا یکرہ للمصلی﴾

(۵۸۴) لا يكره له شدّ الوسط ولا تقلّد بسيف و نحوه اذا لم يشتغل بحركته(۵۸۵) ولا عدم

تشریح : اشارہ کرنے کے باوجودکوئی آدمی گزرہی جائے تواس سے مقابلہ نہ کرے، کیونکہ اس سے خشوع خضوع زائل ہوجائے گا بلکہ اس کو چھوڑ دے، اور حدیث میں جو آیا ہے کہ قتال کرے، اس کی ایک تاویل یہ ہے کہ پہلے یہ حکم تھا بعد میں منسوخ ہوگیا، اور دوسری تاویل یہ ہے کہ اگر نہ مانے تو تھوڑی سختی سے ہٹانے کی کوشش کرے۔

وجہ :(ا) قتال والی حدیث یہ ہے۔أن ابا سعيد قال قال النبي ﷺ .... اذا صلى أحدكم الى شيء يستره من الناس فأراد أحد أن يجتاز بين يديه ، فليدفعه فان ابى فليقاتله فانما هو شيطان ۔(بخاری شریف، باب یرد المصلی من مر بین یدیہ، ص۸۳، نمبر ۵۰۹)(۲) سختی پر محمول کرنے کی وجہ یہ حدیث ہے ۔ عن ام سلمة قالت : كان النبي ﷺ يصلي في حجرة أم سلمة فمر بين يديه عبد الله ، او عمر بن أبي سلمة فقال بيده فرجع فمرت زينب بنت ام سلمة فقال بيده هكذا فمضت ، فلما صلى رسول الله ﷺ قال : هن أغلب ۔(ابن ماجۃ شریف، باب ما یقطع الصلوۃ، ص۱۳۴، نمبر ۹۴۸ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۶۲ من کان یکرہ أن یمر الرجل بین یدی الرجل وھو یصلی ، ج اول، ص ۲۵۳، نمبر ۲۹۱۸) اس حدیث میں لڑکی سامنے سے گزر گئی تو آپ نے قتال نہیں کیا جس سے معلوم ہوا کہ پہلی حدیث سختی پر محمول ہے۔

﴿فصل :مصلی کے لئے غیر مکروہات کے بیان میں﴾

ترجمہ : (۵۸۴) مکروہ نہیں ہے کمر باندھنا اور تلوار یا اس جیسی چیز کا لٹکانا جب کہ اس کی حرکت سے مشغول نہ ہو۔

تشریح : حاجی لوگ کمر میں ہمیانی باندھتے ہیں اور اس میں ریال رکھتے ہیں، اس لئے یہ مکروہ نہیں ہے۔ اسی طرح جہاد کرنے والے تلوار پہن کر نماز پڑھتے ہیں، اس لئے تلوار سے نماز میں خلل نہ ہوتا ہو اس کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

وجہ : (ا) اثر میں ہے۔سألت ابا جعفر وعطاء عن الهميان للمحرم فقال لا بأس به. (مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۳۴ فی الھمیان للمحرم ج ثالث ص ۳۹۳، نمبر ۱۵۴۴۴ ربخاری شریف، باب الطیب عند الاحرام ص ۲۰۸ نمبر ۱۵۳۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ محرم ہمیانی باندھ سکتا ہے۔

ترجمہ : (۵۸۵) اور آگے یا پیچھے کھلے ہوئے قبا میں ہاتھ ڈالنا، مختار مذہب پر۔[مکروہ نہیں ہے]

تشریح : قبا کے آگے پیچھے اس طرح کھلا ہوا ہو کہ ستر ظاہر نہ ہوتا ہو اب اس میں ہاتھ ڈالے تو مکروہ نہیں ہے، کیونکہ اس سے ستر ظاہر نہیں ہو رہا ہے، اور نہ خشوع وخضوع میں خلل ہوتا ہے۔قمیص کی طرح قباء ایک طرح کا کرتا ہوتا ہے، جسکے آگے پیچھے کھلا ہوتا ہے

ادخال يديه فی فرجيه و شقّه علی المختار. (۵۸۶) ولا التوجّه لمصحف او سيف معلّق او ظهر قاعد يتحدث او شمع او سراج علی الصحيح (۵۸۷) والسجود علی بساط فيه تصاوير لم يسجد

ترجمہ : (۵۸۶) اورقرآن مجید یا لٹکی ہوئی تلوار کے سامنے یا بیٹھے ہوئے باتیں کرنے والے کی پشت کی جانب یا شمع یا چراغ کی طرف نماز پڑھنا صحیح روایت میں مکروہ نہیں ہے۔

تشریح : قرآن کریم سامنے ہو، یا لٹکی ہوئی تلوار سامنے ہو اور نماز پڑھے تو مکروہ نہیں ہے اس لئے کہ لوگ اس کی عبادت نہیں کرتے اس لئے مکروہ نہیں ہے۔ یوں بھی مسجدوں میں آگے کی کھلی الماری میں قرآن پڑھنے کے لئے رکھا ہوتا ہے۔ آدمی آگے باتیں کر رہا ہو اور پشت کی جانب کوئی نماز پڑھے تو مکروہ نہیں ہے کیونکہ وہ دوسری جانب ہو کر باتیں کر رہے ہیں۔ یا آگے روشنی کے لئے شمع یا چراغ ہو تو اس کی جانب نماز مکروہ نہیں ہے، کیونکہ لوگ اس کو عبادت کے طور پر سامنے نہیں رکھتے، بلکہ مجبوری کے درجے میں روشنی کے لئے سامنے رکھتے ہیں۔ متن میں صحیح روایت اس لئے کہا کہ ان مسئلوں میں بعض حضرات کی رائے ہے کہ مکروہ ہے۔

وجہ :(۱) حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ كان اذا خرج يوم العيد أمر بالحربة فتوضع بين يديه، فيصلی اليها و الناس ورائه، و كان يفعل ذالک فی السفر** ۔(مسلم شریف، باب سترة المصلی والندب الی الصلوة الی سترة، ص ۱۹۵، نمبر ۱۱۱۵/۵۰۱ / بخاری شریف، باب حمل العنزة أو الحربة بين يدی الامام يوم العيد، ص ۱۵۶، نمبر ۹۷۳) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ اپنے سامنے نیزہ رکھتے اور اسکے سامنے نماز پڑھتے، جس سے معلوم ہوا کہ سامنے تلوار یا ہتھیار ہو تو نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور اسی پر قیاس کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سامنے قرآن کریم ہو تو بھی نماز جائز ہوگی، کیونکہ مسلمان انکی عبادت نہیں کرتے۔ (۲) آدمی سامنے ہو تو اسکے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے اسکی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن عائشة أن النبی ﷺ كان يصلی من الليل و أنا معترضة بينه و بين القبلة كاعتراض الجنازة** ۔(ابن ماجة، باب من صلی و بينه و بين القبلة شیء، ص ۱۳۵، نمبر ۹۵۶ / ابوداود شریف، باب من قال: المرأة لا تقطع الصلوة، ص ۱۱۱، نمبر ۷۱۱) اس حدیث میں ہے کہ کوئی آدمی سامنے ہو تو اسکے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ (۳) اس اثر میں ہے بیٹھنے والے کے پیچھے نماز پڑھی، اثر یہ ہے۔ **عن نافع أن ابن عمر كان يقعد رجلاً فيصلی خلفه و الناس يمرون بين يدی ذالک الرجل** ۔(مصنف ابن ابی شیبة، ۱۵۸ الرجل يستتر اذا صلی اليه أم لا؟، ج اول، ص ۲۵۰، نمبر ۲۸۸۱) اس اثر میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ حضرت نافع جو بیٹھے ہوئے ہوتے انکے پیچھے نماز پڑھتے تھے، جس سے معلوم ہوا کہ بیٹھنے والے کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔

ترجمہ : (۵۸۷) اور ایسے فرش پر سجدہ کرنا جس میں تصویر ہو، اور تصویر پر سجدہ نہ کرتا ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

تشریح : فرش یا کپڑے پر جاندار کی تصویر ہے، لیکن تصویر پر سجدہ نہیں کر رہا ہے تو اس کپڑے پر نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

علیھا(۵۸۸) وقتل حیّة وعقرب خاف اذا ھما ولو بضربات وانحراف عن القبلة فی الاظھر

وجـــہ : (۱) نماز کیوقت کپڑے پر یا فرش پر پاؤں رکھے گا تو تصویر کی توہین ہوگی اس لئے مکروہ نہیں ہے ہاں اس تصویر پر سجدہ کرے گا تو اس کی تعظیم ہوگی اس لئے سجدہ کرے تو مکروہ ہوگا۔(۲) اس حدیث میں ہے کہ تصویر کو روندر ہا ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ **حدثنا ابو ھریرة قال : قال رسول الله ﷺ أتانی جبرائیل فقال لی : أتیتک البارحة فلم یمنعنی أن اکون دخلت ُالا أنه کان علی الباب تماثیل و کان فی البیت قرام ستر فیه تماثیل و کان فی البیت کلب ، فمر برأس التمثال الذی فی باب البیت یقطع فیصیر کھیئة الشجر ة و مر بالستر فلیقطع فلیجعل منه و سادتین منبوذتین توطآن و مر بالکلب فلیخرج ففعل رسول الله ﷺ** . (ابوداود شریف، باب فی الصور، ص ۵۸۳، نمبر ۴۱۵۸) اس حدیث میں ہے کہ تصویر کو روندے تو مکروہ نہیں۔

تـرجـمـہ : (۵۸۸) ایسے سانپ یا بچھو کو قتل کرے جنکے ایذا کا خوف ہو [تو مکروہ نہیں] اگر چہ کئی مرتبہ مارنا ہو، اور قبلے سے انحراف ہو جائے، ظاہر روایت میں۔

تشـریـح : صاحب نور الایضاح کی رائے ہے کہ سانپ، بچھو کو کئی مرتبہ مارا جس سے عمل کثیر ہو گیا، یا قبلہ سے سینہ پھر گیا تب بھی مکروہ نہیں ہے، کیونکہ حدیث میں اس کو مارنے کا حکم ہے، لیکن دوسرے حضرات کی رائے ہے کہ ایذا کا خوف ہو تو مارنے کی اجازت ہے، لیکن عمل کثیر ہو گیا، یا سینہ قبلہ سے پھر گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

وجہ : (۱) سانپ یا بچھو سامنے ہو تو آدمی کا دل اسکی طرف مشغول رہتا ہے اور خشوع وخضوع ختم ہو جاتا ہے، اور اسکو مار دیا جائے تو خشوع وخضوع باقی رہے گا اسلئے اسکو نماز میں بھی مارنا جائز ہے۔(۲) حدیث میں اسکا ثبوت ہے۔ **عن ابی ھریرة قال : قال رسول الله ﷺ اقتلوا الاسودین فی الصلوة : الحیة و العقرب** ۔(ابوداود شریف، باب العمل فی الصلوۃ، ص ۱۴۱، نمبر ۹۲۱ رترمذی شریف، باب ماجاء فی قتل الاسودین فی الصلوۃ، ص ۱۰۴، نمبر ۳۹۰) اس حدیث میں ہے کہ نماز میں بھی سانپ اور بچھو کو مار سکتے ہو۔(۳) اس حدیث میں بھی اسکا ثبوت ہے۔ **قالت حفصةؓ قال رسول الله ﷺ : خمس من الدواب لا حرج علی من قتلھن : الغراب ، و الحدأ، و الفأرة ، و العقرب ، و الکلب العقور** ۔(بخاری شریف، باب ما یقتل المحرم من الدواب، ص ۲۹۵، نمبر ۱۸۲۸ رمسلم شریف، باب ما یندب للمحرم وغیرہ قتلہ من الدواب فی الحل والحرم، ص ۴۹۸، نمبر ۲۸۶۱/۱۱۹۸) اس حدیث میں ہے کہ ان پانچ جانوروں کو حرم میں بھی مارنا جائز ہے، اس لئے نماز میں بھی مارنا جائز ہوگا۔

ترجمہ : (۵۸۹) اور رکوع میں بدن کے ساتھ کپڑا چمٹ جانے سے اگر اس کو جھٹک دے تو کچھ حرج نہیں۔

تشـریـح : اگر کپڑا جسم سے چپکتا نہ ہو تو بار بار جھٹکنے کی عادت بنانا اچھا نہیں، لیکن اگر چپکتا ہو تو جھٹکنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے خشوع وخضوع باقی رہے گا۔

.(۵۸۹)ولا بأس بنفض ثوبه کیلا یلتصق بجسده فی الرکوع(۵۹۰) ولا بمسح جبهته من التراب او الحشیش بعد الفراغ من الصلوة ولا قبل الفراغ اذا ضرّه او شغله عن الصلوة(۵۹۱) ولا بالنظر

وجه : اس حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔ عن معیقیب قال سألت رسول الله عن مسح الحصی فی الصلوة فقال ان کنت لا بد فاعلا فمرة واحدة . و فی حدیث آخر عن ابی ذر عن النبی ﷺ قال اذا قام احدکم الی الصلوة فلا یمسح الحصی فان الرحمة تواجهه (ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراھیۃ مسح الحصی فی الصلوۃ، ص۸۷، نمبر ۳۷۹/ابوداؤد شریف، باب فی مسح الحصی فی الصلوۃ، ص۱۴۳، نمبر ۹۴۶/۹۴۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجبوری کے درجے میں کنکری کو ہٹانا جائز ہے تو کپڑے کو جھٹکنا بھی جائز ہوگا۔

لغت: نفض: جھٹکنا۔ یلتصق: چپکتا ہو۔

ترجمہ : (۵۹۰) اورنہیں مکروہ ہے پیشانی سے مٹی جھاڑنا، یا گھاس صاف کرنا نماز سے فارغ ہونے کے بعد، اور نہ فارغ ہونے سے پہلے جبکہ نقصان دیتی ہو یا نماز سے مشغول رکھتی ہو۔

تشریح : نماز سے فارغ ہونے کے بعد پیشانی سے مٹی جھاڑنا، یا کپڑے سے گھاس جھاڑنا مکروہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ اب یہ نماز میں نہیں ہے اور نہ یہ تقوی کے خلاف ہے۔ اسی طرح اگر نماز کے اندر مٹی سجدہ کرنے میں پریشان کرتی ہو، یا اسکی وجہ سے خشوع وخضوع ختم ہو رہا ہو تو بغیر عمل کثیر کے مٹی جھاڑنا مکروہ نہیں ہے۔

وجہ : (۱)عن ابن عباس انه قال لا یمسح وجهه من التراب فی الصلاة حتی یتشهدو یسلم ۔(سنن بیہقی، باب لایمسح وجهه من التراب فی الصلاۃ حتی یسلم، ج ثانی، ص۴۰۶، نمبر ۳۵۵۳) اس قول صحابی میں ہے کہ سلام سے پہلے مٹی نہ جھاڑے، جس کا مطلب یہ ہے کہ سلام کے بعد مٹی، یا گھانس جھاڑ سکتا ہے۔(۲)عن معیقیب قال سألت رسول الله عن مسح الحصی فی الصلوة فقال ان کنت لا بد فاعلا فمرة واحدة . و فی حدیث آخر عن ابی ذر عن النبی ﷺ قال اذا قام احدکم الی الصلوة فلا یمسح الحصی فان الرحمة تواجهه (ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراھیۃ مسح الحصی فی الصلوۃ، ص۸۷، نمبر ۳۷۹/ابوداؤد شریف، باب فی مسح الحصی فی الصلوۃ، ص۱۴۳، نمبر ۹۴۶/۹۴۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجبوری کے درجے میں کنکری کو ہٹانا جائز ہے تو مٹی نقصان دیتی ہو تو اس کو بھی ہٹانا جائز ہوگا۔

ترجمہ : (۵۹۱) اور بغیر منھ پھرائے آنکھ کے گوشہ سے دیکھنا۔

تشریح نماز میں منہ پھرا کر دیکھنا مکروہ ہے البتہ منہ پھرائے بغیر نظر گھما کر دیکھنا مکروہ نہیں ہے، البتہ یہ خشوع خضوع کے منافی ہے

وجہ : (۱)اس حدیث میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے نظر گھما کر حضورؐ کو دیکھا ۔ عن سهل ابن سعد الساعدی ..... و کان ابو بکر لا یلتفت فی صلاته فلما اکثر الناس التصفیق التفت فرأی رسول الله ﷺ ۔(بخاری شریف،

بموق عینیه من غیر تحویل الوجه .(۵۹۲)ولا بأس بالصلوة علی الفُرُش والبُسُط واللبود .والافضل الصلوة علی الارض او علی ما تُنبته .(۵۹۳)ولا بأس بتکرار السورة فی الرکعتین من النفل..

باب من دخل لیؤم الناس فجاء الامام الاول، ص ۱۱۱، نمبر ۶۸۴)(۲)عن عمر انه قال رأی النبی ﷺ نخامة فی قبلة المسجد و هو یصلی بین یدی الناس فحتها ۔(بخاری شریف، باب ھل یلتفت لامر ینزل بہ؟ اویری شیئا او بصاقا فی القبلۃ ،ص ۱۲۲، نمبر ۷۵۳) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے قبلے کی طرف دیکھا۔

لغت : مؤق: آنکھ کا کنارہ، گوشہ چشم۔

ترجمہ (۵۹۲)اور فرش اور بچھونے اور لبادہ پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، ہاں زمین اور اس کی اگی ہوئی چیز پر نماز افضل ہے

تشریح : زمین پر نماز پڑھنا افضل ہے کیونکہ اس میں خشوع وخضوع زیادہ ہے، لیکن اگر فرش پر یا بچھونے پر یا لبادے پر نماز پڑھ لے تو مکروہ نہیں ہے۔

وجہ :(۱) حدثتنی میمونة بنت الحارث قالت کان رسول الله ﷺ یصلی و انا حذائه و انا حائض و ربما أصابتنی ثوبه اذا سجد و کان یصلی علی الخمرة ۔(ابو داود شریف، باب الصلوۃ علی الخمرۃ ،ص ۱۰۵، نمبر ۶۵۶) عن انس بن مالک ان النبی ﷺ کان یزور ام سلیم فتدرکه الصلاة احیانا فیصلی علی بساط لنا و هو حصیر تنضحه بالماء. (ابو داود شریف، باب الصلوۃ علی الحصیر ،ص ۱۰۵، نمبر ۶۵۸) ان دونوں حدیثوں میں ہے کہ چٹائی اور بستر پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

ترجمہ : (۵۹۳) اور نفل کی دو رکعت میں ایک سورت کے مکرر کرنے میں کچھ حرج نہیں۔

تشریح : ایک ہی سورت کو نفل کی دونوں رکعتوں میں پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔، اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھ لے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ یہ اپنی نماز جتنی چاہے لمبی کرے۔

وجہ :(۱)عن معاذ بن عبد الله الجهنی ان رجلا من جهینة اخبره انه سمع النبی ﷺ یقرأ فی الصبح اذا زلزلت الارض فی الرکعتین کلتیهما فلا ادری انسی رسول الله ﷺ ام قرأذالک عمدا ۔(ابو داود شریف، باب الرجل یعید سورۃ واحدۃ فی الرکعتین ،ص ۱۲۶، نمبر ۸۱۶) اس حدیث میں ہے کہ دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت پڑھی۔(۲) عن حذیفة قال صلیت مع النبی ﷺ ذات لیلة فافتتح البقرة فقلت یرکع عند المأة ثم مضی فقلت یصلی بها فی رکعة فمضی فقلت یرکع بها ثم افتتح النساء فقرأها ثم افتتح آل عمران فقرأها یقرأ مترسلا ۔(مسلم شریف، باب استحباب تطویل القرأۃ فی صلاۃ اللیل ،ص ۳۱۵، نمبر ۷۷۲/۱۸۱۴) اس حدیث میں ہے کہ تہجد کی نماز میں ایک رکعت

﴿فصل : (فیما یوجب قطع الصلوۃ وما یُجیزہ و غیر ذلک﴾

(۵۹۴) یجب قطع الصلوۃ باستغاثۃ ملھوف بالمصلی لا بنداء احد ابویہ

میں تین سورتیں پڑھیں۔(۳)اس حدیث میں بھی ہے کہ ایک رکعت میں تین سورتیں پڑھیں۔ عن علی قال کان رسول اللہ ﷺ یوتر بثلاث یقرأ فیھن بتسع سور من المفصل یقرأ فی کل رکعۃ بثلاث سور آخرھن قل ھو اللہ احد۔ (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الوتر بثلاث، ص۱۰۶، نمبر۴۵۹)

﴿فصل: نماز توڑنا واجب وغیر واجب کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ : یہ مسئلے اس اصول پر ہیں کہ نماز توڑ دینے کے بعد دوبارہ پڑھی جاسکتی ہے، اس لئے جہاں تھوڑی سی مجبوری ہو وہاں نماز توڑی جاسکتی ہے۔

اصول : اہم چیز کے لئے نماز توڑنا جائز ہے۔

وجہ : عن عمرو سمعہ من جابر کان معاذ یصلی مع النبی ﷺ ثم یرجع فیؤمنا قال مرۃ ثم یرجع فیصلی بقومہ فأخر النبی ﷺ لیلۃ الصلاۃ و قال مرۃ العشاء فصلی معاذ مع النبی ﷺ ثم جاء یؤم قومہ فقرأ البقرۃ فاعتزل رجل من القوم فصلی ۔(ابوداود شریف، باب تخفیف الصلاۃ، ص۱۲۳، نمبر۷۹۰)اس حدیث میں تھکن کی مجبوری سے نماز توڑ دی، اس لئے جان جانے یا رقم جانے کی مجبوری ہو تو نماز توڑ سکتا ہے۔

ترجمہ :(۵۹۴)اگر کوئی مظلوم نمازی سے استغاثہ کرے تو نماز توڑ دینا واجب ہے۔ ہاں والدین کے صرف بلانے سے (بے ضرورت) نماز توڑ دینا واجب نہیں (جائز ہے)۔

تشریح : نماز توڑنے کے بعد دوبارہ اس کو پڑھی جاسکتی ہے، اس لئے اگر جان کا خطرہ ہو تو نماز توڑ کر اس کی مدد کرنا واجب ہے، مثلا نابینا کنواں میں گر رہا ہو، یا کوئی پانی میں ڈوب رہا ہو تو اس کو بچانے کے لئے نماز توڑنا واجب ہے۔اور والدین کو کوئی خاص ضرورت نہ ہو اور بلائے تو نماز توڑنا واجب نہیں ہے، البتہ جائز ہے کہ نماز توڑ کر اس کے پاس جائے، اور اگر انکو سخت ضرورت ہو تو پھر نماز توڑنا واجب ہے۔

وجہ :(۱) و ان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر الا علی قوم بینکم و بینھم میثاق و اللہ بما تعملون بصیر . (آیت ۷۲، سورۃ الانفال ۸)اس آیت میں ہے کہ مدد مانگے تو مدد کرو، اس کے اشارۃ النص سے معلوم ہوا کہ مجبوری کے وقت نماز توڑنا واجب ہے(۲) عن عبد اللہ بن ابی قتادۃ عن ابیہ قال قال رسول اللہ ﷺ انی لاقوم الی الصلاۃ و انا ارید ان اطول فیھا فاسمع بکاء الصبی فاتجوز کراھیۃ ان اشق علی امہ۔(ابوداود شریف، باب تخفیف الصلاۃ

(۵۹۵)ویجوز قطعها بسرقة ما یساوی درهما ولو بغیره (۵۹۶)وخوف ذئب علی غنم او خوف تردّی اعمی فی بئر و نحوه و اذا خافت القابلة موت الولد والا فلا بأس بتأخیرها الصلوۃ وتُقبل علی الولد (۵۹۷)وکذا المسافر اذا خافت من اللصوص او قطاع الطریق جاز له تاخیر الوقتیّة (۵۹۸)وتارک الصلوۃ عمدا کسلا یضرب ضربا شدیدا حتی یسیل منه الدم ویحبس حتی یصلیها.

لامر یحدث، ص۱۲۳، نمبر ۷۸۹) اس حدیث میں ہے کہ بچے کے رونے کی وجہ سے نماز میں تخفیف کی جا سکتی ہے تو مجبوری کی وجہ سے نماز توڑی بھی جا سکتی ہے، کیونکہ اس کو دوبارہ پڑھی جا سکتی ہے۔

لغت: استغاثۃ: غاث، یغیث سے مشتق ہے، مدد طلب کرنا۔ ملھوف: لہف سے مشتق ہے مظلوم، مجبور۔

ترجمہ: (۵۹۵) ایک درہم چوری ہو جانے سے اگر چہ دوسرے کا ہو نماز توڑ دینا جائز ہے۔

تشریح ایک درہم کی اہمیت ہے اس لئے اسکی چوری ہونے کا خطرہ ہو تو چاہے اپنا درہم ہو یا دوسرے کا درہم ہو نماز توڑنا جائز ہے

ترجمہ: (۵۹۶) اور بکری پر بھیڑیے کے خوف سے، اور کنویں وغیرہ میں نابینا کے گرنے کے خوف سے، اور بچہ کے مرنے کے اندیشہ سے دائی کو نماز توڑنا واجب ہے۔ اور اگر اس کے مرنے کا اندیشہ نہ ہو تو نماز کو تاخیر کر کے بچے پر متوجہ رہے۔

تشریح: یہ خوف ہو کہ بھیڑیا بکری کھا جائے گا، یا یہ خوف ہو کہ اندھا کنواں میں گر جائے گا، یا دایہ کو یہ خوف ہو کہ نماز میں رہوں گی تو بچہ مر جائے گا تو نماز توڑ دے، کیونکہ جان بچانا ضروری ہے۔ اور بچے کے مرنے کا خوف نہ ہو اور دایہ بچہ نکالنے میں لگی ہو تو اس مجبوری کی وجہ سے نماز وقت سے مؤخر کر کے پڑھنے کی گنجائش ہے، کیونکہ یہ مرحلہ اہم ہوتا ہے۔

لغت: ذئب: بھیڑیا۔ تردی: لڑھک جائے۔ القابلۃ: دائی۔

ترجمہ: (۵۹۷) اور جب مسافر کو چور یا لٹیرے کا اندیشہ ہو تو نماز کو وقت سے تاخیر کرنے میں حرج نہیں۔

تشریح: مسافر کو چور کے چرانے کا خطرہ ہو، یا ڈاکہ زنی کا خطرہ تو وقت سے مؤخر کر کے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ترجمہ: (۵۹۸) اور جان کر سستی سے نماز چھوڑنے پر اتنا مارا جائے گا کہ خون بہنے لگے، اور قید کیا جائے گا یہاں تک کہ نماز پڑھنے لگے، اور ایسے ہی رمضان کے روزے چھوڑنے والے [کو مارا جائے گا]

تشریح: اور جان کر سستی کی وجہ سے نماز چھوڑ دے تو اس کو اتنا پیٹنا جائز ہے کہ خون بہنے لگے، اور جب تک نہ پڑھے قید رکھا جائے۔ اسی طرح رمضان کا فرض روزہ سستی سے چھوڑ دے تو اس کو اتنا پیٹنے کی اجازت ہے کہ خون بہنے لگے، اور روزہ رکھنے تک قید میں رکھا جا سکتا ہے۔ نوٹ: یہ کام حکومت اسلامی کا ہے، عام لوگ نہ کرے ورنہ انتشار ہونے کا خطرہ ہے، یہ دور وہ نہیں ہے۔

وجہ: الربیع بن سبرۃ الجهنی قال قال رسول الله ﷺ علموا الصبی الصلاۃ ابن سبع سنین و اضربوه

وكذا تارك صوم رمضان(۵۹۹) ولا يقتل الا اذا جحد او استخفّ باحدهما.

﴿باب الوتر﴾

(۶۰۰)الوتر واجب

عليها ابن عشرة ۔(ابوداود شریف، باب ماجاء متی یومر الصبی بالصلاۃ،ص۱۰۹،نمبر۴۹۷)اس حدیث میں ہے کہ دس سال کے بعد نماز چھوڑنے پر مارو۔

ترجمہ : (۵۹۹) اور قتل نہ کیا جائے، ہاں اگر انکار کرے یا کسی ایک کو حقیر سمجھے تو پھر قتل کر دیا جائے۔

تشریح : نماز یا روزے کا انکار کرے، یا اس کو حقیر سمجھے تو اس سے آیت نماز اور آیت روزہ کا انکار لازم آتا ہے، یا اس کی توہین لازم آتی ہے جس سے وہ آدمی مرتد شمار ہوگا اس لئے وہ قتل کیا جائے گا، لیکن اگر نماز اور روزے کے فرض ہونے کا اقرار کرتا ہے، لیکن سستی سے نہیں پڑھتا ہے تو وہ مرتد نہیں ہوا اس لئے قتل نہیں کیا جائے گا۔

وجہ : **عن ابی هريرة قال لما توفی رسول الله ﷺ و استخلف ابو بكر بعده .....فقال ابو بكر و الله !لاقاتلن من فرق بين الصلاة و الزكوة فان الزكوة حق المال و الله لو منعونی عقالا كانوا يؤدونه الى رسول الله ﷺ لقاتلتهم على منعه** ۔(مسلم شریف، باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ، الخ،ص۳۲ نمبر ۱۲۴/۲۰)اس حدیث میں ہے کہ زکوۃ کے انکار کرنے سے قتال کیا جائے گا۔

﴿باب: وتر کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ : نماز وتر کے بارے میں پانچ بحثیں ہیں[۱] وتر کی نماز واجب ہے، یا سنت۔[۲] وتر کی نماز ایک سلام کے ساتھ تین رکعت ہے، یا ایک رکعت ہے۔[۳] وتر میں دعاء قنوت رکوع سے پہلے ہے یا رکوع کے بعد[۴] دعاء قنوت پورے سال پڑھے یا صرف رمضان کے اخیر میں[۵] اور نمازوں میں بھی قنوت پڑھے یا صرف وتر کی نماز میں یہ پانچ بحثیں ہیں۔

ترجمہ : (۶۰۰) نماز وتر واجب ہے۔

تشریح : صاحبینؒ کے نزدیک وتر سنت ہے، لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وتر واجب ہے۔

وجہ :(۱) **قال ابو الوليد العدوی قال خرج علينا رسول الله ﷺ فقال ان الله تعالى قد امدكم بصلوة وهی خير لكم من حمر النعم وهی الوتر فجعلها لكم فيما بين العشاء الى طلوع الفجر** ۔(ابوداؤد شریف، باب استحباب الوتر،ص۲۰۸،نمبر۱۴۱۸/ترمذی شریف، باب ماجاء فی فضل الوتر،ص۱۰۳،نمبر۴۵۲/ابن ماجہ شریف، باب ماجاء فی الوتر،ص۱۶۴،نمبر۱۱۶۸)فرض نمازوں پر زیادہ کرنے کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ وہ بھی فرض کی طرح ہی اہم ہے لیکن ہم فرض تو نہیں کرتے

(۱۰۱)وهو ثلاث رکعات بتسلیمة

اس لئے واجب قرار دیتے ہیں۔(۲)عن عبد الله بن بريدة عن ابيه قال سمعت رسول الله ﷺ يقول الوتر حق فمن لم يوتر فليس منا،الوتر حق فمن لم يوتر فليس منا ، الوتر حق فمن لم يوتر فليس منا ۔(ابوداؤدشریف، باب فی من لم یوتر،ص ۲۰۸،نمبر ۱۴۱۹رسنن للبیہقی ،باب تاکید صلوۃ الوتر ج ثانی ص ۶۵۹ ،نمبر ۴۴۶۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر حق ہے یعنی واجب ہے(۳)عن علی قال قال رسول الله ﷺ يا اهل القرآن اوتروا فان الله وتر يحب الوتر . (ابوداؤدشریف، باب استحباب الوتر،ص ۲۰۷،نمبر ۱۴۱۶ رترمذی شریف ، باب ماجاء ان الوتر لیس بحتم ،ص ۱۰۳،نمبر ۴۵۳) اس حدیث میں امر کا صیغہ ہے جو وجوب کے لئے آتا ہے۔اس سے بھی وتر کے واجب ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

ترجمه : (۱۰۱)اور وہ ایک سلام سے تین رکعات ہیں۔

تشريح : دو رکعتوں کے بعد سلام نہ پھیرے بلکہ تین رکعت کے بعد سلام پھیرے۔

وجه: (۱)حدیث یہ ہے۔ عن علی قال كان رسول الله ﷺ يوتر بثلاث يقرأ فيهن بتسع سور من المفصل يقرأ فی كل ركعة بثلاث سور آخرهن قل هو الله احد ۔(ترمذی شریف،باب ماجاء فی الوتر بثلاث،ص ۱۰۶،نمبر ۴۵۹) (۲)عن ابی بن كعب قال كان رسول الله ﷺ كان يقرأ فی الوتر ﴿ بسبح اسم ربک الاعلی﴾ وفی الركعة الثانية ﴿بقل يا ايها الكافرون﴾ وفی الثالثة ﴿بقل هو الله احد ﴾ولا يسلم الا فی آخرهن (نسائی شریف، باب ذکر اختلاف الفاظ الناقلین بخبر ابی بن کعب فی الوتر ،ص ۱۹۱،نمبر ۱۷۰۲ رمستدرک للحاکم ،کتاب الوتر ،ج اول ،ص ۴۴۶ ،نمبر ۱۱۳۹رترمذی شریف ، باب ماجاء فی مایقرأ فی الوتر ،ص ۱۰۶ ،نمبر ۴۶۳رابوداؤدشریف ، باب مایقرأ فی الوتر ص ۲۰۸ نمبر ۱۴۲۳) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ آپ تین رکعتیں وتر پڑھتے تھے۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک سلام کے ساتھ پڑھتے تھے۔کیونکہ ابی بن کعب کی حدیث میں ہے , ولا يسلم الا فی آخرهن ،(۳)مسلم شریف میں حضرت عائشہؓ کی ایک لمبی حدیث ہے جس میں حضورؐ کی تہجد کی نماز کا ذکر ہے۔اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ آپؐ وتر تین رکعت پڑھتے تھے انه سأل عائشة كيف كانت صلوة رسول الله ﷺ؟ ... ثم يصلی اربعا فلا تسأل عن حسنهن و طولهن ثم يصلی ثلاثا (مسلم شریف، باب صلوۃ اللیل وعدد رکعات النبیؐ فی اللیل ص ۲۵۴ نمبر ۷۳۸ر۱۷۲۳)اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپؐ وتر تین رکعت پڑھتے تھے۔(۴) عن الحسن قال : أجمع المسلمون عن أن الوتر ثلاث لا يسلم الا فی آخرهن ۔(مصنف ابن ابی شیبة ،باب ۴۷۵من کان یوتر بثلاث أو اکثر، ج ثانی ،ص ۹۱ ،نمبر ۶۸۳۳)اس اثر میں ہے کہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وتر تین رکعتیں ہیں،اور اسکے اخیر ہی میں سلام پھیرے۔نوٹ حرمین میں رمضان میں امام جماعت کے ساتھ وتر پڑھا رہے ہوں تو انکے ساتھ دو سلام کے ساتھ وتر پڑھ لینا چاہئے ، کیونکہ حدیث میں اسکی بھی گنجائش ہے اس لئے اتنے بڑے امام کے ساتھ وتر کی جماعت

(۲۰۲)ویقرأ فی کل رکعة منه الفاتحة وسورة. ویجلس علی رأس الاولیین منه ویقتصر علی التشهد ولا یستفتح عند قیامه للثالثة (۲۰۳)واذا فرغ من قراء ة السورة فیھا رفع یدیه حذاء اذنیه

نہیں چھوڑنی چاہئے

ترجمه : (۶۰۲)اور ہر رکعت میں فاتحہ اور سورت پڑھے، اور دو رکعت پر بیٹھ کر صرف تشہد پر اقتصار (اکتفا) کرے، اور تیسری رکعت میں کھڑے ہو کر ثنا نہ پڑھے۔

تشریح : وتر واجب ہے لیکن اس کی دوسری حیثیت نفل اور سنت کی ہے، اور نفل اور سنت کی تمام رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں اور سورہ ملاتے ہیں کیونکہ اس کی ہر دو رکعتیں الگ الگ شفع ہیں، اس لئے وتر کی تینوں رکعتوں میں فاتحہ پڑھے اور سورت ملائے۔ اور دو رکعتوں پر بیٹھے اور صرف تشہد پڑھے، درود شریف اور دعا نہ پڑھے کیونکہ ابھی تیسری رکعت پڑھنی ہے۔ اور تیسری رکعت میں ثنا اس لئے نہ پڑھے کہ یہ پہلی دو رکعتوں کا ہی حصہ ہے، الگ سے شفع نہیں ہے۔

وجه: (۱)حدیث یہ ہے۔ عن علی قال کان رسول الله ﷺ یوتر بثلاث یقرأ فیھن بتسع سور من المفصل یقرأ فی کل رکعة بثلاث سور آخرھن قل ھو الله احد ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی الوتر بثلاث،ص ۱۰۶،نمبر ۴۵۹) (۲)عن ابی بن کعب قال کان رسول الله ﷺ کان یقرأ فی الوتر ﴿ بسبح اسم ربک الاعلی﴾ وفی الرکعة الثانیة ﴿بقل یا ایھا الکافرون﴾ وفی الثالثة ﴿بقل ھو الله احد ﴾ولا یسلم الا فی آخرھن (نسائی شریف، باب ذکر اختلاف الفاظ الناقلین بخبر ابی بن کعب فی الوتر ،ص ۱۹۱،نمبر ۱۷۰۲ رمستدرک للحاکم ، کتاب الوتر ، ج اول ،ص ۴۴۶،نمبر ۱۱۳۹ رترمذی شریف، باب ماجاء مایقرأ فی الوتر ،ص ۱۰۶،نمبر ۴۶۳ رابوداؤد شریف، باب مایقرأ فی الوتر ص ۲۰۸ نمبر ۱۴۲۳)
ان دونوں حدیثوں میں تینوں رکعتوں میں سورت ملائی ہے۔

ترجمه(۶۰۳)اور جب تیسری رکعت میں سورت ملانے سے فارغ ہو جائے تو دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور اللہ اکبر کہے

تشریح : تیسری رکعت میں دعاء قنوت پڑھے، اس کی صورت یہ ہے کہ سورت ملانے کے بعد اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھے، اور پورے سال دعاء قنوت پڑھے، صرف رمضان شریف میں پڑھنا کافی نہیں ہے۔

وجه : (۱)دعاء قنوت کا ارادہ کرے تو تکبیر کہے اور ہاتھ اٹھائے ، اسکی وجہ یہ ہے کہ قرأت کرنے کے بعد اب دعاء قنوت پڑھنے کی طرف بدل رہی ہے، اور پہلے گزر چکا ہے کہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف بدلے تو تکبیر کہے، اسلئے یہاں حالت بدلنے پر تکبیر کہے۔(۲)اثر میں ہے۔أن عبد الله بن مسعود کان اذا فرغ من القرأة کبّر ثم قنت فاذا فرغ من القنوت کبّر ثم رکع . (مصنف ابن ابی شیبة ، باب ۵۹۰ فی التکبیر للقنوت ، ج ثانی ،ص ۱۰۱،نمبر ۶۹۴۷) اس اثر میں ہے کہ قنوت پڑھتے وقت تکبیر کہے۔ (۳) ہاتھ اٹھانے کا ثبوت اس اثر میں ہے عن عبد الله (بن مسعود) انه کان یرفع یدیه فی قنوت

كبّر (۶۰۴)و قنت قائما قبل الركوع فى جميع السنة

الوتر . (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۵۹۱ فی رفع الیدین فی القنوت ج ثانی ص ۱۰۱، نمبر ۶۹۵۳) (۴) عبد الرحمن بن الاسود عن ابيه قال كان ابن مسعود يرفع يديه فى القنوت الى ثدييه (سنن للبیہقی، باب رفع الیدین فی القنوت، ج ثالث، ص ۵۹، نمبر ۴۸۶۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ قنوت پڑھنے سے پہلے ہاتھ اٹھائے گا۔

ترجمہ :(۶۰۴) اور رکوع سے پہلے قیام کی حالت میں پورے سال قنوت پڑھے۔

تشریح :دعاء قنوت کی دو قسمیں ہیں [۱] ایک ہے قنوت نازلہ جو مصیبت کے وقت پڑھی جاتی ہے، اللھم اھد نی فیمن ھد یت، الخ، حضورؐ نے قبیلہ بنی سلیم رعل، اور قبیلہ زکوان کے حملے کے وقت قنوت نازلہ پڑھی ہے، اور کچھ دنوں کے بعد اس کو بند کر دیا، حنفیہ کے یہاں بھی مصیبت کے وقت قنوت نازلہ مروج ہے، یہ فجر کی نماز میں دوسری رکعت کے رکوع سے اٹھنے کے بعد پڑھتے ہیں۔[۲] دوسری دعاء قنوت ہے جو حنفیہ کے یہاں وتر میں رکوع سے پہلے پڑھی جاتی ہے اور پورے سال پڑھتے ہیں یہاں اسی دعا کا ذکر ہے

وجہ: (۱) حدیث میں ہے۔ عن ابى بن كعب ان رسول الله ﷺ قنت فى الوتر قبل الركوع. (ابوداؤد شریف، باب القنوت فی الوتر، ص ۲۰۹، نمبر ۱۴۲۷/نسائی شریف، باب ذکر اختلاف الفاظ الناقلین بخبر ابی بن کعب فی الوتر، ص ۱۹۱، نمبر ۱۷۰۰/ابن ماجہ شریف، باب ماجاء فی القنوت قبل الرکوع وبعدہ، ص ۱۶، نمبر ۱۱۸۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر میں دعاء قنوت تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے پڑھی جائے گی (۲) اس اثر میں ہے کہ۔ كان ابن مسعود لا يقنت فى شيء من الصلوات الا فى الوتر قبل الركوع ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، ۵۸۱ فی القنوت قبل الرکوع أو بعدہ، ج ثانی، ص ۹۷، نمبر ۶۹۰۳) اس اثر میں ہے کہ کسی اور نماز میں قنوت نہیں پڑھتے سوائے وتر کے اور دوسری بات یہ ہے کہ رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔(۳) اور جس حدیث سے رکوع کے بعد ہے یا فجر کی نماز میں قنوت پڑھنے کا ثبوت ہے وہ قنوت نازلہ ہے جو کسی مصیبت کے وقت پڑھی جاتی ہے۔ اسکا ثبوت یہ حدیث ہے۔ عن ابن عباس قال قنت رسول الله شهرا متتابعا فى الظهر والعصر والمغرب والعشاء وصلوة الصبح فى دبر كل صلوة اذا قال سمع الله لمن حمده من الركعة الآخرة يدعو على احياء من بنى سليم على رعل و ذكوان و عصية و يؤمن خلفه . (ابوداؤد شریف، باب القنوت فی الصلوۃ، ص ۲۱۱، نمبر ۱۴۴۳/بخاری شریف، باب القنوت قبل الرکوع وبعدہ، ص ۱۳۶، نمبر ۱۰۰۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع کے بعد دعاء قنوت نازلہ مصیبت کے وقت تھی۔

پورے سال میں قنوت پڑھنے کی دلیل یہ حدیث ہے(۱) قال ابو هريرة او صانى رسول الله ﷺ بالوتر قبل النوم۔ (بخاری شریف، باب ساعات الوتر، ص ۱۳۵، نمبر ۹۹۵/ابوداؤد شریف، باب فی الوتر قبل النوم، ص ۲۱۰، نمبر ۱۴۳۲) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ پورے سال وتر پڑھنا ہے۔ اس لئے پورے سال دعائے قنوت بھی اس میں پڑھنا واجب ہوگا۔ کیونکہ ابی بن کعب

(٦٠٥) ولا يقنت فی غير الوتر .والقنوت معناه الدعاء وهو ان يقول اللهم انا نستعينک و نستهديک ونستغفرک ونتوب اليک ونؤمن بک ونتوکّل عليک و نثنی عليک الخير کله نشکرک و لا نکفرک و نخلع و نترک من يفجرک اللهم اياک نعبد ولک نصلی و نسجد واليک نسعیٰ و نحفد نرجو رحمتک و نخشیٰ عذابک ان عذابک الجد بالکفار ملحق وصلی

کی حدیث میں گزری کہ قنت فی الوتر قبل الرکوع کہ وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھا کرتے تھے اس لئے پورا سال قنوت پڑھی جائے گی (۲) اثر میں ہے۔عن ابراھیم قال : لاوتر الا بقنوت (مصنف ابن ابی شیبۃ ۵۹۳ من قال لاوتر الابقنوت، ج ثانی، ص ۱۰۲، نمبر ۶۹۵۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ وتر میں قنوت پڑھنا لازمی ہے۔ (۳) عن ابراھیم قال عبد الله : لا يقنت السنة کلها فی الفجر و يقنت فی الوتر کل ليلة قبل الرکوع قال ابو بکر : هذا القول عندنا ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۵۸۶ من قال القنوت فی النصف من رمضان، ج ثانی، ص ۱۰۰، نمبر ۶۹۴۱ / ترمذی شریف، باب ماجاء فی القنوت فی الوتر، ص ۱۲۳، نمبر ۴۶۴) اس اثر میں ہے کہ عبداللہ ابن مسعودؓ پورے سال وتر میں قنوت پڑھتے تھے۔

ترجمہ :(۶۰۵) اور وتر کے سوا اور کسی نماز میں قنوت نہ پڑھے۔قنوت کے معنی دعا ہے۔اور یہ قنوت پڑھے:''اللهم انا نستعينک و نستهديک و نستغفرک و نتوب اليک و نؤمن بک و نتوکل عليک ونثنی عليک الخير کله ونشکرک ولا نکفرک ونخلع ونترک من يفجرک اللهم اياک نعبد و لک نصلی و نسجد و اليک نسعی ونحفد نرجو رحمتک ونخشی عذابک ان عذابک الجد بالکفار ملحق وصلی الله علی النبی و اٰله و سلم''۔

تشریح امام شافعیؒ کے نزدیک فجر میں بھی دعاء قنوت ہے، اس لئے ماتن نے فرمایا کہ وتر کے علاوہ میں دعاء قنوت نہیں ہے اور حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک اللھم اھدنی فیمن ھدیت، الخ والی دعاء ہے اس لئے مصنف نے اوپر اپنی دعا کا ذکر کیا، اور یہ بھی اشارہ کیا کہ قنوت کا معنی ہے دعا کرنا ہے اس لئے ایسی کوئی دعا مناسب نہیں ہے جس میں بد دعا ہو، کیونکہ اس سے حضورؐ کو منع کیا ہے

وجہ : دعا قنوت کے جملے اس حدیث میں ہے۔عن خالد بن ابی عمران قال بينا رسول الله ﷺ يدعو علی مضر اذ جاء جبرئيل فأومأ اليه ان اسکت فسکت فقال يا محمد ان الله لم يبعثک سبابا و لا لعانا و انما بعثک رحمة و لم يبعثک عذابا ليس لک من الامر شیء او يتوب عليهم او يعذبهم فانهم ظالمون ، ثم علمه هذا القنوت((اللهم انا نستعينک و نستغفرک و نؤمن بک و نخضع لک و نخلع و نترک من يکفرک اللهم اياک نعبد و لک نصلی و نسجد و اليک نسعی و نحفد و نرجو رحمتک و نخشی

الله علی النبی وآله وسلم .(٦٠٦)والمؤتمّ یقرأ القنوت کالامام.(٦٠٧)واذا شرع الامام فی الدعاء بعد ما تقدّم قال ابو سف رحمه الله یتابعونه ویقرء ونه معه وقال محمد لا یتابعونه ولکن یؤمّنون والدعاء هو هذا اللهم اهدنا بفضلک فیمن هدیتَ وعافنا فیمن عافیتَ وتولّنا فیمن تولّیتَ و بارک لنا فیما اعطیتَ وقنا شرّ ما قضیتَ انک تقضی ولا یُقضی علیک انه لا یذلُّ من والیتَ ولا یعزُّ من

عذابلک و نخاف عذابک الجد ان عذابک بالکفار ملحق.) (سنن بیہقی، باب دعاء القنوت، ج ثانی، ص۲۹۸، نمبر۳۱۴۲ رمصنف عبدالرزاق، باب القنوت، ج ثالث، ص۳۰، نمبر۴۹۸۲)اس حدیث میں ہے کہ پہلے بددعا فرماتے تھے بعد میں اس سے روک دیا گیا، اوردعاء قنوت سکھلائی گئی۔(۲) عن ام سلمةؓ قالت : نهی رسول الله ﷺ عن القنوت فی الفجر ۔(ابن ماجۃ، باب ماجاء فی القنوت فی صلوۃ الفجر، ص۱۷۵، نمبر۱۲۴۲ر دار قطنی، باب صفۃ القنوت و بیان موضعہ، ج ثانی، ص ۲۷، نمبر۱۶۷۲)اس حدیث میں ہے کہ فجر کی نماز میں قنوت پڑھنے سے منع فرمایا دیا ہے۔

ترجمہ : (۶۰۶)اور مقتدی بھی امام کی طرح قنوت پڑھے۔

تشریح : اگر آدمی تنہا وتر پڑھ رہا ہو تو خود دعاء قنوت پڑھے گا، لیکن اگر رمضان میں امام کے پیچھے پڑھ رہا ہو تب بھی ہر مقتدی دعاء قنوت پڑھے گا، امام کی دعا مقتدی کے لئے کافی نہیں ہے۔

وجہ : (۱)امام کی صرف قرأت مقتدی کے لئے کافی ہے، دعا اور تسبیحات مقتدی کو بھی پڑھنی پڑتی ہیں اوراس لئے دعاء قنوت مقتدی بھی پڑھے گا۔

ترجمہ : (۶۰۷)اور قنوت کے بعد جب امام دوسری دعا شروع کرے تو امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ: مقتدی بھی امام کی متابعت میں اس کے ساتھ پڑھتا جائے، اور امام محمدؒ کہتے ہیں کہ: مقتدی نہ پڑھے، بلکہ آمین کہتا جائے۔ وہ یہ دعا ہے:'' اللهم اهدنا بفضلک فی من هدیت و عافنا فی من عافیت و تولنا فی من تولیت و بارک لنا فی ما اعطیت و قنا شر ما قضیت انک تقضی ولا یقضی علیک انه لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا و تعالیت و صلی الله علی سیدنا محمد و اله و صحبه و سلم''۔

تشریح :((اللهم انا نستعینک و نستغفرک ،الخ)) کے بعد کوئی اور دعا مثلا ((اللهم اهدنی فیمن هدیت)) پڑھنے لگ جائے تو امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی امام کی اتباع میں دوسری دعائیں بھی پڑھے، اور امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس کی اتباع نہ کرے بلکہ صرف آمین کہتا جائے۔

وجہ :(۱)اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ قال الحسن بن علی : علمنی رسول الله ﷺ کلمات أقولهن فی

عـاديـتَ تبـار كـتَ ربـنـا وتعاليتَ وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم (٦٠٨) ومن لم يـحسن القنوت يقول اللهم اغفر لى ثلاث مرات او ربنا آتنا فى الدنيا حسنة و فى الآخرة حسنة وقنا عـذاب النار او يا ربِّ يا ربِّ يا ربِّ .(٦٠٩)واذا اقتدى بمن يقنت فى الفجر قام معه فى قنوته ساكتا

الوتر .قال ابن جواس : فى قنوت الوتر . اللهم اهدنى فيمن هديت وعا فنى فى من عافيت و تولنى فى من تـوليـت و بـارک لـى فـى مـا اعـطيـت و قنى شر ما قضيت انک تقضى ولا يقضى عليک انه لا يذل من واليـت ولا يعـز مـن عـاديـت تبـاركـت ربنا و تعاليت (ابوداود شریف، باب القنوت فی الوتر، ص۲۱۳، نمبر۱۴۲۵ر ترمذی شریف، باب ماجاء فی القنوت فی الوتر، ص۱۲۳، نمبر۴۶۴)اس حدیث میں قنوت نازلہ والی حدیث کا ذکر ہے کہ وہ وتر میں بھی پڑھے

ترجمہ : (۶۰۸)اور جو قنوت نہ پڑھ سکتا ہو وہ تین بار'' اللهم اغفرلى '' يا ''ربـنـا اتنا فى الدنيا حسنة و فى الآخرة حسنة و قنا عذاب النار''، یا صرف ''یا رب یا رب یا رب'' کہہ دے۔

تشریح : جب دعاء قنوت نہ آتی ہو تو اب مجبوری ہے اس لئے کوئی اور دعا پڑھ لے تب بھی قنوت ادا ہو جائے گی۔ یا نہ آنے پر یا رب یا رب، یا رب، کہہ لے تب بھی قنوت ادا ہو جائے گی۔

وجہ : مثلا حضرت علیؓ سے وتر میں یہ دعا منقول ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی خاص دعا ضروری نہیں۔عـن عـلـیؓ ان النبی ﷺ کـان یـقـول فـی آخـروتـره ((الهـم انـی اعـوذبک بـرضـاک مـن سخطک و اعوذ بمعافاتک من عـقـوبتک و اعوذ بک منک لا احصى ثناء عليک انت كما اثنيت على نفسک)) ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب مایقول الرجل فی آخر وترہ، ج ثانی، ص۱۰۰، نمبر۶۹۴۲)اس حدیث میں اوپر کی دعا کے علاوہ کا ذکر ہے۔

نوٹ : دعاء قنوت تین قسم کی ہیں [۱] مصیبت کے وقت قنوت نازلہ پڑھنا، حضورؐ نے ایک مہینہ پڑھا اسکے بعد چھوڑ دیا۔البتہ عظیم مصیبت کے وقت ابھی بھی حنفیہ کے یہاں فجر کی نماز میں پڑھنا مسنون ہے۔[۲] فجر کی نماز میں ہمیشہ قنوت پڑھنا، یہ حنفیہ کے یہاں نہیں ہے اور امام شافعیؒ کے یہاں ہے۔[۳] وتر میں دعاء قنوت پڑھنا۔یہ امام شافعیؒ کے یہاں صرف رمضان کے نصف اخیر میں ہے، باقی دنوں میں نہیں۔اور حنفیہ کے یہاں پورے سال میں ہے۔۔ دلائل اور تفصیل اوپر گزر گئی۔

ترجمہ : (۶۰۹)اور اگر صبح کی نماز میں قنوت پڑھنے والے کی اقتدا کرے تو ظاہری روایت میں چپ کھڑا رہے، اور اپنے پہلو میں ہاتھ چھوڑے رکھے۔

تشریح : کوئی شافعی امام ہو اور وہ فجر کی نماز میں قنوت پڑھنے لگے تو ظاہری روایت یہ ہے کہ حنفی مقتدی اس کی اقتداء کرے اور وہ چپ کھڑا رہے، اور اس وقت ہاتھ چھوڑ دے اور پہلو کے پاس لٹکائے رکھے۔

فی الاظهر ویرسل یدیه فی جنبیه.(۶۱۰) واذا نسی القنوت فی الوتر وتذکّره فی الرکوع او الرفع منه لا یقنت (۶۱۱)ولو قنت بعد رفع رأسه من الرکوع لا یعید الرکوع ویسجد للسهو لزوال القنوت عن محله الاصلی .(۶۱۲)ولو رکع الامام قبل فراغ المقتدی من قراء ة القنوت او قبل

وجه : (۱) فجر میں دعا اگر چہ منسوخ ہے تاہم اس کا ثبوت ہے،اس لئے اس کی اتباع کرے۔(۲)مقتدی امام کے تابع ہے، اسلئے جیسا امام کرے گا ویسا ہی مقتدی کو کرنا چاہئے۔اس حدیث میں ہے۔عن عائشة ام المؤمنین أنها قالت صلی رسول الله ﷺ فی بیته و هو شاک ، فصلی جالساً و صلی ورائه قوم قیاماً ، فأشار الیهم أن اجلسوا ، فلما انصرف قال ((انما جعل الامام لیؤتم به ، فاذا رکع فارکعوا ، واذا رفع فارفعوا ، و اذا قال سمع الله لمن حمده ؛ فقولوا : ربنا لک الحمد ، و اذا صلی جالسا فصلوا جلوساً)) ۔(بخاری شریف،باب انما جعل الامام لیؤتم بہ،ص ۹۵،نمبر ۶۸۸)اس حدیث میں ہے کہ مقتدی کو چاہئے کہ امام کی پوری اتباع کرے۔

ترجمہ : (۶۱۰) اوراگر وتر میں قنوت بھول جائے اور رکوع میں یا اس سے اٹھنے کے بعد یاد آئے تو قنوت نہ پڑھے۔

تشریح : دعاء قنوت کا وقت رکوع سے پہلے ہے اس لئے جب اس میں بھول گیا تو اب دعا کا محل ختم ہو گیا،اس لئے رکوع میں یا رکوع سے اٹھنے کے بعد دعاء قنوت نہ پڑھے۔

ترجمہ : (۶۱۱) اوراگر رکوع سے سر اٹھانے کے بعد دعاء قنوت پڑھی تو رکوع کو دوبارہ نہ لوٹائے،لیکن اصلی محل سے قنوت زائل ہونے کی وجہ سے سجدہ سہو کرے۔

تشریح : رکوع اپنی جگہ پر ادا ہوا ہے اس لئے اس کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے البتہ دعاء قنوت اپنی اصلی جگہ سے ہٹ گئی ہے اور سجدے میں تاخیر ہوئی ہے اس لئے سجدہ سہو کرے۔

وجه : عن حماد قال اذا سها قبل ان یقنت فلیسجد سجدتی السهو یعنی فی الوتر ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی السھو فی قنوت الوتر، ج ثانی،ص ۱۰۰،نمبر ۶۹۴۶)اس قول تابعی میں ہے کہ دعاء قنوت بھول جائے تو سجدہ سہو کرے۔

ترجمہ : (۶۱۲) اگر امام نے مقتدی کے قنوت پوری کرنے سے پہلے رکوع کر لیا، یا قنوت کو شروع کرنے سے پہلے رکوع کر لیا اور خوف ہے کہ رکوع فوت ہو جائے گا تو امام کی اتباع کرے۔

تشریح : اگر امام نے مقتدی کے قنوت شروع کرنے سے پہلے، یا شروع تو کر چکا تھا لیکن اس کو پوری کرنے سے پہلے رکوع کر لیا تو،اور مقتدی کو خوف ہے کہ اگر میں نے قنوت پڑی تو امام کے ساتھ رکوع کے اخیر حصے میں بھی نہیں مل پاؤں گا تو قنوت چھوڑ کر امام کے ساتھ رکوع میں مل جائے۔

شروعه فيه وخاف فوت الركوع تابع امامه (۶۱۳) ولو ترک الامام ا لقنوت يأتی به المؤتمّ ان امكنه مشاركة الامام فی الركوع والا تابعه (۶۱۴) ولو ادرک الامام فی ركوع الثالثة من الوتر كان مدركا للقنوت فلا يأتی به فيما سبق به (۶۱۵) ويوتر بجماعة فی رمضان فقط وصلوته مع الجماعة

وجه : امام کی اتباع ضروری ہے، جبکہ دعا اتنی ضروری نہیں ہے۔اس حدیث میں ہے۔عن عائشة ام المؤمنين أنها قالت صلی رسول الله ﷺ فی بيته و هو شاک ، فصلی جالساً و صلی ورائه قوم قياماًفأشار اليهم أن اجلسوا ، فلما انصرف قال ((انما جعل الامام ليؤتم به ، فاذا ركع فاركعوا ، واذا رفع فارفعوا ، و اذا قال سمع الله لمن حمده ؛ فقولوا : ربنا لک الحمد ، و اذا صلی جالسا فصلوا جلوساً))۔(بخاری شریف، باب انما جعل الامام لیؤتم بہ،ص ۹۵،نمبر ۶۸۸)اس حدیث میں ہے کہ مقتدی کو چاہئے کہ امام کی پوری اتباع کرے۔

ترجمہ : (۶۱۳) اور اگر امام نے قنوت چھوڑ دی تو اگر رکوع میں امام کے ساتھ شرکت کا امکان ہوتو مقتدی قنوت پڑھے، ورنہ تو امام کی اقتدا کرے۔

وجہ : پہلے گزر چکا ہے کہ امام کی اقتداء دعا کی بنسبت اہم ہے اس لئے اگر رکوع میں امام کے ساتھ ملنے کی امید ہوتو دعا قنوت بھی پڑھے اور رکوع میں مل جائے ،اور امکان نہیں ہے تو دعا چھوڑ کر امام کے ساتھ مل جائے۔

ترجمہ (۶۱۴) اور اگر وتر کی تیسری رکعت کے رکوع میں امام سے ملے تو گویا اس کو قنوت مل گیا، اب اس کو اپنی باقی رکعت میں نہ پڑھے۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ رکوع مل گیا تو اس رکعت کی قرأت مل گئی، اسی طرح تیسری رکعت کے رکوع میں امام کے ساتھ ملا تو گویا کہ وہ رکعت مل گئی، اس لئے امام کی دعاء قنوت اس مقتدی کے لئے کافی ہو جائے گی۔اب جب پہلی اور دوسری رکعت پڑھے گا تو اس میں دعاء قنوت پڑھنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

ترجمہ : (۶۱۵) اور صرف رمضان میں وتر کو جماعت سے پڑھے۔اور رمضان میں اخیر شب میں تنہا وتر پڑھنے سے جماعت سے پڑھنا افضل ہے۔قاضی خان نے اسی کو اختیار کر کے صحیح کہا ہے، اور دوسروں نے اس کے خلاف تصحیح کی ہے۔

تشریح : رمضان میں تراویح جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں، اور اس کے بعد وتر پڑھی جاتی ہے اس لئے وتر بھی جماعت کے ساتھ پڑھے، اور باقی دنوں میں وتر سنت کے بعد پڑھتے ہیں اور اخیر رات میں پڑھنا افضل ہے اس لئے وتر جماعت کے ساتھ نہیں پڑھی جائے گی۔ اور جن حضرات نے فرمایا کہ وتر تنہا پڑھنا افضل انکی دلیل یہ ہے کہ وتر رمضان میں بھی اخیر رات میں پڑھنا افضل ہے اس لئے اس کو تنہا پڑھے۔

فی رمضان افضل من ادائه منفردا آخر اللیل فی اختیار قاضی خان قال هو الصحیح وصحّح غیره خلافه.

وجه : (ا)۔عن ابن عباس قال کان النبی ﷺ یصلی فی شهر رمضان عشرین رکعة والوتر۔(طبرانی الکبیر، باب مقسم عن ابن عباس، ج حادی عشر،ص ۳۱۱،نمبر ۱۲۱۰۲/سنن للبیھقی، باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شهر رمضان، ج ثانی ،ص ۶۹۸،نمبر ۴۶۱۵) اس حدیث میں ہے کہ رمضان میں وتر بھی جماعت کے ساتھ پڑھے۔(۲) ۔عن الحسن ان ابیاً ام الناس فی خلافة عمر فصلی بهم النصف من رمضان لا یقنت فلما مضی النصف قنت بعد الرکوع فلما دخل العشر ابقی و خلی عنهم فصلی بهم العشر معاذ القاری فی خلافة عمر (مصنف ابن ابی شیبة، باب من قال القنوت فی النصف من رمضان، ج ثانی،ص ۹۹،نمبر ۶۹۳۴)اس عمل تابعی میں ہے کہ رمضان میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھی گئی۔

﴿فصل : (فی النوافل﴾

(۶۱۶) سُنَّ سنة مؤكدة ركعتان قبل الفجر وركعتان بعد الظهر و بعد المغرب وبعد العشاء واربع

﴿فصل:نوافل کے بیان میں﴾

ترجمہ : (۶۱۶) سنت مؤکدہ ہے فجر سے پہلے دو رکعت اور ظہر کے بعد دو رکعت اور مغرب کے بعد دو رکعت اور عشا کے بعد دو رکعت اور ظہر سے پہلے چار رکعت اور جمعہ سے پہلے اور بعد میں چار رکعت ایک سلام سے سنت مؤکدہ ہے۔

تشریح : یہ بارہ رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں انکی تاکید زیادہ آئی ہے [ا] فجر سے پہلے دو رکعتیں [۲] ظہر سے پہلے چار رکعتیں [۳] ظہر کے بعد دو رکعتیں [۳] مغرب کے بعد دو رکعتیں [۴] عشاء کے بعد دو رکعتیں۔

وجہ : (ا) بارہ رکعتوں کی دلیل یہ حدیث ہے۔ سألت عائشة عن صلوة رسول الله ﷺ عن تطوعه؟ فقالت كان يصلى فى بيتى قبل الظهر اربعا ثم يخرج فيصلى بالناس ثم يدخل فيصلى ركعتين و كان يصلى بالناس المغرب ثم يدخل فيصلى ركعتين ويصلى بالناس العشاء و يدخل بيتى فيصلى ركعتين ... و كان اذا طلع الفجر صلى ركعتين (مسلم شریف، باب جواز النافلة قائما وقاعدا، ص۲۵۲، نمبر ۱۶۹۹/۷۳۰/ ابو داؤد شریف، ابواب التطوع ورکعات السنة، ص ۱۸۵، نمبر ۱۲۵۱/ ترمذی شریف، باب ما جاء فی من صلی فی یوم ولیلة ثنتی عشرة رکعة من السنة ماله من الفضل، ص۹۴، نمبر ۴۱۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرض نماز سے پہلے اور فرض نماز کے بعد پورے دن اور رات میں سنت مؤکدہ ہیں اور وہ بارہ رکعتیں ہیں۔ ان کی تاکید آئی ہے۔ (۲) عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ ((من ثابر على ثنتى عشرة ركعة من السنة بنى الله له بيتاً فى الجنة : أربع ركعات قبل الظهر ، و ركعتين بعدها ، و ركعتين بعد المغرب ، و ركعتين بعد العشاء ، و ركعتين قبل الفجر)) (ترمذی شریف، باب ماجاء فیمن صلی فی یوم ولیلة ثنتی عشرة رکعة من السنة، ص ۱۱۲، نمبر ۴۱۴/ ابن ماجہ، باب ما جاء فی ثنتی عشرة رکعة من السنة، ص ۱۶۰، نمبر ۱۱۴۰/ مسلم شریف، باب فضل السنن الراتبة قبل الفرائض و بعدهن و بیان عددهن، ص ۲۹۵، نمبر ۱۶۹۴/۷۲۸) اس حدیث میں ہے کہ جس نے بارہ رکعت سنت پر ہمیشگی کی تو اسکے لئے اللہ جنت میں گھر بنائے گا۔ (۳) اور ظہر سے پہلے چار رکعت کی دلیل یہ حدیث ہے۔ (۲) قالت ام حبيبة زوج النبى ﷺ قال رسول الله ﷺ من حافظ على اربع ركعات قبل الظهر واربع بعدها حرم على النار (ابو داؤد شریف، باب الاربع قبل الظهر وبعدها، ص ۱۸۷، نمبر ۱۲۶۹) اس حدیث سے معلوم ہوا ظہر کی سنت چار رکعتیں پہلے ہیں اور چار رکعتیں بعد میں ہیں۔ (۴) اور جمعہ کے بعد چار رکعت کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابى هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا صلى احدكم الجمعة فليصل بعدها اربعا۔ (مسلم شریف، باب الصلاة بعد الجمعة، ص۳۵۲، نمبر ۲۰۳۶/۸۸۱) اس حدیث میں ہے کہ جمعہ

قبل الظهر وقبل الجمعة وبعدها بتسليمة.(٦١٧) وندب اربع قبل العصر والعشاء وبعده وستٌّ بعد

کے بعد چار رکعت سنت پڑھے۔(۵)اور جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھے اس کی دلیل یہ عمل صحابی ہے۔ان ابن مسعود کان يصلی قبل الجمعة اربع ركعات ، و بعدها اربع ركعات ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الصلاۃ قبل الجمعۃ وبعدھا، ج ثالث، ص۱۳۰، نمبر۵۵۴۱)اس اثر میں کہ جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھتے ۔(٦)اس حدیث میں جمعہ سے پہلے دو رکعت کا ثبوت ہے۔ عن ابی هريرة قالا جاء سليک الغطفانی و رسول الله ﷺ يخطب فقال له أصليت شيئا ؟ قال لا قال صل ركعتين تجوز فيهما ۔(ابو داود شریف، باب اذا دخل الرجل والامام یخطب، ص۱۶۸، نمبر۱۱۱۶ر ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرکعتین اذا جاء الرجل والامام یخطب، ص۱۳۴، نمبر۵۱۱)

ترجمه : (٦١٧)اور مستحب ہے عصر سے پہلے چار رکعت اور عشا سے پہلے چار رکعت اور اس کے بعد چار رکعت، اور مغرب کے بعد چھ رکعت۔

تشریح : عصر سے پہلے چار رکعتیں مستحب ہیں۔اور عشاء سے پہلے چار رکعتیں مستحب ہیں، اس کی دلیل نہیں مل رہی ہے، البتہ مغرب کے بعد جو چار رکعتیں ہیں اس کو عشاء سے پہلے کی دلیل بنا سکتے ہیں۔اور عشاء کے بعد چار رکعتیں ہیں، اور مغرب کے بعد چھ رکعتیں ہیں۔

وجه : (۱) عصر سے پہلے چار رکعتیں رکعت مستحب ہیں اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ رحم الله امرء صلى قبل العصر اربعا (ابوداؤد شریف، باب الصلوۃ قبل العصر، ص۱۸۷، نمبر۱۲۷۱ر ترمذی شریف، باب ماجاء فی الاربع قبل العصر، ص۹۸، نمبر۴۳۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عصر سے پہلے چار رکعتیں سنت ہیں ۔لیکن دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دو رکعتیں سنت ہیں۔(۲)حدیث میں ہے ۔عن علی ان النبی ﷺ كان يصلى قبل العصر ركعتين ۔(ابوداؤد شریف، باب الصلوۃ قبل العصر ص۱۸۷ نمبر۱۲۷۲ر ترمذی شریف، باب ماجاء فی الاربع قبل العصر ص۹۸ نمبر ۴۲۹)اس حدیث کی بنا پر صاحب کتاب نے فرمایا کہ عصر کی سنت دو رکعت بھی پڑھ سکتا ہے۔(۳)عشاء کے بعد چار رکعتیں سنت ہیں اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن ابن عباس قال بت فی بيت خالتی ميمونة فصلى رسول الله ﷺ العشاء ثم جاء فصلى اربع ركعات ثم نام ۔(بخاری شریف، باب یقوم عن یمین الامام بحذاۂ سواء اذا کانا اثنین، ص۱۱۴، نمبر۶۹۷) اس حدیث میں ہے کہ عشاء کے بعد چار رکعتیں سنت ہیں۔(۴) عن عائشة قال سألتها عن صلوة رسول الله ﷺ فقالت ما صلى رسول الله العشاء قط فدخل علی الا صلى اربع ركعات او ست ركعات (ابوداؤد شریف، باب الصلوۃ بعد العشاء ص۱۹۲نمبر۱۳۰۳)اس حدیث میں چار رکعت، اور چھ رکعت کا بھی ذکر ہے۔(۴)مغرب کے بعد چار رکعت ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔۔اور یہی حدیث عشاء سے پہلے چار رکعت کی دلیل بن سکتی ہے۔عن ابن عمر ۔ لا اعلمه الا رفعه

المغرب (۶۱۸) ویقتصر فی الجلوس الاول من الرباعیّة المؤکدة علی التشهد ولا یأتی فی الثالثة بدعاء الاستفتاح بخلاف المندوبة (۶۱۹) واذا صلی نافلة اکثر من رکعتین ولم یجلس الا فی آخرها صحّ استحسانا لانها صارت صلوة واحدة وفیها الفرض الجلوس آخرها

۔قال من رکع بعد المغرب اربع رکعات کان کالمعقب [غزوة بعد غزوة ۔(مصنف عبدالرزاق، باب الصلاۃ فیما بین المغرب والعشاء، ج ثانی، ص ۴۱۵، نمبر ۴۷۴۰) اس حدیث میں چار رکعتوں کا تذکرہ ہے، (۵) اور دوسری حدیث میں دو رکعتوں کا تذکرہ ہے اس لئے ملا کر چھ رکعتیں ہوگئیں۔حدیث یہ ہے۔ سألت عائشة عن صلوة رسول الله ﷺ عن تطوعه؟.... وکان یصلی بالناس المغرب ثم یدخل فیصلی رکعتین . (مسلم شریف، باب جواز النافلۃ قائما وقاعدا ،ص ۲۵۲، نمبر ۱۶۹۹/۷۳۰/ابوداؤد شریف، ابواب التطوع ورکعات السنۃ، ص ۱۸۵، نمبر ۱۲۵۱)

ترجمہ : (۶۱۸) اورسنت مؤکدہ کی چار رکعت کے پہلے قعدہ میں صرف تشہد پر اقتصار (اکتفا) کرے، اور تیسری رکعت میں ثنا نہ پڑھے۔بخلاف مستحبات کے۔

تشریح : چار رکعت سنت مؤکدہ کی دو حیثیتیں ہیں [۱] ایک یہ کہ چاروں رکعتیں گویا کہ مجموعہ ہیں اس لئے دو رکعتوں کے بعد سلام نہ پھیرے، پہلی دو رکعتوں کے بعد قعدہ اولی میں صرف تشہد پڑھے، دعا اور درود شریف نہ پڑھے، اور سلام نہ پھیرے، اور چونکہ تیسری رکعت بھی پہلے کا ہی حصہ ہے اس لئے تیسری رکعت میں ثنا نہ پڑھے۔[۲] اور دوسری حیثیت نوافل کی ہے، اس لئے اگر سلام پھیر دیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔اس کے بخلاف چار رکعت مستحبات کا طریقہ یہ ہے کہ قعدہ اولی میں تشہد کے بعد درود شریف بھی پڑھ سکتا ہے اور دعاء بھی پڑھ سکتا ہے اور تیسری رکعت میں ثنا بھی پڑھے، کیونکہ اس کا ہر شفع الگ الگ نماز ہے۔

وجہ : (۱) چار سنتیں ایک ساتھ پڑھے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن ابن عباس قال : کان النبی ﷺ یرکع قبل الجمعة أربعا ، لا یفصل فی شیء منهن . (ابن ماجۃ شریف، باب ما جاء فی الصلوۃ قبل الجمعۃ، ص ۱۵۸، نمبر ۱۱۲۹) اس حدیث میں لا یفصل فی شیء منهن ، سے معلوم ہوا کہ درمیان میں سلام نہ پھیرے۔(۲) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ چار رکعتیں ایک ساتھ پڑھے۔(۲) عن ابی هریرة قال : قال رسول الله ﷺ ((اذا صلی أحدکم الجمعة فلیصل بعدها أربعا. (مسلم شریف باب الصلوۃ بعد الجمعۃ، ص ۳۵۲، نمبر ۸۸۱/۲۰۳۶/ابن ماجۃ شریف، باب ما جاء فی الصلوۃ بعد الجمعۃ، ص ۱۵۸، نمبر ۱۱۳۲) ان حدیثوں میں ہے کہ جمعہ سے پہلے ایک سلام کے ساتھ چار رکعت پڑھے۔

ترجمہ : (۶۱۹) اگر نفل دو رکعتوں سے زیادہ پڑھے اور اخیر میں بیٹھے تو استحسانا جائز ہے، اس لئے کہ وہ ایک نماز کی طرح ہوگئی، اور اس میں اخیر میں بیٹھنا فرض ہے۔

(۶۲۰) وكره الزيادة على اربع بتسليمة في النهار وعلى ثمان ليلا. (۶۲۱) والافضل فيهما رباع عند ابی حنيفة وعندهما الافضل في الليل مثنیٰ مثنیٰ وبه يفتي

تشـــريح : نفل کے ہر دو رکعت کو الگ الگ پڑھنا چاہئے اور اس پر سلام پھیرنا چاہئے ،لیکن اگر چار رکعت کی نیت باندھ لی ،اور چوتھی رکعت کے بعد بیٹھا تب بھی جائز ہے، کیونکہ اب یہ چاروں رکعتیں ایک نماز بن گئی اور ان کے اخیر میں بیٹھنا فرض ہوا۔

وجه : (ا) عن عائشة قالت كان رسول الله يصلي من الليل ثلاث عشرة ركعة يوتر من ذلک بخمس لا يجلس في شيء الا في آخرها . (مسلم شریف، باب صلوۃ اللیل وعدد رکعات النبی فی اللیل،ص ۲۹۹ نمبر ۱۷۲۰/۲۳۷)اس حدیث میں چار رکعت کے بعد بیٹھے۔ (۲)سألت عائشة عن صلوة رسول الله ﷺ ؟ فقالت كان يصلي ثلاث عشرة ركعة ، يصلي ثمان ركعات ثم يوتر (مسلم شریف، باب صلوۃ اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ فی اللیل،ص ۲۹۹، نمبر ۱۷۲۴/۳۸) اس حدیث میں آٹھ رکعتوں کے بعد بیٹھے۔(۳)اس حدیث میں چاشت کی چار رکعتیں ایک ساتھ پڑھیں۔ عن عائشة قالت : كان رسول الله ﷺ يصلي الضحى أربعاً و يزيد ما شاء ۔(مسلم شریف، باب استحباب صلوۃ الضحی وان أقلھا رکعتان، الخ،ص ۲۴۹، نمبر ۱۶۶۵/۷۱۹)اس حدیث میں چار رکعتیں ایک ساتھ پڑھی۔

ترجمه : (۶۲۰)اور دن میں چار رکعتوں سے زیادہ اور شب میں آٹھ سے زیادہ ایک سلام سے مکروہ ہے۔

تشـــريح : اوپر کی حدیث میں چاشت کی نماز جو دن کی نماز ہے چار رکعتیں ایک ساتھ پڑھیں ،جس سے معلوم ہوا کہ دن کی نماز زیادہ چار رکعت پڑھی جاسکتی ہے۔اور وتر کی نماز جو رات کی نماز ہے ایک ساتھ آٹھ رکعتیں پڑھی گئیں۔

وجه : اس حدیث میں وتر رات کی نماز آٹھ رکعتیں ایک ساتھ پڑھیں۔سألت عائشة عن صلوة رسول الله ﷺ ؟ فقالت كان يصلي ثلاث عشرة ركعة ، يصلي ثمان ركعات ثم يوتر (مسلم شریف، باب صلوۃ اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ فی اللیل،ص ۲۹۸، نمبر ۱۷۲۴/۳۸) اس حدیث میں ایک ساتھ آٹھ رکعت پڑھی۔

ترجمه : (۶۲۱) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک رات اور دن میں چار چار رکعتیں افضل ہیں۔اور صاحبینؒ کے نزدیک رات میں دو دو رکعتیں افضل ہیں،اور اسی پر فتوی ہے۔

تشـــريح : امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دن میں اور رات میں چار چار رکعت نفل افضل ہے۔اور صاحبینؒ کے نزدیک رات میں دو دو رکعت افضل ہے اور دن میں چار رکعت افضل ہے۔

وجه : (ا) امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ چاشت کی نماز چار رکعت ایک ساتھ پڑھی ہے جو دن کی نماز ہے اس لئے دن میں چار رکعت ایک ساتھ افضل ہے۔حدیث یہ ہے ۔عن عائشة قالت : كان رسول الله ﷺ يصلي الضحى أربعاً و يزيد ما شاء ۔(مسلم شریف، باب استحباب صلوۃ الضحی وان أقلھا رکعتان، الخ،ص ۲۴۹، نمبر ۱۶۶۵/۷۱۹)اس حدیث میں چار رکعت

(۲۲۲) وصلوۃ اللیل افضل من صلوۃ النھار وطول القیام احبُّ من کثرۃ السجود.

ایک ساتھ پڑھی۔(۲)اور تہجد میں چار رکعت ایک ساتھ پڑھی اس لئے رات کے نوافل میں چار رکعتیں افضل ہیں۔ سأل عائشة كيف كانت صلاة رسول الله ﷺ في رمضان ؟ قالت ما كان رسول الله ﷺ يزيد في رمضان و لا في غيره على احدى عشرة ركعة يصلي أربعا فلا تسأل عن حسنهن و طولهن ثم يصلي أربعا فلا تسأل عن حسنهن و طولهن ۔ (مسلم شریف، باب صلوۃ اللیل وعدد رکعات النبی فی اللیل، ص۲۹۹ نمبر ۱۷۲۳/۷۳۸)اس حدیث میں تہجد کی نماز ایک ساتھ چار رکعت پڑھی۔

وجه :اور صاحبینؒ کے یہاں دو دو افضل ہیں اس کی دلیل یہ حدیث ہے (۱)عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال صلوة الليل والنهار مثنى مثنى ان تشهد فی كل ركعتين (ابوداؤد شریف، باب فی صلوۃ النہار ص۱۹۰ نمبر ۱۲۹۵) اس حدیث میں ہے کہ دن میں بھی دو دو رکعت پڑھے اور رات میں بھی دو رکعت پڑھے۔(۲) حدیث میں ہے. عن عائشة قالت كان رسول الله ﷺ يصلي فيما بين ان يفرغ من صلوة العشاء وهي التي يدعو الناس العتمة الى الفجر احدى عشر ركعت يسلم بين كل ركعتين ۔(مسلم شریف، باب صلوۃ اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ فی اللیل، ص ۲۵۴، نمبر ۱۷۱۸/۷۳۶)اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ رات کی نماز دو دو رکعت پڑھنی چاہئے۔(۳)اور دن کے بارے میں یہ حدیث ہے ۔عن ام هانی بنت ابی طالب ان رسول الله ﷺ يوم الفتح صلى سبحة الضحى ثمانى ركعات يسلم من كل ركعتين ۔(ابوداؤد شریف، باب صلوۃ الضحی ص ۱۹۰ نمبر ۱۲۹۰)اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دن کی نماز دو دو رکعتیں پڑھے

ترجمه : (۲۲۲)رات کی نماز دن کی نماز سے افضل ہے۔اور زیادہ رکعت پڑھنے سے دیر تک کھڑا رہنا افضل ہے۔

تشریح : نوافل دن کی بھی بہتر ہیں، اور رات کی بھی، لیکن رات کی نوافل زیادہ محبوب ہیں، اور دوسری بات یہ ہے کہ، کثرت سے رکعتیں پڑھے اس سے بہتر ہے کہ رکعتیں کم ہوں اور قیام کافی لمبا ہو۔

وجه : (۱)رات کی نفل دن سے افضل ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن جابر ان رسول الله ﷺ قال ان من الليل ساعة لا يوافقها عبد مسلم يسأل الله خيرا الا اعطاها اياه ۔(مسلم شریف، باب فی اللیل ساعۃ مستجاب فیھا الدعاء، ص۳۰۶، نمبر ۱۷۷۰/۷۵۷)(۲)اس حدیث میں بھی ہے۔عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال ينزل ربنا تبارك و تعالى كل ليلة الى السماء الدنيا حين يبقى ثلث الليل الآخير فيقول من يدعونى فأستجيب له و من يسألنى فأعطيه و من يستغفرنى فأغفر له . (مسلم شریف، باب الترغیب فی الدعاء والذکر فی آخر اللیل والاجابۃ فیہ، ص ۳۰۷، نمبر ۱۷۷۲/۷۵۸)(۳)اور طول قیام بہتر ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن جابر قال قال رسول الله ﷺ افضل الصلاة طول القنوت ۔(مسلم شریف، باب افضل الصلاۃ طول القنوت، ص ۳۰۶، نمبر ۱۷۶۸/۷۵۶)

﴿فصل : (فی تحیّة المسجد وصلوة الضحیٰ واحیاء اللیالی﴾

(۶۲۳) سُنَّ تحیّة المسجد برکعتین قبل الجلوس(۶۲۴) واداء الفرض ینوب عنها وکل صلوة ادّاها عند الدخول بلا نیّة التحیّة (۶۲۵[الف]) وندب رکعتان بعد الوضوء قبل جفافه(۶۲۵[ب])

﴿فصل: تحیۃ المسجد اور صلوۃِ ضحیٰ اور تہجد وغیرہ کے بیان میں﴾

ترجمہ : (۶۲۳) بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد دو رکعت سنت ہے۔

تشریح : بیت اللہ میں داخل ہوتے وقت بیت اللہ کا حق ہوتا ہے کہ اس کا طواف کرے، اسی طرح مسجد میں داخل ہوتے وقت مسجد کا حق ہوتا ہے کہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے، پس اگر تحیۃ المسجد کی نیت کئے بغیر کوئی نماز پڑھ لی تب بھی اس کے تحت میں مسجد کا حق ادا ہو جائے گا، اور تحیۃ المسجد ادا ہو جائے گی۔

وجہ : حدیث یہ ہے۔عن ابی قتادة السلمی ان رسول الله ﷺ قال اذا دخل أحدکم المسجد فلیرکع رکعتین قبل ان یجلس ۔(بخاری شریف، باب اذا دخل المسجد فلیرکع رکعتین ،ص ۷۷،نمبر ۴۴۴ رمسلم شریف، باب استحباب تحیۃ المسجد الخ،ص ۲۹۰،نمبر ۱۴۱۷/۱۶۵۴)اس حدیث میں ہے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے۔

اصول : مسجد کا حق یہ ہے کہ اس میں داخل ہوتے وقت کوئی بھی نماز پڑھے۔

ترجمہ : (۶۲۴) فرض کی ادائیگی تحیۃ المسجد کے لئے کافی ہے، اور ہر وہ نماز جسکو مسجد میں داخل ہوتے وقت پڑھی بغیر تحیۃ المسجد کی نیت سے وہ بھی تحیۃ المسجد کے لئے کافی ہے۔

تشریح : مسجد میں داخل ہو کر فرض نماز پڑھ لی تب بھی تحیۃ المسجد ادا ہو گئی، کیونکہ مسجد کا حق ادا ہو گیا، اسی طرح تحیۃ المسجد کی نیت کئے بغیر کوئی اور نماز پڑھ لی تب بھی تحیۃ المسجد ادا ہو جائے گی۔

وجہ : اس حدیث میں جمعہ کی سنت اور تحیۃ المسجد ایک ہی نیت سے ادا ہوئی ہے۔سمع جابرا قال دخل رجل یوم الجمعة و النبی ﷺ یخطب فقال صلیت ؟ قال : لا ، قال فصل رکعتین ۔(بخاری شریف، باب من جاء والامام یخطب صلی رکعتین خفیفتین ،ص ۱۴۹،نمبر ۹۳۱ / ابوداود شریف، باب اذا دخل الرجل والامام یخطب ،ص ۱۶۸،نمبر ۱۱۱۶)

ترجمہ : (۶۲۵[الف]) اور وضو کے بعد اعضا خشک ہونے سے پہلے دو رکعت [مستحب ہے]

تشریح : یہاں سے پانچ نمازیں جو مستحب ہیں، اور موقع ملے تو پڑھنی چاہئے ان کا ذکر ہے۔ان میں سے [۱] پہلی نماز تحیۃ الوضوء ہے۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔انہ رأی عثمان دعا باناء ......ثم قال قال رسول الله ﷺ من

واربع فصاعدا فی الضحیٰ وندب صلوۃ اللیل و صلوۃ الاستخارۃ وصلوۃ الحاجۃ

توضأ نحو وضوئی هذا ثم صلی رکعتین لا یحدث فیهما نفسه غفر له ما تقدم من ذنبه . (بخاری شریف، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا، ص۳۲، نمبر۱۵۹ر مسلم شریف، باب صفۃ الوضوء واکمالہ، ص۱۱۵، نمبر ۵۳۸/۲۲۶) (۲) اس حدیث میں بھی ہے **.سمعت عثمان بن عفان ....سمعت رسول الله ﷺ یقول لا یتوضأ رجل مسلم فیحسن الوضوء فیصلی صلاۃ الا غفر له ما بینه و بین الصلاۃ التی تلیها** ۔(رمسلم شریف، باب فضل الوضوء والصلاۃ عقبہ، ص۱۱۵، نمبر۲۲۷/۵۴۰ر سنن نسائی، باب ثواب من توضأ کما امر، ص۲۰، نمبر۱۴۶)

ترجمہ : (۶۲۵[ب])اور چاشت کے وقت چار یا زیادہ اور نماز تہجد اور استخارہ اور صلوۃ حاجت مستحب ہے۔

تشریح : [۲] **چاشت کی نماز** چار رکعتیں پڑھے یا اس سے زیادہ پڑھے۔نو بجے دن کو جو نماز پڑھتے ہیں اس کو صلاۃ الضحی [چاشت کی نماز، کہتے ہیں]

وجہ :(۱) چاشت نماز کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن عائشة قالت : کان رسول الله ﷺ یصلی الضحی أربعاً و یزید ما شاء** ۔(مسلم شریف، باب استحباب صلوۃ الضحی وان أقلها رکعتان، الخ ص۲۴۹، نمبر۷۱۹/۱۶۶۵) اس حدیث میں چار رکعت ایک ساتھ پڑھی۔(۲) **ام هانی فانها قالت ان النبی ﷺ دخل بیتها یوم فتح مکة فاغتسل و صلی ثمانی رکعات فلم أری صلاۃ قط اخف منها غیر انه یتم الرکوع و السجود** ۔(بخاری شریف، باب صلاۃ الضحی فی السفر، ص۱۸۸، نمبر۱۱۷۶) اس حدیث میں آٹھ رکعت نماز چاشت کا ذکر ہے۔

[۳] **تهجد کی نماز** پڑھنا مستحب ہے۔

وجہ : (۱) اس آیت میں ہے۔ **و من اللیل فتهجد به نافلة لک عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا** ۔(آیت ۷۹، سورۃ الاسراء ۱۷) (۲) اس حدیث میں ہے۔ **سمع ابن عباس** ؓ **قال کان النبی ﷺ اذا قام من اللیل یتهجد** ۔(بخاری شریف، باب التهجد باللیل، ص۱۷۹، نمبر۱۱۲۰) (۳)۔ **سأل عائشة کیف کانت صلاۃ رسول الله ﷺ فی رمضان ؟ قالت ما کان رسول الله ﷺ یزید فی رمضان و لا فی غیره علی احدی عشرة رکعة یصلی أربعا فلا تسأل عن حسنهن و طولهن ثم یصلی أربعا فلا تسأل عن حسنهن و طولهن** ۔ (مسلم شریف، باب صلوۃ اللیل وعدد رکعات النبی فی اللیل، ص۲۹۹ نمبر ۷۳۸/۱۷۲۳ر بخاری شریف، باب قیام النبی ﷺ باللیل فی رمضان وغیرہ، ص۱۸۳، نمبر ۱۱۴۷) اس حدیث میں تہجد کی نماز ایک ساتھ چار رکعت پڑھی۔

[۴] **استخارہ کی نماز** ۔کسی نیک کام کرنے میں تذبذب ہو تو دو رکعت نماز پڑھے اور اس میں آگے والی دعا پڑھے، اور اللہ سے استخارہ کرے یہ مستحب ہے، اگر ایک دن میں راز نہ کھلے تو ایک ہفتہ تک کرتا رہے ۔استخارہ میں کبھی خواب میں آجاتا ہے کہ

(۶۲۶) وندب احیاء لیالی العشر الاخیر من رمضان واحیاء لیلتی العیدین ولیالی عشر ذی الحجة

یہ کام کرو، یا نہ کرو، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دل مائل ہوجاتا ہے کہ یہ کام کروں یا نہ کروں، پس کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی طرف دل مائل ہوگیا تو استخارہ پورا ہوگیا۔ استخارہ خود کرے یہی بہتر ہے۔

وجه : (۱) اس حدیث میں ہے۔ **عن جابر قال کان النبی ﷺ یعلمنا الاستخارة فی الامور کلها کا لسورة من القرآن ، اذا هم احدکم بالامر فلیرکع رکعتین من غیر الفریضة ثم یقول :اللهم انی استخیرک بعلمک و استقدرک بقدرتک و أسألک من فضلک العظیم فانک تقدر و لا اقدر ، و تعلم ولا اعلم ،و أنت علام الغیوب ، اللهم ان کنت تعلم ان هذا الامر خیر لی فی دینی و معاشی و عاقبة امری ـ او قال فی عاجل امری و آجله ـ فاقدره لی ، و ان کنت تعلم ان هذا الامر شر لی فی دینی و معاشی و عاقبة امری ـ او قال فی عاجل امری و آجله ـ فاصرفه عنی و اصرفنی عنه ، و اقدرلی الخیر حیث کان ثم رضنی به و یسمی حاجته** ۔ (بخاری شریف، باب الدعاء عند الاستخارة، ص ۱۱۰۸، نمبر ۶۳۸۲ / ابوداود شریف، باب الاستخارة، ص ۲۲۶، نمبر ۱۵۳۸) اس حدیث میں استخارہ کی دعا بھی ہے اور اس کی نماز کا طریقہ بھی بیان کیا ہے۔

[۵] **نماز حاجت**۔ کوئی ضرورت پڑ جائے تو دو رکعت حاجت کی نماز پڑھے

وجه : اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن عبد الله بن ابی اوفی قال قال رسول الله ﷺ من کانت له الی الله حاجة او الی احد من بنی آدم فلیتوضأ و لیحسن الوضوء ثم لیصل رکعتین ثم لیثن علی الله و لیصل علی النبی ﷺ ثم لیقل ، لا اله الا الله الحلیم الکریم سبحان الله رب العرش العظیم ، الحمد لله رب العالمین ، اسألک موجبات رحمتک و عزائم مغفرتک ، و الغنیمة من کل بر و السلامة من کل اثم ، لا تدع لی ذنبا الا غفرته و لا هما الا فرجته و لا حاجة هی لک رضا الا قضیتها یا ارحم الرحمین** ۔ (ترمذی شریف، باب ماجاء فی صلاۃ الحاجۃ، ص ۱۲۶، نمبر ۴۷۹ / ابن ماجۃ شریف، باب ماجاء فی صلاۃ الحاجۃ، ص ۱۹۷، نمبر ۱۳۸۴) اس حدیث میں نماز حاجت کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

ترجمه : (۶۲۶) اور رمضان کی اخیر کی دس راتیں اور دونوں عیدین کی شب اور عشرہ ذی الحجۃ کی راتیں اور شعبان کی پندرہوں رات کو (نماز وغیرہ سے) زندہ رکھنا مستحب ہے۔

تشریح : یہاں سے ان چار راتوں کا تذکرہ ہے جن میں زیادہ سے زیادہ نمازیں پڑھنا، اور عبادت کرنا مستحب ہے۔ ان میں سے [۱] پہلی ہے رمضان کی اخیر کی دس راتیں۔ ان دنوں میں اعتکاف کرے اور رات کو زیادہ سے زیادہ عبادت کرے۔

وجه : (۱) **عن عائشة ان رسول الله ﷺ قال تحروا لیلة القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان** ۔ (

و ليلة النصف من شعبان (٦٢٧) ويكره الاجتماع على احياء ليلة من هذه الليالی فی المساجد.

بخاری شریف، باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر، ص۳۲۳، نمبر۲۰۱۷)(۲)عن عائشةؓ قالت كان النبی ﷺ اذا دخل العشر شد مئزره و أحيا ليله و ايقظ أهله۔ (بخاری شریف، باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان، ص۳۲۴، نمبر۲۰۲۴) ان احادیث میں ہے کہ اخیر کی دس راتوں میں عبادت زیادہ سے زیادہ کرے۔

اور **دونوں عیدین کی شب۔**

وجہ : اس کے لئے قول صحابی یہ ہے۔ عن ابی الدرداء قال من قام ليلتی العيد لله محتسبا فلم يمت قلبه حتى تموت القلوب .... قال الشافعیؒ و بلغنا انه كان يقال ان الدعاء يستجاب فی خمس ليال : فی ليلة الجمعة ، و ليلة الاضحى ، و ليلة الفطر ، و اول ليلة من رجب ، و ليلة النصف من شعبان ۔ (سنن بیہقی، باب عبادۃ لیلۃ العیدین، ج ثالث، ص۴۴۵، نمبر۶۲۹۳)

اور عشرہ ذی الحجۃ کی راتیں

وجہ: (۱) اس کے لئے آیت یہ ہے والفجر o ولیال عشر o والشفع والوتر۔ (آیت ۲، سورۃ الفجر ۸۹) اس آیت میں دس راتوں سے ذی الحجہ کی دس راتیں مراد ہیں۔ (۲) اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ عن ابن عباس عن النبی ﷺ انه قال ما العمل فی أيام العشر افضل منها فی هذه قالوا و لا الجهاد ؟ قال و لا الجهاد الا رجل خرج يخاطر بنفسه و ماله فلم يرجع بشیء ۔ (بخاری شریف، باب فضل العمل فی ایام التشریق، ص۱۵۶، نمبر۹۶۹ رترمذی شریف، باب ماجاء فی صیام العشر، ص۱۹۱، نمبر۷۵۸)

اور شعبان کی پندرھوں رات کو (نماز وغیرہ سے) زندہ رکھنا مستحب ہے۔

وجہ :(۱) اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ عن عائشةؓ قالت فقدت رسول الله ﷺ ليلة .... فقال ان الله عزو جل ينزل ليلة النصف من شعبان الى السماء الدنيا فيغفر لأكثر من عدد شعر غنم كلب ۔ (ترمذی شریف، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان، ص۱۸۷، نمبر۷۳۹) (۲) قول تابعی یہ ہے۔ عن كثير بن مرة ان الله يطلع ليلة النصف من شعبان الى العباد فيغفر لاهل الارض ، الا رجل مشرك او مشاحن ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب النصف من شعبان، ج رابع، ص۲۴۵، نمبر۷۹۵۳)

ترجمہ : (۶۲۷) ہاں ان راتوں میں سے کسی شب کے لئے بھی مسجد میں جمع ہونے کا (اہتمام کرنا) مکروہ ہے۔

تشریح : کچھ لوگ ان راتوں میں جمع ہو کر چراغاں کرتے ہیں اور دھمال کرتے ہیں وہ مکروہ ہے، جمع ہو کر سنجیدگی سے عبادت کرے تو جائز ہے۔

﴿فصل : (فی صلوۃ النفل جالسا و الصلوۃ علی الدابّۃ﴾

(۶۲۸)یجوز النفل قاعدا مع القدرۃ علی القیام لکن لہ نصف اجر القائم الا من عذر (۶۲۹) و یقعد

وجہ : عن انس بن مالک ان جدتہ ملیکۃ دعت رسول اللہ لطعام صنعتہ لہ ....فقام رسول اللہ ﷺ و صففت انا و الیتیم ورائہ و العجوز من ورائنا فصلی لنا رسول اللہ ﷺ رکعتین ثم انصرف ۔(بخاری شریف، باب الصلاۃ علی الحصیر ،ص ۶۸ ،نمبر ۳۸۰)اس حدیث میں بغیر کسی بلاوہ کے چار آدمیوں نے جماعت کے ساتھ نفل پڑھی۔

﴿فصل: بیٹھ کر اور جانور پر نفل نماز کا بیان﴾

ضروری نوٹ : نفل نماز سہولت کے طور پر ہے اس لئے اس بات کی گنجائش دی گئی ہے کہ قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھے، البتہ عذر نہ ہو تو بیٹھ کر نفل پڑھنے سے آدھا ثواب ملے گا، اور اس کی بھی گنجائش دی گئی ہے سواری پر بیٹھ کر نماز پڑھے اور جس جانب سواری جا رہی ہو، اگر قبلے کی جانب متوجہ ہونا ممکن نہ ہو تو سواری کے منہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا جائے۔

وجہ : (۱)عن .عمران بن حصین قال سألت النبی ﷺ عن صلوۃ الرجل وھو قاعد فقال من صلی قائما فھو افضل ومن صلی قاعدا فلہ نصف اجر القائم ومن صلی نائما فلہ نصف اجر القاعد (بخاری شریف، باب صلوۃ القاعد، ص ۱۵۰، نمبر ۱۱۱۶ر ترمذی شریف، باب ماجاء ان صلوۃ القاعد علی النصف من صلوۃ القائم، ص ۸۵، نمبر ۳۷۱) حدیث سے معلوم ہوا کہ نفل نماز قدرت کے باوجود بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے، البتہ اس کو ثواب کھڑے ہونے والے سے آدھا ملے گا۔(۲)حدیث میں ہے جابر بن عبد اللہ اخبرہ ان النبی ﷺ کان یصلی التطوع وھو راکب فی غیر القبلۃ . (بخاری شریف ، باب صلوۃ التطوع علی الدواب حیثما توجھت بہ، ص ۱۴۸، نمبر ۱۰۹۴ر مسلم شریف، باب جواز صلوۃ النافلۃ علی الدابۃ فی السفر حیث توجھت، ص ۲۴۴، نمبر ۱۶۱۰/۷۰۰)(۳)عامر بن ربیعۃ اخبرہ قال رأیت النبی ﷺ وھو علی الراحلۃ یسبح یؤمی برأسہ قبل الی ای وجہ توجہ ولم یکن رسول اللہ ﷺ یصنع ذلک فی الصلوۃ المکتوبۃ . (بخاری شریف، باب ینزل للمکتوبۃ ص ۱۴۸ نمبر ۱۰۹۷ر مسلم شریف، باب جواز صلوۃ النافلۃ علی الدابۃ فی السفر حیث توجھت ص ۲۴۴ نمبر ۱۶۱۸/۷۰۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبلہ کے رخ کے خلاف نفل نماز پڑھ لے تب بھی جائز ہوگی۔

ترجمہ : (۶۲۸) قیام پر قدرت ہوتے ہوئے بھی بیٹھ کر نفل نماز جائز ہے، لیکن بلا عذر نصف اجر ہوگا۔

تشریح : اوپر حدیث گزر چکی ہے۔

ترجمہ : (۶۲۹)اور مختار مذہب میں یہ ہے کہ جس طرح تحیات میں بیٹھتے ہیں اس طرح بیٹھے۔

کالمتشھّد فی المختار(۶۳۰) وجاز اتمامہ قاعدا بعد افتتاحہ قائما بلا کراھة علی الاصح.(۶۳۱)ویتنفل راکبا خارج المصر مؤمیا الی ایّ جھة توجھت دابّتہ

تشریح : مذہب مختار یہ ہے کہ جس طرح تشہد پڑھتے وقت بیٹھتے ہیں اس طرح بیٹھ کر نفلی نماز پڑھے۔کیونکہ بیٹھنے میں یہ سب سے افضل طریقہ ہے۔لیکن مجبوری کی وجہ سے دوسرے طریقے پر بیٹھا تب بھی جائز ہے۔

وجہ : (۱) تشہد میں بیٹھنے کی کیفیت یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کرے اور بایاں بچھائے اور اس پر سرین رکھ کر بیٹھ جائے۔اس کے لئے یہ حدیث ہے۔فقال ابو حمید الساعدی.... فاذا جلس فی الرکعتین جلس علی رجلہ الیسری و نصب الیمنی واذا جلس فی الرکعة الآخرة قدم رجلہ الیسری ونصب الاخری وقعد علی مقعدتہ۔(بخاری شریف، باب سنۃ الجلوس فی التشہد، ص۱۱۴، نمبر ۸۲۸ مسلم شریف، باب ما یجمع صفۃ الصلوۃ وما یفتتح بہ، ص۱۹۴، نمبر ۴۹۸/۱۱۱۰)(۲) عن وائل بن حجر قال قدمت المدینة قلت لانظرن الی صلوة رسول اللہ ﷺ فلما جلس یعنی للتشھد افترش رجلہ الیسری ووضع یدہ الیسری یعنی علی فخذہ الیسری ونصب رجلہ الیمنی۔(ترمذی شریف، باب کیف الجلوس فی التشہد ص ۶۵ نمبر۲۹۲)اس حدیث میں ہے کہ بایاں پاؤں بچھائے اور اس پر سرین رکھ کر بیٹھ کر جائے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھے، یہی زیادہ مختار ہے۔

ترجمہ : (۶۳۰)اور نفل کو بیٹھ کر پورا کرنا جائز ہے اس کے بعد کہ کھڑا ہو کر شروع کیا ہو، بغیر کراہیت کے۔صحیح روایت میں۔

تشریح : نفل کھڑا ہو کر شروع کیا ہو اب اس کو بیٹھ کر پورا کرنا چاہتا ہو تو صحیح روایت میں یہ ہے کہ بغیر کراہیت کے جائز ہے۔ صاحبینؒ کا مسلک یہ ہے کہ کھڑا ہو کر شروع ہوا اور کوئی عذر نہ ہو تو کھڑا ہو کر ہی پوری کرے۔

وجہ : (۱)حدیث میں ہے۔ عن عائشة ان رسول اللہ ﷺ کان یصلی جالسا فیقرأ وھو جالس فاذا بقی من قرأتہ نحو من ثلثین آیة او اربعین آیة قام فقرأھا وھو قائم ثم رکع ثم سجد یفعل فی الرکعة الثانیة مثل ذلک .(بخاری شریف، باب اذا صلی قاعدا ثم صح او وجد خفۃ تمم ما بقی ،ص ۱۵۰، نمبر ۱۱۱۹ مسلم شریف، باب جواز النافلۃ قائما وقاعدا ،ص ۲۵۲، نمبر ۱۷۰۴/۷۳۱)اس حدیث میں آپ نے بیٹھ کر بھی نماز پڑھی اور کھڑے ہو کر بھی جس کا مطلب یہ ہے کہ کھڑے ہو کر شروع کیا تو بیٹھ کر پوری کر سکتا ہے۔اگر چہ کھڑا ہو کر ہی پوری کرنا بہتر ہے۔

ترجمہ : (۶۳۱)اور سوار پر شہر سے باہر جس جہت کی طرف چوپایہ متوجہ ہو اشارہ سے نفل پڑھنا جائز ہے۔

تشریح : شہر سے باہر سواری جس طرف جا رہی ہو اسی طرف رخ کر کے نفل پڑھنا جائز ہے۔شہر سے باہر نہ ہو بلکہ شہر کے اندر ہو اور سواری پر نہ ہو تو قبلے کی طرف توجہ کئے بغیر نفل نہیں ہوگی۔ کیونکہ قبلہ فرض ہے یہ تو حدیث کی بنا پر یہ سہولت دی گئی ہے۔

وجہ : (۱)عامر بن ربیعة اخبرہ قال رأیت النبی ﷺ وھو علی الراحلة یسبح یؤمی برأسہ قبل ای وجہ

(٦٣٢) وبنیٰ بنزوله لا برکوبه

توجه ولم یکن رسول الله ﷺ یصنع ذلک فی الصلوة المکتوبة . (بخاری شریف، باب ینزل للمکتوبۃ ،ص۱۷۶، نمبر۱۰۹۷ رمسلم شریف، باب جواز صلوۃ النافلۃ علی الدابۃ فی السفر حیث توجھت ،ص۲۴۴،نمبر۱۶۱۸/۷۰۰)(۲)جابر بن عبد الله اخبره ان النبی ﷺ کان یصلی التطوع وهو راکب فی غیر القبلة . (بخاری شریف، باب صلوۃ التطوع علی الدواب حیثما توجھت بہ ،ص۱۷۶، نمبر۱۰۹۴ رمسلم شریف، باب جواز صلوۃ النافلۃ علی الدابۃ فی السفر حیث توجھت ،ص۲۴۴،نمبر۱۶۱۰/۷۰۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبلہ کے رخ کے خلاف نفل نماز پڑھ لے تب بھی جائز ہوگی ۔(۳) اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ شہر سے باہر، کیونکہ اس میں سفر کا لفظ موجود ہے۔ کان عبد الله بن عمر یصلی فی السفر علی راحلته اینما توجهت به یؤمی وذکر عبد الله ان النبی ﷺ کان یفعله . (بخاری شریف، باب الایماء علی الدابۃ ،ص۱۴۸، نمبر ۱۰۹۶ رمسلم شریف، باب جواز صلوۃ النافلۃ علی الدابۃ فی السفر ،ص۲۴۴، نمبر۱۶۱۴/۷۰۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر سفر میں قبلہ کے خلاف رخ پر نماز پڑھتے تھے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ شہر میں ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

ترجمه : (٦٣٢)اور بنا کرسکتا ہے نیچے اتر کر نہ کہ سوار ہو کر۔

تشـريـح : سوار ہو کر نفل شروع کی اب ایک رکعت پڑھنے کے بعد نیچے اتر کر اس پر بنا کرنا چاہتا ہے تو بنا کر سکتا ہے۔ لیکن اگر زمین پر نفل شروع کی اور ایک رکعت پڑھنے کے بعد سوار ہو کر اس پر بنا کرنا چاہے تو بنا نہیں کر سکتا۔

وجـــه : (۱)اسکی وجہ یہ ہے کہ سواری پر تحریمہ باندھا تو اپنے اوپر لازم کیا کہ رکوع سجدے کا اشارہ کرے گا اور ہو سکے گا تو پورا رکوع اور سجدہ بھی کرے گا، تو گویا کہ اشارہ کر کے اور باضابطہ رکوع اور سجدہ کرے گا دونوں کا تحریمہ باندھا ہے۔ اسلئے سواری پر بھی نفل پڑھے اور نیچے اتر کر بھی بناء کر سکتا ہے (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ سواری پر رکوع اور سجدے کا اشارہ کرے گا اور قیام بھی نہیں کر سکے گا اسلئے سواری پر نماز کمزور ہے اور نیچے اترے گا تو رکوع اور سجدے کا اتمام کرے گا اور قیام بھی کرے گا اسلئے نیچے اترنے میں تحریمہ قوی ہے، اسلئے ضعیف کی بناء قوی پر ہو سکتی ہے، اسلئے بھی سواری سے اتر کر بناء کر سکتا ہے،(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ سواری سے نیچے اترنے میں عمل کثیر نہیں ہے اسلئے بھی بناء کر سکتا ہے۔

اصول: ضعیف کی بناء قوی پر ہو سکتی ہے۔ لیکن قوی کی بناء ضعیف پر نہیں ہو سکتی ہے۔

اور زمین پر تحریمہ باندھا اور ایک رکعت پڑھ چکا ہے اب سواری پر چڑھ کر بناء کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔ اسکی وجہ یہ ہے (۱) جب زمین پر تحریمہ باندھا تو اس بات کا التزام کیا کہ رکوع سجدے کا اتمام کرے گا اشارے کے ساتھ نہیں ادا کرے گا، اور قیام بھی کرے گا، اب سواری پر سوار ہو کر بناء کرے گا تو رکوع سجدے کا اشارہ کرے گا اور قیام بھی نہیں کر سکے گا تو اکمل شروع کر کے اضعف سے پورا کرنا چاہتا ہے اسلئے اضعف کی بناء اقوی پر نہیں کر سکے گا۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ سواری پر سوار ہوتے وقت عمل کثیر ہوگا جس سے

(۶۳۳)ولو کان بالنوافل الراتبة وعن ابی حنیفة رحمه الله تعالی انه ینزل لسنة الفجر لانها اکد من غیرها . (۶۳۴) وجاز للمتطوّع الاتّکاء علی شیء ان تعب بلا کراهة وان کان بغیر عذر فی الاظهر

تحریمہ باطل ہونے کا خطرہ ہے اسلئے بھی زمین سے شروع کر کے سواری پر بناء نہیں کرسکتا۔(۳) اور تیسری وجہ یہ ہے کہ زمین پر تحریمہ باندھا تو اکمل کا تحریمہ باندھا، اضعف کا نہیں باندھا، اسلئے اکمل کا تحریمہ باندھ کر اضعف اداء نہیں کرسکتا اسلئے کہ اسکا تحریمہ ہی نہیں باندھا ہے۔

ترجمه : (۶۳۳) اگر چہ سنت مؤکدہ ہو۔ اور امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ فجر کی سنت کے لئے نیچے اترے اس لئے کہ وہ دوسری سنتوں سے موکد ہے۔

تشریح : تمام سنت موکدہ بھی نفل کے درجے میں ہیں یعنی ان کو بھی بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے، اور سواری پر پڑھ سکتا ہے، البتہ امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ فجر کی سنت بہت مؤکد ہے اس لئے اس کو بیٹھ کر نہ پڑھے، اور نہ اس کو سواری پر پڑھے۔

وجه (۱) اس حدیث میں ہے . عن عائشة قالت : أن رسول الله ﷺ لم یکن علی شیء من النوافل أشد معاهدة منه علی الرکعتین قبل الصبح (ابوداود شریف، باب رکعتی الفجر، ص ۱۸۸، نمبر ۱۲۵۴) (۲) عن أبی هریرة قال قال رسول الله ﷺ لا تدعوهما و ان طردتکم الخیل (ابوداود شریف، باب فی تخفیفهما. ای رکعتی الفجر، ص ۱۸۸، نمبر ۱۲۵۸) اس حدیث میں ہے کہ فجر کی سنت اور سنتوں سے اہم ہے اسلئے اسکو سواری سے نیچے اتر کر پڑھے

لغت : الراتبۃ : دن رات میں جو بارہ سنت مؤکدہ ہیں ان کو نوافل راتبہ، کہتے ہیں۔

ترجمه : (۶۳۴) نفل پڑھنے والے کے لئے کسی چیز پر ٹیک لگانا جائز ہے اگر تھک گیا ہو، بغیر کراہیت کے، اور اگر بغیر کسی عذر کے ہو تو ظاہر روایت میں مکروہ ہے بے ادبی کی وجہ سے۔

تشریح : اگر تھک گیا ہو تو نفل پڑھنے والا کسی چیز پر ٹیک لگا سکتا ہے، یہ مکروہ نہیں ہے، اور اگر تھکا نہ ہو اور کوئی عذر بھی نہ ہو تو ظاہر روایت میں مکروہ ہے، کیونکہ یہ نماز کے ساتھ بے ادبی ہے۔

وجه : اس حدیث میں ہے۔ عن انس بن مالکؓ قال دخل النبی ﷺ فاذا حبل ممدود بین الساریتین فقال ما هذا الحبل ؟ قالوا هذا حبل لزینب فاذا فترت تعلقت فقال النبی ﷺ : لا، حلوه لیصل احدکم نشاطه فاذا فتر فلیقعد. (بخاری شریف، باب ما یکرہ من التشدید فی العبادۃ، ص ۱۸۴، نمبر ۱۱۵۰) اس حدیث میں ہے کہ حضرت زینبؓ ٹیک لگا کر نفل پڑھا کرتی تھیں، اور اسی حدیث میں حضورؐ اس طرح کرنے سے کراہیت کا اظہار فرمایا ہے۔

لغت : متطوع: نفل پڑھنے والا۔ اتکاء: ٹیک لگانا۔ تعب: تھک جانا۔ اسائۃ الادب: بے ادبی ہونا۔

لاساءة الادب (۶۳۵) ولا يمنع صحة الصلوة على الدابة نجاسة عليها ولو كانت فى السرج والركابين على الاصح (۶۳۶) ولا تصح صلوة الماشى بالاجماع.

﴿فصل : (فى صلوة الفرض والواجب على الدابة﴾

(۶۳۷)لا يصح على الدابة صلوة الفرض والواجبات كالوتر والمنذور وما شرع فيه نفلا فأفسده

ترجمه : (۶۳۵) نماز صحیح ہونے کو نجاست نہیں روکتی چاہے، چوپائے پر ہو، یا زین پر ہو، یا رکاب پر ہو صحیح روایت میں ۔

تشریح : چوپائے پر نجاست ہو یا زین پر نجاست ہو، یا رکاب پر نجاست ہو پھر بھی اس چوپائے پر نماز پڑھنا جائز ہے، کیونکہ حدیث کی بنا پر اتنی نجاست معاف ہے۔

وجہ : (۱) جب جانور پر نماز پڑھنا جائز ہے تو یقینی بات ہے کہ جانور پیشاب پیخانہ کیا ہوگا، اور بہت ممکن ہے کہ اس کا پیشاب پیخانہ زین اور رکاب کو بھی لگا ہوگا، اس لئے اس کے باوجود اس پر نماز جائز ہے۔(۲) حدیث یہ ہے۔ جابر بن عبد الله اخبره ان النبى ﷺ كان يصلى التطوع وهو راكب فى غير القبلة . (بخاری شریف، باب صلوۃ التطوع علی الدواب حیثما توجہت بہ، ص ۱۴۸، نمبر ۱۰۹۴ر مسلم شریف، باب جواز صلوۃ النافلۃ علی الدابۃ فی السفر حیث توجہت، ص ۲۴۴، نمبر ۱۶۱۰/۷۰۰)

لغت: دابۃ جانور، چوپایہ۔ سرج: زین۔ رکابین: رکاب کی تثنیہ ہے رکاب، سوار جس پر پاؤں رکھتا ہے۔

ترجمه : (۶۳۶) اور چلتے چلتے نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے بالا جماع۔

تشریح : چلتے چلتے نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔

وجہ : (۱) عن جابر بن عبد الله قال جاء عمر يوم الخندق فجعل يسب كفار قريش و يقول يا رسول الله ، ما صليت العصر حتى كادت الشمس ان يغيب فقال النبى ﷺ و انا و الله ما صليتها بعد قال فنزل الى بطحان فتوضاء و صلى العصر بعد ما غابت الشمس ثم صلى المغرب بعدها ۔(بخاری شریف، باب الصلاۃ عند مناھضۃ الحصون ولقاء العدو، ص ۱۵۲، نمبر ۹۴۵) اس حدیث میں چلتے ہوئے نماز نہیں پڑھی، بلکہ قضاء کی ۔(۲) بعض حضرات کے یہاں چلتے چلتے نماز جائز ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ ابن عمر عن النبى ﷺ وان كانوا اكثر من ذالك فليصلوا قياما و ركبانا ۔(بخاری شریف، باب صلاۃ الخوف رجالا ورکبانا، ص ۱۵۱، نمبر ۹۴۳) اس حدیث میں ہے کہ پیدل چلتے ہوئے نماز پڑھے۔

﴿فصل: جانور پر نماز فرض وواجب کے بیان میں﴾

ترجمه : (۶۳۷) جانور پر فرض نماز اور واجب نماز صحیح نہیں ہے۔ جیسے وتر ہے، نذر ہے، اور جو نفل شروع کی ہو پھر اس کو توڑ

.ولا صلوة الجنازة وسجدة تلیت آیتها علی الارض(۲۳۸) الا لضرورة کخوف لص علی نفسه او دابته او ثیابه لو نزل وخوف سبع و طین المکان وجموح الدابة وعدم وجدان من یُرکبه

دیاہو،اور نماز جنازہ جانور پر جائز نہیں،اور وہ سجدہ جسکی آیت زمین پر تلاوت کی گئی ہے۔

تشریح : نفلی نماز اور سنت نمازیں بغیر کسی عذر کے جانور پر پڑھنا جائز ہے،لیکن جو نمازیں فرض ہیں،یا واجب ہیں،یا اس کا حکم واجب کے درجے میں ہے اس کو مجبوری کے بغیر سواری پر پڑھنا جائز نہیں ہے۔مصنف نے اس کی پانچ مثالیں دی ہیں[۱] وتر کی نماز واجب ہے اس لئے اس کو جانور پر نہیں پڑھ سکتا۔[۲] نذر کی نماز واجب ہے اس لئے اس کو سواری پر نہیں پڑھ سکتا۔[۳] نفل کو شروع کیا پھر اس کو توڑ دیا تو اس کو ادا کرنا واجب ہو گیا،اس لئے اس کو سواری پر ادا نہیں کر سکتا۔[۴] نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اس لئے اس کو سواری پر ادا نہیں کرے گا۔[۵] جو سجدہ کی آیت زمین پر تلاوت کی اس کو زمین پر اکمل طریقے پر ادا کرنا واجب ہے اس لئے سواری پر اس کا سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔

وجه : (۱)اس حدیث میں ہے کہ فرض سواری پر پڑھنا جائز نہیں۔عامر بن ربیعة اخبره قال رأیت النبی ﷺ وهو علی الراحلة یسبح یؤمی برأسه قبل الی ای وجه توجه ولم یکن رسول الله ﷺ یصنع ذلک فی الصلوة المکتوبة .(بخاری شریف،باب ینزل للمکتوبۃ،ص۱۴۸،نمبر۱۰۹۷/مسلم شریف،باب جواز صلوۃ النافلۃ علی الدابۃ فی السفر حیث توجھت،ص۲۸۵،نمبر۷۰۰/۱۶۱۸)(۲)ان ابن عمر کان اذا اراد ان یوتر نزل عن راحلته فاوتر بالارض ۔(مصنف عبدالرزاق،باب الوتر علی الدابۃ،ج ثانی،ص۳۸۲،نمبر۴۵۵۳)اس عمل صحابی میں ہے کہ وتر زمین پر پڑھے۔

ترجمه : (۲۳۸)مگر ضرورت کی بنا پر[جانور پر فرض اور واجب پڑھ سکتا ہے]جیسے نیچے اترنے میں اپنی ذات،یا چوپائے،یا کپڑے پر چور کا خوف ہو۔اور پھاڑ کھانے والے کا خوف ہو،اور مکان کیچڑ والا ہو اور چوپایہ سرکش ہو اور عاجز ہونے کی وجہ سے کوئی ایسا نہ ہو جو اس پر سوار کر دے۔

تشریح : اگر مجبوری ہو تو فرض نماز اور واجب نماز جانور پر پڑھ سکتا ہے۔آگے مصنف نے مجبوری کی ۴ قسمیں بیان کی ہیں۔[۱] جیسے نیچے اترنے میں اپنی ذات پر،یا چوپائے پر،یا کپڑے پر چور کا خطرہ ہو کہ وہ چرا لے گا۔[۲] یا پھاڑ کھانے والے جانور کا خطرہ ہو کہ نیچے اترے گا تو جانور پھاڑ ڈالے گا۔[۳] یا جگہ کیچڑ والی ہو کہ اس میں اترنا ناممکن ہو[۴] یا جانور سرکش ہو اگر اترا تو اس پر سوار ہونا ناممکن ہے،اور کوئی دوسرا آدمی بھی نہیں ہے کہ اس پر سوار کر دے،تو ایسی صورت میں آدمی کے لئے گنجائش ہے کہ جانور پر ہی فرض اور واجب نماز پڑھ لے۔اور رکوع اور سجدے کا اشارہ کرے۔

وجه : (۱)اس قول تابعی میں ہے۔عن عطاء قال لا یصلی الرجل المکتوبة علی الدابة مقبلا الی البیت و لا

لعجزہ.(۶۳۹) والصلوۃ فی المحمل علی الدابة کالصلوۃ علیھا سواء کانت سائرة او واقفة (۶۴۰) ولو جعل تحت المحمل خشبة حتی بقی قرارہ الی الارض کان بمنزلة الارض فتصح

مدبرا عنه الا ان یکون مریضا او خائفا فلیصل علی دابته مقبلا الی البیت غیر مدبر عنه ۔(مصنف عبدالرزاق، باب ھل یصلی المکتوبۃ علی الدابۃ ،الخ ،ج ثانی ،ص ۳۷۷،نمبر ۴۵۲۰)(۲)عن عطاء قال ان کان انسان فی ماء لا یستطیع ان یخرج منه فلیصل و لیومیء برأسه ایماء ولا یسجد ۔(مصنف عبدالرزاق، باب ھل یصلی المکتوبۃ علی الدابۃ ،الخ، ج ثانی ،ص ۳۷۸،نمبر ۴۵۲۷)اس قول تابعی میں ہے کہ مجبوری ہو تو جانور پر فرض نماز پڑھ سکتا ہے۔(۳) وتر جانور پر پڑھے اس کے لئے پوری گنجائش ہے،اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن عبد اللہ بن عمر انه قال کان رسول اللہ ﷺ یوتر علی راحلته ۔(مسلم شریف، باب جواز صلوۃ النافلۃ علی الدابۃ فی السفر حیث توجھت ،ص ۲۸۵،نمبر ۱۶۱۷/۷۰۰ /ابوداود شریف ، باب التطوع علی الراحلۃ والوتر ،ص ۱۸۲،نمبر ۱۲۲۴) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ وتر سواری پر پڑھتے تھے۔

نوٹ آج کل ریل موٹر اور ہوائی جہاز پر نماز پڑھنے کا اتفاق ہوتا ہے، اگر وہاں رکوع سجدہ کر سکتا ہے تو فرض وغیرہ بھی اس پر جائز ہے، اور رکوع سجدہ نہیں کر سکتا ہے اور مجبوری ہے تو اشارہ سے نماز پڑھ لے اور مجبوری نہیں ہے تو نماز بعد میں پڑھے دلیل گزر چکی ہے

لغت : لص: چور۔ دابۃ: چوپایہ، جانور، سواری۔ سبع: پھاڑ کانے والا جانور۔ جموح: سرکشی کرنا، سواری کا قابو میں نہ آنا۔

ترجمه : (۶۳۹) اور نماز کجاوے میں ایسا ہے جیسے خود جانور پر نماز پڑھ رہا ہو چاہے جانور چل رہا ہو یا ٹھہرا ہوا ہو۔

تشریح : محمل کا ترجمہ ہے کجاوہ۔ کجاوے میں کھڑے ہونے کی جگہ نہ ہو اور نہ کھڑا ہو کر رکوع اور سجدہ کرنے کی جگہ ہو تو اس پر فرض اور واجب پڑھنا جائز نہیں ہے، اس کا حکم جانور کا حکم ہے، چاہے جانور چل رہا ہو چاہے ٹھہرا ہوا ہو۔ کیونکہ اس میں قیام نہیں کر سکے گا، اور نہ پورے طور پر رکوع سجدہ کر سکے گا۔

لغت : المحمل: کجاوہ، اونٹ پر دونوں جانب لکڑیا لگا کر انسان بیٹھنے کے لئے بناتے ہیں، جسکو کجاہ، اور محمل کہتے ہیں۔

ترجمه : (۶۴۰) اور اگر کجاوے کے نیچے لکڑی ڈال دی جائے کہ وہ زمین پر ٹک جائے تو کجاوہ زمین کی طرح ہو گیا اب اس میں کھڑا ہو کر فرض جائز ہے۔

تشریح : کجاوہ جانور پر ہے اور کجاوے کے نیچے لکڑی اس طرح ڈالی کہ کجاوہ لکڑی کے سہارے زمین پر ٹک گیا، اور اس میں اتنی جگہ ہے کہ کھڑا ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے، اور رکوع سجدہ کر سکتا ہے تو اب گویا کہ وہ زمین پر ہے اس لئے اس کا حکم زمین کا ہے، اس لئے اس میں کھڑا ہو کر فرض پڑھ سکتا ہے۔ لیکن اگر کھڑا نہیں ہو سکتا، یا پورے طور پر رکوع سجدہ نہیں کر سکتا ہے، تو اس کا حکم کجاوہ ہی کا رہے گا ، کیونکہ فرض کا اصل فرض قیام، رکوع، اور سجدہ نہیں ہو رہے ہیں۔

اصول : قیام، رکوع اور سجدہ کر سکتا ہو تو زمین کا حکم ہے، اور یہ نہ کر سکتا ہو تو اس کا حکم کجاوے کا ہے۔

الفریضة فیه قائما.

﴿فصل : (فی الصلوة فی السفینة﴾

(۶۴۱)صلوة الفرض فیها و هی جاریة قاعدا بلا عذر صحیحة عند ابی حنیفة بالرکوع والسجود (۶۴۲) وقالا لا تصح الا من عذر وهو الاظهر والعذر کدوران الرأس وعدم القدرة علی الخروج (۶۴۳)ولا تجوز فیها بالایماء اتفاقا (۶۴۴) والمربوطة فی لجة البحر وتحرّکها الریح شدیدا

﴿فصل: کشتی میں نماز پڑھنے کے بیان میں﴾

ترجمه : (۶۴۱) چلتی ہوئی کشتی میں امام صاحبؒ کے نزدیک بلا عذر بھی بیٹھ کر رکوع وسجود سے نماز پڑھنا صحیح ہے۔

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کی رائے ہے کہ کشتی چل رہی ہوتو اس کا چلنا ہی بیٹھنے کے لئے عذر ہے اس لئے عذر نہ بھی ہوتو بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔

وجه : (۱)اس اثر میں اسکا ثبوت ہے۔ حدثت عن أنس بن مالک أنه قصر فی سفینة ، فصلی فیها جالسا و صلی من معه جلوسا ۔(مصنف عبدالرزاق، باب ھل یصلی الرجل وھو یسوق دابتہ؟ وقصر الصلو ۃ، ج ثانی، ص۳۸۳، نمبر ۴۵۵۷)اس اثر میں ہے کہ حضرت انسؓ نے کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔جس سے معلوم ہوا کہ بغیر عذر کے بھی کشتی میں فرض نماز بیٹھ کر پڑھی تو نماز ہوجائے گی۔

ترجمه : (۶۴۲) اور صاحبینؒ کے نزدیک بلا عذر صحیح نہیں، یہی ظاہر مذہب ہے۔اور عذر کی مثال جیسے سر گھومے (چکرائے)اور باہر نکلنے پر قادر نہ ہو۔

تشریح : صاحبینؒ کے نزدیک یہ ہے کہ چلتی ہوئی کشتی میں کھڑا ہونا مشکل ہو مثلا سر میں چکر آتا ہو اور باہر نکلنے پر قدرت نہ ہوتو اب بیٹھ کر نماز پڑھے، لیکن اگر کھڑا ہونا ممکن ہوتو بیٹھ کر نماز نہ پڑھے۔

وجه :اس اثر میں ہے۔ عن عطاء قال : یصلون فی السفینة قیاما الا أن یخافوا أن یغرقوا ، فیصلون جلوسا یتبعون القبلة حیث ما زالت ۔(مصنف عبدالرزاق، باب الصلو ۃ فی السفینۃ، ج ثانی، ص۳۸۳، نمبر ۴۵۶۱)اس اثر میں ہے کہ ڈوبنے کا خطرہ ہوتب ہی بیٹھ کر نماز پڑھے۔یا پھر کھڑا ہونا مشکل ہوتب ہی بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔

ترجمه : (۶۴۳) اور سب کے نزدیک کشتی میں اشارہ سے نماز جائز نہیں۔

تشریح : کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے اس لئے اشارے سے نماز پڑھنا کسی کے نزدیک جائز نہیں۔دلیل اوپر گزر چکی۔

ترجمه : (۶۴۴)اور جو کشتی سمندر کے درمیان اس طرح بندھی ہوئی ہو کہ ہوا اس کو سخت ہلا رہی ہوتو وہ چلنے والی کشتی کی طرح

كالسائرة والا فكالواقفة على الاصح (۶۴۵) وان كانت مربوطة بالشطّ لا تجوز صلوته قاعدا بالاجماع (۶۴۶) فان صلى قائما وكان شيء من السفينة على قرار الارض صحت الصلوة والا فلا تصح على المختار الا اذا لم يمكنه الخروج (۶۴۷) ويتوجّه المصلى فيها الى القبلة عند افتتاح

ہے، ورنہ تو ٹھہرنے والی کشتی کی طرح ہے۔صحیح روایت پر۔

تشریح : کشتی سمندر کے درمیان ہو اور بہت ہل رہی ہو تو وہ چلنے والی کشتی کی طرح ہے، اور ہل نہ رہی ہو بلکہ ٹھہری ہوئی ہو تو اس کا حکم ساحل پر بندھی ہوئی کشتی کی طرح ہے، کہ اس میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔

اصول : کھڑا ہو کر نماز پڑھنا ممکن ہو تو کھڑا ہونا ضروری ہے ورنہ بیٹھ کر نماز پڑھے۔

لغت : لجۃ: سمندر کا گہرا پانی۔ مربوطۃ : باندھا ہوا ہو۔ سائرۃ: سار سے مشتق ہے، چلنے والی۔ شط: سمندر کا کنارہ، ساحل۔

ترجمہ : (۶۴۵) اور اگر کنارہ پر بندھی ہوئی ہو تو اس میں سب کے نزدیک بیٹھ کر نماز جائز نہیں۔

تشریح : کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کی گنجائش اس لئے ہے کہ سر میں چکر آنے کا امکان ہے اس لئے کھڑا نہیں ہو سکتا ہے، لیکن کشتی کنارے پر کھڑی ہے تو اب کھڑا ہو سکتا ہے اس لئے اب بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

وجه : عن ابراهيم قال تصلى فى السفينة قائما فان لم يستطيع فقاعدا تتبع القبلة حيث مالت ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الصلوۃ فی السفینۃ، ج ثانی، ص ۳۸۳، نمبر ۴۵۶۴) اس قول تابعی میں ہے کہ حتی المقدور کشتی میں نماز کھڑا ہو کر پڑھے۔

ترجمہ : (۶۴۶) اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور کشتی کا کچھ حصہ زمین پر ٹھہرا ہے تو نماز صحیح ہوگی، ورنہ تو صحیح نہیں ہوگی مذہب مختار پر، مگر یہ کہ نکلنا ممکن نہ ہو۔

تشریح : اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کشتی سے نکل کر زمین پر کھڑا ہو کر پورے طور پر رکوع وسجدہ کر کے نماز پڑھنا ممکن ہو تو اس صورت میں اگر کشتی کا کچھ حصہ زمین پر ٹکا ہوا ہے تب تو یہ کشتی بھی زمین کی طرح ہوگئی اس لئے اس پر کھڑا ہو کر نماز پڑھنا درست ہے۔ اور اگر زمین پر ٹکی ہوئی نہیں ہے تو یہ زمین کی طرح نہیں ہوئی خالص کشتی باقی رہ گئی، اس لئے مصنف کی رائے ہے کہ اس پر نماز درست نہیں، ہاں باہر نکلنا ممکن نہ ہو تو کشتی میں نماز درست ہے۔۔ اصل مذہب یہ ہے کہ باہر نکلنا ممکن ہو اور کشتی میں پورے طور پر رکوع وسجدہ کر کے نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو باہر نماز پڑھے، اور باہر نکلنا ممکن نہ ہو تو جس طرح نماز پڑھنا ممکن ہو، بیٹھ کر یا کھڑا ہو کر اس طرح نماز پڑھے، نماز ہو جائے گی، کیونکہ اب مجبوری ہے۔

ترجمہ : (۶۴۷) اور کشتی میں قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز شروع کرے، اور جب جب بھی کشتی قبلہ سے پھرے تو نماز کے درمیان قبلہ کی طرف متوجہ ہوتا رہے، یہاں تک کہ قبلہ رخ نماز پوری کرے۔

الصلوة و كلّما استدارت عنها يتوجّه اليها فى خلال الصلوة حتى يتمّها مستقبلا.

﴿فصل : (فى التراويح﴾

(۶۴۸) التراويح سنة للرجال والنساء.

تشــــريــح : کشتی میں نماز شروع کرے قبلے کی جانب متوجہ ہوکر شروع کرے، اور درمیان میں کشتی گھومتی جائے تو آدمی قبلہ کی طرف گھومتا جائے اور قبلہ ہی کی طرف ہوکر نماز ختم کرے۔

وجه : (۱) اس آیت میں ہے۔ و حيث ما كنتم فولوا وجوهكم شطره ۔ (آیت ۱۵۰، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ جہاں بھی ہو قبلہ کی طرف چہرہ کرو۔ (۲) اس قول تابعی میں ہے۔ عن عطاء قال : يصلون فى السفينة قياما الا أن يخافوا أن يغرقوا ، فيصلون جلوسا يتبعون القبلة حيث ما زالت ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الصلوۃ فی السفینۃ، ج ثانی، ص ۳۸۳، نمبر ۴۵۶۱) کہ قبلہ کی طرف گھومتا جائے۔

﴿فصل: تراویح کے بیان میں﴾

ترجمه : (۶۴۸) تراویح مردوں اور عورتوں کے لئے سنت مؤکدہ ہے۔

تشــــريــح : تراویح راحۃ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے آرام کرنا، چونکہ ہر چار رکعتوں کے بعد آرام کرتے ہیں اس لئے اس کو تراویح کہتے ہیں۔ یہ مرد اور عورت کے لئے سنت مؤکدہ ہے۔

وجه : (۱) تراویح پڑھنے کی دلیل اور مرد اور عورت کے لئے سنت مؤکدہ ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ ان عائشة اخبرته ان رسول الله ﷺ خرج ليلة من جوف الليل فصلى فى المسجد وصلى رجال بصلاته فاصبح الناس فتحدثوا فاجتمع اكثر منهم فصلى فصلوا معه فاصبح الناس فتحدثوا فكثر اهل المسجد من الليلة الثالثة فخرج رسول الله فصلى بصلوته فلما كانت الليلة الرابعة عجز المسجد عن اهله حتى خرج لصلوة الصبح فلما قضى الفجر اقبل على الناس فتشهد ثم قال اما بعد ! فانه لم يخف علىّ مكانكم لكنى خشيت ان تفرض عليكم فتعجزوا عنها فتوفى رسول الله والامر على ذلك ۔ (بخاری شریف، باب فضل من قام رمضان، ص ۳۲۲، نمبر ۲۰۱۲ / مسلم شریف، باب الترغیب فی قیام رمضان وھو التراویح، ص ۳۰۸، نمبر ۷۶۱ / ۱۷۸۴ / ابو داؤد شریف، کتاب تفریع ابواب شہر رمضان باب فی قیام شہر رمضان، ص ۲۰۲، نمبر ۱۳۷۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور تراویح کے لئے رمضان میں تین راتیں کھڑے ہوئے تھے اور لوگوں کو تراویح پڑھائی تھی۔ البتہ ہمیشہ اس لئے نہیں پڑھائی کہ کہیں فرض نہ ہو جائے۔ اس حدیث سے

(۶۴۹) وصلوتها بالجماعة سنة كفاية (۶۵۰) ووقتها بعد صلوة العشاء. (۶۵۱) ويصح تقديم

یہ بھی معلوم ہوا کہ تراویح جماعت کے ساتھ پڑھے۔(۲)أن ابا هريرةؓ قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول لرمضان ((من قامه ايمانا و احتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه . (بخاری شریف، باب فضل من قام رمضان، ص۳۲۲، نمبر ۲۰۰۸ر مسلم شریف، باب الترغیب فی قیام رمضان وھوالتراویح، ص ۳۰۸، نمبر ۱۷۵۹/۷۹/ابو داؤد شریف، کتاب تفریع ابواب شہر رمضان باب فی قیام شہر رمضان، ص۲۰۲، نمبر۱۳۷۱) اس حدیث میں ہے کہ ایمان کے ساتھ جو تراویح پڑھے گا اسکا گناہ معاف کر دیا جائے گا۔اس میں تراویح کا ثبوت ہے۔(۳) عورت کے لئے بھی تراویح سنت مؤکدہ ہے اس کی دلیل اس قول صحابی میں ہے۔ عن عرفجة ان علياؓ كان يأمر الناس بالقيام فى رمضان فيجعل للرجال اماما و للنساء اماما ۔(مصنف عبد الرزاق، باب قیام رمضان ج رابع، ص۱۹۹، نمبر۷۷۲۵/سنن بیہقی، باب قیام شہر رمضان، ج ثانی، ص ۶۹۵، نمبر ۴۶۰۶) اس عمل صحابی میں ہے کہ عورت کے لئے بھی تراویح کا امام مقرر فرماتے تھے۔

ترجمه : (۶۴۹) اور اس کی جماعت سنت کفایہ ہے۔

تشریح : تراویح کی جماعت سنت کفایہ ہے، کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ محلے میں کچھ لوگ جماعت کے ساتھ تراویح پڑھ لیں تو جماعت کی سنت ادا ہو جائے گی۔

وجه : (۱) ان عمر بن خطاب امر رجلا يصلى بهم عشرين ركعة. (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۶۷۷ کم یصلی فی رمضان من رکعۃ، ج ثانی، ص ۱۶۵، نمبر۷۶۸۱/مصنف عبد الرزاق، باب قیام رمضان ج رابع، ص ۲۰۰، نمبر۷۷۶۰) اس حدیث اور عمل صحابہ سے معلوم ہوا کہ تراویح کی نماز بیس رکعتیں ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھے۔(۲) ان عليا أمر رجلا يصلى بهم عشرين ركعة . (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۶۷۷ کم یصلی فی رمضان من رکعۃ، ج ثانی، ص ۱۶۵، نمبر ۷۶۸۰/سنن للبیھقی، باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان ج ثانی ص ۶۹۸، نمبر ۴۶۲۰) اس اثر میں بھی ہے کہ حضرت علیؓ بیس رکعتیں تراویح پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جماعت کے ساتھ پڑھے۔

ترجمه : (۶۵۰) اور اس کا وقت نماز عشا کے بعد ہے۔

وجه : اس حدیث میں ہے کہ ,جوف اللیل، میں نماز پڑھائی جس سے معلوم ہوا کہ عشاء کے بعد تراویح کا وقت ہے۔ ان عائشة اخبرته ان رسول الله ﷺ خرج ليلة من جوف الليل فصلى فى المسجد و صلى رجال بصلاته ۔(بخاری شریف، باب فضل من قام رمضان، ص۳۲۲، نمبر۲۰۱۲/مسلم شریف، باب الترغیب فی قیام رمضان وھوالتراویح، ص ۳۰۸، نمبر ۷۶۱/ ۱۷۸۴)

ترجمه : (۶۵۱) اور صحیح ہے وتر کو تراویح پر مقدم کرنا اور اس سے مؤخر کرنا۔

الوتر علی التراویح وتاخیرہ عنها (٦٥٢) و یستحبّ تاخیر التراویح الی ثلث اللیل او نصفه ولا یکرہ تاخیرها الی ما بعدہ علی الصحیح (٦٥٣) وهی عشرون رکعة بعشر تسلیمات.

تشریح : تراویح وتر کے تابع نہیں ہے اس لئے تراویح کو وتر سے پہلے بھی پڑھ سکتے ہیں اور بعد میں بھی، البتہ وتر کو تراویح کے بعد پڑھنا بہتر ہے، کیونکہ وتر کے بارے میں حدیث ہے کہ وہ رات کی آخری نماز ہو۔

وجه : اس حدیث میں اشارہ ہے کہ وتر بعد میں پڑھے۔ **عن ابن عباس قال کان النبی ﷺ یصلی فی شهر رمضان عشرین رکعة و الوتر** ۔(طبرانی الکبیر، باب مقسم عن ابن عباس، ج حادی عشر، ص ۳۱۱، نمبر ۱۲۱۰۲ رسنن للبیهقی، باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شهر رمضان، ج ثانی، ص ۶۹۸، نمبر ۴۶۱۵ رمصنف ابن ابی شیبۃ، باب کم یصلی فی رمضان من رکعۃ، ج ثانی، ص ۱۶۶، نمبر ۷۶۹۱) عشرین رکعة والوتر، سے پتہ چلتا ہے کہ وتر بعد میں پڑھے۔

ترجمه : (۶۵۲) اور تراویح کو تہائی رات تک یا آدھی رات تک مؤخر کرنا مستحب ہے، اور صحیح روایت میں اس کے بعد بھی مکروہ نہیں ہے۔

تشریح: تراویح کا وقت عشاء کے بعد ہے، لیکن مستحب یہ ہے کہ تہائی رات تک مؤخر کرے، یا آدھی رات تک مؤخر کرے۔ اور اس کے بعد بھی مؤخر کرے تو مکروہ نہیں ہے۔ لیکن یہ اس وقت ہے جب نمازی کو نشاط ہو ورنہ عشاء کے فورا بعد تراویح شروع کرے

وجه : (۱) **ان عائشة اخبرته ان رسول الله ﷺ خرج لیلة من جوف اللیل فصلی فی المسجد وصلی رجال بصلاته** ۔(بخاری شریف، باب فضل من قام رمضان، ص ۳۲۲، نمبر ۲۰۱۲ رمسلم شریف، باب الترغیب فی قیام رمضان وهو التراویح، ص ۳۰۸، نمبر ۱۷۸۴/۷۶۱) اس حدیث میں ,جوف اللیل، سے اشارہ ہے کہ تراویح رات کے درمیانی حصے میں پڑھی ۔(۲) اور سحری سے پہلے پہلے تک مؤخر کرسکتا ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن ابی ذر قال : صمنا مع رسول الله ﷺ رمضان فلم یقم بنا شیئا من الشهر ....فلما کانت الثالثة جمع أهله و نسائه و الناس فقام بنا حتی خشینا أن یفوتنا الفلاح ، قال قلت : ما الفلاح ؟ قال السحور ، ثم لم یقم بنا بقیةالشهر** ۔(ابوداود شریف، باب فی قیام شهر رمضان، ص ۲۰۵، نمبر ۱۳۷۵) اس حدیث میں ہے کہ سحری تک تراویح پڑھتے رہے جسکا مطلب یہ ہوا کہ سحری تک وقت ہے۔

لغت: ثلث اللیل، ونصفه: تہائی رات یعنی دس بجے رات تک، اور آدھی رات یعنی بارہ بجے رات تک مؤخر کرے۔

ترجمه : (۶۵۳) اور تراویح دس سلام سے بیس رکعت ہیں۔

تشریح : تراویح دو دو رکعت کر کے پڑھے، اور دس سلام کے ساتھ بیس رکعتیں پڑھے۔

وجه : بیس رکعت تراویح کی دلیل یہ حدیث ہے (۱)۔ **عن ابن عباس قال کان النبی ﷺ یصلی فی شهر رمضان عشرین رکعة و الوتر** ۔(طبرانی الکبیر، باب مقسم عن ابن عباس، ج حادی عشر، ص ۳۱۱، نمبر ۱۲۱۰۲ رسنن للبیهقی، باب ماروی فی

عدد رکعات القیام فی شہر رمضان، ج ثانی، ص ۶۹۸ ،نمبر ۴۶۱۵ ر مصنف ابن ابی شیبۃ، باب کم یصلی فی رمضان من رکعۃ، ج ثانی، ص ۱۶۶، نمبر ۷۶۹۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضورؐ بیس رکعتیں تراویح پڑھتے تھے۔ (۲) ان عمر بن خطاب امر رجلا یصلی بھم عشرین رکعۃ (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۶۷۷ کم یصلی فی رمضان من رکعۃ، ج ثانی، ص ۱۶۵، نمبر ۷۶۸۱ ر مصنف عبدالرزاق، باب قیام رمضان، ج رابع، ص ۲۰۰ نمبر ۷۷۶۰)اس حدیث اور عمل صحابہ سے معلوم ہوا کہ تراویح کی نماز بیس رکعتیں ہیں۔ (۳)ان علیا أمر رجلا یصلی بھم عشرین رکعۃ . (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۶۷۷ کم یصلی فی رمضان من رکعۃ، ج ثانی، ص ۱۶۵، نمبر ۷۶۸۰ رسنن للبیھقی، باب ما روی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان ج ثانی ص ۶۹۸ ،نمبر ۴۶۲۰)اس اثر میں بھی ہے کہ حضرت علیؓ بیس رکعتیں تراویح پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔

(۴)امام ترمذیؒ نے فرمایا کہ اہل مدینہ کی ایک رائے ہے کہ ۴۱ رکعتیں تراویح پڑھے، البتہ امام شافعیؒ کا مسلک یہ بیان فرمایا کہ وہ بیس رکعتیں پڑھنے کے قائل ہیں ترمذی شریف کی عبارت یہ ہے۔و اختلف اھل العلم فی قیام رمضان، فرأی بعضھم أن یصلی احدی و اربعین رکعۃ مع الوتر، و ھو قول أھل المدینۃ، و العمل علی ھذا عندھم بالمدینۃ وأکثر اھل العلم علی ما روی عن علی و عمر و غیرھما من أصحاب النبی ﷺ عشرین رکعۃ و ھو قول سفیان الثوری و ابن المبارک و الشافعی، و قال الشافعی و ھکذا أدرکت ببلدنا بمکۃ یصلون عشرین رکعۃ . (ترمذی شریف، باب ماجاء فی قیام شھر رمضان، ۲۰۱، نمبر ۸۰۶)اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ کا مسلک بھی یہی ہے کہ تراویح بیس رکعتیں پڑھی جائے۔

نوٹ: (۱) حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث ہے جس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ تراویح کی نماز صرف آٹھ رکعتیں ہیں، لیکن اس حدیث سے استدلال کرنا اسلئے صحیح نہیں ہے کہ امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداود اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حضورؐ کے تہجد کے باب میں نقل کیا ہے، جس کا مطلب یہ نکلا کہ یہ حضرات اس حدیث کو تہجد کے ساتھ خاص مانتے تھے کہ آپ تہجد میں آٹھ رکعتیں پڑھا کرتے تھے تراویح میں نہیں۔(۱) حدیث یہ ہے۔سأل عائشۃؓ کیف کانت صلوۃ رسول اللہ ﷺ فی رمضان؟ فقالت : ما کان رسول اللہ ﷺ یزید فی رمضان و لا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ، یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنھن و طولھن، ثم یصلی ثلاثا . (بخاری شریف، باب قیام النبی ﷺ باللیل فی رمضان وغیرہ، ص ۱۸۳، نمبر ۱۱۴۷ ر مسلم شریف، باب صلوۃ اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ فی اللیل وان الوتر رکعۃ، ص ۲۹۹، نمبر ۷۳۸ ر ۱۷۲۳ ر ابوداود شریف، باب فی صلوۃ اللیل، ص ۱۹۹، نمبر ۱۳۴۱ ر ترمذی شریف، باب ماجاء فی وصف صلوۃ النبی ﷺ باللیل، ص ۹۹، نمبر ۴۳۹) یہ حدیث مسلم شریف، ابوداود شریف، ترمذی شریف میں صرف تہجد کے باب میں ذکر فرمایا ہے تراویح کے باب میں ذکر نہیں فرمایا جسکا

(۶۵۴) **ویستحبّ الجلوس بعد کل اربع بقدر ها و کذا بین الترویحة الخامسة والوتر.**

مطلب یہ ہے کہ حضور تہجد میں آٹھ رکعتیں پڑھتے تھے (۲) اس حدیث سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے۔ **عن ابن عباس قال کان النبی** ﷺ **یصلی من اللیل ثمان رکعات و یوتر بثلاث** ۔(طبرانی کبیر، باب یحی بن وثاب عن ابن عباس، ج ثانی عشر، ص ۱۰۶، نمبر ۱۲۶۹۰) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ تہجد کی نماز حضور ؐ آٹھ رکعتیں پڑھتے تھے۔

(۳) صرف امام بخاریؒ نے اس حدیث کو تراویح کے باب میں بھی ذکر فرمایا ہے، اور تہجد کے باب میں بھی ذکر فرمایا ہے۔ تہجد کے بارے میں بخاری کی اوپر حدیث گزر چکی اور تراویح کے بارے میں حدیث کا باب یہ ہے ۔ **سأل عائشةؓ کیف کانت صلوة رسول الله** ﷺ **فی رمضان ؟ فقالت : ما کان یزید فی رمضان و لا فی غیره علی احدی عشرة رکعة ، یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنهن و طولهن ، ثم یصلی أربعا فلا تسأل عن حسنهن و طولهن ثم یصلی ثلاثا .** (بخاری شریف، باب فضل من قام رمضان، ص ۳۲۲، نمبر ۲۰۱۳) اس آٹھ رکعتوں کی حدیث کو امام بخاریؒ نے قیام رمضان ،یعنی تراویح کے باب میں ذکر فرمایا ہے۔ (۴) اس حدیث میں تذکرہ ہے کہ آپ چار رکعتیں ایک ساتھ پڑھا کرتے تھے جن کے حسن کا کیا کہنا۔ اور تراویح کی نماز ایک ساتھ چار رکعت نہیں ہوتی۔ بلکہ دو دو رکعت کر کے ہوتی ہے۔ اس لئے وہ حدیث تراویح کے بارے میں نہیں ہے بلکہ تہجد کے بارے میں ہے۔ (۵) سنن للبیھقی نے دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کیا ہے کہ پہلے گیارہ رکعت تہجد پڑھتے ہوں گے۔ پھر بیس رکعت تراویح پڑھتے ہوں گے۔ ان کا جملہ اس طرح ہے **ویمکن الجمع بین الروایتین فانهم کانوا یقومون باحدی عشرة ثم کانوا یقومون بعشرین ویوترون بثلاث.** (سنن للبیھقی، باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان، ج ثانی، ص ۶۹۹، نمبر ۴۶۱۸) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ رمضان میں بھی پہلے تہجد کی نماز آٹھ رکعتیں پڑھتے ہونگے، انکے بعد تراویح کی بیس رکعتیں پڑھتے تھے۔

ترجمه : (۶۵۴) اور ہر چار رکعت پر اسی کے بقدر بیٹھنا مستحب ہے۔ اسی طرح پانچویں ترویحہ اور وتر کے درمیان بیٹھنا بھی مستحب ہے۔

تشریح : بیس رکعتیں دس سلام سے پڑھے اور دو دو رکعت پر سلام پھیرے۔ اور ہر چار رکعت کے بعد آرام کرے، جسکو, ترویحہ، کہتے ہیں، اور وتر اور پانچویں ترویحہ کے درمیان بھی آرام کرے۔

وجه : (۱) دو دو رکعت کر کے نماز پڑھے اس کی دلیل یہ عمل صحابی ہے۔ **عن ابی عمر انه صلی خلف ابی هریرة و کان یصلی رکعتین ثم یسلم ثم یقوم فیوتر بر کعة** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۲۸۵ فی کم یسلم الامام، ج ثانی، ص ۱۷۰، نمبر ۳۴۷۷) اس اثر میں ہے کہ تراویح میں دو رکعت پر سلام پھیرے۔ (۲) اور ہر چار رکعت پر بیٹھے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن عائشةؓ قالت کان رسول الله** ﷺ **یصلی اربع رکعات فی اللیل ثم یتروح فأطال حتی رحمته فقلت بأبی**

(۶۵۵) وسُنَّ ختم القرآن فیها مرة فی الشهر علی الصحیح (۶۵۶) وان ملّ به القوم قرأ بقدر ما

انت و أمی یا رسول الله قد غفر الله لک ما تقدم من ذنبک و ما تأخر ، قال : أفلا أکون عبدا شکوراً ۔ (سنن للبیھقی، باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان ج ثانی ص۷۰۰، نمبر۴۶۲۳) اس حدیث میں بھی ہے کہ آپ تہجد کی چار رکعتوں کے بعد آرام فرماتے تھے ۔(۳) کان عمر بن خطاب یروحنا فی رمضان یعنی بین الترویحتین قدر ما یذھب الرجل من المسجد الی سلع . (سنن للبیھقی، باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان ج ثانی ص ۷۰۰، نمبر۴۶۲۲ رمصنف ابن ابی شیبۃ، باب کم یصلی فی رمضان من رکعۃ، ج ثانی ص۱۶۶، نمبر۷۶۸۹ رمصنف عبدالرزاق، باب قیام رمضان، ج رابع ص۲۰۴، نمبر۷۷۴۹) اس عمل سے معلوم ہوا کہ دوترویحوں کے درمیان تھوڑا آرام بھی کرنا چاہئے تاکہ لوگ پریشان نہ ہوں۔

ترجمه : (۶۵۵) اور تراویح میں ایک ختمِ قرآن مجید مہینہ بھر میں کرنا صحیح روایت پر سنت ہے۔

تشریح : پورے مہینے کی تراویح میں ایک قرآن ختم کرنا سنت ہے۔

وجه : (۱) اس حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔عن عبد الله بن عمر قال قال لی رسول الله ﷺ اقرأ القرآن فی شهر قلت انی اجد قوة قال فاقرأه فی سبع و لا تزد علی ذالک ۔(بخاری شریف، باب فی کم یقرأ القرآن، ص۹۰۵، نمبر۵۰۵۴ رابوداود شریف، باب فی کم یوراًالقرآن، ص۲۰۸، نمبر۱۳۸۸) اس حدیث میں ہے کہ ایک ماہ میں قرآن ختم کرنا چاہئے ۔(۲) کان عمر بن عبد العزیز یأمر الذین یقرأون فی رمضان فی کل رکعة بعشر آیات عشر آیات . (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۶۷۷ فی صلوۃ رمضان، ج ثانی ص۱۶۴، نمبر۷۶۷۵)

ترجمه : (۶۵۶) اگر قوم آزردہ ہوتی ہو تو اتنا پڑھے جس سے ان کو باعث نفرت نہ ہو، مختار روایت میں۔

تشریح : قوم کو پریشانی ہوتی ہو تو تراویح کی ہر رکعت میں اتنی آیتیں پڑھے جن سے ان کو نفرت نہ ہو مختار روایت یہی ہے، چنانچہ حضرت عمرؓ تیز پڑھنے والوں سے تیس اور اوسط پڑھنے والے سے پچیس، اور آہستہ پڑھنے والے سے بیس آیتیں پڑھنے کے لئے کہتے تھے۔

وجه : (۱) عن ابی عثمان قال : دعا عمر القراء فی رمضان فأمر اسرعهم قراء ة أن یقرأ ثلاثلین آیة و الوسط خمسا و عشرین آیة و البطی ء عشرین آیة ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۶۷۶ فی صلوۃ رمضان، ج ثانی ص ۱۶۴، نمبر۷۶۷۱ رسنن بیھقی، باب قدر قراءتھم فی قیام شھر رمضان، ج ثانی ص۷۰۰، نمبر۴۶۲۴) اس اثر میں ہے کہ سست پڑھنے والے کو بھی بیس آیتیں پڑھنے کے لئے کہتے تھے۔اب ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھے تو ایک دن کی بیس رکعتوں میں چار سو آیتیں ہو نگیں اور تیس دنوں میں بارہ ہزار آیتیں ہونگیں۔قرآن کریم میں ۶۲۳۶ آیتیں ہیں اسلئے بارہ ہزار کو ۶۲۳۶ سے تقسیم دیں تو پورے

لايـؤدّى الى تنفيرهم فى المختار (٦٥٧) ولا يترک الصلوة على النبى صلى الله عليه وسلم فى كل تشهد منها ولو ملّ القوم على المختار ولا يترک الثناء وتسبيح الركوع والسجود ولا يأتى بالدعاء ان ملّ القوم (٦٥٨) ولا تُقضى التراويح بفواتها منفردا ولا بجماعة.

رمضان میں دوختم ہوئے ،اسکا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عمرؓ پورے رمضان میں دوختم کرواتے تھے،لیکن سہولت کے لئے ہم کہتے ہیں کہ کم سے کم ایک ختم کرے۔اس سے حافظ صاحبان کا قرآن بھی یادرہےگا۔ (۳) ایک مرتبہ ختم کرنے کا ثبوت اس اثر میں ہے ۔**کان عمر بن عبد العزیز یأمر الذین یقرأون فی رمضان فی کل رکعة بعشر آیات عشر آیات .** (مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب ٦٧٦ فی صلوۃ رمضان، ج ثانی ،ص۱۶۴،نمبر ۷۶۷۵) اس اثر میں ہے کہ ہر رکعت میں دس دس آیتیں پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھےتو پورے رمضان میں چھ ہزار آیتیں پڑھی جائے گی جس سے ایک قرآن کریم ختم ہوگا۔

ترجمہ : (٦٥٧) اور ہر تشہد میں حضورﷺ پر درود بھیجنا نہ چھوڑے چاہےقوم رنجیدہ ہو،اور ثنا،اور رکوع کی تسبیح اور سجدے کی تسبیح نہ چھوڑے،اورقوم رنجیدہ ہوتی ہوتو دعا چھوڑ دے۔

تشریح : حضورﷺ پر درود شریف پڑھنا بہت اہم ہے،اسی طرح ثنا پڑھنا،اور رکوع اور سجدے کی تسبیح بہت اہم ہیں اس لئے چاہےقوم رنجیدہ ہوں انکو تراویح میں نہ چھوڑے،البتہ تشہد میں جو دعا پڑھتے ہیں چاہےتو اس کو چھوڑ دے، کیونکہ یہ اتنی اہم نہیں ہے

ترجمہ : (٦٥٨) اور تراویح فوت ہوجائے تو اس کی قضا نہ اکیلے کرے اور نہ جماعت سے۔

تشریح : تراویح پڑھنی چاہئے سنت ہے،لیکن اگر چھوٹ گئی تو بعد میں اس کی قضا اکیلے میں بھی نہیں ہے اور جماعت کے ساتھ بھی نہیں ہے۔

وجہ : (۱) **عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ كان يرغب فى قيام رمضان من غير عزيمة۔** (مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب من کان یری القیام فی رمضان، ج ثانی ،ص۱٦٦،نمبر۷٦۹۷) اس حدیث میں ہے کہ شدت کے ساتھ تراویح کی ترغیب نہیں دیتے تھے،جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر ادا نہیں پڑھی تب بھی کوئی حرج نہیں ہے اس لئے اس کی قضا بھی نہیں ہے۔(۲) سنت کی قضاء نہیں ہے اس لئے تراویح چھوٹ جائے تو اس کی قضا نہیں ہے۔

﴿باب الصلوة فی الکعبة﴾

(۶۵۹) صحَّ فرض و نفل فیها (۶۶۰) و کذا فوقها و ان لم یتخذ سترة لکنه مکروه لاساءة الادب

﴿باب: کعبہ میں نماز پڑھنے کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ: بیت اللہ کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ بیت اللہ کا کچھ نہ کچھ حصہ سامنے ہوگا جو قبلہ ہو جائے گا۔اور قبلہ بننے کے لئے اتنا کافی ہے۔باقی دلائل آگے آرہے ہیں۔

ترجمہ : (۶۵۹) کعبۃ اللہ میں فرض ونفل نماز جائز ہے۔

وجہ: (۱)حدیث میں ہے۔عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ ﷺ دخل الکعبة و اسامة بن زید و بلال و عثمان بن طلحة الحجبی فاغلقها علیه و مکث فیها فسألت بلالا حین خرج ما صنع النبی ﷺ ؟ قال جعل عمودا عن یساره و عمودا عن یمینه و ثلاثة أعمدة ورائه و کان البیت یومئذ علی ستة أعمدة ثم صلی ۔ (بخاری شریف، باب الصلوۃ بین السواری فی غیر جماعۃ، ص۸۶، نمبر۵۰۵ر مسلم شریف، باب استحباب دخول الکعبۃ للحجاج وغیرہ، ص۵۵۹، نمبر۱۳۲۹ر۳۲۳۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیت اللہ کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے۔

ترجمہ :(۶۶۰) اور ایسے ہی کعبہ کے اوپر جائز ہے اگر چہ سترہ نہ ہو،لیکن بے ادبی کی وجہ سے مکروہ ہے اس کے اوپر جانے کی وجہ سے۔

تشریح : بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ اس کی شان اور عظمت کے خلاف ہے۔لیکن اگر پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی۔کیونکہ بیت اللہ کی محاذات کی فضا اس کے سامنے ہوگی جو قبلہ ہو جائے گی۔قبلہ ہونے کے لئے بیت اللہ کی دیوار سامنے ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اس کی فضا سامنے ہونا ضروری ہے۔جیسے کوئی ہوائی جہاز میں نماز پڑھے تو جہاز کی بلندی کی وجہ سے بیت اللہ کی دیوار اس کے سامنے نہیں ہوگی۔صرف بیت اللہ کے محاذات کی فضا اس کے سامنے ہوگی اور نماز ہو جائے گی۔البتہ اس پر نماز پڑھنا مکروہ ہے

وجہ : (۱)اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن ابن عمر ان النبی ﷺ نهی ان یصلی فی سبعة مواطن فی المزبلة والمجزرة والمقبرة وقارعة الطریق وفی الحمام ومعاطن الابل و فوق ظهر بیت الله. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراہیۃ ما یصلی الیہ وفیہ، کتاب الصلوۃ، ص۸۱، نمبر۳۴۶ر ابن ماجہ شریف، باب المواضع التی تکرہ فیہا الصلوۃ، ص۱۰۶، نمبر۷۴۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیت اللہ پر نماز پڑھنا مکروہ ہے،تاہم نماز پڑھے گا تو نماز ہو جائے گی۔

ترجمہ : (۶۶۱) اور کسی نے اپنی پیٹھ کو امام کے منہ کے علاوہ کی طرف کرے تو اس کی نماز صحیح ہے کعبہ کے اندر، یا اس کے اوپر

باستعلائه عليها.(٦٦١) ومن جعل ظهره الى غير وجه امامه فيها او فوقها صحَّ وان جعل ظهره الى وجه امامه لا يصح.(٦٦٢) وصحَّ الاقتداء خارجها بامام فيها والباب مفتوح

۔اوراگراپنی پیٹھ کوامام کے چہرے کی طرف کرے گا تو نماز نہیں ہوگی۔

تشریح : کوئی شخص کعبہ کے اندر ہے، یا اس کے اوپر ہے اس لئے کسی طرف بھی منہ کر کے نماز پڑھے گا تو ہو جائے گی، کیونکہ اس کے ہر طرف قبلہ ہے، لیکن اپنی پیٹھ امام کے منہ کی طرف کرے گا تو نماز نہیں ہوگی، کیونکہ یہ امام سے آگے بڑھ گیا، اور امام سے آگے بڑھتا ہے تو نماز نہیں ہوتی ہے، باقی جس طرف بھی پیٹھ کرے گا نماز ہو جائے گی۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے۔

[١] امام کی پیٹھ کی طرف مقتدی کا چہرہ ہو۔ یہ صورت جائز ہے۔ کیونکہ امام مقتدی کے بالکل آگے ہوا۔

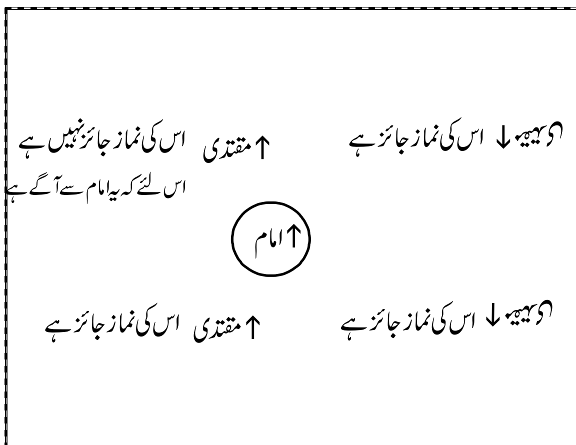
[٢] امام کے منہ کی طرف مقتدی کا منہ ہو۔ یہ صورت بھی جائز ہے، مگر مکروہ ہے۔ اس لئے کہ امام سے آگے تو ہے لیکن مقتدی کی پیٹھ امام کی طرف نہیں ہے اس لئے اس کو آگے رہنا نہیں کہیں گے، اور امام کی اتباع کی وجہ سے نماز ہو جائے گی۔ البتہ امام کے سامنے ہونے کی وجہ سے ایسا ہو گیا کہ بت کی طرح امام کو سامنے رکھ کر نماز پڑھ رہا ہے اسلئے مکروہ ہے۔

[٣] امام کی پیٹھ کی طرف اپنی پیٹھ کر دے۔ یہ صورت جائز ہے۔ کیونکہ امام کے آگے نہیں ہے، امام کے پیچھے ہی ہے، البتہ امام کی طرف چہرہ کرنا چاہئے تو اس نے پیٹھ کر دی، تاہم جائز ہے، اور متن میں اسی صورت کو بیان کیا ہے

[٤] امام کے منہ کی طرف مقتدی اپنی پیٹھ کر دے۔ تو اس صورت میں مقتدی کی نماز نہیں ہوگی۔ کیونکہ امام سے بالکل آگے ہو گیا۔

کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کا نقشہ دیکھیں

بیت اللہ



ترجمہ : (٦٦٢) اور امام کعبہ کے اندر ہو اور دروازہ کھلا ہو تو کعبہ سے باہر اقتدا کرنا صحیح ہے۔

(۶۶۳) وان تحلّقوا حولها والامام خارجها صحَّ الا لمن کان اقرب الیها فی جهة امامه.

تشـــریح : امام کعبہ کے اندر ہو اور دروازہ کھلا ہوا ہو تو کعبہ سے باہر والوں کے لئے اقتداء درست ہے، تاکہ مقتدی کو امام کی حالت کا پتہ رہے، اور اگر کعبہ کا دروازہ بند ہو تو چونکہ امام کی حالت کا پتہ نہیں ہو گا اس لئے اقتداء درست نہیں ہو گا۔

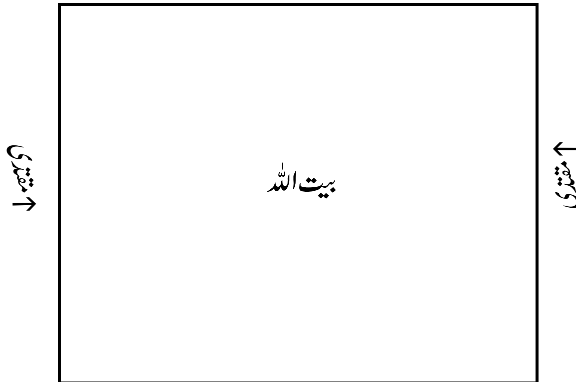
وجه: (۱) حدیث میں ہے۔ **عن عبد الله بن عمر ان رسول الله ﷺ دخل الکعبة و اسامة بن زید و بلال و عثمان بن طلحة الحجبی فاغلقها علیه و مکث فیها فسألت بلالا حین خرج ما صنع النبی ﷺ ؟ قال جعل عمودا عن یساره و عمودا عن یمینه و ثلاثة أعمدة ورائه و کان البیت یومئذ علی ستة أعمدة ثم صلی**۔ (بخاری شریف، باب الصلوة بین السواری فی غیر جماعة، ص ۸۶، نمبر ۵۰۵ر مسلم شریف، باب استحباب دخول الکعبة للحجاج وغیرہ، ص ۵۵۹، نمبر ۱۳۲۹ر ۳۲۳۰) اس حدیث میں ہے کہ کعبہ کا دروازہ بند تھا اس لئے باہر والوں نے حضور کی اقتداء نہیں کی۔

ترجمه : (۶۶۳) اگر کعبہ کے اردگرد حلقہ بنالیں، اور امام کعبہ سے باہر ہو تو سب کی نماز صحیح ہے مگر جو امام کی جانب کعبہ سے زیادہ قریب ہو۔

تشریح : کعبہ کے اردگرد مسجد حرام میں کچھ لوگ حلقہ بنالیں تو جو آدمی امام کی جانب ہو اور امام سے بھی آگے ہو جائے تو اس کی نماز نہیں ہوگی، کیونکہ وہ امام کی جانب امام سے بھی آگے بڑھ گیا۔ البتہ جو آدمی امام کی جانب نہ ہو اور امام سے آگے بڑھ جائے اس کی نماز ہو جائے گی، کیونکہ وہ امام سے آگے نہیں بڑھا۔

اصول: امام سے آگے مقتدی ہو جائے تو اس کی نماز جائز نہیں ہوگی ورنہ ہو جائے گی۔

﴿بیت اللہ کے اردگرد نماز پڑھنے کا نقشہ﴾



﴿باب صلوة المسافر﴾

(٦٦٤) اقلُّ سفر تتغيّر به الاحكام مسيرة ثلاثه ايام من اقصر ايام السنة بسيرٍ وسطٍ مع الاستراحات(٦٦٥) والوسط سير الابل ومشی الاقدام فی البرّ وفی الجبل بما يناسبه وفی البحر

﴿باب: نماز مسافر کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ: آدمی سفر میں چلا جائے تو اس کو مسافر کہتے ہیں۔ سفر کی حالت میں آدمی آدھی نماز پڑھے اس کی دلیل (۱) یہ آیت ہے **و اذا ضربتم فی الارض فليس عليكم جناح أن تقصروا من الصلوة ان خفتم أن يفتنكم الذين كفروا** (سورۃ النساء ۴، آیت ۱۰۱) اس آیت میں ہے کہ جب سفر کرو تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے کہ نماز میں قصر کرو۔

ترجمہ : (۶۶۴) سفر کی کم سے کم مدت جس سے احکام بدل جاتے ہیں سال کے چھوٹے دنوں سے تین دن ہیں آرام کے ساتھ درمیانی چال سے۔

تشریح : سفر کی کم سے کم مدت تین دن ہیں جن سے احکام بدل جاتے ہیں۔ اور یہ سفر آرام کے ساتھ درمیانی چال سے ہو۔

وجہ: (۱) تین دن کے سفر کا اعتبار اس حدیث سے ہے **.عن ابی سعيد الخدری قال قال رسول الله لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر ان تسافر سفرا يكون ثلاثه ايام فصاعدا الا و معها ابوها او ابنها او زوجها او اخوها او ذومحرم منها** ۔ (مسلم شریف، باب سفر المرأۃ مع محرم الی حج وغیرہ، ص ۵۶۶، نمبر ۱۳۴۰/۳۲۷۰ / بخاری شریف، باب فی کم يقصر الصلوۃ، ص ۱۷۵، نمبر ۱۰۸۶) اس حدیث میں جس مسافت کو سفر قرار دیا ہے وہ تین دن کی مسافت ہے۔ (۲) موزے پر مسح میں بھی تین دن کے سفر کو سفر قرار دینے کا اشارہ ملتا ہے۔ حدیث یہ ہے ۔ **.عن شريح بن هانی قال اتيت عائشة اسألها عن المسح علی الخفين ... فقال جعل رسول الله ﷺ ثلاثة ايام ولياليهن للمسافر ويوما وليلة للمقيم،** (مسلم شریف، باب التوقیت فی المسح علی الخفین، ص ۱۳۰، نمبر ۶۳۹/۲۷۶ / ابو داؤد شریف، باب التوقیت فی المسح، ص ۳۳، نمبر ۱۵۷) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر کی مدت تین دن ہونی چاہئے۔ اسی کو سفر شرعی کہیں گے۔ (۳) اور وسط کا اعتبار اس آیت میں ہے۔ **فكفٰرته اطعام عشرة مساكين من اوسط ما تطعمون أهليكم أو كسوتهم .** (آیت ۸۹، سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت سے معلوم ہوا کہ شریعت میں وسط کا اعتبار ہے۔

ترجمہ : (۶۶۵) اور درمیانی چال خشکی میں اونٹ کی چال اور پیدل چلنا ہے، اور پہاڑ میں جو اس کے مناسب ہو، اور سمندر میں ہوا معتدل ہو۔

تشریح : یہاں درمیانی چال کی تفصیل ہے [۱] میدان میں چلنا ہو تو اونٹ کی درمیانی چال کا اعتبار ہے کہ وہ کتنا چل سکتا ہے ۔[۲] یا آدمی پیدل کتنا چل سکتا ہے اس کی درمیانی چال کا اعتبار ہے، یہ عموما ایک دن میں ۱۶ میل چلتے ہیں اور تین دن میں اس کی

اعتدال الريح

مسافت ۴۸ میل ہو جائے گی۔[۳] اور پہاڑوں میں چلنا ہو تو دیکھا جائے گا کہ ایک دن میں، اونٹ، یا آدمی، یا گدھا کتنا چل سکتا ہے، اس کا اعتبار ہوگا۔[۴] اور سمندر میں چلنا ہو تو دیکھا جائے گا کہ ہوا موافق ہو تو ایک دن میں بادبانی کشتی کتنی چلتی ہے اس کا اعتبار ہوگا، اور تین دن کشتی کتنی چلے گی اتنے میل پر مسافر بنے گا۔ پیٹرول سے چلنے والی کشتی، پانی جہاز کا اعتبار نہیں ہے[۵] اس زمانے میں ہوائی جہاز کا، یا موٹر کار کا رواج نہیں تھا اس لئے ان دونوں کا حکم نہیں ذکر کیا۔

﴿ فرسخ، میل اور کیلو میٹر کا حساب ﴾

پچھلے زمانے میں عرب میں برد، فرسخ اور غلوہ رائج تھے، بعد میں میل شرعی آیا اور ابھی دنیا میں انگریزی میل اور کیلو میٹر کا حساب رائج ہے۔ اس لئے ان کی تفصیل یہ ہے۔

ایک برد [4] چار فرسخ کا ہوتا ہے، اور چار برد پر نماز کا قصر ہے، اس لئے سولہ فرسخ پر قصر ہوا۔ اور ایک فرسخ [3] تین شرعی میل کا ہوتا ہے، اس لئے سولہ کو تین سے ضرب دیں تو [48] اڑتالیس شرعی میل پر قصر ہوا۔ ایک برد چار فرسخ کا ہوتا ہے اس کا ذکر عبد اللہ بن عباسؓ کے قول میں ہے۔ **کان ابن عمر و ابن عباس یقصران و یفطران فی اربعة برد وھو ستة عشر فرسخا** (بخاری شریف، باب فی کم یقصر الصلوة، ص ۱۴۷، نمبر ۱۰۸۶) اس اثر میں ہے کہ چار برد سولہ فرسخ کا ہوتا تھا۔ یعنی ایک برد چار فرسخ کا۔ اور چار برد سولہ فرسخ کا ہوا جس پر عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس سفر کا حکم لگاتے تھے۔ (۲) یہ اثر بھی ہے جس میں ہے کہ 48 میل پر قصر کرے، اثر یہ ہے۔ **عن عطاء بن ابی رباح قال : قلت لابن عباس : أقصر الی عرفة فقال : لا ، قلتُ : أقصر الی مر قال: لا ، قلتُ أقصر الی الطائف و الی عسفان قال : نعم ، و ذالک ثمانية و أربعون ميلا و عقد بيده .** (مصنف ابن ابی شیبہ، باب ۳۴۷۔ فی مسیرة کم یقصر الصلوة، ج ثانی، ص ۲۰۴، نمبر ۸۱۳۸) اس اثر میں ہے کہ ۴۸ میل ہو تو مسافر بنے گا (۳) موسوعة امام شافعیؒ کے حاشیہ میں ہے کہ ایک برد 22176 میٹر کا ہوتا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ 81 کیلو میٹر کے سفر میں قصر ہوگا۔ موسوعة امام شافعی، باب السفر الذی تقصر فی مثلہ الصلوہ بلا خوف، ج ثانی، ص ۱۹، نمبر ۱۸۹۵) یہ وہی حساب ہے جو آگے پیش کیا جا رہا ہے۔

اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ اور ایک میل شرعی چار ہزار ہاتھ کا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ دو ہزار گز کا شرعی میل ہوا۔ اس کی دلیل درمختار کی یہ عبارت ہے۔ **الفرسخ : ثلاثة اميال والميل : اربعة آلاف ذراع** (ردالمحتار علی درالمختار، باب صلوة المسافر، ج ثانی، ص ۷۲۵) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ اور ایک میل شرعی 4000 ہاتھ کا ہوتا ہے۔ اور دو ہاتھ کا ایک گز ہوتا ہے، اس حساب سے 2000 [دو ہزار گز] کا ایک شرعی میل ہوا۔ اب سولہ فرسخ کو تین میل سے ضرب دیں تو 48 میل شرعی ہوئے۔

(شرعی میل، انگریزی میل اور کیلو میٹر میں فرق)

انگریزی میل شرعی میل سے 1.13636 چھوٹا ہوتا ہے۔ کیونکہ انگریزی میل 1760 گز کا ہوتا ہے. اور شرعی میل 2000 گز کا ہوتا ہے۔ اور کیلو میٹر شرعی میل سے 1.828 چھوٹا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ کیلو میٹر صرف 1093.61 گز کا ہوتا ہے۔ اور کیلو میٹر انگریزی میل سے 1.6092 فیصد چھوٹا ہوتا ہے۔

اس حساب سے 48 شرعی میل 54.545 انگریزی میل ہوگا۔ اور 87.782 کیلو میٹر ہوگا۔ جس پر قصر کا حکم لگایا جائے گا

شرعی میل، انگریزی میل، اور کیلو میٹر ایک نظر میں۔

کون	کتنا میٹر یا گز کا ہوتا ہے
ایک گز	0.914399۔ میٹر کا ہوتا ہے
ایک میٹر	1.0936143۔ گز کا ہوتا ہے

کون	کتنا میٹر یا گز کا ہوتا ہے
ایک انگریزی میل	3520۔ ہاتھ کا ہوتا ہے
ایک انگریزی میل	1760۔ گز کا ہوتا ہے
ایک انگریزی میل	1.6093422۔ کیلو میٹر کا ہوتا ہے
ایک انگریزی میل	1609.3422۔ میٹر کا ہوتا ہے

ایک کیلو میٹر	1000۔ میٹر کا ہوتا ہے
ایک کیلو میٹر	1093.61۔ گز کا ہوتا ہے
ایک کیلو میٹر	0.62137۔ انگریزی میل کا ہوتا ہے
ایک کیلو میٹر	2187.22۔ ہاتھ کا ہوتا ہے

کون	کتنا میٹر یا گز کا ہوتا ہے

ایک شرعی میل	4000۔ ہاتھ کا ہوتا ہے
ایک شرعی میل	2000۔ گز کا ہوتا ہے
ایک شرعی میل	1828.798۔ میٹر کا ہوتا ہے
ایک شرعی میل	1.828798۔ کیلو میٹر کا ہوتا ہے
ایک شرعی میل	1.13636۔ انگریزی میل کا ہوتا ہے
ایک شرعی میل	1.13636۔ انگریزی میل سے بڑا ہوتا ہے

خلاصہ	کتنا میٹر یا گز کا ہوتا ہے
48 شرعی میل	54.5452۔ انگریزی میل کا ہوا
48 شرعی میل	87.7823۔ کیلو میٹر کا ہوا

﴿برد اور فرسخ کا حساب﴾

کون	کتنا میٹر یا گز کا ہوتا ہے
ایک برد	12۔ شرعی میل کا ہوتا ہے
4 برد	48۔ شرعی میل کا ہوتا ہے
ایک برد	13.63632۔ انگریزی میل کا ہوتا ہے
ایک برد	21.9455۔ کیلو میٹر کا ہوتا ہے
ایک برد	21945.576۔ میٹر کا ہوتا ہے
ایک برد	23999.92۔ گز کا ہوتا ہے
ایک برد	4۔ فرسخ کا ہوتا ہے

کون	کتنا میٹر یا گز کا ہوتا ہے

ایک فرسخ	3۔شرعی میل کا ہوتا ہے
ایک فرسخ	3.40908۔انگریزی میل کا ہوتا ہے
ایک فرسخ	5.48639۔کیلومیٹر کا ہوتا ہے
ایک فرسخ	5486.39۔میٹر کا ہوتا ہے
ایک فرسخ	6000۔گز کا ہوتا ہے
ایک فرسخ	48۔شرعی میل کا ہوتا ہے

﴿بحری میل کا حساب ایک نظر میں﴾

نوٹ: یہ حساب صرف احسن الفتاوی میں ملا۔

کون	کتنا میٹر یا گز کا ہوتا ہے
ایک بحری میل	2026.67 کا ہوتا ہے
ایک بحری میل	انگریزی میل سے 1.151517۔ بڑا کا ہوتا ہے
ایک بحری میل	کیلومیٹر سے 1.853192۔ بڑا کا ہوتا ہے
کشتی ایک گھنٹے میں	5.5۔بحری میل طے کرتی ہے
72۔گھنٹے میں	72×5.5=396۔بحری میل ہوئے
396۔بحری میل	×1.151517=456.00076۔انگریزی میل ہوئے
396۔بحری میل	×1.853192=733.8640۔کیلومیٹر ہوئے
	خلاصہ 456.۔انگریزی میل پر سمندر میں قصر ہوگا
	خلاصہ 733.86۔کیلومیٹر پر سمندر میں قصر ہوگا

بحوالہ: احسن الفتاوی، باب صلوۃ المسافر، القول الاظہر، بحری سفر، ج رابع ،ص ٩٦

ترجمہ :(٦٦٦) اس لئے چار رکعت والے فرض کو قصر کرے گا جس نے سفر کی نیت کی ہو اگر چہ سفر میں گنہگار ہو جبکہ اپنی بستی

(٦٦٦)فيقصر الفرض الرباعی من نوی السفر ولو کان عاصیا بسفره اذا جاوز بیوت مقامه وجاوز

کے مکانوں سے تجاوز کر جائے،اور اس کے متصل فنا سے تجاوز کر جائے۔

تشریح :کسی نے ۴۸ میل سفر کی نیت کی ہو،اور اس نیت سے بستی کے مکانوں سے آگے بڑھ جائے،یا فناء شہر جو شہر سے متصل ہو اس سے آگے بڑھ جائے تو چار رکعتوں والی نماز دو رکعت پڑھے گا۔اور اگر ابھی شہر کے اندر ہے تو چار رکعت ہی پڑھے گا،کیونکہ ابھی گویا کہ گھر میں ہے۔

وجہ :(١)قصر کرنے کی دلیل یہ آیت ہے۔ و اذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح أن تقصروا من الصلوة ان خفتم أن یفتنکم الذین کفروا (سورۃ النساء ۴،آیت ١٠١)اس آیت میں ہے کہ جب سفر کرو تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے کہ نماز میں قصر کرو۔(٢)اس حدیث میں اسکا ثبوت ہے۔سمع ابن عمر یقول صحبت رسول اللہ فکان لایزید فی السفر علی رکعتین وابا بکر و عمر و عثمان کذلک. (بخاری شریف،باب من لم یتطوع فی السفر دبر الصلوات ،ص ١٧٧،نمبر ١١٠٢/مسلم شریف،باب صلوۃ المسافرین وقصرھا،ص ٢٨٠،نمبر ١۵٧٩/٦٨٩)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضورؐ اور صحابہ نے سفر میں دو رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھی۔(٣)عن ابن عباس قال : ان اللہ فرض علی لسان نبیکم ﷺ علی المسافر رکعتین ، و علی المقیم أربعا ، و فی الخوف رکعة . (مسلم شریف،باب صلوۃ المسافرین وقصرھا،ص ٢٨٠،نمبر ١۵٧٦/٦٨٧/ابوداؤد شریف،باب صلوۃ المسافر ص ١٧٦،نمبر ١١٩٨/بخاری شریف نمبر ١١٠٢))اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسافر کے اوپر دو رکعت ہی فرض ہے۔(۴)اور فناء شہر سے نکل چکا ہو تب قصر کرے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن انس بن مالک قال صلیت الظھر مع رسول اللہ ﷺ بالمدینة اربعا والعصر بذی الحلیفة رکعتین ۔(بخاری شریف، باب یقصر اذا خرج من موضعه ،ص ١۴٨،نمبر ١٠٨٩/ابوداود شریف،باب متی یقصر المسافر،ص ١٧٩،نمبر ١٢٠٢)اس حدیث میں ہے کہ جب تک مدینہ میں رہے اس وقت تک چار رکعت نماز پڑھی اور مدینہ سے باہر مقام ذو الحلیفۃ چلے گئے تو چونکہ شہر سے نکل گئے تو دو رکعت نماز پڑھی(۵) اس قول صحابی میں ہے۔ أن علیا خرج من البصرة فصلی الظھر أربعا فقال : اما انا اذا جازونا ھذا الخص صلینا رکعتین ۔(مصنف ابن ابی شیبة،باب ٣٦٧ من کان یقصر الصلوة،ج ثانی،ص ٢٠٦،نمبر ٨١٦٩/مصنف عبد الرزاق،باب المسافر متی یقصر اذا خرج مسافرا،ج ثانی،ص ٣۴٩ نمبر ۴٣٣١)خص: کا معنی ہے جھونپڑا۔کوفہ کے باہر بانس کے جھونپڑے تھے اس لئے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ان جھونپڑوں سے آگے بڑھتے تو دو رکعت نماز پڑھتے لیکن ان جھونپڑوں کے پاس ہیں اس لئے چار رکعت نماز پڑھیں گے۔کیونکہ فنائے شہر میں ابھی موجود ہیں۔

ترجمہ(٦٦٧)اور اگر زراعت کی وجہ سے یا تین سو چار سو قدم کے برابر شہر سے فنا دور ہو تو اب اس سے تجاوز کرنا شرط نہیں ہے

تشریح : اگر کھیتی کی وجہ سے فناء شہر ایک غلوۃ کی مقدار دور ہے تو اب فناء شہر کو پار کرنا ضروری نہیں ہے،بستی کے مکانات پار

ایضا ما اتّصل به من فنائه. (٦٦٧)وان انفصل الفناء بمزرعة او قدر غلوة لا يشترط مجاوزته. (٦٦٨) والفناء المكان المعدّ لمصالح البلد كركض الدواب ودفن الموتىٰ. (٦٦٩) ويشترط لصحة نية السفر ثلاثة اشياء .الاستقلال بالحكم والبلوغ وعدم نقصان مدة السفر عن ثلاثة ايام

کرنے کے بعد قصر کرسکتا ہے۔ کیونکہ اب فناء شہر بستی کے ساتھ متصل نہیں رہی۔ بڑے شہروں میں محلے کے جو مکانات ہیں، اور فناء ہے اس کو پار کرنے کے بعد، یا اس منسپلٹی کے مکانات کو پار کرنے کے بعد قصر کرسکتا ہے۔

وجه : (۱) فنا شہر کے مکانات سے متصل نہیں رہا بلکہ کھیتوں کا فاصلہ ہو گیا، اس لئے اب فنا کے پار کرنے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، بلکہ مکانات کا پار کرلینا کافی ہے۔(۲) اس عمل صحابی میں بستی کے مکانات کا اعتبار کیا ہے۔عن ابن عمر انه كان يقصر الصلاة حين يخرج من بيوت المدينة ، و يقصر اذا رجع حتى يدخل بيوتها ۔(مصنف عبد الرزاق، باب المسافر متی یقصر اذا اخرج مسافرا، ج ثانی، ص ۳۴۹، نمبر ۴۳۳۵) اس اثر میں ہے کہ بستی کے مکانات سے باہر نکلے تو قصر کرے۔

ترجمه : (٦٦٨) اور فنا وہ جگہ ہے جسکو شہر کی مصلحتوں کے لئے تیار کی گئی ہو، جیسے گھوڑے دوڑانا، اور مردوں کو دفن کرنا۔ گاؤں کی مصلحتوں کے لئے جو جگہ رکھی جاتی ہے اس کو فناء شہر کہتے ہیں، جیسے گھوڑے دوڑانے کے لئے، یا میت دفن کرنے کے لئے قبرستان ہو یہ فناء شہر ہے۔

لغت : غلوۃ: تین سو سے چار سو قدم تک کے فاصلے کو غلوۃ، کہتے ہیں۔ مزرعۃ : زراعت سے مشتق ہے، کھیتی۔ رکض: گھوڑے دوڑانا، دفن الموتی: میت دفن کرنا، قبرستان۔

ترجمه : (٦٦٩) نیت سفر کے صحیح ہونے کی تین شرطیں ہیں:

ا:......حکم میں مستقل ہونا۔

۲:......اور بلوغ۔

۳:......اور مدتِ سفر تین روز سے کم نہ ہو۔

تشريح : جس سفر میں قصر کی اجازت ہے اس کی تین شرطیں ہیں۔[۱] پہلی شرط یہ ہے کہ جو سفر کی نیت کرنے والا ہو وہ اصل آدمی ہو کسی کا تابع نہ ہو، مثلا غلام، بیوی نہ ہو، کیونکہ انکے لئے آقا، اور شوہر نیت کرتے ہیں۔[۲] دوسری شرط یہ ہے کہ وہ بالغ ہو، بچہ نہ ہو۔[۳] اور تیسری شرط یہ ہے کہ مدت سفر تین دن سے کم نہ ہو اگر ان تینوں شرطوں میں سے کوئی ایک نہ ہو تو قصر کی اجازت نہیں

ترجمه : (٦٧٠) تو وہ قصر نہ کرے جو اپنی بستی کی آبادی سے تجاوز نہ کرے، یا تجاوز کرے لیکن وہ بچہ ہو، یا تابع ہو اور متبوع نے سفر کا ارادہ نہ کیا ہو، جیسے عورت اپنے شوہر کے ساتھ ہو، اور غلام اپنے آقا کے ساتھ ہو، یا لشکر اپنے امیر کے ساتھ ہو۔ یا تین دن سے کم کی نیت کی ہو۔

(٦٧٠) فلا يقصر من لم يجاوز عمران مقامه او جاوز وكان صبيا او تابعا لم ينو متبوعه السفر كالمرأة مع زوجها والعبد مع مولاه والجندى مع اميره او ناويا دون الثلاثة (٦٧١) و تعتبر نية الاقامة والسفر من الاصل دون التبع ان علم نية المتبوع فى الاصح.(٦٧٢) والقصر عزيمة عندنا فاذا اتم الرباعية وقعد القعود الاول صحت صلوته مع الكراهة والا فلا تصح الا اذا نوى الاقامة لمّا

تشریح : اوپر کے حکم پر یہ تبصرہ ہے۔ کہ اگر بستی کی آبادی سے باہر نہ گیا ہو تو ابھی قصر نہ کرے، یا بستی کی آبادی سے باہر تو گیا ہو، لیکن آدمی بچہ ہو تو اس کی نیت کا اعتبار نہیں ہے اس لئے قصر نہیں کر سکتا ہے، یا ہے تو بالغ لیکن تابع ہے اور متبوع نے سفر کی نیت نہیں کی ہے تو اس تابع کی نیت کا اعتبار نہیں ہے، مثلا غلام آقا کے ساتھ ہے اور آقا نے سفر کی نیت کی ہے، یا بیوی شوہر کے ساتھ اور شوہر نے سفر کی نیت نہیں کی ہے، یا لشکر امیر کے ساتھ ہے اور امیر نے سفر کی نیت نہیں کی ہے اس لئے ابھی قصر نہیں کر سکتا، یا نیت تو کی ہے لیکن تین دن سفر کی نیت نہیں ہے اس لئے قصر نہیں کر سکتا ہے۔

لغت : عمران: آبادی، بستیاں۔ متبوع: اصل۔ الجندی: لشکر۔

ترجمہ : (۶۷۱) اور اقامت اور سفر کی نیت میں اصل کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ تابع کا، اگر متبوع کی نیت کا پتہ چل جائے صحیح روایت میں۔

تشریح : سفر کرنے میں اور اقامت کرنے میں اصل کا اعتبار ہے تابع کا اعتبار نہیں ہے، اس لئے تابع کو چاہئے کہ اصل کی نیت معلوم کرتا رہے، اور اگر پتہ نہ چلے تو سابق حکم چلتا رہے گا، مثلا آقا نے اقامت کی نیت کر لی ہے اور غلام کو اس کی خبر نہیں ہے، اس لئے غلام قصر کر کے نماز پڑھتا رہا تو غلام کا قصر جائز ہوگا، کیونکہ غلام کو آقا کی نیت کا علم نہیں ہے۔ لیکن علم ہونے کے بعد اتمام کرنا ہوگا

وجہ : اس آیت میں اس کا اشارہ ہے۔ **الرجال قوامون علی النساء** ۔ (آیت ۳۴، سورۃ النساء ۴) اس آیت میں ہے کہ مرد عورت پر نگراں ہے، اس لئے اس کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

ترجمہ : (۶۷۲) ہمارے نزدیک قصر عزیمت ہے، پس اگر چار رکعت والی نماز کو مکمل پڑھا اور پہلے قعدہ میں بیٹھا تو کراہیت کے ساتھ اس کی نماز درست ہوگی، اور اگر نہیں بیٹھا تو صحیح نہیں ہوگی، مگر جبکہ تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوتے وقت اقامت کی نیت کر لے۔

تشریح : یہاں تین باتیں ہیں۔ [۱] ہمارے نزدیک دو رکعت پڑھنا عزیمت ہے، یعنی ضروری ہے، چنانچہ اگر قصر کرنے کے بجائے چار رکعت پڑھ لی، اور دو رکعت کے بعد جو قعدہ اخیرہ کرنا چاہئے تھا وہ کر لیا تو اب نماز ہو جائے گی، کیونکہ قعدہ آخیرہ کر کے قصر فرض پورا کر لیا، لیکن دوسری دو رکعت نفل ہے جسکو فرض کے ساتھ ملا دیا اس لئے مکروہ ہوا۔ [۲] اور اگر دو رکعتوں کے بعد نہیں بیٹھا، یعنی قعدہ اخیرہ نہیں کیا تو نماز نہیں ہوگی، اس لئے کہ اس نے قعدہ آخیرہ چھوڑ دیا جو فرض ہے۔ [۳] ہاں اگر تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے وقت اقامت کی نیت کر لی تو اب یہ مقیم ہو گیا اس لئے اب اس کے لئے چار رکعت پڑھنا جائز ہو گیا۔ کتاب الاصل

قام للثالثة

میں عبارت اس طرح ہے۔قلت أرأيت مسافرا صلى فی سفره أربعا أربعا حتى رجع الى اهله ما القول فی ذالک ؟ قال ان كان قعد فی كل ركعتين قدر التشهد فصلاته تامة ، و ان كان لم يقعد فی الركعتين الاوليين قدر التشهد فصلاته فاسدة و عليه ان يعيد . قلت لم كان هذا عندک هكذا ؟ قال لان صلاة المسافر الفريضة ركعتان فما زاد عليها فهو تطوع فان خلط المكتوبة بالتطوع فسدت صلاته الا ان يقعد فی الركعتين الاوليين قدر التشهد لان التشهد فصل لما بينهما ۔(کتاب الاصل ،لامام محمدؒ، باب صلاة المسافر، ج اول، ص۲۵۲،) اس عبارت میں ہے کہ قعدہ میں نہیں بیٹھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

وجه: (۱) قول صحابی میں ہے۔ ان ابن مسعود قال من صلى فی السفر اربعا اعاد الصلوة ۔(مصنف بن عبد الرزاق، باب من اتم فی السفر، ج ثانی، ص ۵۷۰، نمبر ۴۴۷۸) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ مسافر نے چار رکعت نماز پڑھ لی تو نماز لوٹائے گا (اگر تشہد میں نہ بیٹھا ہو) (۲) عن ابن عباس قال : ان الله فرض الصلاة على لسان نبيكم ﷺ على المسافر ركعتين ، و على المقيم أربعا ، و فی الخوف ركعة . (مسلم شریف، باب صلوۃ المسافرین وقصرھا، ص ۲۸۰، نمبر ۶۸۷/۱۵۷۶/ ابو داؤد شریف، باب صلوۃ المسافر، ص ۱۷۹، نمبر ۱۱۹۸/ بخاری شریف نمبر ۱۱۰۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسافر کے اوپر دو رکعتیں ہی فرض ہیں۔

فائده: امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے یہاں ہے کہ چار رکعت پڑھے تب بھی جائز ہے، اور دو پڑھے تو رخصت ہے۔

وجه : (۱) انکی دلیل یہ حدیث ہے۔عن عبد الله قال صليت مع النبی ﷺ بمنى ركعتين و ابی بكر وعمر و مع عثمان صدرا من امارته ثم اتمها. (بخاری شریف، باب ما جاء فی التقصیر ص ۱۴۷ نمبر ۱۰۸۲) اس حدیث میں حضرت عثمانؓ نے سفر میں اتمام فرمایا ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اتمام کرنا بھی جائز ہے۔(۲) عن عائشةؓ أن النبی ﷺ كان يقصر فی السفر و يتم ، و يفطر و يصوم . (دار قطنی، کتاب الصوم، باب القبلۃ للصائم، ج ثانی، ص ۱۶۸، نمبر ۲۲۷۵/ سنن بیہقی باب من ترک القصر فی السفر غیر رغبۃ عن السنۃ، ج ثالث، ص ۲۰۳، نمبر ۵۴۲۴) اس حدیث میں ہے کہ حضور قصر بھی فرماتے تھے اور اتمام بھی ،اسلئے اتمام کرنا بھی جائز ہے۔(۳) عن عائشة قالت : خرجت مع رسول الله ﷺ فی عمرة رمضان فأفطر رسول الله ﷺ و صمتُ و قصر و أتممتُ ، فقلت يا رسول الله ﷺ بأبی انت و أمی أفطرتَ و صمتُ ، و قصرتَ و أتممتُ ، قال : ((أحسنتِ يا عائشة)) (دار قطنی، کتاب الصوم، باب القبلۃ للصائم، ج ثانی، ص ۱۶۷، نمبر ۲۲۷۰/ سنن بیہقی باب من ترک القصر فی السفر غیر رغبۃ عن السنۃ، ج ثالث، ص ۲۰۳، نمبر ۵۴۲۷) اس حدیث میں تو حضرت عائشہؓ کے اتمام کرنے پر آپؐ نے انکو سراہا، جس سے معلوم ہوا کہ اتمام کرنا بھی جائز ہے ۔(۴) ایک دلیل یہ بھی ہے کہ سفر میں روزے نہ رکھنا رخصت ہے اسی طرح قصر کرنا بھی رخصت ہوگا۔

(٦٧٣) ولا يزال يقصر حتى يدخل مصره او ينوى اقامته نصف شهر ببلد او قرية. (٦٧٤) وقصر

ترجمه : (٦٧٣) اور ہمیشہ قصر کرتا رہے گا یہاں تک کہ اپنے شہر میں داخل ہو جائے، یا آدھے مہینے کی اقامت کی نیت کرلے کسی شہر میں گاؤں میں۔

تشریح : اب مسافر واپس اپنا وطن آجائے تو اتمام کرے گا۔ یا کسی دوسرے شہر میں یا گاؤں میں پندرہ دن کے ٹھہرنے کی نیت کرے تب اتمام کرے گا، اور چار رکعت نماز پڑھے گا۔

وجه : (۱) عن ابن عباس قال اقام رسول الله ﷺ بمكة عام الفتح خمس عشرة يقصر الصلوة۔ (ابوداؤد شریف، باب متی یتم المسافر، ص ۱۸۰، نمبر ۱۲۳۱ / ترمذی شریف، باب ماجاء فی کم تقصر الصلوۃ، ص ۱۲۲، نمبر ۵۴۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پندرہ دن تک ٹھہرنے کی نیت کرے تو اتمام کرے گا (۲) اس کی تائید میں یہ اثر بھی ہے۔ قال كان ابن عمر اذا اجمع على اقامة خمس عشرة سرح ظهره وصلى اربعا. (مصنف ابن ابی شیبة، ۲۱۷ باب من قال اذا اجمع علی اقامة خمسة عشرة اتم، ج ثانی، ص ۲۱۱، نمبر ۸۲۱۷ / مصنف بن عبد الرزاق، باب الرجل یخرج فی وقت الصلوۃ، ج ثانی، ص ۳۵۲، نمبر ۴۳۵۵ / ترمذی شریف، باب ماجاء فی کم تقصر الصلوۃ، ص ۱۲۲، نمبر ۵۴۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ وطن اقامت بننے میں پندرہ دن کا اعتبار ہے۔ (۳) عن ابن عمر انه قال من اقام خمسة عشر يوما أتم الصلاة۔ (ترمذی شریف، باب ماجاء فی کم تقصر الصلاۃ، ص ۱۴۳، نمبر ۵۴۸) اس اثر میں بھی ہے کہ پندرہ دن کے اقامت کی نیت کرے تو مقیم ہو جائے گا، اور اتمام کرنا پڑے گا۔

ترجمه : (٦٧٤) اور اگر اس سے کم کی نیت کرے یا بلا نیت اقامت برسوں رہے تو قصر کرے۔

تشریح : اگر کسی شہر میں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کی تو مسافر باقی رہے گا اور قصر کرے گا۔ یا پندرہ دن سے زیادہ ٹھہرے لیکن ٹھہرنے کی نیت نہیں تھی بلکہ یہ تھا کہ آج چلا جاؤں گا کل چلا جاؤں گا تب بھی وہ مسافر باقی رہے گا اور قصر کرتا رہے گا۔

وجه : (۱) پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو قصر کرے گا اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن انس بن مالك قال خرجنا مع النبي ﷺ من المدينة الى مكة فصلى ركعتين قال قلت لانس كم اقام رسول الله ﷺ بمكة؟ قال عشرا۔ (ترمذی شریف، باب ماجاء فی کم تقصر الصلوۃ، ص ۱۴۳، نمبر ۵۴۸ / ابوداؤد شریف، باب متی یتم المسافر، ص ۱۸۰، نمبر ۱۲۳۱) اس حدیث میں ہے کہ پندرہ دن سے کم ٹھہرے تو قصر کرتے رہے۔ (۲) قال كان ابن عمر اذا اجمع على اقامة خمس عشرة سرح ظهره وصلى اربعا. (مصنف ابن ابی شیبة ۲۱۷ باب من قال اذا اجمع علی اقامة خمسة عشرة اتم ج ثانی ص ۲۱۱، نمبر ۸۲۱۷ / مصنف بن عبد الرزاق، باب الرجل یخرج فی وقت الصلوۃ ج ثانی ص ۳۵۲ نمبر ۴۳۵۵ / ترمذی شریف، باب ماجاء فی کم تقصر الصلوۃ ص ۱۲۲ نمبر ۵۴۸) اس اثر میں ہے اجمع، یعنی پختہ ارادہ کرے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ پختہ ارادہ نہ ہو تو قصر ہی کرتا رہے گا۔ (۳) ان ابن عمر اقام بآذر بيجان ستة اشهر يقصر الصلوة وكان يقول اذا ازمعت اقامةفأتم. (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یخرج فی وقت الصلوۃ، ج ثانی، ص ۳۵۲، نمبر ۴۳۵۱)۔ (۴) عن انس أن أصحاب

ان نویٰ اقلّ منه او لم ینو وبقی سنین. (۶۷۵) ولا تصح نیة الاقامة ببلدتین لم یعیّن المبیت باحدهما (۶۷۶) ولا فی مفازة لغیر اهل الاخبیة ولا لعسکرنا بدار الحرب ولا بدارنا فی محاصرة اهل

رسول الله ﷺ أقاموا برامهر مز تسعة أشهر یقصرون الصلوة (سنن بیہقی، باب من قال یقصر أبدا مالم یجمع مکثا، ج ثالث، ص ۲۱۸، نمبر ۵۴۸۰) اس اثر میں ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ نو مہینے رہے اور قصر کرتے رہے، کیونکہ رہنے کا پختہ ارادہ نہیں تھا۔

ترجمہ : (۶۷۵) اور ایسے کسی دوشہروں میں کہ کسی ایک میں شب باشی معین نہ کی ہوا قامت کی نیت صحیح نہیں۔

تشریح : دوشہروں میں مثلا بیس دن ٹھہرنا ہے لیکن کتنی راتیں کہاں ٹھہرنا ہے یہ متعین نہیں ہے، تو چونکہ ایک شہر میں مکمل پندرہ دن ٹھہرنے کا پختہ ارادہ نہیں ہے اس لئے اقامت کی نیت صحیح نہیں ہے اور اس کے لئے اتمام کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

وجہ : (۱) قال کان ابن عمر اذا اجمع علی اقامة خمس عشرة سرح ظهره وصلی اربعا. (مصنف ابن ابی شیبة ۱۴۱ باب من قال اذا اجمع علی اقامة خمسة عشرة اتم، ج ثانی، ص ۲۱۱، نمبر ۸۲۱۷ / مصنف بن عبد الرزاق، باب الرجل یخرج فی وقت الصلوة، ج ثانی، ص ۳۵۲، نمبر ۴۳۵۵) اس قول صحابی میں ہے کہ پندرہ دن کی اقامت کا پختہ ارادہ ہو تب ہی چار رکعتیں پڑھ سکتا ہے، اور یہاں ایک جگہ پندرہ راتیں ٹھہرنے کی نیت نہیں ہے اس لئے چار رکعت نہیں پڑھے گا۔ اصل اعتبار رات میں سونے کا ہے۔ (۲) اس حدیث میں ہے۔ عن ابن عباس ؓ قال أقام النبی ﷺ بمکة تسعة عشر یوما یصلی رکعتین . (بخاری شریف، باب، کتاب المغازی، ص ۷۲۷، نمبر ۴۲۹۸) اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ حضورؐ کی نیت ایک جگہ ٹھہرنے کی نہیں تھی اس لئے اتمام نہیں فرمایا ۔

لغت : مبیت : بات سے مشتق ہے، رات گزارنا۔

ترجمہ : (۶۷۶) اور نہ جنگل میں خانہ بدوش کے سوا [اقامت کرنا درست نہیں ہے] اور نہ ہمارے لشکر کے لئے دار الحرب میں۔ اور نہ ہمارے دار الاسلام میں اہل بغاوت کے محاصرے میں۔

تشریح : یہ تین مسئلے اس اصول پر ہیں کہ، جگہ ایسی ہو کہ وہاں پندرہ دن ٹھہرنا مشکل ہو تو وہاں پندرہ کی نیت بھی کرے گا تو وہ معتبر نہیں ہوگی، اور مسافر برقرار رہے گا۔ [۱] پہلا مسئلہ یہ ہے کہ جنگل میں جو خانہ بدوش رہتے ہیں وہ سالوں جنگل میں رہ سکتے ہیں اس لئے وہ کسی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو مقیم ہو جائے گا، لیکن دوسرے آدمی اتنی دیر تک ٹھہرنے کی استطاعت نہیں رکھتا اس لئے وہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت بھی کرے تو اس کا اعتبار نہیں ہے۔ [۲] دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ دار الحرب میں لشکر اسلام ہو تو ٹھکانا نہیں ہے کہ کب پسپائی ہو اور انکو واپس آنا پڑے اس لئے وہاں پندرہ دن کی نیت بھی کرے تو اس کا اعتبار نہیں ہے۔ [۳] تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ دار الاسلام میں ہی مرکزی لشکر نے باغیوں کا محاصرہ کیا ہے تو یہ لشکر پندرہ دن تک ٹھہرنے کی نیت کرے تو اس سے وہ مقیم نہیں ہوں گے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ شکست کھا کر پیچھے ہٹنا پڑے، یا کامیاب ہو کر آگے بڑھنا پڑے۔

البغى.(٦٧٧) وان اقتدىٰ مسافر بمقيم فى الوقت صحّ واتمّها اربعا وبعده لا يصح

وجه : (۱)عن جابر بن عبد الله قال اقام رسول الله ﷺ بتبوک عشرين يوما يقصر الصلوة. (ابوداؤد شریف، باب اذا اقام بارض العدو یقصر ،ص ۱۸۱،نمبر ۱۲۳۵) اس حدیث میں ہے کہ حضور تبوک میں بیس دن رہے اور وہ دار الحرب تھا اسلئے بیس دن رہنے کے باوجود بھی قصر فرماتے رہے۔(۲)اس قول صحابی میں ہے۔ قال لابن عباس : انا نطيل القيام بالغزو بخراسان فكيف ترى فقال : صل ركعتين و ان أقمت عشر سنين ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۴۰۷، فی المسافر یطیل المقام فی المصر ،ج ثانی،ص ۲۱۰،نمبر ۸۲۰۲)اس اثر میں بھی ہے کہ غزوہ کرتے ہوئے دس سال بھی رہ گیا تو مسافر ہی رہے گا۔

لغت :مفازۃ : بیاباں۔اخبیۃ :خیمے والے۔

ترجمه : (٦٧٧) اور اگر وقت کے اندر مسافر نے مقیم کی اقتداء کی تو صحیح ہے،اور اس کو پوری کر کے چار پڑھے گا،اور وقت کے بعد صحیح نہیں ہے۔

تشریح : وقت کے اندر مسافر نے مقیم کی اقتداء کی تو اقتداء کرنا صحیح ہے،لیکن مسافر دو رکعت نہیں پڑھے گا، بلکہ امام کی اقتداء میں چار رکعت پڑھے گا،اور وقت کے بعد مسافر مقیم کی اقتداء نہیں کر سکتا، کیونکہ اب مسافر کی نماز دو رکعت سے چار رکعت نہیں بدل سکتی،اور مقیم چار رکعت پڑھے گا اس لئے اس کی اقتداء ہی جائز نہیں ہے۔

وجه: (۱) چونکہ وقت سبب ہے اور وہ باقی ہے اس لئے مسافر کی نماز مقیم امام کی وجہ سے تبدیل ہو کر چار رکعت ہو جائے گی۔ کیونکہ اس کی اقتدا میں امام کی مخالفت نہیں کر سکتا اور پہلے سلام نہیں پھیر سکتا ہے۔اس لئے اگر وقت باقی ہو اور مسافر مقیم امام کی اقتدا کر لے تو چار رکعت پڑھے گا (۲)اس اثر میں اسکا ثبوت ہے .عن ابن عمرؓ أنه كان اذا صلى مع الامام صلى اربعا و اذا صلى وحده صلى ركعتين ۔(سنن بیہقی، باب المقیم یصلی بالمسافرین والمقیمین ،ج ثالث،ص ۲۲۴،نمبر ۵۵۰۲)اس عمل صحابی میں ہے کہ مقیم امام کے ساتھ پڑھے تو چار رکعت پڑھے۔(۳)اس عمل صحابی میں بھی ہے۔ ان عبد الله بن عمر كان يصلى وراء الامام بمنى اربعا فاذا صلى لنفسه صلى ركعتين (مؤطا امام مالک، باب صلوۃ المسافر اذا کان اماما او کان وراء امام ،ص ۱۳۳ رمصنف عبد الرزاق، باب المسافر یدخل فی صلوۃ المقیمین ج ثانی ،ص ۳۵۷،نمبر ۴۳۹۳)اس اثر سے معلوم ہوا کہ وقت کے اندر مقیم کی اقتدا میں مسافر کی نماز چار رکعت ہو جاتی ہے۔(۳) اس قول تابعی میں ہے . عن الثورى قال : من نسى صلوة فى الحضر فذكر فى السفر صلى اربعا ، و ان نسى صلوة فى السفر ذكر فى الحضر صلى ركعتين ۔(مصنف عبد الرزاق، باب من نسی صلاۃ الحضر ،ج ثانی ،ص ۳۵۸،نمبر ۴۴۰۰)اس اثر میں ہے کہ مسافر وقت کے بعد دو رکعت ہی قضاء کریں گے۔(۲) سبب یعنی وقت بھی نہیں رہا جو نماز کی رکعتوں کو تبدیل کر سکے۔

اصول: وقت گزرنے کے بعد مسافر کی نماز کی رکعتوں میں تبدیلی نہیں ہوگی۔

(۶۷۸) وبعكسه صحّ فيهما وندب للامام ان يقول اتمّوا صلوتكم فانی مسافر و ينبغی ان يقول

ترجمہ : (۶۷۸) اوراگراس کا الٹا ہوتو دونوں صورتوں میں اقتداء جائز ہے ۔اورامام کو یہ کہنا مستحب ہے کہ میں مسافر ہوں تم اپنی نماز پوری کرلو۔اور یہ نماز شروع کرنے سے پہلے کہنا لائق (مناسب) ہے۔

تشریح : یعنی اگر مقیم مسافر امام کی اقتداء کرے تو وقت کے اندر بھی اقتداء کرنا جائز ہے،اور وقت کے بعد بھی جائز ہے۔اور یہ بھی مستحب ہے کہ امام نماز سے پہلے یہ اعلان کردے کہ میں مسافر ہوں تم اپنی نماز پوری کرلو۔

وجہ : (۱)مقیم مسافر کے پیچھے نماز پڑھے گا تو وقت کے اندر بھی اور وقت کے بعد بھی مقیم چار رکعت نماز پڑھے گا اور مسافر دو رکعت پڑھے گا،اس لئے دونوں صورتوں میں مقیم کی نماز مسافر کے پیچھے جائز ہے۔(۲) حدیث میں اس کا ثبوت ہے ۔ عن عمران بن حصين قال غزوت مع رسول الله ﷺ وشهدت معه الفتح فاقام بمكة ثمانی عشرة ليلة لا يصلی الا ركعتين ويقول يا اهل البلد! صلوا اربعا فانا قوم سفر (ابوداؤ دشریف،باب متی یتم المسافر ص۱۸۰ نمبر ۱۲۲۹/ مصنف عبدالرزاق،باب مسافر ام مقیمین ج ثانی ص ۵۴۰ نمبر ۴۳۶۹) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امام دو رکعت پوری کرکے سلام پھیرے گا اور کہے گا میں مسافر ہوں مقیم اپنی اپنی نماز پوری کرلیں۔

ترجمہ : اور مقیم اپنے اور مسافر امام کے فارغ ہونے کے بعد اپنی باقی نماز میں قرأت نہ پڑھے،اصح روایت میں۔

وجہ : اسکی دو وجہ ہیں(۱)اس مقیم مقتدی نے مسافر امام کے تحریمے کے ساتھ تحرمہ باندھا تھا اسلئے تحریمہ کے اعتبار سے ابھی بھی اسکا مقتدی ہے،اگر چہ اس امام نے سلام پھیرلیا ہے اسلئے فعل کے اعتبار سے اس وقت اسکا مقتدی نہیں ہے،تاہم تحریمے کے اعتبار سے اسکا مقتدی ہے،اور قاعدہ یہ گزرا کہ کوئی امام کے پیچھے ہوتو اس پر قرأت نہیں ہے اسلئے اس مقیم پر بھی قرأت نہیں ہے ۔(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ اس مقیم کی فرض قرأت تو پہلی دو رکعتوں میں اداء ہو چکی ہے۔اب دوسری دو رکعتوں میں قرأت پڑھنا ہمارے نزدیک سنت ہے فرض نہیں ہے اسلئے احتیاط اسی میں ہے کہ مقیم مقتدی جب اپنی بقیہ دو رکعت اداء کرنے لگے تو ان میں قرأت نہ کرے، بلکہ جس طرح لاحق یعنی درمیان میں جسکی رکعت چھوٹ گئی ہو وہ جب اپنی رکعت اداء کرنے کے لئے کھڑے ہوتو قرأت نہ کرے اسی طرح یہ مقیم بھی قرأت نہ کرے احتیاط اسی میں ہے۔

ترجمہ : (۶۸۰) سفر کا فوت شدہ اور حضر کا قضا کیا جائے گا دو رکعت اور چار رکعت،اور اس میں اعتبار آخری وقت کا ہے۔

تشریح : یہاں لف ونشر مرتب ہے۔یعنی سفر میں نماز فوت ہوئی ہوتو حضر میں بھی دو ہی رکعت قضا کرے گا، کیونکہ وقت گزر جانے کے بعد دو رکعت ہی برقرار رہی ،اور حضر کی نماز ہو اور سفر میں اس کی قضا کرنا چاہے تو چار رکعت ہی پڑھے گا ، کیونکہ وقت گزر جانے کے بعد چار رکعت لازم ہوگئی۔

لغت : المعتبر فیہ آخر الوقت : آخری وقت میں جتنی رکعت لازم ہوئی اسی کا اعتبار ہے،اگر یہ چار لازم ہوئی تو بعد میں بھی چار ہی ادا کرنی ہوگی ،اور دو لازم ہوئی تو بعد میں بھی دو ہی لازم ہوں گی۔

ذلک قبل شروعه فی الصلوة (۶۷۹) ولا یقرأ المقیم فیما یتمّه بعد فراغ امامه المسافر فی الاصح .(۶۸۰)وفائتة السفر والحضر تقضیٰ رکعتین واربعا والمعتبر فیه آخر الوقت. (۶۸۱) ویبطل الوطن الاصلی بمثله فقط (۶۸۲) ویبطل وطن الاقامة بمثله وبالسفر وبالاصلی (۶۸۳) والوطن

وجه : (۱) اس قول تابعی میں ہے . عن الثوری قال : من نسی صلوة فی الحضرفذکر فی السفر صلی اربعا ، و ان نسی صلوة فی السفر ذکر فی الحضر صلی رکعتین ۔(مصنف عبدالرزاق، باب من نسی صلاۃ الحضر ،ج ثانی،ص ۳۵۸،نمبر ۴۴۰۰)اس اثر میں ہے کہ مسافر وقت کے بعد دو رکعت ہی قضاء کریں گے۔(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ تبدیل کا سبب وقت ہے،اور وہ اسی وقت ختم ہو چکا ہے اس لئے جتنی رکعتیں لازم ہو چکی تھیں وہی برقرار رہیں گی۔

ترجمه : (۶۸۱) اور وطنِ اصلی صرف وطن اصلی سے باطل ہوتا ہے۔

تشريح : کہیں وطن اصلی تھا، اب اس کو چھوڑ کر دوسری جگہ وطن اصلی بنالیا تو اب پہلا وطن اصلی باطل ہو گیا، اب وہاں آئے گا تو قصر کرے گا، ہاں اگر دونوں کو وطن بنا رکھا ہے، مثلا جہاں پیدا ہوا وہاں وطن کی طرح رہتا ہے، اور جہاں کاروبار ہے، یا مستقل ملازمت ہے وہاں بھی وطن کی طرح ہے تو اب دونوں اصلی ہوں گے۔اور دونوں جگہ اتمام کرے گا۔ دنیا کا کاروبار پھیل گیا ہے اس لئے آج کل اسی پر فتوی ہے۔

وجه: (۱)حدیث میں ہے۔ عن عمران بن حصین قال غزوت مع رسول الله ﷺ وشهدت معه الفتح فاقام بمکة ثمانی عشرة لیلةلا یصلی الا رکعتین ویقول یا اهل البلد! صلوا اربعا فانا قوم سفر (ابوداؤد شریف، باب متی یتم المسافر،ص ۱۸۰،نمبر ۱۲۲۹ /مصنف عبدالرزاق، باب مسافر ام مقیمین ،ج ثانی ،ص ۵۴۰ ،نمبر ۴۳۶۹)حضورؐ اور صحابہ کرام مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما گئے تو جب مکہ مکرمہ تشریف لائے جو پہلے وطن تھا وہاں قصر فرماتے رہے،اور یہ بھی فرمایا کہ ہم مسافر لوگ ہیں ۔جس سے معلوم ہوا کہ وطن سے ہجرت کے بعد وہ وطن باقی نہیں رہتا۔(۲) دو جگہ وطن اصلی ہو اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن ابن عمر قال صلی رسول الله ﷺ بمنی رکعتین و ابو بکر بعده و عمر بعد ابی بکر و عثمان صدرا من خلافته ثم ان عثمان صلی بعد اربعا ۔(مسلم شریف، باب قصر الصلاۃ بمنی ،ص ۲۸۲ ،نمبر ۱۵۹۲/۶۹۴) حضرت عثمانؓ نے بعد میں مکہ مکرمہ میں شادی کی اور اس کو بھی وطن اصلی بنایا، اور چار رکعت نماز پڑھی۔

ترجمه: (۶۸۲)اور وطن اقامت وطن اقامت سے باطل ہوتا ہے،اور سفر سے باطل ہوتا ہے،اور وطن اصلی سے باطل ہوتا ہے

تشريح : وطن اقامت تین چیزوں سے باطل ہوتا ہے[۱] وطن اقامت سے باطل ہوتا ہے، یعنی کہیں دوسری جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی ہو تو پہلا وطن اقامت باطل ہو جائے گا، اب اگر پہلے وطن اقامت پر آئے گا تو قصر ہی کرے گا۔[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ سفر سے وطن اقامت باطل ہو جاتا ہے۔یعنی وطن اقامت سے ۵۴ میل کا سفر کیا پھر وطن اقامت کی جگہ پر واپس آیا اور دوبارہ پندرہ دن وہاں ٹھہرنے کی نیت نہیں کی تو وہ وہاں مسافر ہی رہے گا اور قصر ہی کرتا رہے گا، کیونکہ سفر کرنے سے وطن اقامت

الاصلی هو الذی وُلِد فیه او تزوّج، او لم یتزوّج وقصد التعیّش لا الارتحال عنه.

(۶۸۴) وطن الاقامة موضع نویٰ الاقامة فیه نصف شهر فما فوقه.(۶۸۵) ولم یعتبر المحقِّقون وطن السکنیٰ وهو ما ینوی الاقامة فیه دون نصف شهر.

باطل ہوگیا۔[۳]اور تیسری صورت یہ ہے کہ وطن اصلی چلا گیا تو اس سے بھی وطن اقامت باطل ہوجاتا ہے،اب دوبارہ وطن اقامت پر آیا اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہیں کی تو قصر کرتا رہے گا۔اسلئے کہ وطن اصلی سے وطن اقامت باطل ہوجاتا ہے۔

وجہ : (ا) قاعدہ یہ ہے کہ کوئی چیز اپنے مثل سے باطل ہوتی ہے، یا اپنے سے اعلی سے باطل ہوتی ہے۔اب وطن اصلی اعلی ہے اور وطن اقامت ادنی ہے، اس لئے وطن اصلی سے وطن اقامت باطل ہوجائے گا۔وطن اقامت سے وطن اقامت باطل ہوجائے گا، اسلئے کہ وہ مثل ہے۔اور سفر سے وطن اقامت اسلئے باطل ہوگا کہ سفر اقامت کے ضد ہے۔اسلئے ۴۵ میل سفر کرنے سے وطن اقامت باطل ہوجائے گا،اب دوبارہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو وطن اقامت بنے گا اور اتمام کرے گا ورنہ قصر کرتا رہے گا۔

ترجمہ : (۶۸۳) وطن اصلی وہ ہے جہاں انسان پیدا ہوا۔یا شادی کی۔یا شادی تو نہیں کی لیکن ہمیشہ رہنے کا فیصلہ کیا کہ یہاں سے کوچ نہیں کروں گا۔

تشریح : وطن اصلی تین طرح سے بنتا ہے[ا] جہاں انسان پیدا ہوا وہ وطن اصلی ہے، جیسے حضورؐ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے تو یہ آپؐ کا وطن اصلی تھا۔[۲] جہاں شادی کی اس کو بھی وطن اصلی شمار کرتے ہیں۔جیسے حضرت عثمانؓ نے مکہ مکرمہ میں شادی کی تھی اور وہاں ٹھہرتے بھی تھے اس لئے چار رکعت نماز پڑھتے تھے۔[۳] جہاں ہمیشہ رہنے کا فیصلہ کرلیا ہو اور اس سے منتقل ہونے کی نیت نہ ہو وہ بھی وطن اصلی بن جاتا ہے، جیسے حضورؐ نے مدینہ طیبہ میں ہمیشہ رہنے کا فرمالیا تو مدینہ طیبہ وطن اصلی بن گیا۔

ترجمہ : (۶۸۴) وطن اقامت وہ جگہ ہے جہاں آدھا مہینہ، یا اس سے زیادہ رہنے کی نیت کی ہو۔

تشریح : جہاں پندرہ روز یا اس سے زیادہ رہنے کی نیت کی ہو اس کو وطن اقامت کہتے ہیں۔اس سے اتمام لازم ہوتا ہے۔

ترجمہ (۶۸۵) محققین نے وطن سکنی کا اعتبار نہیں کیا ہے، اور وطن سکنی یہ ہے کہ اس میں آدھے مہینے سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے

تشریح : آدھا مہینہ یعنی پندرہ دن سے کم کسی جگہ ٹھہرنے کی نیت کرے تو اس کو ,وطن سکنی، کہتے ہیں۔محققین نے اس میں اتمام کرنے کا اعتبار نہیں کیا ہے، کیونکہ یہ اقامت پندرہ دن نہیں ہے۔اس کے لئے حدیث گزر چکی ہے۔